ردِّ قادیانیّت

رسائل

- مولوی صدرالدین گجراتی !
- سبطِ نور
- محمد رفیق باجوہ
- ملک عزیزالرحمٰن گجراتی
- عزیز احمد ٹھیکیدار چک جھمرہ
- طاہر رفیق اختر
- شفیق مرزا
- ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی
- عبدالرحمٰن ڈیرہ غازیخان
- عبدالرب خان برہم

احتسابِ قادیانیّت

جلد ٦٠

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

حضوری باغ روڈ، ملتان - فون : 061-4783486

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : احتساب قادیانیت جلد ساٹھ (۶۰)

مصنفین : مولوی صدرالدین گجراتی

محمد رفیق باجوہ

عزیز احمد ٹھیکیدار چک جھمرہ

شفیق مرزا

عبدالرحمٰن ڈیرہ غازیخان

سبط نور

ملک عزیز الرحمٰن گجراتی

طاہر رفیق اختر

ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی

عبدالرب خان برہم

صفحات : ۶۴۸

قیمت : ۴۰۰ روپے

مطبع : ناصر زین پریس لاہور

طبع اوّل : دسمبر ۲۰۱۴ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست رسائل مشمولہ......احتساب قادیانیت جلد ۶۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

الحمدللہ و کفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی ۰ امابعد!

۱...... خلیفہ ربوہ کے مظالم کی فہرست میں میری داستان مظلومیت کا اضافہ:

صدرالدین گجراتی، چک سکندر ضلع گجرات کا پیدائشی قادیانی تھا۔ سب کچھ بیچ کر قادیان جا کر رہائش رکھ لی۔ پاکستان بننے کے بعد سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ حاصل ہوئی تو مرزا محمود موسیو کے حکم پر چناب نگر قادیانی جماعت کی ملازمت کر لی۔ قادیانی بیت المال میں سے اس زمانہ میں تین لاکھ کا غبن اس نے پکڑا تو پوری قادیانی قیادت، ملعون خلیفہ قادیانی تک سب ان کی جان کے دشمن ہو گئے۔ اس نے اپنی جان بچانے کے لئے ضلع جھنگ کے ایس. پی کو درخواست دی۔ جس پر مقدمہ درج ہوا۔ ان تفصیلات پر مشتمل یہ پمفلٹ ہے۔ لکھنے والا قادیانی ہے اور قادیانی قیادت کے خلاف لکھا ہے۔ آپ بھی پڑھیں کہ خنزیر قادیان کے بچونگڑے چناب نگر میں کیا کیا گل کھلا رہے ہیں اور کس طرح حکومت ''زمین جنبد نہ جنبد گل محمد'' بنی ہوئی ہے؟

۲...... چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں (قادیانی) کے نام بحیثیت معزز ممبر جماعت احمدیہ اتمام حجت کے طور پر کھلی چٹھی:

صدرالدین گجراتی قادیانی نے چوہدری ظفر اللہ قادیانی کو قادیانی مظالم، قادیانی بددیانتی اور قادیانی بدکرداری پر کھلی چٹھی ارسال کی، جسے احتساب قادیانیت کی اس جلد میں شائع کیا جا رہا ہے۔ ''قادیانیت قادیانی کی نظر میں''

۳...... ربوہ (چناب نگر) میں کیا کچھ ہو رہا ہے؟:

قادیانی جماعت کے اہم رکن جناب محمد رفیق باجوہ تھے جو چونڈہ سے تعلق رکھتے تھے اور چناب نگر کے رہائشی تھے۔ تعلیم الاسلام کالج چناب نگر میں پڑھتے تھے۔ انتظامی مسائل پر چناب نگر کالج کے قادیانی عملہ سے اختلاف ہوا تو قادیانیوں نے باجوہ صاحب کو ظلم و ستم کے نشانہ

پر رکھ لیا گیا۔ یہ زخمی حالت میں فیصل آباد مولانا تاج محمود صاحبؒ کے ہاں آئے۔ قادیانی ہونے کے باوجود قادیانی ظلم کی چکی میں پس کر آئے تھے۔ مولانا تاج محمودؒ نے سینہ سے لگایا۔ اس کی خواہش پر پریس کلب فیصل آباد میں پریس کانفرنس کرائی۔ فقیر ان دنوں فیصل آباد کا مبلغ تھا۔ پریس کانفرنس کا اہتمام فقیر کے ذمہ تھا۔ مولانا تاج محمودؒ کے اخلاق عالی دیکھ کر پھر یہ مسلمان بھی ہوگیا تھا۔ سانحہ ربوہ ۲۹ رمئی ۱۹۷۴ء کی تحقیقات کے لئے جب عدالتی ٹریبونل قائم ہوا تو جناب رفیق باجوہ کا عدالت میں بیان ہوا۔ جسے ۲ رجولائی ۱۹۷۴ء کے اخبار نوائے وقت لاہور سے لے کر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔ اس پمفلٹ کو بھی اس کتاب کا حصہ بنایا جارہا ہے۔

۴...... ربوہ کی کہانی ربوہ والوں کی زبانی:

ایک قادیانی عزیز احمد ٹھیکیدار اپنی اندھی عقیدت لے کر ربوہ آیا۔ یہاں پوری قادیانیت کو کردار کے میدان میں اپنے سامنے عریاں رقص کرتے دیکھا تو قادیانیت پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کر لیا۔ قادیانی مرکز میں کیا دیکھا؟ اس سوال کا جواب یہ پمفلٹ ہے۔ اسے احتساب کی اس جلد میں شامل کیا جارہا ہے۔

۵...... شہر سدوم:

بہت ہی عالم فاضل بہت ہی اچھے اور نامور قلمکار جناب ''شفیق مرزا'' نوجوانی میں چناب نگر تعلیم کے لئے گئے۔ چناب نگر میں کمینگی، فحاشی وعریانی، بے حیائی، بدکاری وبدکرداری کو دیکھا تو اپنی سلیم الفطرتی کے باعث قادیانیت پر لعنت بھیج کر دائرہ اسلام میں واپس آگئے اور بجائے چناب نگر کے لاہور رہائش رکھ لی۔ تجربہ ہے کہ قادیانیت ترک کرنے والے بہت سارے تو قادیانیت سے نکل آتے ہیں۔ لیکن قادیانیت ان سے نکلتے نکلتے نکلتی ہے۔ اپنے استاذ محترم مولانا لال حسین اختر اور برادر شفیق مرزا کے متعلق علی وجہ البصیرت کہا جاسکتا تھا کہ انہوں نے ایسے قادیانیت کو چھوڑا کہ پھر زندگی بھر قادیانیت ان کے نام سے لرزاں وترساں رہی۔ جناب شفیق مرزا نے شہرۂ آفاق کتاب ''شہر سدوم'' لکھی جو دیکھا تھا وہ لکھ کر پوری قوم کو قادیانیت کی اندرونی کیفیت

دکھادی۔ تکرار تو بعض جگہ حذف کیا کہ اس کے بغیر چارہ نہ تھا۔ باقی کتاب شامل جلد ہذا ہے۔

۶...... کھلا خط:

جناب شفیق مرزا نے اسلامیان وطن کے نام کھلا خط لکھا جس میں قادیانی عقائد وعزائم کو آسان فہم انداز میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب نے اسے دوورقی پمفلٹ کے طور پر شائع کیا تھا۔ اس جلد میں یہ بھی شامل اشاعت کر کے خوشی محسوس کرتا ہوں۔

۷...... پیر باپ کی پاکیزگی کے حلف سے مرید بیٹے کا گریز بمع ضمیمہ تبلیغی سفر:

مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا موسیو بشیر تھا۔ جس پر غلام قادیان کے مریدوں نے بدکرداری کے سنگین وغلیظ الزام عائد کئے۔ اس کے باعث غلام قادیان کی جماعت۔ لاہور وقادیان کے دو گروہوں میں تقسیم ہوئی۔ لاہوری جماعت کے مرزائی عبدالرحمٰن ساکن ڈیرہ غازیخان نے قادیانی گروہ پنجاب کے امیر مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ سرگودھا کو اور عبدالرحمٰن کے بیٹے شفیق الرحمٰن خان ڈیرہ غازیخان نے مرزا محمود کے بیٹے مرزا رفیع کو خطوط لکھے کہ وہ مرزا محمود ملعون قادیان کی صفائی پر حلف اٹھائیں۔ دونوں نے حلف اٹھانے سے گریز وفرار اختیار کر کے اپنی اور مرزا محمود کی مزید رذالتوں کا ریکارڈ قائم کر دیا۔ عبدالرحمٰن لاہوری مرزائی ڈیرہ غازیخان نے چناب نگر وسرگودھا کا سفر بھی کیا۔ ’’تبلیغی سفر‘‘ کے نام پر ایک مضمون لکھا۔ یہ تمام خط وکتابت وتبلیغی سفر کی رپورٹ متذکرہ بالا پمفلٹ میں ایک ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ اس میں کاتب ومکتوب الیہ سب قادیانی ہیں۔

۸...... چند قابل غور حقائق:

مرزا محمود قادیانی کی بدکرداری کے عریاں ہونے پر قادیانی گروہ دو حصوں میں حصے بخرے ہوا۔ آگے چل کر پھر قادیانی گروہ کی کوکھ سے حقیقت پسند پارٹی نے جنم لیا۔ اس حقیقت پسند پارٹی کے ایک لکھاری نے قادیان کی عیاری وعریانی پر یہ رسالہ لکھا۔ جو دسمبر ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔ اس کا لکھاری ’’سبط نور‘‘ تھا جو قادیانی تھا۔ اس نے مرزا محمود کی بدکاری کو اس پمفلٹ میں جگہ

جگہ طشت از بام کیا ہے۔

۹...... جماعت احمدیہ کے فہمیدہ اصحاب سے:

قادیانی خلیفہ موسیو محمود پر بد کرداری، بدکاری، گندے اور کمینے، فحش وحیاء سوز الزامات خود قادیانی جماعت کی معتد بہ تعداد نے لگائے اور ڈنکے کی چوٹ پر لگائے۔ ان میں ایک ملک عزیز الرحمٰن گجراتی بھی تھے جو احمدیہ پاکٹ بک کے مصنف عبدالرحمٰن خادم کے سگے بھائی تھے۔ قادیانیوں کے مقدر کو دیکھو ایک بھائی مرزا محمود کو مصلح موعود قرار دیتا ہے اور دوسرا اسے پرلے درجہ کا مکار و بدکار یقین کرتا ہے۔ یہ رسالہ اسی تناظر میں پڑھا جائے کہ اس کا لکھنے والا خود ایک قادیانی ہے اور قادیانی خلیفہ کو ڈانگ دے رہا ہے۔

۱۰...... ربوہ کا راسپوٹین (مرزا محمود کی کہانی مریدوں کی زبانی) دور حاضر کا دجال:

راسپوٹین نامی روس میں ایک عیاش تھا جو دنیا بھر میں عیاشی کی ضرب المثل بن گیا۔ اسی عیاش کو چیلا، اور مرزا محمود کو عیاشی کا گرو قرار دے کر راسپوٹین کو مرزا محمود کے قدموں میں بٹھا دیا ہے۔ یہ ٹائٹل سٹوری ہے۔ اس کی تفصیلات پر مشتمل یہ کتاب ہے۔ جو قادیانی رہنما جناب محمد رفیق اختر نے مرتب کی ہے۔ اس کو بھی احتساب کی اس جلد میں شائع کیا جارہا ہے۔

۱۱...... الذکر الحکیم نمبر۴:

پٹیالہ کے سرجن ڈاکٹر عبدالحکیم خان تھے۔ جو بیس سال تک مرزا قادیانی کے مرید رہے۔ پندرہ بیس ہزار روپیہ اس زمانہ میں مرزا قادیانی کو چندہ مختلف اوقات میں دیا۔ مرزا قادیانی پر دل وجان سے فدا تھا۔ مرزا قادیانی بھی اس کی تعریف میں الہامی شگوفے چھوڑتا اور قلابے ملاتا تھا کہ مخلص ہے، ذہین ہے، مفسر قرآن ہے۔

اس ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے مرزا قادیانی سے کہا کہ آپ اپنے کو ''مدار نجات'' قرار نہ دیں۔ اس پر مرزا قادیانی بگڑا اور خوب بگڑا۔ عبدالحکیم خان ابھی اسے ''مسیح الزمان'' قرار دیتا رہا۔ لیکن مرزا اس تجویز پر انتا پیخ پا ہوا اور نہایت ہی غصہ سے لکھا: ''ان (مسلمانوں) کو اپنی جماعت کے ساتھ ملانا یا ان سے تعلق رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عمدہ اور تازہ دودھ میں بگڑا ہوا دودھ ڈال

دیں۔ جو سڑ گیا ہے اور اس میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔" (الذکر الحکیم نمبر:۴، خط نمبر۲، از مرزا قادیانی بنام ڈاکٹر عبدالحکیم خان) پوری امت مسلمہ کو سڑا ہوا دودھ، کیڑے پڑ گئے، کا مصداق بنادیا۔ پھر بھی ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے خط نمبر۳ میں "مسیح الزمان" سے خط کا آغاز کیا۔ مگر مرزا قادیانی تو "بھوترے ہوئے بولد" بگڑے ہوئے بیل کی طرح واہی تباہی پر اتر آیا۔ "الذکر الحکیم نمبر۴، خط نمبر۴" میں مرزا قادیانی نے ڈاکٹر عبدالحکیم خان کو لکھا کہ: "ماسوا اس کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔" اسی طرح مرزا قادیانی نے رسالہ (تحفۃ الندوہ ص۸، خزائن ج۱۹ ص۱۰۱) کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ: "وہ قتل بھی کیا گیا ہو کیونکہ وہ مرتد تھا۔"

یہاں پر قادیانی حضرات سے میری درخواست ہے کہ آج کی پوری قادیانیت اس پر متفقہ موقف رکھتی ہے کہ: "مرتد کی سزا قتل نہیں۔" مگر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔" گویا خدائی حکم اور وہ بھی مرزا قادیانی کے قلم سے۔ لیکن قادیانیوں کی بدنصیبی ملاحظہ ہو کہ وہ مرزا قادیانی کے قلم سے نکلے ہوئے خدائی حکم کو نہیں مانتے۔

برادران دینی!! یعقوب عرفانی قادیانی نے قادیان سے مرزا قادیانی کے مکتوبات کو سات حصوں میں شائع کیا۔ اب ان کو کمپیوٹر پر قادیان و لندن سے تین جلدوں میں شائع کیا گیا۔ لیکن ان دونوں ایڈیشنوں (قدیم و جدید) میں مرزا قادیانی نے جو خطوط محمدی بیگم کے نکاح کے سلسلہ میں اس کے ورثاء کو لکھے تھے جن کو کلمہ فضل رحمانی میں قاضی فضل احمد گورداسپوری نے شائع کیا اور مرزا قادیانی نے عدالت میں تسلیم کیا کہ وہ میرے خطوط ہیں اور پھر وہ خطوط جو مرزا قادیانی نے ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے خطوط کے جوابات میں تحریر کئے جو مرزا قادیانی کی زندگی میں ہی الذکر الحکیم نمبر۴ میں ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے شائع کر دیئے تھے۔ وہ تمام خطوط قادیانیوں کے شائع کردہ قدیم و جدید ایڈیشنوں میں موجود نہیں۔ قادیانیوں نے اپنے خود ساختہ نبی کے قلم پر سنسر لگا رکھی ہے۔ وہ ان خطوط کو یوں چھپاتے پھرتے ہیں جیسے بلی اپنے گوہ کو چھپاتی ہے۔ ان خطوط سے قادیانی اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح باؤلا کتا پانی سے اور کوا غلیل سے بھاگتا ہے۔ ان خطوط سے قادیانیوں کے ایمان کی طرح جان بھی جاتی ہے۔ کیا قادیانی عوام سوچیں گے کہ مرزا قادیانی

کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے یہ خطوط کیوں شائع نہیں ہو رہے؟ لیجئے! وہ تمام خطوط جو ڈاکٹر عبدالحکیم خان کو مرزا قادیانی نے لکھے تھے بمع ان کے جواب الجواب کے الذکر الحکیم نمبر۴ اس احتساب کی جلد میں ملاحظہ فرمائیں۔ابتداء میں تو ڈاکٹر عبدالحکیم خان مرزا قادیانی کو ''مسیح الزمان'' لکھتا رہا۔بعد میں ''المسیح الدجال'' لکھنا شروع کر دیا۔اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

۱۲...... المسیح الدجال:

یہ رسالہ بھی الذکر الحکیم نمبر۴ کے بعد جناب ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کی جانب سے شائع ہوا۔اس میں اور الذکر الحکیم نمبر۴ میں اکثر یکسانیت ہے۔البتہ بعض مقامات پر بہت سی نئی باتیں ایزاد بھی کی گئی ہیں۔جو ایزاد کیا ہے وہ سونے پر سہاگہ ہے۔اس لئے اسی (۸۰) فیصد تکرار کے باوجود محض بیس فیصد خوبصورت اضافی باتوں کے لئے اس کو حک واضافہ کے بغیر مکمل شائع کر دیا ہے۔جناب ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے مرزا قادیانی کی خوب خبر لی ہے۔ایسا اپریشن کیا ہے کہ مرزا قادیانی کا تمام خبث باطن اور فضلۂ پیٹ،مرزا کے منہ کے راستہ سے بہہ نکلا ہے۔

۱۳...... الذکر الحکیم نمبر۶ (عرف) کانا دجال:

جناب ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے الذکر الحکیم نمبر۶ عرف کانا دجال ۱۹۰۷ء میں شائع کیا۔ اس میں مرزا قادیانی کے وہ لتے لئے کہ اگر مرزا کی جگہ ابلیس ہوتا تو اس کی نانی مر جاتی۔یہی حال دجال قادیان کا ہوا۔اس کے بعد مرزا اپنی کتابوں میں جس طرح جل بھن کر ڈاکٹر صاحب کو یاد کرتا ہے۔وہ دلیل ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے تمام تیر ٹھکانے پر لگے۔ڈاکٹر صاحب مرزا کی تردید پر دلیل دیتے دیتے آخر میں ''سچ ہے دجال کانا ہوگا پر خدا کانا نہیں'' کا ٹانکا لگاتے ہیں تو کمال کر دیتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب نے مرزا قادیانی کے خواب اپنے خوابوں سے مرزا قادیانی کے الہامات کا جواب اپنے الہامات سے ایسے دیتے ہیں۔جیسے مثل مشہور ہے کہ جیسا منہ ویسی چپیڑ کی مثال صادق آجاتی ہے۔

۱۴...... بلائے دمشق اور خلافت اسلامیہ:

عبدالرب خان برہم سکنہ بند قادیانی تھے۔مرزا قادیانی کے ملعون الہامات کو معاذ اللہ

الہامات الٰہیہ اور قرآن مجید کے برابر مانتے تھے۔ البتہ مرزا محمود کو بدترین خلائق اور ملعون و دجال سمجھتے تھے۔ اس نے مرزا قادیانی کے الہامات کو کسوٹی بنا کر مرزا محمود کو ملعون ثابت کر دیا۔ یہ کتاب فروری ۱۹۵۸ء میں ایک قادیانی مصنف نے لکھی ہے۔ اس میں بہت کچھ حذف کرنے کے بعد بطور خلاصہ جو باقی رہنے دیا ہے وہ پڑھیں کہ یہ بھی تاریخ کا حصہ ہے۔ پڑھتے ہوئے نہ بھولیں کہ یہ ایک قادیانی تصنیف ہے۔

احتساب قادیانیت کی جلد نمبر ۶۰ میں ذیل کے حضرات کے اس ترتیب سے رسائل جمع ہو گئے:

۱......	مولوی صدرالدین گجراتی	کے	۲	رسائل
۲......	محمد رفیق باجوہ	کا	۱	رسالہ
۳......	عزیز احمد ٹھیکیدار چک جھمرہ	کا	۱	پمفلٹ
۴......	شفیق مرزا	کے	۲	رسائل
۵......	عبدالرحمٰن ڈیرہ غازیخان	کا	۱	رسالہ
۶......	سبط نور	کا	۱	رسالہ
۷......	ملک عزیز الرحمٰن گجراتی	کا	۱	رسالہ
۸......	طاہر رفیق اختر	کا	۱	رسالہ
۹......	ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی	کے	۳	رسائل
۱۰......	عبدالرب خان برہم	کا	۱	رسالہ
	گویا کل سات حضرات کے		۱۴	رسائل و پمفلٹ

اس جلد میں جمع ہو گئے ہیں۔ سب کو جمع کرنا تو مشکل تھا جتنا یکجا ہو گیا اس سے خوشی ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف و کرم سے اس کو خدمت کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ امین بحرمۃ النبی الکریم!

محتاج دعاء: فقیر اللہ وسایا!

۱۰ رصفر الخیر ۱۴۳۶ھ، مطابق ۳ ردسمبر ۲۰۱۴ء

خاتم النبیین لا نبی بعدی
خلیفہ ربوہ کے مظالم کی فہرست میں
میری داستان مظلومیت کا اضافہ
مولوی صدرالدین گجراتی

انتساب!

یہ عاجز اپنی داستان مظلومیت ان
(قادیانی) مظلوم کی ارواح کے نام منسوب کرتا
ہے جو مرزا محمود خلیفہ قادیان کی اسکیموں اور
سازشوں کے نتیجہ میں قتل ہو گئے۔

صدر الدین!

قادیانی جور و ستم کا ایک منظر

ایک مظلوم کی داستان مظلومیت

میرے بیوی بچوں پر خلیفہ ربوہ کا قبضہ اور میری جان خطرہ میں

مرزا محمود خلیفہ ربوہ کی تحریرات اس امر پر شاہد ہیں کہ آنجناب کو ایک طویل عرصہ سے اپنی ریاست قائم کرنے کا شوق دامنگیر ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے اپنے معتقدین کو متواتر استعمال کیا جا رہا ہے۔ اگر کبھی کبھار کوئی مرید ایسا پیدا ہو گیا جو اپنے انجام سے بے خوف اور خلیفہ ربوہ کی سزا سے لاپرواہ ہو کر مرزا محمود کے رازہائے دروں پردہ کے انکشاف پر تل گیا تو اس کی زندگی خطرہ میں پڑ گئی اور اس پر مصائب کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ موجودہ خلیفہ ربوہ کا سابقہ مرکز قادیان تھا۔ جہاں مختلف طور طریقوں اور ہتھکنڈوں سے مرزا محمود نے اپنے مریدوں کو اپنے جال میں کچھ اس طرح جکڑ لیا تھا کہ وہاں کی چاردیواری میں ان کے کسی ظلم کے خلاف فریاد تقریباً ناممکن تھی۔ قصبہ قادیان میں مرزا محمود کو جو طاقت حاصل ہو گئی اور بہشتی مقبرہ کی بدولت آمدنی کا جو ذریعہ پیدا ہو گیا تھا اس کے پیش نظر خلیفہ قادیان نے قیام پاکستان کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہوئے اکھنڈ ہندوستان کا نعرہ بلند کیا۔ مگر جب پاکستان قائم ہو گیا اور مجبوراً آنجناب کو اپنی مصنوعی ریاست کو داغ مفارقت دینا پڑا تو رتن باغ لاہور کے قیام نے آپ کو یہ احساس دلایا کہ وہ دوبارہ اپنی ایسی رہائش کا انتظام کریں جہاں کی آبادی خالصتاً اپنے مریدوں پر مشتمل ہو تاکہ دوسرے لوگ آپ کے اندرونی حالات سے واقف نہ ہو سکیں۔ چنانچہ موضع ربوہ (چناب نگر) کی داغ بیل ڈالی گئی اور غریب معتقدین کو وہاں آباد ہونے کی دعوت دی گئی۔ چند ہی سالوں میں پھر انہی مظالم کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ جو قبل از تقسیم قادیان میں جاری تھا۔ کیونکہ ربوہ (چناب نگر) میں بھی ان لوگوں کو آباد ہونے کی دعوت دی گئی۔ جن کی ضعیف الاعتقادی اندھی تقلید کا درجہ رکھتی ہے اور وہ کسی ظلم کے خلاف عینی شہادت (جو مرزا محمود کے خلاف ہو) کے لئے بھی تیار نہیں ہو سکتے۔ اندریں حالات مرزا محمود کو اپنی چاردیواری میں ظلم وستم کی جسارت صرف اس لئے ہے کہ اس کے خلاف گواہ میسر نہیں آسکتے اور اس نے اسی ہتھکنڈے کی بدولت قصبہ ربوہ (چناب نگر) میں اپنی متوازی حکومت قائم کر رکھی ہے۔ جہاں ان کی اپنی عدالت پولیس اور مختلف ادارے موجود ہیں۔

چونکہ مرزا محمود اس وقت تک حکومت پاکستان کی گرفت سے محفوظ ہے اور ابھی تک حکومت اس کی حکومت در حکومت کو برداشت کر رہی ہے اور اسے مظلوم انسانوں کو خلیفہ ربوہ کے جور وستم سے نجات دلانے کا احساس نہیں ہوا۔ اس لئے یہ ستم رسیدہ عاجز ان چند سطور کے ذریعہ اس ظلم وستم کی داستان کو ان معزز حکام بالا کی خدمت میں پیش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے جو وقتاً فوقتاً پاکستان کے ہر شہری کو شہری آزادی اور شہری حقوق عطاء کئے جانے کا یقین دلاتے رہتے ہیں۔

مرزا محمود کے جور وستم کا قصہ کوئی نئی داستان نہیں۔ بلکہ اس کا سلسلہ ۱۹۱۴ء سے جاری ہے۔ جب آنجناب نے خلافت کی گدی سنبھالی۔ ظلم وستم کا پہلا وار جماعت کے ان مقتدر ذی اثر مخلص اور اہل علم اصحاب پر ہوا جن کی قادیان میں موجودگی مرزا محمود کے راستہ میں سد راہ تھی۔ کیونکہ وہ خلیفہ کی علمی قابلیت اور اخلاق وکردار سے واقف تھے۔ چنانچہ ان سب کو دہشت انگیزی کے ذریعہ شہر بدر کر دیا گیا۔ خلیفہ اوّل مولانا حکیم نور الدین صاحب کے صاحبزادے میاں عبدالحیٔ صاحب کی پراسرار موت کے بعد ان کے باقی خاندان کو ذلیل وخوار کرنے کے جو طور طریقے اختیار کئے گئے وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کچھ زیادہ عرصہ گذرنے نہ پایا کہ مولانا محفوظ الحق علمی اور ان کے ساتھیوں کو قادیان سے نکال دیا گیا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ مرزا محمود کے حوصلے بلند ہوتے گئے اور قتل وغارت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

مولانا عبدالکریم صاحب مباہلہ پر قاتلانہ حملے، ان کی بلڈنگ کو نذر آتش کرنا اور حاجی محمد حسین صاحب کا قتل ودیگر واقعات تو اس درجہ مشہور ہیں کہ ان کو دہرانے کی ضرورت ہی نہیں۔ جماعت قادیان کے چوٹی کے عالم مولانا عبدالرحمٰن صاحب مصری اور منشی فخر الدین صاحب ملتانی حکیم عبدالعزیز صاحب، مجاہد بخارا محمد امین خان کی داستان مظلومیت اور ملتانی صاحب کا دن دہاڑے قتل ودیگر واقعات کی تفصیلات میں ہم نہیں جانا چاہتے۔ کیونکہ یہ واقعات اس زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں جس کو دور غلامی کا نام دیا جاتا ہے اور اس دور میں مرزا محمود اپنے پیشہ جاسوسی کی بدولت انگریز کو خوش کرنے میں کامیاب تھا اور اس وقت کے اکثر حکام مرزا محمود کی چاپلوسی اور خوشامد سے متاثر ہو کر اس کی پردہ پوشی کیا کرتے تھے۔ لیکن وہ وقت بیت گیا اور اب ہم ایک جمہوری نظام کے تحت اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اگر اس وقت بھی ہماری معروضات پر توجہ نہ دی گئی اور میرے ایسے مظلوم پاکستانی شہریوں کو مرزا محمود کے چنگل سے نجات نہ دلائی گئی تو یہ امر ان اصولوں سے انحراف ہوگا۔ جو ایک جمہوری ملک کے طرۂ امتیاز ہیں۔

چونکہ یہ عاجز اپنی داستان مظلومیت کو فرداً فرداً بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اس لئے میں اس ٹریکٹ کے ذریعے اپنے دوست واحباب اور اہل ملک تک اپنی آواز پہنچانا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ میری داستان اس شخص کے مظالم کے خلاف احتجاج ہے جو مذہب کے مقدس نام کو اپنی اغراض مخصوصہ کے لئے استعمال کرنے اور بندگان خدا کی ضعیف الاعتقادی کا ناجائز فائدہ اٹھانے کا عادی ہو چکا ہے۔

یہ عاجز موضع چک سکندر ضلع گجرات کا باشندہ ہے اور پیدائشی قادیانی تھا۔ حتیٰ کہ بہشتی مقبرہ کی سند بھی حاصل کی ہوئی تھی۔ جوش عقیدت میں ۱۹۴۳ء میں مجھے قادیان میں سکونت پذیر ہونے کا شوق دامنگیر ہوا اور میں نے اپنی تمام وطنی جائیداد فروخت کر کے قادیان میں مکان خرید لیا۔ اس ہجرت کی محرک میری دوسری شادی تھی جو مرزا محمود کے حکم سے میں نے غیر برادری میں کی۔ شادی کے ذریعہ جکڑ بندی کے قادیانی ہتھکنڈے سے میں اس وقت واقف ہی نہ تھا۔ ورنہ ممکن تھا کہ میں غیر برادرای میں شادی کے نتیجہ میں اپنے وطن کو نہ چھوڑتا۔ لیکن اس وقت کا ماحول ہی یہ تھا کہ امام (مرزا محمود) کا ہر حکم خدائی حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ میری پہلی شادی میرے مسلمان رشتہ داروں میں ہوئی تھی۔ میری بیوی کی فوتیدگی پر بھی میری برادری کے مسلمان رشتہ دار بخوشی مجھے رشتہ دینے پر آمادہ تھے۔ مگر چونکہ خلیفہ کا حکم یہ تھا کہ کوئی قادیانی مسلمانوں میں رشتہ نہیں کر سکتا۔ بصورت حکیم عدولی سزا دی جاتی۔ بدیں وجہ میں نے خلیفہ قادیان کی خدمت میں یہ تحریری درخواست پیش کی کہ مجھے مسلمانوں میں رشتہ کی اجازت دی جائے۔ مگر یہ درخواست منظور نہ ہوئی اور مجبوراً مجھے خلیفہ قادیان کی منتخب کردہ جگہ (غیر برادری) میں شادی کرنی پڑی۔ جس کی سزا میں آج بھگت رہا ہوں اور مرزا محمود کی سیاست دانی کی داد دے رہا ہوں۔ غرضیکہ میری مستقل رہائش قادیان میں ہوگئی۔ گو میں سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں قادیان سے باہر ہی رہا۔ بدیں وجہ مجھ پر قادیان کے کسی راز کا انکشاف نہ ہوا۔ تقسیم ملک کے بعد میں کھاریاں ضلع گجرات میں بحیثیت مہاجر آباد ہوا۔ ۱۹۵۰ء میں میں سرکاری ملازمت سے پنشن پا گیا۔ ۱۹۵۲ء میں مجھے خلیفہ ربوہ نے دفتر بیت المال میں کام کرنے کے لئے ربوہ بلا لیا۔ خلیفہ کے مواعظ حسنہ سے متاثر ہو کر میں نے پوری محنت اور جانفشانی سے حسابات میں لاکھوں روپیہ کا ہیر پھیر مشاہدہ کیا۔ چونکہ منبر پر خلیفہ کی ہر وعظ کا نچوڑ یہ ہوتا تھا کہ دیانتداری ہمارا اصل الاصول ہے اور جماعت کی بہترین خدمت یہ ہے کہ

بددیانتوں کا سراغ لگایا جائے۔ اس خدمت کو سرانجام دینے والے میری دعاؤں کے مستحق ہوں گے۔ نتیجتاً مجھے اس خدمت کے بجالانے کا شوق پیدا ہوگیا اور مجھے یقین تھا کہ میری محنت کی داد دی جائے گی اور میں اس خدمت کے صلہ میں حضور کا مقرب بن جاؤں گا۔ حضور خوش ہو گئے تو خدا راضی ہو جائے گا۔ مگر وائے قسمت کہ بعد کے واقعات نے کچھ اور ہی منظر پیش کیا اور مجھے معلوم ہوگیا کہ جناب کے وعظ اور خطبے محض دکھاوا ہیں اور در پردہ آنجناب ہی ہیرپھیر کے ذمہ دار افراد کے سرپرست ہیں۔ اس انکشاف نے جب مجھے مزید جستجو کی طرف مائل کیا تو مجھے چند ہی دنوں میں ان الزامات کی بھی تصدیق ہوگئی جو مظلومین قادیان آنجناب کی ذات پر عائد کرکے دعوت مباہلہ دیتے رہے۔ میرا اخلاص اور عقیدت رخصت ہوگئے اور مجھے ان انسانیت سوز حالات کا علم ہوگیا۔ جن کا چرچا اب اتنا عام ہو چکا ہے کہ کسی الزام کو دہرانے کی میں ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ بالخصوص جب کہ اراکین مرکزی حقیقت پسند پارٹی، اخبارات، کتب اور ٹریکٹوں کے ذریعہ تمام الزامات پبلک کے سامنے پیش کر چکے ہیں۔ پارٹی کے اراکین، راجہ بشیر احمد رازی، چوہدری صلاح الدین ناصر، چوہدری عبدالحمید، ملک عزیز الرحمٰن، ملک عطاء الرحمٰن راحت، خواجہ عبدالمجید اکبر، چوہدری غلام رسول، مظفر احمد مرزا، ایم یوسف ناز، ماسٹر ہمایوں، اقبال اختر، مرزا محمد حیات، تاثیر صاحبان و دیگر ممبران پارٹی ہانگ دہل آنجناب کے چال چلن کو چیلنج کر رہے ہیں۔ بہرکیف مجھے جو واقعہ پیش آیا وہ میں مختصراً عرض کرتا ہوں۔

میں نے جوش عقیدت میں اپریل ۱۹۵۴ء میں لاکھوں روپے کے ہیرپھیر کی رپورٹ خلیفہ ربوہ کو دی۔ جس پر آنجناب نے تحقیقات کا یقین دلایا۔ لیکن ہوا یہ کہ جب میں نے غبن اور ہیرپھیر کا ثبوت مہیا کر دیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری اشد ترین مخالفت اور خفیہ سازشوں کا جال بچھ گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اگر میں نے ربوہ میں مزید قیام کیا تو میری زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ انہی دنوں مجھ پر یہ بھی انکشاف ہوگیا کہ خلیفہ ربوہ (چناب نگر) نے میری دوسری شادی غیر برادری میں کیوں کرائی تھی۔ کیونکہ میری بیوی نے میرا ساتھ دینے کی بجائے مرزا محمود کے احکام کو مقدم سمجھا تاکہ میں اپنے بچوں کی علیحدگی کے خوف سے خلیفہ کے سامنے ہتھیار ڈال دوں اور ان حقائق کی پردہ پوشی کروں جن کا مجھے علم ہو گیا ہے۔ غرضیکہ خلیفہ ربوہ (چناب نگر) کو یہ معلوم ہوگیا کہ ان سے میری عقیدت ختم ہو چکی ہے اور میں نہ صرف روپیہ کے غبن اور ہیرپھیر بلکہ اس

کے اندرونی رازہائے سربستہ سے بھی واقف ہو چکا ہوں۔ اس لئے ان کو یہ یقین ہو گیا کہ مجھ پر ان کے تقدس کا پردہ چاک ہو گیا ہے اور اب ان کا کوئی حربہ مجھ پر کامیاب نہ ہو گا۔ بدیں وجہ حسب عادت میرے خاتمہ کا بھی فیصلہ ہو گیا اور جب مجھے حالات انتہائی خطرناک ہوتے نظر آئے تو میرے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار باقی نہ رہ گیا کہ میں حکومت پاکستان سے دادرسی کی درخواست کروں۔ چنانچہ میں نے صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر پولیس ضلع جھنگ کی خدمت میں حاضر ہو کر تحریری درخواست پیش کی۔ جس پر کارروائی شروع ہوئی اور مقدمہ ۳۹ مورخہ ۲۳ر اپریل ۱۹۵۷ء جرم ۴۴۸/ ۳۴۲،۲۰۶/ ۳۸۶ تعزیرات پاکستان درج ہوا۔

کارروائی ابتدائی رپورٹ

حسب آمد تحریری درخواست ازاں صدرالدین ولد غلام قادر قوم گوجر سکنہ چک سکندر تھانہ کھاریاں ضلع گجرات بہ مضمون ذیل مثبتہ حکم صاحب ایس۔ پی بہادر جھنگ رپورٹ ابتدائی مرتب کی جا کر تفتیش کی جاوے جو درج ذیل ہے۔

بحضور جناب صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر پولیس ضلع جھنگ

جناب عالی!

خاکسار اصل باشندہ موضع چک سکندر تھانہ کھاریاں ضلع گجرات کا ہے اور پیدائشی طور پر فرقہ احمدیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ میری عمر اس وقت ۶۰ یا ۶۲ سال ہے۔ امام جماعت احمدیہ کے حکم پر ۱۹۲۵ء میں برادری کو چھوڑا اور پھر اس کے نتیجہ میں گاؤں بھی چھوڑا اور اپنی جدی جائیداد فروخت کر کے قادیان میں جائیداد خرید کی اور وہاں چلا گیا۔ ۱۹۴۷ء میں تبادلہ آبادی کے بعد موضع کھاریاں ضلع گجرات میں آباد ہوا۔ مگر وہاں سے ۱۹۵۳ء میں ربوہ (چناب نگر) بلا لیا گیا اور صدر انجمن کے دفتر بیت المال میں میرے سپرد کام کیا گیا۔ اس کام کے سلسلہ میں مجھے وہاں غبن ہوتا دکھائی دیا۔ جس کی رپورٹ میں نے ۱۸ر اپریل ۱۹۵۴ء کو امام جماعت احمدیہ کے پیش کی کہ قریباً ڈیڑھ لاکھ روپے کا غبن ہے۔ جس پر انہوں نے مجھے معہ محمد اسماعیل معتبر، قاضی محمد رشید مورخہ ۲ر مئی ۱۹۵۴ء کو بلایا اور حالات سننے کے بعد فرمایا کہ تم پورے کاغذ کے آدھے حصہ پر حساب بناؤ اور اس کا جواب آدھے حصے پر بیت المال والے دیں اور مندرجہ بالا دونوں اشخاص میری طرف سے پڑتال کر کے مجھے اصلیت سے آگاہ کر دیں تو میں انتظام کروں گا۔

لہٰذا میں نے جملہ حساب مورخہ ۵/جولائی ۱۹۵۴ء کو تیار کر کے چوہدری عزیز احمد نائب ناظر بیت المال کے حوالے کر دیا۔ جس میں کم وبیش ۳/لاکھ روپے کا غبن ثابت کیا گیا۔ اس کے بعد باقی حکم کی تعمیل آج تک نہیں ہوئی۔ مگر میری مخالفت آہستہ آہستہ بڑھتی گئی۔ جس کے نتیجہ میں میں نے اپریل ۱۹۵۶ء کو ربوہ (چناب نگر) چھوڑنا چاہا اور اس کی تحریری طور پر اطلاع ذمہ دار افسران صدر انجمن ربوہ (چناب نگر) کو دی۔ جس پر انہوں نے مجھے روک لیا اور تسلی وغیرہ دی اور انسداد کا وعدہ کیا۔ مگر بجائے انسداد کے میری مخالفت دو چند ہوگئی جو مختلف رنگ اختیار کرتی گئی۔ پھر اس کے بعد دسمبر میں ایک واقعہ پیش آیا اور اندرونی مخالفت زیادہ تیز ہوگئی۔ اچانک مجھے پتہ چلا کہ صیغہ وصیت مجھ سے ناجائز وصولی کر رہا ہے۔ جس کا ان کو کوئی حق نہیں ہے۔ مجھے دھوکہ میں رکھا گیا ہے۔ لہٰذا میں نے ۲۱/جنوری ۱۹۵۷ء کو ان کو ایک چٹھی لکھی کہ یہ روپیہ جو مجھ سے ناجائز طور پر وصول کیا گیا ہے واپس دے دو۔ جو جلتی پر تیل کا مصداق بنی اور مجھے ربوہ (چناب نگر) چھوڑنا پڑا۔ چنانچہ میں نے مورخہ ۸/فروری ۱۹۵۷ء کو ۴یوم کی رخصت لی اور چلا گیا اور جا کر ۱۰/فروری ۱۹۵۷ء کو استعفیٰ بھیج دیا۔ ایک چٹھی امام جماعت احمدیہ کو مندرجہ بالا واقعات کے متعلق لکھی جو مورخہ ۱۶/فروری ۱۹۵۷ء کو سپرنٹنڈنٹ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری فتح الدین نے وصول کی۔ ناظر بیت المال نے میرے استعفیٰ کے جواب میں لکھا کہ آ کر چارج دو تو استعفیٰ پر غور ہوسکتا ہے۔ میں ۱۸/فروری ۱۹۵۷ء کو گیا اور چارج دیا۔ مگر مجھے فارغ نہ کیا گیا اور مجبوراً (جبراً) روکا گیا۔ اس کے بعد میں ۱۰/مارچ ۱۹۵۷ء کو پھر ربوہ (چناب نگر) سے چلا گیا اور گھر جا کر سیکرٹری بہشتی مقبرہ کا نوٹس دیا کہ اگر ۱۰یوم تک میرے روپے واپس نہ کئے تو میں قانونی کارروائی کروں گا۔ یہ چٹھی مورخہ ۲۵/مارچ ۱۹۵۷ء کو انہوں نے وصول کی۔ میں مورخہ ۲۳/مارچ ۱۹۵۷ء کو بچوں کو لینے کے لئے ربوہ (چناب نگر) گیا۔ مگر جب وہاں پہنچا تو حالات بہت خراب نظر آئے۔ لہٰذا میں اپنی جان بچا کر واپس چلا گیا اور گھر جا کر ناظر امور عامہ کو چٹھی لکھی کہ میرے گھر اور بال بچوں پر ان کی (خود ساختہ) حکومت نے قبضہ کیا ہوا ہے جو ناجائز ہے۔ وہ میرے حوالے کر دیئے جاویں۔ ورنہ میں اس کے متعلق قانونی کارروائی کروں گا اور نوٹس میں دس دن کی میعاد مقرر کر دی۔ یہ چٹھی مورخہ ۲۷/مارچ ۱۹۵۷ء کو لکھی تھی۔ جو ۳۰/مارچ ۱۹۵۷ء کو انہوں نے وصول کی۔ جملہ خط وکتابت میں نے بصیغہ رجسٹری اکناج منٹ کی ہے۔ رسیدات ونقل چٹھی ہائے میرے پاس موجود ہیں۔ چنانچہ مجھے مورخہ ۴/اپریل ۱۹۵۷ء کو امور عامہ کے محتسب (حکومت ربوہ (چناب نگر) کے تھانیدار)

مولوی عبدالعزیز (بھانبڑی) کی طرف سے چٹھی موصول ہوئی کہ ۲۷ مارچ ۱۹۵۷ء کی درخواست کے متعلق مجھے دفتر امور عامہ میں ملیں۔ لہٰذا میں مورخہ ۹ اپریل ۱۹۵۷ء کو ربوہ (چناب نگر) گیا اور ۱۰ اپریل ۱۹۵۷ء کو دفتر میں ملا۔ جہاں انہوں نے مجھے بٹھائے رکھا۔ جب دفتر بند ہوا تو (محتسب) وصیت کے کمرہ میں لے گیا اور حساب وصیت کے متعلق باتیں شروع کیں۔ اس وقت اس دفتر میں قاضی عبدالرحمٰن سیکرٹری وصیت، محمد الدین، مسعود، ابراہیم کلرک موجود تھے۔ باتوں باتوں میں اپنی سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت وہ تیز ہوگیا۔ پانچوں آدمی میرے گرد ہوگئے۔ میں نے وقت کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے انداز میں یکدم تبدیلی پیدا کرلی۔ تب انہوں نے مجھے کہا کہ ایک تحریر لکھ دو۔ میں رضامند ہوگیا۔ اس پر عبدالعزیز نے تحریر لکھی۔ میں نے اس کی نقل کر کے دے دی۔ تحریر یہ تھی کہ میں نے حساب دیکھ لیا ہے۔ درست ہے جو (رقم) میں نے لکھی تھی وہ غلط ہے۔ (رقم) ۵۷۷ روپے درست ہے۔ جو ادا کئے جاویں۔ اس ساری جبری کارروائی کے دوران میں عبدالعزیز پستول نکالے۔ میرے سر پر کھڑا رہا۔ دوسرے چاروں آدمی بھی اس کے ساتھ شریک تھے۔ میں نے اس جبر کی وجہ سے اور دوسرے اس لئے کہ میرا بال بچہ بھی ان کے قبضہ میں تھا۔ یہ تحریر لکھ دی ورنہ میرا دو ہزار روپیہ ہی قابل وصول تھا۔ تحریر حاصل کرنے کے بعد مجھے چھوڑ دیا گیا اور کہا کہ پرسوں تک تمہیں رقم دے دی جاوے گی۔ اس کے بعد مجھ پر سخت نگرانی شروع کر دی گئی۔ مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۵۷ء کو پھر بلایا گیا اور کہا کہ رسید لکھ دو کہ روپے وصول کر لئے۔ میں نے کہا کہ روپے دے دو۔ رسید دے دیتا ہوں۔ محمد الدین کلرک نے ایک معمولی سی چٹ دے دی اور کہا کہ وہ روپے دوپہر تک دے دیگا۔ لہٰذا میں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ کسی طرح روپے مل جائیں تو میں اپنا بال بچہ لے کر چلتا ہوں۔ رسید بھی لکھ دی۔ جب دوپہر کو (دفتر سے) اس نے روپے برآمد کر لئے اور میں نے رقم کا مطالبہ کیا تو وہ کہنے لگا کہ ان روپوں میں سے ۴۰۷ روپے چندہ عام ادا کرو اور جو کاغذات تمہارے پاس ہیں وہ لاکر مجھے دے دو۔ تب میں تم کو ۱۷۰ روپے ادا کروں گا۔ میں نے کہا کہ اگر میں ایسا نہ کروں تو پھر؟ اس نے کہا تو پھر مولوی عبدالعزیز (بھانبڑی) جو کہ اس وقت تھانہ لالیاں گیا ہوا تھا۔ آدے گا تو بات کریں گے۔ اب میں اس بات کو بھانپ گیا کہ مجھے دھوکہ دے کر یہاں بلایا گیا ہے۔

چونکہ میرے سب کاغذات گاؤں میں ہیں۔ جب ان کو یہ معلوم ہوگیا کہ کاغذات تو اس نے چھپا دیئے ہیں تو میں (ان کے نرغہ سے) بچ نہیں سکتا۔ لہٰذا میں نے اس کو جھوٹی تسلی دی

اور کہا کہ کاغذات لا کر دیتا ہوں اور دفتر سے چلا گیا اور نہایت ہی احتیاط سے وہاں سے بھاگنے میں کامیاب ہوا اور وہاں سے بھاگ کر جھنگ پہنچا۔ اب میں ان کی دست برد سے باہر ہوں اور کاغذات بھی محفوظ ہیں۔ وہ ان دونوں چیزوں میں ایک پر یا تو میرے پر اور یا میرے کاغذات پر قابو پانا چاہتے تھے۔ کیونکہ اگر وہ مجھے ختم کر دیں تو کاغذات کسی کام کے نہیں اور نہ کسی کو علم ہے کہ انہوں نے کیا کام دینا ہے اور اگر وہ تمام کاغذات مجھ سے حاصل کر لیں تو میں کوئی چیز نہیں ہوں۔ ان حالات میں حضور کی خدمت میں التماس ہے کہ میری حق رسی فرمائی جاوے۔ میرے بچے اور سامان سب کچھ ان کی تحویل میں ہے۔ جہاں تک میرا پہنچنا ممکن ہے۔

دستخط اردو، خاکسار صدر الدین ولد غلام قادر قوم گوجر سکنہ چک سکندر تھانہ کھاریاں ضلع گجرات!

مورخہ ۱۴/اپریل ۱۹۵۷ء

کارروائی پولیس: مضمون درخواست سے صورت جرم ۴۴۸/۴۰۶، ۳۴۲/۳۸۶ ت.پ، پائی۔ جا کر رپورٹ ابتدائی ہذا مرتب ہوئی۔ سب انسپکٹر صاحب انچارج بسلسلہ تفتیش جرم ۴۵۷ ت.پ درکہ گئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اصل رپورٹ ابتدائی بغرض تفتیش بخدمت سب انسپکٹر صاحب ارسال کی گئی۔ اصل کاغذات بھی شامل رپورٹ ابتدائی روانہ کئے گئے۔

دستخط: غلام عباس محرر، ہیڈ کانسٹیبل لالیاں

مورخہ ۲۳/اپریل ۱۹۵۷ء مقدمہ رجسٹر ہونے کے بعد میں بارہا افسران متعلقہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ مگر یہ مقدمہ عدالت میں نہ بھیجا گیا۔ دادرسی سے مایوس ہو کر بالآخر میں نے مورخہ ۲۷/ستمبر ۱۹۵۷ء کو سیکرٹریٹ کے سامنے بھوک ہڑتال کر دی۔ جس پر صاحب ایڈیشنل انسپکٹر جنرل بہادر پولیس مغربی پاکستان نے مجھے دادرسی کا یقین دلایا اور میں نے بھوک ہڑتال ختم کر دی۔ میں نے صاحب موصوف سے صرف یہ مطالبہ کیا کہ اس مقدمہ کو عدالت میں پیش کر دیا جائے تا کہ خلیفہ ربوہ کے جور و ستم منظر عام پر آ جائیں۔ لیکن بھوک ہڑتال کے بعد بھی آج تین ماہ کا عرصہ ہو گیا ہے۔ ابھی تک یہ مقدمہ عدالت میں پیش نہیں کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ میری زندگی بدستور خطرہ میں ہے۔ میرے بیوی بچوں پر مرزا محمود کا قبضہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک مظلوم پاکستانی شہری کس درجہ عذاب کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ پاکستانی اخبارات بھی خلیفہ ربوہ (چناب نگر) کے مجھ پر کئے گئے مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر چکے ہیں۔ مگر ابھی تک یہ عاجز دادرسی سے محروم ہے۔ (مولوی) صدر الدین کھاریاں ضلع گجرات!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں (مبلغ) کے نام

بحیثیت معزز ممبر جماعت احمدیہ اتمام حجت کے طور پر

کھلی چٹھی

مولوی صدر الدین گجراتی

یہ چٹھی مندرجہ ذیل اقوال بانئے سلسلہ احمدیہ کی روشنی میں لکھی جارہی ہے

قول نمبر:۱...... ''دشنام دہی اور چیز ہے اور بیان واقعہ گو وہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو دوسری شے ہے اور ہر ایک محقق اور حق گو کا فرض ہے کہ سچی بات پورے طور پر مخالف گم گشتہ کے کانوں تک پہنچا دے۔ پھر اگر وہ سچ سن کر برافروختہ ہو تو ہوا کرے۔'' (ازالہ اوہام ص ۱۹، ۲۰، خزائن ج ۳ ص ۱۱۲)

قول نمبر:۲...... ''مباہلہ صرف ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین پر بنیاد رکھ کر دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں۔'' (اخبار الحکم مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۰۲ء)

قول نمبر:۳...... ''مظلوموں کے بخارات نکلنے کے لئے یہ ایک حکمت عملی ہے کہ وہ بھی مباحثات میں سخت حملوں کا سخت جواب دیں۔'' (کتاب البریہ ص ۱۰، ۱۱، خزائن ج ۱۳ ص ۱۲)

قول نمبر:۴...... ''خائن، زانی، فاسق، فاجر، سود خور، ظالم، دروغ گو میری جماعت میں سے نہیں ہیں۔'' (کشتی نوح ص ۱۸، خزائن ج ۱۹ ص ۱۹)

گذارش!

مکرمی چوہدری (سر ظفر اللہ خان خادیانی) صاحب

چونکہ آپ کو جماعت ہائے احمدیہ میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ نیز اس کے علاوہ آپ ایک بین الاقوامی شخصیت بھی ہیں جس کی وجہ سے آپ کی، جماعت، خاص طور پر عوام الناس کی نظر میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ نیز وقت بے وقت جماعت بھی آپ کی شخصیت اور اثر ورسوخ سے فائدہ اٹھاتی ہے اور چونکہ یہ عاجز اپنی داستان مظلومیت کو فرداً فرداً بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اسی لئے اس کھلی چٹھی کے ذریعہ آپ کی وساطت سے جماعت ہائے احمدیہ کے فہمیدہ اشخاص سے خصوصاً اور اپنے دوست واحباب اور اہل ملک تک عموماً اپنی نحیف اور دردناک آواز گوش گذار کرنا فرض منصبی سمجھتا ہے۔ کیونکہ میری درد بھری داستان اس شخص کے مظالم کے خلاف احتجاج ہے۔ جو آیات استخلاف کے مطابق خلیفہ اللہ ہونے کا مدعی ہے اور بقول آپ کے خلیفہ صاحب (مرزامحمود احمد) کا ہر ارشاد دین کے معاملہ میں جماعت کے لئے قانون کا درجہ رکھتا ہے۔ (بیان تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء) یہ عاجز آبائی طور پر چک سکندر ضلع گجرات کا باشندہ ہے۔ میری عمر اس وقت تقریباً ۶۲ سال ہے اور میں پیدائشی طور پر جماعت قادیان سے تعلق رکھتا تھا۔ میں نے ۱۹۴۴ء میں دوسری

شادی کے بعد مستقل طور پر قادیان رہائش اختیار کر لی۔ مگر بسلسلہ ملازمت قادیان سے باہر ہی رہا۔ جس کی وجہ سے مجھ پر قادیان کے کسی سربستہ راز کا انکشاف نہ ہوا۔ حتیٰ کہ میں قیام پاکستان کے بعد دوبارہ اپنے سابقہ وطن کھاریاں ضلع گجرات میں بحیثیت مہاجر آباد ہو گیا اور ۱۹۵۰ء میں ملازمت سے پنشن حاصل کر لی اور ۱۹۵۳ء میں حسب ارشاد خلیفہ صاحب ربوہ چھوٹی سرکار کی ملازمت چھوڑنے کی وجہ سے بڑی سرکار کی خدمت کے لئے ربوہ (چناب نگر) حاضر ہو گیا۔ جہاں میں خلیفہ صاحب کے حکم سے صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ (چناب نگر) کے حسابات کی پڑتال پر مامور ہوا۔ معمول کے مطابق خلیفہ صاحب کے مواعظ حسنہ سے متاثر ہو کر میں نے انتہائی اخلاص اور محنت اور جانفشانی سے کام کیا اور انجمن میں لاکھوں روپے کا غبن اور مالی بدعنوانیاں ثابت کیں اور ان کو میں نے تحریری طور پر خلیفہ صاحب کے پیش کر دیا۔ چونکہ ممبر پر خلیفہ صاحب کے وعظ کا نچوڑ یہ ہوتا تھا کہ دیانتداری ہمارا اصل اصول ہے اور جماعت کی بہترین خدمت یہ ہے کہ بددیانتوں کا سراغ لگایا جائے اور قومی بیت المال کو ایسے لوگوں سے صاف کیا جائے۔ تاکہ اشاعت اسلام کا بے نظیر کام صحیح اور عمدہ طریق پر چلایا جائے اور یہ کہ اس خدمت کو سرانجام دینے والے میری خاص دعاؤں کے مستحق ہوں گے۔ نتیجتاً مجھے بھی اس خدمت کے بجالانے کا شوق دامنگیر ہو گیا اور مجھے یقین تھا کہ میری دیانتدارانہ محنت کی حقیقی داد دی جائے گی اور ملزموں کو قرار واقعی سزا دی جائے گی اور میں اس خدمت کے صلہ میں حضور کا مقرب بن جاؤں گا۔ حضور خوش ہوں گے تو خدا راضی ہو جائے گا۔ مگر وائے قسمت کہ بعد کے واقعات نے کچھ اور ہی منظر پیش کئے۔ جن کا اس چٹھی میں دوبارہ بیان کرنا تو ضیع اوقات ہے۔ نیز یہ ایک طویل لرزہ خیز داستان ہے جسے چند جملوں میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ المختصر اس سچ بولنے اور دیانتداری، اخلاص اور تقویٰ کی پاداش ہیں۔ ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت مجھے قتل کرنے کی سازش کی گئی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے محفوظ رکھا اور اس طرح جماعت اور حکومت کے سامنے اصل حقائق پیش کرنے کی توفیق ملی۔ (الحمدللہ) اور آج اس آواز کو اٹھائے ایک سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے میں نے حق وانصاف حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مگر خلیفہ ربوہ (چناب نگر) اور اس کے رفقاء اپنے اثر ونفوذ کو بروئے کار لاتے ہوئے میرے انصاف حاصل کرنے کی راہ میں حائل ہے۔ مجھ سے میری جائیداد اور اولاد بھی چھین لی گئی ہے۔

جناب چوہدری صاحب! آپ چونکہ جماعت کے چوٹی کے باا ثر بزرگ سمجھے جاتے ہیں اور جماعت کی نظر بھی خلیفہ کے بعد آپ ہی کی طرف اٹھتی ہیں۔ اس لئے میں اس کھلی چٹھی کے ذریعہ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ایک معزز بین الاقوامی شخصیت ہونے کی حیثیت کا ہی ذرا خیال کرتے ہوئے حق کی آواز اٹھانے میں میری مدد کریں اور جماعت کے فہمیدہ اصحاب تک اصل واقعات پہنچانے میں تعاون کریں۔ میری شکایت حسب ذیل میں جو آپ کی جماعت کے بارے میں ہیں:

۱...... جماعت کے ریزروفنڈ کا کل سرمایہ کہاں ہے؟

۲...... ارکان جماعت کی ذاتی امانتوں میں بھی یعنی صیغہ امانت صدر انجمن احمدیہ اور امانت تحریک جدید سے کئی لاکھ روپیہ کا سرمایہ غائب ہے۔ یہ سرمایہ کہاں ہے؟ کس کے استعمال میں ہے اور اب تک اس قدر سرمایہ کس کے ذریعہ اور کس کے استعمال سے ضائع ہوا ہے؟

۳...... جماعت کا کس قدر سرمایہ تجارتی اداروں، صنعتوں، فیکٹریوں، کمپنیوں، ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں لگایا گیا ہے اور ان میں آج تک کیا ہوا ہے؟ گوشوارہ شائع کیا جائے تا کہ حقیقت واضح ہو۔

۴...... صدر انجمن احمدیہ رجسٹرڈ اور تحریک جدید انجمن احمدیہ رجسٹرڈ سے کتنے لاکھ روپیہ پرائیویٹ افراد کے پاس قرض ہے جس کے ذریعہ وہ لوگ اپنی ذاتی تجارت کے ذریعہ مالی فوائد حاصل کرر ہے ہیں۔ یہ قرض کتنے سال سے ان لوگوں کے پاس ہے اور اس کی واپسی کیوں نہیں ہوتی اور انجمن کو اس سے کیا مالی فوائد حاصل ہو رہے ہیں؟

۵...... صدر انجمن احمدیہ پاکستان و تحریک جدید کے دونوں ادارے اور خلیفہ صاحب خود بھی وسیع پیمانہ پر احمدیوں سے نفع کے نام پر سودی کاروبار کرتے ہیں۔ حالانکہ اسلام بنیادی طور پر سود کے لین دین کے خلاف ہے۔ اس قول اور فعل کے تضاد کی وضاحت کی جائے۔

۶...... حکومت سے انکم ٹیکس اور سیلز ٹیکس بچانے کے لئے جماعت کی طرف سے قائم کردہ لمیٹڈ کمیٹیاں جو تقریباً دو درجن سے بھی زائد ہیں جعلی حساب کتاب بناتی ہیں اور اکثر چور بازاری میں اپنے کاروبار کرتی ہیں۔ اس کے اسباب کیا ہیں اور خلیفہ صاحب ربوہ باوجود ذاتی طور پر ان باتوں کا علم رکھنے کے ان باتوں کا تدارک کبھی نہیں کرتے۔ کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں کہ یہ سب کچھ ان کے ایماء اور ہدایت پر کیا جاتا ہے۔

۷...... خلیفہ صاحب ربوہ (چناب نگر) مرزا بشیر الدین محمود احمد کے عزیز اقرباء کے خلاف کس قدر بھاری بھاری رقوم کی ڈگریاں دار القضاء صدر انجمن احمدیہ ربوہ (جماعت کی عدالت عالیہ) دے چکی ہے جو بیچارے غریب احمدیوں کی ساری عمر کی پونجی ہے جو وہ اپنے اخلاص اور عقیدہ کے نتیجہ میں بانئے سلسلہ کے خاندان کے افراد کی نظر کر چکے ہیں۔ آخر ان کی ادائیگی میں روک کیا ہے؟ اس کے برعکس خلیفہ صاحب نے جن احمدیوں سے اپنا ذاتی روپیہ لینا ہوتا ہے ان کو خارج از جماعت کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

۸...... زندگی وقف کرنے والے اور دوسرے صدر انجمن کے کارکن جو بیت المال سے تنخواہ حاصل کرتے ہیں اور بعض دیگر افراد کے نجی کام کیوں کرتے ہیں۔ آخر ان کے اسباب اور وجوہات کیا ہیں۔ کیا یہ قومی اموال میں خیانت نہیں اور ہر طرح قابل مذمت فعل نہیں؟

۹...... جماعت کے فہمیدہ اصحاب سے اکثر مالی حالات کو چھپایا جاتا ہے اور انجمن کے سالانہ بجٹ میں (صدر انجمن اور تحریک جدید جو دونوں رجسٹرڈ شدہ ہیں) پیش کرنے سے روکا جاتا ہے۔ جماعت کے سامنے آخر ان تمام امور کو پیش کرنے سے کیا روک ہے۔ اس ادارے میں آخر کیا خفیہ کارروائی ہے جو جماعت کے سامنے رکھنا مناسب نہیں۔ اس سے کیا خطرات ہیں۔

۱۰...... ربوہ (چناب نگر) کے موجودہ ارباب و تنظیم کے سربراہوں کے خلاف تعمیری اور صحت مند تنقید پر مشتمل لٹریچر جن میں بیت المال صدر انجمن کی مالی بدعنوانیوں کو بے نقاب کیا جاتا ہے کے مطالعہ سے جماعت کو منظم طور پر آخر کیوں روکا جاتا ہے۔ جب کہ ان عیوب کی نشاندہی کرنے والے شواہد پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور ان معترضین کا سوشل بائیکاٹ منظم طور پر وسیع پیمانہ پر قراردادوں اور مرکز کے حکم ناموں کے ذریعہ کیوں کیا جاتا ہے۔ کیا اس لئے تو نہیں کہ کہیں احمدی حضرات مرکز کے دھاندلی اور اصل حقائق سے واقف نہ ہو جائیں۔

۱۱...... خلیفہ صاحب ربوہ (مرزا بشیر محمود) پر جماعتی روپیہ کے ناجائز استعمال اور مشکوک ذاتی کریکٹر کے متواتر الزامات جو بار بار لگائے جا رہے ہیں۔ ان کا جواب وضاحتی بیان سے کیوں نہیں دیا جاتا۔ جب کہ محمد یوسف ناز صاحب آف کراچی مباہلہ کے لئے مرزا محمود کو بار بار دعوت دے رہے ہیں اور بانئے سلسلہ کا قول نمبر ۲ اوپر درج کیا گیا ہے۔ اگر مباہلہ مناسب نہ ہو تو پھر ان الزام لگانے والے اصحاب کے خلاف ملکی عدالت میں ہتک عزت کا دعویٰ کیوں نہیں کیا جاتا۔

الزامات برأت کے یہی دو طریقے ہیں اور محض سکوت اور خاموشی سے الزام نہ صرف قائم رہتا ہے بلکہ مستحکم ہو جاتا ہے۔(الخاموشی نیم رضا) اگر موجودہ خلیفہ کی زندگی میں ان الزامات کی صفائی نہ ہو سکی تو ان کی وفات کے بعد جماعت ربوہ (چناب نگر) مخالفین کے سامنے ان کا دفاع کیسے کرے گی اور خصوصاً ان کی اولاد کو صفائی پیش کرنا مشکل ہوگی۔

۱۲...... کیا جماعت ربوہ (چناب نگر) میرے مندرجہ بالا کسی ایک الزام کی تردید کر سکتی ہے اور سب سے آخر میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ میرے علم مشاہدہ اور تحقیقات کے نتیجہ سے یہ امر بھی ثابت ہے کہ آپ نے بھی صدر انجمن احمدیہ کے امانت سے مبلغ پچاس ہزار روپیہ سال ۱۹۵۲ء میں وصول کیا ہے۔ جس کو خلیفہ صاحب نے خفیہ رکھنے کی ہدایت کی ہے اور رقم ابھی تک واپس نہیں ہوئی۔ یہ کیوں، بدیں وجہ آپ کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ اپنی پوزیشن پبلک کے سامنے واضح کریں اور صدر انجمن احمدیہ رجسٹرڈ کے موجودہ غبن سے لاتعلقی کا اظہار کریں اور میرے الزامات کی تحقیقات کے لئے جماعت کو مجبور کریں اور میرے خلاف موجودہ سماجی بائیکاٹ سے جماعت کو روکیں اور دنیا کو یہ بتا دیں کہ آپ کی جماعت غیرت ایمانی رکھتی ہے اور پیر پرست نہیں صحیح روح اور خدمت ان کا نصب العین ہے۔ تا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ اس جماعت کے قول اور فعل میں بڑا تضاد ہے۔

محترم چوہدری صاحب! ہم دونوں ہی تقریباً زندگی کے آخری حصہ میں ہیں اور آخر ہم نے اپنے مولا حقیقی کے پاس جانا ہے۔ اس لئے میں اس حقیقی عدالت کے عدل وانصاف کی یاد دلا کر آپ کو اپنے فرض کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ آپ جماعت کے فہمیدہ اصحاب کی راہ نمائی کریں اور ان کو صحیح راہ پر لانے کے لئے پہل کریں اور اس طرح حق وانصاف حاصل کرنے میں میری مدد کریں۔ والسلام!

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

مورخہ ۱۵/مئی ۱۹۵۸ء

خاکسار: (مولوی) صدرالدین ساکن چک سکندر تحصیل کھاریاں ضلع گجرات
معرفت سیکرٹری مرکزی حقیقت پسند پارٹی رجسٹرڈ نمبر ۸۔ اے مدن ولا مسافر گلی کرشن نگر لاہور
پوسٹ بکس نمبر ۳۳۲

ربوہ (چناب نگر) میں کیا کچھ ہو رہا ہے؟

محمد رفیق باجوہ

گواہ صالح نور اور مجھے قادیانیوں کی طرف سے خطرناک دھمکیاں دی جا رہی ہیں
مسلمان طلباء کی جاسوسی کے لئے قادیانی طلباء کو بھیجا جاتا ہے

گواہ رفیق احمد باجوہ کا بیان!

لاہور یکم رجولائی ۱۹۷۴ء وقوعہ ربوہ (چناب نگر) کے تحقیقاتی ٹریبونل جج مسٹر جسٹس کے ایم۔اے صمدانی نے آج ایک اور گواہ ٹھیکیدار ثناء اللہ کا بیان قلمبند کیا۔ ثناء اللہ سمیت اب تک ۳۳ گواہوں کے بیانات قلمبند کئے جا چکے ہیں۔ ثناء اللہ سے قبل گواہ رفیق احمد باجوہ پر جرح مکمل ہوئی۔ ثناء اللہ نے آج عدالت میں احمدیہ فرقہ کے سربراہ اور خلیفہ اور ان کے عزیز و اقارب اور ان کے زیر اثر ربوہ کے لوگوں پر الزام لگایا کہ وہ قریبی آبادیوں اور دیہات سے خوبصورت لڑکیوں کو اغوا کراتے ہیں اور پھر انہیں خلیفہ کے محل میں رکھنے کے بعد خلیفہ کے منظور نظر لوگوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ گواہ نے اس سلسلہ میں ۴ خواتین کا نام بھی فاضل جج کو لکھوائے اور بتایا کہ یہ اغوا شدہ خواتین اب بھی ربوہ (چناب نگر) میں بااثر لوگوں کے پاس موجود ہیں۔ لیکن ان کے ورثاء کی شکایات پر پولیس نے کبھی کوئی قانونی کارروائی نہیں کی۔ کیونکہ پولیس کا بڑے سے بڑا افسر بھی ربوہ (چناب نگر) میں قادیانی فرقہ کی تنظیم کی اجازت کے بغیر کوئی کارروائی نہیں کر سکتا۔ گواہ نے اس طرح قتل کے بھی تین واقعات کا ذکر کیا اور کہا کہ دو افراد کو بااثر لوگوں نے سنگسار کرا دیا اور ایک کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینکوا دیا۔ فاضل ٹریبونل جج نے اس پر اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل مسٹر کمال مصطفیٰ بخاری کو ہدایت کی ہے کہ وہ سپرنٹنڈنٹ پولیس جھنگ سے اس ضمن میں فوری طور پر خصوصی رپورٹ طلب کریں۔

مختلف وکلاء کی جرح کے دوران گواہ نے بتایا کہ ربوہ (چناب نگر) میں ناکہ بندی کا رواج عام ہے۔ جب رابطہ انقلابیہ کی خفیہ تنظیم نے ۱۹۷۲ء میں ربوہ میں جلسہ منعقد کرنے کی کوشش کی تو ان کی ناکہ بندی کی کوشش کی گئی۔ گواہ نے کہا کہ رابطہ انقلابیہ ایسی تحریک ہے جو موجودہ خلیفہ کی برادری کش پالیسی کے خلاف چلائی گئی ہے۔ گواہ نے بتایا کہ مرزا ناصر احمد (قادیانی خلیفہ) کا ایک باورچی محمد علی بھی تھا۔ باورچی گیری کے زمانہ میں وہ مرزا ناصر احمد کی نجی گھریلو زندگی کے بارے میں لوگوں کو باتیں بتاتا تھا۔ لہٰذا اسے چند ماہ پیشتر قتل کر دیا گیا۔ امور عامہ میں مقدمہ درج کرایا گیا۔ لیکن پھر اسے ختم کر دیا گیا اور آج تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں لائی گئی۔ گواہ نے کہا کہ وہ ذاتی طور پر اس باورچی کے بارے میں جانتا ہے۔ ویسے بھی ربوہ میں

سب کو معلوم تھا کہ وہ خلیفہ کے گھریلو امور کے بارے میں بازار میں باتیں بتایا کرتا تھا۔ اسے فوری طور پر خلیفہ کے گھر سے نکال دیا گیا تھا۔ اس نے باتیں بتانے کا سلسلہ ترک نہ کیا۔ دو افراد لطیف احمد اور بدرالدین نے ایک حادثہ میں جان دے دی۔ یہ واقعہ ربوہ میں اس سال گھوڑ دوڑ کے دوران رونما ہوا۔ کوئی رپورٹ پولیس میں نہیں دی گئی۔ اگر کوئی پیدائشی احمدی اپنے عقیدہ کو تبدیل کر لے اور جماعت سے نکل جائے تو اس کا نہ صرف یہ کہ کمرشل بائیکاٹ کیا جاتا ہے بلکہ اس پر تشدد کیا جاتا ہے۔ گواہ نے بتایا کہ سرکاری افسروں کو جن کا ربوہ (چناب نگر) سے تعلق ہے ربوہ کی انتظامیہ کے تابع ہونا پڑتا ہے۔ گواہ نے کہا کہ احمدی طلباء سے جاسوسی کا کام لینے کے لے ربوہ سے بعض طلباء کو غیر احمدی طلباء کے جلوسوں میں شرکت کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ گواہ نے کہا کہ یہ بات صحیح ہے کہ قادیانی مختلف سیاسی تنظیموں بشمول کیمونسٹ تنظیموں میں بھی شامل ہیں۔ گواہ نے آج عدالت سے یہ شکایت بھی کی کہ اسے اور گواہ صالح نور کو احمدیوں کی طرف سے عبرتناک انجام کی دھمکیاں مل رہی ہیں۔ گواہ نے اعجاز بٹالوی کی جرح پر بتایا کہ لاہور میں میں میجر ابوالخیر کے گھر رہا جو احمدی ہیں اور جن کے بیٹے سے میری ہمشیرہ کی شادی ہوئی ہے۔ میں نے ۱۹۷۲ء میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ چھوڑا۔ وہاں فزکس کے ڈیپارٹمنٹ میں مسٹر حبیب الرحمٰن پروفیسر پڑھاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ احمدی ہیں۔ ۱۹۷۳ء میں میں نے چنیوٹ کی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی اور تقریر بھی کی۔ میرے علاوہ مفتی محمود، عبداللہ درخواستی، مولانا ہزاروی اور مولانا تاج محمود، آغا شورش کاشمیری اور سردار عبدالقیوم نے بھی تقریر کی تھی۔ ان میں سے میں تاج محمود کو لائل پور (فیصل آباد) میں ملا ہوں۔ جو میرے ہاں میری عیادت کرنے چونڈہ بھی آئے تھے۔ آغا شورش کو میں نے ان کے دفتر میں لاہور ہی ملا ہوں۔ آغا شورش کے ساتھ میری اور بھی چند ملاقاتیں ہوئی ہیں۔

گواہ نے مسٹر خاقان بابر کے سوالوں کے جواب میں بتایا کہ مرزا وسیم احمد جماعت احمدیہ قادیان کے سربراہ ہیں اور موجودہ قادیانی خلیفہ ناصر احمد کے بھائی ہیں۔ جماعت احمدیہ خود کو بین الاقوامی جماعت سمجھتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ البدر نامی ایک پرچہ قادیان سے نکلتا ہے۔ ربوہ میں قیام کے دوران ہم یہ پرچہ خلافت لائبریری میں پڑھتے رہے ہیں۔ اس پرچہ کی پالیسی یہ تھی کہ بھارت سے وفاداری برقرار رکھی جائے۔ مرزا وسیم احمد سالانہ جلسوں میں ربوہ آتے رہے ہیں۔ میں نے انہیں دو تین مرتبہ دیکھا ہے۔ قادیان والوں کے ساتھ ربوہ کا راستہ انگلستان کی معرفت قائم ہے۔ میں نے ۱۹۶۵ء میں سنا تھا کہ قادیانی خلیفہ کی تقریریں بھارت کے حق میں آرہی۔

جب کہ ۱۹۷۱ء میں میں نے خود مرزا وسیم کی تقریر ریڈیو پر خود بھی سنی جو کہ بھارت کے حق میں تھی۔ یہ بھی صحیح ہے کہ مرزا وسیم انتظامی امور کی رو سے ربوہ کے تحت ہیں اور کوئی تقریر ربوہ والوں کی مرضی ومنشاء کے بغیر نہیں کر سکتے۔ اسرائیل کا مشن بھی اسی طرح اسرائیلی حکومت کا ساتھ دیتا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ۱۹۶۷ء میں ربوہ کی عبادت گاہوں میں شرینی تقسیم کی گئی تھی۔ اس کی وجہ اسرائیل کا ۱۹۶۷ء کی جنگ میں عربوں کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کرنا تھا۔ یہ بھی صحیح ہے کہ قصر خلافت ربوہ کے سٹیشن ماسٹر مرزا عبدالسمیع کو جانتا ہوں۔ ہر احمدی کی طرح مرزا سمیع بھی نظارت کا ایک حصہ تھے۔ تمام احمدیوں کا تعلق امور عامہ سے ہوتا ہے۔ سرکاری ملازمت کرنے والے احمدی اپنے اپنے محکمہ کی سرگرمیوں کے بارے میں امور عامہ کو اطلاع دیتے ہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور کا اخبار ''لاہور'' ہے۔ ثاقب زیروی اس کے ایڈیٹر ہیں۔ اس پرچہ میں شاہ فیصل اور کرنل قذافی کے خلاف مضامین چھپتے رہے۔ میں احمدیہ تبلیغی مشن یوگنڈا کے انچارج حکیم ابراہیم کو جانتا ہوں۔ وہ پاکستان بھی آئے تھے۔ ایسے لوگوں کو پریس میں کوئی بات دینا منع ہے۔ کیونکہ خلیفہ کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ حکیم ابراہیم کا گھر ربوہ میں ہے۔

گواہ کو اس مرحلہ پر ایک انگوٹھی دکھائی گئی۔ جس کے بارہ میں اس نے کہا کہ ایسی انگوٹھیاں عموماً ہر قادیانی پہنتا ہے۔ یہ خاص شناخت کے اعتبار سے پہنی جاتی ہے۔ قادیانیوں کا سب سے بڑا تبلیغی مرکز برطانیہ ہے۔ وقوعہ ربوہ کے بعد قصر خلافت میں ایک اجلاس بلوایا گیا۔ جس میں ۷۰۰/۶۰۰ افراد موجود تھے۔ یہ اجلاس اپنی مرضی کے آدمیوں کو گرفتار کرانے کے لئے بلایا گیا۔

گواہ نمبر ۳۳، ثناء اللہ ٹھیکیدار سرگودھا

میں احمدی نہیں ہوں۔ ربوہ میں میں نے ایک پہاڑی کان کا ٹھیکہ ۱۹۶۶ء میں حاصل کیا تھا۔ وقوعہ کے روز میں سرگودھا سے ربوہ کے لئے چناب ایکسپریس میں آرہا تھا۔ منصور احمد میرے ڈبہ میں بیٹھا تھا۔ ظہور، مسعود اور گلزار ہر سٹیشن پر اترتے تھے اور ڈبوں کے آگے پھر کر سوار ہو جاتے تھے۔ انہیں عموماً مرزائی کہا جاتا ہے۔ میرے ڈبہ میں صرف منصور بیٹھا رہا۔ باقی تین کو صرف میں سٹیشنوں پر دیکھ لیتا تھا۔ منصور لالیاں ریلوے اسٹیشن پر اتر گیا۔ جب ربوہ اسٹیشن آنے لگا اور گاڑی بیرونی سگنل کے قریب پہنچی تو میں بھی ڈبہ کے دروازہ پر آ گیا اور گاڑی ذرا آگے گئی تو پلیٹ فارم پر پہنچی تو گاڑی میں سوار متعدد لوگوں نے پلیٹ فارم پر آئے ہوئے مجمع کو ہاتھوں کے اشارہ سے بلوایا۔ جب گاڑی آہستہ ہوئی تو مجمع بہت قریب آ گیا اور انہوں نے ''غلام احمد کی

بجے'' کا نعرہ لگایا۔ میں اپنے ڈبے سے اترا وہاں سے اسٹیشن ماسٹر کا دفتر بھی نظر آتا ہے۔ گاڑی اتر کر میں اسٹیشن ماسٹر کے دفتر کی جانب گیا۔ مرزا سمیع اسٹیشن ماسٹر کو میں بخوبی جانتا تھا۔ لہٰذا میں نے سوچا کہ کچھ دیر وہاں گذاروں۔ میں نے باہر سے دفتر میں دیکھا تو بشیر احمد عمومی فون پر بات کر رہا تھا اور وہاں دو تین اور آدمی بھی موجود تھے۔ اسٹیشن ماسٹر وہاں موجود نہ تھا۔ میں وہیں کھڑا ہو گیا اور پلیٹ فارم پر ہونے والی گڑبڑ کو دیکھتا رہا۔ اسی اثناء میرے سامنے کے سیکنڈ کلاس کے ایک ڈبہ سے دو طلبہ کو گھسیٹ کر اتارا گیا اور انہیں پلیٹ فارم پر زدوکوب گیا۔ گاڑی کے پچھلے حصہ کی جانب ہنگامہ زیادہ تھا۔ لہٰذا میں وہاں جا کر کھڑا ہوا۔ وہاں احمدیت زندہ باد، غلام احمد کی جے اور پکڑو، مارو، جانے نہ پائے کے نعرے سنائی دیئے۔ ہجوم کی تعداد تین چار ہزار تھی۔ البتہ مارنے والے کم تھے۔ گاڑی کے پچھلے حصہ میں لوگ طلباء کو مار رہے تھے اور وہاں کچھ لوگ اکسانے والے بھی تھے۔ جو دوسروں کو کہتے تھے کہ ''جاؤ احمدیت کا حق ادا کرو۔'' اکسانے والوں میں سے میں عبدالحمید چیمہ، ملک خدا بخش ریٹائرڈ تھانیدار اور مولوی برکات احمد کو جانتا ہوں۔ یہ سب ربوہ شہر کے رہنے والے ہیں۔ جب میں نے دو تین آدمیوں سے واقعہ پوچھا تو انہوں نے مجھے کہا کہ: ''جاؤ احمدیت کا حق ادا کرو۔''

کچھ دیر بعد اکسانے والوں نے مارنے والوں سے کہا کہ بس کرو۔ کافی ہو چکا۔ اس لئے واپس آجاؤ۔ جب گاڑی چل پڑی تو یارڈ کی طرف میں نے کافی سامان بکھرا ہوا پایا۔ اس طرف کو سر ظفر اللہ کی کوٹھی ہے۔ جہاں سے پانچ چھ آدمی کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے۔ ہنگامہ دیکھ کر میری طبیعت خراب ہو گئی اور میں سرگودھا جانے کے لئے چل پڑا۔ تاکہ بس اڈہ پر جاؤں۔ میرے آگے چند قدم کے فاصلہ پر کالج کے طلباء کی ایک ٹولی جا رہی تھی۔ ان میں سے ایک طالب علم شیر باز نے جسے میں جانتا ہوں میرے پوچھنے پر بتایا کہ آج ہم نے بتایا کہ ہمارے خلاف بولنے والوں کا کیا حشر ہوتا ہے۔ جب میں سر ظفر اللہ خاں کی کوٹھی کے قریب سے گذرا تو میں نے میاں محمد رفیق، ظہور باجوہ اور راشد کو دیکھا۔ جن کے ساتھ دو اور آدمی بھی تھے۔ یہ لوگ کوٹھی کے برآمدہ میں کھڑے تھے۔ میاں محمد رفیق موجودہ خلیفہ ناصر احمد کے بھائی ہیں۔ وہاں دو باڈی گارڈ بھی کھڑے تھے۔ جن کے پاس غالباً جی تھری کی رائفلیں تھیں۔ پھر میں لاری اڈہ پر آ گیا اور بس میں سوار ہو کر سرگودھا چلا گیا۔ سرگودھا سے دوسرے دن بس میں اڈہ پر آیا اور تانگہ میں بیٹھا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ میاں رفیق اپنے ساتھیوں ملک خدا بخش ریٹائرڈ تھانیدار محمد منور وغیرہ کے ساتھ ایوان محمود کے سامنے کھڑے تھے۔ میاں رفیق نے مجھے کہا کہ پٹھان تم نے ہمارے خلاف بکنے

والوں کا کل حشر دیکھ لیا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ اچھی طرح دیکھا ہے۔ میں کام پر گیا تو ایک ٹرک آیا۔ ٹرک والوں نے بتایا کہ چنیوٹ میں جلوس نکلنے والا ہے۔ میں اسی ٹرک میں واپس چنیوٹ گیا اور اپنے ٹرک والوں سے اس روز کام بند کرنے کا حکم دیا۔ چنیوٹ میں بہت بڑا ہجوم تھا۔ میں نے ڈاکٹر شریف ڈینٹسٹ کی دکان کے باہر بڑا شور دیکھا۔ وہاں مجھے پتہ چلا کہ ڈاکٹر شریف نے گولی چلادی ہے۔ جس کی وجہ سے کوئی زخمی ہو گیا ہے۔ ابھی میں وہیں تھا کہ ڈاکٹر شریف نے دوبارہ گولی چلائی۔ یہ گولی ڈاکٹر کے گھر سے چل رہی تھی۔ اسی اثناء میں سپرنٹنڈنٹ پولیس یارن خاں ایک لڑکے کو سٹینڈ پر لائے اور ٹرک والوں سے اسے ہسپتال لے جانے کے لئے کہا۔ مجمع اس قدر زیادہ تھا کہ میں پیچھے ہٹ گیا۔ پھر میں چنیوٹ سے سرگودھا آ گیا۔

ربوہ میں جب میں نے کام شروع کیا تو وہاں یہ اصول تھا کہ یا تو ۱۵ فیصد منافع ہر ماہ جماعت کے خزانہ میں جمع کراؤ یا ربوہ کے کسی آدمی کو حصہ دار بناؤ۔ چنانچہ مجھے بھی یہ کہا گیا۔ میں نے انکار کر دیا۔ مجھے انجمن کی طرف سے کہا گیا کہ ہم آپ کے ٹرکوں کے لئے ربوہ کی سڑکیں بند کر دیں گے۔ مجھے یہ بات حمید بٹ نے کہی۔ ان سڑکوں کے بغیر میں اپنے کام پر نہیں جا سکتا تھا۔ میں نے پھر بھی انکار کر دیا اور کہا کہ تم بڑے شوق سے سڑکیں بند کرو۔ میں عدالت عالیہ میں بندش کے حکم کو چیلنج کروں گا۔ دوسرے دن میاں منور نے یہ پیغام بھیجا کہ آپ کام کرتے رہیں اور پہلے کے پیغام کو خارج سمجھیں۔ پیغام لانے والا آدمی شیر زمان ٹھیکیدار ہے۔ شیر زمان ربوہ کے آس پاس کی پہاڑیوں پر کام کر رہا ہے۔ اقصیٰ تک پختہ سڑک ہے۔ وہاں سے کچی سڑک پہاڑی کان تک چلی جاتی ہے۔ جہاں میں کام کر رہا تھا میرے ٹرک کچی سڑک سے ہو کر آتے تھے۔ اس سڑک کے اردگرد ایک شخص مبارک احمد کی زمین تھی۔ جس نے انجمن کے کہنے پر میرے ٹرک اپنی زمینوں کے بیچ سے گذارنے کو منع کر دیا اور کہا کہ یہ چار سو روپیہ ماہوار ادا کرو یا ٹرک بند کر دو۔ میں نے سول جج چنیوٹ کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا ہے جو زیر سماعت ہے۔

۲۹ رمئی ۱۹۷۴ء کے واقعہ کی رپورٹ اس لئے درج نہیں کرائی۔ کیونکہ مجھے علم تھا کہ اس کا نتیجہ کچھ اچھا نہیں نکلے گا۔ میں نے ۳۰ رمئی کو ربوہ میں پولیس بھی دیکھی تھی اور یہ بھی سنا تھا کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ مسٹر شیر عالم نے جواب میں بتایا کہ ان کا تجربہ ہے کہ پولیس احمدیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتی۔ کرم الٰہی بھٹی کے سوالوں کے جواب میں بتایا کہ لوٹ مار اور ظلم و تشدد اور امن عامہ تباہ کرنا ربوہ والوں کا معمول بن چکا ہے اور ۲۹ رمئی کا واقعہ اس کی معمولی مثال ہے۔

ربوہ کی کہانی
ربوہ والوں کی زبانی

عزیز احمد ٹھیکیدار چک جھمرہ

انتساب!

(قادیانی خاندان نبوت کے نام)

"بسم اللہ الرحمن الرحیم ...... نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم"

خاکسار عزیز احمد ٹھیکیدار منڈی چک جھمرہ نے ۱۹۲۷ء میں جماعت قادیان میں شمولیت کی۔ گو ہمارے خاندان میں بعض افراد کا اس جماعت سے دخل تھا۔ مگر ہمارے گھر میں مجھ سے ہی ابتداء ہوئی۔ میرے والد محترم میاں فضل کریم صاحب مرحوم منڈی چک جھمرہ میں ایک بہترین نیک اور ذی عزت مسلمان تھے۔ شہر اور علاقہ کے ہندو اور مسلمانوں کو ان سے خاص عقیدت تھی۔ مگر میرے احمدیت کو قبول کرنے سے مسلمان صاحبان کو مجھ سے دینی اور دنیاوی اختلافات پیدا ہو گئے۔ میں نے اس مخالفت کے ان اثرات کو اہمیت نہ دی۔ اوائل میں تو شاید میری قبول احمدیت محض رسمی ہوگی۔ مگر متواتر قادیان میں آمد و رفت اور دیگر احمدی رشتہ داروں کے خوشگوار تعلقات سے متاثر ہو کر جماعت احمدیہ سے ایک عقیدت ہوگئی اور اس سلسلہ کو محض خداتعالیٰ کی خوشنودی کے ماتحت دنیاوی تکلیفات پر ترجیح دی اور ہر رکاوٹ کا مقابلہ کیا۔ اپنی اس چوبیس سالہ زندگی میں سلسلہ احمدیہ سے خلوص دلی سے تعلقات رکھے۔ اپنے کئی عزیزوں، دوستوں اور ملازموں کا احمدیت سے تعارف کر دیا اور مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی تائید میں تبلیغی اجلاس منعقد کرائے اور احمدیت کا پیغام عوام تک پہنچایا اور اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیا۔ تقسیم ملک سے پیشتر چک جھمرہ میں صرف خاکسار ہی مقامی احمدی تھا۔ چند احمدی ملازمین وقتی طور پر وہاں رہے اور ان کی نمونہ زندگی سے متاثر ہو کر اور کسی کو شامل ہونے کا موقع نہ ملا۔ ایک مویشی ہسپتال میں وٹنری اسسٹنٹ تھے۔ جن کو پتنگ بازی کا بہت شوق تھا۔ ہائی اسکول کے (قادیانی) ہیڈ ماسٹر صاحب ایک بدترین اخلاق سوز فعل کے مرتکب رہے۔ ایک (قادیانی) معزز چوہدری صاحب نے ہمیشہ شراب نوش فرمانے کا شغل جاری رکھا اور اب موجودہ (قادیانی) ایک عربی ٹیچر صاحب سود لینا معیوب خیال نہیں فرماتے۔ بلکہ ان کی مقرر کردہ شرح سود بہت زیادہ ہے۔ ایک (قادیانی) محترمہ اور (قادیانی) میں حالات بہت شرمناک رہے۔ موضع جندرانوالہ ایک قریبی گاؤں کے (قادیانی) مولوی نذیر احمد صاحب برق خاندانی احمدی نے کئی ہندو اصحاب کو حضرت

مسیح موعود کا خصوصی نمائندہ ظاہر کر کے بہت زیادہ لوٹا اور بدترین فعل کیئے۔ میرے پاس ان کا ایک پارسی کے نام خط موجود ہے۔ جس میں کہ انہوں نے اس پارسی کو احمدیت میں شمولیت کی دعوت دی ہے اور اس کی چھوٹی بچی کا رشتہ خود اپنے لئے خدا کے حکم کے ماتحت طلب کیا ہے اور خود میں ایک سومروی طاقت موجود ہونے کا اظہار کیا ہے۔ اس خط سے ان لوگوں میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا تھا۔ وہ خط عنقریب آپ حضرات کے مطالعہ کی غرض سے شائع کر دیا جاوے گا۔ غرضیکہ ان حالات کے ماتحت اور کسی مسلمان کو چک جھمرہ سے احمدیت میں شامل ہونے کا حوصلہ نہ ہوا اور میرے لئے مزید مشکلات کا سامنا ہوا۔ مگر ان احمدی حضرات کے افعال میرے عقائد پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ انفرادی کمزوریاں سمجھ کر جماعت احمدیہ کی تعلیم پر شک نہ کیا اور احمدیت کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یقین کرتے ہوئے اپنے عقیدہ پر چٹان کی طرح قائم رہا۔ کراچی میں ایک (قادیانی) بہت بڑے ڈاکٹر ہیں جو کہ حضرت مسیح موعود کے عزیزوں سے ہیں اور موجودہ خلیفہ (مرزا محمود قادیانی) صاحب کے نزدیکی رشتہ دار ہیں۔ انہوں نے خانگی حالات کے زیر اثر چند ذی عزت احمدیوں کو ہم خیال بنا کر ایک پارٹی بنائی ہوئی ہے جو کہ اس موجودہ قادیانی جماعت اور ان کے امیر کے خلاف زہر اگلتی رہتی ہے۔ میں نے ہمیشہ اس پارٹی سے عدم تعاون رکھا اور کبھی بھول کر بھی ان کے بیانات پر یقین نہ کیا۔ بلکہ ذی اقتدار، اور کمزور احمدیوں کا ایک فتنہ سمجھا اور بعض گھریلو حالات کے غلط اثرات یقین کیا۔ میں بہر کیف ایک دنیادار انسان تھا۔ مگر دینی عقائد پر عمل کرنے کی تمنا ضرور تھی۔ گنہگار ضرور تھا مگر ہمیشہ خدا تعالیٰ سے دینی اور دنیاوی برکات حاصل کرنے میں میری دعائیں شامل رہیں۔ چنانچہ ۱۹۴۹ء کراچی میں مجھے اپنے نئے مرکز احمدیہ ربوہ (چناب نگر) میں ٹھیکیداری کا کام کرنے کی ترغیب دی اور وہاں پر ہونے والی تعمیری سرگرمیوں کا ذکر کیا اور ربوہ (چناب نگر) میں دینی اور دنیاوی لحاظ سے مجھے میرا مستقبل نہایت روشن دکھایا گیا۔

ربوہ (چناب نگر) جیسی مقدس جگہ پر سکونت اختیار کرنے اور بچوں کی بہترین تعلیم و تربیت کے ذرائع پیدا ہونے پر ایک والہانہ خوشی ہوئی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے کاروبار کو سمیٹا، مکان وغیرہ فروخت کیا۔ دفتر اور کاروباری پلاٹ واقف کاروں کے سپرد کیا اور اپنے خانگی اور رہائشی سامان کو کھلے پلاٹ میں چھوڑ کر سالانہ جلسہ سے پہلے پہلے ربوہ (چناب نگر) آ گیا۔ ربوہ میں ابھی عمارتی نقشہ جات کی تکمیل ہونا باقی تھی۔ اس لئے عارضی طور پر ٹیوب ویل کا ایک سرکاری

کام حاصل کرلیا اور اپنی رہائش ایک واقفیت کی بناء پر کسی دوست کے ساتھ ربوہ میں اختیار کرلی اور ہر رات کو خود بھی وہاں آجایا کرتا تھا۔ ربوہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے افسران اور ان کے متعلقہ عملہ سے بہترین تعلقات قائم کرلئے۔ گو ان کی طرف سے ناجائز فرمائشیں بھی ہوا کرتی تھیں اور میں محض تقدس کے ماتحت ان کی فرمائشیں پوری کر دیا کرتا تھا۔ کیونکہ مذہبی طور پر ان لوگوں کو حق بجانب خیال کیا جاتا تھا۔ مگر قابل برداشت حد تک آخرکار مجھے ٹی۔آئی ہائی سکول ربوہ کی عمارت بنانے کا ٹھیکہ مل گیا۔ تب میں نے اپنے میٹریل سے انجمن کی عارضی زمین پر اپنا رہائشی مکان تعمیر کر لیا اور اپنی مکمل ذمہ داری پر اس کی تعمیر شروع کر دی۔ تب تک میرے محترم حضرت صاحب کوئٹہ تشریف لے جا چکے تھے۔ سرکاری کام کو اپنے منشی کے سپرد کیا جو کہ اس کام کو چلا نہ سکا اور میں نے اس کام پر توجہ دینا اپنے لئے ناممکن خیال کیا۔ کام بند کر دیا گیا۔ اب سلسلہ کے ان افسران سے بھی ویسے ملاقات کرنے کا وقت نہ ملتا تھا۔ کیونکہ میرے نزدیک سب سے ضروری فرض سلسلہ کی تعمیر پر نگرانی کرنا تھا۔ میرے اس فرض کے ماتحت ان افسران کو میرا وہاں ان کے در دولت پر حاضر نہ ہونا یقیناً ناپسند آیا اور تعمیر افسر صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے میرے دیئے ہوئے ٹینڈر پر میرے نام کے کام کا ایک حصہ اپنے ایک دوسرے ٹھیکیدار کو خود بخود دے دیا اور تعمیر کا میٹریل براہ راست اس دوسرے ٹھیکیدار کو سپلائی کیا جاتا تھا۔ پانی کی بھی سخت تکلیف دی گئی۔ اپنی ضرورت کے مطابق اپنے لئے میٹریل مجھے خود سپلائی کرنا پڑا۔ جو کہ معاہدہ کے خلاف تھا اور میرے لئے یہ کام سخت تکلیف دہ تھا۔ کیونکہ ہر کام جس کو کرنا پڑا وہ فوری ضرورت کے ماتحت ہوا اور بہت رکاوٹوں سے ہوا۔ افسران نے باقاعدہ مصدقہ طور پر کام کا ایگریمنٹ بھی نہ کیا۔ حالانکہ بار بار تحریری طور پر اس ضرورت کا اظہار کیا۔ مگر ہر وقت وعدوں پر ٹال مٹول ہوتی رہی۔ تعمیری کام میں جو مشکلات دی گئیں مختلف افسران کو مختلف اوقات میں موقع پر اس تکلیف کی اطلاع دی اور اس کے نقصانات کا اظہار کیا۔ حالانکہ بار بار تحریری طور پر اس ضرورت کا اظہار کیا۔ مگر کسی نے کوئی توجہ نہ دی اور کسی طریقے سے بھی کوئی مشکل حل نہ ہوئی۔ بلکہ ان میری تکلیفات میں ہمیشہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ جس قسم کے تعلقات یہ احمدیہ حضرات مجھ سے چاہتے تھے۔ وہ مجھے یقیناً پسند نہ تھے۔ کیونکہ محض ایمانداری اور نیک نیتی کے ماتحت اپنے مرکز میں کام شروع کیا تھا۔ اگر دنیادارانہ طریقہ پر ہی کام کرنا تھا تو پھر دنیا بہت تھی۔ اس مقام کو تو دین کا مرکز سمجھا اور دینداری طریقہ پر کام کرنا پسند تھا۔

میرے نظریہ میں یہ کام قوم کا تھا۔ انجینئرنگ کے لحاظ سے کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ ہو سکی اور اگر محض تعلقات اور میرے خوددارانہ رویہ کی وجہ سے یہ لوگ مجھ سے شاکی تھے۔ تو مجھے ان کی خاطر کسی طرح بھی منظور نہ تھی۔ اب مجھے صرف حضور کی انتظار تھی۔ میرے خیال میں حضور کی آمد مبارک پر یہ تکلفات فوری طور پر دور ہونا لازمی امر تھا۔

یہ افسران لوگ محض غلط فہمی کی بناء پر خود کو عوام پر ہر لحاظ سے فوقیت دیتے تھے اور عوام کی نسبت ان کو ایک خاص امتیاز حاصل تھا۔ ان کا طرز عمل ان کے مذہب سے جداگانہ تھا۔ ملک کے دیگر سرمایہ دار لوگوں سے ان کی ذہنیت ملتی جلتی ہے اور ربوہ کے افسران بغیر سرمایہ کے ہی عوام احمدیہ صاحبان کو حقیر ترین مخلوق خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ احمدیت کا ماحول بہر کیف امیرانہ ہے اور ان افسران کو تقریباً ہر وقت ایسے ہی لوگوں سے واسطہ رہتا ہے۔ اس لئے ان کی ذہنیت یقیناً سرمایہ دارانہ ہو چکی ہے۔ جس کو کوئی احمدی خوددار برداشت نہیں کر سکتا۔ چاہے وہ کس قدر غریب یا ان کے رحم پر ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہی کوئی مؤمن اور نیک احمدی ان کے نمونہ زندگی کو دیکھ کر ان کو پسند کر سکتا ہے۔ ان لوگوں کے ظاہر و باطن میں ایک نمایاں فرق ہے۔ یہ لوگ نہ ہی صرف اپنے امیر المؤمنین کو دھوکا دیتے ہیں بلکہ یہ ہمیشہ ایک عورت کی طرح خود کو بھی دھوکے میں رکھتے ہیں۔ ان کی بول چال شکل و شباہت، میل میلاپ، رہنے سہنے غرضیکہ ہر فعل اور حرکت میں تفع اور بناوٹ ہے۔ یہ لوگ کسی ناواجب حرکت یا عمل کو ظلم اور بے انصافی خیال ہی نہیں کرتے۔ جس احمدی دوست کو میرے اس بیان سے اختلاف ہو وہ اس کی صداقت کے امتحان کے لئے وہاں خود رہ کر دیکھے۔ وہاں رہنے سے اسے اس حقیقت کا پتہ بخوبی چل جائے گا۔

بی ، ای ہائی سکول ربوہ کی عمارت چھت تک پہنچ کر نامکمل رہ گئی۔ کیونکہ چھت کا سامان انجمن نے جان بوجھ کر نہ منگوایا تھا۔ یہ ان لوگوں کی مکمل اور کامیاب سازش تھی۔ کیونکہ ان کی سابقہ چالیں اور طرز حکومت کام کو بند کرنے میں محض ناکام ہو کر رہ گئی تھیں۔ آخری انسانیت سوز ان لوگوں نے یہ حرکت بھی کی کہ میری لاگت شدہ رقم کو تا اختتام عمارت روکنے کا اعلان کر دیا۔ یہ ان کی ایک گہری چال تھی۔ ایک ٹھیکیدار یا کسی تجارتی معاملہ میں ایک معقول رقم حقدار کو ادا نہ کی جائے۔ تو یقیناً کاروباری صورت میں اس کا اثر بہت گہرا پڑے گا۔ حالانکہ عمارتی قانون کی رو سے اور ٹینڈر کی رو سے ان لوگوں کو میری لاگت معہ ہرجانہ کے ادا کرنی چاہئے تھی۔ مگر شاید ایسے لوگوں

کوانسانیت برقرار رکھنے کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ لوگ خود کو مذہب کے اجارہ دار خیال کرتے ہیں۔ مذہبی لٹریچر یا اپنی الہامی کتاب کا صرف مطالعہ کر کے عوام کے سامنے اپنا مظاہرہ کرنا چاہتے ہیں اور شاید سننا بھی منظور نہ ہو۔ بلکہ ان کے سامنے بیٹھنا ضرور خیال کرتے ہیں۔ تا کہ یہ ضروری اور لازمی دنیاوی روزگار ہمیشہ قائم رہ سکے۔ ورنہ ان کو نہ اپنی ذمہ داری کا احساس ہے اور نہ ہی اپنے امیر جماعت کی عزت کا پاس، غریب اور عوام احمدی کو تو ایک بدترین انسان بھی خیال نہیں کیا جاتا۔ چہ جائیکہ وہ زیادہ مخلص اور ایماندار اور ذمہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ ان افسران کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ کسی نوواردا حمدی کو ان کی سوسائٹی کے اندرونی حالات کا علم نہ ہوسکے۔ ان کی زندگی کا کوئی پہلو اجالے میں نہ آسکے۔ ہمیشہ اندھیرا رہے اور جو کوئی کچھ دیکھ پائے اس کی زبان بند کردی جاوے اور دوسروں کی آنکھوں کو بند کردیا جاوے۔ اپنی طاقت پر ناز ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی گرفت کے منکر ہوتے ہیں۔ غرضیکہ اسی دوران میں جونیئر کوارٹرز تحریک جدید کے ٹینڈر ہوئے کم ریٹ ہونے کی بناء پر مجبوراً اس نئے محکمہ کو بھی میرا ٹینڈر ہی منظور کرنا پڑا۔ اس میں میٹریل ہمارے ذمہ تھا۔ اور سیکرٹر صاحب نے تین دفعہ ٹینڈر کی رقومات میں کمی بیشی کرائی۔ ہر ٹھیکیدار سے ملے یہ ایک انوکھی بات ہوسکتی ہے۔ مگر شاید ان کی روزمرہ کی عادت ہو۔

اس کل کام کا ۳/۱ حصہ مجھے ملا۔ ۳/۱ حصہ مکرم نواب محمد احمد صاجب کو دیا گیا اور ۳/۱ حصہ خود تعمیر کمیٹی نے خود تعمیر کرنے کے لئے ریزرو رکھا۔ مگر حسب قاعدہ خود شروع نہ کیا۔ اس میں بھی محکمہ کی خود بے ایمانی تھی۔ اگر وہ خود کام کرتے تو ان کا ایک نمونہ قائم ہوجاتا۔ مگر ان کی منشاء تو ہمارے کاموں میں نقص نکال کر ہم کو بھگانے کی تھی اور روزانہ اجرت پر کام چلاتا تھا۔ جس میں کہ ان لوگوں کو بے ایمانی کی بنا پر ایک معقول بچت ہوتی ہے۔ جیسا کہ اب کام ہو رہا ہے۔ یہی ان کی منشاء تھی۔

اگریمنٹ جونیئر کوارٹرز تحریک جدید ہونے کے دوسرے روز ہی دریائے چناب میں طغیانی آگئی اور ربوہ کے چاروں طرف کے راستے بند ہوگئے۔ اگریمنٹ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ ارضی اور سماوی حادثات کی بناء پر ٹھیکیدار پابند اختتام کام وقت مقررہ نہ ہوں گے۔ چنانچہ حضور بھی واپس سیدھے ربوہ تشریف نہ لاسکے۔ بلکہ ان کو ایک عرصہ تک لاہور رکنا پڑا۔ چنانچہ جب کار کے ذریعے سڑک کچھ آمدورفت کے قابل ہوئی تو حضور تشریف لائے کچھ روز ان کے آرام

فرمانے کے بعد حضور کی خدمت میں عمارت اسکول کی تکلیفات کا ذکر کیا۔ تین چار عریضے تحریر کرنے کے بعد جب حضور نے کوئی جواب نہ دیا تو پھر دوبارا ایک مکمل خط تحریر کیا۔ جس میں سب تکلیفات کی تفصیل دی اور اپنے کچھ روپیہ کا مطالبہ کیا۔ جس کو اصل پیائش یا نرخ کے جھگڑے سے کوئی تعلق نہ تھا اور حضور سے عرض کی گئی کہ میٹریل کی سپلائی میں بے انصافی کر کے مجھے شدید نقصان دیا گیا ہے۔ کوئی حق رسی نہیں ہوئی۔ سفر میں حضور کو اس لئے اطلاع نہیں دی گئی کہ مرکزی نظام کی برائیوں کی اطلاع حضور کی صحت پر مزید اثر انداز نہ ہو۔ حضور کی طبیعت متواتر ناساز رہی ہے۔ میں نے اضافہ نہیں کرنا چاہا۔ اب حضور تشریف لے آئے ہیں۔ ایک تحقیقاتی کمیٹی کا تقرر فرمادیں جو آزادانہ تحقیق کر کے تعمیری کاموں میں رکاوٹوں کی اصل وجوہات حضور کے پیش کرنے۔ نیز مجھے سکول کی رقم کی ادائگی کا ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ سلسلہ کے تحریک جدید کے کام کو بھی کرنا ہے۔ ۴ر اکتوبر ۱۹۵۰ء کو میں نے یہ خط لکھا۔ ۶ر اکتوبر کو مجھے حضور کے روبرو حاضر ہونے کا موقعہ ملا۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ سب رسومات ملاقات ادا کیں۔ مگر مجھ اکیلے کو شرف ملاقات نہ بخشا گیا۔ بلکہ تحریک جدید کی تعمیری کمیٹی کے ساتھ ہی مجھے کمرہ ملاقات میں بلایا اور حضور نے بغیر مجھ سے کچھ دریافت کے معزز صاحب صدر مکری میاں عبدالرحیم احمد صاحب کو حکم دیا کہ عزیز احمد صاحب ٹھیکیدار تصدیق شدہ احمدی ہیں۔ جواب ملا۔ حضور نظارت امور عامہ میں مصدقہ طور پر رجسٹرڈ ہیں اور تعمیری کمیٹی کے بھی منظور شدہ ٹھیکیدار ہیں۔ مقامی امیر چک جھمرہ نے بھی ان کی تصدیق کی ہے اور ربوہ کے فاضل جج نے بھی ان کو تصدیق کیا ہے اور محتسب صاحب نے بھی تحقیق کرنے کے بعد ان کا نام منظور فرمایا ہے اور یہ واقعی دیرینہ مخلص احمدی ہیں۔ کوئی شک وشبہ پیدا نہیں ہوسکا۔ حضور نے فرمایا کہ میاں عزیز احمد صاحب کے خلاف محکمہ قضا میں جونیئر کوارٹرز تحریک جدید ربوہ بروقت تعمیر نہ کرنے کے جرم میں ہرجانہ کا دعویٰ دائر کردو۔ صاحب صدر نے فرمایا۔ بہت اچھا حضور۔

مگر چوہدری مشتاق احمد باجوہ ایل ایل. بی جو انگلینڈ سے واپس تشریف لائے ہیں۔ عرض کی حضور جس روز ایگریمنٹ ہوا ہے۔ دوسرے ہی روز دریا کی طغیانی کے باعث سب راستے مسدود ہوگئے تھے اور معاہدہ میں حوادثات ارضی وسماوی کی رو سے میعاد مقررہ پر اختتام کی پابندی ضروری نہیں رہتی۔

حضور نے فرمایا کہ بجلی گر گئی تھی جس کی وجہ سے میعاد بڑھ سکتی ہے۔ مشتاق صاحب نے کہا کہ حضور پانی کی وجہ سے سب راستے بند ہو گئے تھے۔ بنیاد کے کام میں چونا روڑی میں ملایا جانا ضروری تھا۔ جو کہ باہر سے لایا جاتا تھا۔ چنیوٹ میں بھی نایاب تھا۔ اس لئے کام میں روک واقع ہو گئی۔ حضور نے فرمایا کہ نہیں ان کی نیت کام کو ختم کرنے کی نہیں ہے۔

مشتاق صاحب نے کہا کہ حضور جب بھی راستے قابل گذر ہوئے ہیں۔ انہوں نے چونے کی گاڑی لالیاں سٹیشن پر اتروالی ہے اور بذریعہ ٹرک سپلائی کرائی ہے۔ اب تک روڑی و چنائی پتھر کا کام ہو چکا ہے۔ مزید کام جاری ہے اور سرگودھا میں لکڑی کا کام ہو رہا ہے۔ اصل میعاد مطابق معاہدہ اگر نہ بھی بڑھائی جاوے تو ۱۶ر جنوری ۱۹۵۱ء ہے اور اب ۶ر اکتوبر ۱۹۵۰ء ہے۔

حضور نے فرمایا کہ جلسہ کی ضرورت کے ماتحت ہم کو یہ کوارٹرز ۲۰ر دسمبر ۱۹۵۰ء کو مکمل چاہئیں۔ معاہدہ کرنے والے افسروں نے غلطی کی ہے جو یہ میعاد رکھی ہے۔ اگر یہ جلسہ تک کام ختم نہ کریں گے تو بعد میں ہم ان کو کام کرنے ہی نہ دیں گے اور لیبر کو ان کے ہاں کام کرنے سے روک دیں گے اور پھر یہ اصل میعاد تک کام کو کیسے ختم کر سکیں گے۔

کچھ وقفہ کے بعد مشتاق صاحب مایوس ہو کر بولے کہ حضور معاہدہ کے قانون کے مطابق قبل از میعاد دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ حضور نے فرمایا کہ قانون ہم بتائیں گے۔ آپ دعویٰ کریں۔

مشتاق صاحب نے دریافت کیا کہ حضور نواب محمد احمد صاحب جو کام چھوڑ ہی گئے۔

حضور نے فرمایا کہ ہاں ان پر دعویٰ کرنا ہی پڑے گا۔ چنانچہ ۸ر اکتوبر ۱۹۵۰ء کو جماعت احمدیہ کی خودساختہ عدالت میں مجھ پر دعویٰ ہو گیا۔ پورے تین دن تک مقدمہ کی کارروائی ہوتی رہی۔ صبح چائے سے لے کر نماز ظہر تک اور نماز عصر سے لے کر نماز عشاء تک مقدمہ کی سماعت فاضل جج نے کی۔

مدعی کی طرف سے تین احمدی وکیل عدالت عالیہ احمدیہ میں ساتھ پیش ہوتے رہے اور میں غریب اکیلا بغیر کسی جرم کے قید محض میں رہا۔ مدعی کے وکیلوں نے وہ جھوٹ بولے کہ کوئی بڑے سے بڑا مفتری اور کاذب آدمی دیدہ دلیری کے ساتھ شاید قتل کے مقدمہ میں جھوٹ بول سکتا

ہو، اور ہر جھوٹ بولنے کے بعد وہ احمدی حضرات تمسخر اپنے ہونٹوں پر لاتے تھے اور پیاری داڑھیوں پر فخریہ اور فتح مندانہ انداز میں ہاتھ پھیرتے تھے۔

محترم جج نے مضحکہ خیز فیصلہ کیا۔ پھر اس کی اپیل کو بھی غیر قانونی قرار دیا اور میرے اپیل میعاد کے مطالبہ پر بتایا گیا کہ یہ فیصلہ خود امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ایماء اور منشا پر یوں کیا گیا ہے۔ اس لئے اپیل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ جو فیصلہ ہوا اس کے مطابق میں نے کام کو پورا کر دیا اور تب فیصلہ شدہ جرمانہ منسوخ سمجھا گیا۔ فیصلہ کیونکہ شرطیہ تھا۔ عائد کردہ شرط جب میں نے پوری کر دی تو پھر سب عدالتی کارروائی محض میری شخصیت اور میرے وقار کو برباد کرنے کی بناء پر کی گئی۔ ورنہ یہی حکم مجھے اگر معمولی حالت میں بھی دیا جاتا تو میں پھر بھی اس کی تعمیل کرتا۔ جب کہ ہر دو فریق احمدی خیال کئے گئے تھے تو پھر اس بناوٹ اور دروغ گوئی کے کیا معنی تھے۔

اور میرے اس جائز مطالبہ کو جس کی بناء پر کہ مجھ پر دعویٰ کیا گیا تھا۔ یعنی اسکول رقم کی ادائیگی وہ سو آج تک بھی نہ ہو سکی۔ بلکہ تحریک جدید کے کام کو چلانے کے لئے چوہدری شریف احمد صاحب ٹھیکیدار ۳ ایبٹ روڈ لاہور۔ جنہوں نے کہ بڑی جدوجہد اور خلوص دلی سے تعمیری کام شروع کیا تھا۔ نہایت اخلاق سوز اور وحشیانہ حرکات معزز احمدی افسران حضرات نے روا رکھیں اور ہم سے بصد مجبوری کام بند کروا دیا گیا۔

مندرجہ بالا ہر الزام کے ثبوت میں مصدقہ تحریریں موجود ہیں۔ احمدی حضرات ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ میں اپنے معزز احمدی حضرات کو یقین دلاتا ہوں کہ ربوہ کے مرکزی احمدی ملازمین اور افسران سلسلہ کے اخلاقی اور عملی نمونہ کو اگر نزدیک سے دیکھا جائے تو احمدیت کی تعلیم پر قطعاً کوئی عمل نہیں ہے یا مجبوراً یوں کہا جائے گا کہ تعلیم کو سمجھنا ہی مشکل ہے اور یہ تعلیم میں ہی کوئی خاص فرق ہوگا۔ کیونکہ وہاں پر اکثریت ایسے احمدیوں کی ہے جو وہاں پر منافقانہ زندگی گذار رہے ہیں۔ ان کے دل احمدیت سے بیزار ہیں۔ بعض تو وہاں کی منظم برائیوں میں شامل ہیں اور بعض نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر احمدیت کو چھوڑ نہیں سکتے۔ دنیاوی روزگار کا مسئلہ درپیش ہے۔ پھر رشتہ داروں کا بھی ایک ایسا جال ہے جس سے کہ نکلنا بہت مشکل ہے۔ افسران لوگ عوام کو بھائی تو

در کنار انسان بھی خیال نہیں کرتے۔ ان کے دلوں میں ناجائز حکومت کرنے کا خبط سوار ہے۔ کوئی کسی کے ظلم کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتا۔ دھڑے بندیوں اور پارٹی بازیوں میں ہر ایک پھنسا ہوا ہے۔ وہاں پر جھوٹ، فریب، دھوکا، بے انصافی اور ظلم کا ایک منظم جال بنا ہوا ہے۔ قادیان میں جو تھوڑا بہت تقدس باقی رہ گیا تھا۔ افسوس کہ یہاں پر سب کچھ مفقود ہے اور خدا کے بندوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ حضور (قادیانی خلیفہ) کو سب کچھ علم ہے۔ حضور سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔

۱...... محمد علی صاحب ٹھیکیدار سیٹھ کو تقریباً آٹھ ہزار روپیہ کا نقصان دے کر باہر نکال دیا۔

۲...... لطیف احمد ٹھیکیدار کو بھی سیٹھ کے کاروبار میں سخت نقصان دیا اور اس سے بے انصافی کی۔

۳...... عبدالعزیز صاحب بھانبڑی نے کشمیری کو محض حضرت مسیح موعود کے نام کو بلند کرنے کی بناء پر اس قدر عبرتناک سزا دی کہ ربوہ کی پہاڑیاں بھی اس کی چیخ و پکار سے کانپ اٹھیں۔

۴...... پلاٹوں کی الاٹمنٹ میں اس قدر بے انصافی ہو رہی ہے اور عوام مکانات نہ ہونے کی وجہ سے زمین کے لئے نالاں ہیں۔ مگر کوئی شنوائی نہیں ہو رہی۔

۵...... بندوقوں کی جو پیشگی رقم لی گئی ہے اس کی واپسی پر بھی کسی نے غور ہی نہیں کیا۔

۶...... سندھ کی اسٹیٹوں میں ظلم، بے انصافی اور پرلے درجے کی بے ایمانی ہو رہی ہیں۔ بلکہ خود انجمن احمدیہ کو بہت بے دردی سے لوٹا جا رہا ہے۔

۷...... ربوہ کے افسران نے اپنی ناجائز آمدن کے معقول ذرائع بنا رکھے ہیں۔

۸...... خاندان مسیح موعود کے بعض حالات بہت حد تک قابل اعتراض ہو چکے ہیں۔

۹...... واقفین زندگی کے ساتھ مناسب سلوک نہیں کیا جاتا۔ جس کی بناء پر اکثر لوگ نالاں ہیں۔

۱۰...... بیرونی ممالک کے مبلغین کے ساتھ انصاف نہیں کیا جاتا۔

۱۱...... جماعت ربوہ میں سرمایہ دارانہ ذہنیت اور محض دنیاداری پیدا ہو چکی ہے۔

۱۲...... ربوہ میں خاص طبقہ موجود ہے جو کہ احمدیت کا دشمن ہے۔ لیکن بظاہر دوست ہے۔

۱۳...... میرے ساتھ جو کچھ ہوا ہے آخر وہ کس بناء پر ہوا ہے۔ جب کہ میرا کوئی قصور نہیں تھا۔

۱۴...... میرے تعمیر کردہ مکان کو میرے چھوڑ دینے کے بعد ٹٹیاں بنانے کے لئے کیوں تجویز کیا گیا۔

دعویٰ کے بعد جو سراسر ناواجب اور غیر منصفانہ سلوک ہمارے ساتھ افسران تعمیر نے روا رکھا۔ انسانیت کو بھی اس سے عار ہونی چاہئے۔ جن افسران کو حضور کی آمد سے پہلے ہم لوگوں سے زیادتی کرنے میں کچھ بھی حجاب تھا۔ حضور کے دعویٰ کرنے کے ارشاد ہونے پر اور حضور کے نظریہ کو دیکھ کر وہ لوگ بے انصافیوں، وعدہ خلافیوں اور مظالم ڈھانے میں بے باک ہو گئے۔ بلکہ انسانیت کے دائرہ سے بھی باہر ہو گئے۔ حتیٰ کہ ہمارا وقار، ہمارا حال، ہمارا گھر، ہماری آزادی سب کچھ چھین لی گئی۔ ہمارا تعمیری سامان ضبط کر لیا گیا۔ جو ہمارا سامان امیر محلہ نے اپنے پاس امانت رکھوایا۔ وہ بھی واپس نہیں کیا گیا۔ ہمارا کام بند کر دیا۔ تحریک جدید کی پیمائش اور کٹوتی کوئی رقم ادا نہیں کی گئی۔

اور بالکل یہی کچھ چوہدری شریف احمد ٹھیکیدار ایبٹ روڈ لاہور کے ساتھ ہوا۔ اس کی مکمل تحریرات کی نقل جو اس نے دوران تعمیر سلسلہ کے ارکان کو ارسال کی تھیں۔ میرے پاس موجود ہیں۔

۶ رفروری ۱۹۵۰ء سے لے کر آج تک متعدد بار اخبار آزاد، مغربی پاکستان زمیندار میں ان مظالم کے خلاف احتجاج کیا گیا ہے۔ مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی اور نہ ہی ارباب حکومت نے ان مظالم کے انسداد کرنے پر توجہ دینی ضروری خیال کی ہے۔ شاید جماعت احمدیہ سرمایہ داروں اور ذی اقتدار لوگوں کی جماعت ہے اور ان کے نزدیک ہر فعل قانون کی زد سے باہر خیال کیا گیا ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ یہ لوگ اس قدر جابرانہ حکومت کا مظاہرہ کر سکیں۔ جماعت احمدیہ نے میری آواز کے خلاف آج تک ایک حرف بھی تردید میں تحریر نہیں کیا۔ جس سے کہ صاف ظاہر ہے کہ میرے پاس صداقت ہے۔ میرے بیانات میں غلط بیانی کا شائبہ تک نہیں اور پھر کسی حد تک میرے پاس ان حقائق کی تائید میں تحریرات بھی موجود ہیں۔ جس سے کہ انحراف نہیں کیا جا سکتا۔ وہ جماعت احمدیہ کی طرف سے تصدیق شدہ اور مہر شدہ ثبت کی گئیں ہیں۔ حضور (قادیانی خلیفہ) نے اپنے ایک خطبہ میں خود میرے بیانات کی حرف بحرف تائید کر دی ہے اور جو کچھ میں نے اس کی تائید اپنے الفاظ میں کی ہے۔

بہر کیف اس سلسلہ کی صداقت پر شک کرتے ہوئے ۱۵ رمارچ 1951ء کو احمدیت قادیانیت سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ کسی دنیاوی غرض کے ماتحت نہیں بلکہ جماعت مذکورہ کی

دنیادارانہ رویہ سے متاثر ہوکر مگر میں جماعت کوواضح کر دینا چاہتاہوں کہ آخر مجھے بھی احمدیت کبھی پیاری تھی۔ میں اس پردل وجان سے فدا تھا۔ تیئس چوبیس سال کا عرصہ عمر کا ایک خاص حصہ ہوتا ہے۔ تمام عمر اس سوسائٹی اوراسی ماحول میں گذری۔ کانوں نے یہی ایک آواز سنی تھی۔ یہ خیال بھی نہ تھا کہ کبھی ان کانوں میں اس کے خلاف آواز بھی قبول کی جاوے گی۔ یہ خدا تعالیٰ کی شان ہے۔

اللہ اکبر! بعض منافق اور بے ایمان احمدی کہیں گے کہ میرا ایمان پہلے ہی سے کمزور ہوگا۔ ان کو خدا تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے اوران کوفوراً خود اپنے گناہوں کا جائزہ لینا چاہئے۔

مجھے علم ہے کہ بیرونی جماعتوں کے احمدی حضرات صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں اور ان کو مرکزی نام نہاد احمدیوں افسروں اور اہل کاروں کا کچھ بھی علم نہیں اور وہ محض خدا تعالیٰ کی رضا کے ماتحت یہاں جھکے ہوئے ہیں۔ ان کا ربوہ کے منافقین ظالموں سے کبھی واسطہ نہیں پڑا ہوگا۔ ان سے میری خاص طور پر درخواست ہے کہ میرے اس بیان کو کسی مخالف کا سمجھ کر پھینک نہ دیں۔ بلکہ مطالعہ فرمائیں اور پھر اس کا امتحان کریں اور اگر یہ سب کچھ ٹھیک ہو تو پھر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ یہ ضرور ہوگا۔ سوسائٹی کے لحاظ سے رشتہ داریوں کے تعلقات کی بناء پر اقتصادی طور پر بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مجھ پر خود ان سب حالات نے اپنے اثرات ڈالے۔ مگر خدا تعالیٰ ہر مشکل کو آسان کرسکتا ہے۔ مؤمن کا ہر قدم خدا تعالیٰ کی رضا کے ماتحت اٹھتا ہے اور پھر جو قدم اٹھتا ہے وہ مضبوط ہوتا ہے۔ ظاہر وباطن ایک ہوتا ہے۔ مجھے بھی ربوہ کے ایک معمولی رشتہ دار نے منافقانہ زندگی گذارنے کی ترغیب دی تھی اوراپنی مثال پیش کی تھی۔ مگر منافق سے کافر ہزار درجہ بہتر ہے۔ جو احمدی اپنی زندگی منافقین میں گذار رہے ہیں۔ وہ اپنی زندگیوں پر اپنی اولادوں پر ظلم کرتے ہیں۔ ان سے انتقام لینے والا خود خدا تعالیٰ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دے۔ گمراہی سے بچائے اور ہر مشکل کو آسان کرے اورآخرت نیک کرے۔ آمین ثم آمین!

خاکسار: عزیز احمد عفی عنہ، ٹھیکیدار آف منڈی چک جھمرہ حال سرگودھا

مورخہ ۲۱؍اپریل ۱۹۵۱ء

✿ ...... ☆ ...... ✿

شہر سدوم
شفیق مرزا

قادیانی امت اور جنسی انارکی

کسی شخص یا گروہ کی جنسی انارکی کے واقعات کا تذکرہ یا ان کی اشاعت عام طور پر ناپسندیدہ خیال کی جاتی ہے۔ ہمیں بھی اصولاً اس سے اتفاق ہے۔ لیکن اس امر کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مذہب کا لبادہ اوڑھ کر خلق خدا کو گمراہ کرے اور ''تقدس'' کی آڑ میں مجبور مریدوں کی عصمتوں کے خون سے ہولی کھیلے، سینکڑوں گھروں کو ویران کر دے، انبیاء علیہم السلام اور دیگر مقدس افراد کے بارے میں ژاژ خائی کرے تو اسے محض اس بناء پر نظر انداز کر دینا کہ وہ ایک مذہبی دکان کا با اثر مالک ہے۔ قانوناً، شرعاً، اخلاقاً ہر لحاظ سے نادرست اور ناواجب ہے۔ قرآن مجید نے مظلوم کو نہایت واضح الفاظ میں ظالم کے خلاف آواز حق بلند کرنے کی اجازت دی ہے۔ بقولہ تعالیٰ: ''لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم'' مرزا غلام احمد نے جس زبان میں گل افشانی کی ہے کوئی بھی مہذب انسان اسے پسند نہیں کر سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطور خاص ان کا نشانہ بنے ہیں۔ گو دیگر انبیاء کرام اور صلحاء امت میں سے بھی شاید ہی کوئی فرد ایسا ہوگا جو ان کی ''سلطان القلمی'' کی زد میں نہ آیا ہو۔ مسلمانوں کو ''کنجریوں کی اولاد'' قرار دینا، مولانا سعد اللہ لدھیانوی کو ''نحس'' اور ''نطفۃ السفہاء'' کے نام خطاب کرنا، مناظرہ مدّ میں مسلمانوں کے شہرہ آفاق مناظر کو ''بھونکنے والا کتا'' کے الفاظ سے یاد کرنا اور اس نوع کی دیگر بے شمار دشنام طرازیاں ہر سعید فطرت کو سوچنے پر مجبور کر دیتی ہیں کہ وہ کون سی نفسیاتی الجھن ہے۔ جو نبوت کا دعویٰ کرنے والے اس شخص کو ایسے الفاظ استعمال کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔ مرزا غلام احمد کے بعد ان کے بیٹے مرزا محمود نے اپنے بلند بانگ دعاوی کی آڑ لے کر جن قبیح حرکات کا ارتکاب کیا۔ ان کی طرف سب سے پہلی انگلی پیر سراج الحق نعمانی نے اٹھائی اور اس ''ابن صالح'' کے کرتوتوں کے بارے میں ایک رقعہ لکھ کر مرزا غلام احمد قادیانی کی پگڑی میں رکھ دیا۔ گو پیر کا بیٹا ''مریدوں کی عدالت'' سے شبہ کا فائدہ حاصل کر کے بچ گیا۔ لیکن اس کے دل میں یہ بات پوری طرح جاگزیں ہو گئی کہ مریدوں کی تطہیر ذہنی ہی کافی نہیں۔ معاشی جبر کے ساتھ ساتھ ان پر ریاستی جبر کے ہتھکنڈے بھی استعمال کیے جائیں۔ تا کہ وہ کبھی سچ بات کہنے کی جرأت نہ کر سکیں۔ پیر سراج الحق نعمانی نے اظہار حق کا جو ''جرم'' کیا تھا۔ اس کی پاداش میں مرزا محمود نے ساری عمر اسے چین نہ لینے دیا اور ہر ممکن طریقہ سے اس پر تشدد کیا۔ اطمینان کامل کے بعد مرزا محمود پھر اپنے دھندے میں مصروف ہو گیا اور اس کی اہرمنی احتیاطوں کے باوجود ہر چند سال کے بعد

اس پر بدکاری کے الزامات لگتے رہے۔ مباہلے کی دعوتیں دی جاتی رہیں۔ مگر وہاں ایک خامشی تھی سب کے جواب میں، جوں جوں وقت گزرتا گیا بڑے بڑے مخلص مرید واقف راز ہو کر ایک ہی نوعیت کے الزامات لگا کر علیحدہ ہوتے گئے اور انسانیت سوز بائیکاٹ کا شکار ہوتے رہے۔ حیران کن امر یہ ہے کہ تین تین یا پانچ پانچ سال بعد الزامات لگانے والے ایک دوسرے سے قطعاً ناآشنا ہیں۔ مگر الزامات کی نوعیت ایک ہی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ مرزا محمود یا اس کے خاندان کے افراد نے کبھی بھی حلف مؤکد بعذاب اٹھا کر اپنے ''مصلح موعود'' کی پاکیزگی کی قسم نہیں کھائی۔
مرزا محمود کی سیرت کے تذکرہ میں ان کی ازواج اور بعض دیگر رشتہ داروں کا نام بھی آیا ہے۔ ہم ان کے نام حذف کر دیتے۔ کیونکہ وہ ہمارے مخاطب نہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ ریکارڈ درست رہے۔ نیز اس بناء پر کہ وہ بھی اس بدکار اعظم کی شریک جرم ہیں۔ ہم نے ان کے نام بھی اسی طرح رہنے دیئے ہیں۔ حال ہی میں ہفت روزہ ''نصرت'' کراچی (۱۴ ؍ مارچ ۱۹۷۹ء) سے متعلق ایک صحافی خاتون نے خلیفہ جی کی ایک سراپا مہر بیوی سے پوچھا کہ اتنی کمسنی میں آپ کی شادی مرزا محمود ایسے بوڑھے سے کیسے ہو گئی تو انہوں نے جواباً کہا جیسے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شادی حضورﷺ سے ہو گئی تھی۔ (معاذ اللہ! مرتب) اس جواب سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس ظلمت کدے کا ہر فرد مقدسین امت پر کیچڑ اچھالنے کی مذموم سعی کس دیدہ دلیری سے کرتا ہے اور پھر ہمارے بعض اخبار نویس حضرات کس بے خبری سے اسے اچھالتے اور اجالتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ سراپا مہر بیوی وہ ہیں جن کے بارے میں ان کی خلوتوں کے ایک رازدار کا بیان عرصہ ہوا طبع ہو چکا ہے کہ ان کے موئے زہار موجود نہیں ہیں اور ان کی ''بے رحمی'' ایک ایسا امر ہے جس سے ہر باخبر قادیانی واقف ہے۔ ایک قادیانی مبلغ نے اپنی اہلیہ کے حوالے سے مؤلف کو حلفاً بتایا کہ ان صاحبہ نے خود اس پالتو مولوی کی بیوی کو بتایا کہ ''میں بے رحم ہوں'' میں ان کا نام بھی لکھ سکتا ہوں۔ مگر اس خیال سے کہ کہیں اس کی گزارہ الاؤنس والی ملازمت ختم نہ ہو جائے۔ اس سے احتراز کرتا ہوں یہ ایسی چیزیں ہیں جنہیں کسی بھی کلینک میں چیک کیا جا سکتا ہے۔ یہ ضیاع کس کشتی کی وجہ سے ہوا تھا۔ اس کا تحریر میں لانا مناسب نہیں۔ صرف ان سے اتنی گزارش ہے کہ وہ آئندہ حضرت خاتم الانبیاءﷺ یا کسی اور مقدس ہستی پر الزام تراشی سے باز رہیں۔ ورنہ ساری داستان کھول دی جائے گی اور ''پھوپھاجی'' کی کارکردگی الم نشرح ہو جائے گی۔
مرزا محمود احمد کی ''جنسی عدوان'' پر جن لوگوں نے مؤکد بعذاب قسمیں کھائی ہیں یا ان کی زندگی کے اس پہلو سے نقاب سرکائی ہے۔ ان کا تعلق مخالفین سے نہیں ایسے مریدوں سے ہے

جو قادیانیت کی خاطر سب کچھ تج کر گئے تھے۔ ان میں خود مرزا محمود کے نہایت قریبی عزیز، ہم زلف اور برادران نسبتی تک شامل ہیں اور بالواسطہ شہادتوں میں ان کے پسران اور دختران تک کے بیانات موجود ہیں۔ جن کی آج تک تردید نہیں ہوئی اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی کی گئی ہے۔ اس کا سبب اشاعت فحش سے اجتناب دگریز نہیں۔ بلکہ یہ حقیقت ہے کہ واقعات کی تصدیق کے لئے اس قدر ثبوت، شہادتیں اور قرائن موجود ہیں۔ جن کا انکار ناممکن ہے۔

ان الزامات کی صحت وصداقت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ان مریدین میں سے جو لوگ انتہائی اخلاص کے ساتھ قادیانیت کو سچا سمجھتے تھے اور مرزا محمود کو خلیفہ برحق مانتے تھے۔ ان کی رنگین راتوں سے واقف ہو کر نہ صرف قادیانیت سے علیحدہ ہوئے۔ بلکہ خدا کے وجود سے بھی منکر ہو گئے۔ ایک شخص کو پاکبازی کا مجسمہ مان کر اس کو "کاردگر" میں مشغول دیکھ کر جس قسم کا ردعمل ہو سکتا ہے۔ یہ اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ ان میں سا می یقین رکھنے والے لوگ ہی نہیں۔ عملی تجربہ سے گزرے ہوئے افراد بھی ہیں۔

دوسرا طبقہ مرزا محمود احمد کو تو "جولیس سیزر" کا ہم مشرب سمجھتا ہے۔ مگر کسی نہ کسی رنگ میں قادیانی عقائد سے چمٹا ہوا ہے۔ آپ اسے ہر دو طبقہ کی عدم واقفیت یا جہالت کہیں۔ میرے نزدیک دونوں قسم کا ردعمل الزامات کی صحت پر برہان قاطع ہے۔ ماہرین جرمیات کا کہنا ہے کہ Perfect Crime وہ ہوتا ہے جو کبھی Trace نہ ہو سکے۔ مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آدم سے لے کر آج تک ایک بھی ایسا جرم سرزد نہیں ہوا جو اصطلاحاً پرفیکٹ کرائم کہلا سکے۔ کیونکہ جرم ذہن کی Abnormal حالت میں ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی نہ کوئی ایسی حرکت ضرور ہو جاتی ہے۔ کوئی ایسا Flaw ضرور رہ جاتا ہے جس سے مجرم کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک قاتل نعش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے انہیں چار پانچ مقامات پر پھینک کر یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے قتل کے نشانہ تک کو مٹا دیا ہے۔ مگر عملاً وہ اتنے ہی مقامات پر اپنے جرم کے نشانات چھوڑ رہا ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں اگر مرزا محمود کی تقاریر اور بیانات کا جائزہ لیں تو کئی شواہد ان کے جرائم کی چغلی کھاتے ہیں۔ پیرس میں عریاں رقص دیکھنے کا تذکرہ خود انہوں نے اپنی زبان سے کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

"جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ بھی دیکھوں گا۔ قیام انگلستان کے دوران میں مجھے اس کا موقع نہ ملا۔ واپسی پر جب ہم فرانس آئے تو میں نے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سے جو میرے ساتھ تھے کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ

دکھائیں جہاں یورپین سوسائٹی عریاں نظر آ سکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے۔ مگر مجھے ایک اوپیرا میں لے گئے۔ جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ چوہدری صاحب نے بتایا یہ وہی سوسائٹی کی جگہ ہے۔ اسے دیکھ کر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ میری نظر چونکہ کمزور ہے اس لئے دور کی چیز اچھی طرح سے نہیں دیکھ سکتا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔ میں نے چوہدری صاحب سے کہا کیا یہ ننگی ہیں۔ انہوں نے یہ بتایا کہ یہ ننگی نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ مگر باوجود اس کے ننگی معلوم ہوتی ہیں۔" (الفضل مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۳۴ء)

مکر و فریب ایک ایسی چیز ہے کہ انسان زیادہ دیر تک اس پر پردہ ڈالنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ دانستہ یا نادانستہ ایسی باتیں زبان پر آ جاتی ہیں جن سے اصلیت سامنے آ جاتی ہے۔ خلیفہ صاحب نے اپنی ایک شادی کے موقع پر کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں خچر پر سوار ہوں اور اس کی تعبیر میں نے یہ کی ہے کہ اس بیوی سے اولاد نہیں ہوگی۔ اب واقعہ یہ ہے کہ اس بیوی سے کوئی اولاد نہیں اور خلیفہ قادیان کا یہ خواب اس پس منظر میں تھا کہ وہ "خاتون جوہر نسائیت" ہی سے محروم ہو چکی تھی۔ اب مریدا سے بھی اپنے پیر کا کمال سمجھتے ہیں کہ اس کی پیش گوئی کس طرح پوری ہوئی۔ حالانکہ یہ معاملہ پیش خبری کا نہیں "پیش بینی" بلکہ "دروں بینی" کا ہے۔

خلیفہ جی کے ایک صاحبزادے کی رنگت اور شکل و شباہت سے کچھ ایسا اظہر ہوتا ہے کہ ان کی صورت ایک "ڈرائیور" سے ملتی ہے۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں تو "کارخاص" کے نمائندوں نے خلیفہ جی کو اطلاع دی اور انہوں نے انگریز عورتوں کے گھروں میں سیاہ فام بچے پیدا ہونے پر ایک خطبہ دے مارا۔ حالانکہ یہ کوئی ایسی بات نہ تھی کہ اس پر ایک طویل مثالوں سے مزین لیکچر دیا جاتا۔ مگر کہتے ہیں چور کی داڑھی میں تنکا۔

ایسے ہی وہ اپنی ایک بیوی کی وفات پر اپنی یادوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
"شادی سے پیشتر جب کہ مجھے گمان بھی نہ تھا کہ یہ لڑکی میری زوجیت میں آئے گی۔ ایک دن میں گھر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک لڑکی سفید لباس پہنے سمٹی سمٹائی، شرمائی لجائی دیوار کے ساتھ لگی کھڑی ہے۔" (سیرۃ ام طاہر شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ، ربوہ)

اب سفید لباس پر نظر پڑ سکتی ہے۔ لیکن سمٹنے سمٹانے، شرمانے لجانے اور دیوار کے ساتھ کھڑے ہونے اور چہرے کی کیفیات کا تفصیلی معائنہ کسی نیک چلن انسان کا کام نہیں۔ ہمیں "رائل فیملی" کے کسی فرد کے بارے میں نیک چلنی کا حسن ظن نہیں۔ کیونکہ اس ماحول میں معجزۂ بچ جانا بھی ممکن نظر نہیں آتا۔ مگر ہم ان کے بارے میں کف لسانی ہی کو پسند کرتے ہیں۔ چونکہ

سربراہان قادیانیت عموماً اور مرزا محمود خصوصاً اس ڈرامے کے خصوصی کردار ہیں۔ اس لئے ان کے بہروپ کو نوچ پھینکنا اور لوگوں کو گمراہی کی دلدل سے نکالنا انتہائی ضروری ہے۔ ضمناً قادیان اور ربوہ کی اخلاقی حالت کا ذکر بھی آ گیا ہے۔ اگر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا تو قادیانیت یقیناً ''شجرۂ خبیثہ'' ہے۔ لاہور کی سڑکوں پر گھومنے والی ''سلمیٰ جشن'' اور لنک میکلوڈ روڈ پر مقیم ''حلیفاں'' اس کی شاہد ہیں۔ قادیانی امت اپنے ''نبی'' کی اتباع میں اپنے ہر مخالف کی بے روزگاری، مصیبت اور موت پر جشن مناتی ہے اور اسے مطلقاً اس امر کا احساس نہیں ہوتا کہ یہ انتہاء درجہ کی قساوت قلبی، شقاوت ذہنی اور انسانیت سے گری ہوئی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قادیانی امت پر ایسا عذاب نازل کیا ہے کہ اب ان کا ہر قابل ذکر فرد ایسی رسوا کن بیماری سے مرتا ہے کہ اس میں ہر صاحب بصیرت کے لئے سامان عبرت موجود ہے۔ فالج کی بیماری کو خود مرزا غلام احمد قادیانی نے ''دکھ کی مار'' اور ''سخت بلا'' ایسے الفاظ سے یاد کیا ہے اور اب قادیانی امت کی گندی ذہنیت کی وجہ سے یہ بیماری اللہ تبارک وتعالیٰ نے سزا کے طور پر قادیانیوں کے لئے کچھ اس طرح مخصوص کر دی ہے کہ ایک واقف حال قادیانی کا کہنا ہے: ''اب تو حال یہ ہے کہ جو شخص فالج سے نہ مرے وہ قادیانی ہی نہیں۔'' مرزا محمود احمد نے اپنے باوا کی سنت پر عمل کرتے ہوئے امت مسلمہ کے اکابر اور جید علماء دین کے وصال پر جشن مسرت منایا اور ان کا یہ دھندا اب تک چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قادیانیت کے گوسالہ سامری مرزا محمود کو ''فالج کا شکار'' بنا کر دس سال تک ''رہین بستر وبالش'' کر دیا اور اس عبرتناک رنگ میں اس کو اعضاء وجوارح اور حافظہ سے محروم کر دیا کہ وہ مجنونوں کی طرح سر ہلاتا رہتا تھا اور اس کی ٹانگیں بید لرزاں کا نظارہ پیش کرتی تھیں۔ گویا وہ ''لا یموت فیھا ولا یحییٰ'' کی تصویر تھا۔ مگر قادیانی مذہبی انڈسٹری کے مالکان اس حالت میں بھی الٹا ''اخبار'' اس کے ہاتھ میں پکڑا کر ''زیارت'' کے نام پر مریدوں سے پیسہ بٹورتے رہے اور پھر سات بجے شام مر جانے والے اس ''مصلح موعود'' کی دو بجے شب تک صفائی ہوتی رہی اور ''سرکاری اعلان'' میں اس کی موت کا وقت دو بج کر دس منٹ بتایا گیا اور اس عرصہ میں اس کی الجھی ہوئی داڑھی کو ہائیڈروجن یا کسی اور چیز سے رنگ کر اسے طلائی کلر دیا گیا اور خط بنایا گیا اور غازہ لگا کر اس کے چہرے پر ''نور'' وارد کیا گیا۔ تاکہ مریدوں پر اس کی ''اولیائی'' ثابت کی جا سکے۔ حیرت ہے کہ جب کوئی مسلمان دنیاوی زندگی کے دن پورے کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتا ہے تو قادیانی اس کی بیماری کو ''عذاب الٰہی'' قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کے اپنے اکابر ذلیل موت کا شکار بنتے ہیں تو یہ ''ابتلاء'' بن جاتا ہے اور اس کے لئے دلائل دیتے ہوئے قادیانی تمام وہ روایات پیش

کرتے ہیں جن کو وہ خود بھی تسلیم نہیں کرتے۔ شاہ فیصلؒ کی شہادت پر قادیانی امت کا خوشی منانا ایک ایسا المناک واقعہ ہے جس پر جس قدر بھی نفرین کی جائے کم ہے اور سابق وزیر اعظم پاکستان کے پھانسی پانے پر ہفت روزہ ''لاہور'' کا یہ لکھنا کہ اس سے مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک پیشین گوئی پوری ہوئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے عہد میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔ مسخ شدہ قادیانی ذہنیت کی شہادت ہے۔ حضورﷺ کے بعد جو جماعت یا فرقہ کسی شخص کو نبی تسلیم کرتا ہے وہ قرآن و حدیث کی رو سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اسے کوئی شخص بھی مسلمان قرار نہیں دے سکتا اور خدا کے فضل سے تمام امت مسلمہ اب بھی بالاتفاق قادیانیوں کو کافر ہی سمجھتی ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

آخر میں ان تمام بزرگوں اور دوستوں کے لئے قارئین سے دعا کی درخواست ہے جنہوں نے اس کتاب کی تیاری کے سلسلے میں کسی نوع کا تعاون فرمایا۔ اس سلسلے میں بطور خاص مکرمی میاں محمد رفیق صاحب کا تذکرہ ضروری ہے جن کے اصرار، لگن اور تعاون سے یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ میاں صاحب موصوف فخر کائنات سید ولد آدم حضورﷺ سے شدید محبت و وارفتگی کا تعلق رکھتے ہیں اور اس کے لازمی نتیجہ کے طور پر منکرین ختم نبوت سے محض خدا کی رضا کے لئے کدورت رکھتے ہیں۔ گویا ان کا عمل ''الحب للہ والبغض للہ'' کا مصداق ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ خداوند کریم انہیں دنیا میں حضورﷺ کی نظر رحمت کا مورد اور آخرت میں ان کی شفاعت کا مستحق بنائے۔

شفیق مرزا، لاہور!

اسلام کی دہلیز تک

''شہر سدوم'' کے اب تک کتنے ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور کتنی تعداد میں اس کی فوٹوسٹیٹ کاپیاں تقسیم ہو چکی ہیں۔ اس کے بارے میں وثوق اور قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اندرون ملک ہی نہیں بیرون ملک تک سے اس کے متعلق اس قدر اطلاعات ملی ہیں کہ مجھے خود اس پر حیرت ہوئی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو کس قدر پذیرائی بخشی اور یہ صرف امت مسلمہ کے سرکار دو عالمﷺ سے فدائیت کا تعلق رکھنے والے سواد اعظم میں ہی ذوق و شوق اور تجسس سے نہیں پڑھی گئی بلکہ ''قصر خلافت'' کے ایوانوں میں بھی اس کی بھرپور گونج سنائی دی اور ربوہ کے واقفان حال نے تو تازہ کیک یا گرما گرم پکوڑوں کی طرح اس کی تلاش کر کے، اسے چھپ چھپ کر اس طرح پڑھا کہ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی کتابوں کو بھی اس اشتیاق

سے نہ پڑھا ہوگا۔ خدا گواہ ہے کہ جب میں نے حصول تعلیم کے لئے ربوہ (چناب نگر) کی سرزمین پر قدم رکھا تو میرے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات موجود نہ تھی کہ "نبوت وخلافت" کی جھوٹی رداؤں میں لپٹے ہوئے رویائے صادقہ اور کشوف کی دنیا میں "سیر روحانی" کا دعویٰ کرنے والے لاکھوں افراد سے "دین اسلام" کو اکناف عالم تک پہنچانے کے جھوٹے دعوے کر کے ان کی معمولی معمولی آمدنیوں سے چندے کے نام پر کروڑوں نہیں اربوں روپیہ وصول کرنے والے اور انہیں نان جویں پر گزارہ کی تلقین کر کے خود ان کے مال پر گل چھرے اڑانے والے اندر سے اس قدر غلیظ اس قدر گندے اور اس قدر ناپاک ہوں گے اور ایسی کسی تصوراتی لہر کا ذہن میں آ جانا فی الواقع ممکن بھی نہ تھا۔ کیونکہ میرے والد محترم فوج سے قبل از وقت ریٹائرمنٹ کے بعد نہ صرف یہ کہ خود قادیانیت کے چنگل میں پھنس چکے تھے۔ بلکہ انہوں نے میرے دو بڑے بھائیوں کو بھی قادیانیت کی جانی، مالی، لسانی، حالی اور قلمی خدمت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔

ان حالات میں، میں نے ربوہ (چناب نگر) کے شورزدہ زمین پر قدم رکھا تو چند ہی دنوں میں میرے تعلقات ہر کہ ومہ سے ہو گئے اور ہمارے خاندان کی یہ اتنی بڑی احمقانہ "قربانی" تھی۔ جسے وہاں "اخلاص" سمجھا جاتا تھا اور اس کا برملا اعتراف کیا جاتا تھا۔ لیکن جوں جوں میرے روابط کا دائرہ پھیلا گیا اسی نسبت سے اس جبریت زدہ ماحول میں ربوہ (چناب نگر) کے باسیوں کی خصوصی اور دوسرے قادیانیوں کی عمومی بے چارگی اور بے بسی کا احساس میرے دل میں فزوں تر ہوتا گیا اور اس پر مستزاد کہ "خاندان نبوت" کے تمام ارکان بالخصوص مرزا محمود احمد کے بارے میں ایسے ایسے ناگفتہ بہ انکشافات ہونے لگے کہ ذہن ان کو قبول کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتا تھا کہ کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جب میں نے پرانے قادیانیوں سے اس بارے میں مزید استفسار کیا تو پھر تو مشاہدات اور آپ بیتیوں کی ایک ایسی پٹاری کھل گئی کہ میری کوئی تاویل بھی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکی اور میں اپنے مشاہدات کی جو یہ تعبیر کر لیتا تھا کہ خلیفہ صاحب کے خاندان کے لوگ اور ان کے ارد گرد رہنے والے تو بدکردار ہیں۔ لیکن خود وہ ایسے نہیں ہو سکتے۔ وہ خود بخود دھوا ہو کر رہ گئی۔

اس دوران قلب وذہن، کرب واذیت کی جس کیفیت سے گزر سکتا ہے اس سے میں بھی پورے طور پر گزرا۔ اس لئے اگر کسی قادیانی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ محض الزام تراشی اور بہتان طرازی صرف ان کا دل دکھانے کے لئے ہے تو وہ یقین جانے کہ بخدا ایسا ہرگز نہیں۔ یہ سارے دلائل تو میں بھی اپنے آپ کو مطمئن کرنے کے لئے دیتا رہا۔ مگر دلائل کب

مشاہدے اور تجربے کے سامنے ٹھہر سکے ہیں کہ یہاں ٹھہر جاتے۔ پھر سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ یہ الزامات لگانے والے کوئی غیر نہیں بلکہ خود قادیانی امت کے لئے جان اور مال کی قربانیاں دینے والے اور اپنے خاندان اور برادریوں سے اس کے لئے کٹ کر رہ جانے والے لوگ ہیں۔ کیا وہ محض قیاس اور سنی سنائی باتوں پر اتنا بڑا اقدام کرنے پر عقلاً تیار ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

انسان جس شخصیت سے ارادت و عقیدت کا تعلق رکھتا ہے اس کے بارے میں اس نوع کے کسی الزام کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا اور اگر وہ ایسا کرنے پر تل جاتا ہے تو پھر سوچنا پڑے گا کہ اس شخصیت سے ضرور کوئی ایسی ابنارمل بات سرزد ہوئی ہے کہ اس سے فدائیت کا تعلق رکھنے والے فرد بھی اس پر انگلی اٹھانے پر مجبور ہو گئے ہیں اور پھر یہ انگلی اٹھانے والے معمولی لوگ نہیں۔ ہر دور میں خاندان نبوت کے مکین دیسار میں رہنے والے ممتاز افراد ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے اپنے زمانے میں مرزا محمود احمد پر بدکاری کا الزام لگا۔ جس کے بارے میں قادیانیوں کی لاہوری پارٹی کے پہلے امیر مولوی محمد علی کا بیان ہے کہ یہ الزام تو ثابت تھا۔ مگر ہم نے شبہ کا فائدہ دے کر مرزا محمود احمد کو بری کر دیا۔ پھر محمد زاہد اور مولوی عبدالکریم مباہلہ والے اور ان کے اعزہ اور اقرباء نے اپنی بہن "سکینہ" کے ساتھ ہونے والی زیادتی کے خلاف احتجاج کے لئے باقاعدہ ایک اخبار "مباہلہ" کے نام سے نکالا اور خلیفہ صاحب کے اشارے پر "میر قاسم علی" جیسے چھٹ بھیئوں نے ان کے خلاف مستریاں مشین سویاں ایسی طعنہ زنی کر کے اصل حقائق کو چھپانے کی کوشش کی اس کے بعد مولوی عبدالرحمان مصری، عبدالرزاق مہتہ، مولوی علی محمد اجمیری، حکیم عبدالعزیز، فخر الدین ملتانی، حقیقت پسند پارٹی کے بانی ملک عزیز الرحمٰن، صلاح الدین ناصر بنگالی اور دوسرے بے شمار لوگ وقتاً فوقتاً مرزا محمود احمد اور ان کے خاندان پر اسی نوعیت کے الزام لگا کر علیحدہ ہوتے رہے اور بدترین قادیانی سوشل بائیکاٹ کا شکار ہوتے رہے۔

ملازمتوں سے محروم اور جائیدادوں سے عاق کئے جاتے رہے۔ مگر وہ اپنے مؤقف پر قائم رہے۔ کیا محض یہ کہہ کر کہ یہ قریب ترین لوگ محض الزام تراشی کرتے رہے۔ اصل حقائق پر پردہ ڈالا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی ماں پر بدکاری کا الزام لگاتا ہے تو فقط یہ کہہ کر اس کی بات کو رد کر دینا کہ دیکھو کتنا برا آدمی ہے۔ اپنی ماں پر الزام لگاتا ہے۔ درست نہ ہوگا۔ یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ اس کی ماں نے گول بازار کے کس چوڑا ہے میں بدکاری کی ہے کہ خود اس کے بیٹے کو بھی اس کے خلاف زبان کھولنا پڑی ہے۔ جس رفتار سے ان واقعات سے پردہ اٹھ رہا تھا۔ اسی سرعت سے میرے اعتقادات کی عمارت بھی متزلزل ہو رہی تھی اور میری زبان ایک طبعی ردعمل کے طور پر ربوہ

(چناب نگر) کے اس دجالی نظام کی قلعی کھولنے لگ پڑی تھی اور اس خباثت کو نجابت کہنے کے لئے تیار نہ تھی۔ مرزا محمود احمد بارہ سال کے بدترین فالج کے بعد جہنم واصل ہوا تو ربوہ کے قصر خلافت میں جس دو جانب کھلنے والے کمرے میں اس کی لاش رکھی ہوئی تھی میں بھی وہاں موجود تھا اور میرے دو ساتھی فضل الٰہی اور خلیل احمد، جواب مربی ہیں۔ بھی میرے ساتھ ہاکیاں لئے وہاں پہرہ دے رہے تھے۔ میں نے مرزا محمود احمد کو انتہائی مکروہ حالت میں پاگلوں کی طرح سر ہلاتے اور کرسی پر ایک جگہ سے دوسری جگہ اسے لے جاتے ہوئی کئی مرتبہ دیکھا تھا۔ ربوہ کی معاشی نبوت پر پلنے والے اس حالت میں بھی اس کی ''زیارت'' کے نام پر لوگوں سے پیسے بٹورتے رہتے تھے اور کہتے تھے کہ بس گزرتے جائیں۔ بات نہ کریں۔ حسب توفیق نذرانہ دیتے جائیں۔ اس دور میں اس کے جسم کی ایسی غیر حالت تھی کہ بیوی بچے بھی انہیں چھوڑ چکے تھے اور سوئٹزرلینڈ سے منگوائی گئی۔ نرسیں بھی دو ہی ہفتے کے بعد بھاگ کھڑی ہوئی تھیں۔ لیکن اب تو وہاں تراشی ہوئی داڑھی والا اور ابٹن وزیبائش کے تمام لوازمات سے بری طرح تھوپا گیا ایک لاشہ پڑا تھا۔

میں نے مذکورہ بالا دونوں نوجوانوں کو کہا کہ یا کل تک تو اس چہرے پر بارہ بجے ہوئے تھے۔ مگر آج اس پر بڑی محنت کی گئی ہے تو ان میں سے موخر الذکر کہنے لگا۔ ''توں ساڈا ایمان خراب کر کے چھڈیں گا'' یہ دونوں اپنی ''پختہ ایمانی'' کی بناء پر ابھی تک قادیانیت کا دفاع کر رہے ہیں۔ لیکن میں نے اس ایمان کو ذہنی طور پر اسی وقت چناب کی لہروں کے سپرد کر دیا تھا۔

مرزا ناصر احمد کو ایک مخصوص پلاننگ کے تحت خلافت کے منصب پر بٹھایا گیا تو اس نے دوسرے امیدوار مرزا رفیع احمد پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ اس سے ملنے جلنے والوں اور تعلق رکھنے والوں کو ملازمتوں سے محروم کرنے اور ربوہ بدر کرنے کے احکامات جاری ہونے لگے اور یہ سلسلہ اس حد تک بڑھا کہ گدی نشینی کی اس جنگ میں ہزاروں افرادان کے خاندان خواہ مخواہ نشانہ بن گئے۔ سوشل بائیکاٹ کا شکار ہوئے یہ لوگ اپنی برادریوں سے مرزا غلام احمد کو نبی مان کر اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے جنازوں اور شادیوں تک میں شرکت کو حرام قرار دے کر ان سے پہلے ہی علیحدہ ہو چکے تھے۔ اس لئے ان کے لئے نہ جائے ماندن، نہ پائے رفتن کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ربوہ میں رہائشی زمین کسی کی ملکیت نہیں ہوتی اور صدر انجمن احمدیہ جو مرزا غلام احمد قادیانی کے خاندان کی گھریلو کنیز اور ذاتی تنظیم ہے وہ کسی بھی وقت باغیوں کو رہائش سے محروم کر دیتی ہے اور ان کی بڑی تعداد پھر اس خوف سے کہ وہ اس مہنگائی کے دور میں سر کہاں چھپائیں گے۔ دوبارہ ''خلیفہ خدا بناتا ہے'' کی ڈگڈگی پر رقص کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس دور میں بھی یہی کچھ ہوا۔

ان دنوں میں اقتدار کی اس کشمکش کو بہت قریب سے اور بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس دور میں میرا عقائد و نظریات کے حوالے سے قادیانی امت سے کوئی بنیادی اختلاف نہ تھا اور ایک روایتی قادیانی کی طرح میں اتنا ہی غالی تھا جتنا کہ ایک قادیانی ہو سکتا ہے۔ فرق صرف یہ تھا کہ میں غالباً اپنی والدہ محترمہ کی تربیت کے زیر اثر قادیانیوں کے اس عمومی طریق استدلال کا سخت مخالف تھا۔ جس کے تحت وہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی اولاد کا معمولی معمولی باتوں میں بھی حضورﷺ سے موازنہ شروع کر دیتے تھے اور میری اس پر بے شمار لڑائیاں ہوئیں۔

قادیانیوں کی اس بارے میں دریدہ دہنی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کا ایک بااثر مولوی جو آج کل اپنی اسی خناسیت کی وجہ سے گھٹنوں کے درد سے لاچار ہے کہا کرتا تھا کہ خاتم النبیین کی طرز پر ایسی ترکیبیں اس کثرت سے زوردار طریقے سے رائج کرو کہ اس ترکیب کی (نعوذ باللہ) کوئی اہمیت ہی نہ رہے۔

یاد رہے کہ میری والدہ محترمہ میرے والد کے بے حد اصرار کے باوجود قادیانیت کے جال میں نہیں پھنسیں اور میں نے کبھی ایک مرتبہ بھی ان کی زبان سے مرزا غلام احمد قادیانی یا اس کے کسی نام نہاد خلیفہ کا نام تک نہیں سنا۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ میں پانچ وقت نماز پڑھتی ہوں۔ حکم خداوندی ادا کرتی ہوں۔ تہجد بھی پڑھتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ و خیرات بھی میرا معمول ہے۔ اگر اس کے باوجود خدا تعالیٰ مجھے نہیں بخشتا تو نہ بخشے۔ میں حضورﷺ کے بعد کسی کو نبی نہیں مان سکتی۔

مرزا ناصر احمد کی گدی نشینی کے سلسلے میں جب ہارس ٹریڈنگ شروع ہوئی تو میں نے اس پر سخت تنقید کرتے ہوئے احتجاج کیا اور اپنی محفلوں میں اس پر خوب کھل کر تبصرے کئے۔ ایک موقع پر ہمارے ایک جھنگوی دوست نے مجھ سے پوچھا کہ اگر کسی دوسرے پیر کے بیٹے اور پوتے اس کے بعد گدی پر بیٹھ جائیں تو ہم اسے گدی کہتے ہیں۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے اور پوتے بھی کام کر لیں تو یہ خلافت کیوں کہلاتی ہے؟ تو میں نے اسے کہا کہ جس طرح عام آدمی کو آنے والا خواب، خواب ہوتا ہے اور خلیفہ قادیانی کو آنے والا خواب "رؤیا" ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ گدی خلافت ہوتی ہے۔ مرزا ناصر احمد کے جاسوسوں نے فوراً اسے اس بات کی خبر کر دی اور وہ بہت چراغ پا ہوئے اور ایک اجتماعی ملاقات میں میرے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اس نے مجھے دھمکی دی کہ آپ کوئی بات نہیں مانتے۔ آپ کو خیال رکھنا چاہئے میں اسی لحظہ سمجھ گیا کہ اب مرزا ناصر احمد کے تلوے جلنے لگے ہیں اور وہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے میرے خلاف اقدامات کریں گے۔ اسی دوران ایک اور واقعہ ہوا کہ میں لیہ میں مقیم تھا کہ بیت المال کا ایک کلرک جسے ربوہ کی زبان میں انسپکٹر بیت المال

کہتے ہیں۔ میرے پاس ٹھہرا اور آزادانہ بات چیت کے دوران اس نے مجھے اندرونی حال بتاتے ہوئے کہا کہ خاندان والے خود تو کوئی چندہ نہیں دیتے لیکن ہمارے حقیر معاوضوں میں سے بھی چندہ کے نام پر جگا ٹیکس کاٹ لیتے ہیں۔ ان دنوں مرزا ناصر احمد کسی دورے پر افریقہ یا کسی دوسرے ملک گیا ہوا تھا۔ میں نے کہا اگر تم ایسے ہی دل گرفتہ ہو تو دعا کرو کہ اس کا جہاز کریش ہو جائے۔ اس آدمی نے یہ بات توڑ مروڑ کر لیہ کے مقطوع النسل امیر جماعت فضل احمد کو بتائی تو اس نے نمبر بنانے کے لئے مرزا ناصر احمد کو فوری رپورٹ دی کہ شفیق تو تمہارا جہاز کریش ہونے کی دعا کرتا ہے۔ مرزا ناصر احمد کو یہ بات سن کر آگ لگ گئی۔ مجھے فوراً واپس بلایا گیا۔ سو پہلے تو ربوہ کے ڈی۔آئی۔جی عزیز بھامبڑی اور اس کے گماشتوں کے ذریعے قادیانی غنڈے میرے پیچھے لگائے گئے۔ مگر میں پھر بھی باز نہ آیا تو ربوہ کی تمام عبادت گاہوں میں میرے سوشل بائیکاٹ کا اعلان کر دیا گیا اور پاکستان کی تمام جماعتوں کے افراد کو خطوط کے ذریعے بھی اس کی اطلاع کر دی گئی اور مرزا ناصر احمد نے اس پر ایک پورا خطبہ بھی دے ڈالا جو آج تک شائع نہیں ہوا۔

میرا مزید ناطقہ بند کرنے کے لئے میرے دو بڑے بھائیوں سے تحریری عہد لیا گیا کہ وہ مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھیں گے۔ سو انہوں نے بھی مجھے نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور میرے آبائی گھر پر تسلط جما کر مجھے وہاں سے بھی نکال دیا۔ یہ واقعات صرف مجھ پر ہی نہیں بیتے اور سینکڑوں نہیں، ہزاروں افراد اس صورت حال سے دوچار ہوئے ہیں۔ مگر کسی حکومت نے، انسانی حقوق کی تنظیم نے اس پر آواز احتجاج بلند نہیں کی۔ کسی عاصمہ جہانگیر، آئی۔اے رحمان نے ان لوگوں کی بنیادی شہری اور انسانی حقوق کی بحالی اور ان کو پہنچائے جانے والے نقصان کی تلافی کے لئے آواز نہیں اٹھائی۔ مگر کسی قادیانی کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جائے تو شور مچا دیا جاتا ہے۔

ایک طرف تو یہ صورتحال تھی تو دوسری طرف بڑے بڑے قادیانی عہدیدار مجھے ''حضور'' سے معافی مانگ لینے کی تلقین کر رہے تھے۔ لیکن میں ''قضیب احمر'' کو کسی بھی صورت میں گاجر کہنے کے لئے تیار نہ ہوا تو قادیانیوں نے لاہور میں میری رہائش گاہ پر آ کر مجھے قتل کرنے اور سبق سکھا دینے کی دھمکیاں دیں۔ لاہور میں بہترین مکان خرید کر دینے کی پیش کش بھی ہوئی۔ مگر میں اس ترغیب و ترہیب کے جھانسے میں نہ آیا۔ قادیانی امت کا رنج اس بات سے مزید بڑھ گیا تھا کہ میرا اختلاف اب انگریز کے خود کاشتہ پودے کے صرف اعمال ہی سے نہیں تھا، نظریات سے بھی تھا اور میں مرزا غلام احمد قادیانی کی ظلی، بروزی، لغوی اور غیر تشریعی نبوت پر لعنت بھیج کر مکمل طور پر آنحضرت ﷺ کے سبز پرچم کے نیچے آ چکا تھا۔ مرزا ناصر احمد کی گدی نشینی کے عہد میں

ان کے مختلف ''مشغلئی مشاغل'' کی کہانیاں ٹی.آئی کالج سے لے کر ربوہ کے ہر اس گھر تک پھیلی ہوئی تھیں جہاں کسی خوش رو کا بسیرا تھا اور اس طرح ''خاندان نبوت'' کی دوسری ''کلیاں'' بھی اپنے اپنے ذوق کا سامان کرنے کی وجہ سے گوناگوں کہانیوں کی زد میں تھیں۔ لیکن مرزا ناصر احمد کے سینکڑوں ''کبوتروں'' کو ٹی.آئی کالج کی رہائش گاہ سے ''قصر خلافت'' منتقل کرنا یا ان کے آزاد کر دینے کا معاملہ خاصے دنوں تک ایک مسئلہ بنا رہا اور مولوی تقی نے اس پر بڑا دلچسپ تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ ''مغل'' کوئی ''بازی'' ترک کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔

ایک دن مرزا ناصر احمد کے ''فیض جسمانی'' کے کرشموں کا بیان جاری تھا اور جو دھامل بلڈنگ میں واقعہ دواخانہ نورالدین میں حکیم عبدالوہاب بڑے مزے لے کر سنا رہے تھے کہ صاحبزادہ صاحب نے کس طرح ریلوے کے ایک کانٹے والے کی لڑکی ''ثریا'' کو اس کے باپ کی غیر موجودگی میں خود اس کے ریلوے کوارٹر میں جا لتاڑا۔ ابھی یہ حکایت ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ الشرکتہ الاسلامیہ والی پرانی بلڈنگ کے مالک، حکیم صاحب کو ملنے کے لئے آ گئے اور باتوں باتوں میں احمدیت کی مخالفت کرنے والوں کو ذلیل وخوار ہونے کے واقعات کا تذکرہ شروع ہو گیا اور تمام اکابر مسلمانان پاک وہند کو پیش آنے والے مبینہ مصائب کو احمدیت کی مخالفت کی سزا قرار دے کر ''احمدیت'' کی سچائی ثابت کی جانے لگی۔

جب حکیم صاحب کے پرانے شناسا اس نووارد نے یہ داستان ختم کی تو حکیم صاحب نے بڑی آہستگی سے کہا کہ وہ آپ کی بیٹی کے ساتھ جو کچھ کیا گیا تھا اس کے بعد بھی آپ ربوہ میں ہی رہ رہے ہیں تو میں حیران رہ گیا کہ ایک طرف تو وہ ''احمدیت'' کے مخاصمت پر مخالفین کو پہنچنے والے نقصانات اور آلام ومصائب کو اپنے مسیح موعود اور مصلح موعود کی ''کرامات'' کے طور پر پیش کر رہا تھا۔ مگر جونہی اس نے حکیم صاحب کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو اس کی آنکھیں بھر آگئیں اور وہ گلوگیر آواز میں کہنے لگا حکیم صاحب انسان زندگی میں مکان ایک بار ہی بنا سکتا ہے اور پھر اب تو بچے بھی جوان ہو گئے ہیں۔ ان کی شادیوں کا مسئلہ بھی ہے۔ برادری سے پہلے ہی قطع تعلق کر چکے ہیں۔ اب جائیں تو جائیں کہاں؟ دواخانہ نورالدین کے انچارج اکرم بھی اس محفل میں موجود تھے۔ وہ اس روایت کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ ''محمد علی سبزی فروش'' کا المناک قتل بھی ربوہ میں مرزا ناصر احمد کے عہد میں ہی ہوا اور اس کی بھی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ چونکہ اس کا ''خاندان نبوت'' کے گھروں کے اندر آنا جانا تھا اور وہ رازہائے درون خانہ کو بیان کرنے میں بھی کسی حجاب سے کام نہیں لیتا تھا۔ اس لئے بری طرح ذبح کر دیا گیا۔ مگر ''نیک اور پاکباز'' لوگوں کی اس بستی

کے کسی ایک فرد نے بھی اس قتل کے راز سے پردہ اٹھانے کی جرأت نہ کی۔

یوں تو قادیانی امت کے بزرجمہر مرزا محمود کے زمانے ہی سے سیاست کا کھیل بھی کھیلتے رہے ہیں۔ لیکن ۱۹۵۳ء کی مجاہدانہ تحریک نے ان کو بڑی حد تک محدود کر کے رکھ دیا اور مرزا محمود نے ان تمام اسلامی اصطلاحات کا استعمال ترک کرنے کا عہد کر لیا۔ جو امت مسلمہ کے لئے اذیت کا موجب بنتی رہی ہیں۔ لیکن وہ قادیانی ہی کیا ہوا جو اپنی بات پر قائم رہ جائے۔ جونہی حالات بدلے مرزا محمود احمد نے بھی گرگٹ کی طرح پینترا بدل لیا اور دوبارہ وہی پرانی ڈگر اختیار کر لی۔ مرزا محمود احمد اس کے جلد ہی بعد ڈاکٹر ڈوئی کی طرح عبرتناک فالج کی گرفت میں آیا تو مرزا ناصر احمد نے جس کے لئے اس کا شاطر والد جماعت کو اپنے خطوط کی ابتداء میں ''ہوالناصر'' لکھنے کی تلقین کر کے راہ ہموار کر چکا تھا اور پھر عیسائی طریقے کے مطابق اپنے حواریوں کی ایک منڈلی کے ذریعے اپنے آپ کو منتخب کروالیا کھل کر پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے۔ اس کے بعد مرزا طاہر احمد نے اپنی گیم آف نمبرز میں مرزا رفیع احمد کو مات دے کر اور مرزا لقمان احمد کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر کے گدی نشینی کے لئے اپنا راستہ بنایا۔ ذوالفقار علی بھٹو کو آگے لانے میں قادیانی امت نے قریباً ''۱۶ کروڑ روپیہ'' صرف کیا اور اپنے تمام تنظیمی اور دوسرے وسائل اس کے لئے استعمال کئے۔ اس عہد میں مرزا طاہر احمد صاف طور پر سیکنڈ ان کمان بن کر سامنے آیا اور جماعت میں یوں تاثر دیا جانے لگا کہ اب احمدیت کا غلبہ ہوا ہی چاہتا ہے اور کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ لیکن جب آٹھویں عشرے کے اوائل میں تحریک ختم نبوت پوری قوت سے دوبارہ ابھری اور ذوالفقار علی بھٹو نے ہی ان کو غیر مسلم اقلیت دینے کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا تو قادیانی اپنے ہی زخموں کو چاٹ کر رہ گئے۔

پروفیسر سرور مرحوم نے ایک دفعہ بتایا کہ تحریک ختم نبوت کے ایام میں قادیانیوں نے ایک وفد ''خان عبدالولی خان'' سے ملنے کے لئے بھیجا اور جس وقت اس نے خان صاحب سے ملاقات کی میں بھی وہیں پر موجود تھا۔ جب قادیانیوں نے بھٹو کو لانے میں اپنی خدمات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ ہمارا ساتھ چھوڑ گیا ہے۔ اس لئے آپ ہمارا ساتھ دیں اور اپنے سیکولر نظریات کے حوالے سے اس تحریک کے پس منظر میں ہمارے حق میں آواز اٹھائیں تو خان عبدالولی خان نے بے ساختہ کہا بھئی ''باچا خان'' کا بیٹا اتنا بے وقوف نہیں ہے کہ جس بھٹو کو لانے کے لئے تم نے ۱۶ کروڑ روپیہ خرچ کیا ہے اس مسئلہ میں اس کی مخالفت کر کے خواہ مخواہ امت مسلمہ کی مخالفت مول لے لے۔

تحریک ختم نبوت کے دنوں میں آغا شورش مرحوم کے ہفت روزہ ''چٹان'' میں بڑی باقاعدگی سے کبھی اپنے نام سے اور کبھی کسی قلمی نام سے قادیانی امت کے بارے میں لکھا کرتا تھا۔ آغا صاحب کے پاس یوں تو آنے جانے والوں کا عام دنوں میں بھی تانتا بندھا رہتا تھا۔ لیکن اس دوران تو وہاں سیاست دانوں، علماء اور دانش وروں کی آمد ایک سیلاب کی صورت اختیار کئے ہوئے تھی۔ آغا صاحب ہر قابل ذکر آدمی کو کہتے تھے کہ بھئی یہ کام صرف اور صرف ذوالفقار علی بھٹو ہی کر سکتا ہے۔ اس لئے تمام سیاسی اختلافات بالائے طاق رکھ کر اس کام کے لئے ان کی حمایت کریں۔ پھر جوں جوں وقت گزرتا جائے گا اس فیصلے کے اثرات اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیں گے اور قادیانی اپنے ہی زہر میں گھل گھل کر مر جائیں گے۔ یہ چند باتیں تو یونہی جملہ معترضہ کے طور پر آ گئیں۔ بیان ''خاندان نبوت'' میں ہونے والی جنگ اقتدار کا ہو رہا تھا۔ مرزا طاہر احمد کی جانب سے مرزا ناصر احمد سے رشتہ کو مضبوط کر لینے کے بعد اس کی لابی بہت مضبوط ہو چکی تھی اور مرزا رفیع احمد کے خلاف چھوٹی چھوٹی اور معمولی شکایتیں کر کے اس نے اپنا مقام مرزا ناصر احمد کی نظروں میں خوب بنا لیا تھا۔ اس لئے جب مرزا ناصر احمد ایک نوخیز دوشیزہ کو ''ام المومنین'' بنا کر راہی ملک عدم ہوئے تو مرزا طاہر احمد کی گدی نشینی میں کوئی روک باقی نہ رہی اور اس نے اقتدار کی باگ ڈور سنبھال کر تمام وہ حربے اختیار کئے جو اورنگ زیب نے اپنے والد اور بھائیوں کے خلاف استعمال کئے تھے۔ اس ماحول میں پلنے والا مرزا طاہر احمد کس قدر نیک اور پاکباز ہو سکتا ہے اس کا اندازہ صرف اس ایک مثال سے ہو سکتا ہے کہ ربوہ میں تعلیم کے دوران ہی مجھے ''محمد ریاض سکنہ عالم گڑھ ضلع گجرات'' نے جو اب فوج میں ہیں، نے ایک چوکیدار کے حوالے سے بتایا کہ میاں طاہر روزانہ نماز فجر پڑھنے کے بعد ''ولی اللہ شاہ'' سابق ناظر امور عامہ کے گھر جاتا ہے اور اس کی لڑکیوں کو سینے کے گنبدوں سے پکڑ کر اٹھاتا ہے اور آخری فقرہ پنجابی میں خود چوکیدار ہی کی زبان میں صحیح مفہوم ادا کرتا ہے کہ ''اوہ حرامزادیاں وی لیریاں ہو کے پیاں رہندیاں نیں۔''

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ قصہ یہیں تمام ہوا۔ یہ تو ایک ایسا شہر طلسمات ہے کہ اس کا ہر حصہ طلسم ہوشربا کو بھی شرما کر رکھ دینے والا ہے اور بیدی کا یہ جملہ بلاشبہ اپنے اندر بے پناہ صداقت لئے ہوئے ہے کہ بڑے گھروں کی غلاظتیں بھی بہت ہی بڑی ہوتی ہیں۔

قادیانی امت کے راہنماؤں کی بداعمالیوں کے بارے میں جب میں حق الیقین کے مرتبے پر پہنچ گیا تو میں نے دنیا بھر کے مسلمان دانشوروں کی چیدہ چیدہ کتب کا بغور مطالعہ شروع کیا کہ قادیانیوں کے اعمال کے بعد ان کے افکار و نظریات کی صحت کا بھی جائزہ لوں تو چند ہی

دنوں میں قادیانی افکار ونظریات کا علمی وعقلی دامن بھی مجھ پر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا اور خاص طور پر فلسفی شاعر علامہ ڈاکٹر اقبال کے نہرو کے نام خطوط اور تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے مطالعہ سے میرا ایمان اس بات پر چٹان کی طرح پختہ ہو گیا کہ ختم نبوت حضور ﷺ کی انٹرنیشنل فکر ہے اور اس کی علت غائی یہ ہے کہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کو وحدت خداوندی اور سرور دو عالم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے ایک نقطے پر اکٹھا کیا جائے اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں واحد ہے۔ اس لئے اس نے ہر شعبہ حیات میں اپنے انداز میں وحدت کا ایک سفر شروع کر رکھا ہے۔

مذاہب کی دنیا میں اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے اس سفر کا آغاز کیا اور جب تک دنیا سفری ومواصلاتی اعتبار سے اس رنگ میں رہی کہ ہر گاؤں، ہر قریہ اور ہر بستی اپنی جگہ ایک الگ دنیا کی حیثیت رکھتی تھی تو ان لوگوں کی طرف قومی اور زبانی نبی تشریف لاتے رہے۔ لیکن جب علم الٰہی کے مطابق حضرت خاتم الانبیا ﷺ کے زمانے میں دنیا کا سفر گلوبل ویلج کی جانب شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے تمام سابق انبیاء کرام علیہم السلام کی اصولی تعلیم کو قرآن کریم میں جمع کر کے اسے خاتم الکتب بنا دیا اور ان کے اوصاف اور خوبیوں کو نہایت ارفع واعلیٰ شکل میں حضور ﷺ کی ذات مبارک میں جمع کر کے انہیں خاتم النبیین کے منصب پر سرفراز کر دیا۔ اس لئے جس طرح خاتم الکتب قرآن مجید کے بعد کسی دوسری کتاب کا تصور نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح خاتم النبیین کے بعد کسی دوسرے نبی کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے وحدت ادیان، وحدت انبیاء، وحدت کتب، وحدت انسانیت، وحدت کائنات اور وحدت النفس وآفاق کے اس پروگرام کو ڈائنامیٹ کرنا چاہتا ہے جو اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا اور ایسا ہونا ناممکن ہے۔

ان چند سطور کی روشنی میں قادیانیوں کو خود سمجھ لینا چاہئے کہ وہ کتنی گمراہ کن، کتنی خوفناک اور کتنی تباہ کن منزل کی طرف جا رہے ہیں اور اس میں مرزا غلام احمد اور اس کے نام نہاد نظریات کی حیثیت کیا ہے؟ ان نظریات کو سمٹتے اور مٹتے ہوئے ہم خود دیکھ رہے ہیں ان کا مٹنا اور پرچم ختم نبوت کی سربلندی تقدیر خداوندی ہے اور اسے دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت نہیں روک سکتی۔

قادیانیت تو ویسے ہی اب فرنگ کی متروکہ کھیل بن کر رہ گئی ہے جس کے منہ میں دانت ہے نہ پیٹ میں آنت۔ اس لئے اب محض نعرے بازی اور ترقی کا پروپیگنڈا اسے زندہ نہیں رکھ سکتا۔ عملی طور پر بھی اس نے امت مسلمہ کے انتشار میں اضافہ کرنے اور مختلف مذاہب کے بانیوں کے خلاف انتہائی غلیظ زبان استعمال کر کے ان کی باہمی مناقشت کو تیز کرنے کا فریضہ ہی انجام دیا ہے۔ اس

لئے ہر صحیح الفکر آدمی یہ سمجھ رہا ہے کہ جس نام نہاد نبی نے اپنی ۸۶ سے زائد کتب میں برطانوی حکومت کے خلاف ایک لفظ تک نہیں لکھا اور محض اس کی مدح کے قصیدے ہی لکھے ہیں وہ کیا کسر صلیب کرسکتا ہے؟ اور جلد ہی یہ بات قادیانیوں کی سمجھ میں بھی آجائے گی اور اب مرزا طاہر احمد کو بھی اپنے داوا کی سنت پر عمل کرتے ہوئے "ستارہ قیصرہ" کی طرز پر کوئی "تحفہ شہزادہ چارلس" کے نام سے کوئی قصیدہ مدحیہ لکھ دینا چاہئے۔ تاکہ "کسر صلیب" کا جو کام مرزا غلام احمد کے ہاتھوں نامکمل رہ گیا ہے وہ مکمل ہوجائے اور قادیانیت کے مذہبی بیگار کیمپ میں غلامی کی زندگی بسر کرنے والے جو "ہاری" ایک عرصہ سے یہ راگ الاپ رہے ہیں۔

جب کبھی بھوک کی شدت کا گلہ کرتا ہوں وہ عقیدوں کے غبارے مجھے لادیتے ہیں

ان کی اشک شوئی کا بھی شاید کوئی اہتمام ہوجائے۔ اگرچہ یہ امکانات بہت ہی دور دراز کے ہیں۔ کیونکہ جس امت کے نام نہاد نبی کے لئے حقیقت الوحی کے ڈیڑھ سو کے قریب "الہامات" میں سے سو سے اوپر صرف دس روپے کی آمد کے بارے میں ہیں۔ ان کی دنائت سے اچھی امید کیونکر کی جاسکتی ہے۔ ہاں! البتہ یہ کام پاکستان کے انسانیت نواز حلقوں کا ہے کہ وہ اس معاملہ کو ایمنسٹی انٹرنیشنل، ایشیا واچ اور انسانی حقوق کی دوسری تنظیموں کے سامنے اٹھائیں اور قادیانیوں کے اس پروپیگنڈے کا توڑ کریں جو وہ بیرونی دنیا کے سامنے، پاکستان میں اپنے اوپر ہونے والے مصنوعی مظالم کے حوالے سے کر رہے ہیں۔

شفیق مرزا، لاہور!

تقدیس کے بادہ خانے میں

۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں پر انگریزوں کے مظالم کی داستان اس قدر مہیب اور خونچکاں ہے کہ اس کا تصور کرتے ہوئے بھی روح کپکپاتی اور سینہ بریاں ہوتا ہے۔ معاشی طور پر ملت اسلامیہ پہلے ہی پسی ہوئی تھی، سیاسی آزادی کی اس عظیم تحریک نے دم توڑا تو انگریز کی اہرمنی فراست اس نتیجہ پر پہنچی کہ جب تک مسلمانوں سے دینی روح، انقلابی شعور اور جذبہ جہاد کو محو کرکے انہیں چلتے پھرتے لاشے نہ بنا دیا جائے۔ اس وقت تک ہمارے سامراجی عزائم تشنہ تکمیل رہیں گے۔ جاگیردار طبقہ اپنے مفادات کی خاطر پہلے ہی فرنگی حکومت کی مدح وثنا میں مصروف تھا۔ "علماء" کا ایک گروہ بھی قرآن حکیم کی آیات کو من مانے معانی پہنا کر تاج برطانیہ کی حمایت کرکے اپنی چاندی کر رہا تھا۔ مگر انگریز سرکار ان سارے انتظامات سے مطمئن نہ تھی۔ اس کے نزدیک مسلمانوں کا انقلابی شعور کسی وقت بھی سلطنت برطانیہ کے لئے خطرہ بن سکتا تھا۔

اس لئے اس نے مسلمانوں کی دینی غیرت، سیاسی بصیرت اور قومی روح پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے ایک ایسے خاندان کا انتخاب کیا جو اپنی سفلگی وغداری میں کوئی ثانی نہ رکھتا تھا اور اس کا بڑے سے بڑا فرد بھی سرکاری دربار میں کرسی مل جانے کو باعث افتخار سمجھتا تھا۔ اس مکروہ منصوبہ کو انجام تک پہنچانے اور مسلمانوں کی وحدت ملی کو پاش پاش کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ جس نے حضور سرور کائنات ﷺ کی ختم نبوت کو داغ دار کرنے کے لئے (العیاذ باللہ) اپنی بے سروپا تاویلات سے امت مسلمہ میں اس قدر فکری انتشار برپا کیا کہ انگریز کو اپنے گھناؤنے مقاصد کے حصول کے لئے برصغیر میں ایک ایسی جماعت میسر آ گئی جو ''الہامی بنیادوں'' پر غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتی رہی اور آج انگریز کے چلے جانے کے بعد گو اس کی حیثیت ''متروکہ داشتہ'' کی سی رہ گئی ہے۔ مگر پھر بھی وہ اسرائیل سے تعلقات استوار کر کے، عربوں میں تنسیخ جہاد کا پرچار کر کے، انہیں یہود کی غلامی پر آمادہ کرنے کی مذموم جدوجہد میں مصروف ہو کر وہی فریضہ سرانجام دے رہی ہے جو اس کے آقایان ولی نعمت نے اس کے سپرد کیا تھا۔ حضرت سید الانبیاء ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے وحدت انسانیت کا جو انٹرنیشنل فکر، ختم نبوت کی شکل میں دیا تھا۔ قادیانی امت نے اس کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے نئی نبوت کا ناٹک رچا کر وحدت ملت اسلامیہ ہی کو سبوتاژ کرنے کی سعی نامسعود شروع کر دی۔ دین سے تلعب کے نتیجے میں اس مسیحیت جدیدہ پر اللہ تعالیٰ کی ایسی پھٹکار نازل ہوئی کہ خود ''نبوت باطلہ کا گھرانہ'' عصمت وعفت کی تمیز سے عاری ہو کر اس طرح معصیت کا ملجأ دوزخ بنا کہ قریب ترین مریدوں نے اسے ''فحش کا مرکز'' قرار دیا۔ گو یہ درست ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر واضح رنگ میں جنسی عصیان کا تو کوئی الزام نہ لگا مگر اس کو تسلیم کئے بغیر بھی کوئی چارہ نہیں کہ ان کی جنسی زندگی ناآسودگی کا شکار رہی۔ اگر ''محمدی بیگم کے پاجامے منگوا کر سونگھنے والی روایت'' کے ساتھ ساتھ، اس مظلوم خاتون کے بارہ میں آسمانی نکاح کے تمام الہامات بھی طاق نسیاں پر رکھ دیئے جائیں اور بڑھاپے میں مولوی حکیم نور الدین کے نسخہ ''زد جام عشق'' کے سہارے پچاس مردوں کی قوت حاصل کر لینے کے دعاوی کے ساتھ ایک نوجوان لڑکی کو حبالہ عقد میں لانے اور پھر بوجوہ اس کی غیر معمولی فرمانبرداری کا تذکرہ نہ بھی کیا جائے تو بھی ان کی تحریرات میں ایسے شواہد بکثرت ملتے ہیں جو اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ان کی عائلی زندگی خوشگوار نہ تھی اور معاشرتی سطح پر پہلی بیوی کا اپنے شوہر کے گھر میں محض 'پھجے دی ماں' بن کر رہ جانا، بڑا دلدوز واقعہ ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اتنے بلند بانگ دعاوی کے باوجود مرزا قادیانی جب بھی اپنے ناقدین کو جواب دینے پر آمادہ ہوئے، انہوں نے الزامی جوابات کی

کمین گاہ پر بیٹھ کر درشت کلامی ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اشارے کنائے میں ہی نہیں، اکثر اوقات واضح الفاظ میں ایسی باتیں کہہ گئے جو ان کے دعاوی کی مناسبت سے ہرگز ان کے شایان شان نہ تھیں۔ مثلاً ہندوؤں کے خدا کو "ناف سے چھ انچ" نیچے قرار دینا اور ماسٹر مرلی دھر کے محض یہ کہہ دینے پر کہ آپ تو لاچار اور قرض دار ہیں۔ انہیں یہ جواب دینا کہ ہمارے ہاں ہندو جاٹوں کا یہ طریق ہے کہ جب انہوں نے کسی کو اپنی دختر نیک اختر، نکاح میں دینی ہوتی ہے تو وہ خفیہ طور پر جا کر اس کے کھاتہ، کھیون اور خسرہ نمبر کا پتہ کرتے ہیں۔ مگر ہمارے تمہارے درمیان تو ایسا کوئی معاملہ نہیں۔ پنجابی میں یہ کہنے کے مترادف ہے کہ "توں مینوں کڑی تے نہیں دینی۔" ہم اس جواب کا تجزیہ خود قادیانی حضرات پر چھوڑ دیتے ہیں۔

قادیانی خلافت کی نیلی فلموں میں مرزا محمود احمد ہمیشہ ہی ایک ایسا ہیرو رہا ہے جس کے ساتھ کسی ولن نے ٹکر لینے کی جسارت نہیں کی۔ ان پر جنسی بے اعتدالی کا سب سے پہلا الزام ۱۹۰۵ء میں لگا اور ان کے والد مرزا غلام احمد نے اس کی تحقیقات کے لئے ایک چار رکنی کمیٹی مقرر کر دی۔ جس نے الزام ثابت ہو جانے کے باوجود چار گواہوں کا سہارا لے کر شبہ کا فائدہ دے کر ملزم کو بچایا۔ عبدالرب برہم خاں ۳۳۵اے پیپلز کالونی فیصل آباد کا حلفیہ بیان ہے کہ اس کمیٹی کے ایک رکن مولوی محمد علی لاہوری سے انہوں نے اس بارہ میں استفسار کیا تو مولوی صاحب نے بتایا کہ الزام تو ثابت ہو چکا تھا۔ مگر ہم نے ملزم کو Benefit of Doubt دے کر چھوڑ دیا۔ ۱۹۱۴ء میں جب گدی نشینی کے لئے جنگ اقتدار چھڑی تو دہلی کی محلاتی سازشوں کے ماہرین نے ایک مذہبی جماعت کے سربراہی کے لئے بائیس سال کے ایک ایسے چھوکرے کو منتخب کر لیا، جس میں پیر کا بیٹا ہونے کے علاوہ کوئی خصوصیت موجود نہ تھی۔ ایسا بر خود غلط اور کندہ ناتراش قسم کا آدمی عمر کے ہیجانی دور میں ایک ایسے منصب پر فائز ہوا جسے بظاہر ایک تقدس حاصل تھا۔ مرزا محمود نے تقدس کے اس کٹہرے کو اپنے لئے پناہ گاہ سمجھتے ہوئے جنسی عصیان کا وہ ہولناک ڈرامہ کھیلا کہ الامان والحفیظ۔

بلوغت سے لے کر مکمل طور پر مفلوج ہو جانے تک ہر چند سال کے وقفہ کے بعد القابات کی رداؤں میں ملفوف اس پیرزادے پر مسلسل بدکاری کے الزامات مخلص مریدوں کی طرف سے لگتے رہے۔ مباہلہ کی دعوتیں دی جاتی رہیں۔ مگر ذہنی طور پر پورا ملحد و بے دین ہونے کے باوجود اس کو کبھی بھی جرأت نہ ہوئی کہ کسی مظلوم مرید کی دعوت مباہلہ پر میدان میں نکلے۔ جب بھی کسی ارادت مند نے واقف راز دروں ہو کر للکارا تو قادیانی گماشتوں اور معیشت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ملاؤں نے ایک طرف اخبارات و جرائد میں ہاہاکار شروع کر دی اور

دوسری طرف اس محرم راز کو بدترین سوشل بائیکاٹ کا نشانہ بنایا گیا اور اسے اقتصادی و معاشرتی الجھنوں میں مبتلا کرنے پر ہزاروں روپے خرچ کر کے جب کسی قدر کامیابی ہوئی تو اسے اپنے بدمعاش پیر کا ''معجزہ'' قرار دیا گیا۔

کوئی شخص اپنی والدہ پر الزام تراشی کی جرأت نہیں کرتا اور اگر خدانخواستہ وہ اس پر مجبور ہو جاتا ہے تو صرف یہ کہہ کر اس کو خاموش کرانے کی کوشش کرتا کہ دیکھو یہ بہت بری بات ہے۔ مناسب نہیں۔ اس امر کا جائزہ لینا بھی تو ضروری ہے کہ وہ کن المناک حالات سے دوچار ہوا ہے کہ اسے اپنی اتنی عزیز ہستی کی اصل حقیقت کو دنیا کے سامنے پیش کرنا پڑا۔ پیر کی جلوتیں اگر اس کی خلوتوں سے نالاں ہوں تو مریدوں کا اسی سانچے میں ڈھل جانا، ایک لازمی امر ہے۔ مرزا محمود احمد جب گدی نشین ہوا تو اس نے اپنے باوا کی نبوت کو نعوذ باللہ

احمد ثانی نے رکھ لی احمد اوّل کی لاج

کے مقام پر پہنچایا۔ کبھی مسلمانوں کو اہل کتاب کے برابر قرار دیا اور کبھی انہیں ہندوؤں اور سکھوں سے مشابہت دے کر ان کے بچوں تک کے جنازوں کو حرام قرار دے دیا۔ قادیانیت کا غالب عنصر اس دور میں اس نچلے اور متوسط طبقے پر مشتمل تھا جو معاشی طور پر پسماندہ ہونے کی وجہ سے پیش گوئیوں کی فضا میں رہتے ہوئے چین محسوس کرتا تھا اور انگریز سے وفاداری کی قادیانی سند اس کی ملازمت کو محفوظ رکھتی تھی۔ جب نئی نبوت، تکفیر مسلمین اور ان کے جنازوں کا بائیکاٹ، انتہاء کو پہنچا تو مذکورہ بالا دونوں طبقوں نے قادیان کی طرف بھاگنا شروع کر دیا کہ وہاں رہائش اختیار کریں۔ کیونکہ جس معاشرہ کو ایک ''نبی'' کے انکار کی بناء پر کافر قرار دے کر وہ علیحدہ ہوئے تھے۔ وہاں رہنا اب ان کے لئے ناممکن تھا۔ قادیان میں مرزا محمود احمد نے اپنے خاندان کی مالی حالت کو بہتر بنانے کے لئے مریدوں کے چندے سے خریدی ہوئی زمین کچھ اپنے عزیزوں کے ذریعے نہایت مہنگے داموں فروخت کی اور کچھ صدر انجمن احمدیہ کی معرفت اپنے ماننے والوں کو گراں قیمت پر فروخت کی۔ مگر رجسٹریشن ایکٹ کے ماتحت اس کا انتقال ان کے نام نہ کروایا گیا۔ اس طرح وہ اپنے معاشرہ سے کٹ کر قادیانیت کے دام میں اس طرح پھنسے کہ

نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن

اپنی سوسائٹی سے علیحدہ ہو کر اب ایک نئی جگہ پر نئے حالات کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ وہ ہر جائز و ناجائز خوشامد کر کے پیر اور اس کے لواحقین کا قرب حاصل کرتے اور انہوں نے وقت اور حالات کے دباؤ کے ماتحت ایسا ہی کیا۔ مگر پیر نے مجبور مریدوں کی عزتوں پر ڈاکہ ڈال کر سینکڑوں

عصمتوں کے آبگینے تار تار کر دیئے اور اگر کوئی بے بس مرید بلبلا اٹھا تو اسے شہر سے نکال دینے اور مقاطعہ کر دینے کی دھمکیاں دے کر خاموش رہنے کی تلقین کی۔ فخر الدین ملتانی ایسے کئی لوگوں کو قتل کروا کر دہشت کی فضا پیدا کی گئی مگر اس تمام یزیدی اہتمام کے باوجود مرزا محمود، اپنی پاکبازی کا ڈھونگ رچانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ گاہے ماہے اس دریا سے ایسی موج اٹھتی کہ ذریت مبشرہ کے بارے میں جملہ الہامات کشوف اور رؤیا دھرے کے دھرے رہ جاتے۔ یوں تو مرزا محمود کی زندگی کا شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جو بدکاری کی غلاظت سے آلودہ نہ ہو اور جس میں اس پر زنا کاری کا الزام نہ لگا ہو۔ لیکن ذیل میں ہم ان الزامات وبیانات کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی گونج اخبارات ورسائل ہی میں نہیں، ملک کی عدالتوں تک میں سنی گئی اور اس کے ساتھ بعض بالکل نئی روایات بھی درج کرتے ہیں جو آج تک اشاعت پذیر نہیں ہو سکیں۔ قادیانی امت کی جنسی تاریخ پر اس سے پیشتر متعدد کتب آ چکی ہیں۔ لیکن وہ تقاضائے حالات کے ماتحت، جس رنگ میں پیش کی گئیں۔ اس کی بہت سی وجوہ تھیں۔ آئندہ سطور میں ہم کوشش کریں گے کہ ان روایات کو ذرا وضاحت سے پیش کریں اور اس سے پیشتر جو چیزیں اجمال سے بیان ہوئی ہیں۔ ان کی تفصیل کر دیں۔ کیونکہ اگر اس وقت اس کام کو سرانجام نہ دیا گیا تو آنے والا مورخ بہت سی معلومات سے محروم ہو جائے گا۔ کیونکہ پرانے لوگوں میں سے جو لوگ صبح گئے یا شام گئے، کی منزل میں ہیں۔ وہ نہ ان سے مل سکے گا اور نہ ان دل دوز واقعات کو سن سکے گا جو خود ان پر یا ان کی اولاد پر گزرے ہیں۔ یہ سب شہادتیں مؤکد بعذاب قسموں کے ساتھ دی گئی ہیں اور یہ تمام افراد قادیانی امت کے خواص میں سے تھے۔ ان میں سے اکثر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔ مگر چند ایسے بھی ہیں جو اپنی برین واشنگ کی وجہ سے کسی نہ کسی رنگ میں قادیانیت سے وابستہ ہیں۔ مگر وہ قادیانی مصلح موعود کو پورے یقین، پورے وثوق اور پورے ایمان کے ساتھ جولیس سیزر کا مثیل، راسپوٹین کا بروز اور ہر موڈلیس کا ظل کامل سمجھتے ہیں اور ہر عدالت میں اپنی گواہی ریکارڈ کرانے کے لئے تیار ہیں۔ ممکن ہے بعض لوگ یہ بھی خیال کریں کہ برائی کی اشاعت کا طریق مناسب نہیں۔ ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اس امر کو مدنظر رکھیں کہ یہ اظہار ان مظلوموں کی طرف سے ہے جن میں سے بعض کی اپنی عصمت کی ردا چاک ہوئی اور اظہار حق کی پاداش میں ان پر وہ مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ دنوں پر وارد ہوتے تو راتیں بن جاتیں۔ یہ اظہار ان مظلوموں کی طرف سے ہے جنہیں خدا نے بھی یہ حق دے رکھا ہے۔

"لایحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم"

مباہلہ والوں کی للکار

مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور میاں زاہد، حال امرتسر مارکیٹ برانڈرتھ روڈ لاہور کے نام کے ساتھ "مباہلہ والے" کا لفظ منتقی ہو کر رہ گیا ہے۔ ان مظلوموں نے ۱۹۲۷ء میں اپنی ایک ہمشیرہ "سکینہ بیگم" پر مرزا محمود کی دست درازی کے خلاف اس زور سے صدائے احتجاج بلند کی کہ بیت الخلافت میں مقیم مذہبی مہنتوں کی روحیں کپکپا اٹھیں۔ قادیانی غنڈوں نے ان کے مکان کو نذر آتش کر دیا اور جناب میاں زاہد کے اپنے بیان کے مطابق اگر مولانا حکیم نورالدین کی اہلیہ محترمہ ان کو بروقت خبردار نہ کر دیتیں تو وہ سب اسی رات قادیانیوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر چکے ہوتے۔ انہوں نے مرزا محمود احمد کے ناقوس خصوصی "الفضل" کے کذب وافتراء کا جواب دینے کے لئے مباہلہ نامی اخبار جاری کیا۔ جس کی پیشانی پر یہ شعر درج ہوتا تھا۔

خون اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

یہ مظلوم خاتون قادیانی فرقہ کے صوبائی امیر "مرزا عبدالحق" ایڈووکیٹ سرگودھا کی اہلیہ ہیں۔ وہ اپنے مشاہدہ اور تجربہ کی بنا پر اب بھی ربوہ کے پاپائے ثانی کو بدکردار سمجھتی ہیں۔ یہ سانحہ اس طرح ظہور میں آیا کہ وہ کسی کام کی خاطر "قصر خلافت" میں گئیں۔ مرزا محمود نے اپنی گھناؤنی فطرت کے مطابق ان کے ساتھ زیادتی کا ارتکاب کیا۔ انہوں نے واپس آکر سارا معاملہ اپنے شوہر کے گوش گزار کر دیا۔ مرید خاوند نے اپنی زوجہ پر اعتماد کر کے پیر پر تین حرف بھیجنے کی بجائے اس معاملہ کی تحقیق کا ارادہ کیا اور پاپائے ثانی کے پاس پہنچا۔ پیر تو رنگ ماسٹر تھا۔ اس مریدوں کو نچانے کا فن خوب آتا تھا۔ اس نے بڑی معصومیت سے کہا مجھے خود اس معاملہ کی سمجھ نہیں آرہی۔ "سکینہ بیگم" بڑی نیک اور پاک باز لڑکی ہے۔ اس نے ایسی حرکت کیوں کی ہے۔ میں دعا کروں گا آپ کل فلاں وقت تشریف لائیں۔ جب مرزا عبدالحق دوسرے دن پہنچے تو شاطر پیر اپنا عیارانہ منصوبہ مکمل کر چکا تھا۔ اس نے مرید کے لئے دام بچھاتے ہوئے کہا میں نے اس معاملہ پر بہت غور کیا ہے۔ دعا بھی کی ہے۔ ایک بات سمجھ میں آئی ہے کہ چونکہ میں خلیفہ ہوں۔ مصلح موعود ہوں۔ اس لئے "سکینہ بیگم" ایک روحانی تعلق کی بناء پر مجھ سے محبت رکھتی ہے اور اس قسم کا جذبہ الفت جب پوری طرح قلب و ذہن پر مستولی ہو جاتا ہے تو اس وقت بعض عورتیں خواب کے عالم میں دیکھتی ہیں کہ انہوں نے فلاں مرد سے ایسا تعلق قائم کیا ہے اور اس خیال کا استیلاء غلبہ ان پر

اس قدر رہوتا ہے کہ وہ اس کو بیداری کا واقعہ سمجھ لیتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مرزا محمود نے طب کی ایک کتاب نکال کر دکھادی کہ دیکھ لو۔ اطباء نے بھی اس مرض کا ذکر کیا ہے۔ اس پر مرید مطمئن ہو کر گھر واپس آیا تو اہلیہ کے استفسار کرنے پر مرید خاوند نے کہا۔ ''تم بھی سچ کہتی ہو اور حضرت صاحب بھی سچ کہتے ہیں۔''

مولوی محمد دین صاحب سابق ہیڈ ماسٹر حال صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے مرزا محمد حسین صاحب المعروف ''ماسٹر بی کام'' کو بتایا کہ جن دنوں مرزا عبدالحق، انجمن کے وکیل کے طور پر گورداسپور میں پریکٹس کر رہے تھے۔ ایک روز وہ مجھے ملنے کے لئے آئے۔ جیسا کہ دوسرے شاگرد آتے تھے تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ کی اہلیہ اب تک حضرت صاحب کو بدکردار سمجھتی ہیں اور واقعہ کی صحت پر مصر ہیں تو انہوں نے کہا: ''جی ہاں۔''

اس سلسلہ میں عبدالرحمان صاحب آف ڈیرہ غازی خاں اور مرزا عبدالحق کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی اسے ملاحظہ فرمائیں۔

(نوٹ: وہ یہاں کتاب سے حذف کر دی ہے۔ اس لئے کہ وہ خود مستقل پمفلٹ اس کتاب میں دوسری جگہ درج ہیں۔ فقیر مرتب!)

ایک احمدی خاتون کا بیان

مذکورہ بالا عنوان کے تحت ایک مظلوم خاتون کا بیان اخبار مباہلہ قادیان میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔ گو اس وقت یہ چیلنج بھی دے دیا گیا تھا کہ اگر خلیفہ صاحب مباہلہ کے لئے آمادہ ہوں تو نام کے اظہار میں کوئی ادنیٰ تامل بھی نہیں ہوگا۔ مگر چونکہ اس گوسالہ سامری کو مقابل پر نکلنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس لئے نام کا اظہار نہیں کیا گیا تھا۔ اب ہم ریکارڈ درست رکھنے کی خاطر یہ درج کر رہے ہیں کہ وہ خاتون قادیان کے دکاندار شیخ نورالدین صاحب کی صاحبزادی عائشہ تھیں۔ ان کے بھائی شیخ عبداللہ المعروف عبداللہ سوداگر آج کل ساہیوال میں مقیم ہیں۔ عائشہ بیگم تھوڑا عرصہ ہوا، انتقال کر گئی ہیں۔ اب ہم وہ بیان درج کرتے ہیں۔

''میں میاں صاحب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں اور لوگوں میں ظاہر کر دینا چاہتی ہوں کہ وہ کیسی روحانیت رکھتے ہیں؟ میں اکثر اپنی سہیلیوں سے سنا کرتی تھی کہ وہ بڑے زانی شخص ہیں۔ مگر اعتبار نہیں آتا تھا۔ کیونکہ ان کی مومنانہ صورت اور نیچی شرمیلی آنکھیں ہرگز یہ اجازت نہ دیتی تھیں کہ ان پر ایسا الزام لگایا جاسکے۔ الخ!

(نوٹ: یہ مکمل واقعہ احتساب قادیانیت ج ۵۸ میں تاریخ محمودیت کے عنوان سے درج ہے۔اس لئے یہاں سے خارج کردیا ہے۔مرتب!)

مرزامحموداورمس روفو

مرزامحمود جنس کے میدان دغا میں نت نئے تجربات کرتے رہتے تھے۔ایک مرتبہ لاہور سسل ہوٹل میں آئے تو وہاں کی نوجوان اطالوی منتظمہ مس روفو کو دل دے بیٹھے اور پھر بہلا پھسلا کر اسے قادیان لے گئے۔لاہور تو خبروں کا شہر ہے۔بات نکلی تو مولانا ظفر علی خاں مرحوم تک پہنچ گئی۔انہوں نے فوراً ایک نظم کہہ دی اور اگلی صبح اس کا ہر شعر لوگوں کی زبان پر تھا۔بات بنتی نظر نہ آئی تو مرزامحمود نے حسب روایت بہانہ بنایا کہ میں اسے اپنی بیوی اور لڑکیوں کے انگریزی لہجہ کے لئے لایا تھا۔(الفضل مورخہ ۱۸؍مارچ ۱۹۳۴ء) اس پر اخبارات نے لکھا کہ اطالوی تو خود انگریزی کے بعض الفاظ صحیح طور پر نہیں بول سکتے۔پھر ایک رقاصہ لڑکی کو گورنس کے طور پر رکھنا کون سی دانشمندی کی علامت ہے؟ اس پر قادیانی امت کے راسپوٹین کے لئے کوئی جائے فرار نہ رہی اور اس نے مس روفو کو اپنے محرم راز ڈرائیور (تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ ڈرائیور نذیر تھا) کے ہمراہ پانچ ہزار روپیہ دے کر واپس بھیج دیا۔قادیان میں مس روفو تجربات کی جس بھٹی سے گزری، وہ اس قدر لرزہ خیز نوعیت کے تھے کہ اس نے آتے ہی ایک وکیل کو مرزامحمود کے خلاف کیس دائر کرنے کے لئے کہا کہ وہ اس کے ساتھ اپنی بیٹی کو سامنے بٹھا کر بدکاری کرتا رہا۔(ملخص از کمالات محمودیہ وفتنہ انکار ختم نبوت) وکیل نے اس کا کیس لینے سے انکار کر دیا۔کیونکہ یہ کوئی معمولی گناہ نہ تھا۔یہاں تو افشائے راز کا تحفظ بھی معصیت سے کیا گیا تھا۔میں نے کئی باخبر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ وکیل کون تھے تو انہوں نے بتایا کہ وہ سابق چیف جسٹس محمد منیر تھے۔جو اس وقت وکالت کی پریکٹس کیا کرتے تھے۔واللہ اعلم!

اب آپ مولانا ظفر علی کی وہ نظم مطالعہ فرمائیں جو نہ صرف ادبی وفنی اعتبار سے ایک شاہکار ہے۔بلکہ اس میں قادیانی نبوت وخلافت کی بھی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی گئی ہیں۔

اطالوی حسینہ

از نقاش!

اے کشور اطالیہ کے باغ کی بہار — لاہور کا دامن ہے تیرے فیض سے چمن

پیغمبر جمال تیری چلبلی ادا — پروردگار عشق تیرا دل ربا چلن

الجھے ہوئے ہیں دل تری زلف سیاہ میں
ہیں جس کے ایک تار سے وابستہ سوفتن

پروردہ فسوں ہے تیری آنکھ کا خمار
آوردۂ جنوں ہے تیری بوئے پیرہن

پیمانہ نشاط تیری ساق صندلیں
پیمانہ سرور تیرا عنبریں بدن

رونق ہے ہوٹلوں کی تیرا حسن بے حجاب
جس پر فدا ہے شیخ تو لٹو ہے برہمن

جب قادیان پہ تیری نشیلی نظر پڑی
سب نشہ نبوت ظلی ہوا ہرن

میں بھی ہوں تیری چشم پرافسوں کا معترف
جادو وہی ہے آج اے قادیاں شکن

(ارمغان قادیان ص ۵۰ شائع کردہ مکتبہ کارواں لاہور)

مقبول اختر صاحبہ کا خط مولانا مظہر علی اظہر کے نام

مقبول اختر صاحبہ حکیم قطب الدین صاحب آف بدوملہی کی عزیزہ ہیں۔ قادیان میں انہیں مرزا محمود کے گھر میں رہنا پڑا۔ وہاں جو کچھ انہیں نظر آیا، وہ انہوں نے مولانا مظہر علی اظہر مرحوم کو لکھ دیا۔ اصل خط میں بعض الفاظ غلط طور پر لکھے گئے ہیں۔ ہم تصحیح کئے بغیر انہیں بعینہ نقل کر رہے ہیں۔

(نوٹ: یہ خط کمالات محمودیہ نامی کتاب مندرجہ احتساب قادیانیت جلد ۵۸ میں مکمل موجود ہے۔ اس لئے یہاں سے خارج کر دیا ہے۔ فقیر مرتب!)

شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کے معرکہ آراء خطوط

شیخ عبدالرحمان مصری ۲۵ ٹی گلبرگ لاہور میں مقیم ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں انہوں نے بانی قادیانیت کے ہاتھ پر ہندومت ترک کر کے اسلام قبول کیا۔ مولانا حکیم نورالدین کے سربراہ جماعت ہونے کے بعد، وہ عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے مصر چلے گئے۔ واپس آ کر مدرسہ احمدیہ قادیان کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں جب مرزا محمود انگلستان یاترا کے لئے روانہ ہوئے تو شیخ صاحب بھی ان کے ساتھ تھے۔ یوں سمجھئے کہ مرزا محمود رجیم میں آپ صف اوّل کے لوگوں میں شامل تھے۔ نقائص سے مبرا تو کوئی انسان نہیں ہوتا۔ نہ شیخ صاحب کو اس کا دعویٰ ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ مرزا محمود اپنی تمام ریشہ دوانیوں کے باوجود ان پر جنسی یا مالی بددیانتی کا کوئی الزام نہ لگا سکا۔ ابتداء میں جب انہیں اپنے بیٹے کے ذریعے مرزا محمود کی بدکرداری کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو عاق کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر حقائق اپنا آپ منوا لیتے ہیں۔ جب انہوں نے تحقیقات شروع کی تو اعتقاد کی دھند چھٹنی شروع ہوئی اور وہ حیران رہ گئے کہ یہاں انہیں کی اولاد پر ہاتھ صاف نہیں ہو رہا ہر گھر میں ڈاکہ پڑ رہا ہے۔ اس پر انہوں نے مرزا محمود کو تین

پرائیویٹ خطوط لکھے۔ یہ مکاتیب پڑھنے سے پیشتر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ ایک ایسے شخص نے لکھے ہیں جو ایک معاشرہ سے تعلقات منقطع کر کے ایک نئے قادیانی ماحول میں آیا تھا اور ایک لمبے عرصہ کے بعد جب اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عزت، معاش، اولاد کوئی چیز اس قبائلی نظام میں محفوظ نہیں ہے تو وہ اضطراب اور کرب کی جس کیفیت سے گزرتا ہے اس کا اندازہ اس امر سے ہوسکتا ہے کہ وہ خلیفہ کو بدکار اور زانی سمجھتے ہوئے بھی اسے سیدنا کے لفظ سے خطاب کرتا ہے۔ وہ بعض تحفظات کے دعدہ پر اس ریاست میں اپنی بقیہ زندگی یہ سمجھ کر بھی گزار لینے پر آمادہ ہے کہ میں ایک ایسی ریاست میں رہ رہا ہوں جس کا والی بدچلن ہے۔

یہ چیزیں بتاتی ہیں کہ ایک مخصوص ماحول میں رہتے ہوئے سماجی و معاشی رشتے انسانی ذہن کی ساخت ایسی بنا دیتے ہیں کہ وہ ان علائق کے ٹوٹنے کے خوف سے غیر شعوری طور پر اپنے آپ کو ایسے ''دلائل'' سے مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے، جن کی حیثیت تار عنکبوت ایسی بھی نہیں ہوتی۔ مرزا محمود سے توبہ کا مطالبہ یا بدکاری کے جواز پر کسی سند کا مانگنا اسی قبیل کی چیزیں ہیں۔ قبائلی سماج کے معروف طریقوں کے مطابق مرزا محمود نے ان کے خلاف اپنے تنخواہ دار ملاؤں سے پروپیگنڈا شروع کروادیا۔ انہیں قتل کرنے کی دھمکیاں دیں اور مریدوں کی توجہ اپنی زناکاری سے ہٹانے کے لئے اس امر کی تشہیر کی گئی کہ شیخ صاحب موصوف اپنی صاحبزادی کا رشتہ اسے دینا چاہتے تھے۔ مگر جب اس میں ناکامی ہوئی تو الزامات لگانے شروع کر دیئے۔ شیخ صاحب کو جب اصلاح کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انہیں سمجھ آ گئی کہ معیشت، ماحول اور لایعنی عقائد کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مجبور مریدوں سے سچ بولنے اور صداقت کی حمایت کرنے کی توقع کرنا حماقت ہے۔ اس پر انہوں نے چوبیس گھنٹے کا نوٹس دے کر خلیفہ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اب آپ وہ خطوط ملاحظہ فرمائیں۔

(نوٹ: یہ تمام خطوط ''کمالات محمودیہ'' نامی کتاب میں درج ہیں۔ جو احتساب قادیانیت جلد نمبر ۵۸ میں چھپ چکی ہے۔ اس لئے یہاں سے حذف کر دیا گیا ہے۔ فقیر مرتب!)

فیصلہ عدالت عالیہ ہائیکورٹ لاہور

بہ نگرانی شیخ عبدالرحمٰن مصری، قادیان

ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے جو حکم شیخ عبدالرحمٰن مصری کی اپیل کے خلاف دیا ہے۔ اس پر نظر ثانی کے لئے موجودہ درخواست ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن مصری سے مجسٹریٹ فرسٹ کلاس کے حکم

کے ماتحت ۱۴ر مارچ ۱۹۳۸ء کو ضمانت حفظ امن طلب کی گئی تھی اور اس حکم کے خلاف ڈپٹی کمشنر نے ۲۴ر مئی ۱۹۳۸ء کو اپیل کو مسترد کر دیا تھا۔ لہٰذا اب وہ عدالت ہذا میں نظر ثانی کی درخواست دے رہا ہے۔ چنانچہ اس عدالت کے ایک فاضل جج نے حکومت کو حاضری کا نوٹس دیا۔

موجودہ کارروائی کی تحریک کا اصل باعث وہ اختلاف ہے جو جماعت احمدیہ قادیان کے اندر رونما ہوا ہے۔ درخواست کنندہ اس انجمن کا صدر ہے جو خلیفہ سے شدید اختلاف کے باعث علیحدہ ہو چکا ہے۔ درخواست کنندہ کے خلاف اصل الزام یہ ہے کہ اس نے دو پوسٹر شائع کئے۔ اوّلاً پی۔ اے اگزبٹ جو مورخہ ۲۹ر جون ۱۹۳۷ء کو شائع ہوا اور ثانیاً اگزبٹ پی۔ جی جو ۱۳ر جولائی ۱۹۳۷ء کو شائع کیا گیا۔ ان پوسٹروں کے ذریعے درخواست کنندہ نے اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ پوسٹر بجائے خود قابل اعتراض نہیں۔

مدعی نے اگزبٹ پی۔ جی میں سے ایک پیرا کی بناء پر اپنا دعویٰ قائم کیا ہے جو اس طرح شروع ہوتا ہے۔

''میرے عزیزو، میرے بزرگو! آپ نے اپنے ایک بے قصور بھائی، ہاں اپنے اس بھائی کو جس نے محض آپ لوگوں کو ایک خطرناک ظلم کے پنجہ سے چھڑانے کے لئے اپنی عزت، اپنے مال، اپنے ذریعہ معاش اور اپنے آرام کو قربان کر دیا ہے......''

مدعی کا دارومدار اس پیرا پر بھی ہے جس کا خلاصہ یوں دیا جا سکتا ہے۔ ''موجودہ خلیفہ میں ایسے عیوب ہیں کہ اسے معزول کرنا ضروری ہے اور میں نے اپنے آپ کو جماعت سے اس لئے علیحدہ کیا ہے تاکہ میں ایک نئے خلیفہ کے انتخاب کے لئے جدوجہد کر سکوں۔''

میری رائے میں متذکرہ بالا قسم کے بیانات بجائے خود ایسے نہیں ہیں کہ ان کی بناء پر کسی شخص کی حفظ امن کی ضمانت طلب کی جائے۔ مگر عدالت میں درخواست کنندہ نے ایک تحریری بیان دیا ہے جس کے دوران میں اس نے کہا ہے۔ ''موجودہ خلیفہ سخت بدچلن ہے۔ یہ تقدس کے پردہ میں عورتوں کا شکار کھیلتا ہے۔ اس کام کے لئے اس نے بعض مردوں اور بعض عورتوں کو بطور ایجنٹ رکھا ہوا ہے۔ ان کے ذریعہ یہ معصوم لڑکیوں اور لڑکوں کو قابو کرتا ہے۔ اس نے ایک سوسائٹی بنائی ہوئی ہے اس میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور اس سوسائٹی میں زنا ہوتا ہے۔''

درخواست کنندہ نے آگے چل کر بیان کیا ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ قوم کو اس قسم کے گندے شخص سے آزاد کرائے۔ اب اگر اس پوسٹر کو، جس کا خلاصہ میں نے اوپر بیان کیا ہے درخواست کنندہ کے بیان کی روشنی میں، جو اس نے عدالت میں دیا ہے پڑھا جائے جیسا کہ بہت

سے پڑھنے والے ایسا کریں گے تو ان کا رنگ کچھ اور ہی ہو جائے گا اور میری رائے میں یہ امر قابل اعتراض ہو جاتا ہے اور حفظ امن کی ضمانت کا متقاضی ہے۔

ایک اور بھی امر ہے۔ مورخہ ۲۳ رجولائی کو خلیفہ نے ایک خطبہ دیا۔ جو بعد میں یکم راگست کے اخبار "الفضل" میں جو کہ جماعت کا سرکاری پرچہ ہے، چھپا۔

اس خطبہ میں جماعت سے علیحدہ ہونے والے شخصوں پر حملے کیے ہیں اور ایسے الفاظ ان کی نسبت استعمال کیے ہیں۔ جن کی نسبت میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ وہ منحوس Unfortunate اور افسوسناک تھے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فخر الدین نے جو انجمن کا سیکرٹری تھا، جس کے صدر شیخ عبدالرحمٰن مصری ہیں، ان کا جواب لکھا، جس میں اس نے کہا: "اسی لئے تو ہم بار بار جماعت سے آزاد کمیشن کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ تا کہ اس کے روبرو تمام امور اور شہادتوں اور مخفی در مخفی حقائق پیش ہو کر اس قضیہ کا جلد فیصلہ ہو جائے کہ کس کا خاندان "فحش کا مرکز" یا بالفاظ دیگر وہ ہے جو خلیفہ نے بیان کیا۔"

اس بیان میں خلیفہ کے خطبہ کے بیان کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں اس نے اپنے دشمنوں اور نکتہ چین کے خاندانوں کے متعلق یہ کہا تھا: "ان میں سے حیا اور پاکیزگی جاتی رہے گی اور فحاشی کا اڈہ بن جائیں گے۔" میری رائے میں فخر الدین کے اس پوسٹر کا مطلب صاف اور واضح ہے اور ایسا ہی قادیان میں اس کا مطلب سمجھا گیا۔ کیونکہ صرف دو دن بعد سات اگست کو ایک متعصب مذہبی مجنون نے فخر الدین کو مہلک زخم لگایا۔

میاں محمد امین خان نے جو درخواست کنندہ کا وکیل ہے، اس امر پر زور دیا ہے کہ شیخ عبدالرحمٰن مصری اس آخری پوسٹر کے ذمہ وار نہیں ہیں۔ واقعات یہ ہیں کہ انجمن ایک مختصر سی حیثیت رکھتی تھی۔ جس کا صدر عبدالرحمٰن مصری تھا اور سیکرٹری فخر الدین تھے۔ اصل پوسٹر ہاتھ کا لکھا ہوا تھا جو اب دستیاب نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس کی نقل ایک کانسٹیبل نے کی تھی۔ جس کا یہ بیان ہے کہ نیچے فخر الدین سیکرٹری مجلس احمدیہ کے دستخط تھے۔ مگر اس امر کے برخلاف فخر الدین کے لڑکے نے اصل مسودہ پیش کیا ہے جو اس کے باپ نے اس کی موجودگی میں لکھا تھا اور جس کے نیچے صرف اس قدر دستخط ہیں۔ فخر الدین ملتانی، میں کانسٹیبل کے بیان کو قابل قبول سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس کے جھوٹ کہنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ جو وجہ صفائی کے گواہ میں پائی جاتی ہے اس کا مقصد اپنے لیڈر کو چھڑانا ہے۔

یہ امر کہ فخر الدین نے اصل مسودہ پر "سیکرٹری" کے الفاظ نہ لکھے تھے۔ ظاہر نہیں کرتا

کہ صاف کردہ اور شائع کنندہ کاپی پر بھی یہ الفاظ نہیں لکھے گئے تھے۔ میری رائے میں شیخ عبدالرحمٰن پر بھی اس پوسٹر کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ خصوصاً اس بیان کے پیش نظر جو انہوں نے عدالت میں دیا ہے۔

ان حالات میں، مقامی حکام نے شیخ عبدالرحمٰن کے برخلاف جو کچھ کارروائی حفظ امن کی ضمانت طلب کی، وہ مناسب تھی۔ ایک ہزار روپیہ کی ضمانت کچھ بھاری ضمانت نہیں ہے اور یہ ضمانت دی جا چکی ہے اور نصف سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ لہٰذا درخواست مسترد کی جاتی ہے۔

دستخط ایف۔ ڈبلیو سکیمپ جج

(عدالت عالیہ ہائیکورٹ لاہور)

مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۳۸ء

شیخ مصری صاحب اور میر محمد اسماعیل

مصری صاحب نے مؤلف کو بتایا کہ جب انہوں نے اپنے صاحبزادے کے انکشاف پر مرزا محمود کے بارے میں تحقیقات شروع کی تو اس قدر الم انگیز واقعات سامنے آئے کہ وہ حیران رہ گئے۔ اسی اثناء میں انہوں نے مرزا محمود کے ماموں ڈاکٹر میر محمد اسماعیل سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو وہ کہنے لگے: ''حضور سلسلے کا اتنا کام کرتے ہیں، اگر تھوڑی بہت یہ تفریح بھی کر لیتے ہیں تو کیا حرج ہے۔''

شیخ صاحب اور قاضی اکمل

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ: ''جب میں نے خلیفہ صاحب'' کی اہلیہ مریم کی موت کی تفصیلات کے بارہ میں ''پیغام صلح'' میں لکھنا شروع کیا اور یہ بتایا کہ اسکے رحم سے اس قدر پیپ خارج ہوتی تھی کہ مرنے کے بعد بھی بند نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے چار مرتبہ کفن تبدیل کیا گیا تو اس مضمون کی اشاعت کے بعد قاضی اکمل نے مجھے خط لکھا اور میری تصحیح کرتے ہوئے بیان کیا کہ چار نہیں، پانچ کفن تبدیل کئے گئے تھے۔

مولانا محمد اسماعیل غزنوی مرحوم کی تحقیق

مولانا محمد اسماعیل غزنوی حکیم نورالدین کے نواسے تھے اور مرزا محمود سے ان کی خاصی بے تکلفی تھی۔ انہوں نے متعدد افراد کو بتایا کہ: ''مرزا محمود احمد ایک عورت کو شب باشی کا پانچ صد

روپیہ ادا کرتا تھا۔" مجھے علم ہوا تو میں نے کھوج لگانا شروع کیا اور بالآخر اسے ڈھونڈ نکالا اور پوچھا تم کیسے مرزا محمود سے پانچ سو روپیہ فی رات وصول کر لیتی ہو۔ اس عورت نے بے باکانہ جواب دیا:
"مولوی توں راتیں میرے نال سوں، جے صبح توں مینوں پنج سو روپیہ نہ دتا تے میں تینوں ہزار روپیہ دیواں گی۔"

مولوی صاحب یہ جواب سن کر حیران رہ گئے۔ ملک عزیز الرحمٰن صاحب کا کہنا ہے کہ یہ بیگم عثمانی تھیں۔

قادیان کا راجہ اندر...... دریا کے کنارے

مولانا موصوف ہی نے بتایا کہ مرزا محمود دریائے بیاس کے کنارے پھیرو چچی میں پکنک منایا کرتا تھا اور ایسے موقع پر وہاں متعدد خیمے لگائے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ وہاں ڈاک بنگلہ تعمیر کرنے کا پروگرام بھی بنا تھا۔ ایسے ہی ایک جشن کے موقع پر، وہ وہاں گئے تو گیٹ کیپر نے انہیں روک لیا۔ ازاں بعد خلیفہ جی کو اطلاع دی گئی اور انہیں اندر بلا لیا گیا اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مرزا محمود پندرہ بیس بالکل عریاں لڑکیوں کے جھرمٹ میں بیٹھا ہے اور اس کے اپنے جسم پر بھی کوئی کپڑا نہیں۔ وہ اس منظر کی تاب نہ لا سکے اور نگاہیں نیچی کر لیں تو مرزا محمود نے نہایت اوباشانہ طریقے سے پوچھا: "مولانا کیا ہوا ہے۔"

مولوی ظفر محمد صاحب ظفر کا مقاطعہ کیوں؟

مولوی ظفر محمد صاحب ظفر عربی زبان کا نہایت اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں اور عربی اور اردو ہر دو زبانوں میں اس قدر خوبصورت شعر کہتے ہیں کہ ان کے قادیانی ہونے پر شبہ ہونے لگتا ہے۔ ایک مرتبہ پاپائے ثانی نے ان کا سوشل بائیکاٹ کر دیا اور پھر بڑی مدت کے بعد ان کی جان چھوٹی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ: "جن باتوں کا مجھے علم ہے اگر میں تمہیں بتا دوں تو تم مرتد ہو جاؤ۔"

یہ فقرہ کسی تفسیر کبیر کا محتاج نہیں۔ البتہ قادیانیوں کی پختہ زناری کی "داد" دینی پڑتی ہے کہ: "وہ سب کچھ جان کر بھی "انوار خلافت" اور "برکات خلافت" کا ڈھنڈورا پیٹتے پھرتے ہیں۔"

جب میں نے مولوی صاحب ایسے بے ضرر انسان کے ساتھ اس بدترین سلوک کی تحقیقات شروع کی تو پتہ چلا کہ انہیں بھی یہ سزا "اس جرم" کی پاداش میں ملی تھی کہ انہیں اپنے "مصلح موعود" کی عدیم المثال جنسی انارکی کا علم ہو گیا تھا۔ اب ذرا تفصیل مطالعہ فرمائیں:

۱...... مولوی ظفر محمد صاحب قادیانی امت کے گستاپو (نظارت امور عامہ) میں ملازم تھے اور مولوی فرزند علی ان کے افسر اعلیٰ کے طور پر کام کر رہے تھے۔ یہ ان دنوں کا تذکرہ ہے جب خلیفہ جی مصری صاحب سے یدھ ہو رہا تھا۔ جن لوگوں کو قادیان اور ربوہ کے نظام حکومت کے بارہ میں علم ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ وہاں ہر کام، خواہ وہ کسی سطح پر ہو، خلیفہ جی کی اشیر باد اور اشارے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ مگر مرید سادہ بعض اوقات ''حسن ظنی'' کے چکر میں پھنس جاتا ہے اور پھر قادیانی طلسم ہوشربا کی بھول بھلیوں میں بھٹکتا رہتا ہے۔ ظفر صاحب کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ خلیفہ جی نے سیکورٹی فورس کے نچلے عملہ کو بلاواسطہ یہ حکم دیا کہ مصری صاحب کی بیٹی ''امتہ الرحمٰن'' کو اغوا کر لیا جائے۔ انہی محافظین میں سے کسی نے مولوی ظفر صاحب کو بتایا کہ: ''حضرت صاحب نے حکم دیا ہے کہ مصری صاحب کی بیٹی امتہ الرحمٰن کو اغوا کر لیا جائے۔''

مولوی صاحب موصوف کو یقین نہ آیا کہ ''ہمارے حضرت یہ کام بھی کرتے ہیں۔'' انہوں نے اپنی اس بے یقینی کا ذکر اپنے افسر مولوی فرزند علی سے کیا اور اس نے فوراً مولوی ظفر محمد کی اس ''ایمانی کمزوری'' کی رپورٹ خلیفہ جی کو پہنچا دی اور اس طرح ان کا نام ''مقربین'' کی فہرست سے کٹ گیا۔

۲...... جرم بہر حال جرم ہے۔ خواہ وہ کھلے بندوں کیا جائے یا تقدس کی جعلی رداؤں میں لپٹ کر۔ جب خلیفہ جی کے نت نئے ''معرکوں'' کا چرچا بڑھنے لگا تو مولوی ظفر صاحب نے اپنے طور پر لڑکوں اور لڑکیوں کے بیانات لے کر انہیں ایک کاپی میں محفوظ کرنا شروع کر دیا۔ ایک دن وہ کاپی دفتر میں چھوڑ آئے اور مولوی تاج دین نے یہ کاپی اٹھا کر خلیفہ جی کو پہنچا دی اور اس طرح ''خدا کے مقرر کردہ خلیفہ'' کو یقین ہو گیا کہ مولوی ظفر محمد کا ایمان بہت کمزور ہو گیا ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ اس کا منہ بند کرنے کے لئے فوراً اس کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔ کیونکہ ''چپ کا روزہ'' بعض قویٰ کی تقویت کے لئے خاصا مفید ہے۔

اب یہ بھی شبہ ہوا کہ کہیں انہوں نے کچھ ریکارڈ گھر میں نہ چھپا رکھا ہو۔ اس شک کو دور کرنے کے لئے امور عامہ کے ذریعے مولوی صاحب کے گھر میں چوری کروائی گئی اور معمولی معمولی چیزیں بھی اٹھوالی گئیں۔ انہی چیزوں میں سے مولوی صاحب کے بیٹے ناصر احمد ظفر کے بچپن کا ایک فریم شدہ فوٹو بھی ہے جو اب کچھ عرصہ ہوا مرزا ناصر احمد پاپائے سوم نے ناصر احمد ظفر کو واپس کیا ہے۔ مگر دانشمند مرید نے نہ تو اپنے والد سے دریافت کیا اور نہ مرزا ناصر احمد سے کہ: ''حضور میرا یہ بچپن کا فوٹو کس ''معجزہ'' کے نتیجے میں آپ کے گھر پہنچا ہے۔''

مولوی صدر دین امیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا بیان

مولوی صدر دین صاحب کا بیان ہے کہ: "مجھے یقینی ذرائع سے یہ علم ہو گیا تھا کہ مرزا محمود عجمی ذوق کا دلدادہ ہے۔ اس وجہ سے میں نے ہائی سکول میں مرزا محمود کا داخلہ بند کر دیا تھا۔ اور جب تک میں ٹی آئی ہائی سکول قادیان کا ہیڈ ماسٹر رہا ہوں میں نے کبھی اس کو سکول میں گھسنے نہیں دیا۔"

ڈاکٹر اللہ بخش سابق جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا بیان

ڈاکٹر صاحب نے متعدد مرتبہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ وہ مرزا محمود کو ملنے کے لئے گئے تو مرزا محمود کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ کیمیکل ایگزامنر ہونے کی وجہ سے انہوں نے فوراً ہی پتہ لگا لیا کہ یہ بو شراب کی ہے۔

عبدالعزیز نومسلم کی صاحبزادی "خلافت مآب" کے چنگل میں

عبدالعزیز نومسلم کی صاحبزادی ایک مرتبہ بدقسمتی سے "قصر خلافت" میں چلی گئیں۔ وہاں کشتہ "زد جام عشق" کی معجز نمائی سے وجود میں آنے والی "ذریت مبشرہ" پہلے ہی تاک میں بیٹھی تھی۔ مرزا محمود نے اپنے روحانی وجسمانی فیوض سے اسے مالا مال کر دیا۔ لڑکی نے ساری بپتا اپنے والد کو کہہ سنائی تو قادیانی ریاست کی خاندانی انتظامیہ حرکت میں آ گئی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ خود عبدالعزیز مذکور کی تحریر میں پڑھیے: "مجھے ایک روز ولی اللہ شاہ (سالا خلیفہ قادیان) نے اپنے دفتر میں بلایا اور کہا کہ تمہارے متعلق جو افواہ فضل کریم، عبدالکریم صاحبان نے پھیلائی ہے۔ اس کے متعلق تم ایک تحریر لکھ دو کہ وہ سراسر غلط ہے۔ میں نے بہت ٹالنے کی کوشش کی۔ مگر انہوں نے ایک مسودہ لکھ کر میرے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ دستخط کر دو۔ میں نے جواب دیا کہ میں غلط بات پر کیوں دستخط کر دوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بات تو دراصل تمہاری ٹھیک ہے مگر سلسلہ کی بدنامی ہوتی ہے۔ اس لئے تم دستخط کر دو۔ میں نے پھر جواب دیا کہ میں سچی بات سے کیسے انکار کروں اور خواہ مخواہ آپ تنگ نہ کریں ورنہ اصل حقیقت آپ کو سناؤں تو خلیفہ صاحب کی پردہ دری ہوگی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ میں کسی طرح راضی نہیں ہوتا تو دھمکانا شروع کیا کہ تمہارا وظیفہ بند ہو جائے گا اور تم قادیان سے نکالے جاؤ گے۔" (عبدالعزیز نومسلم "مباہلہ" یکم جنوری ۱۹۲۹ء ص ۲۰)

مقدسین قادیان کی سیہ کاریاں اور خفیہ عیاشیاں

''میں ہی نہیں بلکہ قادیان کی نوے فیصد آبادی مقدسین قادیان کی سیہ کاریوں اور خفیہ عیاشیوں سے آگاہ ہے۔ اس لئے میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ اخبار ''مباہلہ'' نے میری معلومات میں اضافہ کیا۔ ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں اخبار ''مباہلہ'' کے بیان کردہ واقعات کی تائید اور تصدیق کرتا ہوں۔

خاکسار پرانا قادیانی ہے اور قادیان کا ہر فرد وبشر مجھے خوب جانتا ہے۔ ہجرت کا شوق مجھے بھی دامن گیر ہوا اور میں قادیان ہجرت کر آیا۔ قادیان میں سکونت اختیار کی۔ خلیفہ قادیان کے محکمہ قضا میں بھی کچھ عرصہ کام کیا مگر دل میں آرزو آزاد روزگار کی تھی اور اخلاص مجبور کرتا تھا کہ اپنا کاروبار شروع کر کے خدمت دین بجالاؤں۔ چنانچہ خاکسار نے احمدیہ دواگھر کے نام سے ایک دواخانہ کھولا جس کے اشتہار عموماً اخبار ''الفضل'' میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو بجا ہوگا کہ قادیان کی رہائش ہی میری عقیدت زائل کرنے کا باعث ہوئی۔ ورنہ اگر میں قادیانی بھائیوں کی طرح دور دور ہی رہتا تو آج مجھے اس تجارتی کمپنی کے ایکٹروں کے سربستہ رازوں کا انکشاف نہ ہوتا یا اگر میں خاص قادیان میں اپنا مکان بنالیتا تو خلیفہ قادیان کا ملازم ہو جاتا تو بھی مجھے آج اس اعلان کی ہرگز جرأت نہ ہوتی۔ مختصراً یہ کہ آج میں اس قابل ہوں کہ اس دجالی فرقہ سے توبہ کروں۔ میری دعا ہے اور برادران اسلام سے بھی درخواست دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قادیان کے واقف حال لوگوں کو سچی گواہی دینے کی جرأت عطا فرمائے اور ان کو توفیق دے کہ وہ سچائی کے مقابلہ میں کسی تکلیف کو روک نہ سمجھیں۔''

(خاکسار شیخ مشتاق احمد ''احمدیہ دواگھر'' قادیان، اخبار ''مباہلہ'' دسمبر ۱۹۲۹ء)

بدمعاشی سے مفاہمت، مردہ خراب ہونے کے ڈر سے

حکیم عبدالوہاب صاحب بیان کرتے ہیں کہ شیخ عبدالحمید ایڈیٹر ریلوے کی بیٹی اور عبدالباری سابق ناظر بیت المال قادیان کی ہمشیرہ ثریا اور مرزا محمود کی بیٹی ناصرہ بیگم آپس میں سہیلیاں تھیں۔ ثریا ایک دن اپنی سہیلی کو ملنے ''قصر خلافت'' گئی تو رات کو وہیں سوگئی۔ مرزا محمود نے بیٹی کی موجودگی ہی میں اس سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ ثریا نے باقاعدہ مقابلہ کیا تو مرزا محمود نے بہانہ بناتے ہوئے کہا: ''مجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں سمجھا میری اہلیہ ہیں۔'' ثریا نے جواب دیا:

''سہیلیاں تو اکٹھی سو جاتی ہیں مگر وہ بیوی، جس کی باری چوتھے دن آتی ہے کس طرح یہ پسند کر سکتی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کے پاس جا کر سو جائے۔ پھر بیٹی کی موجودگی میں ایسا کرنا شرافت کی کون سی علامت تھی۔'' ثریا نے...... واپس آ کر اپنی والدہ کو تمام واقعات سے آگاہ کر دیا تو اس کے بعد ثریا کے والد شیخ عبدالحمید نے اپنی وصیت منسوخ کر دی اور قادیان آنا جانا ترک کر دیا۔ تقریباً چار سال بعد پھر آنا جانا شروع کر دیا۔ کسی نے پوچھا: ''شیخ صاحب کون سی نئی بات وقوع پذیر ہوئی ہے جو آپ نے آنا جانا شروع کر دیا ہے۔'' شیخ صاحب نے جواب دیا: ''ساری دنیا چھوڑ کر ہم یہاں آئے تھے۔ اب کہاں جائیں۔ اپنا مردہ کون خراب کرے۔ اسے لئے ظاہراً میں نے تعلقات بحال کر لئے ہیں۔''

زکوٰۃ کا حسن استعمال

عرصہ ہوا ''حقیقت پسند پارٹی'' کی طرف سے مرزا محمود کی مالی بے اعتدالیوں کے متعلق ایک حیرت انگیز ٹریکٹ شائع ہوا تھا۔ جس کے ایک لفظ کی بھی تردید کرنے کی قادیانی امت کو ہمت نہیں ہوئی۔ اس میں مرزا محمود کے اس فرمان کو بھی ہدف تنقید بنایا گیا ہے کہ زکوٰۃ براہ راست ''خلیفہ'' کے نام آنی چاہئے۔ کیونکہ یہ خاص حق خلافت ہے۔ اسی ٹریکٹ میں مرقوم ہے۔

''ہم اپنے قطعی اور یقینی علم کی بناء پر جانتے ہیں کہ خلیفہ صاحب کی بہت سی بدکاریوں کا موجب یہ طریق عمل ہوا ہے۔ وہ زکوٰۃ کے روپیہ سے ان عورتوں اور لڑکیوں کی مالی امداد کرتے ہیں۔ جن سے بدکاری کرتے اور کرواتے ہیں۔'' (خلیفہ ربوہ مرزا محمود کی مالی بے اعتدالیاں ص ۲۸)

مبلغین کو شادی کے فوراً بعد بیرون ملک بھیجنے کا فلسفہ

''اس (مرزا محمود) نے اپنے جنون زوج کی تسکین کے لئے اپنی ''عبقریت'' کو اپنی کمینگی میں غرق کر کے عصمت اور حیاء کے تصور کے استیصال کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ وہ قادیان میں اپنے پرچارکوں کو شادی کے بعد معاً دور دراز ملکوں میں بھیج دیتا تھا۔ اس طرح ان کی معلقہ بیویاں اس کے لئے کال گرلز (Call Girls) بن جاتیں۔ اس طرح یہ بھی ہوا کہ ان مظلوم عورتوں کو اپنے خاوندوں کی غیر موجودگی میں بچوں کی مائیں بننا پڑا۔ اسی طرح نائیجیریا کے ایک ''مبلغ'' اور واقف زندگی کی بیوی کو یہی سانحہ الیہ پیش آیا۔ ذرا سی لہر اٹھی مگر جہاں جنسی معصیت کا دور دورہ تھا۔ وہاں یہ الم ناک حادثہ دب کر رہ گیا۔'' (فتنہ انکار ختم نبوت ص ۴۵)

خاندان نبوت کے اتالیق کا درس عبرت حاصل کرنا

مرزا محمد حسین صاحب ۴۴ اے، آریہ نگر، سمن آباد، لاہور قادیانی امت کے خاندان نبوت کی مستورات کے اتالیق رہے ہیں۔ وہ ایک علم دوست، خلوت پسند اور کم آمیز شخص ہیں۔ مگر اس کے باوصف لاہور کے علمی وادبی حلقوں میں خاصے معروف ہیں۔ حضرت آغا شورش کاشمیری مرحوم نے اپنی کتاب ''نورتن'' میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ گاہے ماہے وہ قادیانیت سے اپنی علیحدگی کی داستان اپنے رفقاء کو سناتے رہتے ہیں۔ میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ: ''میرا بچپن غربت، جوانی، علالت اور بڑھاپا کتابوں میں گزرا ہے۔ میں قادیان میں مرزا محمود احمد کے گھر میں مستورات کا اتالیق رہا ہوں اور کسی (Closed Society) میں رہتے ہوئے وہاں کے سربراہ کی خواتین کا استاد ہونا اس معاشرے کے لحاظ سے خاصی فخر کی بات ہوتی ہے۔ اگر میں مرزا محمود احمد اور اس کے جلو میں رہنے والے افراد کی بدچلنی کے بارہ میں حق الیقین کے مقام تک نہ پہنچتا تو نہ قادیان کو چھوڑتا اور نہ قادیانیت کو ترک کرتا۔''

جب میں نے اس ایجاز واختصار کی کچھ مزید تفصیل چاہی تو وہ قدرے تامل کے بعد گویا ہوئے: ''مستورات کا استاد ہونے کی وجہ سے مجھے خلیفہ جی کی مختلف بیویوں کی باہمی چپقلش اور سوقیانہ طعنے بازی کا علم تو ہوتا رہتا تھا۔ مگر میں اسے زیادہ اہمیت نہ دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ مجھے ڈاکٹر احسان علی، مصلح الدین سعدی اور پھر نذیر ڈرائیور سے بڑے تواتر کے ساتھ یہ معلوم ہونا شروع ہوا کہ ''قصر خلافت'' میں جنسی عصیان کا ناپاک دھندہ ہوتا ہے۔ میں اپنی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے ان باتوں کو تسلیم کرنے کے لئے قطعاً تیار نہ تھا، گو حقائق اور واقعات دن بدن نکھر کر سامنے آرہے تھے۔ میں یہ سوچ کر دل کو تسلی دیتا رہا کہ ''خلیفہ صاحب'' کے اردگرد رہنے والے لوگ بدمعاش ہیں۔ مگر خود ان کے بارے میں کوئی ایسی بات میرے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھی۔ آخر، میں نے اس امر کا ارادہ کرلیا کہ ان افراد میں سے کسی کو اعتماد میں لوں اور پھر خلیفہ صاحب کو ان لوگوں کی خباثتوں سے مکمل طور پر آگاہ کردوں تاکہ اس ذہنی خلجان سے نجات پاؤں، جس سے میں گزر رہا تھا۔ میں نے اپنے اس ارادہ کا مصلح الدین سعدی سے ذکر کیا تو اس نے کہا پہلے حضرت صاحب سے اجازت لے لیں۔ بعد ازاں مجھے بتایا گیا کہ حضرت صاحب تمہارے متعلق سن کر حیران تو ہوئے۔ مگر اب انہوں نے اجازت دے دی ہے۔ میں اس وقت بھی اس یقین سے معمور تھا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ تھوڑے وقفے کے بعد جب مجھے کوکین والا پان لاکر دیا گیا اور ساتھ

ہی یہ ہدایت نامہ بھی کہ مریم کے پاس مت جانا، اسے مطمئن کرنا تمہارے لئے ممکن نہ ہوگا۔ تقی کے پاس جانا، وہ تمہاری شاگرد ہے اور شاگرد ویسے بھی استاد سے دبتا ہے۔ اس لئے تم اس سے خوب نپٹ لوگے۔ اسی دوران مجھے نذیر ڈرائیور سے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ مرزا محمود بہت خوش ہے کہ میں بھی زیرِ دام آ گیا ہوں اور اس نے کہا یہ اب پھنسا ہے۔

گو اب میرا یقین تو ڈانواں ڈول ہو رہا تھا۔ لیکن پھر بھی میں نے اتمامِ حجت کی خاطر مزید آگے جانے کا تہیہ کر لیا اور مصلح الدین سعدی کی معیت میں کمرۂ خاص کی طرف روانہ ہوا۔ میرا ''راہبر'' بھی سوچ رہا ہوگا۔

کارواں غولانِ صحرائی کو رہبر مان کر
ہو چکا گمراہ گمراہی کو منزل جان کر

ابھی کچھ زینے باقی تھے کہ میرے گائیڈ نے مجھے کہا کہ حضرت صاحب کو کچھ لوگ ملنے آ گئے ہیں۔ تھوڑی دیر ٹھہر جائیں۔ اتنا کہہ کر وہ اوپر چلا گیا اور میں ڈاکٹر حشمت اللہ کے کمرہ میں بیٹھ گیا۔ قریباً نصف گھنٹے کے بعد مصلح الدین سعدی واپس لوٹا تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اس نے آتے ہی مجھ سے کہا ماسٹر صاحب آپ اس سلسلہ میں اور لوگوں سے بھی باتیں کرتے رہے ہیں۔ اب انجام کے لئے تیار ہو جائیں۔''

تب یہ عقدہ کھلا کہ اس خلوت کدہ میں جانے کے لئے ایک ہی Source استعمال ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مختلف ذرائع استعمال کرنے سے راز کھل جانے کا اندیشہ بھی تھا اور یہ فکر بھی کہ یہ لوگ کہیں اس عشرت کدے سے باہر بھی اپنا تعلق قائم نہ کر لیں۔

اس کے ساتھ ہی ''واقفانِ سرِّ خلافت'' کی گفتگو میں سرد مہری اور تہدید غالب آ گئی۔ ہسپتال میں مرزا محمود کے حکم پر میری پٹی، بند کر دی گئی تاکہ میں T.B.of The Spine سے صحت یاب نہ ہوں اور مر جاؤں اور اس راز کو افشا نہ کر سکوں۔ اس طرح مجھے مرزا محمود کو اس کے ''حواریوں'' کی بدمعاشی سے آگاہ کرنے کی حسرت ہی رہی۔ البتہ خود مذہب کے پردہ میں ہونے والی جنسی یورشوں اور ان میں مرزا محمود اور اس کے خاندان اور ساتھیوں کے ملوث ہونے کا ایسا قطعی علم ہوا کہ میرے لئے اس فضا میں رہنا دوبھر ہو گیا۔ واپس گھر آیا تو دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ اعتقادات کی عمارتیں زمین بوس ہو چکی تھیں۔ جس شخص کے لئے مسلسل پانچ سال تک تہجد میں دعائیں کرتا رہا۔ اسے فداہ ابی وامی کہتا رہا وہ اس قدر بدکردار نکلا کہ اس کا مثیل تلاش کرنے نکلیں تو صدیوں بھٹکتے رہیں۔ اس بے قراری، بے چینی، بے کلی اور اضطراب کے عالم میں

لیٹا تو خوفناک بخار نے آلیا۔ ساری رات انگاروں پر جلتے ہوئے کاٹی۔ صبح ہوش آیا تو دیکھا کہ سر کے سارے بال ایک ہی رات میں جھڑ چکے تھے۔ اب میں دہریت کے بدترین ریلے کی زد میں تھا۔ میں نے قرآن پاک کو اٹھا کر گندگی میں پھینک دیا۔ (استغفر اللہ) چند دن یہی حالت رہی۔ مگر پھر اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی اور مجھے اس دوسری گمراہی سے بھی نکالا اور میں نے دوبارہ نمازیں شروع کر دیں۔

اس کے کچھ عرصہ بعد کمالیہ میں ایک ماہر طبیب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے بالکل "فارغ البال" دیکھ کر کہا: "اس عمر میں بالوں کی جڑیں تو رہتی ہیں۔ آپ کے بالوں کی تو جڑیں ہی جل چکی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے آپ کو کوئی شدید صدمہ پہنچا ہے۔ اس پر میں نے اس واقعہ کا مختصر ذکر کیا تو وہ کہنے لگے۔ مرزا صاحب خدا کا شکر ادا کریں کہ آپ پر اس Shock کا سب سے ہلکا اثر ہوا ہے۔ کیونکہ اکثر اوقات ایسے مواقع پر فالج ہو جاتا ہے یا دانت گر جاتے ہیں اور کمترین اثر یہ ہوتا ہے کہ بال گر جاتے ہیں۔"

شاید اسی شدید صدمہ کا اثر ہے کہ وہ آج بھی زندگی کے معبد میں ایک راہب کی طرح حیات مستعار کے دن پورے کر رہے ہیں۔

عبدالرب خاں صاحب برہم کی جرأت رندانہ

خان عبدالرب خاں صاحب برہم صدر انجمن کے دفتر بیت المال میں کام کرتے تھے۔ آپ نے ایک مخلص قادیانی دوست کو مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کی نجی زندگی کے واقعات سنائے۔ اس پر اس "مخلص" قادیانی دوست نے مرزا محمود احمد کو لکھ بھیجا کہ خاں صاحب موصوف نے آپ کی بدچلنی کے واقعات سنا کر مجھے محو حیرت کر دیا ہے اور دلائل بھی ایسے دیئے ہیں جو میرے دل ودماغ پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ اس شکایت کے چند گھنٹے بعد مرزا بشیر احمد ایم۔اے المعروف "قمر الانبیاء" نے خان صاحب موصوف کو بلا کر سمجھایا کہ اگر حضور کچھ باتیں دریافت کریں تو اس سے لاعلمی کا اظہار کر دینا۔ آپ خاموش ہو گئے۔ مرزا بشیر احمد صاحب کے دل میں خیال آیا۔ بس اب کام بن گیا۔

اس کے ایک آدھ گھنٹہ بعد برہم صاحب کو "قصر خلافت" میں مرزا محمود احمد نے بلایا۔ جب آپ وہاں گئے تو وہ مخلص احمدی دوست بھی موجود تھا اور خان صاحب موصوف کے والد محترم بھی وہیں تھے اور دو تین تنخواہ دار ایجنٹ بھی تھے اور سب کو اکٹھے کرنے کا مطلب یہ تھا تاکہ رعب

ڈال کر حق کو بدلا جا سکے۔ خلیفہ صاحب نے جب خان صاحب موصوف سے دریافت کیا تو اس بے خوف مجاہد نے کہا جو کچھ میں نے آپ کی بد چلنی کے متعلق ان صاحب سے کہا وہ حرف بحرف درست ہے۔ آخر جب کام نہ بنا تو کھڑے ہو کر خلیفہ صاحب نے احسان گنوانے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی یہ کہا کہ تم نے میری ہمشیرہ کا دودھ پیا ہوا ہے۔ خان صاحب موصوف نے کہا، یہ درست ہے۔ لیکن یہ حق کا معاملہ ہے۔ دنیاداری کے مقابلہ میں حق مقدم ہے اور اس حق کے لئے ہی اس جماعت میں شامل تھے۔ خان صاحب موصوف نے ملاقات کے فوراً بعد دلیرانہ اقدام یہ کیا کہ "قصر خلافت" سے آ کر از خود بیعت سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ آپ نے ایک کتاب "بلائے دمشق" بھی لکھی ہے۔ خان صاحب کا حلفیہ بیان درج ذیل ہے: "میں شرعی طور پر پورا پورا اطمینان حاصل کرنے کے بعد خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہ کہتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب یعنی مرزا محمود احمد کا چال چلن نہایت خراب ہے۔ اگر وہ مباہلہ کے لئے آمادگی کا اظہار کریں تو میں خدا کے فضل سے ان کے مد مقابل مباہلہ کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔"

(عبدالرب خاں برہم، فیصل آباد)

ایک مضطرب مرید کی چٹھی عیار پیر کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

باادب گزارش ہے کہ ایک عرصہ سے بعض باتوں کے متعلق حضور کی خدمت عالیہ میں عرض کرنا چاہتا تھا۔ لیکن بعض مصروفیتوں کی وجہ سے حضور سے عرض نہ کر سکا۔ اب مورخہ ۱۹؍اکتوبر ۱۹۳۸ء خاکسار کو تبلیغ کا موقع ملا۔ جب خاکسار نے بعض لوگوں کو تبلیغ کی، تو انہوں نے میری گفتگو کو روک کر کہا۔ کیا تم لوگ ہم سیدھے سادے مسلمانوں کو ورغلا کر ایسے شخص کا مرید بنانا چاہتے ہو جو کہ بدچلن اور زانی ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) جس کی بدچلنی کے متعلق اس کے مرید بھی شور مچا رہے ہیں۔ جب تک تم اپنے خلیفہ کی پوزیشن صاف نہ کرو، اس وقت تک آپ لوگوں کو قطعاً حق حاصل نہیں کہ ہم مسلمانوں کو آ کر پھسلانے کی کوشش کرو۔ سیدی، میں نے ان گندے الزامات کو غلط اور جھوٹا ثابت کرنے کی اپنی لیاقت کے مطابق از حد کوشش کی۔ لیکن وہ بھی

اعتراض کرتے رہے کہ اگر یہ الزامات جھوٹے بھی ہیں تو آپ کے خلیفہ کو اپنی طرف سے پوری طرح پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔اب تمہارا تبلیغ کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں ہے۔اس قسم کے واقعات کئی بار سامنے آتے رہے ہیں اور دشمن کے پاس اس وقت حربہ ہی یہی ہے جو کہ تبلیغ کے لئے یقیناً رکاوٹوں کا موجب ہے اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے لائے ہوئے نور کو اس طریق سے مدھم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

ان حالات میں حضور پرنور جس طریق سے مناسب خیال فرمائیں۔میرے نزدیک بھی ضروری ہے کہ کوئی تسلی بخش علاج تجویز فرمائیں کہ جس سے حضور والا کی پوزیشن ایسی صاف ہو کہ دشمن کے حربہ کا پورے طور پر انسداد ہو جائے اور آئندہ حضور کی ذات والاصفات پر ایسے الزامات لگانے کی کسی حریف سلسلہ کو جرأت نہ ہو۔

میرے پیارے آقا اس قسم کے الزامات کا سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے۔چنانچہ عبدالعزیز نومسلم کی لڑکی کا واقعہ،مستریوں کی لڑکی اور لڑکے کا گندا چھالنا۔پھر زینب اور حلیمہ کا واقعہ پھر والدہ عبدالسلام کا واقعہ،اسی طرح محمودہ اور عائشہ کا واقعہ اور اسی قسم کے اور کئی واقعات جو حضور سے پوشیدہ نہیں ہیں اور وقتاً فوقتاً حضور کو بدنام کرنے کے لئے الزام لگائے جارہے ہیں۔اب اس قسم کے الزام حد سے تجاوز کر رہے ہیں۔اس کے متعلق حضور نے ۶ راگست ۱۹۳۷ء کے خطبے میں بھی ذکر فرمایا تھا۔

تو بدیں حالات میرے آقا،از حد ضروری ہے کہ حضور سنت نبویؐ کے مطابق کوئی ایسا طریق اختیار فرمائیں کہ جس سے مخالف کا ہمیشہ کے لئے منہ بند ہو جائے یا ہمیں کم از کم وہ ہتھیار مل جائے جس سے دشمن کو لاجواب کیا جاسکے۔

مثلاً حضرت مسیح موعود (قادیانی) کی کتب سے معلوم ہوا ہے کہ حضور نے دشمن کے چھوٹے سے چھوٹے الزام کا بھی عقلی و نقلی،غرضیکہ ہر طریق سے دندان شکن جواب دیا ہے اور پھر وہ جواب بھی ایسا کہ دشمن کی نسلوں تک سے اس کا جواب نہ بن سکا۔

باقی رہا یہ سوال کہ ہمارے علماء چار گواہوں کی شرط پیش کرتے ہیں۔ہمارے مخالف کے پاس تو بیسیوں گواہ پیش کرنے کا دعویٰ ہے۔پس اس قسم کے دلائل عوام الناس کے لئے بجائے تسلی کے ٹھوکر کا موجب بن رہے ہیں۔ان حالات کو پیش کر کے عاجز،حضور والا سے قوی امید رکھتا ہے کہ حضور نہ صرف جماعت کی تسلی و تشفی کے لئے بلکہ دیگر بندگان خدا کی ہدایت کے لئے بھی،جو کہ محض اس قسم کے وساوس کی وجہ سے احمدیت جیسی صداقت سے محروم ہو رہے ہیں۔ان

الزامات سے اپنی ذات بابرکات کو پاک وصاف کر کے عنداللہ ماجور ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حضور کا حافظ وناصر اور دشمنوں کے ہر شر سے محفوظ رکھے۔ آمین! والسلام، فقط آداب!

خاکسار: خادم عبدالرحیم مہاجر

مستورات کی چھاتیوں پر خفیہ دستاویزات

''جب اس شاطر سیاست کے خفیہ اڈوں پر حکومت چھاپہ مارتی تھی تو یہ اسلحہ اور کاغذات کمال ہوشیاری سے زیر زمین دفن کر دیتا تھا۔ قادیان کی سرزمین میں فسادات کے موقع پر احمدی نوجوانوں اور سابق فوجیوں کے ہاتھوں جو ماڈرن اسلحہ مہیا کیا اور ان کی فوجی گاڑیاں حرکت میں آئیں تو اس پر حکومت کی جانب سے یکدم چھاپہ پڑا۔ جس کی اطلاع قبل از وقت خلیفہ کو نہ ہوسکی۔ کیونکہ وہاں احمدی سی۔ آئی۔ ڈی ناکام رہی۔ لیکن خلیفہ کی اپنی اہرمنی فراست ان کے کام آئی۔ کیونکہ جب پولیس سر پر آ گئی تو اس ''مقدس پاکباز مسلم مصلح دوراں'' نے اپنی مستورات کی چھاتیوں پر خفیہ دستاویزات باندھ کر کوٹھی دارالسلام (قادیان) بھجوا دیں اور قادیانی فوجیوں نے فوراً اسلحہ زیر زمین کر دیا۔''

مخدرات میدان معصیت میں

''طویل مشاہدے کے بعد یقین ہوا اور پیر پرستی کے برگ حشیش کا اثر زائل ہوا۔ لیکن سارا ماجرا بیان کرنے کی استعداد مفقود ہوگئی۔ چونکہ سیاہ کاریاں محیر العقول تھیں۔ اس لئے ان کی نوعیت اس سیاہ کار کے لئے مدافعت بن گئی۔ کون مان سکتا کہ اس نے محرم اور غیر محرم کی تمیز کو روند کر رکھ دیا تھا اور اس کے لئے وہ اپنی جہنمی محفل میں کہا کرتا تھا کہ: ''آدم کی اولاد کی افزائش ہی اس طرح ہوئی ہے کہ کوئی مقدس سے مقدس رشتہ مجامعت میں حائل نہیں ہوسکتا۔'' العیاذ باللہ!

جیسا کہ اس تالیف میں ایک جگہ محمد یوسف ناز کا بیان نقل ہوا ہے۔ وہ اپنی مخدرات کو میدان معصیت میں پیش کرتا اور اس کے تربیت یافتگان ان سے حظ اندوز ہوتے اور خود اس روح فرسا منظر کا تماشا کر کے ابلیسی لذت محسوس کرتے۔''

خلوت سیئہ کے وقت کلام الٰہی کی توہین

''مبینہ طور پر خلوت سیئہ (خلوت صحیحہ ناقل) کے وقت قرآن کریم کو پاس رکھنے والا بھی خدا کی گرفت سے بچ جائے تو اللہ تعالیٰ کے عظیم صبر بخشنے کے بعد ہی اس کی سیاہ کاریوں کے

وسیع وعریض رقبے کو جاننے والا اپنے ایمان کی دولت کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ جب یہ شخص اپنے باپ کو بھی نہیں بخشتا تو یہ کیا نہ کرتا ہوگا۔"

مؤلف "فتنہ افکار ختم نبوت" سے ان الفاظ کی وضاحت چاہی گئی تو انہوں نے کہا کہ:

"مصلح الدین سعدی نے مؤکد بعذاب قسم کھا کر مجھے بتایا کہ ایک دن، میں مرزا محمود کی ہدایت پر ایک لڑکی کے ساتھ داد عیش دے رہا تھا کہ وہ آیا۔ اس نے لڑکی کے سرینوں کے نیچے سے قرآن پاک نکالا۔" (استغفراللہ)

آخری فقرہ کے بارہ میں ان کا کہنا ہے کہ مولوی فضل دین صاحب نے انہیں بتایا کہ انہیں ان کے بڑے بھائی مولوی علی محمد صاحب اجمیری نے بتایا تھا کہ مرزا محمود اپنی محفل خاص میں کہا کرتا تھا کہ "حضرت مسیح موعود" بھی یہی کام کرتے تھے۔

تین سہیلیاں تین کہانیاں

قادیان اور ربوہ میں بے شمار ایسی کہانیاں جنم لیتی ہیں جو مجبور مریدوں کی ارادت اور قادیانی گستاپو کے تشدد کے باعث ہمیشہ کے لئے دفن ہو جاتی ہیں اور اس ریاست اندر ریاست کو مذہب کے لبادے میں ہر شرمناک کاروائی کرنے کی کھلی چھٹی مل جاتی ہے اور حکومت کا قانون، عاجز اور بے بس ہی نہیں، لاوارث اور یتیم ہو جاتا ہے۔ انہی کہانیوں میں سے ایک کہانی غلام رسول پٹھان کی بیٹی کلثوم کی ہے۔ جس کی نعش تالاب میں پائی گئی۔ اس لڑکی کلثوم کی سہیلی عابدہ بنت ابوالہاشم خاں بنگالی کو شکار کے بہانے باہر لے جایا گیا اور تر کی ضلع جہلم میں "اتفاقیہ" گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ تیسری سہیلی امت الحفیظ صاحبہ بنت چوہدری غلام حسین صاحب ابھی بقید حیات ہیں۔ اگر وہ اپنی دو سہیلیوں کے "اتفاقیہ" قتل پر روشنی ڈال سکیں تو تاریخ میں ان کا نام سنہرے حروف سے لکھا جائے گا اور اس طرح مرزا محمود احمد کی کرامات میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔

"مصلح موعود" کی کہانی حکیم عبدالوہاب کی زبانی

حکیم عبدالوہاب عمر قادیانی امت کے خلیفہ اوّل مولانا نورالدین کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا بچپن اور جوانی قصر خلافت کے در و دیوار کے سائے میں گزری ہے اور اس آسیب کا سایہ جس پر بھی پڑا ہے اس نے مشاہدہ پر اکتفاء کم ہی کیا ہے۔ وہ حق الیقین کے تجربے سے گزرا ہے۔ یہی حال حکیم صاحب کا ہے۔ اگرچہ اس مرتبہ میں متعدد دوسرے افراد بھی ان کے شریک ہیں۔ لیکن انہیں یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اپنی داستان بھی بغیر کسی لاگ لپٹ کے کہہ سناتے ہیں اور

اپنے اوپر قادیانیوں کے معروف طریق کے مطابق تقدس کی جعلی ردا نہیں اوڑھتے اور اگر اس اظہار حقیقت میں ان کا کوئی عزیز زد میں آجائے تو وہ اسے بچانے کی بھی زیادہ جدوجہد نہیں کرتے۔ عموماً وہ اپنی آپ بیتی حکایت عن الغیر کے طرز پر سناتے ہیں اور گو ان روایات کے مندرجات بتا دیتے ہیں کہ ان کا مرکزی کردار وہ خود ہی ہیں۔ لیکن اگر کوئی پیچھے پڑ کر کریدنا ہی چاہے کہ یہ نوجوان کون تھا تو وہ بتا دیتے ہیں کہ یہ میں ہی تھا۔ انہوں نے بتایا:

۱...... ''۱۹۲۴ء میں مرزا محمود بغرض سیر و تفریح کشمیر تشریف لے گئے۔ دریائے جہلم میں تیراکی میں مصروف تھے کہ مرزا محمود نے غوطہ لگا کر ایک سولہ سالہ نوجوان کے ''منارۂ وجود'' کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے تو ان کے دواخانہ کے انچارج جناب اکرم بٹ نے پوچھا۔ آپ کو کیسے پتہ چلا؟ تو وہ بولے یہ میں ہی تھا۔''

۲...... قصر خلافت قادیان کے گول کمرہ سے ملحق ایک اور کمرہ ہے۔ مرزا محمود احمد نے ایک نوجوان سے کہا: اندر ایک لڑکی ہے، جاؤ اس سے دل بہلاؤ۔ وہ اندر گیا اور اس کے سینے کے اہراموں سے کھیلنا چاہا۔ اس لڑکی نے مزاحمت کی اور وہ نوجوان بے نیل مرام واپس لوٹ آیا۔ مرزا محمود نے اس نوجوان کو کہا: تم بڑے وحشی ہو۔ جواباً کہا گیا کہ اگر جسم کے ان ابھاروں کو نہ چھیڑا جائے تو مزہ کیا خاک ہوگا۔ مرزا محمود نے کہا: لڑکی کی اس مدافعت کا سبب یہ ہے کہ وہ ڈرتی ہے کہ: ''اس طرح کہیں اس نشیب و فراز کا تناسب نہ بدل جائے۔''

۳...... ''ایک دفعہ آپ کی بیگم مریم نے اس نوجوان کو خط لکھا کہ فلاں وقت مبارک عبادت گاہ (قادیان) کی چھت سے ملحقہ کمرہ کے پاس آ کر دروازہ کھٹکھٹانا تو میں تمہیں اندر بلاؤں گی۔ دروازہ کھلا تو اس نوجوان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب اس نے دیکھا کہ بیگم صاحبہ ریشم میں ملبوس سولہ سنگھار کئے موجود تھیں۔ اس نوجوان نے کبھی کوئی عورت نہ دیکھی تھی۔ چہ جائیکہ ایسی خوبصورت عورت۔ وہ مبہوت ہو گیا۔ اس نوجوان نے کہا کہ حضور اجازت ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ایسی باتیں پوچھ کر کی جاتی ہیں۔ اس وقت نوجوان نے کچھ نہ کیا۔ کیونکہ اس کے جذبات مشتعل ہو چکے تھے۔ اس نے سوچا کہ ''گرو جی کچھبرے ہی میں نہال ہو جائیں گے۔'' اس لئے اس وقت کنارہ کرنا ہی بہتر ہے۔ بیگم صاحبہ موصوفہ نے اس خط کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ جو اس نوجوان کو لکھا تھا۔ اس نوجوان نے جواب دیا کہ میں نے اس کو تلف کر دیا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد مرزا محمود احمد کے پرائیویٹ سیکرٹری میاں محمد یوسف صاحب اس نوجوان کے پاس آئے، کہا: میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس حضور کی بیویوں کے خطوط ہیں اور آپ اس کو چھاپنا چاہتے ہیں۔ اس

نوجوان نے جواب دیا۔ بہت افسوس ہے کہ آپ کو اپنی بیوی پر اعتماد ہوگا اور مجھے بھی اپنی بیوی پر اعتماد ہے۔ اگر کسی پر اعتماد نہیں تو وہ حضور کی بیویاں ہیں۔"

۴...... "مرزا محمود احمد نے اپنی ایک صاحبزادی کو رشد و بلوغت تک پہنچنے سے پیشتر ہی اپنی ہوس رانی کا نشانہ بنا ڈالا۔ وہ بے چاری بے ہوش ہو گئی۔ جس پر اس کی ماں نے کہا: اتنی جلدی کیا تھی، ایک دو سال ٹھہر جاتے۔ یہ کہیں بھاگی جارہی تھی یا تمہارے پاس کوئی اور عورت نہ تھی۔"

دواخانہ نور الدین کے انچارج جناب اکرم بٹ کا کہنا ہے کہ میں نے حکیم صاحب سے پوچھا یہ صاحبزادی کون تھی؟ تو انہوں نے بتایا: "امتہ الرشید"

نوٹ...... اس روایت کی مزید وضاحت کے لئے صالح نور کا بیان غور سے پڑھیں جو اسی کتاب میں درج کیا جارہا ہے۔ ملک عزیز الرحمٰن صاحب بحوالہ ڈاکٹر نذیر ریاض اور یوسف ناز بیان کرتے ہیں کہ جنسی بے راہروی کے ان مظاہر پر جب مرزا محمود سے پوچھا جاتا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو وہ کہتا لوگ بڑے احمق ہیں۔ ایک باغ لگاتے ہیں۔ اس کی آبیاری کرتے ہیں جب وہ پروان چڑھتا ہے اور اسے پھل لگتے ہیں تو کہتے ہیں: "اسے دوسرا ہی توڑے اور دوسرا ہی کھائے۔"

ربوہ کی معاشی نبوت کا عظیم فراڈ

حکومت کے خلوت خانہ خیال کی نذر

صدر انجمن احمدیہ قادیان ایک رجسٹرڈ باڈی ہے۔ تقسیم ملک سے قبل اس انجمن کی جائیداد ملک کے مختلف حصوں میں بھی تقسیم کے بعد ناصر آباد، محمود آباد، شریف آباد، کریم نگر فارم، تھرپارکر سندھ کی زمینیں پاکستان میں آ گئیں تو مرزا محمود نے ربوہ میں ایک ڈمی انجمن "ظلی صدر انجمن احمدیہ" قائم کی اور چوہدری عبداللہ خاں برادر چوہدری ظفر اللہ خان ایسے قادیانیوں کے ذریعے یہ زمین اپنے صاحبزادوں اور انجمن کے نام منتقل کرا لی اور مقصد پورا ہو جانے کے بعد یہ ظلی صدر انجمن، مرزا غلام احمد کی ظلی نبوت کی طرح اصلی بن گئی اور صدر انجمن احمدیہ قادیان نے وہاں کی تمام جائیداد بھارتی حکومت سے واگذار کروالی اور اسی مقصد کے حصول کے لئے موجودہ خلیفہ مرزا ناصر احمد کے ایک بھائی مرزا وسیم احمد کو وہاں ٹھہرایا گیا۔ جو آج بھی وہیں مقیم ہے۔

۲...... جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے قادیان میں سکنی زمین، صدر انجمن احمدیہ لوگوں کو فروخت کرتی تھی مگر وہ خریداروں کے نام رجسٹریشن ایکٹ کے ماتحت رجسٹر نہیں کروائی جاتی تھی۔ جیسا

کہ ربوہ میں ہوتا ہے۔ اس طرح سرکاری کاغذات میں زمین اصل مالکان کے نام ہی رہتی ہے۔ حالانکہ وہ اسے فروخت کر کے لاکھوں روپیہ ہضم کر چکے ہوتے ہیں۔ اس عیاری پر پردہ ڈالنے کے لئے خلیفہ ربوہ نے مہاجرین قادیان کو چکمہ دے کر کہ قادیان "خدا کے رسول کا تخت گاہ" ہے۔ (نعوذ باللہ) اور انہیں اس بستی میں واپس جانا ہے۔ انہیں قادیان کے مکانوں کا کلیم داخل کرنے سے منع کر دیا اور خود چار کروڑ روپے کا بوگس کلیم داخل کر دیا۔ اب اگر مرید بھی کلیم داخل کر دیتے تو حکومت اور مریدوں سے دہرے فراڈ کی قلعی کھل سکتی تھی۔ اس لئے مریدوں کو کلیم داخل کرنے سے منع کر دیا گیا۔ مگر بہت سے شاطر مرید اس عیاری کو سمجھ گئے اور انہوں نے خود بھی بے پناہ بوگس کلیم داخل کئے اور پھر قادیانی اثر ورسوخ سے منظور کروائے۔

اگر حکومت صرف قادیانیوں کی پاکستان میں جعلی اور بوگس الاٹمنٹوں کی تحقیقات کروائے تو کروڑوں روپے کے فراڈ کا پتہ لگ سکتا ہے اور مؤلف کتاب ہذا بعض جعلی کلیموں کے نمبر تک حکومت کو مہیا کرنے کا پابند ہے۔

۳...... ربوہ کی زمین صدر انجمن احمدیہ کو کراؤن لینڈ ایکٹ کے تحت علامتی قیمت پر دی گئی تھی۔ مرزا محمود نے یہاں بھی قادیان والا کھیل دوبارہ کھیلا اور ٹوکن پرائس پر حاصل کردہ اس زمین کو ہزاروں روپیہ مرلہ کے حساب سے مریدوں کے نام فروخت کیا۔ مگر رجسٹریشن ایکٹ کے ماتحت سب لیز ہولڈرز کے نام زمین منتقل نہ ہونے دی۔ اس طرح مریدوں کا لاکھوں روپیہ بھی جیب میں ڈالا اور گورنمنٹ کے لاکھوں روپیہ کے ٹیکس بھی ہضم کئے گئے۔ مریدوں پر الٹا رعب بھی قائم رہا کہ وہ زمین خریدنے کے باوجود مالکانہ حقوق سے محروم رہے اور یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی نے خاندان نبوت کی عیاشیوں اور بدمعاشیوں کے متعلق آواز بلند کی، اسے اپنی ریاست سے باہر نکال دیا اور قبائلی نظام کے مطابق اس کا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ اب جو مرید ایک نبی کے انکار کی وجہ سے ساری ملت اسلامیہ کو کافر قرار دے کر علیحدہ ہوئے ہیں۔ وہ اپنی مخصوص Conditioning اور لایعنی علم الکلام کی وجہ سے واپس امت مسلمہ کے سمندر میں تو نہیں آسکتے۔ وہ اسی گندے اور متعفن جوہڑ میں رہنے پر مجبور ہیں۔ اس لئے ایسے مریدوں سے سچائی کی توقع عبث ہے۔

۴...... الف...... ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کے سلسلہ میں سب سے پہلا اور اہم قدم یہ ہے کہ ربوہ کی لیز فوراً ختم کی جائے۔

ب...... ربوہ کو چنیوٹ کے ساتھ شامل کر کے سرکاری دفاتر ربوہ کے اندر منتقل کئے جائیں اور اندرون شہر خالی پڑی ہوئی زمین پر فوراً سرکاری عمارات تعمیر کی جائیں۔ ربوہ میں چند کارخانے قائم کئے جائیں اور اردگرد کے لوگوں کو وہاں معاش کی سہولتیں مہیا کی جائیں تا کہ قادیانی یلغار اور لالچ کا ہدف نہ بن سکیں۔

۵...... ربوہ کے تمام تعلیمی اداروں سے قادیانی اساتذہ کو فوراً تبدیل کر دیا جائے تا کہ وہ مسلمان طلبہ کو کفر کی تعلیم دینے کی ناپاک جسارت نہ کر سکیں۔

۶...... ربوہ میں بڑا تھانہ قائم کیا جائے اور اس کی عمارت گول بازار کے سامنے ٹیلی فون ایکسچینج کے ساتھ تعمیر کی جائے۔

۷...... خدام الاحمدیہ اور دوسری نیم عسکری تنظیموں کو توڑ دیا جائے اور نظارت امور عامہ (شعبہ احتساب) کو ختم کر کے ربوہ کا نام تبدیل کر کے چک ڈھگیاں اسکا پہلا نام رکھ دیا جائے تا کہ قادیانی اپنی دجالیت نہ پھیلا سکیں۔ اگر مندرجہ بالا امور پر عمل نہ کیا گیا تو ربوہ کبھی کھلا شہر نہ بن سکے گا۔ وہاں قادیان سے بدتر غنڈہ گردی ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ کیونکہ قادیان میں تو پھر کچھ آبادی ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کی تھی۔ مگر یہاں تو انگریز کی معنوی ذریت کے علاوہ اور کوئی ہے ہی نہیں۔

۸...... قادیانی ڈاکٹروں، مسلح افواج میں قادیانی افسروں اور سرکاری محکموں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز قادیانیوں کے سالانہ اجلاس، ربوہ کے سالانہ میلے پر منعقد ہوتے ہیں۔ جہاں خلیفہ کو حکومت کے راز منتقل ہوتے ہیں اور ملک کی معیشت پر قادیانی گرفت کو مضبوط کرنے کے پروگرام بنتے ہیں۔ اس لئے تمام اعلیٰ عہدوں پر فائز قادیانیوں کی چھٹی ضروری ہے تا کہ وہ اپنی اسلام دشمن اور ملک دشمن ذہنی ساخت کے باعث ملک وقوم کو مزید نقصان نہ پہنچا ئیں۔

جناب صلاح الدین ناصر کا ازالہ اوہام

جناب صلاح الدین ناصر ایک نہایت معزز فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے والد خان بہادر ابوالہاشم بنگال میں ڈپٹی ڈائریکٹر مدارس تھے۔ ناصر صاحب پارٹیشن کے بعد پاکستان آگئے۔ کچھ دیر ربوہ میں بھی مقیم رہے۔ لیکن جب ان کو خلیفہ جی کی عدیم المثال، جنسی بے راہ روی کا یقینی علم حاصل ہو گیا تو وہ رات کی تاریکی میں والدہ اور ہمشیرگان کو ساتھ لے کر لاہور آگئے۔ وہ مرزا محمود کی ننگ انسانیت حرکتوں کو بیان کرتے ہوئے کبھی مداہنت سے کام نہیں لیتے۔ جب ان

کی قادیانیت سے علیحدگی کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو کہنے لگے: "بھئی ہماری قادیانیت سے علیحدگی، لائبریری کے کسی اختلاف کا نتیجہ نہیں، ہم نے تو لیبارٹری میں ٹیسٹ کر کے دیکھا ہے کہ اس مذہبی انڈسٹری میں دین نام کی کوئی چیز نہیں۔ ہوس اور بوالہوس دو لفظوں کو اکٹھا کر دیں تو قادیانیت وجود میں آجاتی ہے۔"

اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے تو میں نے کہا، جناب اس اجمال سے تو کام نہ چلے گا۔ کچھ بتائیں شاید کسی قادیانی کو ہدایت نصیب ہو جائے تو فرمانے لگے: "یوں تو مرزا محمود یعنی "مودے" کی بے راہروی کے واقعات طفولیت ہی سے میرے کانوں میں پڑنا شروع ہو گئے تھے اور ہماری ہمشیرہ عابدہ بیگم کا ڈرامائی قتل بھی ان مذہبی سمگلروں کی بدفطرتی اور بدمعاشی کو Expose کرنے کے لئے کافی تھا۔ مگر ہم حالات کی آہنی گرفت میں اس طرح پھنس چکے تھے کہ ان زنجیروں کو توڑنے کے لئے کسی بہت بڑے دھکے کی ضرورت تھی اور جب دھکا بھی لگ گیا تو پھر عقیدت کے طوق و سلاسل اس طرح ٹوٹتے چلے گئے کہ خود مجھے ان کی کمزوری پر حیرت ہوتی تھی۔"

میں نے ہمت کر کے پوچھ لیا۔ جناب وہ دھکا تھا کیا؟ یہ سن کر ان کی آنکھوں میں نمی سی آگئی۔ ماضی کے کسی دل دوز واقعہ نے انہیں چرکے لگانے شروع کر دیئے تھے۔ چند سیکنڈ کے بعد کہنے لگے: "تقسیم برصغیر کے بعد ہم رتن باغ لاہور میں مقیم تھے۔ جمعہ پڑھنے کے لئے گئے تو مرزا محمود نے اعلان کیا کہ جمعہ کے بعد صلاح الدین ناصر مجھے ضرور ملیں۔ جمعہ ختم ہوا تو لوگ مجھے مبارکباد دینے لگے کہ "حضرت صاحب نے تمہیں یاد فرمایا ہے۔" میں نے خیال کیا شاید کوئی کام ہوگا۔ اس لئے میں جلد ہی اس کمرہ کی طرف گیا۔ جہاں اس دور کا شیطان مجسم مقیم تھا۔ میں کمرہ میں داخل ہوا تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ مرزا محمود پر شیطنت سوار تھی۔ اس نے مجھے اپنی "ہومیوپیتھی" کا معمول بنانا چاہا۔ میں نے بڑھ کر اس کی داڑھی پکڑ لی اور گالی دے کر کہا: "اگر مجھے یہی کام کرنا ہے تو اپنے کسی ہم عمر سے کر لوں گا۔ تمہیں شرم نہیں آتی، اگر جماعت کو پتہ لگ گیا تو تم کیا کرو گے۔" میری یہ بات سن کر مرزا محمود نے بازاری آدمیوں کی طرح قہقہہ لگایا اور کہا: "داڑھی منڈوا کر پیرس چلا جاؤں گا۔"

یہ دن میرے لئے قادیانیت سے ذہنی وابستگی رکھنے کا آخری دن تھا۔"

جناب صلاح الدین ناصر "حقیقت پسند پارٹی" کے پہلے جنرل سیکرٹری رہے ہیں۔ اس دور میں ملک کے گوشے گوشے میں تقاریر کر کے انہوں نے قادیانیت کی حقیقت کو خوب واشگاف کیا۔ اسی زمانہ کا ایک واقعہ سناتے ہوئے کہنے لگے: "گجرات کے ایک جلسہ میں تقریر

کرتے ہوئے میں نے مرزا محمود کے متعلق کہا کہ اس کی اخلاقی حالت سخت ناگفتہ بہ ہے۔ اس پر ایک قادیانی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اس کی وضاحت کریں۔ میں نے کہا یہ الفاظ بہت واضح ہیں۔ وہ پھر بولا۔ کیا اس نے تمہاری شلوار اتاری تھی۔ میں نے جواب دیا۔ اسی بات کو بیان کرنے سے میں جھجک رہا تھا۔ آپ اپنے خلیفہ کے مزاج شناس ہیں۔ آپ نے خوب پہچانا ہے۔ یہی بات تھی۔ جلسہ کے تمام سامعین کھلکھلا کر ہنس پڑے اور وہ صاحب آہستہ سے کھسک گئے۔"

میں کہاں آ نکلا

جناب محمد صدیق ثاقب زیروی قادیانی امت کے خوش گلو شاعر ہیں۔ اگر وہ اپنی شاعری کو مرزا غلام احمد قادیانی کے خاندان کی قصیدہ خوانی کے لئے وقف کر کے تباہ نہ کرتے تو ملک کے اچھے شعراء میں شمار ہوتے۔ سچ کہنے کی پاداش میں وہ ربوائی ریاست کے زیر عتاب رہ چکے ہیں۔ مگر اب چونکہ انہوں نے خوف فساد کی وجہ سے قادیانی امت کے سیاسی و معاشی مفادات کے لئے اپنے آپ کو رہن کر رکھا ہے اور "ہفت روزہ لاہور" قادیانی امت کا سیاسی آرگن بن گیا ہے۔ اس لئے اب ربوہ میں ان کی بڑی آؤ بھگت اور خاطر مدارت ہوتی ہے اور ہر طرف سے انہیں "بشریٰ لکم" کی نوید ملتی ہے۔ عرصہ ہوا انہوں نے ایک نظم اپنے خلیفہ صاحب کے بارہ میں لکھی تھی مگر اشاعت کے مرحلہ پر اس پر یہ نوٹ لکھ دیا گیا۔ "ایک پیر خانقاہ کی لادینی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر۔"

قارئین غور فرمائیں کہ "پیر خانقاہ" اور ربوہ کے مذہبی قبرستان کے احوال میں کیسی مماثلت و مشابہت ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ اسی کی تصویر ہے۔

شورش زہد بپا ہے میں کہاں آ نکلا
ہر طرف مکر و ریا ہے میں کہاں آ نکلا

نہ محبت میں حلاوت نہ عداوت میں خلوص
نہ تو ظلمت نہ ضیا ہے میں کہاں آ نکلا

چشم خود بیں میں نہاں حرص زر و گوہر کی
کذب کے لب پہ دعا ہے میں کہاں آ نکلا

راستی لحظہ بہ لحظہ ہے رواں سوئے دروغ
صدق پابند جفا ہے میں کہاں آ نکلا

دن دہاڑے ہی دکانوں پہ خدا بکتا ہے
نہ حجاب اور حیا ہے میں کہاں آ نکلا

یاں لیا جاتا ہے بالجبر عقیدت کا خراج
کیسی بے درد فضا ہے میں کہاں آ نکلا

خندہ زن ہے سفلگی اس کی ہر اک سلوٹ میں
یہ جو سرسبز قبا ہے میں کہاں آ نکلا

دلنوازی کے پھریروں کی ہواؤں کے تلے
جانے کیا رینگ رہا ہے میں کہاں آ نکلا

عجز سے کھلتی سمٹتی ہوئی باچھوں پہ نہ جا
ان کے سینوں میں دغا ہے میں کہاں آ نکلا

یہ ہے مجبور مریدوں کی ارادت کا خمار — یہ جو آنکھوں میں جلا میں کہاں آ نکلا
قلب مؤمن پہ سیاہی کی تہیں اتنی دبیز — ناطقہ سہم گیا ہے میں کہاں آ نکلا
الغرض یہ وہ تماشا ہے جہاں خوف خدا — چوکڑی بھول گیا ہے میں کہاں آ نکلا

مولوی عبدالستار نیازی اور دیوان سنگھ مفتون

مولانا عبدالستار صاحب نیازی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، بلکہ خود تعارف ان کا محتاج ہے۔ مذہبی ودینی علوم کے علاوہ سیاسی نشیب وفراز پر جس طرح وہ نظر رکھتے ہیں اور جس جرأت اور بے باکی سے باطل کو للکارتے ہیں، یہ انہی کا حصہ ہے۔ مولانا موصوف نے مؤلف اور امیر الدین صاحب سیمنٹ بلڈنگ تھارنٹن روڈ لاہور کے سامنے بیان کیا ہے کہ: "ایوب حکومت میں جب دیوان سنگھ مفتون پاکستان آئے تو مجھے ملنے کے لئے بھی تشریف لائے۔ دوران گفتگو انہوں نے بڑی حیرانگی سے کہا میں عرصہ دراز کے بعد ربوہ میں مرزا محمود سے ملا ہوں۔ خیال تھا کہ وہ کام کی بات کریں گے۔ مگر میں جتنا عرصہ وہاں بیٹھا رہا۔ وہ یہی کہتے رہے کہ فلاں لڑکی سے تعلقات استوار کئے تو اتنا مزہ آیا، فلاں سے کیے تو اتنا۔"

مرزا محمود احمد کی ایک بیوی کا خط دیوان سنگھ مفتون کے نام

حکیم عبدالوہاب عمر بیان کرتے ہیں کہ مرزا محمود خلیفہ ربوہ کی ایک بیوی نے ایک مرتبہ ایڈیٹر "ریاست" سردار دیوان سنگھ مفتون کو خط لکھا کہ تم راجوں مہاراجوں کے خلاف لکھتے ہو، ہمیں بھی اس ظالم کے تشدد سے نجات دلاؤ جو ہمیں بدکاری پر مجبور کرتا ہے۔ ایڈیٹر مذکور نے ظفر اللہ خاں وغیرہ قادیانیوں سے تعلق کی وجہ سے کوئی جرأت مندانہ اقدام تو نہ کیا۔ البتہ "ریاست" میں خلیفہ جی کی معزولی کے بارہ میں ایک نوٹ تحریر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ جس شخص پر اہل خانہ تک جنسی بے راہروی کے الزامات لگا رہے ہوں، اسے اس قسم کے عہدہ سے چمٹا رہنا سخت ناعاقبت اندیشانہ فعل ہے۔ قادیانی "رائل پارک فیملی" کے قریبی حلقوں کا کہنا ہے کہ یہ بیوی مولوی نورالدین جانشین اوّل جماعت قادیان کی صاحبزادی امتہ الحی بیگم تھیں۔

راجہ بشیر احمد رازی کی تجرباتی داستان

راجہ بشیر احمد رازی حال مشن روڈ بالمقابل ناز سینما لاہور، راجہ علی محمد صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ جو ایک عرصہ جماعت ہائے احمدیہ گجرات کے امیر رہے۔ ۱۹۴۵ء میں زندگی

وقف کرنے کے بعد ربوہ چلے گئے اور صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں نائب ایڈیٹر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اسی دوران ان کے تعلقات شیخ نورالحق ''احمدیہ سنڈیکیٹ'' اور ڈاکٹر نذیر احمد ریاض سے ہو گئے جو مرزا محمود احمد کی خلوتوں سے پوری طرح آشنا تھے۔ راجہ صاحب ایک قادیانی گھرانے میں پلے تھے۔ اس لئے متعدد مرتبہ سننے کے باوجود انہیں اس بات کا یقین نہیں آتا تھا کہ یہ سب کچھ قصر خلافت میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر نذیر ریاض صاحب سے کہا کہ میں تو اس وقت تک تمہاری باتوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ جب تک خود اس ساری صورتحال کو دیکھ نہ لوں۔ ڈاکٹر صاحب مذکور نے ان سے پختہ عہد لینے کے بعد ان کو بتایا کہ محاسب کا گھڑیال ہمارے لئے سٹینڈرڈ ٹائم کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب اس پر ۹ بجیں تو آ جانا۔ مقررہ وقت پر راجہ صاحب ڈاکٹر نذیر کی معیت میں قصر خلافت پہنچے تو خلاف توقع دروازہ کھلا تھا۔ راجہ صاحب کچھ ٹھٹکے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ کہیں ڈاکٹر سچ ہی نہ کہہ رہا ہو۔ پھر انہیں یہ بھی خیال آیا کہ کہیں انہیں قتل کروانے یا پٹوانے کا تو کوئی پروگرام نہیں۔ مگر انہوں نے حوصلہ نہ چھوڑا اور ڈاکٹر نذیر کے پیچھے زینے طے کرتے گئے۔ جب اوپر پہنچے تو ڈاکٹر نے انہیں ایک کمرہ میں جانے کا اشارہ کیا اور خود کسی اور کمرہ میں چلے گئے۔ راجہ صاحب نے پردہ ہٹا کر دروازے کے اندر قدم رکھا تو عطر کی لپٹوں نے انہیں مسحور کر دیا اور انہوں نے دیکھا کہ چھوٹی مریم آراستہ و پیراستہ بیٹھی ہے اور انگریزی کے ایک مشہور جنسی ناول ''فینی ہل'' کا مطالعہ کر رہی ہے۔ راجہ صاحب کہتے ہیں کہ: ''یہ منظر دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میری سوچ کے دھاروں میں تلاطم برپا ہو گیا۔ میں نے چشم تصور سے اپنے والد محترم کو دیکھا اور کہا تم اس کام کے لئے چندہ دیتے رہے ہو۔ پھر مجھے اپنی والدہ محترمہ کا خیال آیا جو انڈے بیچ کر بھی چندہ کے طور پر ربوہ بھجوایا کرتی تھیں۔ اسی حالت میں آگے بڑھا اور پلنگ پر بیٹھ گیا۔ وہاں تو دعوت عام تھی، مگر میں سعی لاحاصل میں مصروف تھا اور مجھے ڈاکٹر اقبال کا یہ مصرعہ یاد آ رہا تھا۔

یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

اصل میں مجھے اس قدر Shock ہوا تھا کہ میں کسی قابل ہی نہ رہا تھا۔ اس لئے میں نے بہانہ کیا کہ میں کھانا کھا کر آیا ہوں۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ مجھے یہ فریضہ سرانجام دینا ہے اور اگر شکم سیری کی حالت میں، میں یہ کام کروں تو مجھے اپنڈیکس کی تکلیف ہو جاتی ہے۔ اس طرح معرکہ اولیٰ میں ناکام واپس لوٹا اور آتے ہوئے مریم نے مجھے کہا: ''کل اکیلے ہی آ جانا، یہ ڈاکٹر نذیر بڑا بدنام آدمی ہے، اس کے ساتھ نہ آنا۔'' دوسرے دن ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی تو وہ

کہنے لگے کہ تمہاری شکایت ہوئی ہے کہ: "یہ کون ہیجڑہ سا لے آئے تھے۔" دوسرے دن میں ذہنی طور پر تیار ہو کر گیا اور گزشتہ شکایت کا ہی ازالہ نہ ہوا۔ میرے اعتقادات، نظریات اور خلیفہ جی اور ان کے خاندان کے بارہ میں میرا مریدانہ حسن ظن بھی حقائق کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا اور میں نے واپس آ کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ملازمت سے مستعفی ہو گیا۔ ازاں بعد مجھے رشوت کے طور پر لنڈن بھیجنے کی پیشکش ہوئی۔ مگر میں نے سب چیزوں پر لات ماردی۔"

اب آپ (کمالات محمودیہ ص۵۵) سے ان کی تحریر کا متعلقہ حصہ ملاحظہ فرمائیں: "یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہم ربوہ کے کچے کوارٹروں میں، خلیفہ صاحب ربوہ کے کچے "قصر خلافت" کے سامنے رہائش پذیر تھے۔ قرب مکانی کے سبب شیخ نور الحق "احمدیہ سنڈیکیٹ" سے راہ و رسم بڑھی تو انہوں نے خلیفہ صاحب کی زندگی کے ایسے مشاغل کا تذکرہ کیا۔ جن کی روشنی میں ہمارا وقف کار احمقاں نظر آنے لگا۔ اتنے بڑے دعوے کے لئے شیخ صاحب کی روایت کافی نہ تھی۔ خدا بھلا کرے ڈاکٹر نذیر احمد ریاض صاحب کا جن کی ہمرکابی میں مجھے خلیفہ صاحب کے ایک ذیلی عشرت کدہ میں چند ایسی ساعتیں گزارنے کا موقع ہاتھ آیا۔ جس کے بعد میرے لئے خلیفہ صاحب ربوہ کی پاک دامنی کی کوئی سی بھی تاویل و تعریف کافی نہ تھی اور اب میں بفضل ایزدی علیٰ وجہ البصیرت خلیفہ صاحب ربوہ کی بداعمالیوں پر شاہد ناطق ہو گیا ہوں۔ میں صاحب تجربہ ہوں کہ یہ سب بداعمالیاں ایک سوچی سمجھی ہوئی سکیم کے تحت وقوع پذیر ہوتی ہیں اور ان میں اتفاق اور بھول کا دخل نہیں۔ محاسب کا گھڑیال (نوٹ: محاسب کے گھڑیال سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک شخص کو رات نو بجے کا وقت، عشرت کدے کے لئے دیا گیا ہے تو اس کی گھڑی میں بے شک ۹ بج چکے ہوں، جب تک محاسب کا گھڑیال ۹ نہ بجائے، اس وقت تک وہ شخص اندر نہیں آ سکتا) ان رنگین مجالس کے لئے سٹینڈرڈ ٹائم (Standard Time) کی حیثیت رکھتا تھا۔ اب نہ جانے کون سا طریقہ رائج ہے۔ میرے اس بیان کو اگر کوئی صاحب چیلنج کریں تو میں حلف مؤکد بعذاب اٹھانے کو تیار ہوں۔"

والسلام!

(بشیر رازی سابق نائب ایڈیٹر، صدر انجمن احمدیہ، ربوہ)

یوسف ناز "بارگاہ نیاز" میں

"ایک مرتبہ، جب کہ میاں صاحب چاقو لگنے کی وجہ سے شدید زخمی ہو گئے تھے۔ اس کے چند دن بعد مجھے ربوہ جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے سامنے

مرزا صاحب کے مریدانِ باصفا کا ایک جم غفیر ہے۔ ہر شخص کے چہرے پر اضطراب کی جھلکیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنے پیر کے دیدار کی ایک معمولی سی جھلک ان کے دل ناصبور کو اطمینان بخش دے گی۔

پرائیویٹ سیکرٹری کے حکم کے مطابق کچھ احتیاطی تدابیر اختیار کی گئی تھیں۔ یعنی ہر شخص کی الگ الگ چار جگہوں پر جامہ تلاشی لی جاتی تھی اور اس امر کی تاکید کی جاتی تھی کہ حضرت اقدس کے قریب پہنچ کر نہایت آہستگی سے السلام علیکم کہا جائے اور پھر یہ کہ اس کے جواب کا منتظر نہ رہا جائے۔ بلکہ فوراً دوسرے دروازے سے نکل کر باہر آ جایا جائے۔ میں خود ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا تھا۔ گراں بندشوں نے کچھ آزردہ سا کر دیا اور میں واپس چلا گیا۔ چنانچہ پھر دو بجے بعداز دوپہر دوبارہ حاضر ہوا۔ شیخ نورالحق صاحب، جو ان کے ذاتی دفتر کا ایک رکن ہے۔ اس سے اطلاع کے لئے کہا۔ حضرت اقدس نے خاکسار کو شرف باریابی بخشا۔ اس وقت کی گفتگو جو ایک مرید (میرے) اور ایک پیر (مرزا صاحب) کے درمیان تھی۔ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

میں نے نہایت بے تکلفی سے کام لیتے ہوئے حضور سے دریافت کیا کہ "آج کل تو آپ سے ملنا بھی کارے دارد ہے۔"

فرمایا: "وہ کیسے؟"

عرض کیا کہ چار چار جگہ جامہ تلاشی لی جاتی ہے تب جا کر آپ تک رسائی ہوتی ہے۔

جواباً انہوں نے میرے "عمود لحمی" کو پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ: "جامہ تلاشی کہاں ہوئی ہے کہ جس مخصوص ہتھیار سے تمہیں کام لینا ہے وہ تو تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود اپنے ساتھ اندر لے آئے ہو۔"

اس حاضر جوابی کا بھلا میرے پاس کیا جواب ہو سکتا تھا۔ میں خاموش ہو گیا۔ مگر ایک بات جو میرے لئے معمہ بن گئی، وہ یہ تھی کہ سنا تو یہ تھا کہ چارپائی سے ہل نہیں سکتے۔ حتیٰ کہ سلام کا جواب بھی نہیں دے سکتے تھے۔ مگر وہ میرے سامنے اس طرح کھڑے تھے۔ جیسے انہیں قطعی کوئی تکلیف نہیں تھی۔

میں میاں صاحب کی خدمت میں التماس کروں گا کہ اگر وہ اس بات کو جھٹلانے کی ہمت رکھتے ہیں تو حلف مؤکد بعذاب اٹھائیں اور میں بھی اٹھاتا ہوں۔ ایم یوسف ناز، کراچی

حال مقیم لاہور

(یہاں عبارت کی عریانی دور کرنے کی سعی کی گئی ہے)

قادیانی امت کے نام نہاد ''خالد بن ولید''

قادیانی امت نے اپنے متبنّی کی اتباع میں وحدت امت کو ملیامیٹ کرنے اور مسلمانوں میں فکری انتشار پیدا کرنے کے لئے اسلامی اصطلاحات کا جس بے دردی سے استعمال کیا اور ان مقدس ناموں کی جس قدر توہین کی ہے۔ ایک عامی تو درکنار، اچھے بھلے تعلیم یافتہ افراد کو بھی اس سے پوری شناسائی نہیں۔ مرزا غلام احمد کے لئے نبی اور رسول کا استعمال تو عام ہے۔ ان کی اہلیہ کے لئے ''ام المؤمنین'' جانشینوں کے لئے ''خلیفہ'' ان کے اوّلین پیروؤں کو ''صحابہ'' اور ''رضی اللہ عنہم'' کا خطاب ہی نہیں دیا۔ بلکہ انہیں بمراحل اصحاب نبی ﷺ سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔

صحابہ سے ملا جو مجھ کو پایا

کہنے پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ ایک قرآنی آیت ''یأتی من بعدی اسمه احمد'' کی لایعنی تاویلات کر کے اسے بانی جماعت پر چسپاں کیا جاتا ہے اور ایک دوسری آیت کی غلط توجیہ کرتے ہوئے موسس قادیانیت کی ''بعثت'' کو محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ثانیہ قرار دے کر اس کے ماننے والوں کو صحابہ سے افضل قرار دیا جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور صلحا امت کی توہین ہر قادیانی اس طرح کر جاتا ہے کہ سلب ایمان کی وجہ سے اسے احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ کیا ناپاک حرکت کر رہا ہے۔ حیرت ہے کہ آئین مملکت کے بارہ میں ژاژ خائی کرنے پر تو قانون حرکت میں آجاتا ہے۔ مگر قرآن مجید، حضرت خاتم النبیین، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مقدس اسلامی اصطلاحات کے متعلق قادیانی امت کی دیدہ دلیری پر سرکاری مشینری کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔

اگر پوری تفصیل درج کی جائے تو بجائے خود اسی کی ایک کتاب بنتی ہے۔ اسی بے راہروی میں قادیانی امت کے پوپ دوم نے ملک عبدالرحمن خادم گجراتی، مولوی اللہ دتہ جالندھری اور مولوی جلال الدین شمس کو ''خالد بن ولید'' کا خطاب دیا تھا کیونکہ ان ہر سہ افراد نے سب کچھ جان بوجھ کر جھوٹ بولنے، افتراء پردازی کرنے اور قادیانیت کی حمایت اور خلیفہ کی پاکبازی ثابت کرنے میں سب قوتیں ضائع کیں۔ گو یہ الگ امر ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو ذاتی طور پر اسی گوسالہ سامری کی جانب سے ذلیل ترین الفاظ کا تحفہ ملا۔ کوئی ''طاعونی چوہا'' کہلایا اور کوئی ''لندن میں رہنے کے باوجود مولوی کا مولوی ہی رہا۔''

ان خطاب یافتہ پالتو مولویوں میں سے ایک کے متعلق اس کے سگے بھائی نے اپنی کتاب ''ربوہ کا مذہبی آمر'' میں لکھا ہے کہ ''وہ فن اغلامیات میں ید طولیٰ رکھتے تھے'' دوسرے

صاحب اپنی گوناگوں ''صفات'' کی وجہ سے ''رحمت منزل'' گجرات کے اطفال و بنات سے ایسے گہرے مراسم رکھتے تھے کہ امیر ضلع تلاش کرتے رہے تھے۔ مگر وہ اچانک بلڈ پریشر کے دورہ کے باعث غائب ہو کر اسی مقام پر جا پہنچا کرتے تھے۔ تیسرے صاحب کی مساعی جمیلہ بھی کسی سے کم نہیں۔

قاضی خلیل احمد صدیقی ''حور و غلمان'' کے نرغے میں

قاضی خلیل احمد صدیقی اب بھی خاصے وجیہ ہیں۔ میٹرک کے بعد اپنے عنفوان شباب میں قادیانی امت کے بیگار کیمپ ''جامعہ احمدیہ'' یا مشنری ٹریننگ سنٹر میں داخل ہوئے۔ وہ خود بھی اس وقت قیامت تھے مگر ان پر کئی اور قیامتیں ٹوٹ پڑیں۔ جس کی تفصیل کچھ عرصہ بعد انہوں نے اپنے ٹریکٹ ''میں نے مرزائیت کیوں چھوڑی'' میں دی ملاحظہ فرمائیں۔

''میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ حلف مؤکد بعذاب شہادت دیتا ہوں کہ میں نے خلیفہ صاحب ربوہ کے صاحبزادے مرزا نعیم احمد کے ایما پر زنا کرنے میں شرکت کی۔ مرزا نعیم احمد نے اپنے گھر کی کوئی نوکرانی و مہترانی (جو کہ مسلمان ہیں) کو زنا کئے بغیر نہیں چھوڑا۔ نیز ایک واقعہ پر مرزا نعیم احمد نے مجھے خلیفہ صاحب کی بیوی (مہر آپا بنت سید عزیز اللہ شاہ) کے ساتھ برا کام (زنا) کرنے کو کہا۔ میں نے مرزا نعیم احمد صاحب کو جواباً کہا کہ میاں صاحب وہ تو ہماری ماں ہیں اور آپ کی بھی ماں ہیں...... یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ والدہ کے ساتھ برا کام کیا جائے؟ کچھ تو خدا کا خوف کرو اور حضور کی عزت کی طرف دیکھو۔ تو مرزا نعیم نے جواب دیا۔ ''بھائی ماں واں مت سمجھو، جو بات میں نے تم سے کہی ہے، یہ مہر آپا کے فرمان کے مطابق کہی ہے۔ تمہیں ان کا حکم ٹالنے کی اجازت نہیں۔''

میں آج تک یہی سمجھ رہا تھا کہ مرزا نعیم احمد نوجوان ہے۔ اگر وہ کسی بدی کا ارتکاب کرتا ہے یا کرواتا ہے تو تعجب کی بات نہیں۔ اس کے ذاتی چال چلن سے جماعت احمدیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن مہر آپا کے متعلق جب مرزا نعیم نے بات کی تو بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا۔

این خانہ ہمہ آفتاب است

واقعات اور حقائق مخفی در مخفی تو بہت سے ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا واقعہ کے بعد مجھے اچھی طرح علم ہو گیا کہ ''احمدیت'' کی آڑ لے کر شہوت پرستی کی تعلیم دی جاتی ہے اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں وغیرہ کی عصمتوں سے جو ہولی کھیلی جاتی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔

تقدس وخلافت کے پردے میں عیاشیوں کا ایک وسیع جال بچھا ہوا ہے۔ جس میں بھولے بھالے لڑکوں ولڑکیوں کو مذہب کے نام پر قابو کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان حالات کی وجہ سے میں ''ان'' سے بہت متنفر ہو گیا اور میں نے اب صدق دل سے اس ناپاک Society جماعت سے اپنا قطع تعلق کر لیا ہے اور توبہ کر کے صحیح معنوں میں مسلمان ہو گیا ہوں۔

یاد رہے کہ میں ربوہ کے قصر خلافت میں عرصہ چھ ماہ تک آتا جاتا رہا ہوں اور مجھ سے کوئی پردہ وغیرہ نہیں کیا جاتا تھا۔ نیز مجھے معلوم ہے کہ علاوہ قصر خلافت کے ''خاندان نبوت'' میں کیسے کیسے رنگین اور سنگین حالات رونما ہوتے ہیں جو وقت آنے پر بتلائے جاسکتے ہیں۔ اگر میرے مذکورہ بالا بیان کی صحت پر نعیم کو کوئی اعتراض ہو تو میں بروقت ان کے بالمقابل مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ راقم الحروف: خلیل احمد، سابقہ متعلم جامعہ احمدیہ، ربوہ

مورخہ ۲۷ رنومبر ۱۹۶۱ء

راحت ملک کا چیلنج خلیفہ ربوہ کے نام

جناب عطاء الرحمٰن راحت ملک، گجرات کے مشہور لیبر لیڈر ہیں۔ کسی زمانہ میں وہ مرزا محمود آنجہانی کے چرنوں میں تھے۔ وہاں انہوں نے جنسی بے راہروی کا ایسا طوفان دیکھا کہ چکرا کر رہ گئے۔ جب انہیں یقین کامل ہو گیا کہ مرزا محمود ایک بدکردار اور بدکار انسان ہے تو انہوں نے بیعت کا طوق اپنے گلے سے اتار پھینکا اور ''دور حاضر کا مذہبی آمر'' کے نام سے ایک خوبصورت کتاب لکھی جس میں خلیفہ ربوہ کے دعویٰ الہام کی قلعی کھولتے ہوئے لکھا ہے ۔

جس کی آغوش میں ہر شب ہے نئی مہ لقا
اس سے خدا بولتا ہے مجھ کو یہ معلوم نہ تھا

اسی دور میں انہوں نے خلیفہ ربوہ کو ایک کھلی چٹھی لکھی تھی جو ہم درج ذیل کرتے ہیں۔

مکرمی میاں صاحب! اسلام مسنون!

آپ کا دعویٰ ہے کہ خدا آپ سے خلوت اور جلوت میں باتیں کرتا ہے اور نیز یہ کہ آپ صاحب الہام ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ آپ خدا کے محبوب ہیں۔ خدا آپ پر عاشق ہے اور ہر لحہ آپ سے مکالمہ ومخاطبہ کرتا ہے۔ اگر آپ کے مندرجہ بالا دعوی درست ہیں تو میں یہ دریافت کرنے کی جسارت کروں گا کہ:

۱...... کیا خدا کا محبوب ہونے کا مدعی لوگوں کو اس قسم کی گالیاں دے سکتا ہے۔ مثلاً خبیث، کمینہ صفت، کتے، مسیلمہ کذاب، بکواسی، لومڑی وغیرہ؟

۲...... کیا خدا کے محبوب ہونے کا دعویٰ کرنے والا زنا کر سکتا ہے؟

۳...... کیا تاریخ اسلام سے ایک مثال بھی ایسی دی جا سکتی ہے کہ کسی خلیفہ نے اپنے مریدوں میں سے بعض کو محض اس لئے خارج کر دیا ہو کہ وہ اس خلیفہ پر تنقید کرتے تھے؟

۴...... کیا آپ میرے ساتھ اس بات پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ نے کبھی اپنے بڑے صاحبزادے کو جانشین بنانے کی دل میں آرزو نہیں کی اور موجودہ تحریک اپنے صاحبزادے مرزا ناصر احمد کے لئے زمین ہموار کرنے کی غرض سے نہیں چلائی؟

۵...... کیا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ زانی نہیں ہیں؟

۶...... کیا آپ میرے ساتھ اس بات پر مباہلہ کریں گے کہ آپ نے لوگوں کے چندوں سے اپنے عزیز واقربا کو فائدہ نہیں پہنچایا اور نیز یہ کہ آپ چھ ہزار روپیہ سالانہ انجمن سے نہیں لے رہے؟

۷...... کیا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ نے ربوہ میں ناجائز اسلحہ زیر زمین نہیں رکھا ہوا اور نہ ہی آپ کو اس کا علم ہے؟

۸...... کیا آپ میرے ساتھ اس بات پر مباہلہ کریں گے کہ بچپن میں آپ پر عالم مفعولیت طاری نہیں رہا؟

۹...... کیا آپ میرے ساتھ مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ انجمن کے حسابات میں گڑبڑ نہیں ہے اور اس گڑبڑ کا آپ کو کوئی علم نہیں یا یہ گڑبڑ آپ کے ایماء پر نہیں ہو رہی ہے؟

۱۰...... کیا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ جن لوگوں کو جماعت سے خارج کیا گیا ہے ان کا قصور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ آپ کی بدعنوانیوں پر تنقید کرتے ہیں؟

۱۱...... کیا آپ اس بات پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ کے دل میں خلیفہ مولوی نورالدین کی قدر ومنزلت اور احترام ہے؟

مندرجہ بالا گیارہ شقوں کے علاوہ اور بھی بہت سے امور ہیں لیکن فی الحال میں آپ کی توجہ ان امور کی طرف مبذول کرانے کے لئے بھی آپ کو مباہلے کی دعوت دیتا ہوں اگر آپ خود کو خدا کا محبوب کہتے ہیں تو آیئے فیصلہ انہی امور پر ہو جائے۔ یقیناً خدا فیصلہ کرے گا اور ہم میں سے

جو بھی جھوٹا ہوگا وہ ڈاکٹر ڈوئی کی طرح فالج کی موت مرے گا۔ اگر آپ اپنے دعاوی میں سچے ہیں تو آیئے اس چیلنج کو منظور فرمایئے اور فیصلہ خدا کے ہاتھ میں چھوڑ دیجئے۔ لیکن میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ ان امور پر کبھی مباہلہ کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آپ اپنے اعمال سے بخوبی واقف ہیں اور ڈاکٹر ڈوئی کی موت مرنا پسند نہیں کریں گے۔

ڈاکٹر نذیر احمد ریاض کا خط اپنے ایک دوست کے نام

آپ کو یاد ہوگا کہ جب تک ہم ربوہ میں رہے، ہماری آپس میں کچھ ایسی قلبی مجالست رہی کہ باہم مل کر طبیعت بے حد خوش ہوتی تھی۔ کبھی شعر و شاعری کے سلسلہ میں تو کبھی مخلص کے مصنوعی تقدس پر نکتہ چینی کرنے میں بڑا لطف آتا تھا۔ دراصل خلیفہ صاحب کا اصول ہے کہ۔

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں انہیں
پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں انہیں

اور خود خوب رنگ رلیاں مناؤ، عیش و عشرت میں زندگی بسر کرو۔ ہم نے تو بھائی خلوص دل سے وقف کیا تھا۔ خدا ہمیں ضرور اس کا اجر دے گا۔ انہیں یہ خلوص پسند نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر حکم و عدل ہے۔ خود فیصلہ کر دے گا کہ ٹھکرائے ہوئے ہیرے کتنے عزیز تھے۔

شروع شروع میں میرے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ ہر وقت دل مختلف افکار کی آماجگاہ بنا رہتا تھا۔ ماں باپ کی یاد، عزیزوں کی جدائی کا احساس، دوستوں کے بچھڑنے کا غم اور حاسدوں کے تیروں کی چبھن سبھی کچھ تھا۔ لیکن۔

ہر داغ تھا اس دل میں بجز داغ ندامت

سب سے بڑا معلم انسان کی فطرت صحیحہ ہے۔ جس کی روشنی میں انسان اپنے قدموں کو استوار رکھتا ہے اور ہر افتاد پر ڈگمگانے سے بچاتا ہے۔ اگر یہ کلی طور پر مسخ ہو جائے تو پھر کسی بے راہ روی کا احساس دل میں نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آمین!

آپ کا ریاض!

جناب غلام حسین صاحب احمدی فرماتے ہیں۔ میں نے اپنی شہادت کے علاوہ حبیب احمد کا بھی ذکر کیا تھا۔ وہ مجھے قادیان میں مل گئے۔ میں نے ان سے قسم دے کر دریافت کیا تو انہوں نے قسم کھا کر مجھے بتلایا کہ حضرت صاحب (مرزا محمود احمد) نے دو مرتبہ ان سے لواطت کی ہے۔ ایک دفعہ قصر خلافت میں، دوسری دفعہ ڈلہوزی میں، میں نے اس سے تحریری شہادت مانگی تو پوری

تفصیل کے ساتھ نہیں لکھی۔ بلکہ بتا مکمل لکھ کردی۔

حبیب احمد صاحب اعجاز اس کی پوری پوری تصدیق فرمارہے ہیں، جو درج ذیل ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

بخدمت شریف جناب بھائی غلام حسین صاحب، السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کے بعد التماس ہے کہ میں نے آپ کو جو بات بتائی تھی، میں خدا کو حاضر وناظر جان کر کہتا ہوں کہ وہ بات بالکل صحیح ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا کی لعنت ہو مجھ پر...... خاکسار: حبیب احمد اعجاز

چوہدری علی محمد صاحب ماجی کا بیان

چوہدری علی محمد صاحب ماجی روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور اور ''کوہستان'' کے نمائندہ کے طور پر کام کرتے رہے ہیں۔ قادیانی امت کی متعدد فرموں میں بطور اکاؤنٹ کام کرتے رہے ہیں اور خلیفہ ربوہ کی مالی بے اعتدالیوں اور فراڈ کے دستاویزی ثبوت اپنے پاس رکھتے ہیں۔ ان کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

''میں خدا کو حاضر وناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھاتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ صوفی روشنی دین صاحب ربوہ میں انجمن کی چکی پر عرصہ تک بطور مستری کام کرتے رہے اور وہ قادیان کے پرانے رہنے والوں میں سے ہیں اور مخلص احمدی ہیں اور جن کے مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے خاندان کے بعض افراد سے قریبی تعلقات تھے اور خصوصاً مرزا حنیف احمد بن مرزا محمود احمد کے صوفی صاحب موصوف کے ساتھ نہایت عقیدت مندانہ مراسم تھے۔ قلبی عقیدت کی بناء پر مرزا حنیف احمد گھنٹوں صوفی صاحب کو قصر خلافت میں اپنے ایک کمرۂ خاص میں بھی لے جا کر ان کی خاطر ومدارت کرتے۔ انہوں نے مجھ سے بارہا بیان کیا کہ مرزا حنیف احمد خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ جس کو تم لوگ خلیفہ اور مصلح موعود سمجھتے ہو۔ وہ زنا کرتا ہے اور یہ کہ مرزا حنیف احمد نے اپنی آنکھوں سے اپنے والد کو ایسا کرتے دیکھا۔ صوفی صاحب نے یہ بھی کہا کہ انہوں نے کئی دفعہ مرزا حنیف احمد سے کہا کہ تم ایسا سنگین الزام لگانے سے قبل اچھی طرح اپنی یادداشت پر زور ڈالو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ جس کو تم کوئی غیر سمجھے ہو۔ وہ دراصل تمہاری والدہ ہی تھیں۔ مبادا خدا کے قہر وغضب کے نیچے آجاؤ۔ تو اس پر مرزا حنیف احمد اپنی رویت عینی پر حلفاً مصر

رہے کہ ان کا والد پاک سیرت نہیں ہے اور یہ بھی کہا کہ انہوں نے اپنے والد کی کبھی کوئی کرامت مشاہدہ نہیں کی۔ البتہ یہ تڑپ ان میں شدت کے ساتھ پائی جاتی ہے کہ کس طرح انہیں جلد از جلد دنیاوی غلبہ حاصل ہو جائے۔"

اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں اور افراد جماعت کو اس سے محض دھوکا دینا مقصود ہے تو خدا تعالیٰ مجھ پر اور میری بیوی بچوں پر ایسا عبرت ناک عذاب نازل فرمائے جو ہر مخلص اور دیدۂ بینا کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہو۔

ہاں! اس نام نہاد خلیفہ کی مالی بدعنوانیوں، خیانتوں اور دھاندلیوں کے ریکارڈ کی رو سے میں عینی شاہد ہوں۔ کیونکہ خاکسار نے ساڑھے نو سال تحریک جدید اور انجمن احمدیہ کے مختلف شعبوں میں اکاؤنٹنٹ اور نائب ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا ہے۔

(خاکسار چوہدری علی محمد عفی عنہ واقف زندگی، نمائندہ خصوصی "کوہستان" لائل پور)

محمد صالح نور کا لرزہ خیز بیان

مولوی محمد صالح نور، محمد یامین تاجر کتب کے بیٹے ہیں۔ قادیان اور ربوہ میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ مرزا محمود کے داماد عبدالرحیم کے پرسنل سیکرٹری بھی رہے ہیں۔ ان کا حلفیہ بیان ملاحظہ فرمائیں: "میں پیدائشی احمدی ہوں اور ۱۹۵۷ء تک میں مرزا محمود احمد صاحب کی خلافت سے وابستہ رہا۔ خلیفہ صاحب نے مجھے ایک خود ساختہ فتنہ کے سلسلہ میں جماعت ربوہ سے خارج کر دیا۔ ربوہ کے ماحول سے باہر آ کر خلیفہ صاحب کے کردار کے متعلق بہت ہی گھناؤنے حالات سننے میں آئے۔ اس پر میں نے خلیفہ صاحب کی صاحبزادی امتہ الرشید بیگم (بیگم میاں عبدالرحیم احمد) سے ملاقات کی۔ ان سے خلیفہ صاحب کے بدچلن ہونے، بدقماش اور بدکردار ہونے کی تصدیق کی، باتیں تو بہت ہوئیں۔ لیکن خاص بات قابل ذکر یہ تھی کہ جب میں نے امتہ الرشید بیگم سے یہ کہا آپ کے خاوند کو ان حالات کا علم ہے تو انہوں نے کہا کہ صالح نور صاحب، آپ کو کیا بتلاؤں کہ ہمارا باپ ہمارے ساتھ کیا کچھ کرتا رہا ہے؟ اگر وہ تمام واقعات میں اپنے خاوند کو بتلا دوں تو وہ مجھے ایک منٹ کے لئے بھی اپنے گھر میں بسانے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ تو پھر میں کہاں جاؤں گی۔ اس واقعہ پر امتہ الرشید کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہ لرزہ خیز بات سن کر، میں بھی ضبط نہ کر سکا اور وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس وقت میں ان واقعات کی بناء پر جو میں ڈاکٹر نذیر احمد ریاض، محمد یوسف ناز، راجہ بشیر احمد رازی سے سن چکا ہوں۔ حق

الیقین کی بناء پر خلیفہ صاحب کوایک بدکردار اور بدچلن انسان سمجھتا ہوں اوراس کی بناء پر وہ آج خدا کے عذاب میں گرفتار ہیں۔"

(خاکسار: محمد صالح نور، واقف زندگی سابق کارکن، وکالت تعلیم تحریک جدید ربوہ)

مولوی عمرالدین صاحب شملوی مبلغ جماعت قادیان کی روایات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

میں آج بتاریخ ۲۹ ؍مئی ۱۹۴۰ء کو خانہ خدا مسجد میں بیٹھ کر خدا کو حاضر و ناظر جان کر اور اس کی قسم کھا کر اختصار کے ساتھ مندرجہ ذیل بیان دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اے خدا، اگر میں نے اس کے بیان کرنے میں افتراء پردازی کی ہو، تو تیری ذات جو علیم خبیر ہے، مجھے اس افتراء پردازی کی سخت سزا دے۔

۱...... ۱۹۱۶ء کے قریب کا واقعہ ہے کہ میاں محمود احمد صاحب نے جب کہ میں ان کا مخلص مرید تھا۔ میرے پاس میاں عبدالسلام صاحب نے مجھے بتایا کہ میاں محمود احمد صاحب کا چال چلن خراب ہے۔ اس لئے تم اس کو مصلح موعود نہ ثابت کیا کرو اور میں اس کا عینی شاہد ہوں۔ جب میں بڑا ہوں گا تو میاں محمود احمد سے مباہلہ کروں گا تا کہ دنیا کو ثابت ہو جائے کہ: "میں میاں محمود احمد پر بدچلنی کا الزام لگانے میں سچا ہوں اور میاں محمود احمد بدچلن ہے۔"

میں نے یہ واقعہ انہی دنوں تحریراً میاں محمود احمد کو لکھ کر بھیج دیا تھا۔ جس کے جواب میں میاں صاحب نے کہا کہ عبدالسلام کی ماں کی شرارت ہے۔

۲...... ایک دفعہ میں ایک تبلیغی دورہ کے لئے حافظ جمال احمد کے ساتھ پنجاب میں بھیجا گیا تو اس وقت میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر "فاروق" قادیان سے نوشہرہ میں دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے۔ قادیان میں میاں محمود احمد کے خلاف گندے پوسٹر جن پر زنا کی تصویریں بنائی ہوئی ہیں، لگائے جاتے ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں جو حضرت پر اتنا بڑا الزام لگاتے ہیں۔ میر قاسم علی صاحب نے بجائے ان لوگوں کا کچھ ذکر کرنے کے فرمایا:

اگر میاں صاحب کے متعلق میں تمہیں اصل بات بتادوں تو تم ابھی مرتد ہو جاؤ گے۔ تم تو ایک میاں کا ذکر کرتے ہو۔ یہاں تو نہیں تانی ہی ٹوٹی ہوئی ہے اور ساتھ ہی یہ فرمایا۔ اگر تم اس امر کا میاں صاحب سے میرے نام پر ذکر کرو گے تو میں صاف انکار کر دوں گا۔ میں نے قادیان

جا کر یہ سب باتیں میاں صاحب کو بتا دیں تو انہوں نے فرمایا کہ: ''سب میر قاسم علی کی بیوی کی شرارت ہے۔''

۳...... میاں صاحب جب خلیفہ ہوئے تو میں نے ایک شخص کو، جو اس وقت شملہ کے وٹرنری ہسپتال میں ملازم تھے اور بیعت نہ کرتے تھے۔ بیعت کے لئے بہت مجبور کیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور پورے وثوق سے کہا کہ میں محمود احمد کو خوب جانتا ہوں اور میں قادیان میں ہی پڑھا ہوں۔ میاں تو لواطت (یہاں عبارت کی عریانی کا ازالہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے) کا رسیا ہے اور یہ وبا آج کل عام ہے اور میاں اس کا شکار ہے۔ تب میں نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ لیکن پھر بھی اس کو تاکید کی کہ وہ جماعت میں ضرور شامل ہو جائے۔

۱۹۲۷ء کا واقعہ ہے کہ جناب میاں صاحب بھی شملہ میں تھے اور مولوی عبدالکریم اور ان کی ہمشیرہ ''سکینہ بی بی'' اور ان کے بھائی محمد زاہد نے میرے داماد بابو عبدالحمید صاحب کو بتایا کہ میاں محمود احمد سخت زناکار ہے اور قوم کی عصمت سے کھیلتا ہے اور اس پر زاہد نے اپنی ذاتی شہادت دی اور ان کی ہمشیرہ سکینہ بی بی نے بھی اپنی ذاتی شہادت پیش کی اور کہا کہ ہم اپنی ذاتی شہادت کی بناء پر کہتے ہیں کہ میاں محمود احمد سخت بدچلن ہے۔ میں نے اس کو زنا کرتے دیکھا تھا اور اس پر میں نے جرح کر کے بیان کی تغلیظ کی کوشش کی۔ لیکن وہ اپنے بیان پر پوری طرح قائم رہے تو میں حیرت میں پڑ گیا اور میاں صاحب کو ایک لمبی چٹھی لکھی۔ جس میں محمد زاہد اور سکینہ بی بی کے بیان کردہ واقعات کو پوری تفصیل سے لکھا گیا۔

میں، ان تمام واقعات کو سننے کے باوجود میاں صاحب کا دل سے مرید تھا۔ اس لئے میں نے میاں صاحب سے مرتد ہونے والے اپنے داماد اور ایک شخص کو زور سے نصیحت کی۔

میرا داماد بابو عبدالحمید، جو مخلص احمدی اور بہت صالح نوجوان ہے۔ اس نے میاں محمود احمد کو انہیں دنوں تمام حالات لکھ کر مباہلہ کا مطالبہ کیا اور میاں صاحب سے علیحدہ ہو گیا۔ مگر میں نے اسے بہت سمجھایا کہ جب تک شریعت کے مطابق چار گواہ الزام زنا کے ثبوت میں پیش نہیں ہوتے، ملزم کو بری ہی سمجھنا چاہئے۔ پھر ساتھ ہی حضرت مسیح موعود کا واسطہ دے کر اسے دوبارہ بیعت کی رغبت دی تو اس نے پھر بیعت کر لی۔ مگر جب وہ کچھ عرصہ قادیان، خلیفہ صاحب سے ملنے کے لئے گیا تو خلیفہ صاحب نے بہت محبت سے پرخلوص استقبال کیا اور اکیلے کمرہ میں بہت دیر تک باتیں ہوتی رہیں اور جب خلیفہ صاحب نے یہ دیکھ لیا کہ مرید واقعی اب بہت اخلاص رکھتا ہے تو اس سے کہا کہ عبدالحمید تمہاری وجہ سے سلسلہ کی بدنامی ہوئی۔ یعنی نہ تم میرے متعلق الزام زنا

کو مشتہر کرتے اور نہ یہ رسوائیاں ہوتیں۔ اس لئے اب تم کو کفارہ اس طرح ادا کرنا چاہئے کہ کسی طرح سکینہ سے یہ تحریر لکھوا کر مجھے لادو کہ میں نے کسی شخص کو نہیں کہا کہ: "میاں صاحب نے میرے ساتھ زنا کیا ہے۔ لوگ یونہی میرے نام سے میاں صاحب کو بدنام کر رہے ہیں۔"

اس پر مخلص مرید مذکور کو دل میں سخت شک پڑ گیا۔ کیونکہ وہ یہ جانتا تھا کہ یہ سب کچھ، جواب کرنے کرانے کی تعلیم دے رہے ہیں، یہ بالکل جعلسازی ہے۔ خلیفہ صاحب کو خوب علم ہے کہ وہ لڑکی (سکینہ) ان پر الزام لگاتی ہے اور اس نے اپنے شوہر (عبدالحق مرزا) کو بھی، جو میاں صاحب کا مخلص مرید ہے، بتادیا تھا اور وہ خود اس کا معترف ہے، پھر ایسی تحریر لکھوانا جعلسازی کے سوا کچھ نہیں۔ ان حالات میں اس مخلص مرید کو بالآخر میاں صاحب کی بیعت سے علیحدہ ہونا پڑا۔

مباہلہ والوں کا تمام وکمال واقعہ میرے سامنے ہے۔ وہ میرے قریبی رشتہ دار ہیں اور میں نے ان سب کے بیانات خود لئے ہیں اور خوب ٹھوک بجا کر ان بیانات کی پرکھ کی اور میاں صاحب کو تمام معاملہ سے مطلع کیا۔ ان حالات کے علاوہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کا مطالبہ بھی ہے اور مولوی فخر الدین صاحب ملتانی جیسے مخلص احمدی کا، محض اس لئے قتل کروایا جانا ہے کہ وہ حقیقت کو طشت از بام کرنے کے لئے خلیفہ صاحب کے ظلم وتشدد کے باوجود پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ معاملہ کو بالکل واضح کر دیتا ہے۔

چوہدری غلام رسول صاحب کا اعلان حق

نوٹ...... چوہدری صاحب موصوف آج کل گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر ہیں۔

"میرا خلیفہ صاحب کی بیعت سے علیحدگی کا سبب خلیفہ کی بدچلنی، بدکرداری، زناکاری اور غیر فطرتی افعال کا ارتکاب ہے۔ یہ الزامات خلیفہ صاحب ربوہ کی ذات پر متواتر نصف صدی سے لگ رہے ہیں۔ اب خلیفہ صاحب اپنی بدکاریوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے جنون کے ابتدائی دور سے گذر رہے ہیں اور مفلوج اور پیری کا شکار ہونے کی وجہ سے مضمحل الاعضاء اور مخبوط الحواس ہیں۔ اس وجہ سے الزامات کی تردید کے لئے ان سے مخاطب نہیں ہوتا۔ بلکہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے، مرزا شریف احمد صاحب (دونوں خلیفہ صاحب کے بھائی ہیں) نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، امتہ الحفیظ صاحبہ (دونوں خلیفہ صاحب کی ہمشیرگان ہیں) مرزا ناصر احمد ایم۔اے آکسن، مرزا مبارک احمد بی۔اے، ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ایم۔بی۔بی۔ایس اور دیگر خلیفہ کے صاحبزدگان وصاحبزادیاں اور خلیفہ کی ازواج اور خلیفہ کے مخلص مرید چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں

صاحب جج عالمی عدالت، سید نعیم احمد بن سید عزیز اللہ شاہ (خلیفہ صاحب کے نسبتی بھائی ہیں) اور مولوی عبدالمنان صاحب عمر ایم اے سے کہتا ہوں۔ اگر وہ خلیفہ صاحب کو نیک چلن، خدا رسیدہ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی پیش گوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق سمجھتے ہیں تو خلیفہ صاحب پر عائد کردہ الزامات بالمقابل حلف مؤکد بعذاب قسم کھا کر تردید کریں۔

میں قارئین سے کہوں گا کہ یہ لوگ خلیفہ صاحب ربوہ کی سیاہ بداعمالیوں سے پوری طرح واقف ہیں۔ اس لئے یہ کبھی ان کی پاکیزگی کا حلف مؤکد بعذاب اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔"

یوسف ناز کا حلفیہ بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ!

میں اقرار کرتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ خدا کے نبی اور خاتم النبیین ہیں اور اسلام سچا مذہب ہے۔ میں احمدیت کو برحق سمجھتا ہوں اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے پر ایمان رکھتا ہوں اور ان کو مسیح موعود مانتا ہوں اور اس کے بعد میں مؤکد بعذاب حلف اٹھاتا ہوں۔

میں اپنے علم، مشاہدہ اور رویت عینی اور آنکھوں دیکھی بات کی بناء پر خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ: "مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ربوہ نے خود اپنے سامنے اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد سے زنا کروایا۔"

اگر میں اس حلف میں جھوٹا ہوں تو خدا کی لعنت اور عذاب مجھ پر نازل ہو۔ میں اس پر مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ساتھ بالمقابل حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔

محمد یوسف ناز، معرفت عبدالقادر

تیرتھ سنگھ، جے بلوائی روڈ، عقب شالیمار ہوٹل، کراچی

مصری عبدالرحمٰن صاحب کے بڑے لڑکے حافظ بشیر احمد نے میرے سامنے ہاتھ میں قرآن شریف لے کر یہ لفظ کہے، خدا تعالیٰ مجھے پارہ پارہ کر دے اگر میں جھوٹ بولتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب نے میرے ساتھ بدفعلی کی ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر یہ واقعہ لکھ رہا ہوں۔

بقلم خود محمد عبداللہ احمدی، سیمنٹ فرنیچر ہاؤس، مسلم ٹاؤن لاہور

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر جس کی جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے۔ یہ تحریر کرتا ہوں کہ

میں نے حضرت مرزا محمود احمد صاحب قادیان کو اپنی آنکھ سے زنا کرتے دیکھا ہے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ اس نے میرے ساتھ بھی بدفعلی کی ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ میں بچپن سے وہیں رہتا تھا۔ منیر احمد!

مرزا گل محمد صاحب مرحوم (آپ قادیان کے رئیس اعظم تھے اور وہاں بڑی جائیداد کے مالک تھے) مرزا غلام احمد صاحب کے خاندان کے رکن تھے۔ ان کی دوسری بیوہ (چھوٹی بیگم) نے مجھے بیان کیا کہ خلیفہ صاحب کو میں نے اپنی آنکھوں سے ان کی صاحبزادی اور بعض دوسری عورتوں کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے خلیفہ صاحب سے ایک دفعہ عرض کی، حضور یہ کیا معاملہ ہے؟

آپ نے فرمایا کہ: ”قرآن وحدیث میں اس کی اجازت ہے۔ البتہ اس کو عوام میں پھیلانے کی ممانعت ہے۔“ نعوذ باللہ من ذالک!

میں خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر حلیفہ تحریر کر رہی ہوں۔ شاید میری مسلمان بہنیں اور بھائی اس سے کوئی سبق حاصل کریں۔ فقط! (سیدہ ام صالحہ بنت سید ابرار حسین، سمن آباد لاہور)

میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر، اسی کی قسم کھا کر، جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ یہ شہادت دیتا ہوں کہ میں اس ایمان اور یقین پر ہوں کہ موجودہ خلیفہ مرزا محمود احمد دنیادار، بدچلن اور عیش پرست انسان ہے۔ میں ان کی بدچلنی کے متعلق خانہ خدا، خواہ وہ مسجد ہو یا بیت اللہ شریف یا کوئی اور مقدس مقام ہو۔ حلف مؤکد بعذاب اٹھانے کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ اگر خلیفہ صاحب مباہلہ کے لئے نکلیں تو میں مباہلہ کے لئے حاضر ہوں۔

یہ الفاظ میں نے دلی ارادہ سے لکھ دیئے ہیں تاکہ دوسروں کے لئے ان کی حقیقت کا انکشاف ہو سکے۔ والسلام! (خاکسار: محمد عبداللہ، آنکھوں کا ہسپتال، قادیان، حال فیصل آباد)

جناب قریشی محمد صادق صاحب شبنم (بی.اے)

نظارت امور عامہ میں محتسب کوتوال شہر، کے طور پر رہے ہیں۔ آل انڈیا نیشنل لیگ کے سیکرٹری اور خلیفہ ربوہ کے بڑے چہیتے تھے۔ انہوں نے اپنے طور پر خلیفہ کو جو خط لکھا، ملاحظہ فرمائیں۔ ”جب میں لاہور میں آیا تھا تو میں نے آپ کے اخلاق اور آپ کی بیویوں، لڑکیوں اور میاں شریف احمد صاحب اور میاں بشیر احمد صاحب اور ان کے لڑکوں کے اخلاق کے متعلق بہت سی باتیں سنی تھیں۔ لیکن خوش اعتقادی کی وجہ سے میں یقین نہ کرتا تھا۔ آخر جب میں قادیان آیا تو

سب سے پہلے غائب سے ان کے متعلق تحقیقات کرنے کی تحریک میرے دل میں ڈالی گئی تو پھر جب میں محتسب ہوا تو آفیشل طور پر بھی میں نے تحقیق کی اور جو جو معلومات مجھے اس بارہ میں ہوئیں، وہ میں نے کچھ تو نظارت کی معرفت اور کچھ براہ راست تحریری طور پر پہنچا دیں۔ ان معلومات میں سے بعض کا ذکر میں ذیل میں مجمل طور پر کرتا ہوں۔ کیونکہ مفصل طور پر رپورٹ کر چکا ہوں اور بعض کی رپورٹ کا موقع نہیں ملا۔

۱...... آپ امرد پرست اور ایرانی مذاق کے شائق ہیں۔

۲...... آپ محرم اور نامحرم عورتوں کے ساتھ بدکاری کرتے ہیں۔

۳...... آپ اپنی بیویوں اور لڑکیوں کو دوسروں کے حوالے کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ زنا کریں۔ گویا آپ نے ایک حسن بن صباحی باطنی فرقہ بنایا ہوا ہے۔

۴...... آپ شراب پیتے ہیں۔

۵...... آپ کا لڑکا مبارک بدکار ہے۔ شراب پیتا ہے، نماز نہیں پڑھتا۔

۶...... میاں بشیر احمد صاحب عجمی ذوق رکھتے ہیں۔

۷...... میاں بشیر احمد صاحب کے لڑکے لواطت کرتے ہیں، نمازیں نہیں پڑھتے۔

۸...... میاں شریف احمد صاحب طفل تراشی کرتے ہیں، نماز بہت کم پڑھتے ہیں۔

۹...... میں نے ایک رپورٹ میں ثابت کر دیا تھا کہ آپ کی بیوی عزیزہ کا شیخ بشیر احمد کے ساتھ تعلق ہے۔ آپ نے نہ کوئی گواہ کو سزا دی اور نہ ہی اپنی بیوی کو اور نہ ہی شیخ بشیر احمد صاحب کو۔ معاملات بدستور ہیں۔ کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

۱۰...... میں نے رپورٹ مندرجہ (۹) میں یہ بھی ثابت کر دیا تھا کہ آپ کی لڑکیوں امتہ القیوم اور امتہ الرشید کا ایک غیر آدمی کے ساتھ تعلق ہے۔ آپ نے شہادت بھی لی۔ لیکن طرفین میں سے کسی کو بھی سزا نہ دی۔ ان تمام واقعات کے میرے پاس مکمل ثبوت ہیں۔ جن کو بروقت پیش کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔"

بیٹا بھی اپنے باپ کی پاکیزگی کی قسم کھانے کو تیار نہیں

بسلسلہ خط و کتابت شفیق الرحمٰن اور مرزا رفیع احمد ولد مرزا محمود احمد

(نوٹ: اسی کتاب میں یہ خط و کتابت علیحدہ مستقل اشاعت پذیر ہے۔ اس لئے یہاں حذف کر دیا ہے۔ مرتب)

اہلیہ صاحبہ جناب عبدالرب خاں اور ''قمر الانبیاء''

عبدالرب خان صاحب حال فیصل آباد، بیان کرتے ہیں کہ: ''ہم مرزا بشیر احمد المعروف ''قمر الانبیاء'' کے گھر میں رہ رہے تھے کہ ایک رات کو آندھی سی آ گئی۔ سب افراد خانہ کمروں میں جانے لگے۔ میری اہلیہ مرحومہ برآمدے سے گزر رہی تھیں کہ میاں بشیر سامنے سے آ گئے اور انہوں نے میری اہلیہ کو چھاتیوں سے پکڑنا چاہا۔ وہ بڑی غیرت مند خاتون تھیں۔ انہوں نے ایک زناٹے دار تھپڑ میاں بشیر کے چہرے پر رسید کیا۔ جس سے وہ دہرے ہو گئے۔ صبح کے وقت انہوں نے مجھے ناشتے پر بلایا۔ میں نے انہیں اس بدمعاشی پر ڈانٹا تو وہ کہنے لگے، رات آندھی تھی، کچھ مجھے نزلہ کی شکایت بھی تھی۔ اس لئے میں نے سمجھا کہ شاید میری بیوی ہیں۔ ابھی انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ میری اہلیہ اوپر سے آ گئیں اور انہوں نے ایک دو ہنٹر میری پشت پر رسید کیا اور کہا: چلو اٹھو، تم اس بدمعاش کے پاس بیٹھے ہوئے ہو۔''

''قمر الانبیاء'' غیور پٹھان کے کمرے میں

حکیم عبدالوہاب عمر صاحب کا بیان ہے کہ مرزا بشیر احمد المعروف ''قمر الانبیاء'' ایک پٹھان لڑکے ''غیور'' میں بڑی دلچسپی لیا کرتے تھے اور ٹی آئی ہائی سکول قادیان میں انہوں نے پارٹیشن کروا کے غیور کے لئے ایک علیحدہ کمرے کا اہتمام بھی کر دیا تھا۔ غیور، پیازی رنگ کا بہت ہی حسین و جمیل لڑکا تھا۔ میاں صاحب کو اسے دیکھے بغیر چین نہ آتا تھا۔ ایک دفعہ وہ میٹرک کا امتحان دینے کے لئے بٹالہ گیا اور پھر امتحان ختم ہونے کے بعد قادیان واپس پہنچا۔ آدھی رات کا عمل تھا اور بارش ہو رہی تھی۔ میاں صاحب کو پتہ لگا تو انہیں آتش شوق نے بے قرار کر دیا اور وہ بارش میں بھیگتے ہوئے غیور کے کمرے کی کھڑکی کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور کافی دیر اس سے گفتگو کرتے رہے۔ میاں صاحب کا ارادہ تھا کہ غیور کی شادی، صاحبزادی ناصرہ بیگم سے کروا دیں۔ مگر خلیفہ جی راضی نہ ہوئے۔ اس پر میاں بشیر احمد نے خان بہادر دلاور خاں سے غیور کے لئے سلسلہ جنبانی کی۔ خان صاحب مذکور نے اپنی سوانح میں لکھا ہے کہ میں نے اس لڑکے کے بارہ میں تحقیقات کی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ منشیات کا عادی ہے۔ اس پر میں حیران ہوا کہ میاں صاحب نے ایسے لڑکے کے بارہ میں سفارش کیوں کی۔ غیور معروف و مجہول ہر رنگ میں طبع آزما رہا۔ منشیات کا عادی ہو گیا اور پھر انہی وجوہ کی بناء پر راہی ملک عدم ہوا۔

درباره میاں شریف احمد

مولوی عبدالکریم ٹمپل روڈ لاہور کے والد محترم "خاندان نبوت" کے گھر میں خانساماں کے طور پر کام کرتے تھے۔ اس وجہ ان کا بچپن انہی "مقدسین" کے درمیان گزرا ہے۔ انہوں نے متعدد افراد کے سامنے اور خود مؤلف کے سامنے متعدد مرتبہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ شام کے دھندلکے میں مختلف کمروں میں شمعیں روشن کر رہے تھے کہ انہیں ایک کمرے سے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ کمرے کے اندر گئے تو وہاں مرزا شریف احمد استانی میمونہ کی صاحبزادی صادقہ کے ساتھ مصروف پیکار تھے۔ دروازہ کھلا تو صادقہ کی جان میں جان آئی اور میاں شریف بھی آہستہ سے کھسک گیا اور صادقہ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

یہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ فوج سے یک گونہ تعلق رکھنے کی وجہ سے میاں شریف کو گاہے ماہے انبالے جانے کا موقع ملتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ ایک خوبصورت بے ریش، امرد ہندو لڑکے جگدیش کو بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ لے آئے اور پھر ایک عرصہ تک اس کے ساتھ ان کے تعلقات اور عجمی ذوق کے واقعات لوگوں کی زبان پر آتے رہے اور "مخلص مرید" بسا اوقات ان حالتوں میں بھی ان کی دست بوسی کر رہے ہوتے، جب کہ وہ جنبی حالت میں ہوتے۔

میاں شریف کی ایک صاحبزادی امتہ الودود اچانک دماغ کی شریان پھٹ جانے کی وجہ سے فوت ہو گئی تھیں۔ اس کے متعلق مختلف نوع کی روایات واقفان حال بیان کرتے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف کا کہنا ہے کہ چونکہ میں خود انہی کے گھروں میں پلا ہوں۔ اس لئے میں نے اس حادثہ فاجعہ کے بارہ میں مکمل تحقیقات کی تو مجھے معلوم ہوا کہ امتہ الودود کو اس کی سہیلی صادقہ ملنے کے لئے آئی۔ گرمی کے دن تھے۔ اس لئے اس نے کہا، میں ذرا غسل کرلوں۔ وہ غسل کرنے کے لئے باتھ روم میں چلی گئی۔ جب نہا دھو کر اس نے باتھ روم کا دروازہ کھولا تو اس نے دیکھا کہ میاں شریف کچھ فاصلے پر کھڑا ہے اور فحش اشارے کر رہا ہے۔ اتنے میں امتہ الودود بھی آ گئی۔

اب یہ تینوں اس طرح کھڑے تھے کہ میاں شریف درمیان میں تھا اور صادقہ اور وہ دونوں آمنے سامنے تھے۔ امتہ الودود نے دیکھا کہ صادقہ کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا ہے اور جا رہا ہے۔ اس نے پوچھا کیا معاملہ ہے۔ اس پر میاں شریف نے مڑ کر دیکھا تو اپنی صاحبزادی کو پیچھے کھڑا پایا۔ بیٹی اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکی اور فوراً ہی ہلاک ہو گئی۔

سدومیت اور ربوہ، ایک رات میں ۱۷......

تقسیم برصغیر سے قبل قادیان اور سدومیت کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ تھا اور آج کل سدومیت ربوہ کی کاٹیج انڈسٹری ہے۔ جائے رہائش سے محروم، قبائلی معاشرے میں جکڑے ہوئے، معمولی تنخواہوں پر ''خدمت دین'' کا فریضہ سرانجام دینے والے ملازمین یا ملزمان ایک لمبے عرصے تک رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے محروم رہتے ہیں اور انہیں ایک ایسی بستی میں رہنا پڑتا ہے جہاں نہ کوئی پارک ہے نہ سینما، نہ ہوٹل ہے نہ تھیٹر، وہاں زندگی کی تمام آسائشیں صرف ایک خاندان کے لئے وقف ہیں۔ جو دوسروں کو تو اس امر کی نصیحت کرتا ہے۔

مرد وہ ہے جو جفاکش ہو گل اندام نہ ہو

لیکن خود موسم گرما کی پہلی کرن پڑنے پر بھور بن کی طرف بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور گاہے ماہے ''مہمات دینیہ'' کی سرانجام دہی کے لئے یورپ اور امریکہ میں گلچھرے اڑاتا پھرتا ہے۔ اب مجبور مریدوں کے لئے تفریح کا سوائے اس کے کوئی ذریعہ نہیں کہ وہ عجمی ذوق سے اپنا دل بہلائیں۔ اس لئے وہ دوران سال تو تعلیمی اداروں کے طلباء سے دل بہلاتے ہیں اور پھر ورائٹی کی تلاش میں اپنے ''ظلی حج'' یعنی سالانہ میلے کا انتظار کرتے ہیں اور اس ''روحانیت سے معمور'' موقع پر ڈیوٹی پر متعین نوجوان اپنے ساتھیوں اور ''افسروں'' کا نشانہ ستم بنتے ہیں اور اکثر و بیشتر تو خود اس قدر عادی ہو جاتے ہیں کہ ان کی ''آتش شوق'' انہیں بے چین کئے رکھتی ہے۔ میلے کے موقع کے علاوہ خدام الاحمدیہ کے اجتماعات اور تربیتی کلاسیں اس ''فن شریف'' کے مظاہرے کے دن ہوتے ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں ایسی ہی ایک تربیتی کلاس کے موقع پر ایک ہی رات میں ''اساتذہ اور طلباء'' کی سترہ ایسی وارداتیں ہوئیں، جن کی ازاں بعد انکوائری ہوئی۔ مگر اس تحقیق کا مقصد بھی نئے شکاروں کی تعیین کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ سو کچھ نہ ہوا۔ ایسی ہی ایک تربیتی کلاس کے موقع پر خلیفہ ربوہ کے ایک پرائیویٹ سیکرٹری کے ایک نہایت قریبی عزیز اور ایک سابق مبلغ نے جو آج کل سی۔ ڈی۔ اے راولپنڈی میں ملازم ہیں، مجھے بتایا کہ میں نے اپنے ایک شاگرد کو تربیتی کلاس میں شمولیت کے لئے ربوہ بھیجا ہے۔ لیکن اسے یہ ہدایت کر دی ہے کہ وہاں اساتذہ کرام امرد پرستی کے شائق اور ایرانی مذاق کے رسیا ہیں۔ وہ ضرور تم پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے اگر ایسا کوئی موقع پیش آ جائے تو تم بچ بچا کر آ جانا تو یہ خدمت میں سرانجام دوں گا۔

ربوہ کے تعلیمی اداروں میں ایسی گھاتیں اور وارداتیں بکثرت ہوتی ہیں۔ ربوہ میں قادیانی امت کے شعراء کی اکثر بیشتر نظمیں اس قدر گندی اور اتنی غلیظ ہیں کہ ان کو نقل کرنا بھی بار خاطر ہے۔ یہ غلاظت ان کے قلب وذہن میں اس طرح جاگزین ہوئی ہے کہ وہ اپنے "نبی صاحب" کو بھی معاف نہیں کرتے۔ مرزا غلام احمد کا ایک شعر ہے۔

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبداء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

ایک قادیانی اپنے مزاج کے مطابق اس کی پیروڈی یوں کہتا ہے۔

کس قدر ظاہر نور اس مبداء الانوار کا
جس پہ میں مرتا ہوں وہ لونڈا ہے تھانیدار کا

ہم علیٰ وجہ البصیرت اپنی رویت عینی اور علم قطعی کی بناء پر جانتے ہیں کہ ربوہ میں سدومیت اس پیمانے پر ہے کہ اگر خدا نے ربوہ کو تباہ نہ کیا تو اسے سدوم اور عمورہ کی بستیوں سے معذرت کرنا پڑے گی۔ اس کی صداقت کی شہادت ہر وہ شخص دے گا جس کو ربوہ کے احوال وظروف سے ذرا سی بھی واقفیت ہے۔ نوعمر طلبہ کو پھانسنے کے لئے ایک نظم وہاں ماہرین نے لکھ رکھی ہے جو وہ امردوں کو سنا کر انہیں مائل بہ کرم کرتے ہیں۔ اس نظم کے چند بند پیش خدمت ہیں۔

ذکر ماضی پہ ہے دنیا کا سبھی دارومدار
فطرتاً یاد گزشتہ سے ہے انسان کو پیار
روز ہیں عہد گزشتہ کے ہی ذکر و اذکار
میں بے چارہ بھی ہوا ہوں اسی عادت کا شکار

یاد گزرا ہوا آتا ہے زمانہ ہر دم
دل کے پہلو میں ہے ماضی کا سینما ہر دم

یاد آتے ہیں وہ دن جب کہ مسیحا میں تھا
کشور عشق میں جب حسن کا داور میں تھا
کہیں شیریں کہیں عذرا کہیں لیلیٰ میں تھا
شوخیاں بلکہ مجھے حسن سکھا دیتا تھا

میرے عشاق کے نمبر کو بڑھا دیتا تھا
آئے دن میرے لئے جنگ ہوا کرتے تھے
روز عاشق میرے آپس میں لڑا کرتے تھے
پٹ کے بھی ترک نہ کرتے تھے خریدار مجھے

یاد کرتے تھے مرے عاشق بیمار مجھے
جو کہ عشاق سے پر تھی وہ گلی میری تھی
جو کئی بار کھلی تھی وہ کلی میری تھی
ہر طرف شہر میں اک شور تھا برپا میرا

خوب تھا کوچہ وبازار میں چرچا میرا
سب مجھے جلوہ گہ شان خدا کہتے تھے
اور زاہد مجھے بیت اللہ نما کہتے تھے
تانگے والے میرے جلوے کے تمنائی تھے

سائیکلوں والے میرے عشق کے سودائی تھے
ان میں اکثر میرے بظاہر میں بڑے بھائی تھے
اور اکثر میرا ہو جاتا تھا جرمانہ معاف
رات کو گھر پہ بلاتے تھے پڑھانے کے لئے
عشق کا راز انہیں میرے میں بتانے کے لئے
پاس ہر سال بڑی شان سے ہو جاتا تھا
ایک بھی حسن کے دربار میں دانا نہ رہا
دعوتوں میں مجھے منت سے بٹھاتا نہ رہا
ہائے سب بھول گئے اب میری الطاف و نیاز
بے نیازی کا سبق دے دیا دیوانوں کو
چائے بھی پینا وہیں، کھانا وہیں پر کھانا
جان من للہ مجھے اور نہ اب ترسانا
اپنے مجنوں سے خدا کے لئے مجمل لے لیں
خودکشی کر کے زمانے سے گزر چکا ہوں گا
اشک آنکھوں میں یہ کیسے ہیں یہ رونا کیسا
آپ کے صدمہ فرقت کی مکافات سہی
جن کو کرنے نہ دئے ہجر میں نالے میں نے
خواب گاہوں میں کئے جن کی اجالے میں نے
دے رہے ہیں میرے احسانوں کا بدلہ الٹا
جڑھ سے مونچھوں کو بھی ہر روز اڑاتا ہوں میں
لوگ چالاک مگر راز سمجھ جاتے ہیں
ہائے بالوں نے میرا گلشن جوبن لوٹا
اے خدا حسن کا سرسبز گلستاں کر دے
پھر زمانے میں مجھے شاہ حسیناں کر دے
پھر میری وادی پرخار میں آ جائے بہار

سبھی استاد میرے وصل کے شیدائی تھے
مجھ سے پیش آتا تھا اچھی طرح کالج کا سٹاف
میرے استاد مجھے ہاتھ میں لانے کے لئے
کوششیں کرتے تھے پھر گھر پہ سلانے کے لئے
میں وفادار وہیں رات کو سو جاتا تھا
ہائے افسوس مگر اب وہ زمانہ نہ رہا
اب آتا نہ رہا مجھ کو بلاتا نہ رہا
دیکھتا کوئی نہیں اب مجھے بادیدۂ ناز
شمع نے خوب جلا کر میرے پروانوں کو
کوئی کہتا تھا میرے گھر پہ ذرا کل آنا
میٹھی باتوں سے ذرا دل بھی میرا بہلانا
کل کو آنے کے لئے لیں ابھی سائیکل لے لیں
ورنہ اک روز گلا کاٹ کے مر جاؤں گا
مسکرا کر میں کہا کرتا تھا اچھا اچھا
کل فلاں پل پہ سرشام ملاقات سہی
جن کے سبب حسرت و ارماں نکالے میں نے
جن کے دل حسن کی آغوش میں پالے میں نے
چھیڑتے ہیں وہ میرا کھینچ کے دامن الٹا
شیو دو بار صبح و شام کراتا ہوں میں
گال پہ سرخی و پوڈر بھی لگاتا ہوں میں
اک بناوٹ ہے میرا ناز سمجھ جاتے ہیں
روسیاہیوں نے میرے حسن کا خرمن لوٹا
میرے رخسار کے ہر بال کو پنہاں کر دے
پھر میرے واسطے عالم کو پریشاں کر دے
پھر میرے عشق کے ہو جائیں ہزاروں بیمار

✿ ...... ☆ ...... ✿

رحمت اللہ اروپی کا کشتہ

رحمت اللہ اروپی گوجرانوالہ کے ایک مضافاتی قصبہ اروپ کے رہنے والے ہیں۔ کافی عرصہ ہوا، ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اس لئے یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ زندہ ہیں یا قید حیات سے آزاد ہو چکے ہیں۔ بہر حال اگر وہ زندہ ہیں تو خدا انہیں صحت و عافیت دے کہ انہوں نے قادیانی امت مجہولہ کی طرح مرزا غلام احمد کو امتی اور نبی، ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی، غیر تشریعی نبی، لغوی معنوں میں نبی اور ظلی اور بروزی نبی کے گورکھ دھندے میں نہیں الجھایا، بلکہ مرد میدان بن کر صاف کہا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو صاحب شریعت نبی تسلیم کرتے ہیں۔

۱۹۷۴ء میں جب قادیانی امت کو چوہڑوں، چماروں، پارسیوں اور ہندوؤں کی صف میں شامل کر کے دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا تو انہوں نے اپنا یہ مؤقف حکومت کو پیش کیا کہ وہ اس فیصلے کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ غیر مسلم ہیں۔ لیکن وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو تشریعی نبی ماننے سے انکار کرنے کے لئے تیار نہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اوائل جوانی میں جب وہ اپنے والد کے ساتھ قادیان میں تھے تو انہیں قائد خدام الاحمدیہ ہونے کا اعزاز بھی حاصل رہا اور ان ایام میں وہ لوائے احمدیت کو پکڑ کر قصر خلافت کے ہر حصے میں آزادانہ آتے جاتے تھے۔ انہی ایام میں اپنے اخلاص کے اظہار کے لئے ہر سہ پہر کو وہ ایک ایسے چوزے کو جو ابھی اذان نہیں دیتا تھا، ذبح کر کے اور اس کے پیٹ میں ایک کشمیری سیب کو چھید کر رکھ کر پاؤ بھر گھی اور ایک چھٹانک گری، بادام اور کشمش میں ہلکی آنچ پر پکا کر اس کا سوپ حضرت صاحب (مرزا محمود احمد) کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور کبھی کبھار اس کے ساتھ بیسن کی گھی میں تر بتر تندوری روٹی بھی انہیں بھجوایا کرتے تھے۔ اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئے تو میں نے پوچھا کہ ایسی مرغن اور مقوی غذائیں کھانے والا سرکاری سانڈ پھر کوئی اپنی یا بیگانی کھیتی ویران کئے بغیر رہ سکے گا؟ تو وہ دھیمے سے مسکرا کر کہنے لگے کہ جب مجھے اپنی اس خدمت کے نتائج کا علم ہوا تو اس وقت تک کئی گھر اجڑ چکے تھے اور میرے ہاتھ میں صرف خدام الاحمدیہ کا ڈنڈا ہی باقی رہ گیا تھا اور میں یہ سوچنے لگ پڑا تھا کہ جب انسان کے پاس دنیاوی وسائل کی فراوانی ہو، نو عمر لڑکیوں اور لڑکوں سے میل جول کے مواقع بھی پوری طرح میسر ہوں، اندھی عقیدت سے مخمور مرید اپنے پیر کے متعلق کوئی سچی سے سچی بات سننے سے بھی انکاری ہوں تو ایسا پیر اگر بدمعاشی نہ کرے تو پھر شاید اس سے بڑا بدمعاش اور

کوئی نہ ہوگا اور اسی سے روکنے کے لئے اسلام نے تہمت کے مواقع سے بھی بچنے کی تلقین کی ہے۔
میں نے ایک بہت پرانے قادیانی سے، جو مرزا غلام احمد قادیانی سے لے کر مرزا طاہر احمد تک کے جملہ حالات سے واقف ہیں اور سال خوردگی کی انتہائی سٹیج پر ہونے کی وجہ سے اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔ اس بارے میں پوچھا تو کہنے لگے مرزا صاحب (مراد مرزا غلام احمد) نے بھی بڑھاپے میں ۔

ہر چہ باید نو عروسے را ہمہ ساماں کنم
واں چہ مطلوب شما باشد عطائے آں کنم

کے تحت ایک نوجوان لڑکی سے شادی رچا کر اسے اللہ رکھی سے نصرت جہاں بیگم بنا دیا تھا۔ لیکن فطرت کی تعزیروں نے وہاں بھی اپنا کام دکھایا اور پھر ان کی اولاد نے جو کچھ کیا اور جنسی عصیان میں جس مقام تک پہنچی، یہ کام کشتوں کی اولاد ہی کرتی ہے۔ نارمل اولاد یہ کام نہیں کر سکتی۔ کیونکہ کشتوں کے پشتے لگا دینا اس کا کام ہی نہیں۔

میچ کی تیاری...... بیٹنگ اور باؤلنگ

یہ ان دنوں کی بات ہے جب مرزا ناصر احمد آنجہانی نے فاطمہ جناح میڈیکل کالج کی ایک ایسی طالبہ کو اپنے حبالہ عقد میں لے لیا تھا جس پر ان کے صاحبزادے مرزا لقمان احمد نے ڈورے ڈالے ہوئے تھے۔ انہی ایام میں قادیانی حلقوں میں یہ بھی سننے میں آیا کہ مرزا ناصر احمد اور مرزا لقمان میں شدید شکر رنجی ہی نہیں بلکہ باقاعدہ مخاصمت کا آغاز ہو گیا ہے۔ میں نے ایک پرانے قادیانی خاندان کے کسی قدر مضطرب ایک فرد وائی ایم سی اے کارنر (دی مال لاہور) پر چائے کی دکان کے مالک انیس احمد سے پوچھا کہ ان خبروں میں کس حد تک صداقت موجود ہے تو انہوں نے بے ساختہ کہا کہ ایسا ہونا تو لازمی تھا۔ کیونکہ کرکٹ میچ کی تیاری تو بیٹے نے کی تھی مگر والد صاحب نے اس پر بیٹنگ اور باؤلنگ شروع کر دی اور پھر وہی ہوا جو ایسے معاملات میں ہوا کرتا ہے کہ چڑھتی دھوپ اور ڈھلتی چھاؤں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی دوڑ شروع ہو گئی۔ مرزا ناصر احمد نے اپنے از کار رفتہ اعضاء میں جوانی کی امنگیں بھرنے کے لئے تمام جدید وسائل علاج میسر ہونے کے باوجود کشتے کا استعمال شروع کیا جو راس نہ آیا اور اس کا جسم پھول کر کپا بن گیا اور وہ آناً فاناً اللہ تعالیٰ کی عبرتناک گرفت میں آ کر کشتے کی آگ میں جھلسنے کے بعد نار جہنم کا ایندھن بننے کے لئے عدم آباد سدھار گیا۔

ہمارے ایک قادیانی دوست نے مرزا ناصر احمد کی اس شہادت پر انہیں ''شہید فرج'' کا خطاب دیا ہے اور ان کا اصل خط بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ بعد میں ایک مشترکہ دوست کے ذریعے میں نے انہیں یہ پیغام بھیجا کہ اس خطاب کو تراشنے کے لئے آپ نے بلاوجہ زحمت کی۔ فیروز اللغات میں اس کے لئے ''چوتیا شہید'' کا محاورہ پہلے سے موجود ہے تو انہوں نے ہنستے ہوئے جواباً کہا کہ لغوی اعتبار سے یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن یہ خاندان جنس کے طوفان میں جس طرح غرقاب ہے اس کے لئے لغت بھی نئی ہی کائن Coin کرنی پڑے گی۔

آلہ واردات

ملک عزیز الرحمٰن ۸ہاے عزیز والا کرشن نگر لاہور میرے قریبی عزیز ہیں اور اپنی مخصوص ذہنی تطہیر کے باعث وہ ابھی تک مرزا غلام احمد کو مسیح موعود، مہدی موعود اور مجدد وقت تسلیم کرتے ہیں اور ہر وقت اس کا پرچار کرتے رہنے کو ہی ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ ان کا کسی قدر مزید تعارف کرادوں۔ یہ احمدیہ پاکٹ بک کے مصنف ملک عبدالرحمٰن خادم ایڈووکیٹ گجرات، جنہوں نے کسی زمانے میں ''احمدیہ پاکٹ بک'' لکھی، کے سگے بھائی ہیں۔ ان کے ایک دوسرے برادر معروف لیبر لیڈر راحت ملک بھی ان کے سگے بھائی ہیں۔ جنہوں نے کسی دور میں خلیفہ ربوہ کے بارے میں ''ربوہ کا مذہبی آمر'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی اور انہوں نے خود ''خالد احمدیت'' کا خطاب پانے والے اپنے بھائی کے بارے میں لکھا ہے کہ ''وہ فن اغلامیات میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔''

ملک عزیز الرحمٰن قصر خلافت میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر فائز رہے اور جب انہیں مرزا محمود احمد کے بارے میں پورے یقین کے ساتھ یہ معلوم ہوگیا کہ وہ ایک بدمعاش اور بدکردار آدمی ہے تو انہوں نے اس سے ایسی مکمل علیحدگی اختیار کرلی کہ اپنے خالد احمدیت بھائی کا جنازہ اس بنا پر نہ پڑھا کہ اسے بھی یقینی علم تھا کہ مرزا محمود احمد بدمعاش ہے۔ مگر اس کے باوجود اسے مصلح موعود ثابت کرنے پر تلا رہا۔ وہ مرزا غلام احمد کو تو مجدد وقت اور مسیح موعود ثابت کرنے کے لئے تو غالیانہ انداز میں تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اسی تواتر سے مرزا محمود احمد کو بدمعاش اور بدکردار ثابت کرنے کے لئے بیسیوں پمفلٹ شائع کرچکے ہیں۔

اس سے ان کی اپنے افکار ونظریات میں پختگی کا اندازہ ہوسکتا ہے اور وہ اس معاملے میں اتنے متشدد ہیں کہ کہتے ہیں چونکہ مرزا محمود احمد اور ان کی والدہ ''نصرت جہاں بیگم'' دونوں ہی ایک قبیل سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں کو مرزا غلام احمد کی پیش گوئی کے

مطابق قادیان کی پاک سرزمین سے نکال کر ربوہ کی لعنتی سرزمین میں لا دفن کیا ہے۔

وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتے۔ بلکہ "پسر موعود" اور "زوجہ موعود" کے ربط و ضبط کے بارے میں بھی ایسی ناگفتنی باتیں کہہ جاتے ہیں کہ میرے جیسے بندے کو بھی جو قادیانی خلفاء سے لے کر جہلا تک کی ساری کرتوتوں کے سلسلے میں کسی اشتباہ کا شکار نہیں، تذبذب کی کیفیت سے دوچار ہو کر یہ سوچنا پڑتا ہے کہ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے اور صرف یہی خیال آتا ہے کہ آدمی جب گناہ کی دلدل میں دھنستا ہے تو پھر اس حد تک کیوں دھنستا چلا جاتا ہے کہ جب تک اسفل السافلین کے مقام پر نہ پہنچ جائے اس وقت تک اسے چین نہیں آتا۔

ملک عزیز الرحمٰن صاحب گھر کے بھیدی تھے۔ اس لئے تیقن کے مقام پر پہنچنا ان کے لئے کوئی زیادہ مشکل نہ تھا۔ لیکن جب وہ اپنی تحقیق عارفانہ سے مرزا محمود احمد اور اس شوق فروزاں کے متعلق ٹھوس معلومات ملنے اور مشاہدات سے اسے مزید پختہ کرنے تک پہنچ گئے تو پیریت کی زنجیروں کو ایک جھٹکے سے توڑنے کے لئے انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ عظمت بیگم کو استرا دے کر قصر خلافت بھجوا دیا اور کہا اگر حضرت صاحب دست درازی کی کوشش کریں تو پھر انہیں آلہ واردات سے ہی محروم کر دینا۔ لیکن خلیفہ صاحب بھی گرگ باراں دیدہ تھے اور انہوں نے اپنی معصیتوں کو چھپانے کا بڑا فرعونی نظام وضع کر رکھا تھا۔ تلاشی لی گئی اور عظمت بیگم سے استرا برآمد ہو گیا اور ملک صاحب کو ان کے پورے خاندان سمیت ربوہ بدر کر دیا گیا۔

صالح نور نے مجھے بتایا کہ میں نے از راہ مذاق ملک صاحب سے پوچھا کہ آپ اس کے موالید ثلاثہ یعنی جھولا ناتھ کو کیوں کٹوانا چاہتے تھے تو انہوں نے کہا کہ یہ ایک عملی ثبوت بھی ہوتا اور ویسے بھی ایک نادر چیز ہونے کے اعتبار سے اس کی قیمت کروڑوں سے کم نہ ہوتی اور میں تو اسے سرکے کی بوتل میں ڈال کے رکھتا۔

تکبیر اور ذبیحہ

میں نے مباہلہ والے زاہد سے پوچھا کہ حکیم عبدالوہاب جو نورالدین کے بیٹے ہیں، وہ تو مرزا محمود احمد کی تمام رنگینیوں کو بڑے مزے لے لے کر بیان کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کے بھائی عبدالمنان عمر بڑی پراسرار خاموشی اختیار کئے رکھتے ہیں۔ کیا انہیں علم نہیں کہ مرزا محمود احمد ایک بدکردار آدمی تھے تو وہ کہنے لگے کہ میں اب بڑھاپے کی اس منزل میں ہوں۔ جہاں اس قسم کی باتوں کے کرنے سے انسان طبعاً حجاب کرتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ ایک صداقت کا اظہار ہے۔ اس

لئے میں برملا اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ میاں عبدالمنان عمر کو مرزا محمود احمد کی تمام وارداتوں کا پوری طرح علم ہے اور ان کا ڈپلومیسی کے تحت اس بارے میں زبان نہ کھولنا محض منافقت ہے۔ ورنہ میں اپنی نوعمری میں جب خود شعلہ جوالہ ہوتا تھا تو مجھے علم ہے کہ قصر خلافت کے ایک دروازے پر میاں عبدالمنان عمر کھڑے ہوتے تھے اور دوسرے پر میں اور ہمیں اس بات کا یقینی علم ہوتا تھا کہ اندر کیا ہو رہا ہے اور انہی ایام میں وہ عیاش پیر کبھی مجھ پر تکبیر پھیر دیتا تھا اور کبھی میاں منان کا ذبیحہ کر دیتا تھا۔

اک تے تہاڈیاں نمازاں نے......

فتنہ انکار ختم نبوت کے مؤلف مرزا محمد حسین اگرچہ خاندان نبوت کا ذبہ کے درون حرم ہونے والے واقعات سے صرف آگاہ ہی نہیں تھے بلکہ مشاہدے کی سرحدوں سے نکل کر تجربے کی کٹھالی سے نکلنے کی دہلیز پر آ پہنچے تھے۔ لیکن اس مرحلے پر اپنی بزدلی یا نام نہاد پارسائی کی بناء پر ناکامی سے دوچار ہونے کے بعد انہیں مرزا محمود احمد اور ان کے چھٹے ہوئے بدمعاشوں کے ہاتھوں جس ذہنی تشدد اور اذیت کا شکار ہونا پڑا اور جس طرح ان کے جسم کے ناسور والے حصے پر پٹی لگانے سے ڈاکٹر کو حکماً منع کر دیا گیا، اس کا ان پر اتنا گہرا اثر رہا کہ وہ اپنے دم واپسیں تک مرزا محمود احمد کی خلوتوں کے بارے میں اشارتاً اور کنایتہً ہی گفتگو کرتے رہے اور مذکورہ بالا کتاب میں بھی جو باتیں اس ضمن میں انہوں نے درج کی ہیں۔ ان میں سریت اور اخفاء کا پہلو غالب ہے۔

ایک روایت انہوں نے مصلح الدین کے حوالے سے متعدد مرتبہ چینیز لنچ ہوم دی مال لاہور میں بیان کی، جسے سننے والے بیسیوں افراد خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے زندہ سلامت موجود ہیں۔ لیکن چونکہ وہ حسب معمول اسرار کے پردوں میں لپٹی ہوئی تھی، اسی لئے یہ یونہی ملفوف اور راز سربستہ رہی۔ اس کا اصلی نقاب صلاح الدین ناصر بنگالی مرحوم نے سرکایا اور پھر چوہدری فتح محمد عرف بھتہ سابق منیجر ملتان آئل ملز حال شالیمار ٹاؤن لاہور نے رہی سہی کسر بھی نکال دی۔ میں نے کہا کہ چوہدری صاحب آپ تو علم و تحقیق کی دنیا کے آدمی نہیں آپ کو قادیان میں مرزا محمود احمد کی بدکرداری کا کیسے علم ہو گیا۔ تو کہنے لگے افسوس کہ بھرپور جوانی کی لہر میں میں بھی اس سیلاب میں بہہ گیا تھا تو میں نے کہا کہ پھر آپ اس سے نکلے کیوں کر؟ آپ کو تو ہر طرح کا خام مال میسر تھا۔ کہنے لگے کہ حضرت صاحب جس مقام تک چلے جاتے تھے وہاں تو عزازیل کے پر بھی جلنے لگتے تھے۔ میں نے کہا آپ کو علم ہے کہ اس سے قادیانیوں کی تسلی ہوتی ہے نہ عام لوگوں

کی اس لئے ذرا کھل کر بات کیجئے۔ کہنے لگے تم میرے بیٹوں کے برابر ہو۔تم سے کیا بات کروں۔ لیکن تمہارے اصرار پر حلفاً کہتا ہوں کہ ایک مرتبہ مرزا محمود احمد نے محفل رنگ وشباب سجائی ہوئی تھی کہ مؤذن نے آ کر روایتی انداز میں آواز لگائی ''حضور نماز کے لئے'' یعنی نماز کا وقت ہو گیا ہے تو حضور نے جو بڑے موڈ میں تھے، کہا:

اک تے تہاڈیاں نمازاں نے یہہ ماریا اے

یہ جملہ کمرہ خاص میں بیٹھے ہوئے تمام رندان بادہ خوار نے سنا اور کھلکھلا کر ہنس پڑے اور پھر موذن کو کہہ دیا گیا کہ نماز پڑھادی جائے حضور مصروف ہیں۔ چوہدری صاحب کہتے ہیں کہ یہی وہ لمحہ تھا کہ میں نے اس صنم کدہ کو چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا اور ایسی توبہ کی کہ پھر قادیان وربوہ کا رخ تک نہ کیا اور اگرچہ میری معاشی اور معاشرتی زندگی پر اس کے بڑے تباہ کن اثرات مرتب ہوئے ہیں مگر زہر ہلاہل کو قند کہنے پر تیار نہیں ہوں۔

اس سے اس خانوادہ کو نعوذ باللہ نبوت، رسالت، امامت اور اہل بیت کے مقام تک پہنچانے والے خود سوچ لیں کہ کیا انگور کو بھی حنظل کا پھل لگ سکتا ہے اور اگر نہیں تو پھر مرزا غلام احمد کیسے نبی ہیں کہ جس اولاد کو وہ ذریت مبشرہ قرار دیتے رہے اور ان کے قصیدے لکھتے ہوئے یہاں تک کہتے رہے کہ۔

یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہیں
یہی ہیں پنجتن جن پر بنا ہے

وہ اپنی بدکرداری اور اپنی اندرونی محفلوں میں اسلامی شعائر کا مذاق اڑانے میں اس مقام تک چلی گئی کہ اس کا تصور بھی کسی مسلمان کے حاشیہ خیال میں نہیں آ سکتا۔

لارڈ ملہی اور ظفر اللہ خاں

لاہور کے سیاسی وسماجی حلقوں کے لئے چوہدری نصیر احمد ملہی المعروف لارڈ ملہی کا نام اجنبی نہیں۔ وہ ون یونٹ کے دوران مغربی پاکستان کے وزیر تعلیم رہے اور پھر انہوں نے پنجاب کلب میں اپنا ایسا مستقل ڈیرہ بنایا کہ یہ ان کی دوسری رہائش گاہ بن کر رہ گئی۔ ان کا تھوڑا ہی عرصہ ہوا، انتقال ہوا ہے۔ ان کے بیٹے چوہدری افضال احمد ملہی ایڈووکیٹ لاہور بار کے رکن ہیں۔ لارڈ ملہی مرحوم نے ترقی پسندی سے لے کر بقول ممتاز کالم نگار رفیق ڈوگر آخری عمر میں مذہب کی طرف مراجعت کا بڑا طویل سفر کیا۔ لیکن انہیں قریب سے جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ جھوٹ

نہیں بولتے تھے اور کسی واقعہ کے بیان میں ان کی ذات بھی ہدف بن جاتی تھی تو وہ اسے بچانے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کلاسک پر کھڑے کھڑے بات چل نکلی تو میں نے ان سے چوہدری ظفر اللہ خاں کے کردار کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے طالب علمی کے دور میں میں نے شاہنواز، (شاہنواز موٹرز اور شیزان والے) سے اس بارے میں پوچھا تو چونکہ وہ میرے بہت قریبی دوست اور عزیز تھے۔ اس لئے بے ساختہ کہنے لگے یار وہ تو جب آتا ہے، جان ہی نہیں چھوڑتا اور اس نے مجھے اپنی بیوی کے طور پر رکھا ہوا ہے۔ لارڈ ملٹی نے مزید بتایا کہ: "انہی ایام میں ظفر اللہ خان نے مجھے بھی پھانسنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میں اس کے قابو میں نہیں آیا۔"

یہ ہے، جنرل اسمبلی میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے، قائداعظم کا اپنے نام نہاد عقائد و نظریات کی خاطر جنازہ نہ پڑھنے والے اور اپنے آپ کو ایک کافر حکومت کا مسلمان وزیر یا ایک مسلمان حکومت کا کافر وزیر قرار دینے والے کا اصل کردار اور یہ صرف ظفر اللہ خاں ہی سے مخصوص نہیں ہر بڑا قادیانی دہرے کردار کا مالک ہوتا ہے۔

امرود کھانے کا مصلح موعودی طریقہ

انگریزی اور اردو زبان کو یکساں قدرت کے ساتھ لکھنے کے ساتھ ساتھ فلسفہ سیاست کے علاوہ فلم، موسیقی اور آرٹ پر گہری نگاہ رکھنے والے معدودے چند نامی صحافیوں میں احمد بشیر کی شخصیت اپنی ایک چمک رکھتی ہے۔ وہ اپنے صاف ستھرے کردار، اکھڑ پن اور ہر حالت میں سچ کہہ کر اپنے دشمنوں میں اضافہ کرتے رہنے کی عادت کے باوصف حق گوئی و بے باکی میں ایک ایسا مقام رکھتے ہیں کہ اس عہد میں اس کی مثالیں اگر نادر الوجود نہیں تو خال خال ہو کر ضرور رہ گئی ہیں۔ ان سے ایک مرتبہ قادیانی امت کے مصلح موعود کے عجائب و غرائب کی ذیل میں آنے والے احوال و ظروف کا تذکرہ ہو رہا تھا تو انہوں نے مرزا محمود احمد کے عشرت کدہ خلافت سے آگاہی رکھنے والے اپنے ایک قادیانی دوست کے حوالے سے بتایا کہ مرزا محمود احمد کو معکوس عجمی ذوق کی عادت بھی تھی اور ایک مرتبہ وہ بقول اس قادیانی دوست کے اس عمل سے بھی گزر رہے تھے اور ساتھ ساتھ امرود بھی کھاتے جا رہے تھے۔

احمد بشیر صاحب خدا کے فضل و کرم سے زندہ موجود ہیں اور اس روایت کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ میں اس پر صرف یہ اضافہ کرنا چاہوں گا کہ مذہب کا لبادہ اوڑھ کر اس نوع کے افعال

سے دل بہلانے والے ایک روحانیت کے پردے میں روحانیت کا کھیل کھیلنے والوں کی تو اس خطے میں کوئی کمی نہیں۔ لیکن امرود کھانے کا یہ مصلح موعودی طریقہ ایسا ہے کہ شاید ہی نہیں یقیناً پوری دنیا میں اس کی نظیر نہیں مل سکے گی۔ ایسے شخص کو آپ مفعول کہیں گے یا مفعول مطلق اس کا فیصلہ آپ خود کر لیں۔

مظہر ملتانی کی ایک حیران کن روایت

مظہر ملتانی نے جن کے والد فخر الدین ملتانی کو قادیان میں مرزا محمود احمد کی ناگفتہ بہ حرکات کو منظر عام پر لانے کے لئے پوسٹر لگانے کی پاداش میں قتل کر دیا گیا تھا۔ مجھے بتایا ایک مرتبہ ان کے والد محترم اپنے ایک دوست سے گفتگو کرتے ہوئے انہیں مرزا غلام احمد کے داماد نواب محمد علی آف مالیر کوٹلہ کے بارے میں یہ بتا رہے تھے کہ انہیں اواخر عمر میں کوئی ایسا عارضہ لاحق ہو گیا تھا کہ وہ اپنی کوٹھی کی سیڑھیاں نا کتخدا لڑکیوں کو اہرام سینہ سے پکڑ کر چڑھتے تھے۔ لیکن اپنے خاندان کی خواتین کو سخت ترین پردے میں رکھتے تھے اور انہیں پالکیوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے تھے۔ یاد رہے کہ جب مرزا غلام احمد نے ان سے اپنی نوجوان بیٹی مبارکہ بیگم بیاہی تو ان کی عمر ستاون سال تھی اور حق مہر بھی ستاون ہزار ہی رکھا گیا تھا اور نواب مالیر کوٹلہ کو اپنے تفضیلی عقائد کو بھی برقرار رکھنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

قاضی اکمل اور مرزا بشیر احمد

قاضی اکمل بڑی معروف شخصیت تھے۔ اب تو عرصہ ہوا عادیہ میں پہنچ چکے ہیں۔ جس زمانے میں راقم الحروف ربوہ میں بسلسلہ تعلیم مقیم تھا۔ چند مرتبہ ان کے پاس بھی جانا ہوا۔ وہ صدر انجمن احمدیہ کے کوارٹرز میں رہتے تھے۔ بواسیر کے مریض تھے۔ اس لئے لیٹے ہی رہتے تھے اور ان کے پہلو میں ریڈیو مسلسل اپنی دھنیں بکھیرتا رہتا تھا۔ یہ خبیث الطرفین شخصیت ہی وہ ہے جس نے مرزا غلام احمد کے عہد میں خود ان کے سامنے اپنی یہ نظم پیش کی تھی جس کے یہ اشعار زبان زد عام ہیں۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

ان کو ملنے کے لئے گئے تو نصر اللہ ناصر میرے ساتھ تھے۔ اگر ان کا حافظہ جواب نہ

دے گیا ہو یا ملازمت کی مجبوریاں زیادہ نہ بڑھ گئی ہوں تو وہ تصدیق کر سکتے ہیں کہ قاضی اکمل نے تفنن طبع کے طور پر یہ واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ ہم چند دوست مرزا بشیر احمد کے پیچھے قادیان سے باہر سیر سپاٹے کے دوران نماز پڑھ رہے تھے۔ مرزا بشیر احمد نے امامت کروائی اور ابھی وہ نماز میں ہی تھے تو میں نے کہا: "اوئے وضو کیتا سائی" یہ ہے قادیانی نماز......

جب میں لاہور آیا تو مظہر ملتانی مرحوم نے قاضی اکمل کے اپنے ہاتھوں کا لکھا ہوا ایک شعر مجھے دکھایا جو ایک طویل نظم کا حصہ تھا۔ وہ شعر مجھے اب بھی یاد ہے جو یہ ہے۔

بدن اپنا پھر آگے اس کے ڈالا تو کلت علی اللہ تعالیٰ

اس قادیانی کی خباثت کا اندازہ لگائیں کہ وہ اسلامی شعائر کی توہین کرنے میں کس قدر بے باک تھا۔ ایک دوسرا شعر بھی قاضی اکمل کے اپنے ہینڈ رائٹنگ میں مظہر ملتانی مرحوم نے مجھے دکھایا تھا۔ لیکن وہ اس قدر خستہ تھا کہ اس کا صرف ایک ہی مصرع پڑھا جا سکتا تھا۔ جو یہ ہے:

نہ چیخ مار و حبیب میرے کہ ہو چکا ہے دخول سارا

اب اگر قادیانی امت کے نام نہاد "صحابیوں" کی یہ حالت ہے تو پھر ان کے "نبی صاحب" خلفا اور دوسرے اہل بیت کی کیا حالت ہوگی؟ اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔

مرزا ناصر احمد نے اپنے ہی پوتے کے اغوا کا منصوبہ بنا لیا

ربوہ میں چارسدہ کی ایک ممتاز دیرینہ احمدی فیملی رہائش پذیر تھی۔ مرزا ناصر احمد کو پتہ نہیں کیا سوجھی کہ اس نے اپنے بیٹے مرزا لقمان احمد کا نکاح اس خاندان کے سربراہ کو باصرار راضی کر کے ان کی صاحبزادی سے کر دیا۔ یہ لڑکی ایک انتہائی شریف اور وضع دار خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ قصر خلافت میں آ گئی تو اس نے اپنے خاوند، اس کے والد مرزا ناصر احمد اور دیگر افراد خانہ کی اصل "روحانیت" اور "احمدیت" کا حقیقی عکس دیکھا تو اس کے لئے ایک پل بھی یہاں رہنا ناممکن ہو گیا۔ ناچار اس شریف زادی نے ساری داستان اپنے گھر والوں کو بتائی اور مرزا لقمان سے طلاق لے لی۔

اس عرصہ میں ان کے ہاں ایک بیٹا تولد ہو چکا تھا۔ مرزا لقمان احمد نے مرزا ناصر احمد کی شہ پر اس بیٹے کو اغوا کر کے اسے فوری طور پر لندن سمگل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کے لئے نہ صرف پاسپورٹ تیار کروایا گیا بلکہ ویزہ بھی حاصل کر لیا گیا۔ لیکن "خاندان نبوت" سے ہی قریبی تعلق رکھنے والے ایک معروف و متمول شخص نے نہایت خاموشی سے یہ اطلاع درانی صاحب کو پہنچا دی اور وہ اپنے بچوں کو بڑی مشکل سے ربوہ سے نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ اب یہ لڑکا رضوان

پشاور کے ایک کالج میں زیر تعلیم ہے۔ مگر "خاندان نبوت" کے غنڈے وہاں سے بھی اسے اغوا کرنے کے چکر میں رہتے ہیں۔ مگر مقامی مسلمان طالب علموں، اساتذہ اور پرنسپل کی خصوصی نگہداشت کے سبب وہ ابھی تک اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اس کی ایک وجہ رضوان کے عزیز واقارب کا پوری طرح چوکس رہنا ہے۔ اگر وہ کہیں ربوہ میں ہی رہائش پذیر ہوتے تو پتہ نہیں قادیانی غنڈے ان کا کیا حشر کرتے اور اس بستی میں کوئی ایک شخص بھی سچی گواہی دینے کے لئے تیار نہ ہوتا۔

جب تک حکومت ربوہ کی رہائشی زمین کی (جو کراؤن لینڈ ایکٹ کے تحت کوڑیوں کے مول لی گئی تھی) لیز ختم کر کے لوگوں کو مالکانہ حقوق نہیں دیتی اور وہاں کارخانے لگا کر روزگار کے مواقع پیدا نہیں کرتی۔ ایک ہی اقلیت کے تسلط کے باعث یہاں غنڈہ گردی ہوتی رہے گی اور قانون بے بس اور لاچار رہے گا۔

عروسہ گیسٹ ہاؤس

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے زمانے میں "خاندان نبوت" کے معتوب امیدوار "خلافت" مرزا رفیع احمد کے ایک انتہائی قریبی عزیز پیر صلاح الدین جو بیورو کریسی میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز رہے ہیں، راولپنڈی میں "عروسہ گیسٹ ہاؤس" کے نام سے فحاشی کا ایک اڈہ چلاتے ہوئے پکڑے گئے۔ جس پر ان کا منہ کالا کیا گیا اور اس کی روسیاہی کی تصویریں تمام قومی اخبارات میں شائع ہوئیں۔ جس کو اس بارے میں کوئی شک ہو، وہ نوائے وقت اور جنگ کے فائلوں میں یہ تصویر دیکھ سکتا ہے۔

فیر چندہ کتھے دیاں گے

قادیانی امت نے ماڈرن گداگروں کا روپ دھار کر اپنے مریدوں کی جیبیں صاف کرنے کے لئے چندہ عام، چندہ جلسہ سالانہ، چندہ نشر و اشاعت، چندہ وصیت، چندہ تحریک جدید، چندہ وقف جدید، چندہ خدام الاحمدیہ، چندہ انصار اللہ، چندہ اطفال الاحمدیہ، چندہ بہشتی مقبرہ اور اس طرح کے بیسیوں دیگر چندے وصول کرنے کے لئے گداگری کے اتنے کشکول بنائے ہوئے ہیں کہ عام قادیانیوں سے جینے اور مرنے کا بھی ٹیکس وصول کر لیا جاتا ہے اور خود تو "خاندان نبوت" کے افراد اندرون ملک اور بیرون ملک عیاشانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیکن اپنے مریدوں کو سادگی

اور ''احمدیت'' اور ''اسلام'' کے فروغ کے لئے سادگی اختیار کرنے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

اس مسلسل کنڈیشننگ کا یہ عالم ہے کہ عام قادیانی اسے بھی زندگی کا حصہ خیال کرنے لگ پڑتے ہیں۔ ماسٹر محمد عبداللہ ٹی. آئی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ انہیں اس بات کا یقینی اور قطعی علم ہو گیا کہ یہ مدرسہ خلیفہ جی اور ان کے حواریوں کو خام مال سپلائی کرنے کی نرسری ہے تو انہیں یہ باتیں زبان پر لانے کی پاداش میں جماعت سے ہی نہیں نکالا گیا بلکہ مذہبی جاگیرداریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں شہر بدر بھی کر دیا گیا۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ پھر ''احمدیت'' پر ہی تین حرف بھیج دیں۔ کیونکہ اس کے رہنماؤں کے احوال وظروف سے تو آپ کو بخوبی آگاہی ہو چکی ہے تو وہ کہنے لگے۔ ''اے گل تے ٹھیک اے پر فیر چندہ کتے دیاں گے؟''

لاہوری پارٹی کے سابق امیر مولوی صدرالدین نے جب وہ قادیان میں ٹی. آئی ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے تو انہوں نے بھی اسی صورت حال کو ملاحظہ کیا تھا۔ ماسٹر عبداللہ اور مولوی صدرالدین نے ایک دوسرے کو ملنا تو درکنار شاید دیکھنا بھی نہ ہو لیکن ان کے بیانات میں مطابقت قادیانیوں کے لئے قابل غور ہے۔

یادوں کا کارواں...... چند مزید جھلکیاں

۱...... آغا سیف اللہ مربی ''سلسلہ عالیہ احمدیہ'' جو کئی سال تک ۸۷ر سی ماڈل ٹاؤن لاہور میں ''تبلیغی فرائض'' انجام دیتے رہے ہیں۔ جامعہ احمدیہ میں تعلیم کے دوران ہی اپنے مخصوص ایرانی ذوق کی وجہ سے خاصے معروف تھے اور سیالکوٹ کے نواحی قصبے کے ایک دوسرے طالب علم نصیر احمد سے ربط وضبط کی وجہ سے رسوائی کی سرحدوں تک پہنچے ہوئے تھے۔ موخر الذکر کو قدرے بھاری سرینوں کی وجہ سے نصیر احمد ''ڈھولکی'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آغا سیف اللہ نے میرے سامنے بوجوہ واضح طور پر یہ تو تسلیم نہیں کیا کہ ان کے نصیر احمد کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کیا تھی۔ لیکن اتنا ضرور بتایا کہ ایک دوسرے مربی صاحب داؤد احمد حنیف نے نصیر احمد سے ''کرم فرمائی'' کی استدعا کی تھی۔ لیکن انہوں نے آغا صاحب کو بتا دیا۔ جس پر انہوں نے داؤد احمد حنیف کو خوب ڈانٹ ڈپٹ کی جو بالواسطہ اشارہ تھا کہ قادیانی امت کے قواعد وضوابط کے مطابق کسی دوسرے کی جولانگاہ میں اس طرح کا کھلا تجاوز درست نہیں۔ آخر اجازت لے لینے میں ایسی کون سی قباحت ہے۔

موصوف نے یہ بھی بتایا کہ وہ اپنے ایک ایم ایس سی دوست سے بھی مسلسل فیض یاب ہوتے رہتے ہیں اور انہیں اس بات پر خصوصی حیرت ہے کہ مرد وزن اور دو مردوں کے درمیان جنسی مراسم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ سارا پراسس بالکل ایک جیسا ہے۔ پھر پتہ نہیں لوگ ایک کو جائز اور دوسرے کو ناجائز کیوں سمجھتے ہیں؟ انہوں نے فن طفل تراشی کی کراہت کو کم کرنے کے لئے یہ بھی بتایا کہ مجید احمد سیالکوٹی مربی سلسلہ نے انہیں دوران تعلیم ہی "سلوک" کی ان منازل سے کچھ آگاہی بخشتے ہوئے کہا تھا کہ میر داؤد احمد آنجہانی سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ جو "حضرت مصلح موعود مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی" کے نہایت قریبی عزیز اور میر محمد اسحاق کے بیٹے تھے۔ انہیں بھی اس خاندانی علت المشائخ سے حصہ وافر ملا تھا اور موصوف (مجید احمد سیالکوٹی) کو افسر جلسہ سالانہ میر داؤد احمد کے ساتھ کئی سال تک پرنسپل اسسٹنٹ کے طور پر ڈیوٹی دیتے ہوئے بعض بڑے نادر تجربات ہوئے اور اسی تعلق میں انہوں نے یہ بھی بتایا: "ایسے ہی ایک موقع پر رات کے پچھلے پہر جب سب اپنی اپنی ڈیوٹی سے تھک ہار کر ستانے کے لئے لیٹے تو میر داؤد احمد نے میرے شجر حیات کو پکڑ کر اپنی رانوں کے درمیان رکھ لیا اور اسی عالم میں میں نے ان سے یہ وعدہ لیا کہ وہ مجھے اندرون ملک مربی بنا کر نہیں رکھیں گے بلکہ کسی بیرونی ملک میں بھجوا دیں گے اور پھر انہوں نے اپنا یہ وعدہ پورا کر دیا۔"

راقم یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ مجھے فنون کثیفہ کی اس صنف کے ایک اور ماہر جامعہ احمدیہ کے پرانے طالب علم صادق سدھو نے بتایا کہ میر داؤد احمد انہیں تخلیہ میں بلا کر اکثر پوچھا کرتے تھے کہ تم سلسلہ اغلامیات کے یہ مرحلے کس طریقے سے طے کرتے ہو۔ اس پس منظر میں یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ ان کمزور لمحات میں اگر مجید احمد سیالکوٹی میر داؤد احمد سے کچھ اور بھی منوا لیتے تو شاید وہ اس سے بھی انکار نہ کرتے اور یوں قادیانی کام شاستر کے کچھ نئے آسن بھی سامنے آجاتے۔

خیر یہ چند جملے تو یونہی طوالت اختیار کر گئے۔ تذکرہ ہو رہا تھا آغا سیف اللہ صاحب کا جو آج کل قادیانی امت کے ناقوس خصوصی "الفضل" کے پبلشر ہیں۔ انہوں نے راقم الحروف کو خود بتایا کہ ان کی اہلیہ جو "خاندان نبوت" سے بڑی عقیدت رکھتی ہیں۔ ایک مرتبہ خلیفہ ثانی کے اس "حرم پاک" سے ملنے گئیں۔ جو "بشریٰ مہر آپا" کے نام سے معروف ہیں تو جب تکلفات سے بے نیاز ہو کر کھلی ڈلی گفتگو شروع ہوئی تو موصوفہ نے کسی لگی لپٹی کے بغیر کہا کہ ان کا تو رحم ہی موجود نہیں ہے۔ یہ رحم کس طرح "معجزانہ" طور پر غائب ہوا تھا اور عصمت کے اس ویرانے میں کس

انداز میں ''رؤیا وکشوف'' کی چادر چڑھا کر اس معاملے کو ٹھپ کر دیا گیا اور اندھے مریدوں اور مجبور عقیدت مندروں سے اس پر کیونکر ''زندہ باد'' کے نعرے لگوائے گئے۔ اس اجمال کی کسی قدر تفصیل پہلے آ چکی ہے۔ اس لئے مزید طوالت سے اجتناب کرتے ہوئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ورنہ یہ حقائق پر مبنی واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر انہیں پوری تفصیل سے لکھا جائے تو ''گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈز'' کے کئی ایڈیشن اسی کے لئے مخصوص ہو کر رہ جائیں۔

وہ لوگ جو طنزاً کہتے ہیں کہ اکثر و بیشتر مسالک و مکاتب فکر کے دینی مدرسوں میں فقہی موشگافیاں جدا جدا سہی، مگر عملی نصاب (کورس) ایک ہی ہے۔ وہ جامعہ احمدیہ کو اس فن میں وہ مقام دینے پر مجبور ہوں گے کہ پورے وثوق سے کہا جا سکے گا کہ یہاں سے ''احمدیت'' کی تبلیغ کے جو ''چراغ'' روشن ہو چکے اور ہو رہے ہیں۔ وہ کون کون سی تاریک راہوں کو منور کریں گے اور ''احمدیت'' کا ''نور'' کس طریقے سے پھیلائیں گے۔

شہر سدوم کا نوحہ

عمر علوی ایڈووکیٹ

پتھروں کی برستی ہوئی چھاؤں میں کون ستائے گا
ایک قصہ سنانے کی خاطر
ان راہروں کا
جو چلے شہر امید کو
اور صحرا میں بھٹکے ہوئے پھر رہے ہیں
جن کے اونٹوں کے کوہان سب گل چکے
اور محمل نشینوں کے ننگے بدن
باد صرصر کا ایندھن ہوئے
پتھروں کی برستی ہوئی چھاؤں میں کون سا اجنبی آ گیا
ایک قصہ سنانے کی خاطر
ان طلسمات کا
خواہشوں سے سلگتے ہوئے
شہزادوں کے دھڑ جن میں پتھر ہوئے

کھلا خط
شفیق مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی ومحترمی السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!

آپ اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ قوموں کی زندگی میں سب سے زیادہ نازک وقت وہ ہوتا ہے جب وہ غلامی کی خواب گراں سے بیدار ہوکر آزادی کے لئے تلملاتی ہیں اور آناً فاناً ہی ان کے قلب وذہن میں کچھ کر گزرنے کے جذبات موجیں مارنے لگتے ہیں۔ ایسے لمحات میں غلاموں کی بیڑیوں کی چھنک دشمنان شعور وآگہی کے لئے بانگ دراہی نہیں تیغ قضا بن جاتی ہیں اور ان کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں۔ انہیں اپنے ظلم وستم، جبر وتشدد اور مکر وفریب کے سارے جال ٹوٹتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں تو وہ اپنے مذموم افعال کی جوابدہی کے تصور ہی سے لرزہ براندام ہو جاتے ہیں اور آزادی کی نیلم پری کو دوبارہ پابہ زنجیر کرنے کے لئے سیاسی، معاشی اور مذہبی محاذ پر ہر جتن دہر سامری کام میں لاتے ہیں۔ لیکن آزادی کا نشہ کچھ ایسا ہوتا ہے کہ یہ تمام حربے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور ان نام نہاد آقاؤں کو بالآخر اپنے کئے کا حساب دینا پڑتا ہے۔ اس وقت سے لے کر جب حضرت بلالؓ نے اپنے دل میں ایمان کی پہلی کرن پھوٹنے پر اپنے مالک کے حکم سے سرتابی کرتے ہوئے ایک مسلمان غلام پر کوڑے برسانے سے انکار کیا تھا۔ تا ایں دم یہی سلسلہ جاری ہے اور کرۂ ارض سے ہر قسم کی غلامی کے مٹنے اور اس کے ہر گوشے میں محمد عربی کے پھریرے لہرانے تک چراغ مصطفوی وشرار بولہبی کی یہ کشمکش جاری رہے گی۔ اس پس منظر میں برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں نے ایک بھرپور انگڑائی لیتے ہوئے خوابوں کی دنیا کو الوداع کہنے کی تیاریاں شروع کیں تو فرنگی اقتدار کے رنگ محل میں ہلچل مچ گئی اور انہوں نے اپنے آزمودہ ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں میں تشتت وافتراق کو ہوا دینے، حریت پسندوں پر دزنداں واکرنے اور انہیں معاش سے محروم کرکے اپنے قدموں پر جھکانے کی ہرسعی کر ڈالی۔ لیکن اس دوا نے بھی کچھ کام نہ کیا تو دانش فرنگ نے پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے درمان فیض سے امت مسلمہ کو علیحدہ کرنے کی سازش کرتے ہوئے اپنے ایک پرانے نمک خوار سے جعلی نبوت کا دعویٰ کروا کے مسلمانوں کا رخ مدینہ سے موڑ کر قادیان کی طرف کرنے کا ناٹک رچایا اور یہ نبی تاج برطانیہ کا کچھ اتنا وفادار اور اتنا غلامی پسند تھا کہ اس کے ذہن میں یہ بات سرے سے موجود ہی نہیں تھی کہ نبی کا کام لوگوں کو طوق وسلاسل سے آزاد کرکے ایک باوقار قوم کے طور پر کھڑا کرنا ہوتا ہے۔ سو وہ تمام سلسلہ انبیاء کی انقلابی تاریخ کو طاق نسیاں پر رکھتے ہوئے مسلمانوں کو الہامی بنیادوں پر غلامی کو آزادی پر ترجیح دینے کا درس دیتے ہوئے بڑی ڈھٹائی سے یہ راگ الاپتا رہا۔

ان کی شاہی میں میں پاتا ہوں فلاح روزگار تاج وتخت ہند قیصر کو مبارک ہو مدام

اس خودساختہ نبی کا اپنی ۸۵ کے قریب کتب میں انگریز حکومت کے خلاف ایک لفظ بھی تحریر نہ کرنا بلکہ خوشامد اور کاسہ لیسی کرتے ہوئے اس کی بدترین قصیدہ خوانی کرنا اور مناظراتی ومشاجراتی فضا پیدا کر کے امت مسلمہ ہند کی توجہ سیاسی جدوجہد سے ہٹا کر مذہبی مناقشات کی طرف پھیرنا صرف اس عہد کے حکمران طبقے ہی کے لئے منفعت بخش ہو سکتا تھا۔ جس کے لئے تمام مسلمانان عالم کا حضورﷺ کے آخری نبی ہونے پر اجماع اور عقیدۂ جہاد سوہان روح بنا ہوا تھا۔ اور اس کی دلی خواہش تھی کہ کسی طرح کوئی ایسا اہتمام ہو جائے کہ مسلمانوں کے دل سے تاجدار مدینہ کی محبت اور جہاد کی روح دونوں ختم ہو جائیں۔ اب چونکہ ایک نبی کے حکم میں ترمیم وتنسیخ دوسرے نبی کے ذریعے ہی سے ہوتی ہے۔ اس لئے برطانیہ ہی کی شہ پر مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے پہل اپنے آپ کو ایک مسیحیت مخالف مناظر کی حیثیت سے متعارف کروایا اور پھر مجدد، محدث، امتی نبی، ظلی نبی، بروزی نبی اور لغوی نبی کا دعویٰ کرتے ہوئے انجام کار باقاعدہ امرونہی کے حامل ایک صاحب شریعت نبی ہونے تک جا پہنچا اور وحدت امت مسلمہ کی بنیادی اینٹ یعنی خاتمیت محمدی پر ضرب لگانے کی ناکام کوشش کر کے مسیلمہ پنجاب بن گیا اور اپنے اوپر ایمان نہ لانے والے مسلمانوں ہی کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر ان سے مناکحت ومصاہرت کے رشتے توڑ کر ان کے بچوں تک کے جنازوں کو حرام قرار دے کر ایک نئی امت کی نیو رکھی اور امت محمدیہ کے مقابل میں ایک نئی امت کھڑی کی۔ یہاں اس امر کا تذکرہ بے جانہ ہوگا کہ بعض مسلم فرقوں کے درمیان پائے جانے والے اختلافات خواہ کتنے بھی سنگین نوعیت کے کیوں نہ ہوں اور ان کے درمیان یہ شدت تغلیظ کے طور پر تکفیر تک ہی کیوں نہ جا پہنچے اس کی حیثیت فروعی ہے۔ کیونکہ تمام فرقے قرآن کریم کے آخری کتاب، امت مسلمہ کے آخری امت اور حضورﷺ کے آخری نبی ہونے پر پورے صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار اپنے نبی پر ایمان نہ لانے والوں کو انکار نبوت کی بناء پر کافر سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہ فروعی نہیں بلکہ اصولی اختلاف ہے۔ جب قادیانی فکری وعملی دونوں اعتبار سے مسلمانوں سے سماجی انقطاع کیئے ہوئے ہیں اور اس پر پوری سختی سے عمل پیرا ہیں تو مسلمانوں کا بھی یہی مطالبہ ہے کہ وہ ہم سے الگ رہیں اور محض ملازمتوں پر شب خون مارنے اور معاشی فوائد حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان کہنے کی ضد ترک کر دیں اور قومی اسمبلی کے فیصلہ اور خود اپنی تعلیمات کے مطابق ایک غیرمسلم اقلیت کی حیثیت سے امن اور چین سے رہیں اور ہر قسم کی اشتعال انگیزیوں سے پرہیز کریں۔ مگر قادیانیوں کو مسلمانوں سے لاگ

بھی ہے اور لگاؤ بھی۔ وہ مسلمانوں سے نفرت بھی کرتے ہیں۔ لیکن گلشن کا کاروبار چلانے کے لئے ان سے محبت کا ڈھنڈورا بھی پیٹتے ہیں۔ وہ انبیاء علیہم السلام کے خلاف ژاژ خائی کرتے ہیں۔ آئمہ اطہار پر زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ علماء کے خلاف مخصوص قادیانی لب ولہجہ میں سب وشتم کرتے ہیں۔ مگر رہنا مسلمانوں کے اندر ہی چاہتے ہیں کہ اس کے بغیر یہ ڈرامہ سٹیج نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں نے بعد از خرابی بسیار انہیں اپنے جسد ملی سے کینسر کی طرح کاٹ کر علیحدہ کر دیا ہے تو فرنگی کا یہ خود کاشتہ پودا ان کے اندر افتراق انتشار کو بھڑکانے کی ہی سعی مذموم نہیں کر رہا۔ اپنا شباب فرنگی سامراج کے پہلو میں گزار کر اب امریکہ کی ٹانگہ بن کر ملک وملت کے خلاف زہریلے پراپیگنڈے میں مصروف ہے اور واشنگٹن سے پاکستان کی امداد بند کرانے کے لئے کوشاں ہے اور اس امر کو فراموش کر رہا ہے کہ امداد نما امریکی قرضوں کے جال کے علاوہ بدترین امریکی مربی معاہدہ سیٹو میں پاکستان کو پھنسانے والا اور ملکی کابینہ کی منظوری کے بغیر اس معاہدے پر دستخط کر کے اپنا استعفیٰ بھیج دینے والا ننگ وطن بھی ایک قادیانی چوہدری ظفر اللہ آنجہانی ہی تھا۔ حیرت ہے کہ ایک معمولی رجسٹرڈ کمپنی کو بھی اتنا تحفظ حاصل ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے کسی پراڈکٹ کو رجسٹرڈ کرا لیتی ہے تو کوئی دوسرا ادارہ ایسی کوئی پراڈکٹ اس پیکنگ یا اس سے ملتی جلتی پیکنگ میں اپنی پراڈکٹ نہیں بیچ سکتا۔ لیکن قادیانی مسلمانوں کو اتنا بھی حق دینے کے لئے تیار نہیں کہ وہ قرآن وسنت کی نصوص سے طے شدہ اور چودہ سو سال سے متفقہ ختم نبوت کے اس مفہوم کو کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں۔ مسلمانوں کی قطعی وحتمی شناخت کا معیار قرار دے سکیں۔ قادیانی اپنا کلمہ الگ بنائے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کا کلمہ پڑھتے ہوئے محمد رسول اللہ سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی لیتے ہیں۔ جیسا کہ ان کی کتب میں صراحت سے درج ہے۔ قادیان وربوہ کے جلسوں کو ظلی حج قرار دیتے ہیں اور اپنے نبی صاحب کے مرتبے کو یہاں تک پہنچا دیتے ہیں کہ۔

احمد ثانی نے رکھ لی احمد اوّل کی لاج (نعوذ باللہ)

بلکہ یہاں تک کہنے میں بھی کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ: ''ان (مسلمانوں) کا خدا اور ہے اور ہمارا اور۔'' تو پھر ایک مسلمان کے لئے یہ فیصلہ کرنے میں کیا مشکل ہے کہ قادیانی اسلام ہی کے نہیں پاکستان کے بھی غدار ہیں۔ اس لئے ملک وملت کے بہی خواہ ہونے کے اعتبار سے آپ کا یہ فرض ہے کہ قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں، تبلیغی سرگرمیوں اور چالبازیوں پر کڑی نظر رکھیں اور ان سے ایسی علیحدگی اور انقطاع اپنا شعار بنائیں جس سے آپ کی اسلامی غیرت اور حب الوطنی کا اظہار ہوتا ہو۔ خدا تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔ آمین! والسلام! شفیق مرزا، لاہور

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

پیر باپ کی پاکیزگی کے حلف سے
مرید بیٹے کا گریز

بمع

ضمیمہ تبلیغی سفر

عبدالرحمٰن ڈیرہ غازیخان

پیش لفظ

راقم الحروف بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی کی صداقت کے متعلق ایک عرصے سے جستجو میں مصروف رہا۔ ان کی تصانیف اور ان کے دوسرے کارہائے نمایاں جو اعداء اسلام کے مقابل ہیں۔ انہوں نے سرانجام دیئے۔ وہ کاشف شکوک وظنون ہوئے۔ لیکن ایک سنگ راہ بدستور رہا۔ وہ آنجناب کے فرزند اکبر مرزا محمود احمد صاحب کا کردار وہ بڑے ذہین اور فطین انسان تھے۔ بہت عمدہ مقرر تھے۔ اعلیٰ درجے کے منتظم تھے۔ انہوں نے اپنے رنگ میں جماعت کو پروان چڑھایا۔ تنظیم میں ایک قسم کی بیداری پیدا کی۔ لیکن اپنی تقاریر و بیانات اور دعاوی سے ابتلاء بھی پیدا کیئے۔ جماعت کی تنظیم اور اس کی اطاعت سے جو پیر پرستی سے بھی تجاوز کر گئی تھی۔ ان کی شخصیت کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ لیکن ان کے بعض جارحانہ دعاوی جماعت کے لئے زنجیر پا بن جاتے رہے۔

لیکن سب سے زیادہ ابتلاء انگیز ان کے ذاتی کردار کا معاملہ تھا۔ سنگین الزامات سے ان کا گریز اور فرار جماعت کے اہل تقویٰ اور دوسرے جویائے حق لوگوں کے لئے ایک معمہ بنا رہا۔ مجھے اس بات نے مرزا قادیانی کا حلقہ بگوش ہونے سے باز رکھا۔ آخر کار میں نے اور میرے لڑکے نے ان کے صاحبزادے مرزا رفیع احمد اور جماعت ربوہ کے صوبائی امیر مرزا عبدالحق صاحب سے خط وکتابت شروع کی۔ اوّل الذکر سے اس لئے کہ بیٹا باپ کے لئے بہت غیور ہوتا ہے۔ چونکہ میری جستجو کا سارا مدار مؤکد بالعذاب حلف پر تھا۔ مجھے یقین تھا کہ مرزا رفیع احمد صاحب بلاحیل وحجت اپنے والد بزرگوار کی برأت میں حلف کے لئے تیار ہو جائیں گے اور میرے لئے راستہ صاف کر دیں گے۔ مثلاً میں خود اپنے والد بزرگوار کے کردار کی پاکیزگی کے متعلق سنگین سے سنگین حلف اٹھانے سے گریز نہیں کروں گا۔ جب دل کا معاملہ اس ایک نقطہ پر آ کر ٹھہرا کہ وہ قسم کھائیں اور میں جماعت میں شامل ہو جاؤں تو تامل کا کوئی جواز نہیں رہتا۔ مؤخر الذکر بزرگ سے میں اس لئے مخاطب ہوا کہ الزامات کی موج تند جولاں ان کے گھر سے اٹھی اور قادیانی خلافت کے نہنگوں کے نشیمن تہ وبالا ہوئے۔ مرزا عبدالحق صاحب کے سسرال خم ٹھونک کر باہر آ گئے۔ دعوت مباہلہ سے للکارا۔ کیونکہ ان کو اپنی عزیزہ کی بات پر پورا پورا یقین تھا۔ کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ محض جھوٹ کی خاطر اتنی قربانیاں دے۔ جتنی ان کے سسرال نے دیں۔ جھوٹ اور سچ کا ایک امتیازی نشان یہ رہا ہے کہ انسان سچ کے لئے جان پر کھیل جاتا ہے۔ لیکن جھوٹ کے لئے معمولی سردرد سے بھی گریز کرتا ہے۔ علاوہ ازیں کون ہوشمند انسان اپنی عزیزہ کی بدکاری کا ڈھنڈورا دیتا ہے کہ پیر کو زانی ثابت کیا جائے۔

حیرت کا مقام ہے کہ جب مباہلہ کا غلغلہ اٹھا۔ قتل و آتش تک تو نوبت آئی۔ لیکن خلیفہ صاحب نے اپنی پاکیزگی کی قسم کھانے سے گریز کو ایمان بنالیا۔ یہ بھی سنا جاتا رہا کہ انہوں نے باوجود گریز کے واقعہ تک کا ذکر کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ واقعہ چودہ سو سال پہلے مشیت ایزدی سے ان کی برأت کے لئے ہوا اور سورۂ نور ان کے لئے نازل ہوئی۔ لیکن حضرت رسول اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے کسی پہلو کی اتباع نہ کی۔ کیا سرور کائنات نے اس فتنہ کے اٹھانے والوں کا بائیکاٹ کیا تھا؟

میں نے اور میرے لڑکے نے مذکورہ بالا حضرات سے رجوع کیا۔ لیکن وہ دونوں اپنے خلیفہ صاحب کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ مجھے خدا کی تعزیر سے ڈراتے رہے۔ لیکن معاملہ کی روح سے دور رہے حالانکہ جو لوگ خلیفہ صاحب کے کردار کے خلاف بغاوت کر کے نکلے۔ وہ محض حق وصداقت کی پرکھ کے لئے ہزار حلف اٹھانے کے لئے ہر وقت تیار ہیں جو لوگ خلیفہ صاحب کو یوم تبل السرائر سے پہلے فداہ امی وابی کا درجہ دیتے تھے۔ ان کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ ایک صبح اٹھ کر محض افتراء کے طور پر ان پر جنسی معصیت کا الزام لگانا شروع کر دیں۔ کوئی انسان اپنی ماؤں کے گناہوں کی جستجو نہیں کرتا۔ وہ اس فضا اور ماحول سے گریزاں رہتا ہے۔ جس میں اس کی ماں پر زبان طعن دراز ہوتی ہے۔ بیٹے اور ماں کے گناہ میں ہمالیہ سے زیادہ سنگین پردہ حائل ہوتا ہے۔ جس وقت بیٹا ماں کے کردار کی شناخت سے بیزار ہو کر الگ ہوتا ہے تو وہ یقیناً ایسے انکشاف کے بعد ہوتا ہے۔ جس سے انکار ناممکن ہوتا ہے۔ یہی حال ان حضرات کا ہے جو از خود تو خلیفہ صاحب کے متعلق کوئی بات نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ اس سے عرق انفعال میں ڈوب جاتے ہیں۔ لیکن جب ان کو خدا اور رسول کا واسطہ دیا جاتا ہے اور ان کی حلف کو معیار حق وصداقت قرار دیا جاتا ہے تو وہ بڑی صفائی سے بات کرتے ہیں اور حلف اٹھاتے ہیں۔ لیکن مرزا رفیع احمد صاحب اور مرزا عبدالحق نے بڑے بھدے طریق سے حلف سے گریز کی ہے اور ایک جویائے حق کو مرزا قادیانی کی قبولیت سے محروم کیا ہے۔ یہ اس لئے کہ ربوہ کے خلیفہ ثانی کا دعویٰ تھا کہ وہ مرزا قادیانی کے موعود بیٹے اور ذریت طیبہ ہیں۔ وہ کئی روحانی مدارج کے مدعی بھی تھے۔ اس لئے ان کا معاملہ صاف ہونا ازبس ضروری ہے وہ ہر وقت احتساب کے مستوجب ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو جویائے حق ان کو نظر انداز کر کے بھی رجوع کر سکتا تھا۔ خلیفہ ثانی کے کردار اور الزامات کی تشفی بخش صفائی سے گریز نے کم از کم مجھے مخمصے میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس کی ساری ذمہ داری اس وقت مرزا رفیع احمد اور مرزا عبدالحق پر عائد ہوتی ہے۔ اگر الزام لگانے والے حلف عذاب کے لئے تیار ہیں تو ان کو کیا تامل ہے۔ جو خلیفہ ثانی کو مصلح موعود مانتے ہیں۔ لیکن خلیفہ ثانی

اوران کی جماعت نے جو طریق اختیار کر رکھا ہے وہ اس خطا کار ماں کا ہے۔ جو اپنے مجروح دل بیٹے کی علیحدگی کو سوسائٹی کے سامنے اس طرح پیش کرتی ہے۔ جیسے اس بیٹے نے صالح ماں کے خلاف بغاوت کی ہے اور ماں کی اطاعت اور احترام نہ کر کے حضور سرور کائنات ﷺ کی تعلیمات کی بے حرمتی کر رہا ہے۔ بیٹا شرم کے مارے سر بگریباں ہے۔ کیونکہ جو کچھ وہ اپنے رویے اور احتجاج کے حق میں کہے گا۔ اس میں اس کی ماں کی عصمت کا معاملہ طشت ازبام ہوتا ہے۔ جب سماجی دباؤ سے وہ اذیت ناک حقیقت کا اظہار کرتا ہے تو ماں آسمان سر پر اٹھا لیتی ہے اور چلاتی ہے۔ دیکھو یہ نابکار بے حیا بیٹا ماں کی عصمت پر زبان طعن دراز کرتا ہے۔ لامحالہ لوگ ماں کے طرفدار ہو جاتے ہیں اور دکھی بیٹے کو ملامت کرتے ہیں۔ لیکن خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ماں کی فحش کاری کے نظارے سے بیٹے کے دل پر کتنی قیامتیں نازل ہوئیں۔ وہ حقیقت میں مظلوم بیٹا، ماں کے فریب کارانہ واویلا سے ظالم سمجھا جاتا ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہوا۔ جو خلیفہ ثانی سے زخمی ہو کر نکلے اور خلیفہ صاحب نے اور جماعت نے واویلا مچایا کہ دیکھو مرید ہو کر زنا کا الزام لگاتے ہیں۔ حالانکہ یہی بات ان کی سچائی کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ کوئی مرید مرشد پر الزام نہیں لگاتا۔ جب تک مرشد کی فحش کاریاں عریاں ہو کر اس کے سامنے نہ آجائیں اور اس کے لئے نہ جائے انکار ہو اور نہ راہ فرار۔

میں ان دو حضرات سے پوچھتا ہوں کہ کیا مرزا قادیانی کا اپنے مخالفوں سے یہی رویہ تھا۔ کیا وہ ہر فیصلہ کن بات پر حق و صداقت کی خاطر مباہلے کے لئے تیار نہیں ہو جاتے تھے؟ کیا حضرت مولانا نورالدین کو اگر خدانخواستہ یہ سانحہ پیش آتا تو وہ اس طرح سے گریز کرتے جس طرح نام نہاد موعود بیٹے نے کیا تھا؟ چونکہ خط و کتابت سے معاملہ صاف نہیں ہوا اور مذکورہ بالا حضرات نے مجھے ڈرانے کی سعی کی ہے۔ کشف غطاء کے لئے ساعی نہیں ہوئے۔ ساری خط و کتابت شائع کر رہا ہوں۔ تاکہ قارئین خود فیصلہ فرمالیں۔ میں نے آخری خط میں اشاعت کا ذکر بھی کیا ہے۔

عبدالرحمٰن!

خط نمبر:۱

قرآن کی تضحیک سے رک جائیں؟

مکرم مرزا (عبدالحق سرگودھا) صاحب!

آپ کا مضمون بعنوان ”حضرت خلیفہ المسیح الثانی کے کارنامے بلحاظ فیض روحانی“

رسالہ ''انصار اللہ'' ربوہ ماہ نومبر میں نظر سے گزرا اور تو لکھیں تو تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ وہ لوگ خلیفہ صاحب ثانی کی ذات بے برکات سے ناواقف ہیں۔ آپ کو تو آپ کی زوجہ محترمہ سکینہ بیگم نے آج سے کئی سال پہلے خلیفہ صاحب کی ناپاک زندگی سے آگاہ کر دیا تھا۔ کاش کہ آپ نے اپنی بیوی سے پوچھ لیا ہوتا۔ خلیفہ صاحب کے روحانی فیوضات کیا ہیں؟ آپ خدا کو کیا جواب دیں گے۔ خدا کے لئے تدبیر سے کام لیں اور ایک ناپاک گندے، بدکار آدمی کو قرآنی آیات کا مصداق نہ ٹھہرائیں۔ قرآن کی تضحیک سے رک جائیں اور اپنی بیوی کی شہادت پر اعتبار کریں۔ عبدالرحمٰن!
بلاک نمبر ۴، ڈیرہ غازی خان، مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۶۶ء

خط نمبر: ۱...... بجواب عبدالرحمٰن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ — کوٹھی نمبر ۶، انکم ٹیکس روڈ سرگودھا چھاؤنی

مکرمی السلام علیکم!

میں مشرقی پاکستان گیا ہوا تھا۔ وہاں سے واپس آ کر آپ کا خط ملا۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو نور فراست دے تو میرے مضمون سے سدھر سکتا ہے کہ الزامات جو حضور کی ذات بابرکات پر لگائے جاتے ہیں، درست نہیں۔ ہم خدا کے فضل سے اہل غرض نہیں ہیں۔ بلکہ سینکڑوں روپے ماہوار چندہ دیتے ہیں اور نصف سے زیادہ وقت خدمت دین کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ (جو محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے) اگر ان میں سے کوئی بات بھی درست ہوتی تو تعلق اخلاص ممکن نہ ہوتا۔ ہم نے اس شخص کو دیکھا اور خوب گہرے طور پر دیکھا۔ وہ ایک نہایت قیمتی موتی تھا۔ لیکن پھر بھی ٹھوکر کھانے والوں نے ٹھوکر کھائی۔ یہ ان کی عقل اور فہم اور دینی حس کا قصور تھا۔ انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر وہ نعوذ باللہ ایسا ہی تھا۔ جیسا کہ وہ لوگ سمجھتے رہے تو اس کو اتنے میٹھے پھل کیسے لگ گئے۔ اگر میں اس درخت کے پھل گنواؤں تو یہ جگہ کافی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو برکت بخشی اور ہر طرف سے بخشی۔ اس پر بدظنی کرنے والے نور ایمان سے محروم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی قانون ہے۔ میں نے اس خیال سے یہ چند حروف لکھے ہیں کہ شاید یہ آپ کی ہدایت کا موجب ہوں۔ ورنہ میں اس کے جواب کی طرف مائل نہ ہوتا۔ والسلام!

عبدالحق، امیر جماعت احمدیہ سابق صوبہ پنجاب وبہاولپور!

خط نمبر:۲......عبدالرحمٰن

کیا آپ کی زوجہ محترمہ نے مرزا محمود پر زنا کا الزام لگایا تھا؟

اصل سوال کی یاددہانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

محترم برادرم مرزا عبدالحق صاحب، سلمک اللہ تعالیٰ!

آپ کا جواب ملا۔ جس کا میں بہت شکرگزار ہوں۔ امید ہے کہ میرے شکوک دور کرنے میں میری رہنمائی کریں گے۔ کیونکہ وہی شکوک جماعت ربوہ میں داخل ہونے میں مانع ہیں۔ آپ نے اپنے خط میں جماعت سے خلوص اور دل بستگی کا اظہار کیا ہے۔ اس میں تو کسی کو شک وشبہ نہیں ہو سکتا۔ پہلے میں آپ سے جو کچھ لکھنا چاہتا ہوں، معذرت چاہتا ہوں میرے لکھنے کی غرض صرف حقیقت پر پہنچنا ہے۔ مجھے حسب ذیل سوالات کے جوابات درکار ہیں۔

۱...... کیا آپ کی زوجہ محترمہ سکینہ بیگم نے خلیفہ ثانی پر زنا کا الزام لگایا تھا؟

۲...... کیا خلیفہ صاحب کے پاس زنا کا الزام سن کر گئے تھے؟ نیز انہوں نے کیا جواب دیا جس کی وجہ سے آپ کی تسلی ہوگئی؟

ممکن ہے جو جواب آپ کی تشفی کا موجب بنا ہو، میرے لئے بھی ہدایت کا موجب بن جائے۔ مجھے امید کامل ہے کہ آپ ان متذکرہ بالا سوالات کے جوابات سیدھے سادھے الفاظ میں دے کر ممنون فرمائیں گے۔ والسلام! عبدالرحمٰن لائبریرین!

لائبریری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، بلاک نمبر۲
ڈیرہ غازی خاں، مورخہ ۲۵؍فروری ۱۹۶۶ء

خط نمبر:۳......عبدالرحمٰن، بطور یاددہانی

زنا کے الزام کی صفائی کیجئے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

مکرم ومحترم مرزا صاحب، السلام علیکم!

آپ نے میرے ایک خط کا جواب نہایت محبت اور خلوص کے رنگ میں دیا تھا جس

میں آپ نے خلیفہ صاحب کی عظمت اور بزرگی کا اظہار کیا تھا۔ یہ رنگ مجھے پسند آیا تو میں نے اپنے شکوک وشبہات کے ازالہ کے لئے دوبارہ آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ جس میں تین سوالات درج کئے تھے اور آپ سے درخواست کی تھی کہ جواب سے نوازیں تا کہ ہمارے دلوں سے بھی تاریکی کے بادل چھٹ جائیں اس خط کا جواب دستیاب نہیں ہوا۔ اس وجہ سے دوبارہ یاددہانی کے طور پر خط لکھ رہا ہوں اور اس میں انہی سوالات کا اعادہ کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ ان سوالات کے جوابات دے کر ممنون فرمائیں گے تا کہ شکوک کا ازلہ ہو سکے۔

سوال

۱...... کیا آپ کی بیوی محترمہ سکینہ بی بی نے اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی بناء پر مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی پر زنا کا الزام نہیں لگایا تھا؟

۲...... پھر اس الزام کو سن کر کیا آپ خلیفہ صاحب کے پاس نہیں گئے تھے؟

۳...... خلیفہ صاحب کی طرف سے وہ کیا جواب تھا جس نے آپ کی تسلی کر دی؟

چونکہ یہ الزامات آپ کی بیوی کی طرف سے منسوب کئے جاتے ہیں اور آپ کا بھی کسی نہ کسی رنگ میں ذکر آتا ہے اور اس وجہ سے ان الزامات کی صفائی آپ ہی کر سکتے ہیں۔ امید ہے کہ برا نہ مناتے ہوئے جواب سے نوازیں گے۔ ممکن ہے کہ یہ جوابات میری ہدایت کا موجب بنیں۔

عبدالرحمٰن، اپریل ۱۹۶۶ء

خط نمبر ۳:...... بجواب عبدالرحمٰن

جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

مکرمی عبدالرحمٰن صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا خط ملا۔ اس سے پہلے خط بھی ملا تھا۔ یہ باتیں خط وکتابت میں لانی مناسب نہیں ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ آپ کو کسی وقت توفیق دے تو میرے پاس آئیں۔ میں انشاء اللہ! آپ کی تسلی کی کوشش کروں گا۔ اگر آپ پسند کریں گے تو آمد ورفت کا کرایہ پیش کر دوں گا۔ لیکن اسے سمجھنے کے لئے صحت نیت ضروری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اخلاص کے ساتھ پورا جھکاؤ ہو تو وہ ہدایت سے محروم نہیں رہنے دیتا۔ ان الزامات میں بے حد مبالغے کئے گئے ہیں۔ الزامات

لگانے والوں نے اس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سلوک کو نہیں دیکھا جو ان الزامات کی پوری تردید کرتا ہے۔ والسلام!

خاکسار: مرزا عبدالحق، امیر جماعت ہائے احمدیہ، سابق صوبہ پنجاب و بہاولپور

خط نمبر: ۴...... عبدالرحمٰن، اصل سوال کی مزید یاددہانی

میرے سوال کی طرف توجہ دیجئے

محترم مرزا صاحب، السلام علیکم!

آپ کا خط مورخہ ۱۲/اپریل ۱۹۶۶ء کو ملا۔ آپ نے لکھا ہے میں نے جن امور سے متعلق آپ سے دریافت کیا ہے۔ ان کو خط و کتابت میں لانا مناسب نہیں اور تسلی دلانے کے لئے آپ نے سرگودھا آنے کی دعوت دی ہے۔ اس بارہ میں یہ عرض ہے کہ مجھے سرگودھا آنے میں کوئی عذر نہیں۔ جو امر مجھے ربوہ جماعت سے دور رکھنے کا موجب ہے۔ وہ وہی الزامات ہیں جو وقتاً فوقتاً خلیفہ صاحب کی ذات پر لگتے رہے ہیں۔ پھر ان الزامات میں تواتر کا رنگ پایا جاتا ہے۔ سرگودھا صرف اس شرط پر آنے کو تیار ہوں کہ آپ مجھے ان الزامات کا جواب نفی یا اثبات میں دیں۔ جن کا تعلق آپ کی بیوی محترمہ سکینہ بیگم سے ہے۔ کیونکہ عام سماعت کے مطابق آپ کی محترمہ نے آپ کو ہی خلیفہ صاحب کے کردار سے آگاہ کیا تھا۔ میرے لئے اس وقت تک دوسرے دلائل تسلی کا موجب نہیں ہوں گے۔ جب تک آپ ان الزامات کی تردید نہ کریں۔ اگر خلیفہ صاحب کا کردار ہی محل نظر ہو تو دوسرے دلائل کی طرف توجہ کرنا بے فائدہ ہے۔ نہ کوئی سمجھ دار آدمی ان دلائل سے مطمئن ہو سکتا ہے اگر آپ مجھے ان الزامات کا جواب نفی یا اثبات میں دینے کو تیار ہوں تو مجھے سرگودھا آنے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ امید ہے کہ میرے اس ذہن کو مدنظر رکھ کر جواب سے نوازیں گے۔ اگر دوسرے غیر متعلقہ مباحث میں ڈال کر تسلی دینے کی کوشش کرتا ہے تو پھر مجھے سرگودھا کا سفر اختیار کرنے میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ عبدالرحمٰن!

۱۶/اپریل ۱۹۶۶ء

خط نمبر: ۵...... بطور یاددہانی

خلیفہ صاحب دوم کی ذات پر سنگین قسم کے الزامات کا تدارک کیجئے

آخری مزید یاددہانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

مکرم ومحترم مرزا صاحب، السلام علیکم! مزاج مبارک

مورخہ ۱۶/اپریل ۱۹۶۶ء کو آپ کی خدمت میں جواباً مراسلہ ارسال کیا تھا کہ جس میں خاکسار نے تحقیق حق کے لئے سرگودھا آنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا تا کہ اس الزام کی تردید یا توثیق، جو آپ کی زوجہ محترمہ سکینہ بیگم نے خلیفہ صاحب دوم کی ذات پر لگایا تھا معلوم کرسکوں۔ افسوس ہے کہ آپ نے جواب تک نہیں دیا۔ آپ کی یہ خاموشی اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ آپ کی محترمہ نے خلیفہ صاحب دوم کی ذات پر کوئی سنگین قسم کا الزام عائد کیا تھا۔ جس کو آپ پردۂ راز میں رکھنا چاہتے ہیں اور اب مجھے اس امر کا حق پہنچتا ہے کہ میں تمام خط وکتابت شائع کردوں تا کہ اپنے اور بیگانے خلیفہ صاحب کے دعویٰ مصلح موعودیت کی حقیقت سے آشنا ہوسکیں۔ والسلام!

عبدالرحمٰن لائبریرین، بلاک نمبر ۴
ڈیرہ غازی خاں، مورخہ یکم / اکتوبر ۱۹۶۶ء

اب یہ خط وکتابت کا سلسلہ شفیق الرحمٰن خان صاحب اور مرزا رفیع احمد صاحب خلف الرشید تقدس مآب مرزا محمود احمد کے مابین ہوا۔ جو ہدیہ ناظرین ہے۔ اس پمفلٹ کو ربوہ کی ہر جماعت میں کثرت سے تقسیم کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔ یہ ٹریکٹ بنی نوع انسان کے لئے اور خصوصاً جماعت ربوہ کے لئے موجب ہدایت بن سکتا ہے۔

خط نمبر: ۱...... شفیق الرحمٰن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

مکرم مرزا رفیع احمد صاحب!

میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے علم کلام سے متاثر ہوں، کتب دیکھی ہیں۔ اپنی استعداد کے مطابق مطالعہ بھی کیا ہے۔ جن میں سچائی رمق نظر آتی ہے۔ چونکہ اب ایک گروہ کی طرف سے، مرزا صاحب کے خلیفہ مرزا محمود احمد پر نہایت ہی بھیانک الزامات لگائے گئے ہیں۔ وہ الزامات ہیں بھی ان کے مریدوں کی طرف سے جو کسی زمانہ میں خلیفہ صاحب کے نہایت ہی قریب رہ چکے ہیں۔ ان میں ایک مولوی عبدالرحمٰن صاحب مصری بھی ہیں۔

ان الزامات کی تردید یا تو خلیفہ صاحب کی ازواج کرسکتی ہیں۔ کیونکہ بیوی اپنے خاوند کے عیوب سے بکلی واقف ہوتی ہے یا خلیفہ صاحب کے صاحبزادگان کرسکتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی گھر کے ماحول سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ میں مرحوم خلیفہ صاحب کی بیوگان کی طرف تو خط نہیں لکھ

سکتا۔ آپ کے نام سے واقف تھا۔ کیونکہ آپ ایک دفعہ ڈیرہ غازیخان تشریف لائے تھے۔ آپ سے خدا کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ میری تسلی حلف سے کریں کہ وہ تمام الزامات جو خلیفہ صاحب پر لگائے گئے ہیں، غلط ہیں۔ خلیفہ صاحب کی زندگی مقدس انسانوں کی طرح تھی۔ وہ مرزا صاحب کی پیش گوئی مصلح موعود کے مصداق ہیں۔ مجھے اس بات سے تسلی نہیں ہے کہ آپ خلیفہ صاحب کو مان رہے ہیں۔ اس وجہ سے بعض اوقات وہ الزامات غلط ہو سکتے ہیں کہ ایک آدمی اپنے خاندان کے وقار کو ملحوظ رکھ کر بھی حقیقت سے چشم پوشی کرتا ہے اور اس کا اظہار نہیں کر سکتا۔ چونکہ یہ مذہب کا معاملہ ہے۔ اس وجہ سے نہیں ہے۔ خدا کے نام پر اپیل کی ہے اور حلف کا مطالبہ کیا ہے۔ اگر آپ نے خاموشی اختیار کی تو میں سمجھ لوں گا کہ عائد کردہ الزامات مبنی بر صداقت ہیں اور قیامت کے روز میرا ہاتھ آپ کے گریبان میں ہوگا۔ شفیق الرحمٰن خاں معرفت مولوی محمد افضل صاحب

بلاک نمبر ۱۲، ڈیرہ غازی خاں

خط نمبر: ۱...... بجواب شفیق الرحمٰن، جواب مرزا رفیع احمد صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم شفیق الرحمٰن خاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا خط کچھ عرصہ ہوا، ملا تھا۔ چونکہ پچھلے دنوں میں دورہ پر رہا۔ اس لئے جلد جواب نہ دے سکا۔ آپ نے اپنے خط میں جو دل آزار مفتریانہ باتیں لکھی ہیں۔ ان کو میں حوالہ بخدا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کا فیصلہ فرما دے گا۔ اس امر کا بہت افسوس ہے کہ آپ قرآن کریم کی تعلیم سے بالکل لاعلم ہیں۔ ان لوگوں کی جن باتوں کو آپ نے بیان کیا ہے، قرآن کریم نے جھوٹا قرار دیا ہے۔ آپ سورۃ نور پر غور کریں، اس کی آیت ۱۲، ۱۳ میں صاف طور پر ایسے لوگوں کو جھوٹا اور کاذب فرمایا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کی گواہی قبول نہیں کرتے تو میری گواہی اس کے مقابل پر کیا حیثیت رکھتی ہے۔ یہ یقین رکھیں اور مجھے اس بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ قیامت کے دن میرا گریبان آپ کے ہاتھ میں نہیں ہوگا۔ میرا خدا مجھے یقیناً اس ذلت سے بچائے گا۔ میں نے اس کی اتنی عنایات دیکھی ہیں کہ میں اس بارہ میں شبہ کر ہی نہیں سکتا۔ ہاں! اگر آپ نے ان باتوں سے توبہ نہ کی اور قرآن کریم کے فیصلہ کو، جو سورۃ نور میں بیان ہوا ہے۔ قبول نہ کیا تو آپ کا گریبان قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور آپ اس دن کی رسوائی سے بچ نہیں سکیں گے۔ انشاء اللہ!

والسلام! مرزا رفیع احمد

خط نمبر: ۲...... شفیق الرحمٰن

حلفیہ قسم کا مطالبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

مکرم ومحترم مرزا صاحب، السلام علیکم!

مدت ہوئی ہے کہ آپ کی طرف سے میرے خط کا جواب موصول ہوا تھا۔ جواب الجواب ارسال کرنے میں تساہل ہوا ہے۔ میں نے آپ کو لکھا تھا کہ آپ ان الزامات کی تردید حلفاً کریں جو خلیفہ صاحب کی ذات پر متواتر لگتے رہے ہیں۔ آپ نے تردید کرنے کی بجائے سورۃ نور کی آیت ۱۲، ۱۳ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ میں نے ان آیات کو غور سے پڑھا، وہاں تو خلیفہ صاحب کی ذات پر عائد کردہ الزامات کی تردید نظر نہیں آئی۔ وہاں صرف حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بے بنیاد الزامات کی تردید خود اللہ تعالیٰ کر رہا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ نے بھی خلیفہ صاحب کے الزامات کی تردید کی ہے۔ اگر کی ہے تو کہاں؟

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے فتویٰ کی بناء پر خلیفہ صاحب کو الزام لگانے والوں نے مباہلہ کے لئے بلایا۔ لیکن خلیفہ صاحب مقابل پر نہ آئے۔ حالانکہ بڑے مرزا صاحب کے فتویٰ کی بناء پر ہی ان کو مباہلہ پر آنا پڑتا تھا۔ نامعلوم ان کے پاس کون سی شرعی دلیل تھی جس کی وجہ سے وہ مباہلہ پر نہ اترے۔ آپ نے لکھا کہ جب آپ کو قرآن کی گواہی میں یقین نہیں تو میری گواہی پر کیسے یقین آئے گا۔ قرآن کی گواہی کے متعلق تو لکھ چکا ہوں کہ وہ خلیفہ صاحب کے الزامات کی تردید نہیں کر رہی، باقی رہا آپ کی گواہی میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ ان الفاظ میں قسم اٹھائیں تو میں آپ کو صادق ہی گردانوں گا۔ کیونکہ ہر آدمی نے ایک دن خدا کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ حلف کے الفاظ یہ ہیں۔

”میں اس خدا کو حاضر جان کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ مرزا محمود احمد صاحب کی ذات پر جو وقتاً فوقتاً زنا کے الزامات لگتے رہے ہیں۔ وہ غلط اور بے بنیاد ہیں۔ میں گھر کا ایک فرد ہونے کی وجہ سے حق الیقین کی بناء پر کہتا ہوں کہ مرزا محمود احمد صاحب مرحوم مقدس، پاکباز، اسلامی عبادات کو کما حقہ ادا کرنے والے اور خدا کے مقرر کردہ مصلح موعود ہیں۔ اگر میں اپنے حلف میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ مجھ پر ایک

سال تک ایسا عذاب نازل کرے جو تمام دنیا کے لئے عبرت کا موجب ہو۔"

مجھے امید ہے کہ آپ ان الفاظ میں قسم کھانے سے گریز نہیں کریں گے اور مجھے دوسرے دلائل لا طائل سے تسلی دلانے کی کوشش نہ کریں۔ میرے لئے اب صرف قسم ہی بریت کی دلیل ہے۔ وہ بھی خلیفہ صاحب کے خاندان کے کسی فرد کی۔ اس وجہ سے میں نے آپ کی طرف رجوع کیا ہے۔ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔ والسلام!

شفیق الرحمٰن خاں معرفت مولوی محمد افضل صاحب

بلاک نمبر ۱۲، ڈیرہ غازی خاں، مورخہ ۹ ؍جون ۱۹۶۶ء

خط نمبر: ۳ ...... شفیق الرحمٰن

قصر خلافت کی رنگین اور سنگین محفلیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

مکرم ومحترم جناب صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب السلام علیکم ...... مزاج شریف!

آپ کی خدمت میں مورخہ ۹ ؍جون ۱۹۶۶ء کو جواباً مراسلہ ارسال کیا تھا۔ آپ نے میرے پہلے خط مورخہ ۲ ؍اپریل ۱۹۶۶ء کے جواب میں سورۂ نور کی آیت نمبر ۱۲، ۱۳ کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اسی تحقیق کی خاطر آپ کی خدمت میں لکھا تھا کہ آیا خلیفہ صاحب ثانی کی ذات پر ان سنگین الزامات کی حلفاً تردید کر سکتے ہیں جو انہی کے مریدین کی طرف سے عائد کئے گئے ہیں۔ جب کہ مریدین کے علاوہ الزام لگانے والوں میں خلیفہ صاحب کے خاندان کے افراد اور ان کے قریبی رشتہ دار بھی شامل ہیں۔ مثلاً آپ کے چھوٹے بھائی مرزا حنیف احمد صاحب، بی۔اے، ایل۔ایل۔بی نے ربوہ میں اپنے دوستوں کے سامنے خلیفہ صاحب کی ذات پر عائد کردہ الزامات کی توثیق کی تھی۔ اس توثیق کی وجہ سے بعض افراد ربوہ چھوڑ کر پہلے جھنگ چلے گئے۔ بعد ازاں اب وہ رحیم یار خاں میں آباد ہیں۔ بعض اب بھی ربوہ میں رہتے ہیں۔ وہ اپنی خانگی مجبوریوں کی وجہ سے ربوہ کو چھوڑ نہیں سکتے۔ کیونکہ ان کا گزارہ آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح سید خاندان (ام طاہر اور بشریٰ زوجین خلیفہ صاحب ثانی کا خاندان) کے افراد مثلاً سید نعیم احمد صاحب بھی ولایت جاتے ہوئے اپنے دوستوں کو قصر خلافت کی رنگین محافل کا حال بتا کر گئے تھے۔

جن افراد کا میں نے ذکر کیا ہے، وہ زندہ ہیں۔ وہ کبھی بھی حلفاً تردید نہیں کر سکتے کہ

انہوں نے خلیفہ صاحب ثانی کی ذات پر الزام نہیں لگائے۔ ان حقائق اور شواہد کی موجودگی میں جب آپ بھی خاموشی اختیار کر کے الزام لگانے والوں میں شامل ہوتے ہیں تو خلیفہ صاحب ثانی پر عائد کردہ الزامات کو غلط قرار دوں یا صحیح؟ فقط!

خاکسار: شفیق الرحمٰن خاں معرفت مولوی محمد افضل خان صاحب
بلاک نمبر ۱۲، ڈیرہ غازی خاں، مورخہ ۱۰ ر جون ۱۹۶۶ء

خط نمبر: ۲...... بجواب شفیق الرحمٰن

سوال گندم جواب چنا، جواب مرزا رفیع احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شفیق الرحمٰن خاں صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا خط ملا۔ میرا جواب وہی ہے جو پہلے لکھ چکا ہوں۔ ایک ایسا انسان جس کا توکل اپنے حاضر وناظر عالم الغیب اور قدرتوں والے خدا پر ہو، اسے دنیا کی کیا پرواہ ہوسکتی ہے۔ دنیا اسے گندہ کہے، حرام کار قرار دے یا جو چاہے وہ کہے۔ اسے اس سے کیا۔ اسے تو اپنے خدا سے واسطہ اور تعلق ہے اور وہ خدا کے حکم کے خلاف نہیں کرسکتا۔ یہی طریق میرے باپ نے اختیار کیا اور یہی میں بھی بتوفیق الہٰی اختیار کروں گا۔ رہا یہ کہ مرزا حنیف احمد یا کسی اور رشتہ دار نے ایسی بات کی، اوّل تو یہ بات جھوٹ اور خلاف عقل معلوم ہوتی ہے اور اگر صحیح ہے تو بھی جس نے ایسا کہا، وہ جھوٹا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم اسے جھوٹا قرار دیتا ہے۔ کیا آپ کو علم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کی اپنی بہن نے ایسا الزام لگایا تھا۔ کیا حضرت لوط علیہ السلام کے اپنے مریدوں اور قریبیوں نے ان پر اس سے بڑھ کر الزام نہیں لگایا کہ انہوں نے شراب کے نشہ میں اپنی ہی بیٹیوں کے ساتھ بدفعلی کی اور کیا حضرت سلیمان پر اس سے بڑھ کر الزام نہیں لگایا گیا کہ نعوذ باللہ وہ چھپ کر بت پرستی کرتے تھے اور اوریاہ کو قتل کرا کے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ کیا آپ ان الزامات کو، جو ان معصوموں اور پاک بازوں پر لگائے گئے اور ان کے اپنے مریدوں اور قریبیوں کی طرف سے لگائے گئے، سچا مانتے ہیں اور دل میں نہانی کفر رکھتے ہیں۔ اگر سچا نہیں مانتے تو کیوں؟ اس لئے کہ قرآن کریم انہیں جھوٹا قرار دیتا ہے۔ میں بھی اسی وجہ سے ان لوگوں کو، جنہوں نے میرے باپ پر، یا ہمارے خلیفہ اوّل پر یا دوسرے پاک بازوں پر الزام لگائے ہیں، جھوٹا اور مورد نفرین سمجھتا ہوں۔ کیونکہ قرآن کریم انہیں جھوٹا قرار دیتا ہے۔

والسلام! مرزا رفیع احمد

خط نمبر:۴......شفیق الرحمٰن

کیا خلیفہ صاحب کے خاندان کا کوئی فرد بھی خلیفہ کی پاک دامنی پر قسم کھا سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

مکرم ومحترم جناب مرزا رفیع احمد سلمہ الرحمٰن السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا خط ملا، جس میں آپ نے گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر بائبل کی رو سے عائد کردہ الزامات کو دہرا کر یہ لکھا ہے کہ یہ الزامات ان کے مریدین نے لگائے تھے۔ افسوس اس امر کا ہے کہ آپ نے حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ کسی نبی پر بھی ان کی زندگی میں ان کے کسی مرید نے بھی زنا وغیرہ کا الزام عائد نہیں کیا۔ جن الزامات کی آپ نے نشاندہی کی ہے، وہ بائبل کے مرتبین نے انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب کیے ہیں۔ بائبل کے مفسرین اور قرآن مجید کے مفسرین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ باتیں بعد کی اختراع ہیں۔ اگر آپ کے پاس کوئی تاریخی ثبوت ہو کہ کسی نبی پر ان کی زندگی میں، ان کے ماننے والوں میں سے کسی نے زنا کا الزام عائد کیا ہے تو مجھے حوالہ کے ساتھ تحریر کریں۔

دوم...... تمام انبیاء علیہم السلام کی بریت اور عصمت پر قرآن مجید نے گواہی دی ہے۔ اس وجہ سے ہر مسلمان ہر ایک نبی کی پاک دامنی کے لئے ہر قسم کا حلف اٹھانے کو تیار ہے۔ بلکہ آپ سے بھی یہ کہا جائے کہ بائبل کے مطعون انبیاء علیہم السلام کی پاک دامنی پر حلف اٹھائیں تو آپ انشراح صدر سے تیار ہو جائیں گے۔

سوم...... آپ، خلیفہ صاحب پر زنا کا الزام لگانے والوں کو قرآن کی کسی نا معلوم آیت کی روشنی میں قابل نفرین اور جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ جب آپ کو خلیفہ صاحب کی پاک دامنی پر اتنا ہی یقین ہے تو پھر آپ مندرجہ ذیل قسم کھانے سے گریز کیوں کرتے ہیں۔ یہ الفاظ میں کسی اور خط میں بھی لکھ چکا ہوں۔ اب دوبارہ لکھ دیتا ہوں۔

"میں اپنے خدا کو حاضر وناظر جان کر قسم کھاتا ہوں، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی کی ذات پر جو وقتاً فوقتاً الزامات لگتے رہے ہیں وہ غلط اور بے بنیاد ہیں۔ میں گھر کا ایک فرد ہونے کی وجہ سے حق الیقین کی بناء پر کہتا ہوں کہ مرزا محمود احمد صاحب مقدس، پاکباز، اسلامی عبادات کو کما حقہ ادا کرنے والے اور مرزا غلام

احمد قادیانی کی پیش گوئی مصلح موعود کے حقیقی مصداق ہیں۔ اگر میں حلف میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ مجھ پر ایک سال تک ایسا عذاب نازل کرے جو تمام دنیا کے لئے عبرت کا موجب ہو۔"

مجھے اب امید ہے کہ میرے متذکرہ بالا حلف کے الفاظ کو لکھ کر دستخط کر دیں گے۔

میرے نزدیک خلیفہ صاحب کی بریت کے لئے دو ہی راستے تھے۔

ایک...... ان کا خود مباہلہ کرنا۔

دوم...... آپ کے گھر کے کسی ممبر کا حلف اٹھانا۔ (گھر کے ممبر سے مراد آپ کی ازواج اور لڑکے ہیں) چونکہ خلیفہ صاحب اپنی زندگی میں مباہلہ کی دعوت دینے والوں کے مقابل پر نہیں آئے۔ اب کسی متذبذب آدمی کے اطمینان کا ایک ہی طریقہ ہے۔ وہ ہے گھر کے کسی آدمی کا حلف اٹھانا۔ اس وجہ سے میں نے آپ کی خدمت میں لکھا تھا۔ افسوس یہ ہے کہ آپ جواب دیتے ہیں۔ لیکن حلف نہیں اٹھاتے۔ آپ کا حلف نہ اٹھانے کی وجہ سے میرا شک یقین میں متبدل ہوتا جا رہا ہے۔ آپ قرآن کی روشنی میں الزام لگانے والوں کو جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ لیکن خلیفہ صاحب کی پاک دامنی پر حلف نہیں اٹھاتے، اس کی کیا وجہ ہے؟

میرے نزدیک تو قرآن مجید کی کسی آیت سے اشارۃ النص کے طور پر بھی (ان کی) بریت ظاہر نہیں ہوتی۔ معلوم نہیں کہ آپ سورۂ نور کی آیت ۱۲،۱۳ سے خلیفہ صاحب کی پاک دامنی پر کس طرح استدلال کرتے ہیں۔ میں تمام بحثوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے صرف آپ سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ آپ متذکرہ بالا لفظوں میں قسم کھا کر مجھے اطمینان دلا دیں۔ میں قسم کا مطالبہ صرف اس وجہ سے کر رہا ہوں کہ ڈیرہ غازی خان میں اس قسم کے آدمی بھی ہیں جو اس تحدی سے دعویٰ کرتے ہیں کہ خلیفہ صاحب کے خاندان کا کوئی فرد بھی آپ کی پاک دامنی پر قسم نہیں کھا سکتا۔ والسلام!

شفیق الرحمٰن خاں معرفت مولوی محمد افضل صاحب

بلاک نمبر ۱۲، ڈیرہ غازی خان، مورخہ ۷ر نومبر ۱۹۶۶ء

تبصرہ

ملک عزیز الرحمٰن قادیانی، گجرات

☆...... نام نہاد مصلح موعود فالج جیسی خبیث مرض کا شکار ہو گیا۔

☆...... حلفیہ قسم سے گریز کیوں؟

☆...... حضرت مسیح موعود کی صداقت اور بدکار کا عبرتناک انجام۔

☆...... حضرت مسیح موعود کا الہام: ”کلب یموت علیٰ کلب “

☆...... خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی بدکار کو بہشتی مقبرہ بھی نصیب نہ ہوا۔

اظہار حقیقت

اس پمفلٹ میں جماعت احمدیہ ربوہ کے دو ممتاز ارکان کے خطوط شائع کئے جا رہے ہیں۔ جن سے یہ بات عیاں ہے کہ یہ لوگ حقیقت کو چھپانے کے لئے کس طرح گریز کی راہ اختیار کرنے میں مہارت رکھتے ہیں۔ ہمارا ان سے مطالبہ یہ ہے کہ اپنے نام نہاد مصلح موعود کی پاکیزگی کو حلف مؤکد بعذاب کے ذریعہ ثابت کریں۔ لیکن یہ لوگ مرزا قادیانی کے واضح تحریروں کی موجودگی میں بھی نہ صرف گریز ہی کرتے ہیں بلکہ یہاں تک لکھ دیتے ہیں کہ ایسا کرنا جائز نہیں۔ مرزا محمود احمد پر خدا تعالیٰ کے واضح عذاب کو دیکھتے اور سمجھتے ہوئے بھی یہ لوگ نہایت بے باکی سے کہتے جا رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا میاں صاحب مرحوم کے ساتھ سلوک نہایت اچھا تھا۔ جن لوگوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کا سلوک اچھا ہوتا ہے وہ فالج جیسی خبیث مرض کا شکار ہو کر گیارہ سال چارپائی پر بیمار رہ کر مرزا قادیانی کے الہام ”کلب یموت علی کلب “ کے مصداق نہیں بنتے۔ میاں صاحب مرحوم کا وجود مرزا غلام احمد قادیانی کی سچائی کا ایک بین ثبوت تھا۔ خدا تعالیٰ نے مرزا قادیانی کے ساتھ کشتی نوح میں یہ وعدہ فرمایا تھا کہ جو تیرے اس گھر کی چاردیواری میں داخل ہو گیا ہے اس پر بلا نازل نہیں ہو سکتی۔ اس کی تشریح فرماتے ہوئے مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو میری تعلیم کی چاردیواری یعنی اس پر عمل پیرا رہے گا اس پر بلا نازل نہیں ہو سکتی اور اس شخص پر بھی بلا نازل نہیں ہو سکتی۔ جو میرے دنیاوی گھر کی چاردیواری کے اندر رہتا ہے۔ چنانچہ اپنے وعدہ کی لاج رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ نے جب فالج کی بلا مرزا محمود احمد پر نازل کرنی تھی جو مرزا قادیانی کی تعلیم سے منحرف ہو چکے تھے اور جن پر خدائی وعدہ کے مطابق اس گھر کی چاردیواری میں بلا نازل نہیں ہو سکتی ان کو اس گھر کی چاردیواری سے نکال باہر کیا اور ربوہ جیسے کلر شور زمین میں لا کر میاں محمود احمد کو فالج کی بلا میں مبتلا کر دیا اور اس طرح اس بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے سے روک لیا جس میں دفن ہونے سے کوئی دنیاوی طاقت مرزا محمود احمد یا ان کے خاندان کو روک نہیں سکتی تھی۔ خدا تعالیٰ نے کمال قدرت نمائی سے اپنے ہر دو دعوؤں کی لاج رکھی۔ قادیان سے نکال کر اس کے گھر کی چاردیواری سے باہر فالج کا شکار کیا اور ساتھ ہی بہشتی مقبرہ کو بھی محفوظ رکھ لیا۔ یہ ہے وہ سلوک جو میاں محمود احمد کے ساتھ خدا تعالیٰ کا تھا اور جس پر جماعت احمدیہ ناز کر رہی ہے۔ اب میں مکرم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ صوبائی امیر جماعت ہائے احمدیہ اور میاں

رفیع احمد صاحب ابن میاں محمود احمد صاحب کے خطوط پر مختصر سا تبصرہ کرتا ہوں۔

مسیح موعود کی صداقت اور بدکار کا عبرتناک انجام

ان خطوط میں مکرم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا لکھتے ہیں کہ: ''الزام لگانے والوں نے اس شخص (یعنی مرزا محمود احمد صاحب ناقل) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سلوک کو نہیں دیکھا۔ جو ان الزامات کی پوری تردید کرتا ہے۔''

اب ہم دیکھتے ہیں کہ: ''اس انسان'' کے ساتھ خدا تعالیٰ کا سلوک مرزا غلام احمد قادیانی مجدد صدی چاردہم کی مندرجہ ذیل تحریرات کی روشنی میں کیا ہوا۔

۱...... ''فالج نہایت سخت بلا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص ۲۲۳، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳۴)

۲...... ''فالج نہایت سخت دکھ کی مار ہے۔ قہر ہے غضب الٰہی ہے۔''

(انجام آتھم ص ۶۶، ۶۷ ملخص، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

۳...... اور خود خدا تعالیٰ نے فرمایا: ''اے عبدالحکیم تو مفلوج ہونے سے بچایا جائے گا۔ کیونکہ اس میں شماتت اعداء ہے۔'' (تذکرہ ص ۶۷۶، ۶۷۷، طبع سوم)

۵...... ایک شخص ڈوئی نامی امریکہ کا رہنے والا تھا۔ اس نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ اپنے شہر صحوان سے نکالا گیا۔ کئی لاکھ کی جائیداد سے بے دخل ہوا اور آپ مرض فالج میں گرفتار ہو گیا اور اب وہ ایک قدم چل نہیں سکتا۔ ہر ایک جگہ اٹھا کر لے جاتے ہیں اور امریکہ کے ڈاکٹروں نے رائے دی ہے کہ اب یہ قابل علاج نہیں۔ (حقیقت الوحی ص ۲۱۶، خزائن ج ۲۲ ص ۲۲۶ ملخص)

ان مذکورہ بالا حوالاجات کی رو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جھوٹا دعویٰ کرنے والا اگر فالج کا شکار ہو جائے، اپنے شہر سے نکال دیا جائے، جائیداد سے بے دخل ہو جائے اور وہ چلنے کے قابل بھی نہ رہے اور ڈاکٹر اس کو لاعلاج قرار دے دیں تو سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ نے اس پر غضب الٰہی نازل کیا۔ سو عرض ہے کہ مرزا (عبدالحق سرگودھا) ایڈووکیٹ صاحب کے خلیفہ ثانی کے ساتھ خدا تعالیٰ کا سلوک بمثل ڈوئی آف امریکہ تھا۔ چنانچہ وہ اپنے شہر قادیان سے نکالے گئے۔ لاکھوں کی جائیداد سے بے دخل ہوئے اور ۲۶؍فروری ۱۹۵۵ء کو ان پر فالج کا حملہ ہوا۔ وہ اپنا ایک قدم بھی زمین پر رکھنے کے قابل نہ تھے اور ڈاکٹروں نے انہیں لاعلاج قرار دے دیا تھا۔ آخر کار اسی مرض میں گیارہ سال مبتلا رہ کر ۸؍نومبر ۱۹۶۶ء کو وفات پا گئے۔ خلیفہ صاحب خود ہی اپنی کتاب دعوت الامیر میں فالج کو غضب الٰہی قرار دے چکے ہیں۔ خود اپنے بارہ میں یوں لکھتے ہیں:

''۲۶؍فروری ۱۹۵۵ء کو مجھ پر فالج کا حملہ ہوا۔ اب میں عملاً بیکار ہوں۔'' (اشتہار ۱۹۵۵ء)

۲...... "اب میں ۶۸ سال کا ہوں اور فالج کی بیماری کا شکار ہوں۔"

(الفضل مورخہ ۴؍اگست ۱۹۵۶ء)

۳...... "پچھلے سال اکتوبر میں جابہ سے واپسی پر میری بیماری کی تکلیف کچھ اس طرح بڑھ گئی تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ فالج میں اضافہ ہو رہا ہے۔" (الفضل مورخہ ۵؍فروری ۱۹۵۸ء)

ان بینہ ثبوتوں کے بعد بھی اگر مرزا (عبدالحق) ایڈووکیٹ صاحب کی سمجھ میں بات نہ آئے کہ خداتعالیٰ کا سلوک ان کے خلیفہ ثانی کے ساتھ ایک مفتری بمثل ڈوئی تھا، نہ کسی مصلح کی طرح تھا، تو اس کا علاج سوائے خدا کے اور کسی کے پاس نہیں۔ خدا کا سلوک تو ایسا عبرتناک ہے جس کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی۔

مرزا قادیانی نے لکھا کہ: "جھوٹا دعویٰ کرنے والا ۲۳ سال کے اندر اندر مارا جاتا ہے اور ۲۳ سال زندہ نہیں رہ سکتا۔" چنانچہ مرزا قادیانی کے اس حوالہ کو جو (اربعین نمبر۳ ص۲، خزائن ج۱۷ ص۳۸۷ ملخص) میں ہے پیش کر کے ہم نے اپنے ٹریکٹ ایک قادیانی دوست کا خط اور اس کے جواب میں لکھا تھا کہ میاں صاحب ۲۳ سال کے عرصہ کے اندر اندر قہر اور غضب الٰہی کا شکار ہو گئے ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی کی تحریر کے مطابق جھوٹا دعویٰ مصلح کرنے کے سبب وہ ۲۳ سال کے اندر راہی ملک بقاء ہو گئے۔ یاد رہے کہ محمود احمد نے دعویٰ مصلح موعود ایک حلفیہ بیان کے تحت یکم مارچ ۱۹۴۴ء کو کیا تھا۔ اس کے مطابق ان کو اٹھائیس فروری ۱۹۶۷ء سے قبل وفات پا جانا ضروری تھا۔ چنانچہ وہ آٹھ نومبر ۱۹۶۶ء کو وفات پا گئے اور مرزا قادیانی کے اس الہام کو بھی پورا کر گئے جو (تذکرہ ص۱۸۰) پر درج ہے اور جس کے الفاظ یہ ہیں۔ "کلب یموت علیٰ کلب" اس حوالہ کی رو سے بقول مرزا قادیانی ایسے شخص کا ۵۲ سال کے اندر اندر فوت ہونا ضروری تھا۔

مرزا قادیانی اگر بہ نظر غور دیکھیں تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ خداتعالیٰ کا ان کے ساتھ وہی سلوک تھا جو وہ ازل سے لے کر ابد تک مفتریوں کے ساتھ کرتا چلا آیا ہے۔

میاں محمود احمد کا اپنا قدم زمین پر نہ رکھ سکنے اور ڈاکٹروں کے لاعلاج کر دینے کا ثبوت ان کے لڑکے ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ایم.بی.ایس کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۳ء

اس کے بعد میں مرزا رفیع احمد کے خط کے بارے میں کچھ تحریر کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ خداتعالیٰ نے قرآن شریف سورۂ نور کی آیت ۱۲، ۱۳ میں محمود احمد کی بریت کی

ہے۔ مرزا رفیع احمد نے یہ تحریر کر کے ایک بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا۔ اس میں تو صرف حضرت عائشہؓ صدیقہ کی بریت کرتے ہوئے حکم دیا ہے کہ ایسی صورت میں چار گواہ پیش ہونے چاہئیں۔ یاد رہے کہ چار گواہ کی شرط سزا کے نفاذ کے لئے رکھی گئی ہے اور جہاں صرف سچے اور جھوٹے کی تمیز کرنا مقصود ہو وہاں چار گواہ نہیں صرف مباہلہ رکھا گیا۔ جیسا کہ میں آگے چل کر ثابت کروں گا۔ رہا چار گواہوں کی شہادت در کنار، ہم چار چھوڑ تمیں گواہ پیش کر سکتے ہیں اور یہ گواہ ہم پیش بھی کر چکے ہیں۔

اب ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے چند ایک حوالہ جات ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جن سے یہ بات عیاں ہے کہ سچے اور جھوٹے کی تمیز کے لئے مباہلہ ضروری ہے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

۱...... ''مباہلہ صرف ایسے شخصوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین پر بناء رکھ کر کسی دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں۔'' (الحکم مورخہ ۲۴ر مارچ ۱۹۰۲ء)

۲...... دوم اس ظالم کے ساتھ جو بے جا تہمت کسی پر لگا کر اس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً ایک مستورہ عورت کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ عورت زانیہ ہے۔ کیونکہ میں نے بچشم خود اس کو زنا کرتے دیکھا ہے یا بچشم خود اس کو شراب پیتے دیکھا ہے تو اس حالت میں بھی مباہلہ جائز ہے۔ کیونکہ اس جگہ کوئی اجتہادی اختلاف نہیں۔ کیونکہ ایک شخص اپنے یقین اور رؤیت پر بناء رکھ کر ایک مؤمن بھائی کو ذلت پہنچانا چاہتا ہے۔ (الحکم مورخہ ۲۴ر مارچ ۱۹۰۲ء)

۳...... ''یہ تو اسی قسم کی بات ہے جیسے کوئی کسی کی نسبت یہ کہے کہ میں نے اسے بچشم خود زنا کرتے دیکھا ہے۔ اگر میں اس بے بنیاد افتراء کے لئے مباہلہ نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔''

(تبلیغ رسالت ج۲ ص۳، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۱۳)

مرزا رفیع احمد صاحب کو اپنے باپ کی طرح قرآن دانی پر بڑا ناز معلوم ہوتا ہے اور وہ اپنے باپ کی طرح ہر کس و ناکس کو لاعلم قرار دینے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ ان کی خدمت میں یہ حوالہ جات پیش کر کے گذارش کرتا ہوں کہ یہ تحریریں ان کے دادا بزرگوار کی ہیں۔ جن کو مجدد صدی چاردہم ہونے کا دعویٰ تھا اور مرزا رفیع احمد کے خیالات کے مطابق نبوت کا۔ انہوں نے تو اس سورۂ نور کی آیت ۱۲، ۱۳ کی موجودگی میں زنا کا الزام لگنے پر مباہلہ کو ہی جائز قرار دیا ہے اور یہاں تک لکھ دیا ہے کہ مباہلہ لئے ضروری ہے۔ کیونکہ اس جگہ کوئی اجتہادی اختلاف نہیں۔ گویا جب اجتہادی اختلاف نہ ہو تو مباہلہ کرنا ہی برأت کا راستہ ہے۔ لیکن موجودہ دور کے قرآن دان سورۂ نور کو پیش کر کے اپنے دادا کی تحریروں کو وقعت نہیں دیتے۔ حالانکہ جماعت احمدیہ کے ساتھ جو

سلوک بھی خدا تعالیٰ کا ہے وہ محض اور محض مرزا قادیانی کی وجہ سے ہے نہ کہ میاں محمود احمد کی وجہ سے یا ان نام نہاد قرآن دانوں کی بدولت میاں صاحب کے ساتھ خدا کا سلوک تو مرزا قادیانی کے اسی فرمودہ کے مطابق تھا جو انہوں نے کشتی نوح میں یوں تحریر کیا ہے۔

''آخر کار ایک مجرم اس عذاب میں ڈالا جاتا ہے۔ جس میں نہ وہ زندہ رہے نہ مرے۔'' دیکھ لو میاں محمود احمد پر ۱۹۵۴ء میں قطع وتین کے قرآن میں خدائی وعدہ کے مطابق گردن پر چاقو سے حملہ ہوا۔ ۱۹۵۵ء میں فالج کا حملہ ہوا وہ جان لیوا ثابت ہوا۔ پورے گیارہ سال بیمار رہ کر ۸/نومبر ۱۹۶۶ء کو خلافت کے ۵۲ سال پورے کرنے سے قبل وفات پا گئے اور اس الہام کو پورا کر گئے۔ جو (تذکرہ ص ۱۸۰) پر درج ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: ''کلب یموت علیٰ کلب'' جس کی تفسیر خود مرزا قادیانی نے کی کہ یہ شخص ۵۲ سال پورا کرنے سے قبل وفات پائے گا۔ ان واقعات اور نشانات کے باوجود بھی اگر کوئی نہ مانے اور میدان مباہلہ میں نہ آئے تو پھر اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے۔ سوائے اس کے یہی کہا جا سکتا ہے کہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اگر سچے ہوتے تو ضرور میدان مباہلہ میں آتے۔ یوسف ناز نے مباہلہ کی دعوت ۱۹۵۶ء سے دی ہوئی ہے اور وہ (دور حاضر کے مذہبی آمر ص ۵۳،۵۴) پر درج ہے۔ مگر آج پورے گیارہ سال گزر چکے ہیں۔ کسی کو مباہلہ کے میدان میں آنے کی ہمت نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ یہ بات عیاں ہوگئی ہے کہ الٹی سیدھی باتیں پیش کر کے سیدھے سادھے عوام کو پیروں کی طرح دھوکا دینا ان لوگوں کا شیوہ بن چکا ہے۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو سچائی کے قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین! والسلام!

ملک عزیز الرحمٰن جنرل سیکرٹری

حقیقت پسند پارٹی عزیز ولا مسافر گلی کرشن نگر لاہور!

(نوٹ: اس رسالہ میں مرزا عبدالحق قادیانی ایڈووکیٹ سرگودھا اور مرزا رفیع احمد قادیانی چناب نگر کے خطوط کے عکس بھی ہیں۔ چونکہ خط درج ہو گئے عکس کا حصہ ہم نے ترک کر دیا ہے۔ مرتب!)

ضمیمہ تائید مزید خط وکتابت مابین مرزا عبدالحق ومولوی عبدالرحمٰن لائبریرین

تبلیغی سفر

کافی عرصہ سے میرے دل میں خلیفہ ثانی ربوہ کے متعلق چند شبہات کھٹکتے تھے جو کہ ان کے مریدوں نے ان کی ذات گرامی پر لگائے تھے۔ بغرض تحقیق حق خاکسار نے مرزا عبدالحق

صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا اور میرے لڑکے شفیق الرحمن خان نے صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب سے خط وکتابت اس بارے میں کی جو کہ چھپ کر تقسیم ہو چکی ہے۔ نومبر کے مہینے میں خاکسار لاہور گیا۔ اپنے ضروری کام سے فارغ ہونے کے بعد دل میں خیال آیا کہ مرزا عبدالحق صاحب سے سرگودھا جا کر ملاقات کروں۔ چنانچہ میں سید غلام اکبر شاہ صاحب کے ہمراہ سرگودھا پہنچا اور مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ کی کوٹھی پر عصر کی نماز مرزا عبدالحق کے ساتھ ادا کی۔ ان کے دریافت کرنے پر خاکسار نے عرض کیا میرا نام عبدالرحمان ہے اور خاکسار نے ہی آپ سے خلیفہ ثانی کے متعلق خط وکتابت کی تھی۔ مگر آپ نے میرے شبہات کا ازالہ نہیں کیا۔ اس لئے میں خود ہی جناب کی خدمت میں تحقیق حق کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ ایک خط میں آپ نے مجھے سرگودھا آنے کی دعوت دی تھی۔ اس کے بعد مرزا نے کہا کہ میں نے کلب جانا ہے۔ خاکسار نے عرض کی کہ کلب جانا کوئی اتنا ضروری نہیں جتنا دینی کام کی اہمیت ہوتی ہے۔ خاکسار نے بہتیرا ان کو کہا۔ مگر وہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے اور کئی دفعہ اٹھ اٹھ کر کلب کو جانے کے لئے تیار ہو جاتے۔ آخر کار مجبور ہو کر مرزا نے کہا کہ آپ کل صبح آٹھ بجے میرے پاس آنا اور میں آپ کی تشفی کرا دوں گا۔ کیونکہ میرے پاس لائبریری ہے۔

میں نے کہا کہ مرزا صاحب یہ کوئی کتابی مسئلہ نہیں ہے جو آپ مجھے کتب سے دکھائیں گے۔ یہ تو ایک سیدھی سادی بات ہے کہ خلیفہ ثانی کی ذات گرامی پر ان کے مریدوں نے زنا کا الزام لگایا تھا یا نہ؟

اس بارہ میں آپ کی بیوی صاحبہ کی شمولیت بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ آپ کی بیوی نے آپ کو بتایا اور آپ اپنے پیر خلیفہ صاحب کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ میں صرف یہی چاہتا ہوں کہ خلیفہ ثانی نے آپ کی تسلی کس طرح کرائی تھی۔ جس طرح خلیفہ صاحب نے آپ کی تشفی کرائی تھی اسی طرح سے آپ ہماری بھی تشفی کر دیں۔ مگر مرزا نے ایک نہ مانی اور مجھے اور میرے ساتھی کو چھوڑ کر چلتے بنے اور چلتے چلتے یہ فرما گئے کہ کل صبح آٹھ بجے آنا۔ خاکسار نے کہا کہ جس طرح آج آپ نے ہمارے ساتھ برتاؤ کیا ہے کل بھی اسی طرح سے کریں گے؟

دوسرے دن صبح ساڑھے سات بجے ہم دونوں ان کی کوٹھی پر پہنچے مگر مرزا عبدالحق موجود نہ تھے۔ ان کی کوٹھی کے مالی سے ہم نے دریافت کیا کہ مرزا صاحب کہاں ہیں؟ اس نے کہا

کہ مرزا صاحب یہاں کوٹھی پر نہیں ہیں اور کہیں چلے گئے ہیں۔ آخر ہم دونوں ۳ گھنٹے تک انتظار کرنے کے بعد گیارہ بجے کوٹھی سے واپس آئے۔ مرزا عبدالحق ہمیں اس دن نہ ملے۔ آخر ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ مرزا نے عمداً جواب دینے سے گریز کیا۔ یقیناً اس معاملہ میں ضرور کچھ نہ کچھ حقیقت ہے جو کہ مرزا نے ہم کو دوبارہ وعدہ کرکے بھی جواب دینے سے گریز کیا ہے۔ سرگودھا سے واپسی پر اپنے ساتھی سمیت ربوہ (چناب نگر) اترا اور رات مہمان خانہ میں گزاری

نسیم سیفی صاحب، قاضی نذیر احمد صاحب لائل پوری، میاں غلام محمد صاحب اختر سے فرداً فرداً ملاقاتیں ہوئیں۔ ان حضرات نے اصولی مباحث مسئلہ کفر و اسلام، مسئلہ نبوت وغیرہ کو چھوڑ کر مولوی محمد علی صاحب کی ذات کو مرکز موضوع بنالیا۔ سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ وہ قرآن مجید چوری لے آئے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ جو ترجمہ کرے یا جو کوئی کتاب لکھے وہ ترجمہ اور کتاب تو اسی شخص کے نام سے شائع ہوگی۔ اگر وہ قادیان کی جماعت کو ترجمہ دے آتے تو وہ اس ترجمہ کو ہرگز شائع نہ کرتے۔ وہی ترجمہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مولوی صاحب کے نام سے شائع کردیا ہے۔ اس میں کون سی قباحت ہے اور کون سی چوری ہے؟ اس طرح جماعتوں کی تعداد کی کثرت قلت چندہ کی زیادتی اور کمی پر باتیں ہوئیں۔ میں نے ہر چند ان حضرات سے کہا کہ میں اس غرض کے لئے نہیں آیا میں تو صرف بعض اصولی باتوں کی تحقیق کے لئے آیا ہوں جن سے آپ لوگ عمداً گریز کر رہے ہیں۔ پھر میں نے خلیفہ ثالث سے ملاقات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ مجھے یہ سن کر نہایت ہی صدمہ ہوا کہ خانہ ساز خلافت کو خلافت راشدہ کے برابر قرار دینے والا شخص تفریح اور شکار پر ربوہ (چناب نگر) سے باہر گیا ہوا ہے۔ مجھے شکار کے حلال و حرام پر بحث کرنا مقصود نہیں۔ صرف یہ عرض کرنا ہے کہ خلفائے راشدینؓ کب تفریح کے لئے شکار کو جاتے تھے۔ پھر مسیح موعود اور خلیفہ اوّل نے کتنے دن شکار کے لئے ہفتہ میں مقرر کئے تھے؟

عبدالرحمان لائبریرین

لائبریری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

بلاک نمبر ۴، ڈیرہ غازی خان

✿ ...... ☆ ...... ✿

چند قابل غور
حقائق
سبط نور

چند قابل غور حقائق

امریکن مدعی رسالت ڈاکٹر ڈوئی کی ہلاکت کا واقعہ ان عظیم الشان نشانات میں سے ہے جو مسیح موعود کے ہاتھ پر اسلام کی تائید میں ظاہر ہوئے۔ میاں محمود احمد نے اپنی کتاب (دعوت الامیر ص ۲۱۳ تا ۲۱۶) میں اس نشان کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

"اس وقت ڈوئی کا ستارہ بڑے عروج پر تھا۔ اس کے مریدوں کی تعداد بہت بڑھ رہی تھی اور وہ لوگ اس قدر مالدار تھے کہ ہر نئے سال کے شروع میں ۳۰ لاکھ روپے کے تحائف اس کو پیش کرتے تھے اور کئی کارخانے اس کے جاری تھے۔ چھ کروڑ کے قریب اس کے پاس روپیہ تھا اور بڑے نوابوں سے زیادہ اس کا عملہ تھا۔ اس کی صحت ایسی اچھی تھی کہ وہ اس کو اپنا معجزہ قرار دیتا تھا اور کہتا تھا کہ میں دوسروں کو بھی اپنے حکم سے اچھا کر سکتا ہوں۔ غرض مال، صحت، جماعت، اقتدار، ان چاروں باتوں سے اس کو وافر حصہ ملا تھا۔ (مرزا کے) اس اشتہار کے شائع ہونے پر لوگوں نے اس سے سوال کیا کہ وہ کیوں آپ (مرزا قادیانی) کے اشتہارات کا جواب نہیں دیتا تو اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تم فلاں فلاں بات کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ ان کیڑوں مکوڑوں کو جواب دوں گا۔ اگر میں اپنا پاؤں ان پر رکھ دوں تو ایک دم میں ان کو کچل سکتا ہوں۔ مگر میں ان کو موقعہ دیتا ہوں کہ میرے سامنے سے دور چلے جاویں اور کچھ دن اور زندہ رہ لیں۔" .... اس کی سرکشی اور تکبر یہیں پر ختم نہ ہوا اس نے کچھ دن بعد آپ کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی نسبت یہ الفاظ استعمال کئے۔ "بیوقوف محمدی مسیح" اور یہ بھی لکھا: "اگر میں خدا کی زمین پر خدا کا پیغمبر نہیں تو پھر کوئی بھی نہیں۔" اور دسمبر ۱۹۰۳ء کو تو کھلا کھلا مقابلے پر آ کھڑا ہوا اور اعلان کیا کہ ایک فرشتے نے مجھے کہا ہے کہ تو اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا۔ گویا حضرت اقدس کی پیش گوئی کے مقابلے میں آپ کی ہلاکت کی پیش گوئی شائع کر دی۔ یہ اس کا مقابلہ جو پہلے اشارۃً شروع ہوا اور آہستہ آہستہ صراحت کی طرف آتا گیا۔ جلد پھل لے آیا اور اس آخری حملے کے بعد چونکہ وہ مقابل پر آ گیا تھا۔ مسیح موعود نے اس کے خلاف لکھنا چھوڑ دیا اور "فانتظر انهم منتظرون" کے حکم کے مطابق خدائی فیصلے کا انتظار شروع کر دیا۔ آخر اللہ تعالیٰ جو پکڑنے میں دھیما ہے۔ مگر جب پکڑتا ہے تو سخت پکڑتا ہے۔ اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اور وہ پاؤں جن کو وہ اس کے مسیح پر رکھ کر کچلنا چاہتا تھا اس نے معطل کر دیئے۔ اس کے مسیح پر پاؤں رکھنے کی طاقت تو اس کو کہاں مل

سکتی تھی وہ اس پاؤں کو زمین پر رکھنے کے قابل بھی نہ رہا۔ یعنی خدا کا غضب فالج کی شکل میں اس پر نازل ہوا۔ کچھ دن کے بعد افاقہ ہو گیا۔ مگر دو ماہ بعد ۱۹ ردسمبر کو دوسرا حملہ ہوا اور اس نے رہی سہی طاقتیں بھی توڑ دیں۔ جب وہ بالکل ناچار ہو گیا تو اس نے اپنا کام اپنے نائبوں کے سپرد کیا اور خود ایک جزیرہ میں جس کی آب وہوا فالج کے لئے اچھی تھی بود وباش اختیار کر لی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے غضب نے اس کو اب بھی نہ چھوڑا اور چاہا کہ جس طرح اس نے اس کے مسیح کو کیڑا کہا تھا اس کو کیڑے کی طرح ثابت کر کے دکھائے اور وہ چیزیں جن پر گھمنڈ کر کے اس نے یہ جرأت کی تھی انہیں کے ذریعہ اسے ذلیل کرے۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ اس کے بیمار ہو کر چلے جانے پر اس کے مریدوں کے دل میں شک پیدا ہوا کہ یہ تو اوروں کو دعا سے نہیں بلکہ حکم سے اچھا کرتا تھا یہ خود ایسا بیمار کیوں ہوا اور انہوں نے اس کے بعد اس کے کمروں کی جن میں وہ کسی کو جانے نہیں دیتا تھا تلاشی لی تو ان میں سے شراب کی بہت سی بوتلیں نکلیں اور اس کی بیوی اور لڑکے نے گواہی دی کہ وہ چھپ کر خوب شراب پیا کرتا تھا۔ حالانکہ وہ اپنے مریدوں کو سختی سے شراب پینے سے روکتا تھا اور کسی نشہ کی چیز کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ حتیٰ کہ تمباکو نوشی سے بھی منع کرتا تھا اور اس کی بیوی نے کہا کہ میں اس کی سخت غربت کے ایام میں بھی وفادار رہی ہوں۔ مگر اب مجھے یہ معلوم کر کے سخت افسوس ہوا ہے کہ اس نے ایک مالدار بڑھیا سے شادی کی خاطر یہ نیا مسئلہ بیان کرنا شروع کیا ہے کہ ایک سے زیادہ شادیاں جائز ہیں۔ درحقیقت اس مسئلہ کی تہہ میں اس کا اپنا ارادہ شادی کا ہے۔ چنانچہ اس نے اس بڑھیا کے خطوط جو ڈوئی کے خطوں کے جواب میں آتے تھے لوگوں کو دکھائے۔ اس پر لوگوں کا غصہ اور بھی بھڑکا اور جماعت کے اس روپیہ کا حساب دیکھا گیا جو اسی کے پاس رہتا تھا اور معلوم ہوا کہ اس نے اس میں سے پچاس لاکھ روپیہ غبن کر لیا ہے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ شہر کی کئی نوجوان لڑکیوں کو اس نے خفیہ طور پر ایک لاکھ سے زائد روپیہ کے تحائف دیئے ہیں۔ اس پر اس کی جماعت کی طرف سے اسے ایک تار دیا گیا جس کے الفاظ یہ ہیں: ”تمام جماعت بالاتفاق تمہاری فضول خرچی، ریاکاری، غلط بیانی، مبالغہ آمیز کلام، لوگوں کے مال کے ناجائز استعمال، ظلم اور غضب پر سخت اعتراض کرتی ہے۔ اس واسطے تمہیں تمہارے عہدے سے معطل کیا جاتا ہے۔“

ڈوئی ان الزامات کی تردید نہ کر سکا اور آخر سب مرید اس کے مخالف ہو گئے۔ اس نے چاہا کہ خود اپنے مریدوں کے سامنے آ کر ان کو اپنی طرف مائل کر لے۔ مگر سٹیشن پر سوائے چند لوگوں کے کوئی اس کے استقبال کو نہ آیا اور کسی نے اس کی بات کی طرف توجہ نہ کی۔ آخر وہ عدالتوں

کی طرف متوجہ ہوا۔ مگر وہاں سے بھی اس کو قومی فنڈ پر قبضہ نہ ملا اور صرف ایک قلیل گذارہ دیا گیا اور اس کی حالت ناچاری کی یہاں تک پہنچ گئی کہ اس کے حبشی نوکر اس کو اٹھا اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پر رکھتے تھے اور سخت تکلیف اور دکھ کی زندگی وہ بسر کرتا تھا۔ اس کی تکلیف اور دکھ کو دیکھ کر اس کے دو چار ملنے والوں نے جو ابھی تک اس سے ملتے تھے مشورہ دیا کہ وہ اپنا علاج کروائے۔ مگر وہ علاج کروانے سے اس بناء پر انکار کرتا تھا کہ لوگ کہیں گے کہ یہ لوگوں کو علاج سے منع کرتا تھا اور خود علاج کراتا ہے۔ آخر جب اس کے ایک لاکھ مریدوں میں سے صرف دو سو کے قریب باقی رہ گئے اور عدالتوں میں بھی ناکامی ہوئی اور بیماری کی بھی تکلیف بڑھ گئی تو وہ ان تکالیف کو برداشت نہ کر سکا اور پاگل ہو گیا اور ایک دن اس کے چند مرید اس کا وعظ سننے کے لئے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ اس کے تمام جسم پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ اس نے ان سے کہا کہ اس کا نام جبریل ہے اور وہ ساری رات شیطان سے لڑتا رہا اور اس جنگ میں اس کا جرنیل مارا گیا ہے اور وہ خود زخمی ہو گیا ہے۔ اس پر ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص بالکل پاگل ہو گیا ہے اور وہ بھی اس کو چھوڑ گئے۔"

کس قدر عبرت انگیز واقعہ ہے جو میاں محمود احمد نے اپنے قلم سے لکھا ہے۔ لیکن یہ امر اور بھی عبرت انگیز ہے کہ آج خود میاں محمود احمد پر بعینہ وہی کیفیت طاری ہے جو ڈاکٹر ڈوئی پر وارد ہوئی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ میاں صاحب کا دعویٰ رسالت و نبوت کا نہیں، ڈوئی عیسائی اور رسول کریم ﷺ کا سخت ترین دشمن تھا۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ میاں صاحب نے آج سے سولہ سترہ برس پہلے مؤکد بعذاب حلف اٹھا کر بڑی تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا تھا کہ: "میں اس واحد و قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افتراء کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اس شہر لاہور ۱۳۔ ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ میں ہی مصلح موعود کی پیش گوئی کا مصداق ہوں اور میں ہی مصلح موعود ہوں۔ جس کے ذریعہ سے اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہوگی۔"

میاں صاحب کے اس مؤکد بعذاب حلف پر ابھی گیارہ برس بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ انہیں اسی فالج کی بیماری نے آن پکڑا۔ جو ڈوئی کو لاحق ہوئی تھی اور آج ان کی جو کچھ حالت ہے وہ خود ان کے فرزند ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی ہے:

"اعصابی بے چینی بصورت نسیان اور جذبات کی شدت یعنی رقت جو مقدس ہستیوں یا مقدس مقامات کے ذکر پر عموماً پیدا ہو جاتی ہے۔ کم و بیش جاری ہے۔ چند دن ان علامتوں میں قدرے

فرق محسوس ہوتا ہے تو پھر چند دن زیادتی معلوم دیتی ہے اور اس طرح یہ سلسلہ چلا جاتا ہے۔ لیٹے رہنے کے باعث ٹانگوں میں کھچاوٹ اور اکڑاؤ بھی بدستور ہے۔ کوئی ممکن کوشش حضور کو چلانے کی کامیاب نہیں ہو رہی۔ سابقہ ڈاکٹروں کے علاوہ اس عرصہ میں جرمنی کے مشہور ڈاکٹر (بحروف انگریزی) پروفسر پیٹے سے مشورہ کر کے ان کا علاج بھی کیا گیا۔ مگر اس سے بھی ابھی تک کوئی فرق محسوس نہیں ہو رہا۔ اس طرح جاپان کے ایک ماہر ڈاکٹر کو بھی اس سلسلہ میں مشورہ کے لئے لکھا ہے۔ مگر ان کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ یہ حالات عرض کرتے ہوئے خاکسار احباب جماعت کی خدمت میں دردمندانہ دل سے درخواست کرتا ہے کہ حضور کی شفا اب دوائیوں سے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور دست شفاء سے ہی انشاء اللہ ہوگی۔"

اس کے ساتھ ہی مسیح موعود کے اس بیان کو بھی پڑھ لیجئے جو حضور نے ڈوئی کے انجام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: "آخر کار اس پر فالج گرا، اور ایک تختہ کی طرح چند آدمی اس کو اٹھا کر لے جاتے رہے اور پھر بہت سے غموں کے باعث پاگل ہو گیا اور حواس بجا نہ رہے۔"

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۷۶، خزائن ج ۲۲ ص ۵۱۲)

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ مسیح موعود نے فالج کے مرض کو "دکھ کی مار" قرار دیا ہے۔

(انجام آتھم ص ۶۶، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً ملخص)

کہا جاتا ہے کہ میاں صاحب کا دعویٰ ماموریت کا نہیں تھا۔ لیکن جو شخص یہ اعلان کرے کہ اسے مصلح موعود کے منصب پر کھڑا کیا گیا ہے اور مؤکد بعذاب حلف اٹھا کر ایسا کہے اس کا یہ دعویٰ ماموریت کا دعویٰ نہیں تو اور کیا ہے؟ بہر حال جہاں تک ان کی مؤکد بعذاب حلف کا تعلق ہے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ ان کی موجودہ بیماری کا اس سے بہت بڑا تعلق نظر آتا ہے۔ اگر وہ فی الواقع اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصلح موعود جیسے عظیم منصب پر فائز ہوتے تو وہ اس مؤکد بعذاب حلف کی زد میں نہ آتے اور ایسی "دکھ کی مار" جس میں ڈوئی کی طرح نہ ان کے ہوش و حواس بجا ہیں نہ وہ اپنے پاؤں پر چل پھر سکتے ہیں۔ بلکہ تختہ کی طرح انہیں اٹھا کر ادھر ادھر لے جایا جاتا ہے۔ ہرگز ان پر نہ ہوتی۔ اسی حقیقت پر بعض دیگر امور کو آئندہ صفحات میں واضح کیا گیا ہے۔ میاں صاحب کے فدائیوں اور ان کی جماعت کے سمجھدار لوگوں کے لئے اس میں درس عبرت ہے اور امید ہے کہ وہ ہر قسم کے متعصبانہ خیالات اور محبت کے جذبات کو دل سے نکال کر ان مضامین پر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے۔ "وما ارید الا اصلاح وما توفیقی الا باللہ" والسلام!

قادیانی خلافت کی بے اعتدالیاں

مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بعثت کا مقصد وحید تھا۔ باطل عقائد کا استیصال۔ حضور (مرزا) کے وصال کے بعد جماعت کو مولوی نورالدین جیسا عظیم الشان خلیفہ ملا۔ جس کے چھ سالہ عہد مسعود میں جماعت کے عروج اور فروغ کے لئے مساعد حالات پیدا ہوئے۔ دشمنوں نے عناد اور نقاد کا جو الاؤ روشن کر رکھا تھا وہ حضرت ممدوح کی مساعی جمیلہ اور جماعت کے امن پسندانہ رویے سے ٹھنڈا ہو گیا۔ احیاء دین اور تجدید دن اور تجدید ملت کا عصر آفرین ورثہ حضرت موصوف کو ملا اور اس کی قبولیت اور پذیرائی کے آثار ہر طرف سے نمودار ہونے لگے۔ حکیم الامت شخصی سطوت وصولت سے ہمیشہ مجتنب رہے۔ اس اجتناب نے ان کی شخصیت کو محبوب بنا دیا۔ ان کو امام زمان کے مقدس مشن سے عشق تھا۔ اسی لئے انہوں نے اپنی ذات کو اس مشن میں ضم کر دیا۔ اپنے علم وعرفان سے تعصب کے خارزار کو ہموار کیا اور پر امن اور نتیجہ خیز تبلیغ کو جولانگاہ بنا دیا۔ ان کی وفات جماعت کے لئے سانحہ الیمہ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ خوفناک موڑ ثابت ہوئی۔ کیونکہ ان کے بعد قادیان میں جو نظام پروان چڑھا اس میں شخصی آمریت کے جراثیم مضمر تھے۔ میاں محمود احمد اپنی عمر کے لحاظ سے نہایت ناپختہ اور خام فکر تھے۔ حالانکہ سنت اللہیہ ہے کہ دینی قیادت بڑی ریاضت اور مجاہدے کے بعد تفویض ہوتی ہے۔ خود مسیح موعود کو امامت کا درجہ ایک طویل تربیت کے بعد خدا نے بخشا۔ ۱۹۱۴ء میں جماعت کی قیادت ایک ایسے انسان نے غصب کر لی جس کی قابلیت صرف اتنی تھی کہ اس نے Coup کے لئے پہلے سے تیاریاں کر رکھی تھیں۔ وہ اس قیادت کی صحیح اہلیت واستعداد سے بالکل عاری تھا۔ اس فقدان کی تلافی کے لئے اس نے اپنے آپ کو گوناگوں القاب سے نوازنا شروع کر دیا۔ کبھی ''فضل عمر'' بن کر حضرت فاروق اعظمؓ سے برتری کا مدعی بن بیٹھا۔ جن لوگوں نے میاں صاحب کو حضرت عمرؓ سے افضل تسلیم کر لیا اور کرتے چلے گئے۔ وہ...... حضرت عمرؓ کو کیا سمجھتے ہوں گے۔ اس پر مستزاد کہ میاں صاحب نے اپنے لئے **His Holiness** کا عیسائی لقب بھی منتخب کر لیا۔ عقل وخرد کا یہ حال تھا کہ کسی نے اس کی بے ربطی پر لب کشائی تک نہ کی۔ یہ بے قاعدگیاں اور بے عنوانیاں اس واسطے جماعتی عقائد پر حاوی ہو گئیں کہ ایک شخص کی ذات میں ''قیادت اور اہلیت'' جمع ہو گئی تھی۔ ایسا امتزاج ہمیشہ فتنے برپا کیا کرتا ہے۔ تاریخ اس کی شاہد ناطق ہے۔ چنانچہ قادیان میں بھی یہی کچھ ہوا۔ میاں صاحب...... ساری جماعت کو مرکب بنا

کر آپ راکب ہو گئے۔ جماعت کو اس کا احساس تک نہ ہوا کہ ان کے خلیفہ صاحب اپنی رنگین بیانیوں سے عمل کے فقدان کا مداوا کر رہے ہیں۔

چونکہ خلیفہ صاحب پر کوئی ضابطہ نافذ نہ تھا۔ انہوں نے وقتی مصلحتوں کے پیش نظر عقائد سے بھی تلعب شروع کر دیا۔ مثلاً غلبہ حاصل کرتے ہی مسیح موعود پر دعویٰ نبوت کا افتراء باندھا اور ان کی نبوت کی تبلیغ شروع کر دی۔ اس سے انہوں نے اپنی خلافت تو بنالی۔ لیکن مسلمانوں کو کافر کہہ کر اور ان سے عمرانی روابط منقطع کر کے مسیح موعود کے اسلام افروز پیغام کے آگے اپنی تخلیقات کی دیواریں کھڑی کر دیں۔ غیر فطری عقائد کے نفاذ کے لئے انہوں نے ایک آہنی نظام برپا کیا۔ جماعت کے افراد کی عقول وقلوب پر اپنی تعزیرات کے قفل لگا دیئے۔ معمولی انحراف پر شدید سزائیں دیں۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں قادیانی احمدی جماعت سے خارج کر دیئے گئے کہ انہوں نے کسی مسلمان کا جنازہ پڑھایا۔ کسی غیر احمدی رشتہ دار سے رشتہ ناطہ کیا۔ اس قسم کے مقاطعہ سے ارباب پیغام صلح بھی نہ بچ سکے۔ حالانکہ وہ مسیح موعود کے حلقہ بگوش اور سربکف خدام تھے۔ ان کے متعلق مسیح موعود سے دوری کے افسانے تراش کر جماعت کو ان سے ایسا متنفر کیا کہ وہ عملاً ان کو غیر احمدیوں سے بھی زیادہ برا سمجھنے لگے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ حضرت مولوی محمد علی کی وفات کی خبر "الفضل" نے ایک تاریک گوشے میں نہایت بے رغبتی سے شائع کی۔ لیکن مولوی ظفر علی خاں کی وفات کی خبر کو نمایاں جگہ ملی اور اس وفات پر یہ کہہ کر ماتم کیا گیا کہ مولوی ظفر علی خاں کی موت سے پنجاب کی علمی ادبی اور ثقافتی تاریخ کا ایک درخشندہ باب ختم ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ باب مسیح موعود کے خلاف شدید اور غلیظ دشنام سے لبریز ہے۔

خلیفہ صاحب اپنے مریدوں سے یہ توقع کرتے تھے کہ وہ ان کی تعلیم پر اپنا تن من دھن قربان کر دیں۔ لیکن جب خلیفہ کے لئے امتحان کا وقت آیا کہ وہ اپنی عناد انگیز تعلیم کے لئے کیا قربانی کرتے ہیں تو وہ ۱۹۵۳ء میں منیر ٹربیونل کے سامنے اپنی تعلیم کی بنیادی باتوں سے بھی منحرف ہو گئے۔ تکفیر مسلمین سے انکار کیا اور اعلان کیا کہ مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان نہیں ہے۔ مسلمانوں کے جنازوں میں شرکت کی ممانعت سے بھی منحرف ہو گئے اور ٹربیونل کے سامنے اعلان کیا کہ وہ اس امتناع کی نظر ثانی کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ قریباً نصف صدی سے ارباب "پیغام صلح" کو اس بات پر مطعون کرتے تھے کہ وہ مسلمانوں کو کافر کیوں نہیں کہتے اور ان کے جنازوں میں شرکت کو ممنوع کیوں نہیں سمجھتے۔

اس طرح اپنی واضح اور صریح تحریرات سے میاں صاحب منکر ہو گئے اور ان کی ذمہ داری دوسروں پر ڈال دی۔ وہ اپنے ساختہ پرداختہ عقائد کے لئے اتنا بھی نہ کر سکے کہ ان کو تسلیم ہی کر لیں۔ قادیانیوں نے اپنی آنکھوں سے اپنے مصلح موعود کی اولوالعزمی کا تماشا دیکھا۔ حالانکہ یہ لوگ ان کے حکم کے ماتحت قائد اعظمؒ کے جنازے میں شریک نہ ہوئے تھے اور اپنی عدم شرکت کو اپنی احمدیت کا تقاضا سمجھتے تھے۔ درحقیقت میاں صاحب موصوف نے جو عقائد منیر ٹربیونل کے سامنے تسلیم کئے۔ وہ ارباب پیغام صلح کے عقائد سے بھی فروتر تھے۔ اب ارباب بصیرت نے دیکھ لیا کہ مسیح موعود کی تعلیم کی صحیح حامل دونوں جماعتوں میں سے کون سی جماعت ہے۔

چونکہ میاں صاحب نے ایک خواب کی بناء پر مصلح موعود کا دعویٰ کر رکھا تھا اور اس دعویٰ میں مسیح موعود کی قوت قدسی پر ایک قسم کا حملہ تھا۔ خدا نے ان کو ڈھیل دی۔ لیکن میاں صاحب نے اس تربص و اجمال کو اپنے لئے تائید ایزدی سمجھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اب ان کو "لو تقول علینا بعض الاقاویل" کی قرآنی دفعہ کے ماتحت اپنی گرفت میں لے لیا۔ تین سال سے ہوش و حواس سے عاری ہیں۔ تختہ کی مانند سٹیج پر لائے جاتے ہیں۔ کبھی الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں اور اکثر رونے لگ جاتے ہیں۔ اسی دماغی حالت کا آغاز فالج سے ہوا جس کو مسیح موعود نے دکھ کی مار کہا ہے اور اپنے دشمنوں کے لئے مجنون اور مفلوج ہونے کی بددعا بھی کی ہے۔ چونکہ قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ خلیفہ معزول نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے وہ ایک مریض اور از کار رفتہ انسان کو خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ خدا نے اپنے ہاتھوں سے اس کو معزول کر دیا ہے اور اپنی حکمت بالغہ کے ماتحت باوجود صدقات اور دعاؤں کی بھرمار کے بیماری کو ممتد کر دیا ہے۔ تاکہ خیط ابیض خیط اسود سے ممیز ہو جائے۔ جس زبان کی بدولت میاں صاحب موصوف نے سلطان البیان ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہ آج نطق اور گویائی سے عاجز ہے۔ جس دماغ نے گوناگوں عقائد ایجاد کئے تھے۔ وہ ذہول و نسیان کا بسیرا ہے جو علماء ایمان بالخلافت کی رٹ لگا رہے تھے اور ارباب "پیغام صلح" پر زبان طعن دراز کر رہے تھے وہ خود ساختہ "مصلح موعود" کی عملی معزولی پر انگشت بدنداں اور سر بگریباں ہیں۔ کیونکہ..... خدا کے فرستادہ لیڈر کبھی مجنون اور مفلوج ہو کر نکمے نہیں ہو جاتے۔

فاعتبروا یا اولوالابصار

لو تقوّل کی آیت کے ماتحت خدائی گرفت

مندرجہ بالا مضمون کے آخری پیرا کے جواب میں خلافت مآب کے برادر خورد

مرزا بشیر احمد نے جو کچھ لکھا وہ بروایت "الفضل" مورخہ ۱۵ راکتوبر ۱۹۶۱ء میں حسب ذیل ہے:

"باقی رہا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی موجود بیماری کا سوال سو حضرت میاں صاحب موصوف نے اپنے اس مضمون میں یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ یہ ایک بشری لازمہ ہے جو حضور کی مظفر و منصور زندگی اور نصرت من اللہ کے مقام کو ہرگز مشکوک نہیں کر سکتا اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی تھی کہ یہ بیماری بھی پندرہ سولہ سال کی ایسی شاندار اور کامیاب زندگی کے بعد آئی ہے جو ہر بد باطن معاند کا منہ بند کرنے کے لئے کافی ہے۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا بشیر احمد کے نزدیک خلیفہ صاحب کی موجودہ بیماری ایک بشری لازمہ ہے اور ان کی پندرہ سولہ سال کی شاندار کامیاب زندگی کے ہوتے ہوئے "لو تقوّل...... الخ" کی آیت کے ماتحت خدائی گرفت کا نتیجہ نہیں۔ لیکن مسیح موعود کی تحریرات کو اگر بغور پڑھا جائے تو ان سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ ایک سچے ملہم اور مامور کی شاندار اور کامیاب زندگی کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے دعویٰ ماموریت پر کم از کم تیئیس سال کا عرصہ گذر چکا ہو۔ چنانچہ اربعین نمبر ۳ ص ۸، خزائن ج ۱۷ ص ۳۹۳ میں آپ لکھتے ہیں: "ہزارہا نامی علماء اور اولیاء ہمیشہ اسی دلیل کو کفار کے سامنے پیش کرتے رہے اور کسی عیسائی یا یہودی کو طاقت نہ ہوئی کہ کسی ایسے شخص کا نشان دے جس نے افتراء کے طور پر مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے زندگی کے تیئیس برس پورے کئے ہوں۔"

لیکن آج مرزا بشیر احمد کے نزدیک تیئیس برس کی میعاد مدعی ماموریت کے لئے ضروری نہیں۔ کامیاب زندگی کے سولہ سترہ سال بھی کافی ہیں۔ اس کے بعد اگر مدعی ماموریت کسی ایسی بیماری میں پکڑا جائے جس کو مسیح موعود نے خبیث مرض اور دکھ کی مار قرار دیا اور جس کے لاحق ہونے پر آپ نے ڈوئی کے خاتمہ کو انجام بد قرار دیا تو مرزا بشیر احمد کے نزدیک یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کو خدائی گرفت کہا جا سکے۔ بلکہ یہ محض لازمۂ بشریت ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو مسیح موعود کے مندرجہ بالا بیان کو آپ کیا کہیں گے اور ڈوئی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے کیا اس کا مفلوج ہونا بھی لازمہ بشریت ہی ہے؟ اور مسیح موعود نے جو اس مرض کو اس کے مفتری علی اللہ ہونے کی دلیل ٹھہرایا تھا۔ یہ صحیح نہیں؟ پھر ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ کسی ایسے صادق مامور من اللہ کی مثال پیش کر سکتے ہیں جس کو دعویٰ ماموریت کے بعد اس قسم کی امراض لاحق ہوئی ہوں؟ اگر ایک بھی مثال آپ پیش نہیں کر سکتے اور نہ مسیح موعود کی کھلی تحریرات اس کی مؤید ہیں تو خلیفہ کی مرض کو لازمۂ بشریت قرار دے کر ٹال دینا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے؟

قادیانی ''قمرالانبیاء'' کی عتاب کاریاں

الفضل مورخہ ۱۹رستمبر ۱۹۶۱ء میں قادیانی حضرت ''قمرالانبیاء'' نے میرے ایک مضمون کا سات ماہ بعد جواب دیا ہے۔ میرے مضمون کو ناپاک لکھا ہے اور حرف اوّل سے لے کر آخر تک درشت کلامی کا سہارا لے کر بات بنانے کی کوشش کی ہے۔ عادت مستمرہ کے مطابق میرے مضمون کا کوئی فقرہ نقل تک نہیں کیا۔ مبادا ''ناپاک'' ہونے کا الزام طشت از بام ہو جائے۔ اگر ''قمرالانبیاء'' کا لہجہ نرم اور مصالحانہ ہوتا تو مجھے نہ صرف حیرت ہوتی بلکہ صدمہ بھی ہوتا۔ کیونکہ اس سے میرا سارا نظریہ باطل ہو جاتا۔ ان کے مضمون کا لب ولہجہ اس آب وہوا کی غمازی کرتا ہے۔ جس میں انہوں نے گذشتہ نصف صدی تربیت حاصل کی ہے۔ ارباب پیغام صلح اور ان کے زعماء کرام ان کی تلخ نوائی کے خوگر ہو گئے ہیں۔ جب بھی الفضل میں پیغام صلح کے خلاف سب وشتم کا نعرہ بلند ہوا تو ادھر سے جو جواب ملا وہ بقول غالب یہ تھا ۔

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کے رقیب   گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

پیغام صلح کی اسی درخشندہ روایت کا دامن تھام کر میں ''قمرالانبیاء'' کی عتاب ناک درشت کلامی کے جواب میں چند معروضات پیش کروں گا۔ ان میں جواب آں غزل کا اندازہ نہیں۔ کیونکہ مجھے اس صلب کا احترام مقصود ہے۔ جس سے مکرم مضمون نگار کا تعلق ہے۔ اگرچہ انہوں نے اپنے صلیبی رویئے سے اس مقدس صلب کی تقدیس کو بھی ملحوظ نہیں رکھا۔ ہاں! سخن گسترانہ انداز میں یہ ضرور کہوں گا ۔

شعلوں کا تو کیا ذکر کہ بدنام ہیں شعلے   شبنم میں شراروں کی جلن دیکھ رہا ہوں

اپنے مضمون میں انہوں نے مجھے کیا سمجھ کر کیا کچھ کہہ ڈالا۔ اس کے متعلق عرض ہے ۔

سخن شناس نہ دلبرا خطا ایں جا است

قمرالانبیاء نے خلیفہ اوّل کو محبوب امام تسلیم کیا ہے۔ حالانکہ ۱۹۵۶ء میں اسی مہینے میں انہوں نے خلیفہ اوّل کو اپنے مصلح موعود سے کہتر قرار دیا تھا اور اس کی تصدیق میں قرآن کریم کی آیت: ''فضلنا بعضھم علیٰ بعض'' نقل کر دی تھی۔ حالانکہ اس آیت کا اشارہ انبیاء کی طرف ہے اور اس میں تقابل کی ممانعت مضمر ہے۔ کیا محبوب امام کے ساتھ یہ سلوک ہونا چاہئے۔ اسی پر بس نہیں کی۔ مکرم مضمون نگار نے خلیفہ اوّل کی اولاد میں سے ایک کو تلقین فرمائی کہ وہ مصلح موعود کی

برتری اور افضلیت پر مضمون شائع کر کے اپنی جان بخشی کا سامان کرے۔ جب انکار ہوا تو اس سے اپنی بخشی کے لئے جواز نکالا گیا۔ اوّل تو خلیفہ اوّل کی کوئی یادگار قائم نہیں ہوئی جو تھی نور ہسپتال تھا۔ ربوہ (چناب نگر) میں اس کا فضل عمر ہسپتال کے نام سے احیاء کیا گیا۔ قمر الانبیاء کو خوب یاد ہوگا کہ جب جماعت کی طرف سے اس دلآزار ترمیم پر استفسار ہوا تو مصلح موعود نے کس لب و لہجے میں خلیفہ اوّل کے متعلق بات کی۔ پھر مولوی صاحب کی شان میں ایک سالانہ جلسے میں گہر باری کی۔ اس سے عیاں ہے کہ یہ لوگ مولوی صاحب کو جماعت میں کیا درجہ دیتے ہیں۔ حالانکہ مسیح موعود نے خلیفہ اوّل کو عبقری کہا ہے۔ میر محمد اسحاق مرحوم کی روایت ہے کہ حضور کی زندگی میں مولوی صاحب سخت بیمار ہوئے۔ مرض نے مہلک صورت اختیار کر لی۔ حضور خود علاج کرتے تھے۔ جب کوئی فائدہ نظر نہ آیا تو اماں جان نے رقت کے لہجے میں حضور سے کہا کہ وہ دعا کریں کہ مولوی عبدالکریم کے بعد یہ سلسلے کے بڑے ستون ہیں۔ اس میں کوئی تقابل کا پہلو نہ تھا۔ پھر بھی مسیح موعود نے فرمایا کہ مولوی نورالدین ہزار مولوی عبدالکریم سے بھی بڑا ہے۔ کسی مرشد نے اپنے مرید کی وہ تعریف نہیں کی جو امام الزمان نے مولوی نورالدین کی کی ہے۔ کیا میاں محمود احمد اور ان کے برادر خورد نے اس کیفیت کو کبھی پیش نظر رکھا؟ مسیح موعود احمدیت کی روح تھے اور مولوی صاحب اس کی ضمیر، وہ ایک بارش کے قطرے کی طرح دریائے مغفرت میں گرے۔ اپنی بے بضاعتی کا اقرار کیا۔ اس انکسار پر آسمانی صدف نے اپنی آغوش کو وا کر دیا اور یہ قطرہ درِّ شہوار بن کر احمدیت کی زینت بن گیا۔ لیکن اس کے بعد ان کی تصانیف کو نسیاً منسیا کیا گیا۔ پھر بھی عتاب ان کی صلبی تصانیف پر نازل ہوا۔ اس پر بھی دعویٰ ہے کہ مولوی صاحب کو اپنا محبوب امام تسلیم کرتے ہیں اور جماعت لاہور کے خلاف گلہ ہے کہ وہ مرکز سے ہٹ گئی ہے اور بزرگوں کا احترام نہیں کرتی۔

کھلی ہوتی ہیں آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

خلافتی استبداد کے ماتحت مسیح موعود کے دعاوی کی تحریف کی گئی۔ ایک آہنی آمرانہ نظام کی تخلیق ہوئی۔ جس کے بل بوتے پر خاص قسم کے عقائد کو منوایا گیا۔ چونکہ سکہ رواں تھا۔ مصلح موعود کے دعویٰ کا اعلان بھی ۱۹۴۴ء میں ہوگیا۔ لیکن تقریباً نصف صدی کے بعد نبوت سے تدریجاً انکار شروع ہوگیا۔ اب انہی تحریروں کو پیش کیا جاتا ہے جو ۱۹۱۴ء سے جماعت لاہور پیش کرتی رہی ہے۔ تکفیر سے بھی دست کشی بڑے زوروں سے شروع ہے۔ اب مسلمانوں کے اسلام کو بھی تسلیم کیا جا رہا ہے۔ کیا اس تغیر و تبدل سے جماعت لاہور کے عقائد کی سرخروئی ثابت نہیں ہوتی۔ اس

لئے جو کچھ اس کے خلاف لکھا گیا صریحاً ناروا تھا۔ راقم الحروف کے مضمون کا مفاد صرف اتنا ہے کہ مسیح موعود کی تعلیم کا صحیح چہرہ اب افق پر ابھر رہا ہے۔ جس قوت نے مؤکد بعذاب قسمیں اٹھا اٹھا کر آپ پر افتراء باندھے اور دعویٰ الہام کے ماتحت مصلح موعود کے منصب پر تسلط جمایا۔ وہ اب بطش شدید گرفت میں ہے۔

جب ۱۹۴۴ء میں مکرم خلیفہ صاحب نے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو انہوں نے اور ان کی جماعت نے سمجھ لیا کہ اب جماعت لاہور اور اس کا مسلک ہباء منثورا ہو جائے گا۔ چونکہ یہ خانہ ساز بات تھی اور خدا کی طرف منسوب ہو رہی تھی۔ اس کے نتائج کے رونما ہونے کے لئے ایک معیاری میعاد کی ضرورت تھی۔ وہ ہے ۲۳ سال۔ یہ اس لئے کہ حضرت سرور کونین ﷺ دعویٰ رسالت کے بعد ۲۳ سال تک رونق بزم حیات رہے۔ اسی طرح مفتری کہنے والوں کی ضلالت عریاں ہوئی۔ اب "قمر الانبیاء" نے اس مسلمہ مسئلے سے بھی روگردانی فرمائی ہے اور فرماتے ہیں کہ چونکہ مصلح موعود اپنے دعویٰ کے بعد پندرہ سال کے اندر مبتلاء مرض نہیں ہوئے۔ اس واسطے ان پر قرآنی دفعہ قطع وتین کا اطلاق نہیں ہوتا۔ یہ پندرہ سال کی میعاد پر اصرار، بوکھلائے ہوئے دماغ کا کرشمہ ہے۔ کیونکہ اس کی تائید میں کوئی سند نہیں پیش کی گئی۔ محض تربص وامہال کے عقیدہ سے انکار کر دیا ہے۔ "قمر الانبیاء" نے مصلح موعود کی موجودہ مرض سے پہلے پندرہ سالوں کو مبارک دور قرار دیا ہے۔ اس دور میں جو برکات نازل ہوئیں ان میں پہلی برکت تو یہ ہے کہ مصلح موعود خود قادیان سے پاکستان خیریت سے پہنچے۔ لیکن وہ کیا دعویٰ کرنے کے بعد قادیان سے آئے اور کس روپ میں تشریف لائے۔ برکت کے اس پہلو کو اجاگر کرنا مکرم مضمون نگار بھول گئے ہیں۔ پھر انہیں پندرہ سال میں انہوں نے تبلیغ احمدیت سے دستبرداری کا اخبارات میں اعلان کیا۔

ایک روایت کے مطابق ایک اسلامی جماعت کے لیڈر سے بالواسطہ استفسار کیا کہ وہ اپنے عقائد میں کتنی ترمیم کریں کہ مسلمان مطمئن ہو جائیں۔ اسی دور مسعود میں احمدیت کی اصطلاح کو ساقط کرنے کے ارادہ کا اعلان بھی ہوا۔ تاکہ حکومت وقت اور علماء خوش ہو جائیں۔ پھر غیر معمولی نصرت کا اور پہلو یہ بھی ہے کہ عدالت میں اعلان کیا کہ مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان نہیں ہے۔ اس اعلان کے بعد بھی یہ کتنا اضحوکۂ روزگار دعویٰ ہے کہ جماعت قادیان کو جو ایمان اور محبت مسیح موعود سے ہے وہ جماعت لاہور کو نہیں۔ حالانکہ موخر الذکر جماعت نے کبھی یہ اعلان نہیں کیا کہ مسیح موعود کو ماننا ضروری نہیں۔ اب قمر الانبیاء خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ کس جماعت کا مسیح موعود

کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور کس جماعت نے اس تعلق کو سیاست کے تابع رکھ کر اس کی اہانت کی ہے۔ ۱۹۵۴ء میں بقول قمر الانبیاء جو خطرناک آگ مشتعل ہوئی۔ اس میں کس کا ایمان راکھ ہوا۔ کس نے جان بچانے کے لئے عقائد کا سودا کیا سینکڑوں احمدی اس پاداش میں جماعت سے خارج ہو کر امام الزمان کی غلامی سے محروم ہوئے کہ انہوں نے مصلح موعود کے تجویز کردہ عقائد سے سرمو انحراف کیا تھا۔ لیکن جب اپنے تسلیم کرنے کا موقعہ آیا تو محض اندیشہ ہائے دور دراز سے مرعوب ہو کر ان کی منسوخی کا اعلان کر دیا۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے   لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

خدا گواہ ہے کہ مکرم خلیفہ صاحب کی بیماری پر ہم میں سے کسی کو کوئی انتقامی خوشی نہیں۔ یہ شیوہ و شعار ارباب ربوہ (چناب نگر) کا ہے کہ وہ مخالفین کی مرض اور مرگ سے گوناں مسرت حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے خلافتی نظام کے انکار کی پاداش میں لوگ مرض اور موت سے دوچار ہوتے ہیں۔ چونکہ خلیفہ صاحب مکرم نے ایک دعویٰ کیا اور خدائے قہار سے جھوٹا ہونے پر سزا کی استدعا کی۔ اس لئے ان کی موجودہ بیماری جب کہ وہ دینی اور دنیوی امور میں قیادت کے ابتدائی فرائض ادا کرنے سے قاصر و عاجز ہیں۔ ایک فرقانی پہلو رکھتی ہے۔

جناب ''قمر الانبیاء'' اور ان کے ہمنواؤں کو اس بصیرت افروز بیماری پر پردہ ڈالنے کے لئے اس علم الکلام کا سہارا نہ لینا چاہئے۔ جس سے آتھم اور ڈوئی کا انجام مشتبہ ہو کر رہ جائے۔ کیونکہ ان کے پیروکار آج تک یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ان پر کوئی آسمانی تعزیر نازل ہوئی۔ آخر ڈاکٹر ڈوئی مسیح موعود کے قول مبارک کے مطابق فالج گرنے کے بعد تختے کی مانند سٹیج پر لایا جاتا تھا اور وہ بھی دستخط تو کر لیتا ہوگا۔ اس کی سزا تو یہ تھی کہ فالج کے بعد وہ کچھ نہ کر سکا۔ جس کی پاداش میں اس پر یہ عذاب نازل ہوا تھا۔ پیش گوئی میں مصلح موعود کو ''مظهر الحق والعلیٰ كان الله نزل من السماء'' کہا گیا۔ نیز یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ خدا اس کو اپنے عطر سے ممسوح کرے گا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایسی پیش گوئی کا مصداق کسی ایسی مرض میں مبتلا ہو جائے۔ جس سے وہ بالکل ناکارہ ہو کر رہ جائے۔ جو نفس قدسی خدا کے عطر سے ممسوح ہوگا۔ کیا وہ ذہول اور نسیان کا شکار ہو سکتا ہے جو آسمان سے اس واسطے نازل ہو کہ خدا کے دین کا بول بالا کرے۔ کیا یہ گوارہ ہو سکتا ہے کہ وہ بے چینی اور بے قراری کی نذر ہو کر رہ جائے۔ ویسے تو قمر الانبیاء نے ایک مضمون میں اعلان کر دیا تھا کہ نسیان نبوت کے منافی نہیں ہے۔ حالانکہ نبوت سے نسیان کے امکان کی بھی نفی ہو جاتی ہے۔

ایک سانس میں یہ اعلان ہوتا ہے کہ مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان نہیں۔ دوسرے سانس میں ایمان بالخلافت کا عقیدہ تراش لیا جاتا ہے کہ وہ ایمان ایک ایسی ہستی کے ساتھ وابستہ کر دیا جاتا ہے جو مجبور و معذور ہے۔ کہاں یہ دعویٰ کہ خلیفہ مکرم، حضرت فاروق اعظمؓ سے افضل ہیں۔ کہاں یہ کہ موجودہ معذوری میں محض دستخط ہی کر سکنا کافی سمجھ لیا گیا ہے۔ قمرالانبیاء نے تاریخ کا سہارا لیا ہے کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ تاریخ میں کوئی ایسا وجود بھی ہوا ہے جو خدا کا فرستادہ ہو اور اس کا ماننا ضروری ہو۔ لیکن وہ عمر کے ایک حصے میں بالکل ناکارہ اور نکما ہو کر رہ گیا ہو، اور اس کی حالت بقول قرآن مجید "لا یموت ولا یحییٰ" کی مصداق ہو کر رہ گئی ہو۔ یہ ٹھیک ہے۔ انبیاء اور اولیاء بیمار ہوتے ہیں۔ لیکن وہ کبھی نکمے ہو کر نہیں رہ جاتے۔ کیونکہ یہ سراسر خدا کی سنت کے خلاف ہے۔

یہ تو قمرالانبیاء کو مسلم ہے کہ ان کے مصلح موعود کو فالج کا مرض لاحق ہے۔ وہ اس سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ مسیح موعود (مرزا) نے فالج کو دکھ کی مار اور خبیث مرض کہا ہے اور ان کا عقیدہ تھا کہ یہ مرض اہل اللہ کو نہیں لگتی۔ بلکہ خدا کے دشمن اس کا شکار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مامور زماں نے اپنے دشمنوں کے لئے دعا کی کہ خدا ان کو مفلوج اور مجنون کرے تا کہ حق و باطل میں تمیز ہو جائے۔ اس لئے حضرت اقدس کے مشن کا موعود حامل اس مرض کا کیسے شکار ہو سکتا ہے۔ اگر اس کو یہ خبیث مرض لاحق ہو گیا ہے تو یہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ اس کو خدا کے نزدیک حضرت اقدس کے مشن سے نہ صرف واسطہ ہی نہیں۔ بلکہ اس کے وجود سے اس مشن کو نقصان کا اندیشہ ہے۔ اس ایک دلیل سے موعودیت الف لیلوی داستان باطل ہو کر رہ جاتی ہے۔ شاید وہ ان بودی دلیلوں سے یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک خدائی نشان ہے کہ قادیانی آمرانہ نظام کے ملکی انقراض سے مامورانہ مشن کے تقدس کی تصدیق ہو رہی ہے۔ کیونکہ یہ نظام جذام بن کر مشن کی روح کو مجروح کر رہا تھا۔ خلافتی استبداد سے روحانی استعداد مٹ رہی تھی۔ ۱۹۱۴ء سے یہ نعرہ لگ رہا تھا کہ انجمن کی کوئی حیثیت نہیں۔ سب کچھ خلیفہ ہی کی ذات ہے۔ اس تیزابی عقیدہ نے جماعت کی وحدت کو پھاڑ دیا۔ اس کی تقویت کے لئے ایک اور عقیدہ بروئے کار آیا کہ خلیفہ معزول نہیں ہو سکتا۔ اب خلیفہ صاحب مکرم کی ہوش ربا علالت نے ان عقائد کے تار و پود بکھیر دیئے ہیں۔ ان کی زندگی میں نگران کمیشن ربوہ (چناب نگر) میں بن گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اصل چیز انجمن ہی ہے۔ کیونکہ کمیشن کے پس منظر میں انجمن کا نظریہ ہی کارفرما ہے۔ اسی سے خلیفہ صاحب کی عملی معزولی کا راز بھی افشاء ہو گیا ہے۔ گویا خدا نے جماعت سے خلیفہ صاحب کو معزول کرایا ہے۔ اس

پر طرہ یہ کہ اس کمیشن کے خالق اور صدر "خود قمر الانبیاء" ہیں۔ جو خلیفہ صاحب کی ہوش کی زندگی میں زجر و توبیخ کا نشانہ بنے رہتے تھے اور ان کی اسباط کے لئے گوناگوں القاب خطبوں میں استعمال ہوتے تھے۔ اب خلیفہ صاحب کی طویل علالت کے صدقے...... وہ کرتا دھرتا بنتے جا رہے ہیں اور اپنے لئے زمین ہموار کرنے کی خاطر آڑے ترچھے مضمون رقم فرماتے رہتے ہیں تاکہ جماعت ان کے لئے دیدہ براہ اور گوش برآواز ہو جائے۔ دوسروں کا سنگین احتساب بڑا آسان ہے۔ لیکن اس سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ کبھی کبھار اپنے نفس کا محاسبہ بھی ہو تو شاید عتاب کاریوں سے اجتناب کی صورت پیدا ہو سکے۔ لیکن بقول شاعر۔

اپنے منہ کی گرد پانی آپ دھو سکتا نہیں کار ذاتی سے ہیں عاجز پاکبازان جہاں

روشن حقائق کے خلاف الفضل کا دشنام آمیز احتجاج

ابھی تو تلخیئے کام و دہن کی آزمائش ہے رگ و پے میں جب اترے زہر غم تب دیکھتے کیا ہو

چشم فسوں گر کا اشارہ پا کر "الفضل" نے میرے تفصیلی مضمون کو جو پیغام صلح مورخہ ۴/ اکتوبر ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا۔ "ایک اور ناپاک مضمون" قرار دیا ہے۔ عادت مستمرہ کے مطابق اپنے الزام کے اثبات میں میرے مضمون کا ایک لفظ تک نقل نہیں کیا۔ کیونکہ وہ کوئی ایک مکمل فقرہ نقل کرنے کے بعد ناپاک کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس کو یہ بھی پورا یقین تھا کہ کسی قادیانی کو "پیغام صلح" والے مضمون کو پڑھنے کی جستجو نہیں ہوگی۔ جو کچھ "الفضل" نے رقم فرمایا ہے وہ اپنے ہونے والے آقائے ولی نعمت کے افکار پریشان کا بے ربط اعادہ ہے۔ معتبر ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ اداریہ بھی میاں بشیر احمد کا رقم فرمودہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں حقائق سے فرار ہے اور دلائل کے فقدان کا تلخ کلامی سے مداوا کیا گیا ہے۔

شامل کسی کا خون تمنا ضرور ہے اتنا کہاں بہار کی رنگینوں میں جوش

الفضل نے واعظانہ کلوخ اندازی بھی کی ہے۔ اس نے فرمایا ہے: "خدا سے ڈرو اور مسیح موعود کے الہاموں کو ہنسی کا نشانہ نہ بناؤ۔"

حالانکہ میرے معروضات کا مفاد یہ تھا کہ غیر صالح اطلاق سے حضور کے الہاموں کی تحقیر ہوتی ہے۔ اس احتجاج کو یہ کہہ کر تسلیم کر لیا کہ صاحبزادہ صاحب نے قمر الانبیاء ہونے کا کب دعویٰ کیا تھا۔ گویا اس غلط اطلاق سے جو کئی سالوں سے ہو رہا تھا۔ تحاشی کی گئی ہے۔ اگرچہ صاحبزادہ صاحب نے خود اپنے الفاظ میں دستبرداری کا کوئی اعلان نہیں کیا۔ کیونکہ ایک جلسے میں ان کی تقریر

بعنوان ''ذکر حبیب'' کے موقعہ پر ایک ہمہ گیر شہرت والے احمدی صدر نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ ان کو قمر الانبیاء کی تقریر کی صدارت کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ اس وقت صاحبزادہ صاحب نے اس اعلان کی نفی نہیں کی تھی۔ بلکہ مصداق بنے بیٹھے رہے۔ جب راقم الحروف نے احتجاج ملیح کیا تو اس پر الفضل نے یہ فرمایا: ''اگر تمہاری خوشی اور تمہارے دل کی تسلی اسی میں ہے تو تم بے شک اس الہام کو کالے چور پر چسپاں کرلو۔ مگر خدا کے لئے مسیح موعود کے ایک الہام کو ہنسی کا نشانہ نہ بناؤ۔''

گویا اولاد مبشرہ پر اطلاق سے تو اس الہام کی تضحیک ہوتی ہے اور کالے چور پر چسپاں کرنے کی ''الفضل'' نے کھلی چھٹی دے دی ہے۔ ''دراز دستی کوتاہ آستیناں بیں'' اگر پہلی بات ہے تو اس کے مجرم ارباب ربوہ (چناب نگر) اور ان کے احبار و رہبان ہیں۔ جنہوں نے قمر الانبیاء والے الہام کو صاحبزادہ صاحب پر چسپاں کئے رکھا۔ اب کالے چور پر اطلاق کے خلاف ان کو کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا۔ یہ تقابل کتنا لچر اور اذیت ناک ہے۔ عجب ترہات یہ ہے کہ اب صاحبزادہ صاحب کو اپنے مصداق ہونے میں اس عظیم الشان الہام کی تحقیر نظر آنے لگی ہے۔ لیکن ان کے نزدیک کالے چور کی پھبتی سے استخفاف کا کوئی اذیت ناک پہلو نہیں نکلتا۔ ان کے توقیر کے پیمانے دنیا سے نرالے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۵۹ء میں برادر اکبر کے روز افزوں جنون کی پردہ داری کرنے میں نسیان کا نبوت سے ناطہ جوڑا، صلح حدیبیہ کو شدید ہزیمت قرار دیا۔ حالانکہ از روئے قرآن کریم سرور کائنات کی یہ فتح مبین تھی۔ اس ذریت طیبہ نے مسیح موعود کی پہلی اہلیہ کو ''پھجے کی ماں'' کہہ کر احمدیت کا مؤرخ ہونے کا لقب پایا۔ الفضل نے میرے مضمون کو ناپاک قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس میں مسیح موعود کی عظمت اور رفعت اور ان کے مشن کے تقدس کا ذکر کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی خلیفہ اوّل کی بزرگی اور برتری کا تذکرہ ہے۔ کیونکہ جادوئے محمود کی تاثیر سے اسی فلک پیا بزرگ اور فقید المثال عالم کے ایمان افروز محاسن جماعت سے اوجھل ہو کر جماعت کے سواد اعظم میں تیرگی اور خیرگی کا سماں پیدا کر رہے ہیں۔ ایسے تذکرے کو ناپاک کہنا زیغ نظر غشاوۃ بصر اور دقر اذان کا دردناک مظاہرہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب قادیانی جماعت میں خلیفہ اوّل کا ذکر کرنا ایسا ہی ہے جیسے قبرستان میں کوئی آذان دے۔ میرا مضمون ان کے لئے آئینہ حقیقت نما ثابت ہوا۔ انہوں نے اس کو ناپاک کہہ دیا جس طرح ایک زنگی نے آئینے میں اپنی شکل دیکھتے ہی اس کو ناپاک کہہ کر پھینک دیا تھا۔ اب میں یہی کہہ سکتا ہوں۔

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے میری بات ‌‌ ‌ دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

میرے مضامین کی محرک ایک بات ہے وہ یہ کہ اب ربوہ (چناب نگر) میں فکر گستاخ

کے بطن سے ایسی بجلیاں نکل رہی ہیں۔ جن سے نظر بظاہر احمدیت کا نشیمن خطرے میں ہے۔ چونکہ ارباب اقتدار نے مقدس مشن کو اپنی آرزوں اور امنگوں کا تابع مہمل بنادیا ہے۔ اس واسطے اس محرک اور متحرک سلسلہ پر جمود اور خمود طاری ہے۔ اس لئے دلسوزی کا تقاضہ تھا کہ ان کے افکار وافعال کو کاغذی پیرہن میں پیش کیا جائے تاکہ "ساءت مستقراً و مقاماً" اور "حسنت مستقراً و مقاماً" میں تمیز نمایاں ہو جائے۔ جس طرح قمر الانبیاء والے الہام سے ان لوگوں نے اب توبہ کرلی ہے۔ وہ مصلح موعود والے الہام کی عظمت اور عصمت کا خیال کرتے ہوئے اس کو اس "وجود قدسی" پر چسپاں نہ کریں۔ جو ایک طویل عرصے سے موت اور زندگی کے برزخ میں ہے۔ لیکن بوقلموں پروپیگنڈے کے بل بوتے پر ان کے احبار ورہبان نے اس عظیم الشان الہام کو ایک ایسے نقش پر چسپاں کر رکھا ہے۔ جس کی اپنی ہوش کے زمانہ میں یہ حالت تھی کہ اس کے اجالے داغ داغ۔ اس کی سحر شب گزیدہ اس کی خلوتیں اس کی جلوتوں سے خائف اور جلوتیں اس کی خلوتوں سے ہراساں تھیں۔ لیکن اب جب کہ وہ معمولی بشری تقاضوں کو پورا کرنے سے بھی عاجز و درماندہ ہے اور خود جماعت نے ہونے والے خلیفہ کے ایماء پر اس کو معذور سمجھ کر عملاً معزول کر دیا ہے۔ اس کو مسیح موعود کے الہاموں کا مصداق مانتے چلے جانا ان کو "الفضل" کے الفاظ میں ہنسی کا نشانہ بناتا ہے۔ کیا مسیح موعود (مرزا) نے ایسے ہی آدمی کے لئے پیش گوئیاں کی تھیں؟ یا کیا اب اللہ تعالیٰ نے دنیوی حکومتوں کی طرح اس کو سولہ سال کے بعد ریٹائر کر دیا ہے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر ایک عامی بھی فیصلہ کر سکتا ہے کہ حق پوش کون ہے اور حق کوش اور خادم دین کون؟

"الفضل" نے اپنے آقائے ولی نعمت کے نقش قدم پر چل کر "مصلح موعود" کے علمی ودینی اور تبلیغی کارناموں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن نہ اس نے کبھی پہلے تفصیل دی ہے نہ اب۔ اگر واقعی کوئی نیک کارنامہ سرانجام پایا ہے تو خدا جو ذرہ نواز ہے وہ مصلح موعود کو ان کی دعا کے مطابق ان کو کام کرنے والی زندگی عطاء کرتا، نہ کہ ایسے امراض میں مبتلا کر دیتا جن کو اس کے مسیح نے خبیث امراض قرار دیا ہے۔ کیا خدا کو اپنے دین کی خدمت عزیز نہ تھی؟ اگر خلافت ربوہ "شاخ مثمر" ہوتی تو باغبان اس کو کبھی خشک نہ ہونے دیتا۔ اس کے اثبات میں ہمارے سامنے مسیح موعود کی درخشندہ سنت موجود ہے جنہوں نے اپنی بیماریوں کے باوصف اعداء کو یہ چیلنج دیا تھا۔

اے آنکہ سوئے من بہ دویدی بصد تبر — از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

مامور کی مسیحی شان کا تقاضا ہے کہ اس کے مشن کا حامل اور عامل نکما ہو کر نہ رہ جائے۔

ان کو خود آخری عمر میں انوار الشباب سے خدا نے نوازا۔ ان کی آنکھوں کو اپنے نور سے منور کیا۔ اسی

سنت الٰہی کا تقاضا تھا کہ قادیانی دوستوں کے مصلح موعود بھی اسی سلوک سے سرفراز ہوتے۔ اگر وہ مقدس تحریک کے صحیح سربراہ ہوتے۔ اب جب کہ خدا نے ان کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا اور وہ نہ صرف بیمار ہی نہیں بلکہ بیکار بھی ہیں۔ ان کو "مظهر الحق والعلاء کان الله نزل من السماء" کہنا اس پر جلال الہام کا ایسا استخفاف ہے جو خدائی تقدیر کو دعوت دے رہا ہے اور خلیفہ صاحب مکرم کی مرض کو ممتد کر رہا ہے تا کہ ان کی زندگی میں خدا اسیران فریب پر یہ واضح کر دے۔

جو شاخ نازک پہ آشیاں بنے گا وہ ناپائیدار ہوگا

قادیانی احباب اور ان کے اخبار کا یہ کہنا کہ: "حضرت مصلح موعود" پر پندرہ سال تک کوئی گرفت نہیں ہوئی یا مسیح موعود کی ایک عبارت کا حوالہ دینا جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ان کے دعویٰ کے گیارہ سال بعد بھی ان کو خدا کی تائید حاصل ہے۔ کیا اس سے وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور نے کوئی خاص میعاد مقرر کی تھی۔ جس میں وہ سرفراز و کامران رہیں گے۔ ان کا چیلنج تھا کہ وہ یوم وصال تک خدا کی گود میں رہیں گے۔ اس لئے انہیں فرمایا تھا۔

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو — کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

اب اس ترازو میں خلیفہ صاحب مکرم کی موعودیت کو تول کر قادیانی احباب خود فیصلہ فرمالیں کہ ان کو در مولیٰ سے کتنی نصرت حاصل ہے اور وہ کس زمرے میں شمار ہو سکتے ہیں۔ ان کے مزعومہ کارناموں کا ذکر تو اس لئے ہوتا ہے کہ لوگ خود فریبی میں مگن رہیں۔ اس پر یہ شعر صادق آتا ہے۔

رکھ دیئے مرجھائے ہوئے پھول قفس میں — شاید کہ گوارا ہو اسیروں کو اسیری

خدا نے امراض کا ہجوم اس واسطے کیا کہ مکائد کا پردہ چاک ہو جائے۔ لیکن قادیانی رہبان و احبار کی چابکدستی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے خدا کی تقدیر پر بھی عنکبوت کی تاروں سے پردہ دری شروع کر دی ہے۔ ایسا ہی جیسے عیسائیوں نے کیا تھا۔ چونکہ ابن اللہ کے شرک افزا عقیدے سے خدا کی وحدانیت پر ضرب پڑتی تھی۔ خدا نے صلیب کا سانحہ برپا کیا۔ عیسائیوں نے کمال عیاری سے اس عبرتناک سے کفارہ کا عقیدہ تراش لیا۔ اب خلافت مآب کی علالت پر فریب نظر کے پردے ڈالے جا رہے ہیں۔ مبادا سنگین حقائق کے عالم آشکار ہونے سے بیت عنکبوت تار تار ہو جائے۔ چونکہ خلافت مآب نے حق پرستی کے نخلستان کو پیر پرستی کا ریگزار بنا دیا ہے۔ اس میں ان کی موعودیت جلوۂ سراب بنی ہوئی ہے۔ لیکن کب تک؟ انجام کار خدائی تقدیر اس اشتباہ کا اعادہ کر کے رہے گی جو ۱۹۱۵ء میں مسیح موعود کے صحابیوں نے کیا تھا اور بہانگ دہل کہا تھا: "کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ زر کم عیار ہوگا۔"

جماعت احمدیہ
کے
فہمیدہ اصحاب سے

ملک عزیز الرحمٰن گجراتی

خلیفہ ربوہ کا یہ شیوہ ہے کہ ہر وہ کام جس کو وہ خود سرانجام دیتے ہیں۔ اسے تو شریعت کے مطابق گردانتے ہیں۔ مگر جب وہی کام دوسرے لوگ کریں تو یہ شور برپا کر دیا جاتا ہے کہ یہ کام خلافت شریعت ہے۔ چنانچہ وہ ان افراد کا مکمل سوشل بائیکاٹ اور ان کی جائیدادیں ضبط کر لینے سے قطعاً دریغ نہیں کرتے جو خلیفہ سے بہ تمام انشراح صدر عدم وابستگی کا اعلان کر چکے ہیں۔ مگر جب دوسرے لوگ بھی تبدیلی عقیدہ کی بناء پر ہی ان کو مقاطعہ کا ہدف بناتے ہیں تو ان کے سامنے قرآنی آیت ''لا اکراہ فی الدین'' پیش کر کے یہ کہا جاتا ہے کہ ''بائیکاٹ کرنا تو یہودیوں اور کافروں کا شیوہ ہے۔''

(الفضل مورخہ ۱۰ر جون ۱۹۵۶ء)

اسی طرح مرزا محمود احمد اپنے مخالفین کو بدکار وغیرہ کہنے سے خود بھی گریز نہیں کرتے۔ چنانچہ اس ضمن میں ان کی تحریر ملاحظہ ہو۔ ''وہ مسلمان جو تخت حکومت پر متمکن ہیں اور جو بادشاہت کے دعویدار ہیں اور وہ کسی ملک کی باگ اپنے ہاتھوں میں رکھتے ہیں۔ اوّل درجہ کے بدکار...... پھر اخلاق اور عادات میں نہایت گندے اور خطرناک قسم کی بدکاریوں میں گرفتار پائے جاتے ہیں۔''

(الفضل مورخہ ۱۲ر نومبر ۱۹۱۴ء)

۹

جب اسی طرح خلیفہ قادیانی پر بھی ۱۹۲۷ء، ۱۹۳۷ء، ۱۹۴۷ء اور ۱۹۵۶ء میں ہر دس سال بعد تقریباً بعینہ وہی الزام بدکاری کا لگا جس کا ہدف مذکورہ بالا عبارت میں انہوں نے مسلمان بادشاہوں کو بنایا تھا۔ تو ناقوس خصوصی پھر اپنے دکھاوے کے اصول کے مطابق قرآنی آیات پیش کر کے یہ کہنے لگا کہ اس ضمن میں الزام لگانے والوں کو چار گواہ پیش کرنے چاہئیں۔ حالانکہ جب بدکاری کا الزام خود انہوں نے بادشاہوں پر لگایا تھا تو اس وقت انہوں نے چار عینی شاہد پیش کرنے والی آیت کو مدنظر نہ رکھا تھا۔ کیا روحانی راہ نما کو چار عینی گواہوں کے بغیر کسی پر الزام لگانے کی اجازت ہے؟ کیونکہ دوسروں کی طرف سے جب بھی الزام ان پر لگتا ہے تو وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ چار گواہوں کے بغیر الزام لگانا خلاف شریعت ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں ہماری طرف سے چار عینی شاہد بھی پیش کرنے کا مطالبہ تسلیم کر لیا گیا اور قادیانی خلیفہ سے پوچھا گیا کہ وہ عدالت بتائیں جس میں ایسے چار عینی شاہد پیش کئے جا سکیں۔ اس پر انہوں نے چپ سادھ لی اور اب تک جواب دینے سے قاصر ہیں۔ مگر ہم نے اس پر اکتفاء نہ کیا۔ بلکہ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے دوسرا شرعی طریقہ پیش کر کے خلیفہ کو میدان میں نکلنے کی دعوت دی۔ یہ وہ طریقہ تھا جس کو مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے دنیا کے سامنے آ کر پیش کیا یعنی مباہلہ۔ اسی پر جماعت احمدیہ نے اپنی سچائی کی اساس رکھی تھی۔ جھوٹے الہام اور خوابیں تو خلیفہ نے ثابت کر دیا کہ ان کی تخلیق تو دائیں ہاتھ کا

کام ہے اور یہ کہ ایسے الہامات وکشوف تو جھوٹے بن سکتے ہیں۔ مگر سچائی کے پرکھنے کی ایک دلیل کا وہ کوئی حل نہ کر سکے۔ وہ تھا قرآن کریم کا اور جماعت احمدیہ کا مسلمہ اصول کہ جھوٹا کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ قرآن کریم میں خدائے علیم وخبیر فرماتا ہے: ''قل یاایھا الذین ھادوان زعمتم انکم اولیاء اللہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صٰدقین ۰ ولا یتمنّونہ ابداً بما قدمت ایدیھم واللہ علیم بالظالمین (الجمعہ:۶،۷) ''یہودی کہتے ہیں کہ ہم خدا کے دوست ہیں اور یہ کہ خدا ہم سے پیار کرتا ہے۔ فرمایا ان سے کہہ دو کہ اے یہودیو! اگر تم اپنے آپ کو خدا کے دوست سمجھتے ہو تو اپنے لئے موت کی تمنا کرو۔ مگر یہ یاد رکھو کہ یہ لوگ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ اپنی بداعمالیوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

چنانچہ اس خدائی فیصلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے ان کے سامنے قرآن کریم کا مباہلہ کا اصول پیش کیا اور ان کو للکارا کہ میدان مباہلہ میں نکلو۔ اگر تم بدکار نہیں تو موت کی تمنا کرو۔ گو خلیفہ نے تو چپ کا روزہ رکھ لیا۔ مگر اپنے جعلی خالد بن ولید کو چمکا دیا۔ چنانچہ انہوں نے یہ شور برپا کر دیا کہ بدکاری کا الزام لگنے کی صورت میں مباہلہ جائز نہیں۔ اس ضمن میں مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ جن سے ثابت ہے کہ زنا کا الزام لگنے پر مباہلہ جائز ہی نہیں۔ بلکہ اس کے سوا کوئی چارۂ کار ہی نہیں۔ مسیح موعود (مرزا قادیانی) فرماتے ہیں:

۱...... ''مباہلہ صرف ایسے شخصوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین پر بناء رکھ کر کسی دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں۔'' (الحکم مورخہ ۲۴؍مارچ ۱۹۰۲ء)

۲...... ''دوم اس ظالم کے ساتھ جو بے جا تہمت کسی پر لگا کر اور اس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً ایک مستورہ عورت کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ عورت زانیہ ہے۔ کیونکہ میں نے بچشم خود اس کو زنا کرتے دیکھا ہے۔ یا مثلاً ایک شخص کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شراب خور ہے۔ کیونکہ بچشم خود اسے شراب پیتے دیکھا ہے تو اس حالت میں بھی مباہلہ جائز ہے۔ کیونکہ اس جگہ کوئی اجتہادی اختلاف نہیں۔ کیونکہ ایک شخص اپنے یقین اور رویت پر بناء رکھ کر ایک مؤمن بھائی کو ذلت پہنچانا چاہتا ہے۔'' (الحکم مورخہ ۲۴؍مارچ ۱۹۰۲ء)

۳...... ''یہ تو اسی قسم کی بات ہے جیسے کوئی کسی کی نسبت یہ کہے کہ میں نے اسے بچشم خود زنا کرتے دیکھا ہے یا بچشم خود شراب پیتے دیکھا ہے۔ اگر میں اس بے بنیاد افتراء کے لئے مباہلہ نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔'' (تبلیغ رسالت ج۴ ص۲، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۱۲)

ان مذکورہ بالا تین حوالہ جات سے جو مسیح موعود کے ہیں زنا کے الزام پر مباہلہ کرنے کی پوری پوری وضاحت موجود ہے۔ اس سے یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ زنا کا الزام لگانے والے خواہ چار گواہ پیش نہ بھی کریں۔ مگر وہ میدان مباہلہ میں اتر آئیں تو ان سے مباہلہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ خلیفہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے دھوکہ دہی کی غرض سے یوں لکھتے ہیں: ''مباہلہ اخبار وہی ہے جو کسی زمانہ میں جھوٹے خط بنا کر اپنے اخبار میں شائع کرتا تھا اور ان پر لکھا ہوتا تھا۔ ایک معصوم عورت کا خط لیکن ہر خط گمنام ہوتا تھا اور اوپر لکھا ہوتا تھا۔ نقل مطابق اصل اور اندر اکثر خطوں میں یہ لکھا ہوتا تھا کہ میں مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ہر عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ گمنام شخص سے مباہلہ کون کرسکتا ہے۔''

(الفضل مورخہ ۳۱ رجولائی ۱۹۵۶ء)

اس اقتباس کو پڑھنے کے بعد یہ دھوکا لگتا ہے کہ خلیفہ تو مباہلہ کے لئے تیار ہیں۔ مگر چونکہ گمنام آدمی دعوت مباہلہ دے رہا ہے۔ اس لئے اس سے مباہلہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ مگر خلیفہ کو کیا معلوم تھا کہ ایک شخص خدا تعالیٰ ایسا کھڑا کر دے گا جو نام کے ساتھ خلیفہ کو دعوت مباہلہ دے گا۔ جو ''دور حاضر کے مذہبی آمر'' نامی کتاب (مصنفہ راحت ملک) کے ص ۱۵۴، ۱۵۵ سے درج کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

''اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ'' میں اقرار کرتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ خدا کے نبی اور خاتم النبیین ہیں اور اسلام سچا مذہب ہے۔ میں احمدیت کو بھی برحق سمجھتا ہوں اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ پر ایمان رکھتا ہوں اور مسیح موعود مانتا ہوں اور اس کے بعد میں...... مؤکد بعذاب حلف اٹھاتا ہوں۔ میں اپنے علم مشاہدہ اور رؤیت عینی اور آنکھوں دیکھی بات کی بناء پر خدا کو حاضر ناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ربوہ نے خود اپنے سامنے اپنی بیوی کے ساتھ ایک غیر مرد سے زنا کروایا۔ اگر میں اس حلف میں جھوٹا ہوں تو خدا کی لعنت اور عذاب مجھ پر نازل ہو۔ اس بات پر مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ساتھ بالمقابل حلف اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔

دستخط: محمد یوسف ناز، معرفت عبدالقادر تیر تھ سنگھ

جے للوانی روڈ عقب شالیمار ہوٹل کراچی

حال مقیم نور اگریکلچرل فارم چک نمبر ۱۴۶۔ ای۔ بی براستہ اقبال نگر ضلع منٹگمری

اس اعلان کے شائع ہونے کی دیر تھی خلیفہ گھبرا گئے اور آج اس دعوت مباہلہ اور حلف مؤکد بعذاب کو اٹھاتے ہوئے پورا ڈیڑھ سال ہو چکا ہے۔ مگر وہ آج تک اس دعوت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ صرف حیلوں بہانوں سے کام لے رہے ہیں۔ ایک طرف تو مکرم ومحترم محمد یوسف ناز اس حلف کے بعد خدا تعالیٰ کے انعامات کے وارث بن چکے ہیں۔ پورے نو سال میں خدا تعالیٰ نے جب کہ وہ خلیفہ کے مرید بھی تھے۔ اولاد عطا نہ کی مگر اس حلف کے بعد خلیفہ سے علیحدگی اختیار کر لینے پر خدائے رحیم وکریم نے ان کو اولاد نرینہ سے نوازا تو دوسری طرف اس جھوٹے مصلح موعود کو خدا تعالیٰ نے یہ توفیق نہ دی کہ سچائی کے دعویدار ہوتے ہوئے بھی موت کی تمنا کرتے۔ اگر محترم یوسف ناز کا بیان جھوٹا تسلیم کیا جائے تو اے احمد یو! خدا تعالیٰ کے اس فیصلہ کو بھی جھوٹا اور غلط کہنا پڑتا ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ جھوٹا کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کرتا۔ جھوٹا ہو کر موت کی تمنا کرنا خدا کے فیصلہ کے سراسر خلاف ہے۔ آپ یوسف ناز کو جھوٹا کہہ کر قرآن کو نعوذ باللہ جھوٹا قرار دے رہے ہیں۔ اگر یوسف ناز جھوٹے ہو کر بھی موت کی تمنا کر رہے ہیں تو اس کے برعکس مرزا محمود احمد بقول آپ کے سچے ہوتے ہوئے بھی موت کی تمنا کیوں نہیں کرتے۔ کیا موت کی تمنا نہ کرنا اس کی سچائی کی دلیل ہے یا جھوٹے ہونے کی۔ آپ لوگ اسی آیت کو پیش کر کے اپنی سچائی منوایا کرتے تھے۔ مگر جب اپنی باری آئی تو اس قرآنی اصول ہی کو غلط قرار دیا جا رہا ہے۔ آپ لوگوں کے لئے یہ امر نہایت درجہ مشکل ہے کہ مرزا محمود احمد کو جھوٹا قرار دیں یا ان کو حلف مؤکد بعذاب کے ذریعہ موت کی تمنا کرنے پر مجبور کریں۔ مگر خدا تعالیٰ کے طریقے بھی نرالے ہیں۔ خلیفہ موت کی تمنا نہیں کرتے تو نہ کریں۔ خدا تعالیٰ کی گرفت میں وہ ۱۹۴۴ء سے آ چکے ہیں۔ انہوں نے مصلح موعود کا دعویٰ ایک خواب کو پیش کر کے حلفیہ بیان کے ساتھ کیا۔ (گو وہ مؤکد بعذاب حلف نہ تھی) مگر تاہم خدا تعالیٰ کے نزدیک ان پر عذاب نازل کرنے کے لئے یہ قسم ہی کافی تھی۔ چنانچہ وہ آج کل مندرجہ ذیل خدائی عذاب کا شکار ہیں۔

ا...... اوّل! ان کو قادیان کی مقدس بستی سے نکال دیا گیا اور وہ بھیس بدل کر لاہور آ گئے۔ یہ وہ بستی تھی کہ جس کے نام کی بدولت انہوں نے جماعت احمدیہ کو گمراہ کرنے کی مکمل کوشش کی اور جس کی مقدس سرزمین میں وہ پسر نوح ہوتے ہوئے بھی بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کے خواب دیکھ رہے تھے اور قادیان کی سرزمین بھی ان ہی کی بے اعتدالیوں اور بے راہ رویوں کی بدولت پاکستان سے چھن گئی۔ اگر ”یہ لوگ زندگی کے فیشن سے دور نہ جا پڑتے“ تو کوئی وجہ نہ تھی کہ قادیان پاکستان سے الگ کیا جاتا۔

۲...... دوسرا عذاب خلیفہ پر ان کے ہم زلف ڈاکٹر شیخ عبداللطیف کے ذریعہ وارد کیا گیا۔ یہ ڈاکٹر صاحب خلیفہ کے دانت کی درد کی تکلیف کی خبر سن کر بغرض علاج دہلی سے قادیان پہنچ جایا کرتے تھے۔ مگر جب ان کو رتن باغ لاہور میں مع اپنی اہلیہ کے اپنے ہم زلف خلیفہ کی صحبت نصیب ہوئی تو ان کو علم ہو گیا کہ یہ شخص اوّل درجہ کا بدکار ہے۔ چنانچہ انہوں نے بھی اپنی طاقت اور بساط کے مطابق کراچی کے حلقہ میں خوب اس کی تشہیر کی۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ: ''ان کی بے وقت موت بھی خلیفہ کا ہی کرشمہ ہے۔''

۳...... تیسرا عذاب خلیفہ کا اپنے ۴۲ سالہ عقائد سے دستبرداری ہے۔ انہوں نے ۱۹۵۳ء میں تحقیقاتی عدالت کے سامنے اپنے عقائد میں تبدیلی کر لی۔ کہاں خلیفہ حتمی طور پر کہا کرتے تھے کہ: ''احمق ہے جو یہ کہتا ہے کہ مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان نہیں۔ کس کا دل گردہ ہے جو یہ کہے کہ مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان نہیں۔'' (الفضل مورخہ ۲۷؍ستمبر ۱۹۲۹ء، مورخہ ۶؍مئی ۱۹۱۴ء، مورخہ ۲۰؍مئی ۱۹۱۴ء)

مگر کہاں تحقیقاتی عدالت کے اس سوال کے جواب میں کہ: ''کیا مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان ہے۔''

خلیفہ نے جواباً کہا: ''جی نہیں۔''

۴...... چوتھا عذاب نام نہاد خلیفہ پر ۱۹۵۴ء میں چاقو کے حملہ کی صورت میں وارد کیا گیا۔ جب ان پر ایک شخص نے چاقو کا حملہ کیا تو اس شاطر اعظم نے یہ اعلان جاری کر دیا کہ اگر میں چاقو کے حملہ سے مارا جاتا تو میری مماثلت (نعوذ باللہ۔ ناقل) حضرت عمر فاروقؓ سے قائم ہو جاتی۔ مگر خدا تعالیٰ نے مجھے اس حملہ سے اس لئے بچایا کہ میں (نعوذ باللہ۔ ناقل) حضرت عمرؓ سے افضل ہوں۔ گویا چاقو کے حملہ سے مارے یا نہ مارے جانے کی صورت میں فیصلہ انہی کے حق میں رہا۔ پس خدا تعالیٰ نے ان کے لئے عذاب کو ایسی شکل دی جس سے اب وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان پر انعام خداوندی ہے۔ وہ عذاب کیا ہے؟ ان پر عذاب الٰہی بذریعہ فالج اور یہ پانچواں عذاب ہے۔

۵...... پانچواں عذاب ان کا پاگل اور مفلوج ہونا ہے۔ ان پر ۱۹۵۳ء میں فالج کا حملہ ہوا۔ چنانچہ خلیفہ لکھتے ہیں: ''پھر...... مجھ پر فالج کا حملہ ہوا۔'' (الفضل مورخہ ۲۸؍جولائی ۱۹۵۶ء)

''اب میں ۶۸ سال کی عمر کا ہوں اور فالج کی بیماری کا شکار۔''

(الفضل مورخہ ۴؍اگست ۱۹۵۶ء)

مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے فالج اور پاگل پن کو نہایت سخت دکھ کی مار قرار دیا ہے۔ نیز ان کو خبیث امراض قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو اربعین نمبر ۳ ص ۳۰ حاشیہ) مسیح موعود تحریر فرماتے

ہیں: ''تو ان مخالفون کو جو اس وقت حاضر ہیں ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دکھ کی مار میں مبتلا کر کے کسی کو اندھا کر دے کسی کو مجذوم کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون۔''

(انجام آتھم ص ۶۶، خزائن ج ۱۱ ص ۶۶)

پس پسر نوح کا نہایت سخت دکھ کی مار اور خبیث مرضوں میں مبتلا ہونا جماعت احمدیہ کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھا۔ خلیفہ کے پاگل ہونے کا اعتراف منجھلے میاں بشیر احمد نے الفضل ربوہ میں مسیح موعود کی ایک خواب شائع کر کے کیا ہے۔ اس خواب میں مسیح موعود نے دیکھا کہ: ''میرا دایاں ہاتھ دیوانہ کے ساتھ میں ہے۔'' (الفضل مورخہ ۲۷ رجنوری ۱۹۵۷ء)

اس رؤیا سے بھی ثابت ہے کہ مسیح موعود کی جماعت پر پاگل کا قبضہ ہوگا۔ کیا کوئی عقلمند آدمی ایک منٹ کے لئے بھی یہ برداشت کر سکتا ہے کہ وہ پاگل کے تابع ہو۔ آپ سوچیں اور غور کریں کہ کیا پاگل سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ وہ کوئی احسن کام کرے۔ اے مسیح موعود کے نام لیواؤ۔ ذرا آنکھیں کھول کر عقل وخرد سے سوچو کہ کیوں مسیح موعود کے ہاتھ کو پاگل کے ہاتھ میں دے کر خوش ہو رہے ہو۔ مسیح موعود سے محبت اور انس کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان کے ہاتھ کو پاگل کے چنگل سے آزاد کرایا جاتا۔ چہ جائیکہ آپ پاگل کی امداد پر کمربستہ ہیں تا وہ مسیح موعود کے ہاتھ پر اپنی گرفت اور سخت کر دے۔ ہوش میں آؤ اور ہمارے ساتھ مل کر مسیح موعود کے ہاتھ کو پاگل کے ہاتھ سے چھڑانے کی کوشش میں شریک ہو جاؤ۔ تا خدا کے حضور قبول کئے جاؤ۔ ورنہ اس آگ سے ڈرو جو نافرمانوں اور جھوٹوں کے لئے تیار ہے۔ آپ ایک ایسے انسان کی اتباع کر رہے ہیں جو نہایت سخت دکھ کی مار میں مبتلا ہے۔ اس کو کسی پر حسن ظن نہیں۔ کیونکہ اس نے تمام عمر کسی سے کوئی نیک سلوک نہیں کیا۔ اس کی نمازوں کی یہ حالت ہے کہ مجبوراً سر محمد ظفر اللہ خاں کو بھی یہ کہنا پڑا کہ اس طرح تو نمازوں کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ نام نہاد خلیفہ کا اپنا قول ہے: ''کہ اگر روحانی خلیفہ بدکار ہو تو اسے فوراً چھوڑ دینا چاہئے۔''

(الفضل مورخہ ۳۰ رجون ۱۹۳۸ء، رسالہ تشحیذ الاذہان ماہ دسمبر ۱۹۱۵ء، ص ۸)

آپ اس قول پر ہی عمل کرتے ہوئے اس سے دستبرداری کا اعلان کر دیں۔ اگر ایسا کرنا آپ کے لئے ممکن نہیں تو کم از کم پھر سچائی کی خاطر خلیفہ کو مباہلہ کے لئے ہی تیار کریں۔ آپ نے اپنے ووٹوں سے ان کو خلیفہ بنایا اور خود ہی یہ کہنا شروع کر دیا کہ ان کو خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے۔ لہٰذا ان کو کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ گویا بقول آپ کے جس خدا نے آپ کے دلوں کو پھیر کر انہیں خلیفہ منتخب کرایا۔ اب اس خدا میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اب آپ ہی کے دلوں کو اس سے پھیر دے۔

کتنا بڑا ہے یہ گناہ جس کے آپ مرتکب ہو رہے ہیں۔ آپ کے خود ساختہ غیر شرعی عقیدہ کو خدا تعالیٰ نے باطل قرار دینے کے لئے آپ کے خلیفہ کو مفلوج اور پاگل کر دیا۔ اب وہ عملاً معزول ہیں ان کے اپنے قول کے مطابق وہ ایک بے معنی اور سانس لینے والی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ایسی حالت میں میرا وجود سلسلہ کے لئے مفید نہیں ہو رہا۔ اب آپ کی دعائیں اور بکرے خدائی عذاب سے انہیں ہرگز ہرگز بچا نہیں سکتے۔ آپ لوگوں کو تنظیم اور تعمیر مساجد کے دھوکے دیئے جا رہی ہیں۔ کہا جا رہا ہے تنظیم سب سے مقدم ہے۔ حالانکہ تنظیم کو مقدم کرنے والا خلیفہ کا اپنا نظریہ تنظیم کے بارہ میں یہ ہے: ''میں نے پورے پورے طور پر تہیہ کر لیا ہے کہ چاہے وہ کتنا شور مچائیں اور لوگوں کو ابھاریں قطع نظر اس کے میری جان خلافت بلکہ سلسلہ رہے یا نہ رہے۔ میں نے ان کے پول ضرور کھولوں گا۔'' (الفضل مورخہ ۱۸ر فروری ۱۹۳۰ء)

آپ کے خلیفہ کو تو صرف لوگوں کے پول کھولنے کی خاطر خلافت اور سلسلہ کی تباہی کی بھی کوئی پرواہ نہیں۔ ان کو تو صرف اور صرف اپنی گدی عزیز ہے۔ خلافت، سلسلہ رہے یا نہ رہے۔ اس سے انہیں کیا ہے وہ اپنی اغراض کی خاطر اس سلسلہ اور خلافت کی قربانی بھی دینے کے لئے تیار ہیں۔ مگر آپ کو یہ تلقین کر رہے ہیں کہ: ''تنظیم کو اپنی جان و مال اور عزت سے زیادہ عزیز سمجھو بلکہ سلسلہ کا اتحاد دس ہزار نور الدین سے بھی زیادہ ہیں۔'' (الفضل مورخہ ۲ر اگست ۱۹۵۶ء)

پس جس سلسلہ کے اتحاد پر دس ہزار نور الدین قربان کئے جا سکتے ہیں۔ وہ سلسلہ لوگوں کے پول کھولنے کی خاطر اگر تباہ و برباد ہو جائے تو خلیفہ کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔

یاد رکھو! اگر ایسی تنظیم ضروری ہوتی تو مسیح موعود ایسی تنظیم کو قائم کرتے یا یہ کہنا پڑے گا کہ نعوذ باللہ مسیح موعود میں تنظیم قائم کرنے کی اہلیت ہی نہ تھی۔ مگر پسر نوح ان سے زیادہ اہلیت رکھتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو ہدایت فرماتا ہے کہ: ''عقل و خرد سے سوچو۔ چنانچہ اس ضمن میں ایک مقولہ درج کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔''

☆...... جو عقل سے کام نہیں لیتا وہ بے وقوف ہے۔

☆...... جو عقل سے کام لینا نہیں چاہتا وہ متعصب ہے۔

☆...... جس میں جرأت نہیں وہ غلام ہے۔

والسلام!

داعی الیٰ الخیر الملک عزیز الرحمٰن، جنرل سیکرٹری احمدیہ حقیقت پسند پارٹی
(مورخہ ۲۴ر مئی ۱۹۵۸ء)

☆ ...... ☆ ...... ☆

۸

خاتم النبیین لانبی بعدی
ربوہ کا راسپوٹین
(مرزا محمود کی کہانی مریدوں کی زبانی)
دور حاضر کا دجال
طاہر رفیق اختر

انتساب

"اندھی عقیدت میں ڈوبے ہوئے

احمدیوں کے نام جو پلید عقیدہ اجرائے نبوت اور

مرزا محمود کے مصلح موعود (مامور) ہونے پر ایمان

رکھتے ہیں۔ انہی دو عقائد کی وجہ سے وہ ذلت کی

وادی میں بھٹک رہے ہیں۔"

فہرست

تقدیم

مرزا محمود احمد قادیانی پر مرزا غلام احمد قادیانی کی حیات سے لے کر تا مرگ احمدی حضرات در پردہ اور اعلانیہ سنگین قسم کے زنا کے الزامات لگاتے چلے آ رہے ہیں۔ مباہلے والے (عبدالکریم و محمد زاہد) عبدالرحمان مصری فاضل ازہر یونیورسٹی، فخر الدین ملتانی اور حقیقت پسند پارٹی کے معزز اراکین خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ مختلف اوقات میں پمفلٹوں، اشتہارات، رسالہ جات اور اخبارات میں زنا کے متعلق مضامین تو شائع ہوتے رہے ہیں۔ لیکن وہ مواد کتابی شکل اختیار نہ کر سکا۔ حقیقت پسند پارٹی کے خروج کے بعد مرزا محمود احمد کے اندرونی سربستہ راز کتابی شکل میں آنے شروع ہوئے۔ چنانچہ سب سے پہلے راحت ملک برادر خورد ملک عبدالرحمان خادم مؤلف احمدیہ پاکٹ بک نے "ربوہ کا مذہبی آمر" کے نام سے کتاب شائع کی۔ دینی حلقوں میں خاص مرکز توجہ بنی۔ ہاتھوں ہاتھ بک گئی۔ اس کتاب میں سابقہ منتشر مواد کو جمع کر دیا گیا۔ اس میں ایک لطیفہ کی بات یہ ہے۔ کتاب میں مرزا محمود احمد اور اللہ رکھا درویش کے فوٹو قابل دید ہیں۔ مصنف نے مرزا محمود احمد کو ذلیل کرنے کے لئے اللہ رکھا درویش کے فوٹو کے نیچے مرزا محمود احمد کا نام اور مرزا محمود احمد کے فوٹو کے نیچے اللہ رکھا کا نام لکھا تھا۔ اس کتاب میں جماعت احمدیہ کے احباب کو خصوصاً اس طرف توجہ دلائی ہے کہ مرزا محمود احمد نے جس فتنہ کا صور پھونکا ہے اس کا ہیرو اللہ رکھا ہے۔ جس کا نہ اپنا گھر بار ہے، نہ بال بچہ ہے، غریب و نادار۔ دوست یاروں کے گھر سے کھانا کھانے والے کو اپنا مدِ مقابل بنا کر لا کھڑا کیا ہے۔ یہ ہے مرزا محمود احمد کا وہ حریف جس کے کندھوں پر ۱۹۵۶ء میں "عظیم فتنہ" کا اعلان کر کے تمام جماعت سے از سر نو بیعت لی تھی۔ بہر حال مرزا محمود احمد کے جابرانہ، قہارانہ اور منتقمانہ مزاج کے لحاظ سے کتاب کا نام موزوں ہے۔ اس کے بعد دوسری کتاب شہید فخر الدین صاحب ملتانی کے صاحبزادے مظہر الدین ملتانی نے "تاریخ محمودیت" تالیف کر کے اپنے باپ کی شہادت کا بدلہ لے لیا۔ جن خطوط اور مواد کے شائع ہونے کے خوف سے ملتانی صاحب کو شہید کیا گیا تھا۔ مظہر الدین نے وہ مواد اور بعض دوسری شہادتیں شائع کر دیں۔ اس کتاب میں عبدالرحمان مصری کے خطوط تاریخی حیثیت رکھتے ہیں اور میرا خیال ہے ان خطوط سے بڑھ کر خلیفہ ربوہ کی بدکرداری پر کوئی دستاویز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ خطوط مرزا محمود احمد کے حوالے کئے گئے۔ جواب دینے کا مطالبہ کیا۔ اس کتاب کا نام بھی مرزا محمود احمد کی

بدکرداری کے لحاظ سے موزوں ہے۔ گو یہ کتاب اولین ماخذ ہے۔ لیکن کسی سلیقہ سے شائع نہیں ہوئی۔ بہر حال ایک عرصہ تک لوگوں کی توجہ کا مرکز یہ کتاب رہی ہے۔ اس کے بعد شفیق مرزا نے کتاب ''شہر سدوم'' تحریر کی۔ دیباچہ میں اپنے حالات زندگی (جماعت احمدیہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرنا۔ سربستہ رازوں کا علم ہونا۔ جماعت سے نکلنا اور مصائب سے دوچار ہونا) بیان کئے ہیں۔ یہ دیباچہ مرزا شفیق کی مجاہدانہ زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ کتاب ہزاروں کی تعداد میں بک چکی ہے۔ مرزا شفیق نے دلاویز انداز میں واقعات کو بیان کیا ہے۔ علم جنسیت میں بے شمار اصطلاحات کا اضافہ کیا ہے۔ بلکہ یوں کہہ لیجئے اردو ادب کی بھی خدمت کی ہے۔ پہلی شائع شدہ کتب کی نسبت بدکاری کا زیادہ مواد مہیا کیا ہے۔ اس کتاب کا انٹرنیٹ پر احمدی حضرات مطالعہ بھی کرتے ہیں۔ مجھ سے خود ایک سابق احمدی مبلغ نے ذکر بھی کیا تھا۔ در پردہ احمدی حضرات اس کتاب کو کثرت سے پڑھتے ہیں۔ لیکن میں بڑی معذرت کے ساتھ یہ لکھوں گا۔ مرزا محمود احمد کی سنگین بدکاری کی نسبت سے ''شہر سدوم'' نام موزوں نہیں۔ مرزا جنس لطیف کے شوقین تھے۔ ہاں ''سدومیت'' محض ''منہ کا مزہ'' بدلنے کے کیا کرتے تھے۔ اگر مرزا بشیر احمد کے حالات خبیثہ کے متعلق لکھا جا رہا ہو تو پھر یہ نام بہت موزوں ہے۔ کیونکہ موصوف سدومیت کا ''بادشاہ'' تھا۔ اس کے بغیر اپنی زندگی بے کیف محسوس کرتا تھا۔ کیونکہ یہ کتاب موضوع کے لحاظ سے بہترین ہے۔ عوام کی مقبول کتاب ہے۔ اس لئے میں اس کتاب کے اس ''نقص'' سے صرف نظر کرتا ہوں۔ لیکن جب ایک قاری اس کتاب کو پڑھتا ہے تو ایک شیطان کی تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ بلکہ یوں محسوس کرتا ہے کہ وہ خود بھی مرزا محمود کی سنگین محفل میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے بعد متین خالد کی مشہور کتاب ''قادیانیت اس بازار میں'' کا ذکر کرتا ہوں۔ بڑی محنت اور جانفشانی سے مواد جمع کیا ہے۔ اخبارات میں اچھے تبصرے ہوئے ہیں۔ عوام میں مقبول ہے۔ کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ فاضل مؤلف نے یہ کتاب محض آخرت کے زاد راہ کے لئے لکھی ہے۔ پیسہ کمانا مطلوب نہیں۔ احمدیوں کو راہ راست پر لانا مقصود ہے۔ مجھے اس کتاب کے نام پر بھی شکایت ہے۔ فاضل مؤلف نے مرزا محمود احمد کو اس بازار سے تشبیہ دی ہے۔ جب کہ اس بازار کی تماش بینی لذت خواہی مرزا محمود کی سنگین بدکاری سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ اس بازار کے دھندے کے بھی کچھ قواعد وضوابط ہیں۔ مثلاً جب محرم کا مہینہ آئے گا اس بازار کے دروازے بند ہو جائیں گے یا دیگر مذہبی تہوار ہوں تو بھی ان تہواروں کی حرمت کی وجہ سے تماش بینوں کے لئے دروازے بند کر

دیئے جاتے ہیں۔ پھر کبھی دروازہ بند کر کے پردہ میں رہ کر لذت خوائے ہم آغوش ہوتی ہے۔ لیکن مرزا محمود احمد کے ہاں حجاب فضول ہے۔ رفو کو سیسل ہوٹل سے اغوا کر کے قادیان لے جایا گیا تو حصول لذت کے وقت اپنی بیٹی کو پاس بٹھا لیا۔ قارئین اندازہ لگالیں گے۔ اس بازار کی مرزا محمود کی رنگین محفل کے ساتھ کیا مناسبت ہے۔ میرے خیال میں خالد متین صاحب نے ''اس بازار'' کے رہنے والوں کے ساتھ ''زیادتی'' کی ہے۔

بہرحال یہ کتاب اپنے مواد کے لحاظ سے بہترین کتاب ہے۔ لہٰذا کتاب کے نام کو نظر انداز ہی کرنا پڑے گا۔ میں نے اپنی کتاب کا نام ''ربوہ کا راسپوٹین'' رکھا ہے۔ گو ''راسپوٹین'' مرزا محمود احمد کے پاؤں کی خاک ہے۔ بدکاری کے لحاظ سے راسپوٹین کی مرزا محمود احمد کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کسی ماں نے اس سے بڑھ کر بدکار نہیں جنا۔ نہ جنے گی۔ جس کے سامنے کوئی رشتہ بھی حرمت والا نہیں۔ مجھے مرزا محمود کی اپنی والدہ کے ساتھ لذت خواہی کی کوئی شہادت نہیں ملی۔ جو ملی ہیں وہ ثقہ نہیں لیکن اپنے گھرانے اور رشتے داروں کی کوئی عورت اور بچہ اس کی گرفت سے نہیں بچ سکا۔ اب میں عبدالمنان عمر سے رجوع کروں گا۔ ممکن ہے وہ کچھ روشنی ڈال سکیں۔ میں نے راسپوٹین کی نسبت سے اس لئے کتاب کا نام رکھا ہے۔ راسپوٹین دنیا کی ادبیات میں بدکاری کی ایک علامت ہے۔

میں آخر میں احمدی حضرات کی خدمت میں درخواست کروں گا۔ مجھے مرزا محمود احمد سے کوئی بیر نہیں۔ تمہارا دل دکھانا مطلوب نہیں۔ بڑی سوچ بچار کے بعد اس فیصلہ پر پہنچا کہ سابقہ کتب کے مواد کے علاوہ جو میرے پاس مواد ہے وہ بھی احاطہ تحریر میں آ جائے۔ خصوصاً ڈاکٹر مبشر احمد ابن ڈاکٹر منور احمد ابن مرزا محمود احمد کے ساتھ سدومیت ولواطت کا واقعہ۔ یہ دل ہلا دینے والا واقعہ ہے۔ میں نے کتاب کو ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ جب کہ دیگر مؤلفین نے یہ رنگ اختیار نہیں کیا۔ بہرحال پہلی کتب اپنی جگہ، یہ کتاب اپنی جگہ۔ مزید اضافوں کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

آخر میں اپنی گذارشات کو اس قسم کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔ ''میں اس واحد قہار کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں، مردودوں اور فاسقوں کا کام ہے۔ میں خدائے عزیز کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ مرزا محمود احمد پرلے درجہ کا بدکار تھا۔ اگر کوئی اس کا رشتہ دار یا احمدی مباہلہ کے لئے تیار ہو تو وہ پروپرائٹر علم و عرفان اردو بازار، لاہور سے رابطہ قائم کرے۔'' والسلام!

رفیق طاہر

باب نمبر:۱

جنسیت

مرزا محمود احمد کی جنسی کجرویوں سے متعلق لکھنے سے قبل "جنسیات" کا مختصر مطالعہ ضروری ہے۔ تاکہ موصوف کی جنسی سنگینی کو پڑھتے ہوئے ذہن کے کسی گوشے میں بھی شک وشبہ نہ رہے۔ کیونکہ بعض جنسی واقعات میں اتنی سنگینی پائی جاتی ہے سلیم فطرت اسے ماننے سے ابا کرتی ہے کہ ایک انسان شہوت کی اس گہرائی میں گر سکتا ہے۔ ایک دو واقعات محض اس وجہ سے اس کتاب میں شامل نہیں کئے گئے۔ وہ مسلمانوں کی دلازاری کا موجب ہیں۔ میرے قلم نے بھی یہ پسند نہیں کیا کہ ان کو صفحۂ قرطاس پر لایا جائے۔ دنیا کے ہر لٹریچر میں جنسیات کا کھوج ملتا ہے۔ اس ضمن میں افلاطون کے شاگرد ہیر اقلید یز یونانی کی کتاب جنسی حظ، اووڈ کی فن عشق بازی جونیال، مارشل اور ہورلیس کی نظمیں اور موساد کے دو ناول جسٹن اور جولیٹ قابل ذکر ہیں۔ ان میں اس دور کے معاشرے کی عکاسی ہوتی ہے۔ افلاطون کے مکالمے سمپوزیم، اور فیدا اور سیفو کی نظمیں ہم جنس عشق کی حسین مرقع ہیں۔ قدیم چینی لٹریچر میں دو کتابیں "سنہرا کنول" اور چنگ پنگ می قابل ذکر ہیں۔ سنہرا کنول میں تادمت کے متبعین کے لئے اعادہ شباب اور جنسی حظ کے طریقے درج کئے گئے ہیں اور جنسی ترغیبات سے بحث کی گئی ہے۔ چنگ پنگ می میں ایک شخص سمسی ہن کی عشقیہ داستان بیان کی گئی ہے۔ ہندوستان میں جنسی موضوع پر وتسیان کی کتاب "کام شاستر" مشہور ہے۔ وتسیان (اصلی نام ملی ناگا تھا) ایک سنیاسی تھا۔ اس کا زمانہ پہلی اور چوتھی صدی بعد از مسیح کے درمیان بتایا جاتا ہے۔ ہندوؤں میں لنگ شیو دیوتا اور یونی شکتی دیوی کی علامتیں ہیں اور ان کی مندروں میں پوجا کی جاتی ہے۔ اس نے اس کتاب میں جنسی کجرویوں کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ "کام شاستر" کا ترجمہ یورپ کی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ جنسی مقاربت پر ایک اور کتاب ککوشاستر (کوک شاستر) لکھی گئی۔ دتا کا نے پاٹلی پتر کی کسبیوں کی فرمائش پر ایک رسالہ لکھا تھا۔ وہ دست برد زمانہ کا شکار ہو چکا ہے۔ البتہ اس کے حوالہ جات کتب میں ملتے ہیں۔ ہمارے دور میں ملک راج آنند نے اپنی کتاب "کام کلا" میں قدمائے ہند کے جنسی نظریات قلمبند کئے ہیں۔

عربی زبان میں جنسیت پر وسیع ادب ہے۔ جاحظ کی کتاب "العرس والعرائس، الغہلی کی کتاب الباہ۔ ابن حاجب النعمان کی کتاب القیان۔ جلال الدین سیوطی کی کتاب "الانیاح فی علم النکاح" الف لیلہ ولیلہ اور شیخ نفزادی کی "الروضة العاطر فی نزهة

الـخـاطـر ‘‘ میں جنسی مباحث ہیں۔ شیخ نفزاوی نے جنسی مقاربت کے تمام طور وطریقوں کو شرح وبسط سے بیان کیا ہے۔

جنسی بے راہ روی کا تسلسل اب تک قائم ہے۔ دور حاضر میں ہر زبان میں نثر اور نظم میں یہ ادب پیدا ہو رہا ہے۔ چنانچہ بوکا چیو اور شہزادی مارگریٹ کی کہانیاں۔ بزار کا کے سائینٹ۔ دلاں کی نظمیں، چاسر کی شاعری، شیکسپیئر اور مولیئر کی تمثیلات، ڈاوِنچی، مائیکل انجلو اور رافیل کی تصاویر ذوق جمالیات کی عکاسی کرتی ہیں۔ اٹھارھویں صدی، یورپ کی جنسی کجروی کا دور کہلاتا ہے۔ ادباء نے جنسی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ مارگن، رابرٹس سمتھ، ٹامکر فریزر، رابرٹ برفالٹ ایڈورڈ ولسٹیر مارک اور رچرڈ لیوں نے علم جنسیات کو وسعت دی۔ ہرش فیلڈ، پولی ایڈلر، فرینڈ وہزیک نے عصمت فروشی کو اپنا موضوع بنایا۔ جنسی نفسیات میں فرائڈ ہیولاک ایلس، ہرش فیلڈ، کرافٹ ایبنگ نے اہم انکشافات کئے۔ برٹرنڈرسل، ڈی ایچ لارنس، ہنری ملر، سارتر، سمون ربوا ماسٹرز جانس وغیرہ کے خیالات نے یورپ میں جنسیت کی نئی نئی راہیں وا کیں۔

مرزا محمود احمد کی جنسی بے راہ روی کو قارئین کے ذہن کے قریب تر کرنے کے لئے چند ایسے سچے جنسی واقعات درج کئے جاتے ہیں۔ تا کہ مرزا قادیانی کے جنسی واقعات پڑھنے سے قاری کے دل کے کسی گوشہ میں کوئی شک وشبہ پیدا ہو تو وہ دور ہو سکے۔ گو مرزا قادیانی کی جنسی انحرافی میں وہ سنگینی پائی جاتی ہے وہ ان واقعات میں نہیں پائی جاتی۔ لیکن کسی حد تک مماثلت ضرور ملتی ہے۔

زرینہ کا روح فرسا حادثہ

علی عباس جلالپوری نے اپنی کتاب ’’جنسیاتی مطالعے‘‘ میں ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں: ’’زرینہ...... یہ نام فرضی ہے...... ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئی۔ وہ سرخ اور سفید خوب رولڑکی تھی اور کئی بھائیوں کی ایک بہن تھی۔ وہ دس برس ہی کی عمر میں بالغ ہوگئی۔ لکھتی ہے: ’’میں دس برس کی عمر ہی میں جوان ہوگئی۔ ان دنوں امی سخت بیمار تھیں اور میری خالہ جو مجھ سے چند سال بڑی ہیں آئی ہوئی تھیں۔ انہوں نے مجھے سمجھایا چند بڑی عمر کی لڑکیوں نے بتایا تھا میں نے امی سے چھپایا مگر انہیں پتہ چل گیا۔ وہ بہت روئیں۔ یقین نہ آیا اور مجھے ایک ماہر انگیز لیڈی (ڈاکٹر کے پاس) (توسین کے اندر کے الفاظ کتاب میں نہیں ہیں۔ یا تو زرینہ نے ہی نہیں لکھے یا کتابت کرتے وقت کاتب چھوڑ گیا ہے اور پروف ریڈنگ میں بھی رہ گئے ہیں) لے گئیں۔ معائنہ کرایا۔ وہ بھی حیران رہ گئی۔‘‘

زرینہ کے مصائب کا آغاز اسی وقت سے ہوا۔ ایک دفعہ اس کی امی کو کسی کام کے لئے کسی دوسرے شہر کو جانا پڑا۔ زرینہ گھر میں اکیلی رہ گئی۔ انہی ایام میں اس کے سگے ماموں نے اس بھولی بھالی لڑکی کو بہلا پھسلا کر اپنی ہوس کا نشانہ بنایا۔ جب اس کے بڑے بھائی کو اس بات کا علم ہوا تو وہ بھی اپنی بہن کی آبروریزی پر کمربستہ ہو گیا اور یہ سلسلہ دور تک چلا گیا۔ (زرینہ، جلالپوری صاحب کو لکھتی ہے) ''میں نے جس ماحول میں آنکھ کھولی۔ وہ درندوں اور لٹیروں کا ماحول تھا۔ میں کس جگر سے بتاؤں کہ میرا سگا بھائی اور سگا ماموں، سگا چچا مجھے اپنی ہوس کا نشانہ بناتے رہے۔ میں کچھ نہیں جانتی کہ یہ حادثہ کب اور کس طرح پیش آیا اور نہ ہی ان حادثات کی تعداد کا اندازہ ہے۔ میں آپ کو ان دنوں کی ذہنی کیفیت رتی رتی بتا سکتی ہوں۔ ان باتوں کو اتنی کم عمری میں کیونکر سمجھتی تھی کہ بری اور گناہ ہیں۔ پھر بھی کسی کو بتا نہیں سکتی تھی۔ ہاں! چند ہم جولیاں اور ایسی لڑکیاں جو خود ان باتوں سے دوچار تھیں۔ واقف تھیں میری مصیبتوں سے۔ مگر مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان کے ذہن پر تو بری طرح بوجھ نہ رہتا تھا وہ تو میری طرح پریشان ہو کر خود کو بچانے کے ایسے جتن نہ کرتی تھیں۔ جب کہ ماضی کے یہ روپ سامنے آتے ہیں تو جنس سے نفرت ہو جاتی ہے۔[1] یقین کیجئے کہ میں نے ایسے ہولناک بھیانک چہرے دیکھے ہیں کہ میں آج بھی کانپ اٹھتی ہوں۔''

زرینہ کی ماں گھر لوٹی تو زرینہ کے ماموں نے زرینہ کے بھائی کی شکایت کی اور اپنی بہن کو بیٹے کے خلاف خوب بھڑکایا۔ زرینہ کی ماں نے بیٹی سے پوچھ گچھ کی کہ تمہارا ماموں یہ کہتا ہے۔ زرینہ نے رو رو کر کہا کہ وہ خود بھی تو ایسا ہی کرتے رہے ہیں۔ یہ سن کر زرینہ کی ماں بیٹی کو گلے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ مشورے کی ابتداء میں مجھے (علی عباس جلالپوری) شک تھا کہ زرینہ جنس زدہ ہے اور جو بھی مرد اس سے مخاطب ہوتا ہے وہ اس کے بارے میں خیال ہی خیال میں فرض کر لیتی ہے کہ میرا اس سے جنسی تعلق ہے۔ لیکن بعد میں مجھے یقین آ گیا کہ جو کچھ اس نے لکھا ہے حرف بہ حرف صحیح ہے۔'' (جنسیاتی مطالعے ص ۴۴، ۴۵)

زرینہ کے اس حادثے کے لکھنے کے بعد مزید ایک عطائی اور ڈاکٹر صاحب کا پیش آنے والا حادثہ بیان کرتے ہیں۔ زرینہ نے جو اپنی سرگزشت جلالپوری صاحب کو رقم کی یہ ظاہر

---

[1] مرزا محمد حسین بی کام اور داؤد احمد کا بھی یہی حال ہے۔ انہوں نے مرزا محمود کی جنسی مجلس میں جو مشاہدات کئے ہیں ان کی وجہ سے شادی سے متنفر ہو گئے۔ محمد حسین تو بغیر شادی فوت ہو گئے اور داؤد احمد زندہ ہیں۔ لیکن شادی نہیں کی۔

کرتی ہے۔معاشرے میں ایسے بھی بدکردار ہوتے ہیں۔جن کی نظر میں محرمات اور غیر محرمات سب برابر ہیں۔جب آتش شہوت بھڑکتی ہے تو اس کی زد میں آ جاتے ہیں۔

رئیس امروہوی اپنی تصنیف ''جنسیات'' میں بیٹی کے ساتھ والد کا جنسی ہوس کو پورا کرنے کا المناک واقعہ رقمطراز ہیں۔مرزا الف (کراچی) کا بیان ہے کہ: جس سانحے نے میری روح کے ٹکڑے اڑا دیئے ہیں۔اس کا تعلق میری ازدواجی زندگی سے ہے۔پانچ سال قبل میری شادی اپنے ہی جیسے ایک متوسط اور بظاہر شریف گھرانے میں ہوئی۔شادی میری پھوپھی کی پسند سے طے پائی تھی۔حقیقت یہ ہے کہ موجودہ مقام تک پہنچنے میں میری پھوپھی کا بڑا ہاتھ ہے۔میں ان کے احسانات کبھی نہیں بھلا سکتا۔جب انہوں نے یہ رشتہ تجویز کیا تو میں نے آنکھ بند کر کے ہاں کر لی۔ہامی بھر لی۔اس میں شک نہیں کہ میری بیوی نہایت حسین اور تین حسین بچوں کی ماں ہے۔پانچ سال کی ازدواجی زندگی میں بیوی کا کردار ہر طرح کے شک وشبہ سے بلند رہا ہے۔کسی حد تک خدمت گزار بھی ہے۔انہی خوبیوں کی بدولت میں باوجود یہ کہ اس کی تعلیم واجبی ہے۔دل سے اس کا قدردان رہا اور اسے ہر طرح میری بھرپور محبت حاصل ہے۔

اب یہاں سے اس المیے کا آغاز ہوتا ہے۔جس نے مجھے جہنمی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔چھ مہینے قبل میں اپنے سسرال گیا ہوا تھا۔ایک روز میرے چھوٹے سالے اور سالی کھیلتے ہوئے میرے پاس آئے۔ان بچوں کے پاس ۱۹۶۰ء کی ایک بوسیدہ بیاض (ڈائری) تھی۔یہ بیاض سسر صاحب کی تحریر کردہ تھی۔وہ اس میں اپنی زندگی کے نجی واقعات قلم بند فرمایا کرتے تھے۔(کاش میں اس بیاض کو نہ دیکھتا)

میں یونہی اس بیاض کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ ۲۰ رفروری کی تاریخ کے نیچے انہوں نے اپنے سفر حیدر آباد کا روزنامچہ تحریر کیا تھا۔اس سفر میں ان کی بیٹی اور میری بیوی ان کی ہم رکاب تھی۔انہوں نے حیدر آباد کے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا اور اپنی اور اپنی لڑکی کی داستان بیان کی تھی۔۲۰ رفروری کا یہ اعتراف پڑھتے ہی مجھے محسوس ہوا کہ روح میں جیسے ایٹم بم کا دھماکہ ہوا ہے۔اگر اس روزنامچے کو شیطان کی ڈائری کہا جائے تو بجا ہے ڈائری میں ہمارے خسر صاحب کے سیاہ نامہ اعمال تھے۔

کہیں ایک عورت کا ذکر کہیں دوسری کا اور یہ سب انہی کے خاندان عالیشان کی لڑکیاں تھیں۔مارچ،اپریل،جون،اگست اور دسمبر کے مہینے میں میری بیوی کے ساتھ شب گزاری کی کہانیاں تحریر تھیں۔یہ حادثہ ناقابل برداشت،میں نے اس کا ذکر بیوی سے کیا۔پہلے تو اس نے

سختی کے ساتھ تردید کی۔ مگر جب یہ بیاض، شیطان کی ڈائری اس کے سامنے پیش کی گئی تو وہ خوف دہشت اور احساس جرم کے زبردست صدمے سے ماؤف سی ہو گئی اور اس نے اعتراف کیا۔ جی ہاں! مجھ پر یہ قیامت ٹوٹ چکی ہے۔" (جنسیات ص ۷۹، ۸۰)

جنسی انحرافی کی مختلف شکلیں (اقسام)

جنسی انحرافات سے مراد جنسی خواہش کی تسکین کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرنا جو طبعی معمول سے مختلف ہو۔ ماہرین علم جنسیات اور تحلیل نفسی نے جنسی انحرافات کی مختلف شکلیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے بعض مرزا محمود احمد میں پائی جاتی ہیں۔ وہ درج کر دیتا ہوں۔

ا...... ایذا کوشی (Sadism): اس کا مطلب یہ ہے کہ فریق ثانی کو اذیت دے کر جنسی حظ اٹھایا جائے۔ اس موضوع پر وساد نے دو ناول جسٹن اور جولیت (مرزا محمود احمد کی ذاتی لائبریری میں موجود تھے) لکھے۔ جو دس جلدوں میں شائع ہوئے۔ فحش کاری کا شاہکار ہیں۔ وساد نے اپنے ناولوں میں ایذا کوشی کی مثالیں اپنے معاشرے سے ہی دی ہیں۔ اس قبیل کے افراد کسبیوں کے بدن میں نشتر چبھو کر حظ اٹھاتے۔ اٹھارھویں صدی کے انگلستان اور فرانس میں قحبہ خانوں میں کوڑے مارنے اور کھانے کا عام رواج تھا۔

مرزا محمود احمد میں ایذا کوشی کی عادت بدرجہ اتم موجود تھی۔ اپنی بیویوں کو سخت مارا کرتا تھا۔ ام طاہر (مریم) کے مرنے پر خطبہ دیا اور میں نے خود سنا تھا کہ میں مریم کو بہت مارا کرتا تھا۔ ساتھ ہی ایک بیہودہ دلیل دی کہ وہ پنجابی بولتی تھی۔ میں پنجابی بولنے کو ناپسند کرتا ہوں۔ مجھے محمد احمد حامی نے بتایا کہ ام طاہر کو اتنا مارا کرتا تھا کہ اس کی چیخیں دور تک جاتی تھیں۔ دوسری بیویاں اماں جان (مرزا محمود احمد کی ماں) کو کہتیں کہ جا کر چھڑائیں۔ اماں جان کہتیں یہ میاں بیوی کا معاملہ ہے۔ اسی طرح امتہ الحی کو بھی سخت ایذائیں دی جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ اس کو زہر دے کر مار دیا گیا۔

میرا ایہ خیال ہے کہ بیوی کے لئے سخت ایذا کوشی یہ ہے کہ اس کے سامنے کسی غیر عورت سے مجامعت کی جائے اور اسے دوسرے مردوں کو پیش کر دیا جائے۔ مرزا محمود احمد کا تو دن رات مشغلہ یہی تھا۔ مرزا محمود احمد صرف اپنی بیویوں کو ہی ایذا پہنچا کر محظوظ نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ جنسی لذت کو پورا کرنے کے لئے اپنے مریدوں کو بھی سخت ایذا دیا کرتا تھا۔ کسی مرد کا بائیکاٹ کر دیا اور بیوی بچوں اور والدین اور دیگر رشتے داروں کو حکم دے دیا کہ اس سے کلام نہیں کرنی۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے سرور شاہ صاحب (سرور شاہ صاحب مبارک شاہ کے والد بزرگوار تھے جن کا ذکر آئندہ کے صفحات میں آئے گا) رئیس جامعہ احمدیہ کو مبارک مرکز میں مرزا محمود احمد کے قدموں میں

پڑے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ گڑگڑاہٹ سے اپنے ناکردہ گناہ کی معافی مانگ رہے تھے۔ محمود فرعونی رعونت سے شاہ صاحب کے ماتھے کو اپنے قدموں سے جھٹکتے ہوئے اپنے گھر میں چلے گئے اور وہ زاروقطار روتے رہے تھے۔ اس قسم کی ایذارسانی بھی جنسی حظ کا ایک حصہ ہے۔ ایذاکوشی کی مختلف شکلیں ہیں اور ماہرین علم جنسیات کے نزدیک یہ عادت مرد اور عورت دونوں میں پائی جاتی ہے۔

کالی گولا قیصر روم جب کسی عورت سے مجامعت کرتا تو جنسی عمل کرتے ہوئے کہا کرتا:
''میں منہ سے ایک کلمہ نکالوں تو یہ مرمریں گردن اپنی تن سے جدا ہو جائے۔'' اسی طرح جیمز دوم شاہ انگلستان ایذارساں تھا اور اپنی ملکہ ''میرٹی اومودینہ'' کو تخلیے میں بید مارا کرتا تھا۔ اسی طرح رومہ کی ایک ملکہ تھیوڈورا اپنے عاشق کو ذہنی کوفت دینے کے لئے اپنے محبوب کے سامنے دوسروں سے ہم بستری کرتی تھی۔

ایک عالم جنسیات برڈاخ نے کہا ہے کہ ایذاکوشی طبعی طور پر جنسی ملاپ میں مشمول ہے اور حظ نفسانی اور اذیت کے امتزاج ہی سے جنسی جبلت ترکیب پاتی ہے۔ کلوپیٹرا کہتی ہے: ''موت کی ضرب عاشق کی چٹکی کی طرح ہے کہ تکلیف بھی دیتی ہے اور مرغوب بھی ہوتی ہے۔ علم جنسیات کی کتب میں ایسے ایسے واقعات بھی پڑھنے میں آتے ہیں کہ مرد نے اپنی محبوبہ سے اختلاط کیا۔ جنسی حظ نقطۂ عروج کو پہنچ کر محبوبہ کا گلا گھونٹ (دبا) کر ہلاک کر دیا۔''

ایذاطلبی

جہاں اپنی بیوی کو دوسروں کو بناؤ سنگھار کر کے پیش کرنا بیوی کے لئے ایذاکوشی ہے۔ وہاں خاوند کے لئے ایذا کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ مرزا محمود احمد جہاں ایذاکوش تھے۔ وہاں ایذاطلب بھی، ایذاطلبی بھی جنسی انحراف کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے۔ مرزا محمود احمد اپنی بیویوں کو بناؤ سنگھار کا حکم دیتے۔ پھر ان کو دوسروں کے سامنے پیش کرتے جیسا کہ بعد کے واقعات سے اس صورت کی بھی وضاحت ہوگی۔

جنسی کتب میں اس قسم کی ایذاطلبی کی بہت مثالیں ملتی ہیں۔ صرف ایک بیان کی جاتی ہے۔ میزورخ ایک مشہور ماہر علم جنسیات ہے۔ اس نے ایک دن اپنی بیوی وانڈا کو بناؤ سنگھار کر کے اپنے ایک دوست کے پاس بھیجا۔ مرزا محمود احمد کی طرح جب وانڈا اس کا حکم مان کر اس کے دوست کے پاس جانے لگی تو خوشی کے مارے ناچنے لگا۔

نرگسیت

جنسیات کی اصطلاح میں جو مرد یا عورت اپنے ہی حسن پر فریفتہ ہو وہ نرگسیت کا

مریض ہوتا ہے۔ اس مرض کا شخص مختلف انداز سے اپنی ذات کا اظہار کرتا ہے اور جنسی لذت محسوس کرتا ہے۔ مرزا محمود احمد اس مرض میں بری طرح مبتلا تھا اور یہی سمجھتا تھا کہ عورتیں ان کے حسن پر فریفتہ ہیں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے جب مرزا محمود احمد نے مرزا عبدالحق کی بیوی سکینہ سے جنسی خواہش پوری کی تو اس نے اپنے خاوند کو بتا دیا۔ مرزا عبدالحق نے غلام فرید اور اس کے ساتھیوں سے اس کا اظہار کیا۔ ملک غلام فرید نے کہا حضور سے جا کر بات کریں۔ مرزا عبدالحق نے مرزا محمود احمد سے وقت لے کر ملاقات کی۔ مرزا محمود احمد نے نہایت سکون سے اپنی ایک بیوی کو بلایا اور پوچھا سکینہ مجھے کیسے سمجھتی ہے۔ بیوی نے جواب دیا وہ تو آپ سے بہت پیار اور محبت کرتی ہے اور دلی لگاؤ رکھتی ہے۔ مرزا محمود احمد نے مرزا عبدالحق سے کہا۔ مرزا صاحب! بات یہ ہے میں مغل ہونے کی وجہ سے بہت خوبصورت ہوں۔ عورتیں میرے حسن پر فریفتہ ہیں۔ دوم میں پیر بھی ہوں۔ پیر ہونے کے ناطے سے مجھ سے محبت کرتی ہیں۔ نفسیات اور طبی کتب میں یہ لکھا ہے کہ جب کوئی عورت کسی مرد پر فریفتہ ہو جاتی ہے اور اس سے کسی وجہ سے جنسی تعلق پیدا نہیں کر سکتی تو وہ عالم تخیل میں ہی یہ محسوس کرتی ہے کہ وہ مرد اس سے جنسی حظ اٹھا رہا ہے۔ وہ عالم تخیل میں اتنی لذت محسوس کرتی ہے وہ یوں سمجھ رہی ہوتی ہے وہ عالم وجود میں ہی اس مرد سے مجامعت کر رہی ہے۔ دراصل سکینہ کا جنسی حظ اٹھانا عالم تخیل کا معاملہ ہے۔ مرزا عبدالحق اس دلیل سے قائل بلکہ گھائل ہوئے کہ وہ سکینہ پر اپنی جان دینے لگے۔ میری بیوی میرے پیر سے والہانہ محبت کرتی ہے۔

مرزا محمود احمد اپنی نرگسی مرض کا اظہار اور بھی مختلف رنگوں میں کیا کرتا تھا۔ مثلاً مجھ سے بڑھ کر کوئی قرآن نہیں جانتا۔ انسان روحانیت میں ترقی کرتا کرتا رسول کریم ﷺ سے بڑھ سکتا ہے۔ اسلام کی فتح میرے ہاتھ پر ہی مقدر ہے۔ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک اسلام کا غلبہ تمام دنیا میں نہ ہو جائے۔ یہ سب تعلّیاں تھیں۔ اس طرح اپنی بڑائی کا اظہار کر کے اس قسم کا جنسی حظ اٹھاتا تھا۔ نرگسی مرض کے اظہار کے کئی طریقے ہیں۔ اس مرض میں مبتلا آدمی اپنی بڑائی کا بہت اظہار کرتا ہے۔ نرگسیت میں بچگانہ عادات کا بھی اظہار ہو جاتا ہے۔ مرزا محمود احمد اپنی والدہ کی گود میں بیٹھ جاتا اور ان سے پیار کرتا نرگسی بیماری والا شخص عموماً سدومیت کا مریض ہو جاتا ہے۔ قارئین اس کتاب میں پڑھیں گے کہ مرزا محمود احمد بھی اس علت میں مبتلا تھا۔

نمائشیت

خود نمائی انسان کی ایک کمزوری ہے۔ لیکن جنسیات کی اصطلاح ''نمائشیت'' یہ ہے کہ

صنفِ مخالف کے سامنے اپنا ستر کھول دیتا۔ یہ مرض عورتوں میں بھی ہوتا ہے اور مردوں میں بھی۔ یہ مرض مرزا محمود احمد میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ مجلس خاص میں جہاں عورتیں عریاں ہوتی تھیں وہاں مرزا محمود بالکل ننگا دھڑنگا بیٹھا ہوا ہوتا تھا۔ جیسا کہ مولوی محمد اسماعیل غزنوی کی شہادت سے واضح ہو جائے گا۔ مرزا قادیانی کے مصاحبین کا متفقہ بیان ہے۔ "جب ایک کمرے میں کئی جوڑے جنسی حظ اٹھا رہے ہوتے ہیں تو مرزا محمود احمد بالکل عریاں ہو کر چیختا اور یوں محسوس ہوتا کہ جنسی شہوت کے غلبہ سے پاگل ہو چکا ہے۔"

روسو کے اعترافات میں بھی یہ ہے کہ وہ عورتوں کے سامنے ستر کھول دیتا تھا۔ مجھے ایک دوست حافظ غلام حسین نے جنسیات پر ایک کتاب دی تا کہ میں زیرِ طبع کتاب کے لئے کچھ مواد لے سکوں۔ اس کتاب میں دو سہیلیوں کا ذکر ہے۔ وہ اپنے ڈرائیور کو ساتھ لے کر ساحلِ سمندر پر جاتی ہیں۔ جب نہا کر اپنے ہٹ میں آتی ہیں تو لباس کو اتار دیتی ہیں اور اپنے ڈرائیور کو آواز دیتی ہیں۔ وہ ہٹ کے اندر داخل ہوتا ہے تو دونوں سہیلیوں کو ننگا دیکھ کر واپس جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ ایک سہیلی اس کو مردانہ غیرت دلاتی ہے تو وہ دونوں ڈرائیور کے ساتھ مجامعت اور مجانسبت کرتی ہیں۔ اسی طرح مرزا محمود احمد کے ایک خاص مصاحب پروفیسر عبدالسلام اختر ایم اے کے متعلق کسی نے بتایا کہ: "وہ اپنے گھر کے اندر عریاں پھرتا تھا۔ یہ شخص مرزا محمود احمد کی خاص چہیتی بیوی بشریٰ کا اتالیق تھا۔"

ہوس دید

یعنی جنسی عمل کو دیکھ کر محظوظ ہونا۔ یہ ان لوگوں کا انحراف ہے۔ جب وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ عملی رنگ میں کچھ کر نہیں پاتے تو دوسرے جوڑوں کے ملاپ اور مجانست کو دیکھ کر جنسی حظ اٹھاتے ہیں۔ یہ بیماری بھی مرزا محمود احمد میں پائی جاتی تھی۔ جیسا کہ محمد یوسف ناز کی شہادت سے بھی عیاں ہے۔ ناز صاحب پروگرام کے مطابق مرزا قادیانی کی ملاقات کو گئے۔ جس کمرہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں مرزا محمود نے اپنی لڑکی کو بلایا۔ دیوانوں کی طرح چیخ کر ناز کو کہا۔ اس کے کپڑے اتار کر اس کی...... پھاڑ دو۔ ناز مرزا محمود کے حکم پر اس لڑکی پر ٹوٹ پڑا۔ اسی طرح دیگر مصاحب بھی یہی کہتے ہیں کہ مرزا محمود جب قوت مجانست سے عاری ہو گیا تو پھر ہوس دید سے ہی حظ اٹھایا کرتا تھا۔

جنسی عفریت

یہ وہ شخص ہوتا ہے جو حد درجہ مغلوب الشہوت ہوتا ہے۔ مرزا محمود احمد انہی لوگوں میں

سے تھا۔ جیسا کہ اس کتاب میں سعدی صاحب کی شہادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض اوقات مرزا محمود پر شہوت کا اتنا غلبہ ہو جاتا تھا۔ اس کی والدہ چارپائی سے باندھ دیتی تھیں۔ ماہرین نفسیات نے اس قسم کے آدمی کی جسمانی علامتیں بیان کی ہیں۔ وہ یہ ہیں جسم گھٹا ہوا اور گردن موٹی اور کندھوں میں دھنسی ہوئی چھوٹا قد، موٹی آنکھیں کان نکیلے، آواز گہری ہوتی ہے۔ اس قسم کے آدمی اپنی بیویوں کے لئے عذاب ہوتے ہیں۔ شیخ الفزادی نے زہرہ کی کہانی میں ایک جنسی عفریت میمون کا ذکر کیا ہے جو صرف شہد، پیاز اور انڈا کھایا کرتا تھا۔ مرزا محمود احمد مقوی ادویہ یعنی کشتے وغیرہ کا بہت استعمال کرتا تھا۔ ان کے بیٹے مرزا حنیف احمد نے اپنے بیان میں کہا کہ ابا حضور ہزاروں روپوں کے کشتے تیار کرواتے رہتے ہیں۔ مشہور فلسفی ابن سینا لوئی پنجم ہم شاہ فرانس، مشہور افسانہ نویز موپاساں بھی جنسی عفریت تھے۔ لوئی پنجم ہم شاہ فرانس اور موپاساں دونوں مرزا محمود احمد کی طرح آتشک میں مبتلا اور پاگل ہو کر مرے تھے۔

باب نمبر:۲

روس کا راسپوٹین

دنیا کے ادب میں جنسی عفریت کے لحاظ سے ''راسپوٹین'' ضرب المثل ہے۔ اس لئے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ راسپوٹین کے جنسی پہلو کو قارئین کے سامنے پیش کروں۔ تاکہ ان کا قلب مرزا محمود احمد کی جنسی بے راہ روی کی سنگینی کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جائے۔ بعض اوقات مرزا محمود کا شدید دشمن بھی سن کر انکار کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے مولانا عطاء اللہ بخاری کہا کرتے تھے۔ مرزا محمود احمد کی بدکاریاں لوگوں کو نہ بتایا کرو۔ وہ تمہیں ہی جھوٹا اور کذاب سمجھیں گے۔

راسپوٹین ۱۸۷۱ء میں روس کے علاقہ سائبیریا کے ایک گاؤں ''پوکرزوونکی'' میں پیدا ہوا۔ نام ''گریگوری یوفیموویچ راسپوٹین'' یا ''گریگوری یوفیمویچ'' (Grigori Yefimovitch) تھا۔ اسے پیار سے گریشا کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ باپ کا نام ''الفیم اینڈری وچ'' اور ماں کا نام ''اینا ایگوروینا'' تھا۔ باپ ایک معمولی گاڑی بان تھا۔ کبھی کبھار راسپوٹین بھی باپ کے ساتھ دوسری گاڑی میں سوار ہو کر دوسرے علاقوں میں چلا جاتا تھا۔ راسپوٹین بچپن سے ہی تعلیم کی طرف راغب نہ تھا۔ آوارگی میں وقت گزار دیتا۔ زیادہ تر اصطبل میں رہنا پسند کرتا۔ اس طرح بچپن کے بارہ سال اصطبل اور آوارگی میں گزارے۔ سائبیریا میں

سردی کی شدت کی وجہ سے گاؤں کے لوگ شام کو کاموں سے فارغ ہو کر کسی ایک گھر میں چولہے کے گرد بیٹھ کر اپنے مسائل اور حالات کا ذکر کرتے۔ یہ لوگ گھوڑے کی چوری کو انسان کا قتل خیال کرتے تھے۔ ان دنوں کسی کا گھوڑا چوری ہو گیا۔ رات کو گاؤں کے لوگ راسپوٹین کے گھر چولہے کے گرد بیٹھے گھوڑے کے چور کو ڈھونڈنے کی باتیں کر رہے تھے۔ حاضرین مجلس میں ایک دولت مند شخص پیٹر الیگزینڈر روچ بھی شامل تھا۔ لوگ اس کو احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ راسپوٹین بھی باتیں سن رہا تھا۔ دفعتہً چلا اٹھا کہ گھوڑے کا چور پیٹر الیگزینڈر روچ ہے۔ حاضرین دم بخود رہ گئے۔ ماں نے پیٹر سے بار بار معافی مانگی۔ لیکن لوگوں نے اسی رات تاریکی میں پیٹر کو اسی گھوڑے کے ساتھ دیکھا اور خوب پیٹا۔ لوگوں نے مبنی علی الاعلان راسپوٹین کی پیش گوئی کو درست قرار دیا۔ اس طرح گاؤں میں عقیدت کی نظروں سے دیکھا جانے لگا۔

گاؤں کے ایک میلہ میں راسپوٹین کی ایک خوبصورت دوشیزہ اس "کودیا فیڈرونا" سے ملاقات ہو گئی۔ بڑی کوشش سے دونوں شادی کے بندھن میں بندھ گئے۔ اس کے بطن سے دو بیٹیاں "میٹرونا" اور "وریا" اور ایک لڑکا "میٹیا" پیدا ہوئے۔ لڑکے کا ذہنی توازن صحیح نہ تھا۔ راسپوٹین ویران علاقوں یا دریا کے کنارے چلا جاتا اور پراسرار قوتوں سے امداد کا طالب رہتا۔ اس کے ایک دوست پیچر کن کے بقول راسپوٹین نے اسے بتایا کہ: "دریائے تورا کے کنارے اس نے فضا میں ہزاروں فرشتوں اور حوروں کو نہایت سریلی میٹھی آواز میں وہی گانا گاتے ہوئے سنا جو گاؤں کی لڑکیاں مل کر گاتی ہیں۔ یہ حوریں چاند کی روپہلی چاندنی میں جھولا جھول رہی تھیں۔ وہ مستی میں سرشار اسی حالت میں جب اصطبل پہنچا تو اسے سرگوشی میں ہدایت کی گئی کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر صحراؤں اور جنگلوں میں نکل جائے اور راستی کو تلاش کرلے۔"

راسپوٹین نے بھی آبائی پیشہ اختیار کیا۔ بعض اوقات اس کے ساتھ مذہبی مبلغ بھی سفر کرتے وہ ان سے الہیات پر بحث کرتا تو وہ دم بخود رہ جاتے۔ ایک دن ایک مسافر سے مذہبی موضوع پر بحث ہوئی تو اس نے راسپوٹین کا مذہب کی طرف رجحان دیکھ کر مشورہ دیا کہ وہ "درخوتور" کی درسگاہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے داخل ہو جائے۔ چنانچہ ۳۳ سال کی عمر میں اس نے درخوتو درس گاہ میں داخلہ لے لیا۔ یہ خانقاہ سائبیریا کی خانقاہوں میں سے نمایاں ترین تھی۔ اس خانقاہ کے پیروکاروں کو خلاسٹی کہا جاتا تھا۔ اس خانقاہ میں الوہیت کے علاوہ یہ تعلیم دی جاتی تھی کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو خلاسٹی فرقہ کے مخصوص ضابطوں کو اپنانے سے دنیا میں جنت پالیتا ہے۔ یہ فرقہ فری میسن کی تحریک کی طرز پر کام کرتا تھا۔ فرقہ کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا کئی

بار روس کی سرزمین میں مختلف انسانوں کی شکل میں نمودار ہوا۔ اس کے ساتھ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ انسان گناہوں کے ذریعہ ہی خدا کی رحمت کا دروازہ کھولتا ہے۔ اس فرقہ کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ جو اس فرقہ کا رئیس ہوتا ہے۔ وہ خدا کا مظہر ہوتا ہے۔ اس کی ذات باعث صد فخر و مباہات ہے۔ ان کے نزدیک ان کے جسم میں گناہ گناہ نہیں رہتا۔ (ربوہ کے مشہور جعل ساز صوفی غلام رسول راجیکی کا یہ عقیدہ تھا" الولی قدیزنی " ولی کبھی کبھار زنا کرلیا کرتا ہے) تمام بد اثرات ختم ہو جاتے ہیں جو عورتیں بھی اس کے ساتھ جنسی لذت میں شریک ہوتی ہیں۔ وہ خدا کی نظر میں ان عورتوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔ جو اس کے قریب آنے سے انکار کرتی ہیں۔

اس فرقہ کے لوگ اپنی مذہبی رسوم ادا کرنے کے لئے رات کو کسی خفیہ مسکن میں جمع ہوتے تمام رات رقص کرتے صبح نمودار ہوتے ہی اپنی قمیص سینوں تک اٹھا لیتے اور رفتہ رفتہ لباس عریاں زیب تن کر کے رقصاں رہتے۔ روشنی گل ہو جاتی تو تمام مرد و زن رشتہ کی قیود سے بے نیاز ہو کر جنسی اختلاط میں مشغول ہو جاتے۔ راسپوٹین کو اس فرقہ کی اس قسم کی رسوم نے بہت متاثر کیا اور اس کو یقین ہو گیا کہ انسان گناہ کے ارتکاب کے ذریعہ ہی حیات نو پا سکتا ہے۔ راسپوٹین کے نزدیک عیسائیت کے قدیم طریقہ عبادت اور دعائیں لایعنی ہیں۔ صرف "فرقہ خلاسٹی" ہی راہ راست پر ہے۔ اس فرقہ کے بانی "راڈیوف" کو پیغمبر سمجھتا۔ اس پر خدا کی وحی نازل ہوتی تھی۔ راسپوٹین نے "درخورٹو" کی خانقاہ کے تہہ خانوں میں سالہا سال تنہائی میں گزارنے سے اپنے اندر بے انتہا قوت ارادی پیدا کرلی تھی۔ اسی قوت ارادی نے ہی اس کو روس کی تاریخ میں یہ مقام دیا "درخورٹور" خانقاہ چھوڑنے سے قبل یہ فیصلہ نہ کر پایا کہ وہ اپنے بال بچوں میں چلا جائے یا راہبانہ زندگی گذارے۔ کیونکہ خلاسٹی فرقے کے لوگ ازدواجی زندگی کو لعنت سمجھتے تھے اور ہر قسم کے جنسی اختلاط کو جائز قرار دے کر انہیں روحانی شادیوں کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ راسپوٹین نے اپنی ذہنی خلش کو دور کرنے کے لئے ایک راہب ماکاری سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ راسپوٹین جنگل میں آستانہ ماکاری پر گیا۔ ماکاری نے راہبانہ زندگی گزارنے کی تلقین کی۔ جس پر راسپوٹین نے راہبانہ زندگی اختیار کرلی۔ راسپوٹین نے کئی سالوں تک سیلانی زندگی گزاری کشکول ہاتھ میں لے کر قریہ قریہ پھرتا رہا۔ اس کی کرامات کی دھوم مچ گئی۔ مردوں اور عورتوں کو گناہ کے ذریعہ نجات حاصل کرنے کی تلقین کرتا اور کہتا " اپنے غرور کو گناہ سے نیست و نابود کردو اور اپنے جسم کا امتحان لو۔" اس کے وعظ سے متاثر ہو کر خوب رو۔ لڑکیاں اپنے والدین کو چھوڑ کر راسپوٹین کی مصاحب بن گئیں۔ وہ آگ کا آلاؤ جلا کر لڑکیوں کے ہمراہ رقص کرتا۔ ایک

کہانی کے مطابق وہ اپنی مداح عورتوں کے جھرمٹ میں جوہڑوں اور تالابوں میں عریاں کھڑا ہو جاتا اور عورتیں اس کے غلیظ جسم سے میل اتارتیں۔

رفتہ رفتہ راسپوٹین خلاسٹی فرقہ کا ایک اہم ترین رکن بن گیا۔ اس فرقہ کے لوگ اس کو ولی اور اس کی باتوں کو وحی قرار دینے لگے۔ پیش گوئیوں کو مبالغہ آمیز صورت میں بیان کرنے لگے۔ آخر سیلانی زندگی ترک کر کے راسپوٹین اپنے گھر آ گیا۔ باپ، بیوی اور بال بچوں نے بمشکل شناخت کی سورات کے وقت بیوی سے تہہ خانہ کھولنے کو کہا۔ تمام رات عریاں عبادت میں معروف رہا۔ لیکن اپنی بیوی کی طرف رغبت نہ کی۔ گناہ کے ذریعہ نجات کا حصول مسیحی تعلیم کے خلاف تھا۔ لہٰذا پادری پیٹر اور دیگر اہل کلیسا راسپوٹین کے اس فلسفہ کی وجہ سے اس کو گمراہ اور قرین ابلیس قرار دینے لگے اور فادر پیٹر نے راسپوٹین کے افعال شنیعہ اور اس کے گمراہ کن نظریات کے تعفن کی رپورٹ گورنمنٹ کو بھیجی۔ گورنمنٹ نے پردیری ریورینڈ رلارڈ شپ کی سرکردگی میں ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کیا۔ (مرزا محمود احمد کے زنا پر بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی حیات میں ایک کمیشن تشکیل دیا گیا تھا اور شرعی ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے بری کر دیا گیا تھا) لارڈ بشپ نے مقامی لوگوں کے بیانات قلمبند کیے۔ مقامی لوگوں نے راسپوٹین کو عبادت گزار، پاک باز، متقی، خدارسیدہ اور دعا گو قرار دیا اور اس کی دعاؤں اور بددعاؤں میں جادو کا اثر ہے۔ لارڈ بشپ نے لارڈ پیٹر کی درخواست پر ایک سپاہی کے ذریعہ راسپوٹین کو کمیشن کے سامنے طلب کیا۔ جب سپاہی تہہ خانہ میں پہنچا تو اس وقت راسپوٹین عبادت میں مشغول تھا۔ سپاہی بھی راسپوٹین کے ساتھ دعاؤں میں مشغول ہو گیا اور فرط عقیدت سے راسپوٹین کے ہاتھ چومنے لگا۔ سپاہی نے کمیشن کو بتایا کہ راسپوٹین کے خلاف لگائے گئے تمام الزامات غلط ہیں۔ اس خدارسیدہ شخص کو کمیشن کے سامنے لانے کی جرأت نہیں رکھتا۔ لہٰذا کمیشن نے ثبوت مہیا نہ ہونے کی وجہ سے بری کر دیا تو راسپوٹین کی جائے رہائش ایک زیارت گاہ بن گئی۔

جب راسپوٹین گھر کے تہہ خانہ میں چلہ کشی کرنے کے بعد باہر آیا تو لوگ زیارت کے لئے دیوانہ وار کھڑے تھے۔ اس وقت اس نے اپنا پہلا مذہبی خطاب کیا وہ یہ تھا۔ "میں تمہیں وہ مسرت بخش پیغام دینا چاہتا ہوں جو مادر وطن نے مجھے دیا ہے اور وہ ہے گناہ کے ذریعے نجات کا راستہ۔ گناہوں میں سرتاپا غرق ہو جاؤ۔ تاکہ گناہ خود ہار مان جائے۔ اس کے بعد جنت تمہارے قدموں میں ہو گی۔"

راسپوٹین کی "روحانی شہرت" ہر سو پھیل گئی۔

شاہی محل میں آمد اور بیمار شہزادے کا علاج

زار روس نکولاس دوم کے ہاں چار بچیوں کے بعد شہزادہ ''الیکسی'' وارث تخت پیدا ہوا۔ یہ لڑکا پیدائشی طور پر موروثی مرض ہیموفیلیا میں مبتلا تھا۔ اگر اس کو چوٹ لگ جاتی تو سارا جسم متورم ہو جاتا اور تکلیف سے نڈھال ہو جاتا۔ ایک دفعہ نوکر کے لڑکے سے کھیلتے ہوئے اونچی جگہ سے گرا اور ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ شہزادہ مارے درد چیختا اور اس کی درد بھری چیخیں سارے محل میں سنائی دیتی تھیں۔ شاہی حکیم اور ڈاکٹر نے بہت علاج کیا۔ لیکن بے سود اور درد سے آرام نہ آیا۔ جب گھر میں کوئی مصیبت آ جائے تو بڑے بڑے آدمی بھی توہم پرست ہو جاتے ہیں۔ اس وجہ سے بادشاہ اور ملکہ بچے کی بیماری کی وجہ سے توہم پرست ہو چکے تھے۔

اسٹانا اور ملٹیا دو سگی بہنیں تھیں۔ وہ ٹرورشین پیوپل پارٹی کی رکن تھیں۔ راسپوٹین بھی اس پارٹی کا ممبر بن چکا تھا۔ فادر فیوفان نے راسپوٹین کا تعارف ان دو بہنوں سے اس کی کرامات اور غیبی قوت کے حوالہ سے تعارف کرایا۔ وہ اس سے بہت متاثر ہوئیں۔ دوسری ملاقات میں اسٹانا نے شہزادہ ہا لیکسی کی بیماری کے متعلق بتایا تو راسپوٹین نے اسٹانا کو الیکسی کی صحت یابی کا یقین دلاتے ہوئے کہا: ''جاؤ ملکہ کو کہہ دو کہ اب اسے رونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آ گیا ہوں۔ الیکسی بالکل تندرست ہو جائے گا۔'' دوسرے دن دونوں بہنوں نے ملکہ سے ملاقات کی اور راسپوٹین کی بہت تعریف کی تو ملکہ کو راسپوٹین سے ملنے اور بادشاہ سے ملانے اور اس سے شہزادہ کا علاج کرانے کی بہت خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ خفیہ دروازے سے راسپوٹین کو محل میں لایا گیا۔ راسپوٹین نے تمام شاہی آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ملکہ اور بادشاہ کو اپنی بانہوں میں بھینچ لیا اور اس کو شہزادہ کے کمرہ میں لے جایا گیا۔ جب راسپوٹین شہزادہ کے کمرہ میں گیا تو شہزادہ کے سینہ پر صلیب کا نشان بنایا۔ صلیب کا نشان بنتے ہی شہزادہ نے آنکھیں کھولیں۔ راسپوٹین کی طلسمی نظر شہزادہ کے چہرہ پر جمی ہوئی تھی۔ شہزادہ کا کرب، سکون اور آرام میں بدل گیا۔ ہونٹ گلابی ہو گئے اور راسپوٹین نے شہزادے سے کہا: ''میں نے تمہارا درد بھگا دیا ہے۔ اب تمہیں کوئی چیز تکلیف نہیں پہنچائے گی اور کل تک تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔ پھر ہم دونوں بڑے پیار سے کھیل کھیلیں گے۔''

شہزادہ بستر مرگ سے صحت یاب ہو کر اٹھا اور فرط محبت سے راسپوٹین کے ساتھ لپٹ گیا۔ راسپوٹین مسکرایا اور کہا: ''تمہیں آئندہ کچھ نہیں ہوگا۔ جب تک میں تمہارے ساتھ رہوں گا دنیا کی کوئی طاقت تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔''

ملکہ نے مخاطب ہو کر کہا: ”میری دعاؤں کی طاقت پر یقین رکھو۔ تمہارا بیٹا بچ جائے گا۔“
حکومت کی طرف سے راسپوٹین کو ”فادر گریگوری“ کا مستقل خطاب دیا گیا۔
راسپوٹین کی محل میں آمدورفت خفیہ داستہ سے شروع ہو گئی۔ لیکن الیکسی کا اتالیق موسیو جیلرڈ اور شاہ کی بیٹیوں کی انا راسپوٹین کو اس کی ناشائستہ اور اخلاق سوز حرکات کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے۔ بیٹیوں کے کمروں میں آ دھمکتا۔ جیلرڈ، انا میریا اور دیگر وزراء کی بیگمات نے شاہ اور ملکہ کو راسپوٹین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہے۔ ملکہ اور شاہ راسپوٹین کے خلاف عائد کردہ الزامات پر کان نہ دھرتے تھے۔ حتیٰ کہ ملکہ کی ملاقاتیں راسپوٹین کے اہل خانہ سے شروع ہو گئیں۔ ٹروشین پیوپل پارٹی جنسی آلودگی کی وجہ سے راسپوٹین کے خلاف ہو گئی۔ امراء اور وزراء کی سازشوں اور جنسی افواہوں کے پیش نظر فادر راسپوٹین نے اعلان کیا کہ ”بدقماش اور بدکردار لوگوں نے میرے تقدس اور زہد کے دامن کو میلا کر دیا ہے۔ لہٰذا وہ اسے ایک مرتبہ پھر رہبانیت کے پاکیزہ اور صاف شفاف سمندر میں دھونے جانے لگا ہے۔“
راسپوٹین نے راہبانیت اختیار کرنے سے قبل ملکہ اور شاہ کو متنبہ کرتے ہوئے لکھا: ”مجھے معلوم ہے کہ ابلیس کے گماشتے مجھے تم سے جدا کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی ایک نہ سنو۔ اگر میں تم سے جدا ہو گیا تو چھ ماہ کے اندر اندر نہ صرف تم اپنا آپ کھو بیٹھو گے۔ بلکہ تخت وتاراج بھی تم سے چھن جائے گا۔“
چنانچہ فادر راسپوٹین سیلانی لباس میں مشرقی ممالک کی طرف چلا گیا۔ مختلف مقامات پر چلے کاٹے۔ مقدس مقامات کی زیارت کی۔ اسی دوران اپنے روحانی تجربات اور کرامات کاغذ کے ٹکڑوں پر لکھتا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر اپنے گاؤں پر کردوسکی میں واپس آ گیا۔ عبادت اور ریاضت میں مشغول ہو گیا۔

شاہی محل میں واپس اور سینٹ پیٹرزبرگ میں قیام

زار اپنے اہل خانہ کے ساتھ موسم خزاں میں پولینڈ کے قصبہ اسکرنیوس میں شکار کھیل رہا تھا تو الیکسی کا پاؤں دریا کے کنارے سے پھسل گیا اور گھٹنے کا جوڑ کھل گیا۔ شاہی حکیم اور ڈاکٹر نے بہت علاج معالجہ کیا۔ لیکن تکلیف دور نہ ہوئی۔ راسپوٹین کو ٹیلگرام کے ذریعہ الیکسی کی بیماری سے مطلع کیا گیا۔ راسپوٹین نے ملکہ کو مخاطب ہو کر جواب دیا: ”خدا نے تمہارے آنسوؤں اور دعاؤں کو بہ نظر کرم دیکھا۔ ناامید نہ ہو تمہارا بچہ زندہ رہے گا۔ ڈاکٹروں کو کہہ دو کہ الیکسی کو پریشان نہ کریں۔“

ٹیلگرام میں الیکسی کی بیماری کے لئے کچھ ہدایات بھی تھیں۔ الیکسی ٹیلگرام ملتے ہی صحت یاب ہونے لگا۔ بادشاہ کے اصرار پر راسپوٹین کو محل میں آنے جانے کی درخواست کی گئی اور وہ سینٹ پیٹر برگ میں منتقل ہوگیا۔ محل سے آخری راہبانہ سفر میں جو اپنے تجربات، مشاہدات اور کرامات قلمبند کئے تھے۔ وہ ملکہ کو دیئے۔ اب راسپوٹین ملک کی اہم شخصیت قرار دیا جانے لگا۔ اس کی اقامت گاہ پر حفاظتی پہرہ متعین کر دیا گیا۔

الیکسی کو اس کے اصرار پر فوجی مشقوں کے ساتھ لے جایا گیا۔ ابھی ٹرین چلی ہی تھی الیکسی کے ناک سے خون بہنا شروع ہوگیا۔ شاہی ڈاکٹر ڈریونکو نے بہت علاج کیا۔ لیکن الیکسی کے ناک کا خون نہ بند ہوا۔ الیکسی کو محل میں لایا گیا۔ راسپوٹین کو مطلع کیا گیا۔ راسپوٹین نے محل میں داخل ہوتے ہی صلیب کا نشان بناتے ہوئے شاہ سے کہا: ”خدا کا شکر ہے کہ اس نے ایک دفعہ پھر تمہارے بچے کی جان بچالی ہے اور اسے نئی زندگی بخش دی ہے۔ آئندہ میرے مشوروں پر عمل ضروری ہوگا۔ اب شاہ اور ملکہ کی عقیدت اور محبت نقطہ عروج پر پہنچ گئی۔ زار روس کہا کرتا تھا کہ جب مجھے کوئی فکر دامنگیر ہوتی ہے تو فادر راسپوٹین سے چند منٹ گفتگو کرنے سے راحت محسوس کرتا ہوں۔ ملکہ اپنے ہاتھ سے کپڑے سی کر اور ان پر بیل بوٹے کاڑ دیا کرتی تھی۔“

راسپوٹین کے جنسی تعلقات

راسپوٹین کی روحانی مجلس[1] میں اکابرین (وزراء، امراء، جرنیل) کی بیگمات اور شاہی خاندان کی لڑکیاں شامل ہوتی تھیں۔ ان کو گناہ کے ارتکاب سے ہی نجات حاصل کرنے کا سبق دیا جاتا تھا۔ اس طرح فلسفہ گناہ کی وجہ سے حسین عورتوں کے ساتھ جنسی روابط بڑھنے لگے۔ پولیس کی رپورٹ کے مطابق جب راسپوٹین اونچے درجے کی عورتوں کے ساتھ جنسی اختلاط سے سیر ہو جاتا تو پھر نچلے طبقے کی عورتوں کو اپنی ہوس کا شکار کرتا۔

پولیس کی رپورٹ کے مطابق ڈوینا راسپوٹین کے گھر کی خادمہ تھی۔ وہ سڈول جسم کی خوبصورت اور حسین دیہاتی لڑکی تھی۔ جب راسپوٹین شراب میں دھت ہوتا تو ڈوینا اس کے کپڑے تبدیل کرتی اور بستر پر لٹاتی جب راسپوٹین کو کوئی شکار نہ ملتا تو ڈوینا ہی راسپوٹین کے بستر کی زینت بنتی تھی۔

---

[1] مرزا محمود احمد نے بھی عورتوں کے لئے درس قرآن جاری کیا اور ایک مجلس عرفان عبادت گاہ مبارک میں منعقد ہوتی تھی۔

روزمرہ آنے والی حسین عورتوں میں نن اکولینا، اولگا ولا ڈیمیرونا (حکومت وقت کے مشیر نوخشین کی بیوی) مادام گولوویتا۔ انا میریا دشتا، پرنس ڈولگوروکیا، پرنس شاخوسکیا تھیں۔

پولیس کی ایک رپورٹ میں ماسکو کی فرانسیسی نژاد اداکارہ ویرا کا بیان تحریر کیا گیا ہے۔ جس میں وہ کہتی ہے کہ: "جب میں راسپوٹین سے ملنے کے لئے اس کے گھر گئی تو "اولگا" چیختی ہوئی آسمان سر پر اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی اور راسپوٹین کی کرسی کے قریب فرش پر گر پڑی وہ بدستور چلاتی رہی: میرے مسیح، میرے مسیح اور راسپوٹین کے جوتوں کو چاٹتی رہی۔ پھر اٹھی اور راسپوٹین کا سر دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر دیوانہ وار چومنے لگی۔ ساتھ ہی وہ چلاتی جاتی تھی۔ میری جان، میری روح، یہ تمہاری پیاری پیاری داڑھی، یہ خوبصورت بال، میری زندگی، میرا ایمان، میرے معبود، میرے خداوند، لیکن راسپوٹین اسے بار بار جھڑکتا اور اسے کتیا، وحشی ابلیس کہتے ہوئے نفرت کا اظہار کرتا۔ پھر وہ خوابگاہ میں چلی گئی۔ اس کے پیچھے راسپوٹین بھی گیا۔ راسپوٹین کی بھاری بھرکم آواز باہر تک آ رہی تھی اور پھر جب اولگا اور مونیا خوابگاہ سے واپس آئیں تو "اولگا" بدلی ہوئی عورت تھی اور وہ بڑے شاہانہ انداز سے ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہوئی۔ مادام گولوویتا (زار روس کے سابق مشیر گولوون کی بیوہ اور ملکہ کی قریبی سہیلی پرد بودا کی قریبی رشتہ دار) اس کی خوبصورت بیٹی مونیا محبت میں ناکامی کے بعد اس کے ساتھ رہتی تھی۔ دونوں ماں بیٹی راسپوٹین کے حلقہ جنسی ارادت میں شامل تھیں۔ ان کے علاوہ ایک کرنل کی گلوکارہ بیوی بھی بڑی مداح تھی۔ وہ گیت گاتی تو راسپوٹین پر وجد طاری ہو جاتا اور رقص کرنا شروع کر دیتا۔"

شہزادہ الیکسی کی انا میریا دشتا (شاہی محل میں آمد کے چند روز بعد ہی راسپوٹین کے جذبہ شہوت کا شکار ہوئی) پرنس ڈولگوروکیا اور پرنس شاخوسکیا دونوں راسپوٹین کی محبت میں گرفتار تھیں اور اپنے گھروں کو چھوڑ کر کرایہ کے مکانوں میں رہائش پذیر تھیں۔ پولیس رپورٹوں کے مطابق راسپوٹین کے خلوت کدہ کی زینت بنتیں اور جنسی اختلاط سے حظ اٹھاتی تھیں۔ راسپوٹین "حلقہ پاک بازاں" میں شمولیت کرنے والی عورتوں سے گناہ کی فلاسفی اس رنگ میں کرتا۔

"یہ مت سمجھو کہ میں تمہیں خراب کر رہا ہوں۔ بلکہ میں تمہیں پاک اور مقدس کر رہا ہوں۔ ہمیں گناہ ضرور کرنا چاہئے تاکہ ہمیں پچھتانے اور تائب ہونے کا موقعہ مل سکے۔ اگر خدا ہماری آزمائش کے لئے ترغیب گناہ کا کوئی ذریعہ پیدا کرتا ہے تو ہمیں اس کی رضا کا احترام کرتے ہوئے خود کو رضا کارانہ طور پر گناہ کے حوالے کر دینا چاہئے۔ تاکہ ہم اس کے بعد انتہائی ندامت سے توبہ کریں۔"

اس مجلس میں کسی حسین عورت کو اپنے قریب بلاتا اس کا سر اپنی گود میں لے کر اپنی انگلیوں سے اس کے بالوں میں کنگھی کرتا۔ اس کے ہونٹوں اور گالوں کو چومتا۔ لیکن اس کی زبان پر خدا اور عیسیٰ علیہ السلام کی باتیں ہوتیں۔ لیکن جسم کا ایک ایک انگ فعل شنیعہ میں مصروف ہوتا اور اس کی باتیں پورے انہماک سے سنتیں۔

راسپوٹین کی تمام زندگی جنسی افعال قبیحہ سے پر ہے۔ دنیا کی ہر زبان کا ادب ان افعال شنیعہ سے بھرا ہوا ہے۔ صرف دو عورتوں کے واقعات بیان کر کے اس بات کو ختم کرتا ہوں۔ کیونکہ قارئین پاکستان کے جنسی عفریت مرزا محمود احمد کی زندگی کے بے راہ روی کے واقعات پڑھنے کے لئے بے تاب ہوں گے۔

دیرا الگو ینڈر اشکوہ سکیا بیان کرتی ہیں کہ: ''جب وہ راسپوٹین کی خوابگاہ میں جہاں ایک مسہری ایک سنگھار میز دو کرسیاں اور ایک چھوٹا میز جس پر رائٹنگ پیڈ اور قلم پڑے ہوئے تھے داخل ہوئی تو دیکھ کر حیران رہ گئی کہ خوابگاہ میں نہ تو شبیہ مسیح تھی اور نہ ہی صلیب بلکہ ایک دیوار پر نیم تاریکی میں رنگا رنگ ربن میں لپٹی ہوئی فریم شدہ دراز ریش شخص کی تصویر آویزاں تھی۔ خلاستی فرقے کے لوگ اکثر اپنے بزرگوں کی تصویر رنگا رنگ ربن میں رکھتے تھے۔ لہٰذا مجھے اس دن معلوم ہوا کہ راسپوٹین بھی خلاستی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ راسپوٹین دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا اور دروازے کی کنڈی لگا دی۔ پھر کرسی پر بیٹھے ہوئے میری دونوں ٹانگیں اپنے گھٹنوں میں دبائیں میں نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی۔ مگر اس کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ وہ کہنے لگا کہ: ''کچھ کہنے آئی ہو'' میں نے کہا کہ: ''دنیا میں کہنے کے لئے رکھا ہی کیا ہے۔'' اس نے میرے گالوں کو تھپتھپاتے ہوئے کہا کہ: ''جو کچھ میں کہتا ہوں غور سے سنو۔'' کیا تمہیں وہ شعر یاد ہیں۔ جس میں کہا گیا ہے کہ نوجوانی ہی سے جسمانی لذت کی خواہش مجھے اذیت پہنچاتی رہی ہے اور مسیح مجھے اس کی سزا مت دے۔'' میں نے چونک کر کہا کہ مجھے یاد ہے۔ اس نے میری رانوں پر زور دیتے ہوئے کہا: ''میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ کس طرح ہوتا ہے۔ لوگ تیس سال کی عمر تک تو بخوشی گناہ کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد نہیں۔ اس وقت خدا سے لو لگانا چاہئے۔ پھر جب دل و دماغ مکمل طور پر خدا کی طرف لگ جائے تو اس وقت گناہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ گناہ ایک خاص قسم کا ہوگا۔ گناہ تائب ہونے سے دھل جاتا ہے اور انسان پھر ویسے کا ویسا نیک بن جاتا ہے۔ سب سے اہم چیز محبت ہے۔ مجھ سے محبت کرو۔ محبوب کی ہر بات دل میں اتر جاتی ہے۔ میں تمہیں بہت اسرار و رموز سے آشنا کر دوں گا۔ میں تمہیں گناہ کی باریکیاں بتاؤں گا۔ جس سے نہ صرف سکون قلب ملے گا۔ بلکہ راہ نجات

بھی نظر آئے گی اور تم خود کو جنت میں محسوس کرو گی۔ یہ موٹی موٹی کتابیں جو پڑھی جاتی ہیں بے معنی ہوتی ہیں۔ ان کے پڑھنے سے ذہنی خلفشار بڑھتا ہے۔ ویرا کہتی ہے کہ میری قوت مدافعت جواب دے گئی۔ میرے اعضاء مفلوج ہو گئے اور میری تمام طلب سلب ہو گئی تھی۔" راسپوٹین نے مجھے اگلے ہفتے عبادت میں شریک ہونے کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ: "تم اتنے لوگوں سے تعلقات رکھنے کی کیوں مصیبت اٹھاتی ہو۔ صرف میری بن جاؤ۔ ان سب کو جہنم میں جانے دو۔ پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ زندگی کیا ہے۔"

اس کی سخت انگلیاں میرے جسم کو ٹٹولتی رہیں۔ اس نے میرے پے در پے بوسے لئے۔ ویرا کے قول کے مطابق راسپوٹین نے اسے گود میں بٹھانے کی کوشش کی۔ مگر وہ دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔

"ویرا الیگزینڈرز" ایک اور کمسن لڑکی کی داستان غم بیان کرتی ہے۔ (پولیس کی رپورٹوں میں بھی درج ہے) جس نے ویرا کو بتایا کہ راسپوٹین نے اسے ہفتے کی عبادت میں شریک ہونے کے لئے کہا۔ جب وہ عبادت میں شریک ہونے کے لئے اس کی خوابگاہ میں گئی تو خدا اور یسوع علیہ السلام پر پورا یقین ہونے کے باوجود میری کسی نے مدد نہ کی۔ کمرے میں اس کے اور میرے سوا کوئی نہ تھا۔ اس نے میرا بازو پکڑا اور دوسرے کمرے میں لے گیا۔ جہاں نہ صلیب تھی نہ شبیہ مسیح۔ ایک دراز ریش بزرگ کی تصویر تھی۔ راسپوٹین نے مجھے تصویر کے سامنے دوزانوں ہونے کو کہا۔ ابھی میں جھکی ہوئی تھی کہ راسپوٹین نے تصویر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اے درخو تور کے پیغمبر سائمون۔" ہمارے گناہ پر کرم کرو اور اس کے ساتھ ہی میرے کپڑے تار تار کر دیئے۔ میں بے ہوش ہو گئی اور جب ہوش آیا تو میں فرش پر برہنہ پڑی تھی اور راسپوٹین میرے سامنے مادر زاد برہنہ کھڑا تھا۔ اس نے مجھے بازوؤں میں اٹھایا تو میری چیخ نکل گئی۔ چیخ سن کر ایک عورت اندر آئی۔ اس نے مجھے نیا جوڑا پہنایا اور دوسرے کمرے میں چھوڑ آئی۔ جس میں دو کرسیاں اور بستر پڑا تھا۔ وہ عورت میرے لئے چائے اور کھانے کے لئے ٹوسٹ وغیرہ لائی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک فوجی افیسر کمرے میں داخل ہوا۔ میں نے سوچا کہ اسے تمام واردات بتاتے ہوئے مدد طلب کروں۔۔۔ لیکن وہ بھی بھیڑیا نکلا۔ اس دن سے اس تہہ خانہ میں راسپوٹین کے دوستوں کی ضیافت کا سامان بنی ہوئی ہوں۔

رد سو لکھتا ہے کہ اوائل شباب میں ایک دن وہ ایک کوچے سے گذر رہا تھا۔ جس میں ایک کنواں تھا۔ نوجوان لڑکیاں پانی بھرنے کنویں پر آ رہی تھیں۔ میں نے ایک طرف کھڑے ہو کر

ان کے سامنے ستر کھول دیا۔ ان میں سے بعض نے شرما کر منہ پھیر لیا۔ بعض مسکرانے لگیں اور چند ایک بلند آواز میں مجھے گالیاں دینے لگیں۔ ان کا شور و غل بن کر ایک راہگیر ادھر متوجہ ہوا اور میری طرف لپکا۔ میں بھاگ نکلا۔ جلد پکڑا گیا۔ گیارو سو کہتا ہے کہ میں پاگل بن گیا۔ جس پر راہگیر نے معذور سمجھ کر اسے چھوڑ دیا۔

وفات

قادر راسپوٹین کی وفات چند حروف یا چند سطور میں بھی لکھی جا سکتی ہے۔ لیکن وفات سے قبل دو مکالمے کہے تھے ان کا جاننا ''قادیانیوں'' کے لئے ضروری ہے۔ دوم راسپوٹین نے زار اور اس کی ملکہ کو مخاطب ہو کر سلطنت کے چلے جانے کی پیش گوئی کی تھی۔ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ قادیانیوں کو بتانا مقصود ہے کہ اس قسم کے بدکار بھی ایسی باتیں کر جاتے ہیں جن پر زمانہ صداقت کی مہر ثبت کر دیتا ہے۔ کسی پیش گوئی کا پورا ہو جانا بدکار کی پاکیزگی کا ثبوت نہیں۔

قادیانیوں کو یہ بتانا بھی مطلوب ہے کہ اتنے بڑے بدکار کے ساتھ لوگوں اور خاص طور پر ملکہ اور بادشاہ کو کتنی عقیدت تھی۔

راسپوٹین مادام گولووینا کے گھر اپنے خلاف سازشوں کا ذکر کر کے اپنے معتقدین کو یہ بتا رہا تھا کہ یہ لوگ مجھے ختم کرنے کے منصوبے تیار کر رہے ہیں۔ لیکن خداوند کریم اور یسوع مسیح اپنے سچے اور مخلص مقلد (راسپوٹین) کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ و مصؤن رکھے گا اور متکبرانہ لہجے میں با آواز بلند کہا: ''مجھے جس چیز کی ضرورت ہو (عورت کی) اس کے حصول کے لئے میز پر مکا مار دینا ہی کافی ہے۔ صرف یہی ایک طریقہ ہے جس کے ذریعہ میں روسی امراء سے نپٹ سکتا ہوں۔''

اس مجلس میں پرنس فیلکس، یوسوسوف، مادام گولووینا کی بیٹی مونیا بھی حاضر تھے۔ یوسوسوف راسپوٹین کی شخصیت سے متاثر نہ ہوا۔ بلکہ اس نے راسپوٹین کے متکبرانہ لہجے کو ناپسند کیا۔ پرنس کی بے اعتنائی اور بے رخی کی وجہ سے راسپوٹین بوکھلا گیا۔ پرنس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اٹھا اور کہا ''شادی کی سالگرہ کے موقع پر ہمیں بھول نہ جائیے۔'' پرنس نے کہا: ''سالگرہ آپ کے بغیر تو پھیکی رہے گی۔'' اپنا ہاتھ پرنس کے ہاتھ سے نکال کر مونیا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کے پے در پے بوسے لینے شروع کر دیئے۔ لیکن پرنس نے اس کی نازیبا اور ناشائستہ حرکت کو بہت برا جانا اور راسپوٹین کو آخری ٹھکانے لگانے کا عزم بالجزم کر لیا۔ آخرکار اپنے منصوبہ میں اپنے دوست ڈمٹری پالووچ (زار کا محافظ) کو اعتماد میں لیا اور زہر کھلانے کا پروگرام بنایا۔ زہر ملا

مل یوشکیوچ (روس کی ریڈ کراس تنظیم کا سربراہ) کی معرفت ٹرین کے انچارج ڈاکٹر یزوونٹ (یہ شخص بھی راسپوٹین سے سخت نفرت کرتا تھا) سے حاصل کیا۔ آخرکار اکتوبر ۱۹۱۶ء میں راسپوٹین کے قتل کے منصوبے کو آخری شکل دی گئی۔

پرنس یوسوف نے مونیا کی معرفت گہرے روابط قائم کر لئے۔ پرنس خانہ بدوشوں کے گیت بربط پر بہت عمدہ گاتا تھا۔ راسپوٹین خود بھی اس قسم کے گیت بہت ہی پسند کرتا تھا۔ مونیا نے پرنس سے کہا کہ راسپوٹین آپ سے گیت سننا چاہتا ہے۔ پرنس کی امید پوری ہوئی۔ مونیا پرنس کی موجودگی میں اس کی بیوی ارنیا کی خوبصورتی کا ذکر راسپوٹین سے بہت کیا کرتی تھیں۔ راسپوٹین کا شیطانی قلب ارنیا کو دیکھنے اور جنسی حظ اٹھانے کے لئے بے تاب تھا۔ آخرکار قتل کے منصوبہ کی تمام کڑیوں کو مکمل کرنے کے بعد پرنس نے ۱۶ رستمبر ۱۹۱۶ء کو راسپوٹین کو اپنے محل میں شام کو آنے کی دعوت دی۔ راسپوٹین نے رازداری قائم رکھنے کے لئے رات ساڑھے گیارہ بجے محل میں جانے کا پروگرام بنایا، وہ ارنیا کی ملاقات کی سوچوں کے سمندر میں گم تھا۔ وزیر داخلہ نے فون پر آگاہ کیا کہ کچھ لوگ اس کی جان کے درپے ہیں۔ لیکن اس جنسی عفریت نے یہ کہتے ہوئے ٹیلی فون بند کر دیا کہ: ”مجھے مارنے والے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ان کے ہاتھ اتنے لمبے نہیں کہ میری گردن تک پہنچ سکیں۔“

رات کے ساڑھے گیارہ بجے راسپوٹین ایلچی کے ذریعہ شہزادہ فلیکس یوسوف کے تہہ خانہ میں پہنچ گیا۔ سیر ہو کر شراب پی کر یوسوف کو مخاطب ہو کر کہا کہ: ”لوگ مجھے جادوگر کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میں صرف شہروں کو خاک تو دوں، آبادیوں کو لق دق صحرا اور بارونق ملکوں کو ہولناک قبرستان بنانے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ مگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ میں بہترین تعبیر گو اور عیسیٰ دوراں ہوں۔ پراسرار روحانی طاقتوں اور قوتوں کا مالک ہوں۔ اللہ نے مجھے ہدایت کار بنایا ہے اور امن و نجات کی کلید میرے ہاتھ میں دی ہے۔ دنیا و آخرت میں میرا مقام بہت بلند ہے[1]۔ میں خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔“

اس کے بعد عورت کی ان الفاظ میں تعریف کی۔ ”عورت کائنات میں سب سے زیادہ خوبصورت اور انسانی راحت کا اعلیٰ سرچشمہ ہے۔ انسان کی انسانیت اس کے طفیل ہے۔ عورت فرشتوں سے زیادہ بندگی گزار، پیکر بے مثال، نیلگوں فلک کا درخشندہ تابندہ ستارہ، ایک گوہر بے بہا جو ہر نایاب، محبت کا خزانہ، تمناؤں کی جان، آرزوؤں کا ایمان ہے جسے قدرت نے حسن

---

[1] مرزا محمود کا بھی دعویٰ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے مصلح موعود ہیں۔

وجمال کی معصومیت اور عشق ومحبت کی پاکیزہ روح قرار دیا ہے۔ عورت گل مسرت کی لطیف خوشبو، نگاہ مضطرب کی تسکین، تعلیم حیات کی ملکہ، بہار کی جان، حیات کی روح، بیتاب کی تمنا اور درد کی دوا ہوتی ہے۔"

اس کے بعد شہزادہ یوسوسوف کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا کہ: "مجھے اس آسمانی ہستی اور آفریش کے تاج کے پاس لے چلو جو آفریدہ آسمان ہے۔ ہم اس تصور کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ جس میں ساری دنیا دیکھی جاسکتی ہے۔ اس کتاب کو پڑھنا چاہتے ہیں، جس میں ساری دنیا کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ جس کا دل بظاہر سمندر کی خاموش سطح دکھائی دیتا ہے۔ مگر باطن گہرائیوں میں طوفان کی طرح انگڑائیاں لے رہا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ محبت کی دیوی ہے۔ وہ رات کا تارہ ہے اور صبح کا ہیرا ہے۔ ہم اس کی جھولی خوشیوں سے بھر دیں گے اور ایسا نور عطاء کریں گے جس کی مثل زمین وآسمان میں نہیں ہوگی۔"

راسپوٹین شراب کی مستی کے عالم میں ارینا کی تعریف کرتے کرتے یاوا گوئی پر اتر آیا۔ لیکن شہزادہ نے نہایت تحمل اور صبر سے کام لیا اور اس کا خاص آدمی زہر آلود شراب لے آیا۔ شہزادہ نے مؤدبانہ لہجے میں راسپوٹین سے کہا کہ "شہزادی صاحبہ خواب گاہ میں مقدس باپ کا انتظار کر رہی ہیں۔ یہ ان کے نام کا آخری جام نوش فرما کر انہیں روحانیت سے مستفید فرمائیں۔" راسپوٹین نے تمام شراب پی لی۔ لیکن حاضرین حیران تھے کہ زہر ہلاہل والی شراب پینے کے باوجود زندہ ہے۔ لہٰذا شہزادہ یوسوسوف اور ڈیوک نے راسپوٹین کے جسم پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ خنجر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا گیا۔ جسم میں ابھی بھی زندگی کی رمق تھی اور اٹھا کر دریا کے کنارے لے گئے اور رسیوں سے باندھ کر دریا میں پھینک دیا۔

زار نے راسپوٹین کی لاش کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ آخر کار دو روز کی مسلسل جدوجہد کے بعد لاش تلاش کی گئی۔ لاش کا معائنہ کروایا گیا تو معلوم ہوا۔ اس کی موت ڈوبنے سے ہوئی ہے۔ ڈاکٹر حیران تھے خطرناک زہر اور گولیوں کی بوچھاڑ اور پیٹ میں خنجر گھونپنے کے باوجود کیسے زندہ رہا۔ آخر کار ۲۱ر ستمبر ۱۹۱۶ء کو راسپوٹین شاہی اعزازات کے ساتھ زار کے سکوسیلو کے باغ میں دفن کیا گیا۔

مرزا محمود احمد کو راسپوٹین سے کئی باتوں میں مشابہت حاصل ہے۔ لیکن موت میں بھی دونوں سخت جان تھے۔ مرزا محمود احمد بھی دس سال فالج کی بیماری میں مبتلا رہا۔ کھانا پینا چھوٹ چکا تھا۔ صرف نپل یا نالی کے ذریعے سیال خوراک دی جاتی تھی۔ جسم گل سڑ چکا تھا۔ بدبو تک آتی تھی۔ لیکن گھر والے حیران تھے کہ اس کی جان کہاں اٹکی ہوئی ہے۔

باب نمبر:۳

مرزا محمود احمد کے افراد خانہ اور اعزہ کے حلفیہ بیانات

خلیفہ مرزا محمود احمد کا اپنا اقرار فرانس کے نیم عریاں کلبوں کی سیر

مرزا محمود نے اپنے ایک خطبہ میں خود اقرار کیا: ”جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ بھی دیکھوں گا۔ قیام انگلستان کے دوران میں مجھے اس کا موقعہ نہ ملا۔ واپسی پر جب ہم فرانس آئے تو میں نے چوہدری ظفر اللہ خان سے جو میرے ساتھ تھے کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں جہاں یورپین سوسائٹی عریاں نظر آ سکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے۔ مگر مجھے ایک اوپیرا میں لے گئے جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ چوہدری صاحب نے بتایا کہ یہ وہی سوسائٹی کی جگہ ہے اسے دیکھ کر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں میری نظر چونکہ کمزور ہے اس لئے دور کی چیز اچھی طرح سے نہیں دیکھ سکتا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔ میں نے چوہدری صاحب سے کہا کیا ننگی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ ننگی نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ مگر باوجود اس کے وہ ننگی معلوم ہوتی ہیں۔“ (الفضل مورخہ ۲۸ رجنوری ۱۹۳۴ء)

احمدی حضرات کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ کون سی شریعت ہے، جس کی رو سے یہ جائز ہو کہ محض یورپین تہذیب دیکھنے کے لئے نیم عریاں کلبوں کی سیر کی جائے۔ یہ محض تماش بینی تھی جس کے لئے خلیفہ ۱۹۲۴ء میں یورپ گئے تھے۔ اس کے بعد رو فو کا واقعہ بھی اس بات کی دلالت کرتا ہے۔ احمدی حضرات کی خدمت میں گزارش کروں گا۔ ان واقعات پر غور کر کے اپنی آخرت کو برباد نہ کریں۔

حکیم عبدالوہاب سالا مرزا محمود احمد کی شہادت

۱...... حکیم عبدالوہاب مولوی نورالدین (پہلے سربراہ جماعت احمدیہ) کے بیٹے اور مرزا محمود احمد کے سالے تھے۔ جسمانی لحاظ سے مضبوط، درمیانہ قد، رنگ گندمی، موٹی آنکھیں، ایک ہی نظر میں عورت کو اپنی طرف مائل کر لیتے تھے یا عورت مائل ہو جاتی۔ تقسیم ہند کے بعد ان کا مطب جودھامل بلڈنگ بالمقابل رتن باغ حال میو ہسپتال میں تھا۔ تقسیم کے بعد ضمیر کی آزادی نصیب ہوئی تو حکیم صاحب ان احباب میں سے ایک تھے جنہوں نے مرزا محمود احمد کے عیوب کی خوب

پردہ دری کی۔ اپنی آپ بیتی بھی بیان کی اور دوسروں کے رونگٹے کھڑے کر دینے والے چشم دید واقعات بھی بیان کیئے۔ موصوف کی یہ عادت تھی کہ جو کوئی بھی احمدی دواخانہ نورالدین (جو ہال بلڈنگ) پر آ جاتا تو اب واقعات بیان کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔ بغیر کسی تمہید کے گفتگو کا آغاز کر دیتے۔ بعض اوقات سامع حیران رہ جاتا کہ حکیم صاحب کیا بیان کر رہے ہیں۔ دراصل وہ باتیں دکھی اور زخمی دل کی آہیں ہوتی تھیں۔ جو زبان پر آئے نہیں رہتی تھیں۔ وہ وہی شخص جان سکتا ہے جس کے دل میں اپنے کردہ گناہوں کی آگ جل رہی ہو۔ وہ گفتگو، اقرار جرم ہوتی تھی۔ کبھی کبھی خاکسار کو بھی حکیم صاحب کی صحبت میں جانے کا اتفاق ہوتا۔ ایک دفعہ ام طاہر صاحبہ کا ذکر چھڑ گیا تو حکیم صاحب نے آنکھیں بند کر لیں۔ گویا پرانی یادوں میں گم ہو گئے ہیں۔ کہنے لگے ام طاہر کی "جائے لذت" کیا تھی گویا پان کا پتا۔ پھر کلام جاری رکھا۔ ایک عورت (ام طاہر) کا ذکر اس رنگ میں کیا۔ وہ رنگ بھی رومانوی اور افسانوی تھا۔ کہنے لگے اس عورت کا کیا کہنا۔ ایک دفعہ پروگرام کے مطابق اس عورت کے ہاں میری باری تھی۔ کمرے میں داخل ہوا تو ایک عجیب فضا تھی۔ بھینی بھینی خوشبو آ رہی تھی۔ پلنگ پر خوبصورت نرم بستر ابچھا ہوا تھا۔ فرش پر ایک بوٹے دار قیمتی قالین تھا۔ جس پر پاؤں دھنس جاتے تھے۔ داخل ہوتے ہی ایک حسین پری میرے ساتھ لپٹ گئی اور میرے جذبہ شہوت کو تیز کرنے لگی۔ کبھی میرے ہونٹ چوستی، کبھی میری زبان منہ میں لے کر چوستی، کبھی میرے گالوں کو نرم ہاتھوں کے ساتھ تھپکتی، کبھی رخساروں پر گدگدی کرتی۔ کبھی میرے "آلہ حیات" کو لمس کرتی۔ آدھ گھنٹے تک اسی طرح میرے ساتھ لہو ولعب اور اٹھکیلیاں کرتی رہی۔ جب اس عورت (ام طاہر) کے جذبہ شہوت کی تپش تیز ہوئی تو اپنی قمیص اتار پھینکی۔ چند ساعت کے بعد میری قمیص بھی اتروادی۔ اب دونوں کے جسم کے درمیان جو کپڑا حائل تھا وہ بھی دور ہو گیا۔ اوپر کا عریاں جسم ملنے سے تپش شہوت بڑھنا شروع ہو گئی۔ تھوڑا ہی وقت گزرا کہ اس عورت نے اپنی شلوار کو یوں اتار پھینکا جیسے کسی شخص نے بھاری بوجھ اٹھایا ہوا ہو۔ تھک جانے کے بعد اس بوجھ کو اتار پھینکتا ہے۔ اسی لمحہ میری شلوار کو بھی اتار پھینکا۔ اب پوری شہوت کے ساتھ میرے ساتھ اٹھکیلیاں کرنا شروع کر دیں۔ کبھی میرا عضو تناسل بغل میں لیتی۔ کبھی ران میں لیتی۔ کبھی چند ساعات کے لئے قبل میں لیتی اور کبھی دبر میں بھی لے لیتی اور باہر نکلوا دیتی۔ کبھی منہ میں لڈے کر چوستی۔ کبھی بستر پر لیٹتی۔ مجھے اوپر لٹا لیتی اور اپنی نرم نرم رانوں میں خوب دباتی۔ کبھی میرے اوپر لیٹ جاتی اور مردانہ حرکات کر کے حظ اٹھاتی۔ دونوں ایک دوسرے کے رخسار، زبان اور ہونٹ چوستے۔ کبھی میرا عضو تناسل ہاتھ میں پکڑ کر مسلتی۔ میں اپنا مردانہ مدعا اور غرض بیان کرتا

تو کہتی جوان! ابھی آپ کی جوانی اور طاقت کو دیکھ لیتی ہوں۔ ذرا ٹھہریئے! غرض تقریباً چار گھنٹے تک اسی وادی گناہ میں کھیلتے رہے۔ اس کے بعد آرام سے نرم و گداز بستر پر چت لیٹ گئی اور آخری گناہ کی طرف بلایا۔ یہ بھی عجیب لمحات تھے۔ یونہی قبل میں عضو تناسل داخل ہوا۔ یوں درد ناک آواز نکالی جیسے ایک باکرہ پہلی رات مرد کے ساتھ مجامعت کے وقت نکالتی ہے۔ ایک خاص آواز میں کہتی۔ دہاب! مجھے مار دیا ہے۔ مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ میرے جانی مجھے چھوڑ دو۔ میں مر جاؤں گی۔ گویا ان الفاظ سے میری مردانگی کی داد دے رہی تھی۔ اپنی بپتی بیان کرنے کے بعد عجیب لہجے میں کہا: ''یہ عجیب عورت تھی۔''

عمل لواطت

۲...... دوسرا واقعہ بھی سنئے۔ میں ایک دفعہ حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو کہنے لگے۔ آؤ شیزان میں آپ کو چائے پلاؤں۔ راستے میں مرزا محمود احمد کی بدکاریوں کی باتیں کرتے رہے۔ جب واپس آ رہے تھے پہلے صیغہ غیب میں بیان کرنے لگے۔ ایک شخص مرزا محمود کے ساتھ عمل لواطت کر رہا تھا۔ فارغ ہونے میں دیر ہوگئی تو (پھر متکلم صیغہ پر آ گئے) مجھے کہا جلدی کرو میں نے دعوت پر جانا ہے۔ میں ہنس پڑا اور کہا وہ آدمی آپ ہی تھے۔ کہنے لگے ''ہاں'' میں نے پوچھا کیا مرزا محمود احمد کو یہ علت تھی۔ کہنے لگے نہیں یہ پرورش کی انتہاء ہے۔

میں نے سوال کیا۔ آپ کو کس طرح اس برائی کی طرف مائل کیا اور کب شامل ہوئے۔ کہنے لگے ایک دفعہ کشمیر میں مرزا محمود احمد کے ساتھ جانا ہوا۔ ایک چشمہ میں نہا رہے تھے۔ محمود نے غوطہ لگا کر نیچے سے میرے عضو تناسل کو پکڑ لیا۔ میں کچھ شرمندہ سا ہو گیا۔ علیحدگی میں کہنے لگے دہاب! اس کو کبھی استعمال بھی کیا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس کے بعد مجھے اس برائی کی تاریک وادی میں دھکیل دیا۔ پھر کہنے لگے جوانی ہو، پیسہ بھی ہو، ہر قسم کی سہولتیں بھی میسر ہوں۔ کسی گرفت کا بھی خوف نہ ہو تو پھر کون برائی سے بچتا ہے۔ بہر حال بدقسمتی سے ابتدائے جوانی میں عمر کا ایک حصہ گزارا ہے۔

۳...... پانچ صد عورتوں سے مجامعت کر چکا ہوں۔ ایک دفعہ حکیم صاحب کہنے لگے مرزا محمود احمد نے کہا گیارہ بارہ سال کی عمر میں اس کام میں پڑا ہوں۔ پانچ صد عورتوں سے مجامعت کر چکا ہوں۔ میرا کچھ بھی نہیں بگڑا۔ پھر کہنے لگا۔ عورت کا کیا ہے۔ خواہ کتنی ہی مضبوط اور پرشہوت ہو تو اس کے ساتھ بغیر مجامعت کئے ہاتھوں میں ہی اس کو فارغ کر سکتا ہوں۔

۴...... قادیان میں ''قصر خلافت'' کے گول کمرے سے ملحق ایک اور کمرہ ہے۔ مرزا محمود احمد

نے ایک نوجوان سے کہا: اندر ایک لڑکی ہے۔ جاؤ اس سے دل بہلاؤ۔ وہ اندر گیا اور اس کی چھاتی سے کھیلنا چاہا۔ اس لڑکی نے مزاحمت کی اور وہ نوجوان بے نیل مرام واپس لوٹ آیا۔ مرزا محمود نے اس نوجوان کو کہا: تم بڑے وحشی ہو۔ اس نوجوان نے جواباً کہا کہ اگر جسم کے ان ابھاروں کو مسلا نہ جائے تو مزہ خاک ہوگا۔ مرزا محمود نے کہا: لڑکی کی اس مدافعت کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنی چھاتیوں کی خوبصورتی کو برقرار رکھنے کے لئے یہ نہیں چاہتی کہ اس کے نشیب وفراز کا تناسب بدل جائے۔

گناہ کا آغاز

حکیم صاحب اپنا واقعہ آغاز گناہ صیغہ غیب میں بیان کرتے ہیں: ”ایک دفعہ مرزا محمود احمد کی بیوی مریم نے ایک نوجوان کو خط لکھا کہ فلاں وقت عبادت گاہ مبارک (قادیان) کی چھت سے ملحقہ کمرہ کے پاس آ کر دروازہ کھٹکھٹانا تو میں تمہیں اندر بلالوں گی۔ دروازہ کھلا تو اس نوجوان کی حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ جب اس نے دیکھا کہ بیگم صاحبہ ریشم میں ملبوس سولہ سنگھار کئے موجود تھیں۔ اس نوجوان نے کبھی کوئی عورت نہ دیکھی تھی۔ چہ جائیکہ ایسی خوبصورت عورت۔ وہ مبہوت ہو گیا۔ اس نوجوان نے کہا کہ اجازت ہے۔ اس نے جواب دیا۔ ایسی باتیں پوچھ کر کی جاتی ہیں۔ اس وقت نوجوان نے کچھ نہ کیا۔ کیونکہ اس کے جذبہ شہوت اس قدر مشتعل ہو چکا تھا۔ اس نے سوچا کہ اس وقت کنارہ کرنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ بے نیل مرام واپس آ گیا۔ بیگم صاحبہ موصوفہ نے اس خط کی واپسی کا مطالبہ کیا جو اس نوجوان کو لکھا تھا۔ اس نوجوان نے جواب دیا کہ میں نے اس کو تلف کر دیا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد مرزا محمود احمد کے پرائیویٹ سیکرٹری میاں محمد یوسف اس نوجوان کے پاس آئے۔ کہا: میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس حضور کی بیوی کے خطوط ہیں اور آپ اس کو چھاپنا چاہتے ہیں۔ اس نوجوان نے جواب دیا: بہت افسوس ہے کہ آپ کو اپنی بیوی پر اعتماد ہوگا اور مجھے بھی اپنی بیوی پر اعتماد ہے۔ اگر کسی پر اعتماد نہیں تو وہ حضور کی بیویاں ہیں۔“ (دریافت پر کہا وہ نوجوان میں ہی تھا)

۶...... ”مرزا محمود احمد نے اپنی ایک صاحبزادی کو رشد وبلوغت تک پہنچنے سے پیشتر ہی اپنی ہوس رانی کا نشانہ بنا ڈالا۔ وہ بے چاری بیہوش ہو گئی۔ جس پر اس کی ماں نے کہا: اتنی جلدی کیا تھی، ایک دو سال ٹھہر جاتے۔ یہ کہیں بھاگی جارہی تھی یا تمہارے پاس کوئی اور عورت نہ تھی۔“

دواخانہ نورالدین کے انچارج جناب اکرم بٹ کا کہنا ہے کہ میں نے حکیم صاحب سے پوچھا: یہ صاحبزادی کون تھی؟ تو انہوں نے بتایا: ”امۃ الرشید۔“

”اسے دوسرا ہی توڑے اور دوسرا ہی کھائے۔“

امتہ الرشید بنت مرزا محمود کا بیان بروایت محمد صالح نور

مولوی محمد صالح نور، محمد یامین تاجر کتب کے بیٹے ہیں۔ قادیان اور ربوہ میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ مرزا محمود کے داماد عبدالرحیم کے پرسنل سیکرٹری بھی رہے ہیں۔ ان کا حلفیہ بیان ملاحظہ فرمائیں: ''میں پیدائشی احمدی ہوں اور ۱۹۵۷ء تک میں مرزا محمود احمد کی خلافت سے وابستہ رہا۔ خلیفہ نے مجھے ایک خودساختہ فتنہ کے سلسلہ میں جماعت ربوہ سے خارج کر دیا۔ ربوہ کے ماحول سے باہر آ کر خلیفہ کے کردار کے متعلق بہت ہی گھناؤنے حالات سننے میں آئے۔ اس پر میں نے خلیفہ کی صاحبزادی امتہ الرشید بیگم (بیگم میاں عبدالرحیم احمد) سے ملاقات کی۔ ان سے خلیفہ کے بدچلن ہونے، بدقماش اور بدکردار ہونے کی تصدیق کی۔ باتیں تو بہت ہوئیں۔ لیکن خاص بات قابل ذکر یہ تھی کہ جب میں نے امتہ الرشید بیگم سے کہا آپ کے خاوند کو ان حالات کا علم ہے تو انہوں نے کہا کہ صالح نور صاحب آپ کو کیا بتلاؤں کہ ہمارا باپ ہمارے ساتھ کیا کچھ کرتا رہا ہے؟ اگر وہ تمام واقعات میں اپنے خاوند کو بتلادوں تو وہ مجھے ایک منٹ کے لئے بھی اپنے گھر میں بسانے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ تو پھر میں کہاں جاؤں گی۔ اس واقعہ پر امتہ الرشید کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہ لرزہ خیز بات سن کر میں بھی ضبط نہ کر سکا اور وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس وقت میں ان واقعات کی بناء پر جو میں ڈاکٹر نذیر احمد ریاض، محمد یوسف ناز، راجہ بشیر احمد رازی سے سن چکا ہوں حق الیقین کی بناء پر خلیفہ کو ایک بدکردار اور بدچلن انسان سمجھتا ہوں اور اسی کی بناء پر وہ آج خدا کے عذاب میں گرفتار ہیں۔''

(خاکسار محمد صالح نور، واقف زندگی، سابق کارکن، وکالت تعلیم تحریک جدید، ربوہ)

اپنی ساس صغریٰ بیگم پر دست درازی

یہ واقعہ کئی احمدیوں نے بیان کیا ہے۔ مثلاً مظہر الدین صاحب ملتانی، عبدالوہاب، ڈاکٹر محمد احمد جامی نے مولوی عبدالمنان (مولوی عبدالمنان عمر مولوی نورالدین کے بیٹے ہیں اور زندہ ہیں) کی وساطت سے بیان کیا ہے۔ ایک دفعہ امتہ الحیٔ زوجہ مرزا محمود احمد (بنت مولوی نورالدین) روتی پیٹتی زخموں سے چور گھر آئی۔ اپنی ماں (زوجہ مولوی نورالدین) سے کہنے لگی۔ مجھے کس عذاب میں ڈال دیا ہے۔ زندہ ہوں اور نہ مردہ۔ مرزا محمود مجھے بدکاری کی طرف بلاتا ہے۔ انکار پر مار مار کر لہولہان کر دیا ہے۔ کوئی چھڑانے والا نہیں۔ صغریٰ بیگم (والدہ امتہ الحیٔ) کہنے لگیں۔ چلو میں چلتی ہوں۔ مرزا محمود سے کہتی ہوں جب مرزا محمود کے پاس کمرہ میں گئیں تو ناصحانہ انداز میں کہنے لگیں محمود! اب آپ خلیفہ بن گئے ان برائیوں کو ترک کر دو۔ ابھی وہ ناصحانہ

انداز میں گفتگو کر ہی رہی تھیں۔ مرزا محمود اٹھا تو صغریٰ بیگم (اپنی ساس) پر ہاتھ ڈال دیا۔ بعض تو یہ کہتے ہیں بمشکل اپنی جان اور عزت بچا کر آئیں اور بعض کہتے ہیں مرزا محمود احمد کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کر دیا۔

اس واقعہ کی اس حوالہ سے بھی تصدیق ہو جاتی ہے کہ صغریٰ بیگم (زوجہ مولوی نورالدین) مرزا محمود کی سخت دشمن تھی کہ مولوی دوست محمد شاہد مؤلف تاریخ احمدیت کی انیسویں جلد میں اس بات کا اقرار کرتا ہے۔ صغریٰ بیگم نے خلیفہ المسیح الثانی کو زہر دینے کی کوشش کی۔

قارئین ذرا غور کریں کیا کوئی ساس اپنے داماد کو بھی زہر دینے کا خیال دل میں لا سکتی ہے۔ وہی ساس یہ عمل کرتی ہے جب کہ ساس اور داماد کے درمیان سخت قسم کی دشمنی ہو۔ بہر حال یہ واقعہ دو بیٹوں نے بیان کیا ہے اور قادیان میں اس کی بازگشت کئی دوسرے لوگوں نے بھی سن لی تھی۔ یہ تو قادیان میں عام مشہور تھا۔ مولوی نورالدین کی زوجہ صغریٰ بیگم اپنے داماد مرزا محمود احمد کی شدید مخالف ہے اور اپنے داماد کو اچھا نہیں سمجھتیں۔

امتہ الحفیظ دختر مرزا غلام احمد قادیانی کا بیان

امتہ الحفیظ مرزا غلام احمد قادیانی کی بیٹی تھی۔ ان کی شادی نواب عبداللہ سے ہوئی تھیں۔ مرزا محمد حسین اتالیق خاندان مرزا محمود احمد کا یہ بیان ہے کہ اس خاندان میں ان کے خیال کے مطابق یہی عورت باحیا اور باوقار تھی۔ مرزا محمد حسین بیان کرتے ہیں کہ وہ امتہ الحفیظ کے گھر پڑھانے جایا کرتا تھا۔ جب موصوفہ کو یہ علم ہو گیا کہ مجھے محمود کے کردار کا علم ہو گیا ہے اور اس کی زد سے کوئی محرم رشتہ بھی نہیں بچ سکا تو ایک دفعہ کہنے لگیں مرزا صاحب! جب مجھے یا میری بچیوں کو اماں جان سے ملنے کی خواہش پیدا ہو تو میں اپنی بچیوں کو اپنے ساتھ لے جا کر اماں جان سے ملانے لے جاتی ہوں اور بچیوں کو سخت ہدایت ہوتی ہے۔ مجھے چھوڑ کر کسی اور کے کمرہ میں نہیں جانا۔ مطلب یہ تھا کہ میں یا میری بچیاں اماں جان کے گھر جاتی ہیں تو وہ بھائی مرزا محمود احمد کے کمرہ میں نہیں جا سکتیں۔ اس طرح ان کو یہ سختی سے ہدایت ہے کہ کسی کے ساتھ اپنے ماموں (مرزا محمود) کے گھر نہیں جانا۔ اس ضمن میں امتہ الحفیظ کے ایک فرد ''پاشا'' کا ذکر بھی کر دیتا ہوں۔ اس سے بھی یہ اندازہ ہو جائے گا کہ وہ مرزا محمود احمد اور ان کے بیٹوں کی بچیوں کے متعلق کیا سوچ رکھتے ہیں۔ پاشا نواب خاندان میں بہت خوبصورت تھے۔ اس کی شادی مرزا محمود احمد کے خاندان میں ہو گئی۔ پہلے تو وہ اس خاندان کی کسی لڑکی سے شادی کرنا پسند ہی نہیں کرتا تھا۔ طوعاً و کرہاً کرنا پڑ گئی۔ لیکن جلدی ہی اس لڑکی کو طلاق دے دی اور ایک درزی سعید احمد کی صاحبزادی سے شادی کر

لی۔اس طلاق کی وجہ سے اس کی مالی حالت بہت پتلی ہوگئی ہے۔سنا ہے کہ اس نے ربوہ میں ایک جنرل سٹور کھول رکھا ہے۔لیکن اب مجھے معلوم نہیں کہ طلاق کی وجہ سے اس کو کن کن مصائب سے گزرنا پڑ رہا ہے۔وہ پاکستان میں ہی ہیں یا باہر چلے گئے ہیں۔احمدی حضرات پاشا صاحب سے پوچھ سکتے ہیں کہ تم نے اپنے خاندان کی ایک عورت کو کیوں طلاق دی۔وہ باکردار شخص یہی جواب دے گا کہ مرزا محمود احمد کے خاندان سے کوئی بچی شادی کر کے لانا ایسا ہی ہے جیسے اس ''اس بازار'' سے کسی بیسوا کو گھر لے آنا۔

بیگم ڈاکٹر عبداللطیف کا حلفیہ بیان

بیگم ڈاکٹر عبداللطیف ہم زلف خلیفہ ربوہ فرماتی ہیں:''مرزا محمود احمد خلیفہ ربوہ بدچلن، زناکار انسان ہیں۔میں نے ان کو خود زنا کرتے ہوئے دیکھا اور میں اپنے دونوں بیٹوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر مؤکد بعذاب حلف اٹھاتی ہوں۔'' (ماخوذ از تاریخ محمودیت ص ۳۳)

ڈاکٹر مبشر احمد پوتا مرزا محمود احمد کا معصومانہ بیان

مجھ سے ''حضور ابا'' نے بدکاری کی ہے۔پروفیسر سمیع اللہ قریشی[۱] کا بیان ہے کہ جب ماسٹر فقیر اللہ نے وفات پائی تو بیوی کی طرف سے رشتے داری کی وجہ سے نماز جنازہ کے لئے ربوہ گئے۔ماسٹر صاحب کی یہ عادت تھی کہ وہ روزمرہ کی ڈائری لکھا کرتے تھے۔ان کی ڈائری میں ان کے قلم سے لکھا ہوا یہ واقعہ پڑھا کہ ''ایک دن مبشر احمد[۲] آئے تو رو رہے تھے۔میں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو بڑے معصومانہ انداز میں کہا کہ آج مجھ سے ''حضور ابا'' نے بدکاری کی۔''

مولوی عبدالمنان عمر کی شہادت

مولوی عبدالمنان عمر، مولوی نورالدین کے بیٹے ہیں۔مولوی فاضل اور ایم۔اے ہیں جامعہ احمدیہ میں رئیس الحدیث تھے۔انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اردو میں بحیثیت مدیر کے کام کیا

---

[۱] پروفیسر صاحب پیدائشی احمدی تھے۔لیکن مرزا محمود احمد کی بدکاریوں اور غلط عقائد کی وجہ سے جماعت سے الگ ہوگئے ہیں۔اسلامیہ کالج ریلوے روڈ سے رئیس اساتذہ کے عہدہ سے سبکدوش ہوئے ہیں۔جانے پہچانے ادیب، شاعر اور استاد ہیں۔کئی کتب کے مصنف ہیں۔اگر کسی کو شک ہو تو وہ قریشی صاحب سے اب بھی اس واقعہ کی تصدیق کر سکتا ہے۔ڈاکٹر صاحب بھی انکار نہیں کرتے۔

[۲] مبشر احمد ماسٹر فقیر اللہ سے قرأۃ سیکھنے جاتے تھے۔

تھا۔ قرآن مجید کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ قرآن مجید کی لغت کے بھی مؤلف ہیں۔ سب سے اہم اور علمی کام تبویب احمد بن حنبل ہے غالباً اس کی تین جلدیں چھپ چکی ہیں۔ آج کل امریکہ میں مقیم ہیں۔ سنا ہے اردو زبان میں تفسیر مرتب کر رہے ہیں۔ مرزا محمود احمد کے سالے بھی ہیں۔ مولوی صاحب نے ڈاکٹر محمد احمد حامی کو بتایا کہ مرزا محمود کو اس کی بہن نواب مبارکہ بیگم نے خراب کیا۔ مجھے مولوی عبدالمنان سے اس بارے میں اختلاف ہے۔ میرا مؤقف یہ ہے کہ نواب مبارکہ بیگم کو مرزا محمود احمد نے خراب کیا تھا۔ بقول مولوی عبدالمنان دونوں بہن بھائی اکٹھے کئی دفعہ ننگے سوئے ہوئے پائے گئے اور اماں جان نے کئی بار ان کو ایک بستر میں اکٹھے سوئے ہوئے پایا اور جگایا۔ دونوں بہن بھائی بہت ننگی شاعری بھی کیا کرتے۔ ایک دن اس مصرعہ پر طبع آزائی ہوئی۔

"میں بار بار مانگوں تو بار بار دے" الغرض اس طرح مصرعہ پر طبع آزمائی کی گئی۔ نواب مبارکہ صاحبہ نے کہا جانی محمود! بات تو تب بنتی ہے یہ نظم جلسہ سالانہ پر پڑھوائیں۔ مرزا محمود احمد نے نواب مبارکہ کا یہ چیلنج منظور کرتے ہوئے کہا۔ پیاری جان! جلسہ سالانہ کے موقع پر اس نظم کو ثاقب پڑھے گا۔ چنانچہ یہ نظم پڑھوائی گئی۔

نواب مبارکہ کے کردار پر مزید روشنی

نواب مبارکہ بیگم مرزا غلام احمد قادیانی کی بیٹی تھی۔ نواب محمد علی کے عقد میں آنے کی وجہ سے نواب مبارکہ بیگم کہلاتی تھی۔ بہت ہی خوبصورت اور خوش ذوق تھی۔ نواب محمد علی اور نواب مبارکہ دونوں کی عمروں میں بہت فرق تھا۔ مبارکہ آتش شہوت کی مجسمہ اور نواب صاحب ڈھلی ہوئی جوانی کی وجہ سے زمہریر کا تودا، بھلا نواب صاحب مبارکہ کی آتش شہوت کب بجھا سکتے تھے۔ نواب مبارکہ، نواب صاحب سے صرف یہ کام لیتی تھی۔ اپنے پستانوں اور "جائے لذت" پر بلائی یا کوئی اور میٹھی چیز لگا کر چسوایا کرتی تھی اور سکول سے خوبصورت استاد انگریزی پڑھنے کے بہانے بلا لیا کرتی تھی۔

مولوی عبدالمنان کے علاوہ مجھے مظہر الدین ملتانی، پسر فخر الدین ملتانی نے بھی یہ بات بیان کی تھی۔ لیکن مظہر الدین نے صرف چسوانے کا ذکر کیا تھا۔ اساتذہ کے آنے جانے کا ذکر نہیں کیا۔

مرزا حنیف احمد کا حلفیہ بیان بروایت علی محمد ماہی

علی محمد ماہی صدر انجمن احمدیہ میں اکاؤنٹنٹ رہے ہیں اور خلیفہ ربوہ کی مالی بے اعتدالیوں اور فراڈ کے دستاویزی ثبوت اپنے پاس رکھتے ہیں۔ ان کا بیان ملاحظہ فرمائیں: "میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھاتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ صوفی روشن دین صاحب ربوہ میں انجمن کی چکی پر عرصہ تک بطور مستری کام کرتے رہے

اور وہ قادیان کے پرانے رہنے والوں میں سے ہیں اور مخلص احمدی ہیں اور جن کے مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے خاندان کے بعض افراد سے قریبی تعلقات تھے اور خصوصاً مرزا حنیف احمد بن مرزا محمود احمد کے صوفی صاحب موصوف کے ساتھ نہایت عقیدت مندانہ مراسم تھے۔ قلبہ عقیدت کی بناء پر مرزا حنیف احمد گھنٹوں صوفی صاحب کو قصر خلافت میں اپنے ایک کمرۂ خاص میں بھی لے جا کر ان کی خاطر و مدارت کرتے۔ انہوں نے مجھ سے بارہا بیان کیا کہ مرزا حنیف احمد خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ جس کو تم لوگ خلیفہ اور مصلح موعود سمجھتے ہو۔ وہ زنا کرتا ہے اور یہ کہ مرزا حنیف احمد نے اپنی آنکھوں سے اپنے والد کو ایسا کرتے دیکھا۔ صوفی صاحب نے یہ بھی کہا کہ انہوں نے کئی دفعہ مرزا حنیف احمد سے کہا کہ تم ایسا سنگین الزام لگانے سے قبل اچھی طرح اپنی یادداشت پر زور ڈالو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ جس کو تم کوئی غیر سمجھتے ہو۔ وہ دراصل تمہاری والدہ ہی تھیں۔ مبادا خدا کے قہر و غضب کے نیچے آ جاؤ۔ تو اس پر مرزا حنیف احمد اپنی رویت عینی پر حلفاً مصر رہے کہ ان کا والد پاک سیرت نہیں ہے اور یہ بھی کہا کہ انہوں نے اپنے والد کی کبھی کوئی کرامت مشاہدہ نہیں کی۔ البتہ یہ تڑپ ان میں شدت کے ساتھ پائی جاتی ہے کہ کس طرح انہیں جلد از جلد دنیاوی غلبہ حاصل ہو جائے۔"

اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں اور افراد جماعت کو اس سے محض دھوکا دینا مقصود ہے تو خدا تعالیٰ مجھ پر اور میری بیوی بچوں پر ایسا عبرت ناک عذاب نازل فرمائے جو ہر مخلص اور دیدۂ بینا کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہو۔

ہاں! اس نام نہاد خلیفہ کی مالی بدعنوانیوں، خیانتوں اور دھاندلیوں کے ریکارڈ کی رو سے میں عینی شاہد ہوں۔ کیونکہ خاکسار نے ساڑھے نو سال تحریک جدید اور انجمن احمدیہ کے مختلف شعبوں میں اکاؤنٹنٹ اور نائب ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا ہے۔

(خاکسار چوہدری علی محمد عفی عنہ واقف زندگی، نمائندہ خصوصی "کوہستان" لائل پور)

مرزا محمود کا مس روفو کو قادیان لے جانا اور پریس کا ردعمل

مرزا محمود وہ بھنورا تھا جو ہر قسم کی تازہ کلی پر بیٹھتا اور اس کا رس چوستا تھا۔ ایک مرتبہ لاہور سسل ہوٹل میں آئے تو وہاں کی نوجوان اطالوی منتظمہ مس روفو کو دل دے بیٹھے اور پھر بہلا پھسلا کر اسے قادیان لے گئے۔ لاہور تو خبروں کا شہر ہے۔ بات نکلی تو مولانا ظفر علی خاں مرحوم تک پہنچ گئی۔ انہوں نے فوراً ایک نظم کہہ دی اور اگلی صبح اس کا ہر شعر لوگوں کی زبان پر تھا۔ بات بنتی نظر نہ آئی تو مرزا محمود نے حسب روایت بہانہ بنایا کہ میں اسے اپنی بیوی اور لڑکیوں کے

انگریزی لہجہ کے لئے لایا تھا۔ (الفضل مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۳۴ء) اس پر اخبارات نے لکھا کہ اطالوی تو خود انگریزی کے بعض الفاظ صحیح طور پر نہیں بول سکتے۔ پھر ایک رقاصہ لڑکی کو گورنس کے طور پر رکھنا کون سی دانشمندی کی علامت ہے؟ اس پر قادیانیت امت کے راسپوٹین کے لئے کوئی جائے فرار نہ رہی اور اس نے مس روفو کو اپنے محرم راز ڈرائیور (تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ ڈرائیور نذیر تھا) کے ہمراہ پانچ ہزار روپیہ دے کر واپس بھیج دیا۔ قادیان میں مس روفو تجربات کی جس بھٹی سے گزری، وہ اس قدر لرزہ خیز نوعیت کے تھے کہ اس نے آتے ہی ایک وکیل کو مرزا محمود کے خلاف کیس دائر کرنے کے لئے کہا کہ وہ اس کے ساتھ اپنی بیٹی کو سامنے بٹھا کر بدکاری کرتا رہا۔ (ملخص از کمالات محمودیہ وفتنہ انکار ختم نبوت) وکیل نے اس کا کیس لینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ یہ کوئی معمولی گناہ نہ تھا۔ یہاں تو افشائے راز کا تحفظ بھی معصیت سے کیا گیا تھا۔ میں نے کئی باخبر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ وکیل کون تھے تو انہوں نے بتایا کہ وہ سابق چیف جسٹس محمد منیر تھے۔ جو اس وقت وکالت کی پریکٹس کیا کرتے تھے۔ خاکسار نے ایک دفعہ عطاء اللہ بخاری سے ملاقات کی تو موصوف نے فرمایا میں نے ہی مقدمہ دائر نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا کہ روفو جو واقعہ بیان کر رہی ہے جج روفو کے بیان کو صحیح بیان نہ سمجھے گا۔ مرزا محمود احمد بری قرار دے دیا جائے گا۔ اب مولانا ظفر علی کی نظم ملاحظہ فرمایئے:

اطالوی حسینہ

از نقاش!

اے کشور اطالیہ کے باغ کے بہار
لاہور کا دامن ہے تیرے فیض سے چمن

پیغمبر جمال تیری چلبلی ادا
پروردگار عشق تیرا دل ربا چلن

الجھے ہوئے ہیں دل تری زلف سیاہ میں
ہیں جس کے ایک تار سے وابستہ سوفتن

پروردہ فسوں ہے تیری آنکھ کا خمار
آوردۂ جنوں ہے تیری بوئے پیرہن

پیمانہ نشاط تیری ساق صندلیں
پیمانہ سرور تیرا مرمریں بدن

رونق ہے ہوٹلوں کی تیرا حسن بے حجاب
جس پر فدا ہے شیخ تو لٹو ہے برہمن

جب قادیان پہ تیری نشیلی نظر پڑی
سب نشہ نبوت ظلی ہوا ہرن

میں بھی ہوں تیری چشم پر افسوں کا معترف
جادو وہی ہے آج اے قادیاں شکن

(ارمغان قادیان ص ۵۰ شائع کردہ مکتبہ کارواں لاہور)

امّ طاہر کی موذی بیماری

مولوی عبدالمنان عمر ابن مولوی نورالدین سربراہ اوّل جماعت احمدیہ نے مجھ سے بیان کیا تھا۔ جب ام طاہر سوزاک و آتشک کی موذی بیماری کی بناء پر میو ہسپتال میں داخل تھی تو میں عیادت کے لئے گیا۔ ہسپتال میں مرزا محمود کے حکم کی بناء پر کسی کو عیادت کرنے کی اجازت نہ تھی۔ لہٰذا مجھے کمرہ میں اندر جا کر عیادت کرنے سے روک دیا گیا۔ میں نے دروازہ پر کھڑے پہرہ دار سے کہا کہ میرا نام لو کہ عبدالمنان عمر عیادت کے لئے آیا ہے۔ امّ طاہر نے اندر بلا لیا۔ رحم سے پیپ بہنے کی وجہ سے کمرہ بدبودار تھا۔ ام طاہر نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔ اس موذی بیماری میں محمود کی وجہ سے مبتلا ہوئی ہوں۔

یہ ایک طبی اصول ہے کہ جب بدی حد سے بڑھ جائے تو اس کا اثر جوارح پر ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں جو آتا ہے کہ قیامت کے دن گنہگار کے اعضاء بول کر گواہی دیں گے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اعضاء کی حالت خود بتائے گی کہ انسان نے کیا کچھ کیا ہے۔ گو یہ شہادت کھلے طور پر روز محشر میں ادا ہوگی۔ لیکن اس دنیا میں بھی بدی کا اثر جوارح پر پڑتا ہے۔ جس کا اظہار جوارح زبان حال سے کررہے ہوتے ہیں۔

ام طاہر کی بیماری اس کی بدکاری پر واضح دلیل ہے۔ شہادتوں سے یہ واضح ہے کہ مرزا محمود احمد نے ہی ام طاہر کو بدی کی طرف مائل کیا تھا۔ مولوی عبدالمنان عمر یہ بھی شہادت دیتے ہیں۔ ام طاہر بدکاری کی طرف مائل نہ ہوتی تھی تو اس کو مرزا محمود سخت جسمانی ایذا دیتا تھا۔ اس کے بھائی ولی اللہ شاہ، عزیز اللہ شاہ وغیرہ اس کے پاس آئے تو اس کو سمجھایا جو مرزا محمود کہتا ہے اس پر عمل کر۔ ورنہ تمہیں جان سے مار دے گا۔ تب مجبور ہو کر بدی کی وادی میں چل پڑی۔

باب نمبر: ۴

مریدین، لاہوری احمدی اور غیر از جماعت احباب کی حلفیہ شہادتیں

پہلا الزام اور مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کا اقرار

مرزا محمود پر جنسی بے اعتدالی کا سب سے پہلا الزام ۱۹۰۵ء میں لگا اور ان کے والد مرزا غلام احمد نے اس کی تحقیقات کے لئے ایک چار رکنی کمیٹی مقرر کردی۔ جس نے الزام ثابت ہو جانے کے باوجود شرعی چار گواہوں کا سہارا لے کر شبہ کا فائدہ دے کر محمود کو بچا لیا۔ عبدالرب برہم

خاں ۱۳۳۵ اے پیپلز کالونی فیصل آباد کا حلفیہ بیان ہے کہ اس کمیٹی کے ایک رکن مولوی محمد علی لاہور سے انہوں نے اس بارہ میں استفسار کیا تو مولوی صاحب نے بتایا کہ الزام تو ثابت ہو چکا تھا۔ مگر ہم نے ملزم کو Benefit of Doubt دے کر چھوڑ دیا۔

مباہلہ والوں کی للکار

مولوی عبدالکریم مرحوم اور میاں زاہد "مباہلے والے" کے نام سے مشہور ہیں۔ ان مجاہدین نے ۱۹۲۷ء میں اپنی ہمشیرہ سکینہ بیگم پر مرزا محمود کی دست درازی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ قادیانی غنڈوں نے ان کے مکان کو نذر آتش کر دیا اور جناب میاں زاہد کے اپنے بیان کے مطابق اگر مولانا حکیم نورالدین کی اہلیہ صغریٰ بیگم محترمہ ان کو بروقت خبردار نہ کر دیتیں تو وہ سب اسی رات قادیانیوں کے ہاتھوں راہی عدم ہو چکے ہوتے۔ انہوں نے مرزا محمود کے کذب وافتراء کا جواب دینے کے لئے "مباہلہ" نامی اخبار جاری کیا۔ جس کی پیشانی پر یہ شعر درج ہوتا تھا۔

خون اسرائیل آ جاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

یہ مظلوم خاتون قادیانی فرقہ کے صوبائی امیر مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ سرگودھا کی اہلیہ تھیں۔ وہ اپنے مشاہدہ اور تجربہ کی بناء پر عمر بھر مرزا محمود کو بدکار سمجھتی رہیں۔ یہ سانحہ اس طرح ظہور میں آیا کہ وہ قادیان میں کسی کام کی خاطر "قصر خلافت" میں گئیں۔ مرزا محمود نے جبراً ان کے ساتھ زیادتی کا ارتکاب کیا۔ انہوں نے واپس آ کر سارا معاملہ اپنے شوہر کے گوش گزار کر دیا۔ مرزا عبدالحق، خلیفہ کے پاس پہنچا تو کہا کہ سکینہ یہ بات کہتی ہے اس نے بڑی "معصومیت" سے کہا: مجھے خود اس معاملہ کی سمجھ نہیں آ رہی۔ سکینہ بیگم بڑی نیک اور پاکباز لڑکی ہے۔ اس نے ایسی حرکت کیوں کی ہے۔ میں دعا کروں گا، آپ کل فلاں وقت تشریف لائیں۔ جب مرزا عبدالحق دوسرے دن پہنچا تو خلیفہ مرزا محمود نے کہا: میں نے اس معاملہ پر بہت غور کیا ہے۔ دعا بھی کی ہے۔ ایک بات سمجھ میں آئی ہے کہ: "چونکہ میں خلیفہ ہوں، مصلح موعود ہوں، اس لئے سکینہ بیگم ایک روحانی تعلق کی بناء پر مجھ سے محبت رکھتی ہے اور اس قسم کا جذبہ الفت جب پوری طرح قلب وذہن پر مستولی ہو جاتا ہے تو اس وقت بعض عورتیں عالم تخیل میں دیکھتی ہیں کہ انہوں نے فلاں مرد سے ایسا تعلق قائم کیا ہے اور اس خیال کا استیلاء وغلبہ ان پر اس قدر رہتا ہے کہ وہ اس کو بیداری کا واقعہ سمجھ لیتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مرزا محمود نے طب کی ایک کتاب نکال کر دکھا دی کہ دیکھو اطباء نے بھی اس مرض کا ذکر کیا ہے۔ اس پر مرید مطمئن ہو کر گھر واپس آیا تو اہلیہ کے استفسار کرنے پر مرید خاوند

نے کہا: "تم بھی سچ کہتی ہو اور حضرت صاحب بھی سچ کہتے ہیں۔"

مولوی محمد دین سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان نے مرزا محمد حسین المعروف ماسٹر بی کام کو بتایا کہ جن دنوں مرزا عبدالحق، انجمن کے وکیل کے طور پر گورداسپور میں پریکٹس کر رہے تھے۔ ایک روز وہ مجھے ملنے کے لئے آئے۔ جیسا کہ دوسرے شاگرد آتے تھے تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ کی اہلیہ اب تک "حضرت صاحب" کو بدکردار سمجھتی ہیں اور واقعہ کی صحت پر مصر ہیں تو انہوں نے کہا۔ "جی ہاں"

مولوی صدرالدین امیر جماعت لاہور کا بیان

مولوی صدرالدین سیالکوٹ کے رہنے والے اور ککے زئی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۰۰ء سے پہلے کے گریجویٹ تھے۔ بی۔ٹی کا امتحان پاس کیا۔ ٹریننگ کالج میں ہی بحیثیت پروفیسر ملازمت مل گئی۔ جب مولوی نورالدین کے دور میں قادیان میں ہائی سکول بنانے کا منصوبہ تجویز ہوا تو مولوی نورالدین نے مولوی صدرالدین کو بحیثیت ہیڈ ماسٹر مقرر کر دیا اور انہوں نے گورنمنٹ ٹریننگ کالج سے استعفیٰ دے دیا۔ ۱۹۱۴ء تک رئیس الاساتذہ کے طور پر کام کیا۔ جب مولوی نورالدین کی وفات ہوئی اور جماعت میں اختلاف پیدا ہوا تو مولوی صدرالدین ان اصحاب میں سے تھے جو قادیان کو چھوڑ کر لاہور آ گئے۔ احمدیہ جماعت لاہور نے لاہور میں مسلم ہائی سکول رام گلی میں جاری کیا تو اس کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ پھر جرمن چلے گئے۔ وہاں تبلیغی مشن کھولا اور عبادت گاہ تعمیر کی۔ جماعت احمدیہ لاہوری کا تبلیغی مشن کا مرکز ہے۔ مولوی صدرالدین نے جرمن زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ مختصراً حالات زندگی بیان کرنے کی غرض صرف یہ ہے کہ کن کن لوگوں نے خلیفہ محمود کی زندگی پر گندے الزامات لگائے ہیں۔

(مؤلف کتاب ہذا) میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ مولوی صدرالدینؒ سے یہ سنا تھا کہ تینوں بھائی ہی بڑے بدکار تھے۔ ان کو ہاسٹل میں آنے کی اجازت نہیں تھی۔ مولوی صاحب نے کہا اگر اس (مرزا محمود) کے عقائد صحیح بھی ہوتے تو میں نے اس کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرنی تھی۔ خلیفہ مرزا محمود کی زندگی میں مولوی صاحب نے اپنے ایک جمعہ کے خطبہ میں اس دور کا ابرہہ کہا تھا۔ ابرہہ نے تو بیت اللہ کی اینٹوں کو گرانے کے لئے لشکر کشی کی تھی۔ اس کم بخت نے بیت اللہ کی تکریم پر ان الفاظ سے حملہ کیا ہے کہ "مکہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے۔" جب کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو ہمیشہ کے لئے باعث برکت قرار دیا ہے اور اس کے فیوض تاقیامت جاری رہیں گے۔

آفتاب اقبال ابن ڈاکٹر محمد اقبال کی شہادت

جب مولوی نورالدین کے دور میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے نظم ونسق اور پڑھائی کی شہرت عام ہوئی تو ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنے صاحبزادہ آفتاب اقبال کو پڑھائی کے لئے قادیان بھیج دیا اور وہاں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ آفتاب کی زوجہ محترمہ بیگم رشیدہ نے آفتاب اقبال کے حالات زندگی اپنی تصنیف ''علامہ اقبال اور ان کے فرزند اکبر آفتاب اقبال'' میں بیان کئے ہیں۔ اس میں مرزا محمود احمد کی زندگی کے متعلق شہادت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ ''قادیان میں قیام کی بدولت آفتاب اقبال اس جماعت (جماعت احمدیہ قادیان) کے دوسرے خلیفہ مرزا البشیر الدین محمود کے اخلاق سیاہ سے باخبر ہوئے اور انہوں نے مرزا البشیر الدین محمود کے ایسے ایسے کارہائے نمایاں سے آگاہ کیا تھا کہ میں ایک عورت کے ناطے اپنے قلم سے اس روداد کو بیان کرنے سے لرزہ محسوس کرتی ہوں۔'' (علامہ اقبال اور ان کے فرزند اکبر آفتاب اقبال مؤلفہ بیگم رشیدہ آفتاب اقبال بہ اہتمام فیروز سنز پرنٹرز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کراچی اشاعت اگست ۱۹۹۹ء)

قارئین توجہ فرمائیں: آفتاب اقبال صاحب ایک طالب علم تھے جن کا مطمح نظر صرف پڑھائی تھا۔ مرزا محمود احمد اپنی نوعمری میں ہی اپنی بدکرداری کی وجہ سے اتنے مشہور ہو چکے تھے کہ طلباء کو بھی ان کی بدکرداری کا بخوبی علم تھا اور بدکرداری بھی اس نہج تک جس کو ایک عورت بیان کرنے سے لرزہ محسوس کرے۔ اس شہادت سے بھی مولوی صدرالدین کا بیان صحیح ثابت ہوتا ہے کہ میں نے تینوں بھائیوں کا داخلہ ہاسٹل میں ممنوع قرار دے دیا تھا۔

مبارک شاہ ابن مولوی محمد سرور شاہ کی شہادت

مرزا محمود احمد کے عمل بدکاری کے وقت بیٹی کا رقص

ڈاکٹر محمد احمد حامی بیان کرتے ہیں کہ میں نے مبارک شاہ پسر مولوی سرور شاہ[1] سے ایک واقعہ کی تصدیق چاہی۔ وہ یہ کہ کیا کبھی ایسا بھی ہوا تھا کہ ایک آدمی مرزا محمود کی لڑکی یا بیوی پر سوار ہو اور اس آدمی کے اوپر مرزا محمود سوار ہو گیا ہو۔ حامی صاحب کہتے ہیں کہ شاہ صاحب بولے کہ اس قسم کی کہانیاں صحیح ہیں۔ یہ واقعہ میرے ساتھ بھی ہوا تھا۔ میں ام طاہر پر تھا۔ مرزا محمود مجھ پر سوار تھا اور اس کی ایک لڑکی پاس ہنستی، خوش ہوتی رقص کر رہی تھی۔

---

[1] مولوی سرور شاہ جامعہ احمدیہ کے پرنسپل تھے۔ سلسلہ کے مفتی بھی۔ کتب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے موصوف نے کوئی تفسیر بھی لکھی تھی۔ بہرحال جماعت احمدیہ کی ایک جانی پہچانی شخصیت تھے۔ مبارک شاہ ان کے بیٹے ہیں۔

حامی صاحب بیان کرتے ہیں: شاہ صاحب کہنے لگے صرف میں ہی زندہ رہ گیا ہوں جس نے ام طاہر کے ساتھ اپنا جسم تنہائی میں ملایا تھا۔ باقی فوت ہو چکے ہیں۔ حامی صاحب کہنے لگے کہ مبارک شاہ ان واقعات کو یاد کر کے بہت ہی روتے ہیں اور خدا سے توبہ استغفار کرتے رہتے ہیں۔ میں (مؤلف کتاب ہذا) مبارک شاہ کی خدمت میں گزارش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے کردہ گناہوں کی حقیقی توبہ اس رنگ میں ہوگی کہ وہ واقعات یا تو خود احاطہ تحریر لے آئیں جو مرزا محمود احمد کی صحبت میں پیش آئے یا کسی کو لکھوا دیں۔ تا کہ ریکارڈ کے طور پر ضبط تحریر میں آ جائیں۔ کیونکہ مرزا محمود کی بدکاریوں کی پردہ دری عین عبادت ہے۔ کیونکہ اس شخص نے صرف بدکاری ہی نہیں کی بلکہ اللہ اور اس کے رسول اور قرآن کی توہین بھی کی ہے۔ مبارک شاہ خوب جانتے ہیں۔

مبارک! تمہارے نطفہ سے فلاں عورت سے بچہ پیدا ہونا چاہیئے

قاری بعض واقعات میں ابہام اور الجھاؤ محسوس کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کافی عرصہ پہلے یہ باتیں سنی تھیں۔ اس وقت لکھنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ مرور وقت سے بعض نام ذہن سے اتر گئے۔ دوم اس وقت راوی سے مزید تحقیق بھی نہ کی۔ اب جب وہ باتیں لکھ رہا ہوں تو نام ذہن سے اتر جانے اور مزید تحقیق نہ کرنے کی وجہ سے قاری کچھ ابہام محسوس کرے گا۔ اس وجہ سے معذرت خواہاں ہوں۔ لکھ اس لئے رہا ہوں۔ ممکن ہے کہ کوئی اس بات کو جاننے والا اس کتاب کو پڑھ لے تو اس واقعہ کو مفصل لکھ دے یا مجھے معرفت پبلشر بھیج دے۔ عبدالرحمان مصری سے ایک واقعہ ایسا ہوا۔ جب ام طاہر نے آتشک وسوزاک کے موذی مرض سے وفات پائی تو اس کے اندر سے اتنی پیپ نکلی کہ کفن چار دفعہ تبدیل کیا۔ مصری صاحب ام طاہر کی بیماری اور کفن کا پیپ سے آلودہ ہونے کا واقعہ پیغام صلح میں لکھا تو مصری صاحب نے لکھا کہ تین دفعہ کفن تبدیل کیا گیا تو اکمل صاحب نے لکھ بھیجا کفن تین دفعہ تبدیل نہیں ہوا۔ بلکہ چار دفعہ تبدیل ہوا تھا۔ میں بھی صرف ریکارڈ کے لئے کچھ ادھورے واقعات لکھ رہا ہوں تا کہ کوئی واقف کاران کو مکمل کر دے۔ یہ جو روایت لکھنے لگا ہوں۔ یہ مبارک شاہ سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ زندہ ہیں۔ ممکن ہے میرے اس ادھورے واقعہ کی کسی طرح تکمیل ہو جائے۔ ڈاکٹر محمد احمد حامی کے سید مبارک شاہ کے ساتھ قریبی تعلق ہیں اور خط وکتابت ہے۔ اس کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس واقعہ کی جہاں کڑیاں غائب ہیں وہ مکمل کروا دیں۔ یہ واقعہ مجھ سے میجر محمد یونس نے بیان کیا۔ میجر صاحب پیدائشی احمدی تھے۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل کے بیٹے اور حکیم قطب الدین کے پوتے تھے۔ غالباً ان کے آباؤ اجداد بدوملہی کے رہنے

والے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد ڈاکٹر اسماعیل پنڈی میں مقیم ہوئے۔ چوہدری سر ظفر اللہ مرحوم سابق وزیر خارجہ پاکستان کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ جب پاکستان میں آتے تو ڈاکٹر کے ساتھ ضرور ملاقات کرتے۔ چوہدری محمد ظفر اللہ میں دوست نوازی کی بہت عادت تھی۔ میجر محمد یونس نے بتایا ایک دفعہ چوہدری، والد کو ملنے آئے تو مجلس میں یہ قرار پایا۔ جس زبان میں گفتگو کرنا قرار پائی جائے۔ اس کے علاوہ دوسری زبان کا کوئی لفظ استعمال نہ کیا جائے۔ قرار یہ پایا پنجابی میں گفتگو کی جائے۔ چنانچہ میں حیران رہ گیا۔ چوہدری صاحب نے اپنی تمام گفتگو میں پنجابی کے علاوہ کوئی دوسری زبان کا لفظ نہ استعمال کیا۔ جب ہم اس بات سے عاجز آ گئے یہ بات اس وجہ سے بیان کی ہے کہ تا کہ قاری کو یہ معلوم ہو جائے۔ یہ واقعات بیان کرنے والے جماعت کے معتبر اشخاص ہیں۔ عجیب بات یہ ہے چوہدری ظفر اللہ کو یہ بھی علم تھا کہ ڈاکٹر اسماعیل مرزا محمود سے متعلق اچھا ذہن نہیں رکھتے۔

تمہید کچھ طویل ہوگئی ہے۔ یہ واقعہ غالباً ۱۹۵۵ء یا ۱۹۵۶ء کا ہے جس شخص کی بیوی (غالباً عبدالرزاق مہتہ ہے) کے ساتھ یہ واقعہ ہوا اس کا نام بھول گیا ہوں۔ واقعہ یہ ہے مبارک شاہ کا یہ بیان ہے۔ مرزا محمود نے کہا کہ فلاں آدمی "خالی" ہے۔ اس کا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوگا۔ مبارک! تیرے نطفہ سے اس کے ہاں بچہ پیدا ہونا چاہئے۔ مبارک شاہ صاحب کہتے ہیں جب وہ شخص دفتر میں جاتا تو میں اس کے گھر داخل ہو جاتا تو مرزا محمود احمد کے حکم کے مطابق اس آدمی کی زوجہ کے بطن سے ایک بچہ پیدا کر دیا۔ اس بچہ کی شکل میری ہی جیسی تھی۔

مرزا طاہر احمد پسر مرزا عبدالحق کا بیان

"میری شکل دیکھو کیا میری شکل مرزا محمود احمد سے نہیں ملتی۔" اوپر غیر کے نطفہ سے بچہ پیدا کرنے کا ذکر ہوا ہے۔ مزید دو واقعات پڑھ لیجئے۔ ڈاکٹر محمد احمد حامی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ راجا غالب احمد سابق چیئرمین تعلیمی بورڈ سرگودھا کو ان کے دفتر میں ملنے گیا۔ ادھر ادھر کی گپیں ہو رہی تھیں۔ اسی دوران مرزا طاہر احمد پسر عبدالحق ایڈووکیٹ دفتر میں داخل ہوئے تو راجا صاحب نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔ حامی انہیں جانتے یہ کون ہیں۔ حامی صاحب نے جواب دیا نہیں راجا صاحب نے کہا یہ مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ کے صاحبزادے ہیں۔ طاہر احمد نے چھٹتے ہی کہا۔ نہیں میں تو مرزا محمود احمد کا بیٹا ہوں۔ حامی کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ کیا تم میری شکل دیکھتے ہو۔ مرزا عبدالحق جیسی ہے یا مرزا محمود احمد سے ملتی ہے۔ حامی صاحب کہتے ہیں یہ الفاظ کہہ کر وہ چلا گیا۔ راجا صاحب نے اپنی نظریں نیچے جھکا دیں اور شرمندہ ہو گئے۔ دل میں یہ کہتے ہوں گے

میں نے کیوں بے وجہ تعارف کرا دیا ہے۔"

مرزا محمود کو غیر کے نطفہ سے بچہ پیدا کرانے کا شوق اپنی بیویوں سے بھی تھا۔ میاں اظہر احمد (اچی) صاحب کی شکل بالکل محمود احمد کے ڈرائیور نذیر احمد سے ملتی ہے۔ رمز شناس اور واقف حال مرزا اظہر احمد کو نذیر احمد ڈرائیور کا بچہ ہی کہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ چوہدری عبدالحمید ڈاڈا نے اس کے منہ پر یہ کہہ دیا "چل نذیر ڈرائیور کے بیٹے۔"

نذیر احمد ڈرائیور کا بیان

بیگم مرزا محمود احمد کی شب عروسی نذیر احمد ڈرائیور کے ساتھ

نذیر احمد ڈرائیور گندمی رنگ مضبوط جسامت اور دراز قد کا مالک تھا۔ مرزا محمود احمد کی مجلس بدکاری کا ایک اہم ممبر تھا۔ اس کا بیان ہے کہ جب مرزا محمود احمد ڈاکٹر اسماعیل (مرزا محمود احمد کا ماموں) کی بیٹی کو شادی کر کے گھر لایا تو اس کی پہلی رات میرے ساتھ گزری۔ ڈرائیور بیان کرتا ہے کہ جب میں پہلی رات حجرہ عروسی میں داخل ہوا تو وہ پریشان ہو گئی۔ ویسے تو پہلے سے ہی مرزا محمود کی بدکاریوں سے آشنا تھی۔ لیکن وہ یہ امید نہیں کرتی تھی کہ پہلی رات ہی ایک ڈرائیور کے ساتھ گزارنا پڑے گی۔ پہلا سوال یہ کیا۔ کیا ام ناصر کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوتا ہے۔ نذیر نے کہا جو عورت بھی اس چار دیواری میں قدم رکھے گی اس کے ساتھ یہی سلوک ہوگا۔ ام ناصر اس سے مستثنیٰ نہیں۔

"کوئی قادیانی میرے جنازے کو ہاتھ نہ لگائے" بیان داؤد احمد

داؤد احمد ابن راجا مددعلی کے کئی بھائی ہیں۔ میں صرف دو کے نام جانتا ہوں۔ میجر محمد احمد۔ میجر الیاس احمد۔ میجر محمد یونس پسر ڈاکٹر محمد اسماعیل کا یہ بیان ہے کہ داؤد اس کے دوست تھے۔ قادیان میں تو اس نے مرزا محمود احمد کی بدکاری کا کبھی ذکر نہیں کیا تھا۔ تشکیل پاکستان کے بعد مرزا محمود احمد کی مجلس بدکاری کا ممبر بننے اور ام وسیم کے ساتھ ناجائز تعلقات کے بارے میں ذکر کیا۔ میجر بیان کرتے ہیں داؤد نے کہا کہ جس رنگ میں طریقے کے ساتھ مرزا محمود احمد کے ساتھ بدکاریوں میں شامل ہوا اب عورت کی صحبت سے اتنی نفرت ہو گئی ہے کہ شادی کرنے کا ارادہ ہی نہیں۔ پاکستان کے بننے کے بعد مرزا محمود احمد کے رہائش کدہ کے قریب تک نہیں پھٹکا۔ پھر انگلستان چلے گئے تو ڈاکٹر محمد احمد حامی نے بیان کیا۔ وہ احمدیوں سے اتنی نفرت کرتے ہیں۔ اس نے یہ وصیت کر دی ہے کہ اس کے جنازے کو کوئی قادیانی ہاتھ نہ لگائے۔

قریشی نذیر احمد کی شہادت...... مرزا محمود احمد کی شراب نوشی

ڈاکٹر محمد احمد حامی واقف زندگی تھے۔ بعض تنظیمی معاملات میں حامی کو مرزا محمود کے پاس جانا پڑتا تھا۔ جب قریشی کو یہ علم ہوا تو کہنے لگے حامی! جب اس (محمود احمد) نے پیالہ پیا ہوا ہو تو اس کے سامنے نہ جانا۔ قریشی نذیر احمد مولوی فاضل جامعہ احمدیہ میں استاد اور حامی کے رشتے دار تھے۔

ڈاکٹر محمد احمد حامی کی شہادت

روزی، ڈیزی پر مجرمانہ حملہ:

ڈاکٹر محمد احمد حامی نے بیان کیا: ۵۲۔۱۹۵۱ء کا واقعہ ہے کہ میں اپنی خالہ فاطمہ (نصرت گرلز ہائی سکول کی استانی) کے پاس گیا۔ وہ بہت ہی پریشان حالت میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کی پریشانی کی حالت دیکھ کر پوچھا۔ خالہ! کیا بات ہے۔ آپ پریشان حالت میں معلوم ہوتی ہیں۔ تو پوچھنے پر پھٹ پڑیں۔ "کہا آپ کو مرزا محمود کے کردار کا علم نہیں۔ آج ابوالہاشم کی بیٹیوں روزی اور ڈیزی پر مجرمانہ حملہ کیا ہے۔ وہ آج شام کو اپنی بچیوں کو لے کر لاہور چلی گئی ہیں۔ میں بھی اپنی بچیوں کو ساتھ لے کر جا رہی ہوں۔"

ابوالہاشم بنگال کے رہنے والے تھے۔ تقسیم ہند سے پہلے وہ محکمہ تعلیم میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ انگریزی دانی کی یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ لاہور میں برکت ہال میں چوہدری ظفر اللہ کی زیر صدارت تقریر کی۔ چوہدری صاحب کی وجہ سے لاہور کا تعلیم یافتہ خصوصاً وکلاء کا طبقہ تقریر سننے کے لئے آئے تھے۔ تقریر کیا تھی ایک جادو تھا۔ تمام سامعین مبہوت اور سکوت کے عالم میں تھے۔ "انگریزی زبان" کا مزہ لے رہے تھے۔ چوہدری صاحب نے ابوالہاشم کی تقریر ختم ہونے کے بعد صدارتی تقریر کی۔ تقریب جلسہ ختم ہونے کے بعد غلام فرید (مترجم قرآن مجید انگریزی اور مبلغ انگلستان) نے چوہدری صاحب سے مخاطب ہو کر کہا۔ آپ کی تقریر کی بہت اچھی پرفارمنس تھی۔ چوہدری صاحب نے بے ساختہ جواب دیا۔ فرید! میری کیا تقریر تھی میں نے جو مجھے انگریزی آتی تھی وہ بول دی۔ تقریر تو مقرر ابوالہاشم کی تھی۔ انگریزی کا ایک بہتا ہوا دریا تھی۔ یہ تھا ابوالہاشم۔ ان کے خاندان کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کا مزید ذکر آگے آئے گا۔

جناب صلاح الدین ناصر کا بیان

جناب صلاح الدین ناصر خان بہادر ابوالہاشم کے بیٹے اور روزی اور ڈیزی کے بھائی تھے۔ کچھ دیر ربوہ میں بھی مقیم رہے۔ لیکن جب ان کو خلیفہ کی جنسی بے راہ روی کا یقینی علم ہو گیا تو وہ

رات کی تاریکی میں والدہ اور ہمشیرگان کو ساتھ لے کر لاہور آ گئے۔ وہ مرزا محمود کی ننگ انسانیت حرکتوں کو بیان کرتے ہوئے کبھی مداہنت سے کام نہیں لیتے تھے۔ جب ان کی قادیانیت سے علیحدگی کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو کہنے لگے: ''بھئی ہماری قادیانیت سے علیحدگی، لائبریری کے کسی اختلاف کا نتیجہ نہیں۔ ہم نے تو لیبارٹری میں ٹیسٹ کر کے دیکھا ہے کہ اس مذہبی انڈسٹری میں دین نام کی کوئی چیز نہیں۔ ہوس اور بوالہوس دو لفظوں کو اکٹھا کر دیں تو قادیانیت وجود میں آ جاتی ہے۔''

ناصر صاحب نے اس اجمال کو ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''یوں تو مرزا محمود یعنی ''مودے'' کی بے راہروی کے واقعات طفولیت ہی سے میرے کانوں میں پڑنا شروع ہو گئے تھے اور ہماری ہمشیرہ عابدہ بیگم کا ڈرامائی قتل بھی ان مذہبی سمگلروں کی بدفطرتی اور بدمعاشی کو Expose کرنے کے لئے کافی تھا۔ مگر ہم حالات کی آہنی گرفت میں اس طرح پھنس چکے تھے کہ ان زنجیروں کو توڑنے کے لئے کسی بہت بڑے دھکے کی ضرورت تھی اور جب دھکا بھی لگ گیا تو پھر عقیدت کے طوق و سلاسل اس طرح لوٹتے چلے گئے کہ خود مجھے ان کی کمزوری پر حیرت ہوتی تھی۔''

دھکے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا: ''تقسیم برصغیر کے بعد ہم رتن باغ لاہور میں مقیم تھے۔ جمعہ پڑھنے کے لئے گئے تو مرزا محمود نے اعلان کیا کہ جمعہ کے بعد صلاح الدین ناصر مجھے ضرور ملیں۔ جمعہ ختم ہوا تو لوگ مجھے مبارکباد دینے لگے کہ: ''حضرت صاحب نے تمہیں یاد فرمایا ہے۔'' میں نے خیال کیا شاید کوئی کام ہوگا۔ اس لئے میں جلد ہی اس کمرہ کی طرف گیا، جہاں اس دور کا شیطان مجسم مقیم تھا۔ میں کمرہ میں داخل ہوا تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ مرزا محمود پر شیطنت سوار تھی۔ اس نے مجھے اپنی ''ہومیو پیتھی'' کا معمول بنانا چاہا۔ میں نے بڑھ کر اس کی داڑھی پکڑ لی اور گالی دے کر کہا: ''اگر مجھے یہی کام کرنا ہے تو اپنے کسی ہم عمر سے کر لوں گا۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ اگر جماعت کو پتہ لگ گیا تو تم کیا کرو گے۔'' میری یہ بات سن کر مرزا محمود نے بازاری آدمیوں کی طرح قہقہہ لگایا اور کہا ''داڑھی منڈوا کر پیرس چلا جاؤں گا۔'' یہ دن میرے لئے قادیانیت سے ذہنی وابستگی رکھنے کا آخری دن تھا۔''

جناب صلاح الدین ناصر ''حقیقت پسند پارٹی'' کے پہلے جنرل سیکرٹری رہے ہیں۔ اس دور میں ملک کے گوشے گوشے میں تقاریر کر کے انہوں نے قادیانیت کی حقیقت کو خوب واشگاف کیا۔ اہم تقریر عبدالرحمان خادم کے شہر گجرات میں کی تھی۔ خادم نے جلسہ کے قریب ایک

مکان میں وہ ولولہ انگیز تقریر سنی تھی۔ ہوا یوں کہ صلاح الدین ناصر نے کہا کہ محمود مرزا کی اخلاقی حالت سخت ناگفتہ بہ ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا اس کی وضاحت کریں۔ ناصر صاحب نے کہا یہ الفاظ بہت واضح ہیں۔ وہ پھر بولا کیا تمہاری شلوار اتاری تھی۔ ناصر نے برجستہ جواب دیا۔ اسی بات کو بیان کرنے سے میں جھجک رہا تھا۔ آپ اپنے خلیفہ کے مزاج شناس ہیں۔ آپ نے خوب پہچانا یہی بات تھی۔ جلسہ کے تمام سامعین کھلکھلا کر ہنس پڑے اور وہ صاحب آہستہ سے کھسک گئے۔ صلاح الدین ناصر کی اس بے باکی کی یہ سزا ملی موصوف کو زہر دے کر مروا دیا گیا۔

امتہ الودود کا قصہ

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے خالہ صاحبہ نے کہا: ''آپ کو معلوم ہے کہ امتہ الودود کالج کے ٹینک میں ڈوب کر مری تھی۔ اس کو ڈوبنے میں میرا اور استانی میمونہ کا ہاتھ تھا۔ دونوں کے سپرد مرزا محمود نے یہ کام کیا تھا کہ امتہ الودود کو ڈبونا ہے۔ ڈاکٹر محمد احمد حامی کی خالہ نے ڈبونے کی وجہ یہ بیان کی کہ مرزا محمود احمد کے نطفہ سے حاملہ ہو گئی تھی۔''

''امتہ الودود مرزا شریف احمد کی بیٹی اور مرزا محمود احمد کی بھتیجی تھی۔''

حامی صاحب نے پٹھان غلام رسول شیر فروش کی بیٹی کلثوم کو ڈاب میں ڈبونے کا بھی ذکر کیا تھا۔ وہ بھی مرزا محمود احمد کے نطفہ سے حاملہ ہو گئی تھی۔ پٹھان غلام رسول کی اولاد بہت ہی خوبصورت تھی۔ اس کا لڑکا عبدالکریم تھا۔ غالباً ٹی وی پر کسی ڈرامے میں بھی کوئی کردار ادا کیا تھا۔ -غلام رسول کی ایک بیٹی مصلح الدین کے عقد میں آئی تھی۔ مصلح الدین مدرسہ احمدیہ کا طالب علم تھا۔ تعلیم کے دوران ہی فوج میں بھرتی ہو گیا تھا اور مشرقی پاکستان کے سانحہ کے دوران وفات پائی۔ چوہدری عبدالحمید ڈاڈھا کا یہ کہنا ہے۔ غلام رسول پٹھان کی بیٹی مرزا منصور احمد سے حاملہ ہوئی تھی۔ مرزا منصور احمد مرزا شریف احمد کا بیٹا اور جماعت احمدیہ ربوہ کے موجودہ سربراہ مرزا مسرور احمد کا والد تھا۔ ساری عمر نماز روزہ کے قریب تک نہیں گیا۔

اصل حقیقت یہ ہے۔ حسین لڑکی تھی۔ مرزا منصور احمد اور مرزا محمود احمد دونوں کا اس سے تعلق ہوا۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا منصور کیا دوسرے تمام بالغ افراد خاندان مرزا محمود احمد کا بھی اس بچی سے تعلق ہوگا۔ بہر حال وہ لڑکی حاملہ ہونے کی وجہ سے ڈاب میں ہلاک کی گئی تھی۔ خواہ حمل مرزا محمود احمد کا تھا یا منصور کا۔

نوٹ...... حامی صاحب نے کالج کے تالاب میں ڈوبنے کا ذکر امتہ الودود کا کیا ہے۔ پھر اپنی ایک رشتے دار کے حوالے سے۔ لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کہ ٹینک میں ڈوبنے سے غلام

رسول پٹھان کی بچی کلثوم کی موت واقع ہوئی تھی اور امتہ الودود کی موت دماغ کی رگ پھٹنے کی وجہ سے ہوئی تھی۔ مولوی عبدالمنان عمر یا اور کسی محرم راز سے حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔

جناب مصلح الدین سعدی کی شہادت

مصلح الدین سعدی، جناب عبدالرحیم درد کے چھوٹے بھائی اور مشہور سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام کے ہم زلف تھے۔ جناب عبدالرحیم درد مرزا محمود احمد کے سیکرٹری اور انگلستان کے تبلیغی مشن کے انچارج بھی رہے تھے۔ ایم اے انگریزی تھے۔ غالباً چیف جسٹس منیر احمد کے کلاس فیلو بھی تھے۔ جماعت احمدیہ کی جانی پہچانی شخصیت تھے۔ ذہنی طور پر زیادہ سیاسی تھے۔ تاریخی ریکارڈ ہے کہ ملک صاحب جب انگلستان کے مشن کے انچارج تھے تو موصوف نے احمدیہ دارالذکر میں قائداعظم کو بھی بلایا تھا اور قائداعظم نے وہاں ایک مختصر تقریر بھی کی تھی جو جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں موجود ہے۔ غالباً اس وقت کے انگلستان کے کسی اخبار میں بھی شائع ہوئی تھی۔ یہ تمہید اس غرض سے لکھ رہا ہوں تاکہ قاری کو مصلح الدین سعدی کی شخصیت کا علم ہوسکے۔ وہ کس گھرانے سے تعلق رکھتے تھے سعدی صاحب مرزا محمود احمد کی مجلس بدکاری کے نورتن تھے۔ یہاں تک کہ مرزا محمود احمد کے جعلی دستخط کر کے ان کے اکاؤنٹ سے پیسے بھی نکلوالیا کرتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد مرزا محمود احمد کے قریب نہیں پھٹکے۔ سعدی صاحب چٹاگانگ میں گئے تو حاجی صاحب کو بھی کسی کام کے سلسلہ میں چٹاگانگ جانا پڑا۔ ان کو معلوم ہوا کہ سعدی صاحب یہاں ہیں۔ مرزا محمد حسین کی اس شہادت کی تصدیق کرنے کے لئے سعدی صاحب ان کے پاس گئے۔ مرزا محمد حسین صاحب (جو مرزا محمود احمد کے خاندان کے اتالیق اور استاد تھے) نے سعدی صاحب کے حوالہ سے یہ بیان کیا کہ جب مرزا محمود احمد صاحب پر جنسی دورہ پڑتا تھا تو اماں جان (والدہ مرزا محمود احمد) سعدی کو بلاتی تھیں کہ مرزا محمود کو چارپائی پر مضبوطی سے باندھ دو۔ اس جنسی دورہ کے دوران جو بھی سامنے آجاتا وہ مرزا محمود کے فعل بد سے بچ نہیں سکتا۔ اس وجہ سے اماں جان اپنے بیٹے کو چارپائی پر بندھوا دیا کرتی تھیں۔ اس کے بعد جنسی دورے کو ہلکا کرنے کے لئے بار بار مشت زنی کی جاتی تھی۔ سعدی صاحب نے اس واقعہ کی نہ صرف تصدیق کی بلکہ کہا حاجی صاحب! کن کن چھوٹی چھوٹی باتوں کے پیچھے پڑے ہو۔ جو باتیں میں جانتا ہوں ان کے سامنے یہ واقعہ تو بالکل ہیچ ہے۔ دیکھ لیں قادیان سے آنے کے بعد رتن باغ (رہائش گاہ) مرزا محمود احمد کی طرف منہ نہیں کیا۔ دور چٹاگانگ آ گیا ہوں۔ یہی دعا ہے کہ مرزا محمود احمد سے دور ہی مروں۔

مصلح الدین سعدی کی دوسری شہادت

''مبینہ طور پر خلوت سیہ (خلوت صحیحہ ناقل) کے وقت قرآن کریم کو پاس رکھنے والا بھی خدا کی گرفت سے بچ جائے تو اللہ تعالیٰ کے عظیم صبر بخشنے کے بعد ہی اس کی سیاہ کاریوں کے وسیع وعریض رقبے کو جاننے والا اپنا ایمان کی دولت کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ جب یہ شخص اپنے باپ کو بھی نہیں بخشتا تو یہ کیا نہ کرتا ہوگا۔''

مؤلف ''فتنہ انکار ختم نبوت'' سے ان الفاظ کی وضاحت چاہی گئی تو انہوں نے کہا کہ:

''مصلح الدین سعدی نے مؤکد بعذاب قسم کھا کر مجھے بتایا کہ ایک دن، میں مرزا محمود کی ہدایت پر ایک لڑکی کے ساتھ داد عیش دے رہا تھا کہ وہ آیا۔ اس نے لڑکی کے سرینوں کے نیچے سے قرآن پاک نکالا۔'' (استغفر اللہ)

چوہدری محمد نصر اللہ ابن چوہدری عبداللہ بھتیجا چوہدری ظفر اللہ سابق وزیر خارجہ پاکستان کی شادی کا قصہ

نواب شاہ صاحب کی شادی کا ذکر کیا ہے۔ ایک اور خوبصورت جوان محمد نصر اللہ کی شادی کا قصہ بھی لکھ دیتا ہوں۔ جس سے مرزا محمود احمد کے خاندان کی گندگی کا نقشہ قارئین کے سامنے آجائے گا۔ چوہدری محمد نصر اللہ کی والدہ چوہدری فتح محمد سیال کی بیٹی آمنہ تھیں۔ چوہدری فتح محمد سیاسی زمیندار گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ ایم اے (انگلش) تھے۔ انگلستان میں جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے مشنری بھی رہ چکے تھے۔ تقسیم ہند کے وقت گورداسپور سے آزاد ایم. پی. اے بھی منتخب ہوئے۔ سیال صاحب محمد نصر اللہ کے رشتے میں نانا لگے۔ گویا محمد نصر اللہ نجیب الطرفین تھے اور جماعت احمدیہ قادیان میں یہ دونوں بڑے گھرانے تھے۔ آمنہ صاحبہ کی بڑی خواہش تھی کہ ان کے کسی بیٹے کی شادی مرزا محمود احمد کے گھرانے میں ہو جائے تاکہ احمدی لوگوں کی نظر میں ان کا مقام مزید بڑھ جائے۔ بہرحال آمنہ صاحب کی کوششوں سے محمد نصر اللہ کی منگنی مرزا محمود کے گھرانے میں ہوگئی۔ تاریخ مقرر ہوگئی۔ ذرا خیال کیجئے۔ جماعت کے دو بڑے گھرانوں کے چشم و چراغ کی شادی اور مرزا محمود احمد کے گھر کی دلہن، کس قسم کے بڑے لوگوں کی بارات ہوگی۔ اسی بارات میں چوہدری ظفر اللہ اور ان کے بھائی چوہدری اسد اللہ خان بارایٹ لاء بھی شامل تھے۔ جب لاہور سے بارات روانہ ہونے لگی تو غیور نوجوان، چوہدری محمد نصر اللہ نے اطمینان سے کہا کہ آپ لوگ چلیں میں آپ کے پیچھے اپنے ایک دوست کو لے کر آجاؤں گا۔ تمام

بارات ربوہ چل پڑی۔ والدہ صاحب خوش کہ آج اس کی امید بر آئی ہے۔ ''حضور'' کے گھر کی دلہن بنا کر لا رہی ہوں۔ لیکن قدرت کو کوئی اور ہی منظور تھا۔ محمد نصر اللہ اس دلہن کی بد کرداری کی وجہ سے گھر نہ لانے کا پکا ارادہ کر چکے تھے۔ دولہا کار میں سوار ہو کر پشاور کی طرف چل دیا۔ اب بارات ربوہ میں بیٹھی چوہدری محمد نصر اللہ کی آمد کا انتظار کر رہی ہے دیر ہو گئی تو سوچا ایسا نہ ہو کہ راستے میں کوئی حادثہ پیش آ گیا ہو۔ چوہدری ظفر اللہ کے تعاون سے پولیس کے ذریعہ معلومات حاصل کیں کہ کہیں حادثہ تو نہیں ہوا۔ اس کے ساتھ کار کے ذریعے دو آدمی واپس لاہور بھیجے کہ پولیس چوکیوں اور تھانوں سے معلوم کرتے جاؤ کہ کہیں کوئی حادثہ تو نہیں ہوا۔ تھانوں، چوکیوں سے معلومات حاصل کرتے ہوئے لاہور پہنچے تو گھر سے معلوم کیا کہ وہ تو بارات کی روانگی سے تھوڑی دیر بعد ہی لاہور سے چلا گیا ہے۔ ادھر ربوہ (چناب نگر) میں مرزا محمود احمد آتش غضب میں جل رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میری خاندانی پالیسی ہی صحیح ہے کہ شادیاں اپنے ہی گھرانوں میں کریں۔ آج ایک لڑکی باہر دے کر ذلت اور رسوائی کا سامنا کر رہا ہوں۔ چوہدری خاندان مارے ندامت گردنیں جھکائے بیٹھے ہیں۔ آخر اسی بارات کی موجودگی میں کسی دوسرے لڑکے کے ساتھ رخصتی کر دی گئی۔

محمد نصر اللہ کے نہ آنے کی وجہ دریافت کی کہ شاید جوانی میں کوئی طبی نقص ہو جس کی وجہ سے شادی سے گریز کر گیا ہے۔ لیکن چوہدری محمد نصر اللہ نے نہایت صفائی سے کہا کہ میں اپنے گھر میں بیوی لانا چاہتا ہوں کوئی داشتہ نہیں۔ بے شک مجھے عاق کر دیں۔ مجھے اس کا کوئی غم نہیں۔ مجھے (مؤلف) یہ تو معلوم نہیں کہ آیا اس کو عاق کر دیا گیا تھا یا نہیں۔ لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ وہ اپنے خاندان سے الگ خوش و خرم زندگی گزار رہا ہے۔ اس کا خاندان کے ساتھ کوئی معاشرتی تعلق نہیں۔

ایک اور نوجوان مبشر احمد کی منگنی کا قصہ

ہر احمدی کھاتے پیتے خاندان کی یہی خواہش ہے کہ کسی طرح مرزا محمود احمد کے خاندان سے تعلق قائم ہو جائے۔ چک نمبر ۹۸ شمالی ضلع سرگودھا کا ایک نوجوان مبشر احمد مقابلے کے امتحان میں شعبہ پولیس میں منتخب ہو گیا۔ والدین کی خواہش ہوئی کہ مرزا محمود احمد کے گھرانے کی خوبصورت دلہن لائی جائے اور جماعت میں مقام عزت پائیں۔ کسی طرح خاندان کی یہ امید بر آئی کہ بچے کی منگنی مرزا محمود احمد کے خاندان میں ہو گئی۔ منگنی کی وجہ سے مرزا خاندان کے افراد (لڑکیوں اور لڑکوں) سے روابط بڑھے تو نوجوان کی آنکھوں سے عقیدت کا پردہ چاک ہوا۔ حقیقت آشکار ہوئی۔ معلوم ہوا اس حسن کے پیچھے گند کا ڈھیر ہے۔ والدین کی ناراضگی کے باوجود

اپنی منگنی توڑ دی۔ غالباً چک نمبر ۳۳ جنوبی کے ایک احمدی گھرانے میں شادی کر لی۔

ممکن ہے کہ کسی قاری کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ ان منگنیوں کا مرزا محمود احمد کے کردار سے کیا تعلق ہے۔ کسی خاندان میں برے بچے، بچیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کی خدمت میں یہ عرض ہے۔ اس خاندان میں تمام گندگی کی وجہ مرزا محمود احمد کی ذات ہے۔ موصوف کی زد سے نہ کوئی بیٹی بچی ہے اور نہ کوئی بیٹا۔ نہ کوئی اور رشتے دار۔ اگر کوئی بچا ہے تو وہ خوش قسمت ہے۔ کئی نسلیں اس گند کے اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے گزریں گی۔ پھر کہیں جا کر ممکن ہے کہ وہ اس گند سے پاک صاف رہیں۔ ابھی وہی نسلیں ہیں جو یقینی طور پر مرزا محمود احمد کے گند سے آشنا ہیں۔ میرا یہ بھی یقین ہے اس خاندان کے وہی افراد اس گند سے محفوظ رہیں گے جو احمدیت سے تائب ہو جائیں گے۔ جیسا کہ شودی (بچپن میں محمود کے بیٹے کو شودی شودی کہا جاتا تھا۔ غالباً موصوف کا نام مشہود یا شہود ہے۔ ابھی بقید حیات ہے) ابن محمد اللہ شاہ (سالہ مرزا محمود احمد سابق ہیڈ ماسٹر ٹی آئی ہائی سکول) ہے۔ جماعت احمدیہ سے الگ ہو چکا ہے اور ایک اچھی زندگی گزار رہا ہے۔

عبدالرشید ابن مولوی نذر محمد کارکن امور عامہ کا بیان

رشید، مولوی نذر محمد کا بیٹا ہے۔ موٹا تازہ درمیانے قد کا مالک ہے۔ ایک دفعہ اتفاقیہ اس سے ملاقات ہو گئی۔ کم تعلیم کے باوجود ایک اچھی ملازمت پر فائز تھا۔ پوچھا یار! یہ ملازمت کیسے مل گئی۔ کہنے لگا مریم صدیقہ کی بدولت۔ میں نے استفسار کیا تو جواباً کہا۔ مظفر گڑھ میں پیر صلاح الدین ڈپٹی کمشنر تھے۔ اس پوسٹ کا اشتہار آیا تو میں نے مریم صدیقہ سے کہا پیر صاحب تمہارے رشتے دار ہیں۔ یہ ملازمت ہی دلوا دیں تو کہنے لگا۔ مریم صدیقہ صاحبہ نے رقعہ کر دیا کہ اس نوجوان کی ہمارے خاندان کے لئے بہت خدمات ہیں۔ اس کو ہر صورت میں پوسٹ ملنی چاہئے۔ اس ملاقات سے پہلے میرا مرزا محمود احمد کے کردار کے متعلق کشف الغطاء ہو چکا تھا۔ جب میں تفصیل میں گیا تو عبدالرشید نے اپنے دل کا دکھ کہہ سنایا اور اس کا سینہ دکھ کے اظہار کے وقت گرم پانی کی طرح ابل رہا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے ماضی کے گناہوں کی فلم چل رہی ہے۔

قارئین کی دلچسپی کے لئے ایک بات عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ملاقات کے وقت ہم صرف دونوں تھے تیسرا خدا، اور کوئی شخص نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد رشید مجھے ملا تو اس نے کہا یار! عجیب بات ہے تمہارے ساتھ ملاقات کا علم خلیفہ (مرزا محمود احمد) کو ہو گیا ہے۔ تم نے تو خود ہی میری

رپورٹ کردی ہے۔ میں آج تک حیران ہوں ملاقات کا علم مرزا محمود احمد کو کیسے ہو گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میں نے اس ملاقات کا ذکر کسی سے کیا ہو اس نے ''دربار خلافت'' میں لکھ دیا ہو۔

عبدالمجید اسلحے والے کا بیان

''کتابچہ پڑھ کر دیکھنے لگا ہوں کہ میرے علم میں بھی کچھ اضافہ ہوا ہے۔''

عبدالمجید قادیان میں بندوقوں کی مرمت وغیرہ کا کام کیا کرتے تھے۔ بہت ہی معمولی سے آدمی تھے۔ لیکن مرزا محمود احمد کے خاندان سے بہت ہی قریبی تعلقات تھے۔ ان کے ساتھ شکاو کے لئے بھی جایا کرتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد کسی بڑے احمدی افسر کی سفارش پر نیلا گنبد میں اسلحہ کی ایک دکان الاٹ ہو گئی۔ امیر بن گئے۔

مجید صاحب مرزا محمود احمد کے خاندان سے قریبی تعلق کی وجہ سے مرزا محمود احمد کی گندی زندگی سے بخوبی آگاہ تھے۔ ۱۹۵۶ء میں حقیقت پسند پارٹی کے نوجوان جماعت احمدیہ سے الگ ہوئے اور مرزا محمود احمد کی زندگی پر اخبارات رسالہ جات اور کتابچوں میں لکھنے لگے تو مجید صاحب لٹریچر کی اشاعت میں کافی مدد کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حقیقت پسند پارٹی کا ایک ممبر کتابچہ دینے آیا تو مجید صاحب کہنے لگے۔ یار! دیکھنے لگا ہوں کہ میرے علم میں کوئی اضافہ ہوا ہے؟

اس فقرے کا کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میرے سینے میں اتنے راز پوشیدہ ہیں کیا کوئی مزید راز بھی میرے علم میں اضافے کا موجب بنتا ہے یا نہیں۔

قارئین ذرا خیال کریں۔ مجید صاحب قادیان میں مرزا محمود کی پر معصیت زندگی سے خوب واقف ہیں۔ ایسے معاشرتی اور دنیاوی امور سامنے ہیں۔ قادیان کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا رہے اور کس طرح برائی سے مفاہمت کی ہوئی تھی۔ تقسیم ہند کے بعد آزاد فضا میں آئے تو وہی مجبور آدمی مرزا محمود احمد کی پر معائب زندگی کو احمدیوں تک پہنچانے میں نوجوانوں کی مدد کر رہا ہے۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے۔ مجید صاحب نے کھل کر مرزا محمود احمد کی بدکاری کا اظہار تو کیا کہ وہ بڑا بدکار تھا۔ لیکن واقعاتی حقائق پر پردہ ہی ڈالے رکھا۔ اس طرح نہ معلوم کتنے حقائق لوگوں کے سینوں میں زیر مٹی چلے گئے اور صفحہ قرطاس میں نہیں آسکے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر تمام حقائق سامنے آ جاتے تو تمام زمین کا حسین چہرہ سیاہ ہو جاتا۔ ان پوشیدہ حقائق میں سے کچھ لوگوں کے سامنے آئے ہیں۔ ان کو پڑھ کر قاری کا جسم کانپنے لگ جاتا ہے اور اس وہم میں ڈوب جاتا ہے۔ معلوم نہیں کہ لکھنے والے نے کہیں محض دشمنی کی وجہ سے تو نہیں لکھ دیئے یکون سلیم طبع آدمی یہ یقین کر سکتا ہے۔ بیوی پر کوئی غیر آدمی چڑھا ہوا ہو، اس آدمی پر مرزا محمود احمد خود سوار ہو جائے اور پاس لڑکی

رقص کر رہی ہو یا روفو کے ساتھ ہم بستری کی تو اپنی لڑکی کو پاس بٹھالیا۔

مرزا محمد حسین کہا کرتے تھے۔ اس ظالم نے معصیت پر پردہ معصیت سے ڈالا۔ وہ اس طرح کہ روفو کے ساتھ ہم بستری کرنے لگا ہے تو اس معصیت پر دوسری معصیت کے ساتھ یوں پردہ ڈالا کہ لڑکی پاس بٹھالی۔ اگر روفو باہر جا کر حال بیان کرے گی تو اس معصیت کا بھی ذکر کرے گی کہ زنا کے وقت اپنی لڑکی کو بھی پاس بٹھالیا تھا۔ تو اس کے بیان کو کون سچا مانے گا؟

رفیق احمد لاہوری بی۔اے، ایل۔ایل۔بی کا بیان

''میں تو قادیان سے ''خلیفہ'' کی برائیوں سے واقف تھا۔''

رفیق احمد کے والد آسٹریلیا میں کاروبار کے لئے چلے گئے تھے۔ ان کی زوجہ محترمہ اقبال بیگم قادیان میں ہی مقیم تھیں۔ اقبال بیگم یہ وہی خاتون ہیں جب ام طاہر سوزاک اور آتشک کی موذی بیماری میں مبتلا ہو کر میو ہسپتال میں داخل ہوئیں تو ام طاہر کے کہنے پر اقبال بیگم نے بیماری کے ایام میں خدمت سرانجام دی اور جب ام طاہر فوت ہوگئیں تو مرزا محمود نے اقبال بیگم کی خدمات کی بہت تعریف کی اور اس کے بچوں کے لئے بہت دعائیں دیں۔ ان کی دعاؤں کا یہ اثر نکلا رفیق احمد بھی بغیر اولاد انگلستان میں فوت ہوگئے اور ان کے بھائی وحید نے شادی کی۔ ایک بچی پیدا ہوئی تو وحید اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اس مختصر تمہید سے یہ بیان کرنا مطلوب ہے اس خاندان کے ام طاہر سے کتنے قریبی تعلقات تھے۔ انہی تعلقات کی وجہ سے رفیق کو بھی سوزاک ہوگئی تھی۔ رفیق احمد کو کبڈی کا بہت شوق تھا۔ اچھا خاصا جسم تھا بہت جلد ہی قادیان کو چھوڑ کر لاہور آ گیا۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لئے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں داخل ہوگیا اور اسی کی وجہ سے اسلامیہ کالج کبڈی کی ٹرافی جیتا کرتا تھا۔ جب تقسیم ہند کے بعد تعلیم الاسلام کالج لاہور منتقل ہوا۔ رفیق نے تعلیم الاسلام میں داخلہ لے لیا۔ رفیق احمد صرف کالج کی سطح کے کبڈی کے کھلاڑی نہ تھے۔ بلکہ پنجاب کی سطح کے جانے پہچانے کھلاڑی تھے۔

لاہور میں ایک دفعہ میرا (مؤلف کتاب ہذا) ان سے ٹاکرا ہوگیا۔ میں اس وقت خلیفہ کی کرتوتوں سے واقف ہو چکا تھا۔ دوران گفتگو خلیفہ کی بدکاریوں کا ذکر چل پڑا تو میں حلفاً کہتا ہوں کہ رفیق احمد نے کہا میں تو قادیان سے ہی سب کچھ جانتا تھا۔ میں نے کہا یار! وہاں تو آپ نے کبھی بھی اشارۃً کنایۃً اس کا ذکر تک نہیں کیا تھا۔ کہنے لگے ذکر کر کے مرنا تھا۔ خلیفہ کی بدکاریوں کا ذکر کر کے کوئی شخص قادیان میں رہ سکتا تھا؟ قادیان میں ہمارا مکان تھا۔ باپ باہر گیا ہوا تھا۔ والدہ رہتی تھیں۔ کیا ہم خلیفہ کی دشمنی مول لے کر قادیان میں رہ سکتے تھے؟

بے وضو نماز پڑھانا ''تواڈی نمازان نے یہہ ماریا اے''

مرزا محمود احمد کا بے وضو نماز پڑھانے پر تمام ''اہل محفل بتاں'' متفق ہیں۔ خواہ مولوی عبدالوہاب ہوں، خواہ نذیر ریاض ہو، خواہ عبدالسلام اختر ہو، خواہ یوسف ناز ہوں، خواہ مبارک شاہ۔ سب کا یہی متفقہ بیان ہے کہ مرزا محمود احمد جنابت کی حالت میں نماز پڑھادیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر محمد احمد حامی (ڈاکٹر، مرزا محمود احمد کی رنگین محفل کے رکن نہیں تھے) بیان کرتے ہیں مجھ سے مبارک شاہ نے بیان کیا۔ کیا ایک دن مرزا محمود احمد ''محفل بتان'' میں بیٹھا ہوا تھا۔ خوش گپیاں چل رہی تھیں۔ اتنے میں موذن آیا اور اس نے آواز دی۔ ''حضور نماز کا وقت ہو گیا ہے۔'' آواز سنتے ہی بے ساختہ کہا۔ ''تواڈی نمازاں نے یہہ ماریا اے'' بے وضو حالت میں گیا اور مسجد مبارک میں نماز پڑھادی۔ پھر واپس آ کر ''بتوں'' سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ سب کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ مرزا محمود احمد نے کبھی روزہ نہیں رکھا تھا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ حسین عورت کی صحبت کے بغیر رہ نہیں سکتا تھا۔ اس طرح شعائر اللہ کا قطعاً احترام نہ کرتا تھا۔ یہ شخص عجیب شخصیت کا مالک تھا۔ نجی محفل میں ایک شیطان کے روپ میں ہوتا تھا۔ جب باہر مریدوں میں آتا کسی نماز جمعہ یا جلسہ سالانہ کے موقع پر تو یوں ظاہر کرتا کہ اس سے بڑھ کر خدا کا کوئی پیارا نہیں۔ خدا اس کے وجود میں حلول کر آیا ہے۔ اس سے وابستہ رہنے سے ہی خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ اس کو چھوڑنے سے انسان دہریہ ہو جاتا ہے اور آخرت میں وقود نار بنتا ہے۔ مرید بیچارے اپنی اندھی عقیدت کی جہالت سے یہی سمجھتے ہیں کہ ان کی نجات محمود کا منور چہرہ دیکھنے میں ہی ہے۔

اس کے دیدار سے تمام گناہوں کے دھبے دھل جاتے ہیں۔ اگر کوئی خلیفہ کی برائی کا ذکر کر دے تو بڑی معصومیت سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ احراریوں کی شرارت ہے یا پیغامیوں (لاہوری احمدیوں کو مرزا محمود احمد حقارت کی وجہ سے ان کے اخبار پیغام خلیفہ کی طرف نسبت کر کے پیغامی کہا کرتا تھا) کی طرف منسوب کر دیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا محمود احمد کا وجود جاہل احمدیوں کے نزدیک رب من دون اللہ ہے۔ یہ ہے وہ دجال جس کا ذکر حدیث میں آیا ہے۔

دوسری شہادت فتح محمد المعروف ''فاشیر'' کی

میں حلفاً کہتا ہوں کہ ایک مرتبہ مرزا محمود احمد نے محفل رنگ و شباب سجائی ہوئی تھی کہ موذن نے آکر روایتی انداز میں آواز لگائی۔ ''حضور نماز کے لئے'' یعنی نماز کا وقت ہو گیا ہے تو حضور نے جو بڑے موڈ میں تھے، کہا: ''اک تے تہاڈیاں نمازاں نے یہہ ماریا اے۔''

یہ جملہ کمرہ خاص میں بیٹھے ہوئے تمام مصاحبین نے سنا اور کھلکھلا کر ہنس پڑے اور پھر موذن کو کہہ دیا گیا کہ نماز "پڑھا دی جائے"۔ تقسیم ہند کے بعد فتح محمد نے ایسی توبہ کی کہ پھر ربوہ کا رخ تک نہ کیا اور بدحالی کی زندگی میں اس دنیا سے گزر گئے۔

چوہدری فتح محمد نے خلیفہ کے اندرون خانہ کہانی سے تقسیم ہند کے بعد پردہ اٹھایا تھا۔ چوہدری صاحب موصوف میرے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ قادیان میں اشارۃً کنایۃً تک بات بیان نہیں کی تھی۔ جب موصوف نے تقسیم ہند کے بعد ربوہ جماعت سے عملاً لاتعلقی کر لی تو پھر دریافت کرنے پر پھٹ پڑے اور خلیفہ مرزا محمود کی چشم دید بدکاریوں کا ذکر کیا۔ ان میں سے ایک مذکورہ قصہ "نماز کی بے حرمتی" کا ہے۔

ایک احمدی خاتون عائشہ بنت شیخ نورالدین کا بیان

مذکورہ بالا عنوان کے تحت ایک مظلوم خاتون کا بیان اخبار "مباہلہ" قادیان میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔ گو اس وقت یہ چیلنج بھی دے دیا گیا تھا کہ اگر "خلیفہ صاحب" مباہلہ کے لئے آمادہ ہوں تو نام کے اظہار میں کوئی ادنیٰ تامل بھی نہیں ہو گا۔ مگر چونکہ خلیفہ مباہلہ کے لئے تیار نہیں ہوا تھا۔ اس لئے نام کا اظہار نہیں کیا گیا تھا۔ اب ہم ریکارڈ درست رکھنے کی خاطر یہ درج کر رہے ہیں کہ وہ خاتون قادیان کے دکاندار شیخ نورالدین کی صاحبزادی عائشہ تھیں۔ ان کے بھائی شیخ عبداللہ المعروف عبداللہ سوداگر آج کل ساہیوال میں مقیم ہیں۔ عائشہ بیگم تھوڑا عرصہ ہوا انتقال کر گئی ہیں۔ اب ہم وہ بیان درج کرتے ہیں: "میں میاں صاحب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں اور لوگوں میں ظاہر کر دینا چاہتی ہوں کہ وہ کیسی روحانیت رکھتے ہیں۔ میں اکثر اپنی سہیلیوں سے سنا کرتی تھی کہ وہ بڑے زانی شخص ہیں۔ مگر اعتبار نہیں آتا۔ کیونکہ ان کی مومنانہ صورت اور نیچی شرمیلی آنکھیں ہرگز یہ اجازت نہ دیتی تھیں کہ ان پر ایسا بڑا الزام لگایا جا سکے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میرے والد صاحب نے جو ہر کام کے لئے حضور سے اجازت حاصل کیا کرتے ہیں اور بڑے مخلص احمدی ہیں۔ ایک رقعہ حضرت صاحب کو پہنچانے کے لئے دیا جس میں اپنے ایک کام کے لئے اجازت مانگی تھی۔ خیر میں رقعہ لے کر گئی۔ اس وقت میاں صاحب نے مکان (قصر خلافت) میں مقیم تھے۔ میں نے اپنے ہمراہ ایک لڑکی لی جو وہاں تک میرے ساتھ گئی اور ساتھ ہی واپس آ گئی۔ چند دن بعد مجھے پھر ایک رقعہ لے کر جانا پڑا۔ اس وقت بھی وہی لڑکی میرے ہمراہ تھی جونہی ہم دونوں میاں صاحب کی نشست گاہ میں پہنچیں تو اس لڑکی کو کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ میں اکیلی رہ گئی۔ میں نے رقعہ پیش کیا اور جواب کے لئے عرض کیا۔ مگر انہوں نے فرمایا کہ میں تم کو

جواب دے دوں گا۔ گھبراؤ مت۔ باہر ایک دو آدمی میرا انتظار کر رہے ہیں ان سے مل آؤں۔ مجھے یہ کہہ کر اس کمرے کے باہر کی طرف چلے گئے اور چند منٹ بعد پیچھے کے تمام کمروں کو قفل لگا کر اندر داخل ہوئے اور اس کا بھی باہر والا دروازہ بند کر دیا اور چٹخنیاں لگا دیں۔ میں جس کمرہ میں بیٹھی تھی وہ اندر کا چوتھا کمرہ تھا۔ میں یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرائی اور طرح طرح کے خیال دل میں آنے لگے۔ آخر میاں صاحب نے مجھ سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور مجھ سے برا فعل کروانے کو کہا، میں نے انکار کیا۔ آخر زبردستی انہوں نے مجھے پلنگ پر گرا کر میری عزت برباد کر دی اور ان کے منہ سے اس قدر بدبو آ رہی تھی کہ مجھ کو چکر آ گیا اور وہ گفتگو بھی ایسی کرتے تھے کہ بازاری آدمی بھی ایسی نہیں کرتے۔ ممکن ہے جسے لوگ شراب کہتے ہیں۔ انہوں نے پی ہو کیونکہ ان کے ہوش و حواس بھی درست نہیں تھے۔ مجھ کو دھمکایا کہ اگر کسی سے ذکر کیا تو تمہاری بدنامی ہوگی مجھ پر کوئی شک بھی نہ کرے گا۔" (مباہلہ جون ۱۹۲۹ء)

مولانا محمد اسماعیل غزنوی مرحوم کی تحقیق (غیر از جماعت)

ایک دفعہ خاکسار مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا تو مرزا محمود کے متعلق یہ دو واقعے سنائے۔ مولانا محمد اسماعیل غزنوی حکیم نور الدین کے نواسے تھے اور مرزا محمود سے ان کی خاصی بے تکلفی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ: "مرزا محمود احمد ایک عورت کو شب باشی کا پانچ صد روپیہ ادا کرتا تھا۔" مجھے علم ہوا تو میں نے کھوج لگانا شروع کیا اور بالآخر اسے ڈھونڈ نکالا اور پوچھا تم کیسے مرزا محمود سے پانچ سو روپیہ فی رات وصول کر لیتی ہو۔ اس عورت نے بے باکانہ جواب دیا: "مولوی توں راتیں میرے نال سوں، جے صبح توں مینوں پنج سو روپیہ نہ دتے میں تینوں ہزار روپیہ دیواں گی۔"

مولوی صاحب یہ جواب سن کر حیران رہ گئے۔ ملک عزیز الرحمٰن کا کہنا ہے کہ یہ بیگم عثمانی تھیں اور اس کا بیٹا سعود عثمانی بھی مرزا محمود کی رنگین محفل کا ممبر تھا۔

قادیان کا راجہ اندر...... عریاں عورتوں کے جھرمٹ میں

مولانا (محمد اسماعیل غزنوی) نے بتایا کہ مرزا محمود دریائے بیاس کے کنارے پھیرو چیچی میں پکنک منایا کرتا تھا اور ایسے موقع پر وہاں متعدد خیمے لگائے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ وہاں ڈاک بنگلہ تعمیر کرنے کا پروگرام بھی بنا تھا۔ ایک موقع پر مجھے دریائے بیاس پر پکنک منانے کی دعوت دی تو میں جب وہاں پہنچا تو دربان نے انہیں روک لیا۔ ازاں بعد خلیفہ جی کو اطلاع دی گئی اور مجھے اندر

بلالیا گیا اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مرزا محمود پندرہ بیس بالکل عریاں لڑکیوں کے جھرمٹ میں بیٹھا ہے اور اس کے اپنے جسم پر بھی کوئی کپڑا نہیں۔ میں اس منظر کی تاب نہ لا سکا اور نگاہیں نیچی کر لیں تو مرزا محمود نے نہایت اوباشانہ طریقے سے پوچھا: ”مولانا کیا ہوا ہے؟“

مولوی ظفر محمد ظفر کا مقاطعہ کیوں؟

مولوی ظفر محمد ظفر ڈیرہ غازی کے رہنے والے تھے۔ مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ عربی زبان کا اعلیٰ ذوق رکھنے کی وجہ سے جامعہ احمدیہ میں ادب کے استاد مقرر کر دیئے گئے۔ عربی اور اردو ہر دو زبانوں میں شعر بھی کہتے تھے کہ ایک مرتبہ خلیفہ مرزا محمود نے ان کا سوشل بائیکاٹ کر دیا اور پھر بڑی مدت کے بعد ان کی جان چھوٹی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ: ”جن باتوں کا مجھے علم ہے۔ اگر میں تمہیں بتا دوں تو تم مرتد ہو جاؤ۔“

مولوی صاحب کا سوشل مقاطعہ خلیفہ کی جنسی انارکی کا علم ہو جانے کی وجہ سے ہوا تھا۔

۱...... مولوی ظفر محمد صاحب (نظارت امور عامہ) میں ملازم تھے اور مولوی فرزند علی ان کے افسر اعلیٰ۔ یہ ان دنوں کا تذکرہ ہے جب مصری صاحب اور فخر الدین ملتانی، خلیفہ محمود کی بدکاریوں کو اجاگر کر رہے تھے۔ مرزا محمود نے کارکنان نظارت امور عامہ کو حکم دیا کہ مصری کی لڑکی امتہ الرحمان صاحبہ کو اغوا کر لیا جائے کسی محافظ نے مولوی ظفر صاحب کو بتایا کہ: ”حضرت صاحب نے حکم دیا ہے کہ مصری صاحب کی بیٹی امتہ الرحمان کو اغوا کر لیا جائے۔“

مولوی صاحب موصوف کو یقین نہ آیا کہ: ”ہمارے حضرت صاحب یہ کام بھی کرتے ہیں۔“ انہوں نے اپنی اس بے یقینی کا ذکر اپنے افسر مولوی فرزند علی سے کیا اور اس نے فوراً مولوی ظفر محمد کی اس ”ایمانی کمزوری“ کی رپورٹ خلیفہ کو پہنچا دی اور اس طرح اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

۲...... جرم بہر حال جرم ہے۔ خواہ وہ کھلے بندوں کیا جائے یا تقدس کے جعلی پردوں میں لپٹ کر۔ جب خلیفہ کی بدکاریوں کا چرچا بڑھنے لگا تو مولوی ظفر نے اپنے طور پر لڑکوں اور لڑکیوں کے بیانات لے کر انہیں ایک کاپی میں محفوظ کرنا شروع کر دیا۔ ایک دن وہ کاپی دفتر میں بھول گئے اور مولوی تاج دین نے یہ کاپی اٹھا کر خلیفہ کو پہنچا دی تو مرزا محمود نے مولوی صاحب کا مقاطعہ کر دیا۔

اب یہ بھی شبہ ہوا کہ کہیں انہوں نے کچھ ریکارڈ گھر میں نہ چھپا رکھا ہو۔ اس شک کو دور کرنے کے لئے امور عامہ کے ذریعے مولوی صاحب کے گھر میں چوری کروائی گئی اور معمولی معمولی چیزیں بھی اٹھوا لی گئیں۔ انہی چیزوں میں سے مولوی کے بیٹے ناصر احمد ظفر کے بچپن کا

ایک فریم شدہ فوٹو بھی تھا۔ جواب کچھ عرصہ ہوا۔ مرزا ناصر احمد نے ناصر احمد ظفر کو واپس کیا ہے۔ سوال صرف یہ ہے۔ ناصر احمد ظفر کا فوٹو مرزا محمود احمد کے گھر کیسے چلا گیا؟

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب سابق جنرل سیکرٹری احمدیہ کا بیان

ڈاکٹر نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ مرزا محمود کو ملنے کے لئے گئے تو مرزا محمود کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ کیمیکل ایگزامینر ہونے کی وجہ سے انہوں نے فوراً ہی پتہ لگا لیا کہ یہ بو شراب کی ہے۔

عبدالعزیز نومسلم کی صاحبزادی ربوائی راسپوٹین کے چنگل میں

عبدالعزیز نومسلم کی صاحبزادی ایک مرتبہ بدقسمتی سے "قصر خلافت" میں چلی گئیں تو مرزا محمود نے اس پر مجرمانہ حملہ کر کے اس کی عصمت چاک چاک کر دی۔ لڑکی نے سارا ماجرہ اپنے والد کو سنایا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا، وہ خود عبدالعزیز مذکور کی تحریر میں پڑھیے۔ "مجھے ایک روز ولی اللہ شاہ (سالا خلیفہ قادیان) نے اپنے دفتر میں بلایا اور کہا کہ تمہارے متعلق جو افواہ فضل کریم عبدالکریم صاحبان نے پھیلائی ہے۔ اس کے متعلق تم ایک تحریر لکھ دو کہ وہ سراسر غلط ہے۔ میں نے بہت ٹالنے کی کوشش کی مگر انہوں نے ایک مسودہ لکھ کر میرے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ دستخط کر دو۔ میں نے جواب دیا کہ میں غلط بات پر کیوں دستخط کر دوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بات تو دراصل تمہاری ٹھیک ہے۔ مگر سلسلہ کی بدنامی ہوتی ہے۔ اس لئے تم دستخط کر دو۔ میں نے پھر جواب دیا کہ میں سچی بات سے کیسے انکار کروں اور خواہ مخواہ آپ تنگ نہ کریں۔ ورنہ اصل حقیقت آپ کو سناؤں تو خلیفہ کی پردہ دری ہوگی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ میں کسی طرح راضی نہیں ہوتا تو دھمکانا شروع کیا کہ تمہارا وظیفہ بند ہو جائے گا اور تم قادیان سے نکالے جاؤ گے۔"

(عبدالعزیز نومسلم رسالہ "مباہلہ" ۱۹۲۹ء ص ۲۰)

حکیم عبدالعزیز (سابق پریذیڈنٹ انجمن انصار احمدیہ قادیان پنجاب) کا مرزا محمود کے سامنے اقصیٰ میں اعلان حق

حکیم عبدالعزیز صاحب نے خلیفہ محمود کی بدچلنی کے متعلق جب کہ (مرزا محمود) اقصیٰ میں تقریر کر رہے تھے علی الاعلان لکھ کر دیا کہ آپ زناکار اور بدچلن ہیں۔ اس لئے میں آپ کی بیعت سے الگ ہوتا ہوں۔ آپ پر بھی ۱۹۳۷ء میں حملہ کروایا گیا۔ آپ نے مرزا محمود احمد کو ایک خط لکھا جس میں آپ نے تحریر کیا کہ: "سنا ہے کہ آپ نے چار گواہوں کا ذکر لوگوں سے کیا ہے۔

اگر چہ ہم سے تو نہیں کہا۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر آپ اسی کے لئے تیاری فرمالیں۔ ہم صرف چار ہی نہیں بلکہ بہت سی شہادتیں علاوہ عورتوں، لڑکیوں اور لڑکوں کی شہادت کے خود جناب والا کی اپنی شہادت بھی پیش کریں گے۔ اگر ہم ثبوت نہ دے سکے تو آپ کی بریت ہو جائے گی اور ہم ہمیشہ کے لئے ذلیل ہونے کے علاوہ ہر قسم کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہیں۔"

(تاریخ محمودیت ص ۴۴)

"میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے یہ تحریر کرتا ہوں کہ میں مرزا محمود احمد کی بیعت سے اس لئے علیحدہ ہوا تھا کہ میرے پاس ان کے خلاف احمدی لڑکوں، لڑکیوں اور عورتوں کے صحیح واقعات پہنچے تھے۔ جن کے ساتھ مرزا محمود احمد نے بدکاری کی تھی۔ اسی بنیاد پر میں نے مرزا محمود احمد کو لکھا تھا کہ آپ کے خلاف احمدی لڑکے، لڑکیاں اور عورتیں ایسے بیان کرتی ہیں ایسی صورت میں آپ یا جماعتی کمیشن کے سامنے معاملہ پیش ہونے دیں یا مباہلہ کے لئے تیار ہوں یا حلف مؤکد بعذاب اٹھائیں۔ یا ہمیں موقعہ دیں کہ ہم تمام واقعات پیش کر کے جلسہ سالانہ کے موقع پر تمام احمدیوں کی موجودگی میں آپ کے سامنے حلف مؤکد بعذاب اٹھائیں تا کہ روز بروز کا جھگڑا ختم ہو کر حق کا بول بالا ہو۔ لیکن مرزا محمود احمد کو کسی طریق پر بھی عمل پیرا ہونے کی جرأت نہیں ہوئی۔ سوائے کفار والا حربہ بائیکاٹ مقاطعہ استعمال کرنے کے۔ ۱۹۳۷ء سے لے کر آج تک میں اسی عقیدہ پر علیٰ وجہ البصیرت قائم ہوں کہ میاں محمود احمد ایک زانی اور بدچلن انسان ہے۔ جس کو خدا رسول اور اس کے خادم حضرت مسیح موعود سے کسی قسم کی کوئی نسبت نہیں۔ اگر میں اپنے اسی عقیدہ میں باطل ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔"

حکیم عبدالعزیز سابق پریذیڈنٹ انجمن انصار احمدیہ (قادیان)

حکیم صاحب کو میں ذاتی طور پر جانتا تھا۔ بڑا سچا اور دیانتدار شخص تھا۔ موصوف کو جماعت سے علیحدگی کی وجہ سے مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ پیپلز پارٹی سے تعلق تھا۔ غالباً ایک بیٹی کی شادی شیخ رشید احمد سابق وزیر کے بیٹے سے ہوئی تھی۔ تمام عمر مرزا محمود احمد کی سیاہ کاریوں کو لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ جب مرزا محمود کا ذکر موصوف کی زبان پر آتا تو غصہ اور نفرت کی آگ برسانا شروع کر دیتے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ موصوف کسی ذہنی کرب ناک اذیت میں مبتلا ہیں۔

(مؤلف)

شیخ مشتاق احمد مالک احمدیہ دوا گھر کا بیان

"میں ہی نہیں بلکہ قادیان کی نوے فیصد آبادی مقدسین قادیان کی سیہ کاریوں اور

خفیہ عیاشیوں سے آگاہ ہے۔ اس لئے میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ اخبار ''مباہلہ'' نے میری معلومات میں اضافہ کیا۔ ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں اخبار ''مباہلہ'' کے بیان کردہ واقعات کی تائیداور تصدیق کرتا ہوں۔

خاکسار پرانا قادیانی ہے اور قادیان کا ہر فردبشر مجھے خوب جانتا ہے۔ ہجرت کا شوق مجھے بھی دامن گیر ہوا اور میں قادیان ہجرت کر آیا۔ قادیان میں سکونت اختیار کی۔ خلیفہ قادیان کے محکمہ قضا میں بھی کچھ عرصہ کام کیا مگر دل میں آرزو آزادروزگار کی تھی اور اخلاص مجبور کرتا تھا کہ اپنا کاروبار شروع کر کے خدمت دین بجالاؤں۔ چنانچہ خاکسار نے احمدیہ دواگھر کے نام سے ایک دواخانہ کھولا جس کے اشتہار عموماً اخبار ''الفضل'' میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو بجا ہوگا کہ قادیان کی رہائش ہی میری عقیدت زائل کرنے کا باعث ہوئی۔ ورنہ اگر میں قادیانی بھائیوں کی طرح دور دور ہی رہتا تو آج مجھے اس تجارتی کمپنی کے ایکٹروں کے سربستہ رازوں کا انکشاف نہ ہوتا یا اگر میں خاص قادیان میں اپنا مکان بنالیتا تو خلیفہ قادیان کا ملازم ہوجاتا تو بھی مجھے آج اس اعلان کی ہرگز جرأت نہ ہوتی۔ مختصراً یہ کہ آج میں اس قابل ہوں کہ اس دجالی فرقہ سے توبہ کروں۔ میری دعا ہے اور برادران اسلام سے بھی درخواست دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قادیان کے واقف حال لوگوں کو بچی گواہی دینے کی جرأت عطا فرمائے اور ان کو توفیق دے کہ وہ سچائی کے مقابلہ میں کسی تکلیف کو روک نہ سمجھیں۔''

(خاکسار شیخ مشتاق احمد ''احمدیہ دواگھر'' قادیان، اخبار ''مباہلہ'' دسمبر ۱۹۲۹ء)

ڈاکٹر محمد عبداللہ آنکھوں کا ہسپتال قادیان (حال فیصل آباد) کا بیان

ڈاکٹر محمد عبداللہ آنکھوں کے معالج تھے۔ بہت متقی، پرہیز گار، صادق القول اور نڈر قسم کے آدمی تھے۔ تمام قادیان والے خلیفہ سے مخالفت کے باوجود ڈاکٹر کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ موصوف دکھی انسانوں کے ہمدرد اور غمگسار تھے۔ قادیان سے آکر فیصل آباد میں مقیم ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ بیان کرتے ہیں: ''میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ یہ شہادت دیتا ہوں کہ میں اس ایمان اور یقین پر ہوں کہ موجودہ خلیفہ مرزا محمود احمد دنیادار، بدچلن اور عیش پرست انسان ہے۔ میں ان کی بدچلنی کے متعلق خانہ خدا خواہ وہ مسجد ہو یا بیت اللہ شریف یا کوئی اور مقدس مقام ہو۔ میں حلف مؤکدہ بعذاب اٹھانے کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ اگر خلیفہ مباہلہ کے لئے نکلیں تو میں مباہلہ کے لئے حاضر ہوں۔''

یہ الفاظ میں نے دلی ارادہ سے لکھ دیئے ہیں تا کہ دوسروں کے لئے ان کی حقیقت کا انکشاف ہو سکے۔ والسلام! (ڈاکٹر محمد عبداللہ آنکھوں کا ہسپتال قادیان حال لائل پور)

مرزا محمد حسین اتالیق خاندان مرزا محمود احمد کی کہانی

مرزا محمد حسین صاحب ۴۲/ اے، آریہ نگر، سمن آباد، لاہور قادیانی امت کے خاندان نبوت کی مستورات کے اتالیق رہے ہیں۔ وہ ایک علم دوست، خلوت پسند اور کم آمیز شخص ہیں۔ مگر اس کے باوصف لاہور کے علمی و ادبی حلقوں میں خاصے معروف ہیں۔ حضرت آغا شورش کاشمیری مرحوم نے اپنی کتاب ''نورتن'' میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ گاہے ماہے وہ قادیانیت سے اپنی علیحدگی کی داستان اپنے رفقاء کو سناتے رہتے ہیں۔ میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ: ''میرا بچپن غربت، جوانی، علالت اور بڑھاپا کتابوں میں گزرا ہے۔ میں قادیان میں مرزا محمود احمد کے گھر میں مستورات کا اتالیق رہا ہوں اور کسی (Closed Society) میں رہتے ہوئے وہاں کے سربراہ کی خواتین کا استاد ہونا اس معاشرے کے لحاظ سے خاصی فخر کی بات ہوتی ہے۔ اگر میں مرزا محمود احمد اور اس کے جلو میں رہنے والے افراد کی بدچلنی کے بارہ میں حق الیقین کے مقام تک نہ پہنچتا تو نہ قادیان کو چھوڑتا اور نہ قادیانیت کو ترک کرتا۔''

اس کے بعد اپنی دکھ بھری کہانی بیان کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے: ''مستورات کا استاد ہونے کی وجہ سے مجھے خلیفہ جی کی مختلف بیویوں کی باہمی چپقلش اور سوقیانہ طعنے بازی کا علم تو ہوتا رہتا تھا۔ مگر میں اسے زیادہ اہمیت نہ دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ مجھے ڈاکٹر احسان علی (قادیان کا سانڈ)، مصلح الدین سعدی اور پھر نذیر ڈرائیور سے بڑے تواتر کے ساتھ یہ معلوم ہونا شروع ہوا کہ ''قصر خلافت'' میں جنسی عصیان کا ناپاک دھندہ ہوتا ہے۔ میں اپنی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے ان باتوں کو تسلیم کرنے کے لئے قطعاً تیار نہ تھا، گو حقائق اور واقعات دن بدن نکھر کر سامنے آ رہے تھے۔ میں یہ سوچ کر دل کو تسلی دیتا رہا کہ ''خلیفہ صاحب'' کے اردگرد رہنے والے لوگ بدمعاش ہیں۔ مگر خود ان کے بارے میں کوئی ایسی بات میرے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھی۔ آخر، میں نے اس امر کا ارادہ کر لیا کہ ان افراد میں سے کسی کو اعتماد میں لوں اور پھر خلیفہ صاحب کو ان لوگوں کی خباثتوں سے مکمل طور پر آگاہ کر دوں تا کہ اس ذہنی خلجان سے نجات پاؤں، جس سے میں گزر رہا تھا۔ میں نے اپنے اس ارادہ کا مصلح الدین سعدی سے ذکر کیا تو اس نے کہا پہلے حضرت صاحب سے اجازت لے لیں۔ بعد ازاں مجھے بتایا گیا کہ حضرت صاحب تمہارے متعلق سن کر حیران تو ہوئے۔ مگر اب انہوں نے اجازت دے دی ہے۔ میں اس وقت بھی اس یقین سے معمور

تھا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ تھوڑے وقفے کے بعد جب مجھے کوکین والا پان لا کر دیا گیا اور ساتھ ہی یہ ہدایت نامہ بھی کہ مریم کے پاس مت جانا، اسے مطمئن کرنا تمہارے لئے ممکن نہ ہوگا۔ تی کے پاس جانا، وہ تمہاری شاگرد ہے اور شاگرد ویسے بھی استاد سے دبتا ہے۔ اس لئے تم اس سے خوب نپٹ لو گے۔ اسی دوران مجھے نذیر ڈرائیور سے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ مرزا محمود بہت خوش ہے کہ میں بھی زیر دام آ گیا ہوں اور اس نے کہا: ''یہ اب پھنسا ہے۔''

گو اب میرا الیقین تو ڈانواں ڈول ہو رہا تھا۔ لیکن پھر بھی میں نے اتمام حجت کی خاطر مزید آگے جانے کا تہیہ کر لیا اور مصلح الدین سعدی کی معیت میں کمرۂ خاص کی طرف روانہ ہوا۔ میرا ''راہبر'' بھی سوچ رہا ہوگا۔

کارواں غولان صحرائی کو رہبر مان کر
ہو چکا گمراہ گمراہی کو منزل جان کر

ابھی کچھ زینے باقی تھے کہ میرے گائیڈ نے مجھے کہا کہ حضرت صاحب کو کچھ لوگ ملنے آ گئے ہیں۔ تھوڑی دیر ٹھہر جائیں۔ اتنا کہہ کر وہ اوپر چلا گیا اور میں ڈاکٹر حشمت اللہ کے کمرہ میں بیٹھ گیا۔ قریباً نصف گھنٹے کے بعد مصلح الدین سعدی واپس لوٹا تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اس نے آتے ہی مجھ سے کہا ماسٹر صاحب آپ اس سلسلہ میں اور لوگوں سے بھی باتیں کرتے رہے ہیں۔ اب انجام کے لئے تیار ہو جائیں۔''

تب یہ عقدہ کھلا کہ اس خلوت کدہ میں جانے کے لئے ایک ہی Source استعمال ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مختلف ذرائع استعمال کرنے سے راز کھل جانے کا اندیشہ بھی تھا اور یہ فکر بھی کہ یہ لوگ کہیں اس عشرت کدے سے باہر بھی اپنا تعلق قائم نہ کر لیں۔

اس کے ساتھ ہی ''واقفان سر خلافت'' کی گفتگو میں سرد مہری اور تہدید غالب آ گئی۔ ہسپتال میں مرزا محمود کے حکم پر میری پٹی، بند کر دی گئی تا کہ میں T.B of The Spine سے صحت یاب نہ ہوں اور مر جاؤں اور اس راز کو افشا نہ کر سکوں۔ اس طرح مجھے مرزا محمود کو اس کے ''حواریوں'' کی بدمعاشی سے آگاہ کرنے کی حسرت ہی رہی۔ البتہ خود مذہب کے پردہ میں ہونے والی جنسی یورشوں اور ان میں مرزا محمود اور اس کے خاندان اور ساتھیوں کے ملوث ہونے کا ایسا قطعی علم ہوا کہ میرے لئے اس فضا میں رہنا دوبھر ہو گیا۔ واپس گھر آیا تو دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ اعتقادات کی عمارتیں زمین بوس ہو چکی تھیں۔ جس شخص کے لئے مسلسل پانچ سال تک تہجد میں دعائیں کرتا رہا۔ اسے فداہ ابی وامی کہتا رہا وہ اس قدر بدکردار نکلا کہ اس کا مثیل تلاش

کرنے لگیں تو صدیوں بھٹکتے رہیں۔ اس بے قراری، بے چینی، بے کلی اور اضطراب کے عالم میں لیٹا تو خوفناک بخار نے آلیا۔ ساری رات انگاروں پر جلتے ہوئے کاٹی۔ صبح ہوش آیا تو دیکھا کہ سر کے سارے بال ایک ہی رات میں جھڑ چکے تھے۔ اب میں دہریت کے بدترین ریلے کی زد میں تھا۔ میں نے قرآن پاک کو اٹھا کر گندگی میں پھینک دیا۔ (استغفر اللہ) چند دن یہی حالت رہی۔ مگر پھر اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی اور مجھے اس دوسری گمراہی سے بھی نکالا اور میں نے دوبارہ نمازیں شروع کر دیں۔

اس کے کچھ عرصہ بعد کمالیہ میں ایک ماہر طبیب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے بالکل "فارغ البال" دیکھ کر کہا: "اس عمر میں بالوں کی جڑیں تو رہتی ہیں۔ آپ کے بالوں کی تو جڑیں ہی جل چکی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے آپ کو کوئی شدید صدمہ پہنچا ہے۔ اس پر میں نے اس واقعہ کا مختصراً ذکر کیا تو وہ کہنے لگے۔ مرزا صاحب خدا کا شکر ادا کریں کہ آپ پر اس Shock کا سب سے ہلکا اثر ہوا ہے۔ کیونکہ اکثر اوقات ایسے مواقع پر فالج ہو جاتا ہے یا دانت گر جاتے ہیں اور کمترین اثر یہ ہوتا ہے کہ بال گر جاتے ہیں۔"

مشہور کالم نگار احمد بشیر (غیر از جماعت) کا بیان سدومیت اور امرود کھانا

مشہور کالم نگار احمد بشیر نے مرزا محمود احمد کے عشرت کدہ خلافت سے آگاہی رکھنے والے اپنے ایک قادیانی دوست کے حوالے سے بتایا کہ مرزا محمود احمد کو سدومیت کی عادت بھی تھی اور ایک مرتبہ وہ بقول اس قادیانی دوست کے اس عمل سے بھی گزر رہے تھے اور ساتھ ساتھ امرود بھی کھاتے جا رہے تھے۔

میں کہاں آ نکلا (ثاقب زیروی)

جناب محمد صدیق ثاقب زیروی خوش گلو شاعر تھے۔ قادیان میں ام طاہر کے پاس آنا جانا تھا۔ خلیفہ کی جنسی بے راہروی سے واقف تھے۔ اپنی قلبی اور ذہنی اذیت کو اپنی اس نظم میں بیان کیا ہے؟

(نوٹ: یہ نظم احتساب قادیانیت جلد ۵۸ میں چھپ چکی ہے۔ اس لئے یہاں سے حذف کر دیا۔ مرتب!)

مولوی عبدالستار نیازی اور دیوان سنگھ مفتون (غیر از جماعت)

(نوٹ: یہ روایت بھی احتساب قادیانیت ج ۵۸ میں چھپ چکی ہے۔ یہاں سے حذف کر دیا گیا۔ مرتب!)

مرزا محمود احمد کی ایک بیوی کا خط دیوان سنگھ مفتون کے نام

(نوٹ: یہ خط بھی احتساب قادیانیت ج ۵۸ میں شائع ہو چکا ہے۔ اس لئے یہاں حذف کر دیا۔ مرتب!)

راجہ بشیر احمد رازی کی ہڈ بیتی

(نوٹ: یہ بھی احتساب قادیانیت ج ۵۸ میں شائع ہو چکا ہے۔ اس لئے یہاں سے حذف کر دیا ہے۔ مرتب!)

محمد یوسف ناز کا لرزا دینے والا حلفیہ بیان

(نوٹ: یہ اور اس کے بعد والا، دونوں بیان احتساب قادیانیت ج ۵۸ میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس لئے یہاں سے خارج کر دیئے ہیں۔ مرتب!)

یوسف ناز کا دوسرا حلفیہ بیان

محمد عبداللہ احمد کا بیان

مصری عبدالرحمن صاحب کے بڑے لڑکے حافظ بشیر احمد نے میرے سامنے ہاتھ میں قرآن شریف لے کر یہ لفظ کہے، خدا تعالیٰ مجھے پارہ پارہ کر دے اگر میں جھوٹ بولتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب نے میرے ساتھ بدفعلی کی ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر یہ واقعہ لکھ رہا ہوں۔

بقلم خود محمد عبداللہ احمدی

سیمنٹ فرنیچر ہاؤس، مسلم ٹاؤن لاہور

منیر احمد کا بیان

میں خدا کو حاضر وناظر جان کر جس کی جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے۔ یہ تحریر کرتا ہوں کہ میں نے حضرت مرزا محمود احمد صاحب قادیان کو اپنی آنکھ سے زنا کرتے دیکھا ہے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ اس نے میرے ساتھ بھی بدفعلی کی ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ میں بچپن سے وہیں رہتا تھا۔

منیر احمد!

سیدہ ام صالحہ کا حلفیہ بیان

مرزا گل محمد صاحب مرحوم (آپ قادیان کے رئیس اعظم تھے اور وہاں بڑی جائیداد کے مالک تھے) مرزا غلام احمد صاحب کے خاندان کے رکن تھے۔ ان کی دوسری بیوہ (چھوٹی بیگم) نے مجھے بیان کیا کہ خلیفہ صاحب کو میں نے اپنی آنکھوں سے ان کی صاحبزادی اور بعض دوسری

عورتوں کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے خلیفہ صاحب سے ایک دفعہ عرض کی، حضور یہ کیا معاملہ ہے؟

آپ نے فرمایا کہ: ''قرآن وحدیث میں اس کی اجازت ہے۔ البتہ اس کو عوام میں پھیلانے کی ممانعت ہے۔'' نعوذ باللہ من ذالك!

میں خداوند تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر حلفیہ تحریر کر رہی ہوں۔ شاید میری مسلمان بہنیں اور بھائی اس سے کوئی سبق حاصل کریں۔ فقط! (سیدہ ام صالحہ بنت سید ابرار حسین، سمن آباد لاہور)

قاضی خلیل احمد صدیقی کا اعلان

قاضی خلیل احمد صدیقی اب بھی خاصے وجیہ ہیں۔ میٹرک کے بعد اپنے عنفوان شباب میں قادیانی امت کے بیگار کیمپ ''جامعہ احمدیہ'' یا مشنری ٹریننگ سنٹر میں داخل ہوئے۔ وہ خود بھی اس وقت قیامت تھے مگر ان پر کئی اور قیامتیں ٹوٹ پڑیں۔ جس کی تفصیل کچھ عرصہ بعد انہوں نے اپنے ٹریکٹ ''میں نے مرزائیت کیوں چھوڑی'' میں دی ملاحظہ فرمائیں۔

''میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ حلف مؤکد بعذاب شہادت دیتا ہوں کہ میں نے خلیفہ صاحب ربوہ کے صاحبزادے مرزا نعیم احمد کے ایما پر اتا کرنے میں شرکت کی۔ مرزا نعیم احمد نے اپنے گھر کی کوئی نوکرانی ومہترانی (جو کہ مسلمان ہیں) کو زنا کئے بغیر نہیں چھوڑا۔ نیز ایک واقعہ پر مرزا نعیم احمد نے مجھے خلیفہ صاحب کی بیوی (مہر آپا بنت سید عزیز اللہ شاہ) کے ساتھ برا کام (زنا) کرنے کو کہا۔ میں نے مرزا نعیم احمد صاحب کو جواباً کہا کہ میاں صاحب وہ تو ہماری ماں ہیں اور آپ کی بھی ماں ہیں...... یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ والدہ کے ساتھ برا کام کیا جائے؟ کچھ تو خدا کا خوف کرو اور حضور کی عزت کی طرف دیکھو۔ تو مرزا نعیم نے جواب دیا۔ ''بھائی ماں واں مت سمجھو، جو بات میں نے تم سے کہی ہے، یہ مہر آپا کے فرمان کے مطابق کہی ہے۔ تمہیں ان کا حکم ٹالنے کی اجازت نہیں۔''

میں آج تک یہی سمجھ رہا تھا کہ مرزا نعیم احمد نوجوان ہے۔ اگر وہ کسی بدی کا ارتکاب کرتا ہے یا کرواتا ہے تو عجوبہ کی بات نہیں۔ اس کے ذاتی چال چلن سے جماعت احمدیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن مہر آپا کے متعلق جب مرزا نعیم نے بات کی تو بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا۔

این خانہ ہمہ آفتاب است

واقعات اور حقائق مخفی در مخفی تو بہت سے ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا واقعہ کے بعد مجھے اچھی طرح علم ہو گیا کہ ''احمدیت'' کی آڑ لے کر شہوت پرستی کی تعلیم دی جاتی ہے اور نوجوان لڑکوں اور

لڑکیوں وغیرہ کی عصمتوں سے جو ہولی کھیلی جاتی ہے وہ نا قابل بیان ہے۔

تقدس وخلافت کے پردے میں عیاشیوں کا ایک وسیع جال بچھا ہوا ہے۔ جس میں بھولے بھالے لڑکوں ولڑکیوں کو مذہب کے نام پر قابو کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان حالات کی وجہ سے میں ''ان'' سے بہت متنفر ہو گیا اور میں نے اب صدق دل سے اس ناپاک Society جماعت سے اپنا قطع تعلق کر لیا ہے اور توبہ کر کے صحیح معنوں میں مسلمان ہو گیا ہوں۔

یاد رہے کہ میں ربوہ کے قصر خلافت میں عرصہ چھ ماہ تک آتا جاتا رہا ہوں اور مجھ سے کوئی پردہ وغیرہ نہیں کیا جاتا تھا۔ نیز مجھے معلوم ہے کہ علاوہ قصر خلافت کے ''خاندان نبوت'' میں کیسے کیسے رنگین اور سنگین حالات رونما ہوتے ہیں جو وقت آنے پر بتلائے جاسکتے ہیں۔ اگر میرے مذکورہ بالا بیان کی صحت پر تعیم کو کوئی اعتراض ہو تو میں ہر وقت ان کے بالمقابل مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ راقم الحروف: خلیل احمد، سابقہ متعلم جامعہ احمدیہ، ربوہ

مورخہ ۲۷ر نومبر ۱۹۶۱ء

راحت ملک کا چیلنج خلیفہ ربوہ کے نام

جناب عطاء الرحمٰن راحت ملک، گجرات کے مشہور لیبر لیڈر ہیں۔ کسی زمانہ میں وہ مرزا محمود آنجہانی کے چرنوں میں تھے۔ وہاں انہوں نے جنسی بے راہروی کا ایسا طوفان دیکھا کہ چکرا کر رہ گئے۔ جب انہیں یقین کامل ہو گیا کہ مرزا محمود ایک بدکردار اور بدکار انسان ہے تو انہوں نے بیعت کا طوق اپنے گلے سے اتار پھینکا اور ''دور حاضر کا مذہبی آمر'' کے نام سے ایک خوبصورت کتاب لکھی جس میں خلیفہ ربوہ کے دعویٰ الہام کی قلعی کھولتے ہوئے لکھا ہے۔

جس کی آغوش میں ہر شب ہے نئی مہ لقا
اس سے خدا بولتا ہے مجھ کو یہ معلوم نہ تھا

اسی دور میں انہوں نے خلیفہ ربوہ کو ایک کھلی چٹھی لکھی تھی جو ہم درج ذیل کرتے ہیں۔

مکرمی میاں صاحب! سلام مسنون!

آپ کا دعویٰ ہے کہ خدا آپ سے خلوت اور جلوت میں باتیں کرتا ہے اور نیز یہ کہ آپ صاحب الہام ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ آپ خدا کے محبوب ہیں۔ خدا آپ پر عاشق ہے اور ہر لمحہ آپ سے مکالمہ ومخاطبہ کرتا ہے۔ اگر آپ کے مندرجہ بالا دعوی درست ہیں تو میں یہ دریافت کرنے کی جسارت کروں گا کہ:

۱...... کیا خدا کا محبوب ہونے کا مدعی لوگوں کو اس قسم کی گالیاں دے سکتا ہے۔ مثلاً خبیث، کمینہ صفت، کتے، مسیلمہ کذاب، بکواسی، لومڑی وغیرہ؟

۲...... کیا خدا کے محبوب ہونے کا دعویٰ کرنے والا زنا کر سکتا ہے؟

۳...... کیا تاریخ اسلام سے ایک مثال بھی ایسی دی جا سکتی ہے کہ کسی خلیفہ نے اپنے مریدوں میں سے بعض کو محض اس لئے خارج کر دیا ہو کہ وہ اس خلیفہ پر تنقید کرتے تھے؟

۴...... کیا آپ میرے ساتھ اس بات پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ نے کبھی اپنے بڑے صاحبزادے کو جانشین بنانے کی دل میں آرزو نہیں کی اور موجودہ تحریک اپنے صاحبزادے مرزا ناصر احمد کے لئے زمین ہموار کرنے کی غرض سے نہیں چلائی؟

۵...... کیا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ زانی نہیں ہیں؟

۶...... کیا آپ میرے ساتھ اس بات پر مباہلہ کریں گے کہ آپ نے لوگوں کے چندوں سے اپنے عزیز و اقربا کو فائدہ نہیں پہنچایا اور نیز یہ کہ آپ چھ ہزار روپیہ سالانہ انجمن سے نہیں لے رہے؟

۷...... کیا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ نے ربوہ میں ناجائز اسلحہ زیر زمین نہیں رکھا ہوا اور نہ ہی آپ کو اس کا علم ہے؟

۸...... کیا آپ میرے ساتھ اس بات پر مباہلہ کریں گے کہ بچپن میں آپ پر عالم مفعولیت طاری نہیں رہا؟

۹...... کیا آپ میرے ساتھ مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ انجمن کے حسابات میں گڑبڑ نہیں ہے اور اس گڑبڑ کا آپ کو کوئی علم نہیں یا یہ گڑبڑ آپ کے ایماء پر نہیں ہو رہی ہے؟

۱۰...... کیا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ جن لوگوں کو جماعت سے خارج کیا گیا ہے ان کا قصور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ آپ کی بدعنوانیوں پر تنقید کرتے ہیں؟

۱۱...... کیا آپ اس بات پر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ کے دل میں خلیفہ مولوی نورالدین کی قدر و منزلت اور احترام ہے؟

مندرجہ بالا گیارہ شقوں کے علاوہ اور بھی بہت سے امور ہیں لیکن فی الحال میں آپ کی توجہ ان امور کی طرف مبذول کرانے کے لئے بھی آپ کو مباہلے کی دعوت دیتا ہوں اگر آپ خود کو خدا کا محبوب کہتے ہیں تو آیئے فیصلہ انہی امور پر ہو جائے۔ یقیناً خدا فیصلہ کرے گا اور ہم میں سے جو بھی جھوٹا ہو گا وہ ڈاکٹر ڈوئی کی طرح فالج کی موت مرے گا۔ اگر آپ اپنے دعاوی میں سچے ہیں

تو آیئے اس چیلنج کو منظور فرمایئے اور فیصلہ خدا کے ہاتھ میں چھوڑ دیجئے۔ لیکن میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ ان امور پر کبھی مباہلہ کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آپ اپنے اعمال سے بخوبی واقف ہیں اور ڈاکٹر ڈوئی کی موت مرنا پسند نہیں کریں گے۔

مولوی عمر الدین شملوی مبلغ جماعت قادیان کی روایات

(نوٹ: یہ روایت دوسری جگہ موجود ہے۔ یہاں سے حذف کر دی۔ مرتب!)

چوہدری غلام رسول کا اعلان حق

نوٹ...... چوہدری صاحب موصوف آج کل گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر ہیں۔

''میرا خلیفہ صاحب کی بیعت سے علیحدگی کا سبب خلیفہ کی بدچلنی، بدکرداری، زناکاری اور غیر فطری افعال کا ارتکاب ہے۔ یہ الزامات خلیفہ صاحب ربوہ کی ذات پر متواتر نصف صدی سے لگ رہے ہیں۔ اب خلیفہ صاحب اپنی بدکاریوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے جنون کے ابتدائی دور سے گذر رہے ہیں اور مفلوج اور پیری کا شکار ہونے کی وجہ سے مضمحل الاعضاء اور مخبوط الحواس ہیں۔ اس وجہ سے الزامات کی تردید کے لئے ان سے مخاطب نہیں ہوتا۔ بلکہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے، مرزا شریف احمد صاحب (دونوں خلیفہ صاحب کے بھائی ہیں) نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، امتہ الحفیظ صاحبہ (دونوں خلیفہ صاحب کی ہمشیرگان ہیں) مرزا ناصر احمد ایم اے آکسن، مرزا مبارک احمد بی اے، ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ایم بی ایس اور دیگر خلیفہ کے صاحبزدگان وصاحبزادیاں اور خلیفہ کی ازواج اور خلیفہ کے مخلص مرید چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب جج عالمی عدالت، سید نعیم احمد بن سید عزیز اللہ شاہ (خلیفہ صاحب کے نسبتی بھائی ہیں) اور مولوی عبدالمنان صاحب عمر ایم اے سے کہتا ہوں۔ اگر وہ خلیفہ صاحب کو نیک چلن، خدا رسیدہ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی پیش گوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق سمجھتے ہیں تو خلیفہ صاحب پر عائد کردہ الزامات بالمقابل حلف مؤکد بعذاب قسم کھا کر تردید کریں۔ میں قارئین سے کہوں گا کہ یہ لوگ خلیفہ صاحب ربوہ کی سیاہ بداعمالیوں سے پوری طرح واقف ہیں۔ اس لئے یہ کبھی ان کی پاکیزگی کا حلف مؤکد بعذاب اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔''

عبدالرب خاں برہم کا حلفیہ بیان

خان عبدالرب خاں صاحب برہم صدر انجمن کے دفتر بیت المال میں کام کرتے تھے۔ آپ نے ایک مخلص قادیانی دوست کو مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کی نجی زندگی کے واقعات سنائے۔

اس پر اس ''مخلص'' قادیانی دوست نے مرزا محمود احمد کو لکھ بھیجا کہ خاں صاحب موصوف نے آپ کی بدچلنی کے واقعات سنا کر مجھے محو حیرت کر دیا ہے اور دلائل بھی ایسے دیئے ہیں جو میرے دل ودماغ پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ اس شکایت کے چند گھنٹے بعد مرزا بشیر احمد ایم۔اے المعروف ''قمر الانبیاء'' نے خان صاحب موصوف کو بلا کر سمجھایا کہ اگر حضور کچھ باتیں دریافت کریں تو اس سے لاعلمی کا اظہار کر دینا۔ آپ خاموش ہو گئے۔ مرزا بشیر احمد کو یقین ہو گیا کہ ان کی ہدایت کے مطابق برہم صاحب خاموش رہیں گے۔

اس کے ایک آدھ گھنٹہ بعد برہم صاحب کو ''قصر خلافت'' میں مرزا محمود احمد نے بلایا۔ جب آپ وہاں گئے تو وہ مخلص احمدی دوست بھی موجود تھا اور خان صاحب موصوف کے والد محترم بھی وہیں تھے اور دو تین تنخواہ دار ایجنٹ بھی تھے اور سب کو اکٹھے کرنے کا مطلب یہ تھا تا کہ رعب ڈال کر حق کو بدلا جا سکے۔ خلیفہ صاحب نے جب خان صاحب موصوف سے دریافت کیا تو اس بے خوف مجاہد نے کہا جو کچھ میں نے آپ کی بدچلنی کے متعلق ان صاحب سے کہا وہ حرف بحرف درست ہے۔ آخر جب کام نہ بنا تو کھڑے ہو کر خلیفہ صاحب نے احسان گنوانے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی یہ کہا کہ تم نے میری ہمشیرہ کا دودھ پیا ہوا ہے۔ خان صاحب موصوف نے کہا، یہ درست ہے۔ لیکن یہ حق کا معاملہ ہے۔ دنیاداری کے مقابلہ میں حق مقدم ہے اور اس حقؔ کے لئے ہی اس جماعت میں شامل تھے۔ خان صاحب موصوف نے ملاقات کے فوراً بعد دلیرانہ اقدام یہ کیا کہ ''قصر خلافت'' سے آ کر از خود بیعت سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ آپ نے ایک کتاب ''بلائے دمشق'' بھی لکھی ہے۔ خان صاحب کا حلفیہ بیان درج ذیل ہے: ''میں شرعی طور پر پورا پورا اطمینان حاصل کرنے کے بعد خدا کو حاضر وناظر جان کر یہ کہتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب یعنی مرزا محمود احمد کا چال چلن نہایت خراب ہے۔ اگر وہ مباہلہ کے لئے آمادگی کا اظہار کریں تو میں خدا کے فضل سے ان کے مد مقابل مباہلہ کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔''

آغا سیف اللہ کا بیان ''مہر آپا کا رحم نہیں''

آغا سیف اللہ قادیانی اخبار ''الفضل'' کے پبلشر ہیں۔ انہوں نے شفیق مرزا مصنف شہر سدوم کو بتایا کہ ان کی بیوی کا میل ملاپ مرزا محمود احمد کی زوجہ بشریٰ ''مہر آپا'' سے ہو گیا۔ تو ایک دفعہ دوران گفتگو بیان کیا کہ ان کا رحم ہی نہیں۔ مہر آپا کی شادی امّ طاہر کی وفات کے بعد مرزا محمود احمد سے ہوئی تھی۔ مرزا محمود احمد نے شادی سے پہلے اپنا ایک رؤیا بیان کیا کہ وہ شتر مرغ پر سوار ہیں۔ خود ہی اس کی یہ تعبیر بیان کی کہ ایک ایسی لڑکی سے شادی ہو گی جس کے ہاں اولاد نہ ہو گی۔ مرزا محمود کو تو

پہلے علم تھا کہ بشریٰ سے اولاد پیدا نہیں ہوگی۔ کیونکہ زیادہ زرخیزی کی وجہ سے بشریٰ کو جلد حمل ہو جاتا تھا۔ حمل بار بار گرانے کی نوبت آتی تھی۔ اس وجہ سے مرزا محمود نے اس کا رحم ہی نکلوا دیا تھا۔

مظہر الدین ملتانی کی ایک حیران کن روایت

مظہر ملتانی مرحوم نے جن کے والد فخر الدین ملتانی کو قادیان میں مرزا محمود احمد کی ناگفتہ بہ حرکات کو منظر عام پر لانے کے لئے پوسٹر لگانے کی پاداش میں قتل کر دیا گیا تھا۔ مجھے بتایا ایک مرتبہ ان کے والد محترم اپنے ایک دوست سے گفتگو کرتے ہوئے انہیں مرزا غلام احمد کے داماد نواب محمد علی آف مالیر کوٹلہ کے بارے میں یہ بتا رہے تھے کہ انہیں اواخر عمر میں کوئی ایسا عارضہ لاحق ہو گیا تھا کہ وہ اپنی کوٹھی کی سیڑھیاں نا کتخدا لڑکیوں کو اہرام سینہ سے پکڑ کر چڑھتے تھے۔ لیکن اپنے خاندان کی خواتین کو سخت ترین پردے میں رکھتے تھے اور انہیں پالکیوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے تھے۔ یاد رہے کہ جب مرزا غلام احمد نے ان سے اپنی نوجوان بیٹی مبارکہ بیگم بیاہی تو ان کی عمر ستاون سال تھی اور حق مہر بھی ستاون ہزار ہی رکھا گیا تھا اور نواب مالیر کوٹلہ کو اپنے تفضیلی عقائد کو بھی برقرار رکھنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

ماسٹر محمد عبداللہ سابق ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول لاہور

ربوہ میں مقیم ہونے کا خیال اس طرح پیدا ہوا۔ ہیڈ ماسٹر جب اپنی ملازمت سے سبکدوش ہوئے تو مرزا محمد حسین بی کام سے تعلقات کی بنیاد پر موصوف کے پاس گئے اور کہا۔ مرزا صاحب! میں سبکدوش ہو گیا ہوں۔ کہاں رہائش اختیار کروں۔ لاہور، آبائی وطن سیالکوٹ یا ربوہ۔ مرزا صاحب کو علم تھا یہ شخص برائی سے مفاہمت کرنے والا نہیں۔ ربوہ میں مستقل رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے عقیدت کے تمام حجاب اٹھ جائیں گے اور جماعت سے الگ ہو جائے گا۔ ممکن ہے عبداللہ کا ربوہ میں مقیم ہونے کا ارادہ بھی ہو۔ بہر حال ربوہ چلے گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ہیڈ ماسٹر کو ربوہ میں صدر عمومی بنا دیا گیا۔ دیکھا ''شاہی خاندان'' کے افراد نماز تک نہیں پڑھتے اور بدکردار اور بے نمازی ہیں۔ آخر کار رات کے اندھیرے میں لطیف غزنوی کی راہنمائی میں ربوہ کو چھوڑنا پڑا۔ راجہ بشیر احمد رازی کی ملاقات مال روڈ پر ہو گئی۔ راجہ صاحب نے حال احوال پوچھا تو جماعت کو چھوڑنے کو کہا تو اس موقع پر کہا: ''فیر چندہ کتھے دیاں گے۔''

عبدالمجید اکبر کا حلفیہ بیان

عبدالمجید اکبر کی شناسائی ۱۹۵۶ء سے ہوئی ہے۔ جب حقیقت پسند پارٹی اخبار نوائے

پاکستان کی معرفت خلیفہ مرزا محمود احمد پر سنگین الزامات کی بوچھاڑ کر رہی تھی۔ اکبر صاحب کشمیری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بڑے بیباک نڈر اور سچار تھے۔ بغیر کسی لگی لپٹی کے بات کرنے کے عادی تھے۔ غالباً محمد یوسف ناز کے رشتہ دار تھے۔ محمد یوسف ناز کا مشہور زمانہ بیان ان کی ہی معرفت ہوا تھا۔ مدت ہوئی اکبر سے کبھی علیک سلیک نہیں ہوئی۔ زندگی موت کا علم نہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں: ''قسم ہے مجھ کو خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی، قسم ہے مجھ کو قرآن پاک کی سچائی کی، قسم ہے مجھ کو حبیب کبریا کی معصومیت کی کہ میں اپنے قطعی علم کی بناء پر مرزا البشیر الدین محمود احمد خلیفہ ربوہ کو ایک ناپاک انسان سمجھنے میں حق الیقین پر قائم ہوں۔ نیز مجھے اس بات پر بھی شرح صدر ہے کہ آپ جیسے شعلہ بیان یعنی (سلطان البیان) مقرر سے قوت بیان کا چھن جانا اور دیگر بہت سے امراض کا شکار ہونا مثلاً نسیان، فالج وغیرہ یقیناً خدائی عذاب ہیں جو کہ خدائے عزیز کی طرف سے اس کی قدیم سنت کے مطابق مفتریان کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔

علاوہ دیگر واسطوں کے آپ کے مخلص ترین مریدوں کی زبان وقتاً فوقتاً آپ کے گھناؤنے کردار کے بارہ میں عجیب وغریب انکشافات اس عاجز پر ہوئے۔ مثال کے طور پر آپ کے ایک مخلص مرید محمد صدیق شمس نے بارہا میرے سامنے خلیفہ کے چال چلن اور غیر شرعی افعال کے مرتکب ہونے کے بارہ میں بہت سے دلائل اور ثبوت اور خلیفہ کے پرائیویٹ خط پیش کئے۔

اس جگہ میں احتیاطاً یہ لکھ دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ اگر محترم صدیق صاحب کو میرے بیان بالا کی صحت کے بارہ میں کوئی اعتراض ہو تو میں ہر دم ان کے ساتھ اپنے اس بیان کی صداقت پر مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔'' (احقر العباد، عبدالمجید اکبر مکان نمبر ۵، بلاک ڈی ٹمپل روڈ لاہور)

عتیق احمد فاروق مبلغ کا حلفیہ بیان

''میری قادیانی جماعت سے علیحدگی کی وجوہات منجملہ دیگر دلائل و براہین کے ایک وجہ اعظم خلیفہ کی سیاہ کاریاں اور بدکاریاں ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ خلیفہ مقدس اور پاکیزہ انسان نہیں۔ بلکہ نہایت ہی سیاہ کار اور بدکار ہے۔ اگر خلیفہ صاحب اس امر کے تصفیہ کے لئے مباہلہ کرنا چاہیں تو میں بطیب خاطر میدان مباہلہ میں آنے کے لئے تیار ہوں۔''

(فقط: خاکسار عتیق احمد فاروقی، سابق مبلغ جماعت احمدیہ قادیان)

علی حسین کی شہادت

علی حسین بیان کرتے ہیں: ''میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ مندرجہ ذیل شہادت لکھتا ہوں۔ بیان کیا مجھے میری والدہ

صاحبہ نے کہ میں خلیفہ مرزا محمود احمد کے رہا کرتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب جوان محرم لڑکیوں پر عمل مسمریزم کر کے انہیں سلادیا کرتے تھے۔ پھر آپ ان کو کئی جگہ سے ہاتھ سے کاٹتے تب بھی انہیں ہوش نہ ہوتی تھی۔

۲...... ایک دفعہ حضرت صاحب کے گھر میں سیڑھیاں چڑھ رہی تھی کہ اوپر سے حضرت صاحب سیڑھیوں پر اترتے آرہے تھے۔ جب میرے مقابل پہنچے تو انہوں نے میری چھاتی پکڑی۔ میں نے زور سے چھڑائی۔" (ماخوذ از تاریخ محمودیت ص ۳۶، خاکسار علی حسین)

میاں محمد زاہد (مباہلہ والا) کا اعلان مباہلہ

میاں زاہد میاں عبدالکریم کے چھوٹے بھائی تھے۔ خوب رو جسیم، پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ مرزا عبدالحق کے سالے اور مرزا طاہر احمد (سرگودھا والے) کے ماموں تھے۔ اپنی پرکشش شخصیت کی وجہ سے مرزا محمود کی محفل کے "نورتنوں" میں تھے۔ انہی کی ہمشیرہ سکینہ تھیں۔ جن پر مرزا محمود احمد نے مجرمانہ حملہ کیا تھا۔ اسی بناء پر "فتنہ مباہلہ والوں" کا آغاز ہوا۔ میاں صاحب بیان کرتے ہیں: "خاکسار اپنے فرض سے سبکدوش ہونے کے لئے اور دنیا پر حقیقت کو بے نقاب اور جملہ برادران اسلامی کی آگاہی کے لئے بذریعہ اشتہار ہذا اس امر کی اطلاع دیتا ہوں کہ یہ عاجز بھی عرصہ سے خلافت مآب کو یہی چیلنج دے رہا ہے کہ اگر ان کی ذات پر عائد کردہ الزامات غلط ہیں تو میدان مباہلہ میں آکر اپنی روحانیت، صداقت کا ثبوت دیں۔ مگر خلافت مآب نے آج تک اس چیلنج کو قبول ہی نہیں کیا۔ آج پھر اتمام حجت بذریعہ اعلان ہذا میں خلیفہ قادیان کو چیلنج دیتا ہوں کہ ان کے دعاوی میں ذرہ بھر بھی صداقت ہے تو اپنے چال چلن پر الزامات کے خلاف دعا مباہلہ کریں تاکہ فریقین میں سے جو جھوٹا اور کاذب ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جائے اور دنیا میں اس مباہلہ کے نتیجے میں حق و باطل میں فیصلہ کر سکے۔

کیا میں امید کروں کہ آنحضرت ﷺ کی مماثلت کا دعویٰ کر کے اہل اسلام کے دلوں کو مجروح کرنے والا اور تمام انبیاء کی پیش گوئیوں کے مصداق ہونے کا دعویدار اس دعوت مباہلہ کو قبول کر کے اپنی صداقت کا ثبوت دے گا۔

ذیل میں یہ عاجز اس ہستی کا فتویٰ درج کرتا ہے۔ جس کے قائم مقام ہونے کا خلافت مآب کو دعویٰ ہے۔ جس کو آپ بعد آنحضرت ﷺ حقیقی نبی تسلیم کرتے ہیں۔ تاکہ خلیفہ یہ کہنے کی جرأت نہ کر سکیں کہ ایسا مباہلہ جائز نہیں۔"

"مباہلہ ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور تعین پر بنیاد رکھ کر دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں۔" (اخبار الحکم، خلیفہ قادیان کا ایک سابق مرید محمد زاہد اخبار مباہلہ قادیان)

حافظ عبدالسلام کی حلفیہ شہادت

حافظ عبدالسلام تقسیم ہند سے قبل ہی قادیان کو چھوڑ آئے تھے۔ بائیں بازو کی مشہور شخصیت تھے۔ قادیان سے آنے کے بعد مزدور راہنما بنے۔ کئی دفعہ جیل میں گئے۔ اپنے موقف پر مستقل مزاجی سے قائم رہے۔ جب فیض احمد فیض روس گئے تو سلام صاحب بحیثیت سیکرٹری کے ساتھ گئے تھے۔ اوکاڑہ کی ملوں میں مزدوروں کی قیادت کی۔ اس قسم کا انقلابی شخص کسی پر غلط بہتان نہیں باندھ سکتا۔ مرزا محمود احمد کے بیٹے مرزا خلیل احمد کے ساتھ بہت گہرے مراسم تھے۔ ان کی شہادت پڑھیے: "میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو جبار اور قہار ہے جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں اور مردود کا کام ہے۔ حسب ذیل شہادت دیتا ہوں۔

میں ۱۹۳۲ء سے لے کر ۱۹۳۶ء تک مرزا گل محمد رئیس قادیان کے گھر میں رہا۔ اس دوران میں کئی مرتبہ مساۃ عزیزہ بیگم کے خطوط خفیہ طریقے سے ان کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے کہ ان خطوں کا کسی سے بھی ذکر نہ کرنا خلیفہ محمود کے پاس لے جاتا رہا۔ خلیفہ مذکور بھی اس طریقہ سے اور "ہدایت بالا" کو دہراتے ہوئے جواب دیتا رہا۔ خطوط انگریزی میں تھے۔ اس کے علاوہ اس عورت کو رات کے دس بجے بیرونی راستے سے لے جاتا رہا۔ جب کہ اس کا خاوند کہیں باہر ہوتا۔ عورت غیر معمولی بناؤ سنگھار کر کے خلیفہ کے دفتر میں آ جاتی تھی۔ میں بموجب ہدایت اسے گھنٹہ یا دو گھنٹہ بعد لے آتا تھا۔ ان واقعات کے علاوہ بعض اور واقعات سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ خلیفہ کا چال چلن خراب ہے اور میں ہر وقت ان سے مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

حافظ عبدالسلام پسر حافظ سلطان حامد خان صاحب استاد میاں ناصر احمد۔

غلام حسین احمدی کا حلفیہ بیان

"میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اور اس کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے حضرت صاحب (یعنی مرزا محمود احمد) کو صادقہ کے ساتھ زنا کرتے دیکھا۔ اگر میں جھوٹ لکھ رہا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔" (غلام حسین احمدی)

شیخ بشیر احمد مصری کی شہادت

شیخ بشیر احمد مصری، عبدالرحمان مصری کے صاحبزادے تھے۔ خوبصورت، وجیہہ اور

مردانہ حسن کے مالک تھے۔ انہی کی معرفت عبدالرحمان مصری کی مرزا محمود احمد کے کردار کا علم ہوا تھا۔ ان کی ہمشیرہ امتہ الرحمان صاحب جو محکمہ تعلیم سے ایک اعلیٰ عہدے سے سبکدوش ہوئی تھیں بھی مرزا محمود احمد کی سیہ کاری میں پھنسی ہوئی تھیں۔ ساری عمر شادی نہ کی، زندہ ہیں۔ بشیر احمد کو انجمن احمدیہ اشاعت لاہور (لاہوری جماعت) نے ووکنگ کی مسجد کا امام بنایا۔ بشیر نے ووکنگ مشن کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ بشیر نے تمام واقعات کے چشم خولیش گواہ ہیں۔ بشیر کے والد عبدالرحمان مصری کے تاریخی خطوط اس کتاب میں پڑھیں گے۔ یہی خطوط احمدیوں کے لئے اتمام حجت ہیں۔ اب شہادت پڑھیے: "میں خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر بیان کرتا ہوں کہ میں نے مرزا البشیر الدین محمود کو بچشم خود زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔"

(شیخ بشیر احمد مصری)

ثریا بنت شیخ عبدالحمید کا بیان

حکیم عبدالوہاب بیان کرتے ہیں کہ شیخ عبدالحمید ایڈیٹر ریلوے کی بیٹی اور عبدالباری سابق ناظر بیت المال قادیان کی ہمشیرہ ثریا اور مرزا محمود کی بیٹی ناصرہ بیگم آپس میں سہیلیاں تھیں۔ ثریا ایک دن اپنی سہیلی کو ملنے "قصر خلافت" گئی تو رات کو وہیں سو گئی۔ مرزا محمود نے بیٹی کی موجودگی ہی میں اس سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ ثریا نے باقاعدہ مقابلہ کیا تو مرزا محمود نے بہانہ بناتے ہوئے کہا: "مجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں سمجھا میری اہلیہ ہیں۔" ثریا نے جواب دیا "سہیلیاں تو اکٹھی سو جاتی ہیں مگر وہ بیوی، جس کی باری چوتھے دن آتی ہے کس طرح یہ پسند کر سکتی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کے پاس جا کر سو جائے۔ پھر بیٹی کی موجودگی میں ایسا کرنا شرافت کی کون سی علامت تھی۔" ثریا نے واپس آ کر اپنی والدہ کو تمام واقعات سے آگاہ کر دیا تو اس کے بعد ثریا کے والد شیخ عبدالحمید نے اپنی وصیت منسوخ کر دی اور قادیان آنا جانا ترک کر دیا۔ تقریباً چار سال بعد پھر آنا جانا شروع کر دیا۔ کسی نے پوچھا: "شیخ صاحب کون سی نئی بات وقوع پذیر ہوئی ہے جو آپ نے آنا جانا شروع کر دیا ہے۔" شیخ صاحب نے جواب دیا: "ساری دنیا چھوڑ کر ہم یہاں آئے تھے۔ اب کہاں جائیں۔ اپنا مردہ کون خراب کرے۔ اس لئے ظاہراً میں نے تعلقات بحال کر لئے ہیں۔"

زکوٰۃ فنڈ اور بدچلنی

عرصہ ہوا "حقیقت پسند پارٹی" کی طرف سے مرزا محمود کی مالی بے اعتدالیوں کے متعلق ایک حیرت انگیز ٹریکٹ شائع ہوا تھا۔ جس کے ایک لفظ کی بھی تردید کرنے کی قادیانی امت کو ہمت نہیں ہوئی۔ اس میں مرزا محمود کے اس فرمان کو بھی ہدف تنقید بنایا گیا ہے کہ زکوٰۃ براہ

راست ''خلیفہ'' کے نام آنی چاہئے۔ کیونکہ یہ خاص حق خلافت ہے۔ اسی ٹریکٹ میں مرقوم ہے۔

''ہم اپنے قطعی اور یقینی علم کی بناء پر جانتے ہیں کہ خلیفہ کی بہت سی بدکاریوں کا موجب یہ طریق عمل ہوا ہے۔ وہ زکوٰۃ کے روپیہ سے ان عورتوں اور لڑکیوں کی مالی امداد کرتے ہیں۔ جن سے بدکاری کرتے اور کرواتے ہیں۔'' (خلیفہ ربوہ مرزا محمود کی مالی بے اعتدالیاں ص ۴۸)

مبلغین کو شادی کے فوراً بعد بیرون ملک بھیجنے کا فلسفہ

''اس (مرزا محمود) نے اپنے جنون زوج کی تسکین کے لئے اپنی ''عبقریت'' کو اپنی کو،ریت میں غرق کر کے عصمت اور حیاء کے تصور کے استیصال کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ وہ قادیان میں اپنے پرچارکوں کو شادی کے بعد معاً دور دراز ملکوں میں بھیج دیتا تھا۔ اس طرح ان کی معلقہ بیویاں اس کے لئے کال گرلز (Call Girls) بن جاتیں۔ اس طرح یہ بھی ہوا کہ ان مظلوم عورتوں کو اپنے خاوندوں کی غیر موجودگی میں بچوں کی مائیں بننا پڑا۔ اسی طرح نائیجیریا کے ایک ''مبلغ'' اور واقف زندگی کی بیوی کو یہی سانحہ الیمہ پیش آیا۔ ذرا سی لہر اٹھی مگر جہاں جنسی معصیت کا دور دورہ تھا۔ وہاں یہ الم ناک حادثہ دب کر رہ گیا۔'' (فتنہ انکار ختم نبوت ص ۴۵)

باب نمبر: ۵

خطوط

شیخ عبدالرحمان مصری کے خطوط

شیخ عبدالرحمان مصری ۲۵ ٹی گلبرگ لاہور میں مقیم ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں انہوں نے بانی قادیانیت کے ہاتھ پر ہندومت ترک کر کے اسلام قبول کیا۔ مولانا حکیم نورالدین کے سربراہ جماعت ہونے کے بعد، وہ عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے مصر چلے گئے۔ واپس آ کر مدرسہ احمدیہ قادیان کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں جب مرزا محمود انگلستان یاترا کے لئے روانہ ہوئے تو شیخ صاحب بھی ان کے ساتھ تھے۔ یوں سمجھئے کہ مرزا محمود کی رجیم میں آپ صف اوّل کے لوگوں میں شامل تھے۔ نقائص سے مبرا تو کوئی انسان نہیں ہوتا۔ نہ شیخ صاحب کو اس کا دعویٰ ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ مرزا محمود اپنی تمام ریشہ دوانیوں کے باوجود ان پر جنسی یا مالی بددیانتی کا کوئی الزام نہ لگا سکا۔ ابتداء میں جب انہیں اپنے بیٹے کے ذریعے مرزا محمود کی بدکرداری کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو عاق کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر حقائق اپنا آپ منوا لیتے ہیں۔ جب انہوں

نے تحقیقات شروع کی تو اعتقاد کی دھند چھٹنی شروع ہوئی اور وہ حیران رہ گئے کہ یہاں انہیں کی اولاد پر ہاتھ صاف نہیں ہو رہا ہر گھر میں ڈاکہ پڑ رہا ہے۔ اس پر انہوں نے مرزا محمود کو تین پرائیویٹ خطوط لکھے۔ یہ مکاتیب پڑھنے سے پیشتر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ ایک ایسے شخص نے لکھے ہیں جو ایک معاشرہ سے تعلقات منقطع کر کے ایک نئے قادیانی ماحول میں آیا تھا اور ایک لمبے عرصہ کے بعد جب اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عزت، معاش، اولاد کوئی چیز اس قبائلی نظام میں محفوظ نہیں ہے تو وہ اضطراب اور کرب کی جس کیفیت سے گزرتا ہے اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ وہ خلیفہ کو بدکار اور زانی سمجھتے ہوئے بھی اسے سیدنا کے لفظ سے خطاب کرتا ہے۔ وہ بعض تحفظات کے وعدہ پر اس ریاست میں اپنی بقیہ زندگی یہ سمجھ کر بھی گزار لینے پر آمادہ ہے کہ میں ایک ایسی ریاست میں رہ رہا ہوں جس کا والی بدچلن ہے۔

یہ چیزیں بتاتی ہیں کہ ایک مخصوص ماحول میں رہتے ہوئے سماجی و معاشی رشتے انسانی ذہن کی ساخت ایسی بنا دیتے ہیں کہ وہ ان علائق کے ٹوٹنے کے خوف سے غیر شعوری طور پر اپنے آپ کو ایسے "دلائل" سے مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے، جن کی حیثیت تار عنکبوت ایسی بھی نہیں ہوتی۔ مرزا محمود سے توبہ کا مطالبہ یا بدکاری کے جواز پر کسی سند کا مانگنا اسی قبیل کی چیزیں ہیں۔ قبائلی سماج کے معروف طریقوں کے مطابق مرزا محمود نے ان کے خلاف اپنے تنخواہ دار ملاؤں سے پروپیگنڈا شروع کروا دیا۔ انہیں قتل کرنے کی دھمکیاں دیں اور مریدوں کی توجہ اپنی زناکاری سے ہٹانے کے لئے اس امر کی تشہیر کی گئی کہ شیخ صاحب موصوف اپنی صاحبزادی کا رشتہ اسے دینا چاہتے تھے۔ مگر جب اس میں ناکامی ہوئی تو الزامات لگانے شروع کر دیئے۔ شیخ صاحب کو جب اصلاح کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انہیں سمجھ آ گئی کہ معیشت، ماحول اور لایعنی عقائد کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مجبور مریدوں سے سچ بولنے اور صداقت کی حمایت کرنے کی توقع کرنا حماقت ہے۔ اس پر انہوں نے چوبیس گھنٹے کا نوٹس دے کر خلیفہ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اب آپ وہ خطوط ملاحظہ فرمائیں۔

(نوٹ: یہ خطوط احتساب قادیانیت جلد ۵۸ میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس لئے یہاں سے حذف کر دیئے ہیں۔ مرتب!)

فیصلہ عدالت عالیہ ہائیکورٹ لاہور

(نوٹ: یہ فیصلہ بھی دوسری جگہ احتساب میں آ گیا ہے۔ اس لئے یہاں سے حذف کر دیا ہے۔ مرتب!)

شیخ مصری صاحب اور میر محمد اسماعیل

مصری صاحب نے مؤلف کو بتایا کہ جب انہوں نے اپنے صاحبزادے کے انکشاف پر مرزا محمود کے بارے میں تحقیقات شروع کی تو اس قدر الم انگیز واقعات سامنے آئے کہ وہ حیران رہ گئے۔ اسی اثناء میں انہوں نے مرزا محمود کے ماموں ڈاکٹر میر محمد اسماعیل سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو وہ کہنے لگے: "حضور سلسلے کا اتنا کام کرتے ہیں، اگر تھوڑی بہت یہ تفریح بھی کر لیتے ہیں تو کیا حرج ہے۔"

شیخ صاحب اور قاضی اکمل

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ: "جب میں نے خلیفہ صاحب" کی اہلیہ مریم کی موت کی تفصیلات کے بارہ میں "پیغام صلح" میں لکھنا شروع کیا اور یہ بتایا کہ اسکے رحم سے اس قدر پیپ خارج ہوتی تھی کہ مرنے کے بعد بھی بند نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے چار مرتبہ کفن تبدیل کیا گیا تو اس مضمون کی اشاعت کے بعد قاضی اکمل نے مجھے خط لکھا اور میری تصحیح کرتے ہوئے بیان کیا کہ چار نہیں، پانچ کفن تبدیل کئے گئے تھے۔

خط و کتابت مابین عبدالرحمان اور مرزا عبدالحق

(نوٹ: یہ تمام خط و کتابت مستقل پمفلٹ کے طور پر اسی جلد میں دوسری جگہ موجود ہے۔ اس لئے یہاں سے حذف کر دیا۔ مرتب!)

مقبول اختر صاحبہ کا خط مولانا مظہر علی اظہر کے نام

مقبول اختر صاحبہ حکیم قطب الدین صاحب آف بدوملہی کی عزیزہ ہیں۔ قادیان میں انہیں مرزا محمود کے گھر میں رہنا پڑا۔ وہاں جو کچھ انہیں نظر آیا، وہ انہوں نے مولانا مظہر علی اظہر مرحوم کو لکھ دیا۔ اصل خط میں بعض الفاظ غلط طور پر لکھے گئے ہیں۔ ہم تصحیح کئے بغیر انہیں بعینہٖ نقل کر رہے ہیں۔

(نوٹ: یہ خط احتساب میں دوسری جگہ موجود ہے۔ اس لئے یہاں سے حذف کر دیا ہے۔ مرتب!)

فسخ بیعت بنام خلیفہ قادیان

(نوٹ: یہ مستقل پمفلٹ احتساب کا جزو ہے۔ یہاں سے حذف کر دیا ہے۔ مرتب!)

ڈاکٹر نذیر احمد ریاض کا خط اپنے ایک دوست کے نام

آپ کو یاد ہوگا کہ جب تک ہم ربوہ میں رہے، ہماری آپس میں کچھ ایسی قلبی مجالست رہی کہ باہم مل کر طبیعت بے حد خوش ہوتی تھی۔ کبھی شعر و شاعری کے سلسلہ میں، تو کبھی مخلص کے مصنوعی تقدس پر نکتہ چینی کرنے میں بڑا لطف آتا تھا۔ دراصل خلیفہ کا اصول ہے کہ۔

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں انہیں پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں انہیں

اور خود خوب رنگ رلیاں مناؤ، عیش و عشرت میں زندگی بسر کرو۔ ہم نے تو بھائی خلوص دل سے وقف کیا تھا۔ خدا ہمیں ضرور اس کا اجر دے گا۔ انہیں یہ خلوص پسند نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر حکم و عدل ہے۔ خود فیصلہ کر دے گا کہ ٹھکرائے ہوئے ہیرے کتنے عزیز تھے۔

شروع شروع میں میرے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ ہر وقت دل مختلف افکار کی آماجگاہ بنا رہتا تھا۔ ماں باپ کی یاد، عزیزوں کی جدائی کا احساس، دوستوں کے بچھڑنے کا غم اور حاسدوں کے تیروں کی چبھن بھی کچھ تھا۔ لیکن۔

ہر داغ تھا اس دل میں بجز داغ ندامت

سب سے بڑا معلم انسان کی فطرت صحیحہ ہے۔ جس کی روشنی میں انسان اپنے قدموں کو استوار رکھتا ہے اور ہر افتاد پر ڈگمگانے سے بچاتا ہے۔ اگر یہ کلی طور پر مسخ ہوجائے تو پھر کسی بے راہ روی کا احساس دل میں نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آمین!

آپ کا ریاض!

جناب غلام حسین صاحب احمدی فرماتے ہیں۔ میں نے اپنی شہادت کے علاوہ حبیب احمد کا بھی ذکر کیا تھا۔ وہ مجھے قادیان میں مل گئے۔ میں نے ان سے قسم دے کر دریافت کیا تو انہوں نے قسم کھا کر مجھے بتلایا کہ حضرت صاحب (مرزا محمود احمد) نے دو مرتبہ ان سے لواطت کی ہے۔ ایک دفعہ قصر خلافت میں، دوسری دفعہ ڈلہوزی میں، میں نے اس سے تحریری شہادت مانگی تو پوری تفصیل کے ساتھ نہیں لکھی۔ بلکہ نامکمل لکھ کر دی۔

حبیب احمد صاحب اعجاز اس کی پوری پوری تصدیق فرما رہے ہیں، جو درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

بخدمت شریف جناب بھائی غلام حسین صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد

التماس ہے کہ میں نے آپ کو جو بات بتائی تھی، میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ وہ بات بالکل صحیح ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا کی لعنت ہو مجھ پر...... خاکسار: حبیب احمد اعجاز

باب نمبر:۶

مرزا بشیر احمد ابن مرزا غلام احمد کے کردار کی ایک جھلک
فصیح الدین کا بیان منجھلے میاں بشیر احمد کے متعلق

فصیح الدین مدرسہ احمدیہ کا ایک حسین لڑکا تھا۔ درمیانہ قد، گندمی رنگ، نقش تیکھے، ابھرے ہوئے پٹس اور اعلیٰ گلوکار تھا۔ جب قادیان میں آل انڈیا کبڈی ٹورنامنٹ ہوا تھا تو اس لڑکے نے نظم "قادیان" پڑھی۔ تو اپنی خوش الحانی کی وجہ سے بہت مشہور ہوا۔ ویسے تو اپنے حسن اور ابھرے ہوئے پٹس کی وجہ سے تو پہلے ہی کافی جانا پہچانا تھا تو اس کی شہرت مرزا بشیر احمد کے پاس بھی پہنچی تو اس کو اپنی خلوت گاہ میں بلایا۔ ابھرے ہوئے پٹس اور موٹے ران دیکھ کر دیوانہ ہو گیا اور اپنی لذت شہوت کے لئے پسند کر لیا۔ بقول فصیح الدین پھر............ "حوض" کر دی۔ (فصیح الدین بہت منہ پھٹ تھا)

فصیح الدین نے کہا ایک دن مرزا بشیر احمد نے کہا اور بھی آپ کی طرح کا کوئی لڑکا ہے۔ میں نے جواب دیا بالکل مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت اور موٹی رانوں والا ہے۔ مرزا بشیر احمد نے کہا تو اس کو آج میرے پاس فلاں دروازے سے بھیجو۔ فصیح کہتا ہے میں بورڈنگ میں آیا۔ مشتاق احمد شیخوپوری سے کہا۔ "حضرت میاں بشیر احمد آپ کو یاد کر رہے ہیں۔" مشتاق تو پھولے نہ سمایا۔ زہے قسمت! حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور میں۔ الغرض مشتاق بتائے ہوئے دروازے سے مرزا بشیر احمد کے خلوت خانہ میں داخل ہوا تو ساتھ ہی اس کی عقیدت کا شیشہ چکنا چور ہو گیا۔ اس کے ساتھ جو بیتی وہ مشتاق ہی جانتا ہے۔

فصیح کہتا ہے میں اب مشتاق کا انتظار کرنے لگا۔ وہ آئے تو اس کا حال پوچھوں۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد منہ لٹکائے پریشانی کے عالم میں بورڈنگ میں آ گیا۔ میں نے دیکھتے ہی پوچھا سناؤ مشتاق "حضرت میاں بشیر احمد صاحب" نے کس غرض اور مقصد کے لئے بلایا تھا۔ مشتاق نے جواب دیا۔ "بکواس مت کرو۔" میں نے گالی دے کر کہا۔ مرزا بشیر احمد نے تو میری "حوض" کر دی ہوئی ہے۔ تم صرف ایک بار تنگ پڑ گئے ہو۔

فصیح الدین نے اس واقعے کے بیان کرنے کے دوران کہا: مرزا بشیر احمد کا حسین بیٹا مرزا حمید بھی مجھ سے لوطی ذوق کی تسکین کیا کرتا تھا۔ ایک دن جب اپنا ذوق شہوت پورا کر چکا تو میں نے کہا آپ کے والد مرزا بشیر احمد بھی مجھے اسی ذوق کی تسکین کے لئے بلایا کرتے ہیں۔ حمید نے کہا میرا نام تو نہیں بتایا۔ فصیح کہنے لگا میں نے سرسری طور پر آپ کو بتایا ہے۔ آپ کے نام کا کبھی ذکر نہیں کیا۔

یہ واقعہ فصیح الدین نے مجھ سے خود بیان کیا اور یہ بھی بیان کیا تشکیل پاکستان کے بعد جب کہ میری عمر تباہ اور مستقبل تاریک ہو چکا تھا۔ شکایت کے طور پر میں نے مرزا محمود احمد کو اپنے دکھ کی کہانی لکھی اور ساتھ یہ بھی لکھا میں اب دیکھتا ہوں کہ آپ کیا انصاف کرتے ہیں۔ اس شکایت میں عبدالسلام اختر ایم۔ اے کا بھی ذکر کیا تھا۔ انصاف کیا دینا تھا جب ۱۹۵۶ء میں حقیقت پسند پارٹی والوں نے اخبارات میں مرزا محمود احمد پر الزامات کی بھرمار کر دی تو امور عامہ کا ایک کارکن میرے پاس آیا اور کہا۔ مجھے مرزا بشیر احمد کے اعلیٰ کردار کا مالک ہونے کے بارے میں چند سطور لکھ دو۔ میں نے کہا۔ بھئی میری چند سطور لکھنے سے بھلا مرزا بشیر احمد کا اخلاقی رتبہ کیا بڑھے گا۔ میں تو ایک چھوٹا سا آدمی ہوں۔ کسی عالم فاضل واقف کار سے لکھوایئے۔ کہنے لگا نہیں آپ ہی لکھ کر دیں۔

فصیح الدین کہنے لگا۔ بھلا ان کارکنوں اور بھیجنے والوں سے کوئی یہ پوچھے کہ جو مجھ سے لکھوا رہے ہو۔ یہ بات خود مرزا بشیر احمد کے حقیقی روپ کو ظاہر کر رہی ہے۔

لگتے ہاتھ مغل شہزادہ حمید احمد کا ایک مزید واقعہ سن لیجئے۔ وہ لوطی فعل کے لحاظ سے قادیان میں مشہور تھا اور سکول کالج اور ہوسٹل کے ارد گرد منڈلاتا رہتا تھا۔ منظور احمد میاں چنوں کا ایک حسین لڑکا تھا۔ قادیان میں پڑھتا تھا۔ جو "بلیک بیوٹی" کے نام سے مشہور تھا۔ گو رنگ ذرا سنولا تھا۔ لیکن نقش تیکھے، آنکھیں موٹی، ران ابھرے ہوئے تھے۔ لوطی ذوق والے شخص کو اپنی زلف محبت کا اسیر بنا لیتا تھا۔ مرزا حمید احمد کی بھی اس پر نظر پڑی تو فریفتہ ہو گیا۔ منظور احمد نے ایک دوست سے بیان کیا کہ میرے پیچھے گرمیوں کی رخصتوں میں میاں چنوں تک آیا۔

ضمنی طور پر مرزا حمید کا ذکر صرف اس وجہ سے کیا ہے تا کہ ایک قاری قادیان کی فضا سے واقف ہو سکے اور احمدی حقیقت حال سے واقف ہو سکیں اور ان کی آنکھوں سے اندھی عقیدت کی پٹی اتر جائے۔ کسی کی بدنامی مقصود نہیں۔ صرف مقصد اظہار حقیقت ہے۔

اہلیہ جناب عبدالرب خاں اور مرزا بشیر احمد

عبدالرب خاں حال فیصل آباد، بیان کرتے ہیں کہ: ''ہم مرزا بشیر احمد المعروف ''قمرالانبیاءؑ'' کے گھر میں رہ رہے تھے کہ ایک رات کو آندھی سی آ گئی۔ سب افراد خانہ کمروں میں جانے لگے۔ میری اہلیہ مرحومہ برآمدے سے گزر رہی تھیں کہ میاں بشیر سامنے سے آ گئے اور انہوں نے میری اہلیہ کو چھاتیوں سے پکڑنا چاہا۔ وہ بڑی غیرت مند خاتون تھیں۔ انہوں نے ایک زناٹے دار تھپڑ میاں بشیر کے چہرے پر رسید کیا۔ جس سے وہ دہرے ہو گئے۔ صبح کے وقت انہوں نے مجھے ناشتے پر بلایا۔ میں نے انہیں اس بدمعاشی پر ڈانٹا تو وہ کہنے لگے، رات آندھی تھی، کچھ مجھے نزلہ کی شکایت بھی تھی۔ اس لئے میں نے سمجھا کہ شاید میری بیوی ہیں۔ ابھی انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ میری اہلیہ اوپر سے آ گئیں اور انہوں نے ایک دوہتڑ میری پشت پر رسید کیا اور کہا: چلو اٹھو، تم اس بدمعاش کے پاس بیٹھے ہوئے ہو۔''

مرزا بشیر احمد کا خوبرو غیور سے معاشقہ

حکیم عبدالوہاب عمر کا بیان ہے کہ مرزا بشیر احمد المعروف ''قمرالانبیاء'' ایک پٹھان لڑکے غیور میں بڑی دلچسپی لیا کرتے تھے اور ٹی آئی ہائی سکول قادیان میں انہوں نے پارٹیشن کروا کے غیور کے لئے ایک علیحدہ کمرے کا اہتمام بھی کر دیا تھا۔ غیور، پیازی رنگ کا بہت ہی حسین وجمیل لڑکا تھا۔ میاں کو اسے دیکھے بغیر چین نہ آتا تھا۔ ایک دفعہ وہ میٹرک کا امتحان دینے کے لئے بٹالہ گیا اور پھر امتحان ختم ہونے کے بعد قادیان واپس پہنچا۔ آدھی رات کا عمل تھا اور بارش ہو رہی تھی۔ میاں کو پتہ لگا تو انہیں آتش شوق نے بے قرار کر دیا اور وہ بارش میں بھیگتے ہوئے غیور کے کمرے کی کھڑکی کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور کافی دیر اس سے گفتگو کرتے رہے۔ میاں بشیر کا ارادہ تھا کہ غیور کی شادی، صاحبزادی ناصرہ بیگم سے کروا دیں۔ مگر خلیفہ راضی نہ ہوئے۔ اس پر میاں بشیر احمد نے خان بہادر دلاور خان سے غیور کے لئے سلسلہ جنبانی کی۔ خان مذکور نے اپنی سوانح میں لکھا ہے کہ میں نے اس لڑکے کے بارہ میں تحقیقات کی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ منشیات کا عادی ہے۔ اس پر میں حیران ہوا کہ میاں بشیر نے ایسے لڑکے کے بارہ میں سفارش کیوں کی۔ غیور معروف و مجہول ہر رنگ میں طبع آزما رہا۔ منشیات کا عادی ہو گیا اور پھر انہی وجوہ کی بناء پر راہی ملک عدم ہوا۔

باب نمبر: ۷

مرزا شریف احمد ابن مرزا غلام احمد کے کردار کی ایک جھلک

عبدالکریم کی شہادت

۱...... عبدالکریم ٹمپل روڈ لاہور کے والد محترم مرزا شریف احمد کے گھر میں خانساماں کے طور پر کام کرتے تھے۔ اس وجہ سے ان کا بچپن مرزا شریف احمد کے گھر میں گزرا۔ انہوں نے متعدد افراد کے سامنے اور خود مؤلف کے سامنے متعدد مرتبہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ شام کے دھندلکے میں مختلف کمروں میں شمعیں روشن کر رہے تھے کہ انہیں ایک کمرے سے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ کمرے کے اندر گئے تو وہاں مرزا شریف احمد استانی میمونہ کی صاحبزادی صادقہ کے ساتھ مصروف پیکار تھا۔ دروازہ کھلا تو صادقہ کی جان میں جان آئی اور میاں شریف بھی آہستہ سے کھسک گیا اور صادقہ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

۲...... یہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ فوج سے یک گونہ تعلق رکھنے کی وجہ سے میاں شریف کو گاہے ماہے انبالے جانے کا موقع ملتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ ایک خوبصورت بے ریش، امرد ہندو لڑکے جگدیش کو بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ لے آئے اور پھر ایک عرصہ تک اس کے ساتھ سدومیت کے واقعات لوگوں کی زبان پر آتے رہے۔

۳...... ایک دفعہ موصوف نے بیان کیا کہ ایک دن مرزا شریف احمد کی بیٹی امتہ الودود سے اس کی سہیلی صادقہ ملنے آ گئی۔ مرزا شریف احمد اس لڑکی کو دیکھ کر ایک قد آور شیشہ کے سامنے بالکل عریاں کھڑے ہو گئے اور نا شائستہ حرکتیں شروع کر دیں۔ جب امتہ الودود نے اس نازیبا حرکت کو دیکھا تو مارے صدمہ اس کے دماغ کی رگ پھٹ گئی[۱]۔ کوئی قاری اس پر کئی سوال اٹھا سکتا ہے۔ کیا عبدالکریم نے خود مرزا شریف احمد کو عریاں کھڑے دیکھا تھا یا عبدالکریم کے خاندان کے کسی فرد نے یہ حرکت دیکھی۔ جب عبدالکریم نے مجھ سے یہ بات بیان کی تو میں نے اس سے مزید سوالات نہیں کئے تھے۔ اس کو یہ خبر کیسے اور کہاں سے ملی۔ جو لوگ مرزا شریف احمد کے کردار کو

۱؎ قادیان میں یہی مشہور تھا کہ امتہ الودود کے دماغ کی رگ کسی صدمہ سے پھٹی ہے۔ اس عقدہ کو عبدالکریم نے پاکستان میں آ کر کھولا۔ حامی صاحب نے امتہ الودود کی موت کو کالج کے تالاب میں ڈوبنے سے تعبیر کیا ہے۔ میں نے وہاں بھی شک کا اظہار کیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ حامی صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ تالاب میں غلام رسول پٹھان کی بیٹی ہی ڈوبی گئی تھی۔

جانتے ہیں۔ ان سے اس قسم کی حرکت بعید نہیں۔ نشہ کرتے تھے۔ نشہ کا ٹیکا لگواتے تھے۔ حقیقت میں مرزا شریف احمد کا کردار اپنے بھائی مرزا محمود احمد سے بھی زیادہ غلیظ ناپاک اور ناقابل یقین تھا۔ اکثر قادیان میں یہ ہوا ہے کہ کوئی لڑکی مرزا شریف احمد کو دیکھ کر پردہ کر لیتی تو جب پاس سے گزرتی تو اس کو پکڑ کر منہ سے پردہ الگ کر دیتے اور کہتے مجھ سے کیا شرم محسوس کرتی ہو۔ اگر پسند آجاتی تو اپنے گھر لے جاتے۔

میں نے ریکارڈ کے طور پر اس بیان کو لکھ دیا ہے۔ ممکن ہے اس کی تصحیح کسی دوسرے ذریعہ سے بھی ہو جائے۔ عبدالکریم جماعت احمدیہ ربوہ سے الگ ہو گئے تھے۔ الگ ہونے کی وجہ حلفاً یہ بیان کی کہ ایک دفعہ موصوف نے رویاء میں مرزا محمود احمد کو ایک گندی نالی سے کتے کی طرح چپ چپ کرتے پانی پیتے دیکھا ہے۔ موصوف نے بیان کیا کہ وہ مرزا محمود احمد اور دیگر افراد خاندان کی بدکرداری سے قادیان سے واقف تھا۔

باب نمبر:۸

مرزا ناصر احمد ابن مرزا محمود احمد سربراہ ثالث جماعت احمدیہ ربوہ مرزا ناصر احمد "خلیفہ الثالث" کے متعلق چند حقائق

چوہدری عبدالحمید صاحب عتو والی ضلع نارووال اور متعلم چوہدری محمد اشرف متعلم ٹی آئی کالج کے بیانات:

چوہدری عبدالحمید صاحب عتو والی ضلع نارووال ٹی آئی کالج قادیان کے متعلم تھے۔ تقسیم ہند کے بعد ایک دفعہ میری ان سے اتفاقاً لاہور میں ملاقات ہوگئی۔ میں نے ان سے مرزا ناصر احمد کے کردار سے متعلق پوچھا (اس وقت مجھے مرزا محمود احمد کی بدچلنیوں کا علم ہو چکا تھا) موصوف نے کہا۔ "بلیک بیوٹی" کو جانتے ہو میں نے کہا بخوبی تعلیم الاسلام کالج میں پڑھتا تھا۔ عبدالحمید صاحب نے کہا مرزا ناصر احمد اس میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ اپنے دفتر میں بھی بلا لیا کرتے تھے۔ جب کہ ان کے دفتر میں کسی پروفیسر کو بھی جانے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔ ایک دن چند لڑکوں نے بلیک بیوٹی سے پوچھا۔ یار! میاں صاحب آپ کے ساتھ بڑا پیار کرتے ہیں۔ دفتر میں بھی بلا لیتے ہیں۔ آپ کو بہت لفٹ دیتے ہیں۔ خیر ہے۔ بلیک بیوٹی بڑی سادگی سے کہنے لگا۔ یار کچھ بھی نہیں۔ صرف بوس و کنار کر لیتے ہیں۔ کبھی کبھی آغوش میں بٹھا کر پیار کر لیتے ہیں۔

قارئین کی دلچسپی کے لئے بلیک بیوٹی سے متعلق مزید چند سطور لکھتا ہوں۔ بلیک بیوٹی اپنے حسن وزیبائش میں قادیان کی ایک جانی پہچانی شخصیت تھی اور اسی نام سے مشہور تھا۔ قادیان میں بعض شخصیات اپنے وضعی ناموں سے مشہور تھیں۔ کئی لوگ ان کے ذاتی ناموں سے بھی ناواقف ہوتے تھے۔ مثلاً مولوی جٹ (مولوی عبدالرحمٰن ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ) مولوی خشکی (مولوی ظہور الحسن) ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں سینیٹر بھی رہا تھا۔ ڈاہڈا (عبدالحمید) سید صاحب (محافظ مرزا محمود احمد) لاہوری (رفیق احمد) وغیرہ۔

حقیقت یہ ہے کہ میں اس متعلم کے نام سے ناواقف ہوں۔ اس لڑکے کو اللہ تعالیٰ نے حسن کی نعمت سے نوازا تھا۔ گورا رنگ ذرا گندمی تھا۔ کسی حد تک سیاہی مائل تھا۔ لیکن اعضاء کی موزونیت اور اعتدال کی وجہ سے حسن کا ایک شاہزادہ تھا۔ انگ انگ سے رعنائی چھلکتی تھی۔ عجیب موٹی نیم وا آنکھیں تھیں۔ (جن میں مستی چھائی رہتی تھی) خوبصورت کپڑے زیب تن کرتا تھا۔ بلا کا نخرہ تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اپنے حسن پر نازاں ہے۔ جب ہاسٹل (واقعہ محلہ دارالعلوم) سے نماز جمعہ پڑھنے کے لئے اقصیٰ آتا تو اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے لڑکیاں اپنے گھر کے دروازے کی اوٹ میں کھڑی رہتی تھیں۔ گویا وہ جیتا جاگتا قادیان میں ایک فتنہ حسن تھا۔

محمد اشرف صاحب کا اپنے قلبی دکھ کا اظہار

محمد اشرف گورداسپور کے کسی گاؤں کا رہنے والا تھا۔ ٹی آئی کالج کا طالب علم تھا۔ جسیم اور خوبصورت تھا۔ کبڈی کا کھلاڑی بھی تھا۔ مرزا ناصر احمد کا بہت ہی چہیتا تھا۔ اس کو بھی ایک لڑکے مجید سے پیار ہو گیا۔ مدتوں ہاسٹل میں اکٹھے ہی سوئے رہتے تھے۔ ہاسٹل سپرنٹنڈنٹ اس وجہ سے نالاں تھا۔ اس بناء پر سپرنٹنڈنٹ سے اکثر جھگڑا رہتا تھا۔ اشرف تھا میاں صاحب کا چہیتا۔ جب بات انتظامی لحاظ سے سنگین ہوئی تو مرزا ناصر احمد اشرف کو اپنے گھر میں لے گیا۔ کوٹھی کا ایک کمرہ سجا کر دے دیا۔ ساتھ ہی اچھے دسترخوان کا بندوبست ہو گیا۔ دراصل گھر میں لے جانے کی وجہ اپنی بیوی کی "خدمت" کروانا تھی۔ مرزا ناصر احمد کی بیوی نواب مبارکہ کی بیٹی تھی۔ ماں کی طرح وہ اس شہوت کا جوالہ تھی۔ اس کی آتش شہوت کو بجھانا مرزا ناصر احمد کے بس کا روگ نہیں تھا۔ مرزا ناصر موٹے جسم بدھے اعضاء کا مالک تھا۔ بقول مولوی حکیم عبدالوہاب قوت رجولیت کے لحاظ سے کمزور تھا۔ اشرف چند ہی مہینوں میں چوسا ہوا آم ہو گیا۔ تمام موصوف کو جاننے والے حیران ہو گئے کہ اس جسیم نوجوان کو کیا ہو گیا ہے۔ ممکن ہے رازداں جانتے ہوں۔

بہر حال مجھے قادیان میں اس کی گرتی ہوئی صحت کا راز معلوم نہیں تھا۔ جب تقسیم ہند کے بعد مرزا محمود احمد کی بد چلنیوں کا علم ہوا تو اس وقت اس کے خاندان کے افراد کی بھی بدکاریوں کی کہانیاں سنیں تو پھر اشرف کی صحت کے گرنے کا راز معلوم ہوا۔

دوم اشرف کی زبانی بھی یہ الفاظ سنے۔ "بڑے مرزا صاحب کی عزت کی وجہ سے تو میری زبان گنگ ہے۔" یہ دکھیا کلمہ سنکر تفصیل تو نہ پوچھی کہ وہ کون سے حقائق ہیں جو بڑے مرزا قادیانی کی عزت کی خاطر اپنی زبان پر نہیں لاتے تھے۔ بہر حال اشرف کا ماضی میری آنکھوں کے سامنے آ گیا کہ وہ یہ کلمہ کہہ کر بیان کر رہا ہے۔ محمد اشرف صاحب ائیر فورس میں کسی اچھے عہدے پر فائز ہو گئے تھے۔ اب معلوم نہیں وہ کہاں ہیں۔ غالباً احمدیت سے تائب ہو چکے ہیں اس کا ربوہ میں آنا جانا کبھی نہیں دیکھا۔ اگر کسی کو اس کا علم ہو تو وہ مجھے علم و عرفان اردو بازار لاہور کے پتہ پر مطلع کرے۔

باب نمبر:۹

مرزا محمود کے قتل

امتہ الحیٔ کی وفات کا قصہ

امتہ الحیٔ صاحبہ کا پہلے ذکر آ چکا ہے تو کرنا خلیفہ کی بدکاریوں کو اجاگر کرنے کے لئے دیوان سنگھ مفتون کو ایک خط لکھا۔ اس خط کا ذکر قادیان میں بھی سننے میں آیا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد میں نے محمد شفیع صاحب ایک احراری سے بھی سنا تھا۔ محمد شفیع نے بیان کی کہ ایک دفعہ امرتسر میں دیوان سنگھ مفتون کے گرفتاری کے وارنٹ نکلے تو میرے گھر آئے تو کچھ قیمتی کاغذات دیئے۔ ایک ڈبیہ بھی تھی۔ مفتون صاحب نے کہا شفیع! اس ڈبیہ کا خاص خیال رکھنا اس میں مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کی بیوی امتہ الحیٔ کا ایک خط ہے۔ شفیع صاحب کہنے لگے۔ مفتون صاحب اپنی رہائی کے بعد اپنی امانت لے گئے۔ شفیع صاحب نے مفتون صاحب سے پوچھا اس خط کا متن کیا ہے۔ کہا مرزا محمود کی بدکاریاں۔

غرض مرزا محمود احمد کو اس خط کا علم ہو گیا تو امتہ الحیٔ کو زہر دے کر مروا دیا گیا۔ امتہ الحیٔ کی والدہ اور اس کے بھائی مولوی حکیم عبدالوہاب، مولوی عبدالاسلام، مولوی عبدالمنان اور دیگر افراد خانہ یہی کہتے ہیں کہ مرزا محمود نے امتہ الحیٔ کو زہر دے کر مروایا تھا۔

میر محمد اسحٰق کی وفات کا قصہ

میر محمد اسحٰق، میر ناصرؔ[1] کے لڑکے تھے اور مرزا محمود احمد کے ماموں، میر صاحب ایک اعلیٰ درجے کا مقرر اور مناظر تھے۔ حدیث کا درس اقصیٰ میں دیا کرتے تھے۔ مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر تھے اور مہمان خانے کے بھی انچارج تھے۔ اعلیٰ مقرر ہونے کی وجہ سے مرزا محمود احمد موصوف کو تقریر کرنے کے لئے سٹیج پر نہیں آنے دیتے تھے۔ مہمان خانہ میں درس قرآن بھی دیا کرتے تھے۔ میر صاحب کی مقبولیت بڑھ جانے کی وجہ سے درس قرآن بھی بند کر دادیا۔

مرزا محمود احمد نے ایک جمعہ کے خطبہ میں مصلح موعود (خدا کا مامور ہونے کا دعویٰ ہے) ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ بقول مولوی عبدالمنان عمر چند مخصوص دوست میر محمد اسحٰق کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو کہنے لگے۔ لو اب اس بدکار نے بھی مصلح موعود (مامور) ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔ نامعلوم یہ خبر مرزا محمود احمد تک کیسے پہنچ گئی۔ سازش سے شاہ ولی اللہ کی زیر صدارت کسی معاملہ پر مشورہ کرنے کے لئے ایک اجلاس بلایا۔ اجلاس کے اختتام پر حاضرین اجلاس کو چائے دی گئی۔ میر صاحب کی چائے میں سم قاتل ملا دیا گیا۔ دفتر سے نکل کر چوک میں آئے ہی تھے گر کر جان دے دی۔ منہ سے خون جاری تھا۔ ان کے بھائی میر ڈاکٹر محمد اسماعیل کو وفات کا علم ہوا تو موقع پر آئے تو ان کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ "میرے بھائی کو زہر دیا گیا ہے۔"

سارہ اور ام وسیم پاگل ہو گئیں

کون سی عورت ہے جو یہ پسند کرے کہ اس کا خاوند دوسری عورتوں کے پاس جائے۔ اس سے بڑھ کر اس کا خاوند دوسروں سے ہم بستری پر بھی مجبور کرے۔ سارہ اور ام وسیم بھی ان بدنصیب عورتوں میں سے تھیں۔ جو مرزا محمود احمد کے عقد نکاح میں آئیں۔ پھر ان کی دوسروں کے ہاتھوں عصمت تار تار ہوئی۔ کر ہا مسلسل گناہ کی زندگی گزارنے کی وجہ سے بقول ڈاکٹر محمد احمد حامی پاگل ہو گئی تھیں۔

---

[1] میر ناصر نواب دہلی کے رہنے والے تھے۔ ملازمت کے سلسلہ میں قادیان کے قریب ایک نہر پر کام کرنے والے مزدوروں پر ہیڈ سپر دائزر تھے۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد قادیان میں سبزی کی دکان کھول لی تھی۔ جب مرزا غلام احمد قادیانی کی پہلی بیوی سے جدائی ہو گئی۔ خاندان میں سے کوئی شخص بھی مرزا قادیانی کی بیکاری کی وجہ سے لڑکی دینے پر رضامند نہ ہوا تو کسی نے میر ناصر نواب کی لڑکی سے مرزا قادیانی کی شادی کروادی۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ میر محمد اسحٰق اور میر محمد اسماعیل۔

ڈاکٹر محمد احمد حامی کا بیان (روزی کا قتل)

ابوالہاشم کی لڑکی محمد یوسف ٹھیکیدار کے نکاح میں تھی۔ جب ان کی دو بہنوں روزی اور ڈیزی پر مرزا محمود احمد نے مجرمانہ حملہ کیا تو محمد یوسف کی بیوی روزی اور ڈیزی نے سخت احتجاج کیا۔ بعض مواقع پر برملا اس کا اظہار کیا تو مرزا محمود احمد نے محمد یوسف ٹھیکیدار کو بلایا اور کہا۔ اپنی بیوی کو آج ہی ختم کردو۔ میں تمہاری ایک حسین و جمیل لڑکی کے ساتھ شادی کروادوں گا۔ چنانچہ ٹھیکیدار نے اپنی بیوی کو گولی کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا۔ مقدمہ یہ بنایا کہ میرے بیٹے ظفر (حال امریکہ) سے گولی چل گئی ہے۔ لہٰذا مقدمہ رفع دفع ہو گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد خان فرزند علی کی لڑکی سے اس کی شادی کر دی گئی۔ ظفر آج کل امریکہ میں کسی جگہ مقیم ہے۔ احمدی اس سے تصدیق کرواسکتے ہیں۔ یا ظفر اس کی خود شہادت کی تصدیق یا تکذیب کر سکتا ہے۔

حضرت مولانا فخر الدین ملتانی کا قتل

جناب عبدالرحمان مصری کے ساتھ مولانا فخر الدین ملتانی نے بھی جماعت سے خروج کیا۔ بدکرداری کے الزامات لگائے۔ فخر الدین ملتانی کے گھر ہی مرزا محمود احمد کے خلاف پمفلٹ اور لٹریچر شائع ہوتا تھا۔ مرزا محمود احمد کو اطلاع ملی کہ "فحش مرکز" کے نام کا ایک اشتہار شائع ہو رہا ہے تو اپنے خطبہ میں جماعت کا اشتعال دلایا۔ چنانچہ ایک عزیز احمد نامی شخص نے جوش میں آ کر فخر الدین ملتانی پر قاتلانہ حملہ کیا۔ ۱۳ راگست ۱۹۳۷ء کو اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ جس کا اقرار جج صاحب نے بھی کیا کہ فخر الدین ملتانی کی موت اشتعال انگیز خطبہ کی وجہ سے ہوئی ہے۔

باب نمبر: ۱۰

مرزا محمود کا عبرتناک انجام

مرزا محمود احمد کی بیماری کے آخری دس سالوں کی کہانی بزبان سید شہود احمد

سید شہود احمد (شودی) سید خاندان کا چشم و چراغ ہے۔ یہ خاندان رشتے داریوں کی وجہ سے مرزا محمود احمد کے خاندان کا حصہ ہی سمجھا جاتا ہے۔ ام طاہر اسی خاندان کی مظلوم عورت تھی۔ جس کا بیٹا طاہر احمد جماعت احمدیہ ربوہ کے چوتھا سربراہ بنا۔ ضمنی طور پر یہ بیان کرتا چلوں۔ سید خاندان کے اکثر افراد مرزا محمود کی بدکاریوں کی وجہ سے پاکستان سے باہر جا کر جماعت سے الگ ہو چکے ہیں۔ بلکہ وہ مرزا محمود احمد کی بدکاری کی اشاعت کے مبلغ ہیں۔ گورشتے کی وجہ سے

لکھنے سے ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ایک وقت آئے گا انہی کی قلموں سے اس قسم کی کتابیں منصۂ شہود پر آئیں گی۔

سید شہود احمد مرزا محمود احمد کی بیماری کے آخری دس سالوں کا نقشہ کھینچتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تو میں نے مرزا محمود احمد کی زندگی کے آخری سالوں میں دیکھ لیا تھا۔مرزا محمود ذہنی طور پر بالکل ماؤف ہو چکا تھا۔جسم سکڑ گیا تھا۔زبان گنگ تھی۔جسم زخموں سے بھرا ہوا تھا۔زخموں سے بدبو آتی تھی۔کوئی آدمی پاس کھڑا نہ ہو سکتا تھا۔کبھی کبھی اپنا گند منہ پر بھی مل لیتا تھا۔اس وجہ سے اس کے ہاتھ باندھ دیئے جاتے۔ ہر وقت سر دائیں بائیں ہلاتا رہتا۔خاندان کے تمام افراد کو اتنی نفرت تھی اس کے کمرہ میں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔بیویاں تو بالکل ہی چھوڑ چکی تھیں۔جو ملازم خدمت کے لئے رکھا تھا وہ بھی بدبو کی وجہ سے ناک پر کپڑا رکھ لیتا۔مشکل سے خوراک کھلاتا۔کمرے اور بستر ے کی صفائی کرتا۔ڈوئی پر کیا عذاب تھا۔وہ بیچارا سہاروں سے چل پھر تو سکتا تھا۔یہ بدبخت تو اپنے پاؤں زمین پر بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔جب لوگوں کو ملاقات کروانی ہوتی تاکہ ان کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالا جا سکے۔مرزا محمود کو بیہوشی کا ٹیکا لگا دیا جاتا۔ تمام جسم پر سفید چادر ڈال دی جاتی اور منہ پر میک اپ کر دیا جاتا۔خوشبو انڈیلی جاتی۔ہدایت ہوتی کہ روپے پھینکتے جاؤ اور چارپائی کے پاس سے گزرتے جاؤ۔

ایک دفعہ چوہدری محمد ظفر اللہ ملاقات کے لئے گئے۔ملاقات کیا کرنی تھی صرف بیماری کی کیفیت معلوم کرنا تھی۔ان کی ملاقات سے پہلے ٹیکہ لگا دیا گیا۔خوشبو لگائی گئی۔میک اپ کیا گیا۔ملاقات کے بعد چوہدری صاحب نے تقریر کی اور کہا میں نے حضور کی جو ناگفتہ بہ حالت دیکھی میں اس کو بیان نہیں کر سکتا۔یہ ہمارے بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔(گویا مرزا محمود احمد ہمارے گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں۔یہ وہی عیسائیوں کا بدعقیدہ ہے کہ یسوع مسیح ہمارے گناہوں کا بوجھ اٹھا کر صلیب پر چڑھ گئے) یہ تقریر مرزا رفیع احمد کی زیر صدارت ہو رہی تھی۔تقریر کے بعد صدارتی تقریر میں مرزا رفیع نے حاضرین کو متنبہ کیا کہ ”حضور“ کی بیماری کے متعلق چوہدری صاحب تو تبصرہ کر سکتے ہیں۔لیکن کسی دوسرے کو اجازت نہیں دی جا سکتی۔

خلیفہ محمود خود اپنی بیماری سے متعلق لکھتا ہے: ”مجھے پر فالج کا حملہ ہوا اور اب میں پاخانہ پیشاب کے لئے بھی امداد کا محتاج ہوں۔دو قدم بھی چل نہیں سکتا۔“ (الفضل مورخہ ۱۲ر اپریل ۱۹۵۵ء)

”۲۶ر فروری کو مغرب کے قریب مجھ پر بائیں طرف فالج کا حملہ ہوا اور تھوڑے سے وقت کے لئے میں ہاتھ پاؤں سے معذور ہو گیا......دماغ کا عمل معطل ہو گیا اور دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا۔“

''میں اس وقت بالکل بیمار ہوں اور ایک منٹ نہیں سوچ سکتا۔''

(الفضل مورخہ ۲۶ را پریل ۱۹۵۵ء)

ذرا مرزا محمود احمد کی بیماری کا جائزہ ڈاکٹر اسماعیل کے اس بیان کی روشنی میں لیجئے تو مرزا محمود احمد کی بدکاری کا الزام خود ثابت ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں: ''بڑا الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ خلیفہ عیاش ہے۔ اس کے متعلق میں کہتا ہوں میں ڈاکٹر ہوں اور میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جو چند دن بھی عیاشی میں پڑ جائیں وہ وہ ہو جاتے ہیں۔ جنہیں انگریزی میں (Wrech) کہتے ہیں۔ ایسے انسان کا دماغ کام کا رہتا ہے نہ عقل درست رہتی ہے۔ نہ حرکات صحیح طور پر کرتا ہے۔ غرض سب قویٰ اس کے برباد ہو جاتے ہیں اور سر سے لے کر پیر تک اس پر نظر ڈالنے سے فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ عیاشی میں پڑ کر اپنے آپ کو برباد کر چکا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں'' الزنا یخرج البناء '' کہ زنا انسان کو بنیاد سے نکال دیتا ہے۔''

(الفضل مورخہ ۱۰ر جولائی ۱۹۳۷ء)

بقول میاں عبدالمنان عمر جب خلیفہ کو مشہور ڈاکٹر جما کے پاس طبی معائنہ کے لئے لے جایا گیا تو کسی نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ خلیفہ کو کیا بیماری ہے تو ڈاکٹر نے کہا: ''یہ بیماری کسی شریف آدمی کو نہیں لگتی۔''

مرزا محمود جس کربناک موذی اور دکھ دینے والی بیماری میں مبتلا ہوا تھا وہ ان کی بدکاری اور سیہ کاری پر ایک واضح برہنہ اور قاطع دلیل ہے۔

باب نمبر: ۱۱

جماعت احمدیہ کا فکری انتشار اور مستقبل

جماعت احمدیہ کا فکری انتشار

جماعت احمدیہ شروع سے ہی فکری انتشار کی شکار ہے۔ بعض لوگ مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں اور بعض مجدد اور مصلح۔ جب مولوی نورالدین مرزا قادیانی کے حلقہ ارادت میں آئے تو ہزاروں لوگ مولوی کے علم اور عقیدت کی وجہ سے جماعت میں داخل ہو گئے۔ بعض وہ بھی لوگ تھے جو جماعت میں تو داخل نہ ہوئے لیکن جماعت کے ساتھ عقیدت ضرور رکھتے تھے۔ یہ لوگ مولوی نورالدین کو مرزا غلام احمد پر فضیلت دیتے تھے۔ جیسا کہ مرزا خدا بخش نے اپنی کتاب عسل مصفیٰ میں مولوی نورالدین کے ذکر کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ یہ کتاب مرزا قادیانی کی زندگی میں

ہی چھپ گئی تھی۔ مرزا قادیانی کے آخری سالوں میں یہ فکری انتشار مزید بڑھ گیا تھا۔ مرزا قادیانی کی وفات کے بعد مولوی نورالدین پہلے سربراہ جماعت متفقہ طور پر منتخب ہو گئے۔ مولوی کے دور سربراہی میں ہی جماعت فکری لحاظ سے دو گروہوں میں بٹ گئی۔ ایک گروہ کا قائد مرزا محمود احمد اور دوسرے گروہ کے خواجہ کمال الدین تھے۔ مرزا محمود کے رشتہ داروں (نواب محمد علی، میر محمد اسحٰق، میر ناصر وغیرہ) نے مولوی نورالدین پر دباؤ ڈالا کہ اپنے بعد مرزا محمود احمد کو جماعت کا سربراہ نامزد کر دیں۔ مولوی نورالدین، مرزا محمود احمد کی سیاہ کاریوں سے واقف ہو چکے تھے۔ نامزد کرنے سے انکار کر دیا تو پھر مرزا محمود احمد اور ان کے رفقاء نے جماعت کی سربراہی کے حصول کے لئے ایک تنظیم قائم کر لی۔ جس کا نام ''انصار اللہ'' رکھا۔ ایک اخبار ''الفضل'' جاری کیا۔ چندے لینا شروع کر دیئے۔ ایک مضبوط تنظیم قائم کر لی۔ اس تنظیم میں زیادہ تر نوجوان تھے۔ ان نوجوانوں کا قائد فتح محمد سیال تھا۔ میر ناصر نواب نے ہندوستان کی تمام جماعتوں میں جا کر اپنے نواسے محمود کی خلافت کا پروپیگنڈا کیا۔ اس کے ساتھ مولوی نورالدین کے متعلق یہ ریمارکس بھی دیئے کہ یہ تو بھیرہ کا نائی ہے اور جماعت کے ٹکڑوں پر پل رہا ہے۔ مرزا محمود کے سامنے اس کی علمی اور روحانی حیثیت ہی کیا ہے؟ جو لوگ مولوی نورالدین کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے وہ بددل ہو گئے۔ جب مولوی نورالدین فوت ہوا تو بقول میر محمد اسحٰق ''نوردینیے'' جماعت سے الگ ہو گئے۔ میں ان خاندانوں کے ناموں کا ذکر نہیں کرتا۔ اب ان کا پاکستان کی سیاست اور ملازمتوں میں ایک نام ہے۔ جماعت سے علیحدگی اس فکری انتشار کا نتیجہ تھی۔ اس کے علاوہ خلافت کا جھگڑا بھی فکری انتشار کی وجہ سے ہوا تھا۔ مولوی نورالدین کے شاگردوں (مولوی محمد علی، مولوی صدرالدین، خواجہ کمال الدین وغیرہ) نے مرزا محمود احمد کو بداعتقادی اور بدکاری کی وجہ سے سربراہ جماعت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر کار ان کو قادیان سے نکلنا پڑا یا ان کو زبردستی نکال دیا۔ وہ لاہور میں آ گئے۔ ان کے سامنے دو راستے تھے یا اپنے اپنے روزگار تلاش کر کے اپنی زندگی گزاریں یا جماعت بندی کریں۔ ان نوجوانوں نے دوسرا راستہ ''جماعت بندی'' کا اختیار کیا اور اپنے ہم خیال اور ''نوردینیے'' اکٹھے کئے۔ احمدیہ جماعتِ لاہور کی بنیاد رکھ کر کام کرنا شروع کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا محمود احمد کو علم ہی نہیں تھا کہ یہ نوجوان الگ جماعت بندی کر لیں گے۔ اگر ان کو علم ہوتا اس کے بالمقابل ایک جماعت قائم ہو جائے گی تو ان نوجوانوں کو اپنی بیعت میں نہ لیتے ہوئے بھی قادیان میں ہی جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کی ترجیح دیتا۔ اس طرح جماعت احمدیہ (قادیانیت) دو گروہوں قادیانی اور لاہوری میں بٹ گئی۔ یہ گروہ بندی بھی فکری انتشار کی وجہ سے ہوئی تھی۔

قادیانی گروہ میں کئی قسم کے لوگ ہیں۔ بعض وہ لوگ تھے اور ہیں جو مرزا محمود احمد کو بدکار اور بد اعتقاد مانتے تھے اور ہیں۔ صرف معاشرتی اور مالی مجبوریوں کی وجہ سے جماعت میں شامل رہے۔ مثلاً بابا غلام فرید (ایم اے انگلش) انگریزی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا۔ ریویو آف ریلیجز کے ایڈیٹر اور انگلستان میں احمدیہ مشن کے انچارج بھی رہے ہیں۔ چوہدری عبدالرحمان (جٹ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر رہے ہیں) محمد جی فاضل (پٹھان تھے۔ مدرسہ احمدیہ میں مدرس تھے۔ عربی ڈکشنری مرتب کی تھی) چوہدری حاکم علی (چک نمبر ۹ شمالی ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ انہی کی بیوی نے مرزا محمود احمد کے منہ پر تھپڑ مارا تھا) مذکورہ ٹولے کا یہ کام تھا کہ عصر کی نماز کے بعد اکٹھے ہوتے اور ریلوے اسٹیشن کی طرف سیر کو نکل جاتے۔ خلیفہ کی بدکاریوں کا ذکر ہوتا۔ مرزا محمد حسین صاحب بی کام کہتے ہیں کہ ان اصحاب کے ساتھ وہ بھی سیر کرنے جایا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے بابا غلام فرید سے مخاطب ہو کر کہا۔ دوسروں کی لڑکیوں کا ذکر تو کرتے ہو۔ ان حالات میں تمہاری لڑکیاں کیونکر محفوظ رہ سکتی ہیں؟ ملک غلام فرید نے جواب دیا ایک تو ہم مرزا محمود احمد کی بدکاریوں سے واقف ہیں۔ انہی لوگوں کی بچیاں دام تزویر میں پھنستی ہیں جن کے والدین محمود کے متعلق اندھی عقیدت رکھتے ہیں۔

ہم بچیوں کو خود سکول چھوڑنے جاتے ہیں اور خود جا کر لاتے ہیں۔ سختی سے منع کیا ہوا ہے کہ کسی کے ساتھ کسی جگہ نہیں جانا۔ حتیٰ کہ مرزا محمود نے عورتوں میں درس قرآن جاری کیا ہوا ہے۔ وہی درس قرآن ہی عورتوں کے لئے ایک جال ہے۔ ہماری بچیاں اس درس میں بھی نہیں جاتیں۔ اس جنگل میں شیر سے بچانے کے لئے کچھ طریقے ہی ہیں وہ ہم اختیار کرتے ہیں۔ عبدالرحمان مصری اپنی اندھی عقیدت کی وجہ سے اپنی بچیوں کی عصمت کو تار تار کرا بیٹھے۔ مولوی ابوالعطاء، مولوی جلال الدین شمس (شمس کا خاندان مرزا محمود احمد کی رنگین محفل کا ممبر تھا۔ خصوصاً شمس صاحب کی لڑکی جمیلہ ضلع ڈیرہ غازیخان میں ایک وکیل سے بیاہی ہوئی ہے)

مولوی نذیر احمد قریشی (جامعہ احمدیہ کے مدرس تھے) چوہدری ظفر اللہ (چوہدری ظفر اللہ خود ان کو فرانس کی نیم عریاں نائٹ کلب میں لے کر گئے تھے جس کا ذکر گزر چکا ہے) چوہدری ظفر اللہ کے بھتیجے محمد نصر اللہ اور اعجاز نصر اللہ (چوہدری اعجاز نصر اللہ کے متعلق مزید سن لیجئے چوہدری ربوہ میں شاہ ولی اللہ کے کچے کوارٹر کے پاس رہائش پذیر تھے۔ بقول چوہدری، شاہ صاحب کی لڑکیاں رات کو سونے ہی نہیں دیتی تھیں۔ ایک جاتی ہے دوسری آجاتی ہے۔ شاہ صاحب کی بچیوں سے ہی اعجاز نصر اللہ کو خلیفہ کے کردار کا علم ہوا تھا اور اپنا وقف توڑ کر بارابٹ لاء کرنے انگلستان چلے

گئے۔ مرزا محمود احمد کے تربیت یافتہ نوجوان نے انگلستان میں جا کر گل کھلائے۔ اعجاز اپنے دوستوں کو خود یہ کہتا ہے کہ عابد بٹر کی بیوی کو انگلستان کے چاروں کونے دکھائے۔ (اس وقت اس لڑکی کی عابد کے ساتھ شادی نہیں ہوئی تھی) سید صاحب ابن ڈاکٹر غلام غوث، (مرزا محمود احمد کا مستقل باڈی گارڈ)، مولوی عبدالواحد (مدرسہ احمدیہ کے مدرس) میں نے خود تقسیم ہند کے بعد مولوی سے پوچھا تھا۔ کیا آپ کو مرزا محمود احمد کی بدکاریوں کا علم تھا۔ مولوی نے مثبت میں جواب دیا۔ مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ (جس کی بیوی سکینہ کا سکینڈل مرزا محمود احمد کے ساتھ مشہور ہے۔ مرزا عبدالحق کے سالے اسی سکینڈل کی وجہ سے جماعت سے الگ ہو گئے تھے جن کا ذکر گزر چکا ہے) شاہ ولی اللہ کا تمام خاندان، نواب محمد علی کا تمام خاندان، مولوی نورالدین کا تمام خاندان، مرزا محمود احمد کے تمام بچے بچیاں (جن کی شہادتیں کتاب میں درج ہو چکی ہیں) حافظ مبارک احمد بھیروی (جامعہ احمدیہ کا مدرس) کلاس میں کسی لڑکے نے تفریحی طبع کے لئے سوال کیا۔ حافظ شادی کیوں نہیں کرتے۔ حافظ نے بے ساختہ کہہ دیا اگر کوئی لڑکی خلیفہ سے بچے گی تو ہم بھی شادی کر لیں گے۔ یہ بات مرزا محمود احمد کے کانوں تک پہنچی تو حافظ کو حیدرآباد دکن جانا پڑ گیا۔ تقسیم ہند کے بعد ایک دن بھی ربوہ میں نہیں ٹھہرے سیدھے اپنے آبائی شہر بھیرہ چلے گئے) بھائی محمود قادیانی (ان کا خاندان سرگودھا میں مقیم ہے) کے خاندان کی عورتیں۔ میں یقین سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا بھائی محمود اور ان کا بیٹا مسعود، مرزا محمود احمد کی بدکاری پر یقین رکھتا تھا یا نہیں۔ میرے خیال میں بدکاری کا علم تو تھا۔ لیکن یقین نہیں رکھتے تھے۔ سردار مصباح الدین کا خاندان (اس خاندان کا نوجوان ظفر اقبال جماعت سے الگ ہو چکا ہے) ماسٹر احمد راجیکی، مولوی غلام رسول راجیکی کے صاحبزادے تھے۔ شاعر اور فاضل آدمی تھے۔ میں نے خود کئی بار مرزا محمود احمد کی بدکاری کے متعلق باتیں کرتے ہوئے سنا تھا۔ چوہدری محمد شریف باجوہ سابق واقف زندگی (چک نمبر ۳۳ جنوبی ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے) مولوی عبدالمالک پسر ذوالفقار علی (علی برادران محمد علی جوہر اور شوکت علی کے چھوٹے بھائی) یہ مرزا محمود احمد کی بدکاری سے متعلق فکری اور ذہنی انتشار ہے۔ قادیانیوں میں آج کل عقیدے کے متعلق بھی بڑا انتشار ہے۔ کسی صاحب علم سے پوچھیں کہ مرزا قادیانی کو کیا مانتے ہو۔ جواب دے گا ہم مجدد کی حیثیت سے بڑھ کر کچھ نہیں مانتے۔ نہ ہی مسلمانوں کو مرزا قادیانی کے انکار کی وجہ سے کافر کہتے ہیں۔ لیکن کسی ان پڑھ قسم کے قادیانی سے مرزا قادیانی کے متعلق بات کریں تو فوراً کہہ دے گا۔ ہم تو رسول کریم ﷺ کے بعد نبوت جاری مانتے ہیں اور مرزا قادیانی نبی ہیں ان کا نہ ماننے والا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج

ہے۔ اب قادیانیوں میں کھلا فکری انتشار ہے۔ تیسرا طبقہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کا ایسا بھی ہے جو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے۔ وہ محض والدین کی قادیانیت سے وابستگی کی وجہ سے ساتھ ہیں۔ وہ جلد جماعت سے علیحدگی اختیار کر لے گا۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے علیحدگی اختیار کر لی ہوئی ہے۔ اب ایک طبقہ پاکستان سے باہر کی دنیا میں جنم لے چکا ہے۔ جو جماعت احمدیہ کی تنظیم کو مرزا خاندان کی گدی قرار دیتا ہے اور وہ سخت بیزار ہے۔ بعض لوگوں نے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ مختلف مواقع پر سربراہ جماعت بھی علیحدگی کا اعلان کرتے آئے ہیں۔ ذہنی وفکری انتشار کی ایک بڑی وجہ مسلمانوں سے دینی ومعاشرتی علیحدگی ہے۔ نوجوان نسل شدت سے محسوس کر رہی ہے کہ وہ غلط پالیسی کی وجہ سے اسلامی دھارے سے بالکل الگ ہو گئے ہیں وہ نسل مسلمانوں میں ضم ہوتی جارہی ہے۔

ایک طبقہ ایسا بھی پیدا ہو چکا ہے جو سلسلہ احمدیہ کو ایک تصوف کا سلسلہ خیال کرتا ہے اور مرزا غلام احمد کو ایک صوفی سے بڑھ کر کچھ حیثیت نہیں دیتا اور نہ ہی ان کے کشف اور الہامات کو اپنے لئے حجت گردانتا ہے اور نہ وہ مرزا قادیانی کو مبرا عن الخطاء مانتا ہے۔ یہ لوگ مرزا قادیانی کا ماننا ضروری نہیں سمجھتے۔

ایک گروہ ایسا بھی ہے جو مرزا قادیانی کی تبلیغ کرنا بدعت اور خلافت شریعت سمجھتا ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو احمدی کہلانا بھی غلط سمجھتے ہیں۔ دلیل یہ دیتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔ ہم اپنے آپ کو احمدی کیوں کہلائیں۔ ۱۹۷۴ء کے بعد ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اب احمدیہ تنظیم کے نام کے ساتھ لفظ احمدیہ ختم کر دینا چاہئے۔

بہت کم لوگ جانتے ہیں جماعت احمدیہ دو مشہور گروہوں (قادیانی اور لاہوری) کے علاوہ مزید گروہوں میں بھی منقسم ہے۔ ایک گروہ امریکہ میں کالوں کی تنظیم کا ہے جو خواجہ کمال الدین اور ماسٹر عبداللہ کو اپنا پیرو مرشد مانتے ہیں۔ ان کا مطمح نظر صرف اشاعت اسلام ہے۔ خواجہ صاحب کی کتب اور مولوی محمد علی کا ترجمہ قرآن انگریزی کی زیادہ تر اشاعت کرتے ہیں۔ جب محمد علی کلے پاکستان آیا تھا تو اس نے دس تولے کی ڈلی امیر جماعت لاہور (مولوی صدرالدین) کو عقیدت کے طور پر بھیجی تھی۔ ایک گروہ ''منانیے'' ہیں جو عبدالمنان عمر کو اپنا مذہبی رہنما مانتے ہیں۔ اس گروہ نے ایک خاص حکمت عملی سے تنظیم قائم نہیں کی۔ تاکہ ممبران کو معاشرتی مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ کیونکہ جماعت ربوہ کے سربراہ کا یہ طریقہ کار رہا ہے۔ کسی بھی رکن کے متعلق یہ خیال

گزرے کہ وہ باغی ہوگیا ہے تو اس کو جماعت سے خارج کر دیتا ہے۔ اس طرح اس کے لئے بہت سی معاشرتی اور مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کی تعداد بیرون پاکستان بڑھ رہی ہے۔ مولوی عبدالمنان نے دینی کتب شائع کرنے کا کروڑوں روپے کا منصوبہ بنایا ہوا ہے۔ مولوی کے اتنے ذرائع وسائل نہیں کہ اتنے بڑے منصوبے کو چلایا جا سکے۔ ''منانیے'' (جماعت احمدیہ ربوہ کے امیر لوگ) اس پراجیکٹ کے لئے خطیر رقم دے رہے ہیں۔ کیونکہ اس گروہ نے ابھی اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔ اس وجہ سے میں نے مولوی عبدالمنان کو ماننے والوں کو ''منانیے'' کا لفظ دے دیا ہے۔ جیسا کہ تاریخ میں بانی کے نام پر بھی فرقے وجود میں آتے رہے ہیں۔ اس وجہ سے یہ گروہ گو تنظیم سے عاری ہے۔ لیکن زیادہ پھیلتا جا رہا ہے۔ سنا ہے کافی علمی کتب شائع کر چکا ہے۔ پاکستان میں بھی کچھ لوگوں کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ وہ اس گروہ میں شامل ہیں اور دینی کتب کی اشاعت کے لئے مولوی عبدالمنان کو دل کھول کر چندہ دیتے ہیں۔ لاہوری جماعت کے بھی بعض صاحب ثروت مولوی عبدالمنان کے پراجیکٹ میں معاون ومددگار ہیں۔ اسی طرح جماعت احمدیہ میں ایک نوجوانوں کا گروہ ''حقیقت پسند پارٹی'' کہلاتا ہے۔ اس کا صرف ایک ہی کام ہے وہ ہے مرزا محمود احمد کی بدکاری احمدیوں تک پہنچانا۔ ان کی ایک خفیہ تنظیم ہے مرزا محمود احمد کی بدکاریاں جہاں منصۂ شہود پر آئی ہیں۔ ان کی مساعی اور کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ۱۹۵۶ء میں یہ گروہ جماعت سے الگ ہوا تھا۔ اب تک یہ مرزا محمود کے کردار پر تابڑ توڑ حملے کر رہا ہے۔ اس گروہ کی آواز اخبار ''نوائے پاکستان'' تھا۔

اس گروہ کی مختلف ملکوں میں خفیہ شاخیں ہیں۔ جرمن میں ظفر اقبال ابن سردار مصباح الدین اور منیر الدین، انگلستان میں محمد احمد حامی ہیں۔ امریکہ میں مولوی عبدالمنان عمر ایک حد تک انجام دے رہے ہیں۔ گو عبدالمنان عمر حقیقت پسند پارٹی کے ممبر تو نہیں۔ لیکن مرزا محمود احمد کی بدکاری پر متفق ہیں۔ پاکستان میں دارالسلام، عثمان بلاک نیو گارڈن لاہور میں چوہدری عبدالحمید بڑی سرگرمی سے یہ کام کر رہے ہیں۔ اپنی تقاریر اور مجالس میں مرزا محمود کی فحاشی کو طشت از بام کرنے میں مصروف ومشغول ہیں۔

جماعت احمدیہ کا مستقبل

جس جماعت یا تنظیم میں اس قسم کا شدید ذہنی اور فکری انتشار ہو تو اس تنظیم کا مستقبل تو ظاہر وباہر ہے۔ لیکن پھر بھی قارئین کے سامنے ایک تجزیہ کی روشنی میں بیان کر دیتا ہوں۔ میرے خیال میں اس جماعت کا مستقبل بالکل تاریک ہے۔ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اس جماعت کے

بڑے بڑے خاندان جن کے وجود سے اس جماعت کا ہیولیٰ تیار ہوا تھا وہ اس جماعت کو چھوڑ چکے ہیں۔ مثلاً مولوی نورالدین (پہلے سربراہ جماعت احمدیہ) کا خاندان، مولوی محمد علی کا آدھا خاندان۔ مولوی صدرالدین کا خاندان، خواجہ کمال الدین کا خاندان، شاہ ولی اللہ کا خاندان، مولوی شیر علی کا خاندان، ذوالفقار علی (برادران علی کا چھوٹا بھائی) کا خاندان، چوہدری سر ظفر اللہ کے خاندان کے نوجوان مثلاً محمد نصر اللہ (جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے) مولوی عبدالرحمٰن مصری کا سارا خاندان، ڈاکٹر خلیل احمد سابق واقف زندگی (امریکہ میں کسی یونیورسٹی میں پڑھاتے تھے) کا خاندان، ناصر احمد سابق واقف زندگی کا خاندان، مودود احمد سابق انچارج احمدیہ مشن انگلستان فاروقی خاندان، مرزا محمود احمد کا سسر خلیفہ رشید الدین بعض ریاستوں کے امیر اور نواب جو حلقہ احمدیت میں داخل ہوئے چھوڑ چکے ہیں۔

محمد متین خالد نے اپنی کتاب ''قادیانیت سے اسلام تک'' میں بھی تقریباً سو اشخاص کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ مولوی نورالدین کی وفات کے بعد ہزاروں گھرانے جماعت کو چھوڑ گئے تھے۔ اگر کسی نے تفصیل معلوم کرنا ہو تو مرزا قادیانی کی کتب کے آخر یا شروع میں پرانے قادیانیوں کے ناموں کا ذکر ہے۔ اسی طرح اس دور کے اخبارات میں بھی۔ وہ تمام خاندان جماعت کو چھوڑ چکے ہیں۔ میں نے محض جماعت احمدیہ کا چہرہ دکھانے کے لئے چند بڑے خاندانوں کا ذکر کیا ہے۔ رہا اس جماعت کا مستقبل میرے علم کی رو سے اس جماعت کا مستقبل بالکل تاریک ہے۔ ایک وجہ تو ابھی میں نے بیان کی ہے کہ یہ جماعت ذہنی انتشار کا شکار ہے جو جماعت فکری انتشار کا شکار ہو وہ جماعت کیسے ترقی کے راستے پر گامزن رہ سکتی ہے؟ ذہنی انتشار سے بچنے اور بچانے کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔ ایک علم اور دوم قیادت۔ علم کے لحاظ سے یہ جماعت عقیم ہے۔ قیادت کا حال ہمارے سامنے ہے۔ ربوہ جماعت کا قائد مرزا مسرور احمد ہے۔ اس کا مرزا شریف احمد کا پوتا اور مرزا منصور احمد کا بیٹا ہونا ہی نااہلی کا بڑا ثبوت ہے۔ قائدانہ صلاحیتوں سے بالکل محروم اور کورا ہے۔ علوم اسلامیہ سے صرف نابلد ہی نہیں۔ بلکہ قرآن مجید کو صحیح نہیں پڑھ سکتا۔ ایک پورا ہفتہ جمعہ کے خطبہ کی تیاری کرائی جاتی ہے۔ سب سے بڑی بات مذہبی جماعتوں کے لئے قائد کا با کردار ہونا ضروری ہے۔ ربوہ جماعت کے تمام قائد پرلے درجے کے بدکار تھے اور مرزا مسرور احمد بھی مرزا شریف احمد کا پوتا ہونے کے ناطے کیسے صاحب کردار ہو سکتا ہے۔ یہ جماعت ایک خیال پر کھڑی ہے۔

''یہ سلسلہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود ہی اس کی حفاظت کرے گا۔'' جب

کسی جماعت میں اس قسم کی سوچ آجائے۔ وہ جماعت موت کے دہانے پر کھڑی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ہی میں کہتا ہوں کہ جماعت کا مستقبل تاریک ہے اور مرچکی ہیں۔

میرے نزدیک جماعت احمدیہ پر موت وارد ہونے کے اسباب یہ ہیں:

۱......اجرائے نبوت کا عقیدہ۔ ۲......مسلمانان عالم کو کافر کہنے کی سزا۔
۳......مسلمانان عالم سے علیحدگی۔ ۴......مرزا محمود احمد کو مصلح موعود ماننا۔
۵......خاندانی سربراہی (گدی) ۶......علوم اسلامیہ سے دوری۔
۷......فرضی تصورات کی دنیا میں گم رہنا۔

کہ ہم ہی خدا کی چہیتی جماعت ہیں۔ خدا اس جماعت کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے۔ وہ لوگوں کے دلوں میں احمدیت کی سچائی الہاماً ڈال دیں گے۔ اس طرح لوگ فوج در فوج حلقہ احمدیت میں داخل ہو جائیں گے۔ اس طرح تمام عالم اسلام پر احمدیت کا پرچم لہرائے گا۔ قارئین کرام جماعت احمدیہ کے مستقبل کا اندازہ اسی موہوم تصور سے لگالیں۔

میں نے پہلے تین گروہوں کا ذکر کیا تھا۔ امریکہ میں کالوں کی تنظیم، حقیقت پسند پارٹی اور مولوی عبدالمنان کے پیروکار (منانیے) کالوں کی تنظیم کا جماعت احمدیہ کی دونوں تنظیموں (قادیانی اور لاہوری) سے کوئی تعلق نہیں، نہ وہ اپنے اپ احمدی کہلاتے ہیں نہ وہ جماعت احمدیہ کی تبلیغ کرتے ہیں۔ چونکہ ان پر خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی کے لٹریچر کا اثر ہے۔ وہ صرف ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ ختم نبوت کے قائل ہیں۔ تکفیر بازی نہیں کرتے۔ اپنے آپ کو مسلمانوں کا حصہ سمجھتے ہیں۔ ممکن ہے مرزا غلام احمد کے نام سے بھی نا آشنا ہوں۔ یہ تنظیم کبھی بھی اپنے اوپر احمدیت کا لیبل نہیں لگائے گی۔ چونکہ یہ تنظیم خواجہ کمال الدین کی معتقد ہے۔ اس وجہ سے میں نے جماعت احمدیہ کے گروہوں میں شامل کیا ہے۔ حقیقی معنوں میں اس تنظیم کا جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حقیقت پسند پارٹی ہزاروں کی تعداد میں ہے۔ ان کا مشن صرف مرزا محمود احمد کی بدکاریوں کو اجاگر کرنا ہے۔ یہ گروہ عملاً مسلمانوں کا حصہ بن چکا ہے۔ عبدالمنان عمر کے پیروکار۔ یہ بھی ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ لفظ احمدیہ کا ترک کر چکے ہیں۔ ان کی اولادیں مسلمانوں کا حصہ ہیں۔ یہ لوگ مولوی عبدالمنان عمر کی تصنیفات کے لئے فنڈ مہیا کرتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے ربوہ جماعت سے تعلق رکھنے والے اسلامی معاشرہ میں چوہڑے چماروں کی طرح رہ جائیں گے۔

حقیقت پسند پارٹی اور مولوی عبدالمنان عمر کے پیروکار پہلے ہی مسلمانوں میں ضم ہو چکے ہیں۔ یہ ہے جماعت احمدیہ کے مستقبل کے متعلق جائزہ۔ میں علماء کرام خصوصاً احرار اور ختم نبوت کی تنظیم کے علماء کی خدمت میں عرض کروں گا جو احمدی پاکستان میں چلتے پھرتے نظر آ رہے ہیں وہ مردہ ہیں۔ مردوں کے متعلق واویلا کیا کرنا ہے۔ اب کوشش یہ ہونی چاہئے کہ جو کوئی ان میں سعید روح ہے۔ اس کو دائرہ اسلام میں لائیں۔ ان کو بتائیں کہ رسول کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور جس کو تم نے مصلح موعود بنا رکھا ہے وہ پرلے درجے کا عیاش تھا۔ مسلمانوں کے دھارے میں آجاؤ یقیناً بعض سعید روحیں اپنے باطل عقائد سے تائب ہو جائیں گی۔

باب نمبر: ۱۲

مرزا محمود احمد کا حکومتی خاکہ[1] ...... دین کے پردے میں سیاست کاری

کسی جماعت کے لئے اس سے زیادہ معیوب بات کوئی نہیں کہ وہ مذہب کا لبادہ اوڑھ کر چور دروازے سے سیاسی اقتدار، دنیاوی غلبہ اور جماعتی تفوق حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ کسی مذہبی تحریک یا اس سے پیدا شدہ مذہبی جماعت کو حکومت کی طرف سے جو حمایت حاصل ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ اس حد تک ہوتی ہے۔ جس حد تک وہ مذہبی جماعت اپنے آپ کو خالصتاً مذہبی مشن کے دائرہ کے اندر محدود رکھتی ہے اور سیاسی امور سے مجتنب رہتی ہے۔ لیکن یہ ایک المناک حقیقت ہے کہ مرزا محمود احمد کی گندی سیاست کا سب سے گھناؤنا پہلو یہ ہے کہ انہوں نے حکومت کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے۔

خلیفہ کی یہ خواب کاری برطانوی سنگینوں کے سائے میں خوب پروان چڑھی۔ کیونکہ سفید فام آقاؤں کا یہی منشاء تھا کہ خلیفہ سیاسی منصوبوں میں خود بھی مستغرق رہے اور جماعت کے عقول وقلوب کو بھی اس میں الجھائے رکھے۔ انگریز کی پشت پناہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ برطانوی حکومت کو بھی احساس ہوا کہ اس کا قانون قادیان میں بالکل بے کار ہو چکا ہے۔ وہاں قتل ہوتے ہیں۔ ان کا سراغ بھی مل جاتا ہے۔ لیکن عدالت میں آ کر پولیس ناکام ہو جاتی ہے۔ اس سے انگریز کی

---

[1] ۱۹۵۷ء میں حقیقت پسند پارٹی نے ایک پمفلٹ شائع کیا تھا۔ اس کو ضرور تنسیخ وترمیم کے ساتھ کتاب ہذا میں شامل کیا جا رہا ہے۔ اسی پمفلٹ کی اشاعت پر مرزا بشیر احمد نے الفضل میں یہ مضامین شائع کئے کہ جماعت احمدیہ کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ ایک مذہبی جماعت ہے۔

حکومتی غیرت پر تازیانہ لگا اور اس نے اس متوازی حکومت کے خلاف اقدام شروع کر دیا۔ اس کا پہلا سراغ مسٹر جی. ڈی کھوسلہ کے فیصلہ میں ملتا ہے۔ فاضل جج نے اپنے فیصلے میں مرزا محمود کی ان جارحانہ کارروائیوں کا ذکر کیا ہے۔ جو انہوں نے مولوی عبدالکریم (مباہلہ والے) کے خلاف کیں۔ کس طرح ان کے خطبے کے نتیجے میں مولوی صاحب مذکور پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ لیکن ان کا ایک مددگار محمد حسین قتل ہو گیا۔ جب قادیانی قاتل عدالت کے فیصلے کے بعد پھانسی پا گیا تو اس کی لاش کو بڑے تزک و احتشام کے ساتھ قادیان کے بہشتی مقبرے میں دفن کیا گیا۔ اس فیصلے میں محمد امین کے قتل کا بھی ذکر ہے اور فاضل جج نے لکھا ہے کہ محمد امین مورد عتاب ہو کر کلہاڑی کے وار سے قتل ہوا۔ اس کے قاتل فتح محمد نے اقرار کیا کہ اس نے قتل کیا ہے۔ لیکن پولیس کارروائی کرنے سے قاصر رہی۔ فیصلہ مذکور میں مرقوم ہے کہ: ”مرزائی طاقت اتنی بڑھ گئی تھی کہ کوئی سامنے آ کر سچ بولنے کے لئے تیار نہ تھا۔ ہمارے سامنے عبدالکریم کے مکان کا واقعہ بھی ہے۔ عبدالکریم کو قادیان سے نکالنے کے بعد اس کا مکان جلا دیا گیا۔ اسے قادیان کی سمال ٹاؤن کمیٹی سے حکم حاصل کر کے نیم قانونی طریقے سے گرانے کی کوشش بھی کی گئی۔ یہ افسوس ناک واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ قادیان میں طوائف الملوکی تھی جس میں آتش زنی اور قتل تک ہوئے تھے۔“

”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکام ایک غیر معمولی درجہ کے فالج کے شکار ہو چکے تھے اور دنیاوی اور دینی معاملات میں مرزا محمود احمد کے حکم کے خلاف کبھی آواز نہ اٹھائی گئی۔ مقامی افسروں کے پاس کئی مرتبہ شکایات کی گئیں۔ لیکن کوئی انسداد نہ ہوا۔ مسل پر ایک دو ایسی شکایات ہیں۔ لیکن ان کے مضمون کا حوالہ دینا غیر ضروری ہے اور اس مقدمہ کے لئے یہ بیان کر دینا کافی ہے کہ قادیان میں ظلم و جور جاری ہونے کے متعلق غیر مشتبہ الزام عائد کئے گئے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طرف مطلقاً توجہ نہ کی گئی۔“

پھر فیصلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ: ”مرزا (یعنی مرزا محمود احمد) نے مسلمانوں کو کافر، سور اور ان کی عورتوں کو کتیوں کا خطاب دے کر ان کے جذبات کو مشتعل کر دیا کرتا تھا۔“

(فیصلہ جی. ڈی کھوسلہ، سیشن جج گورداسپور)

یہ عدالتی فیصلہ محمودی سیاست کاریوں کی غمازی کرتا ہے۔ قادیان میں ”خلیفہ“ کے لئے قتل کرنا اور قتل کے عواقب سے بچ نکلنا یا کم از کم ”خلیفہ“ کا محفوظ و مصؤن رہنا ایک ضرب المثل بن چکا تھا۔

یہی معاملہ بدرجۂ اتم ربوہ میں رونما ہو چکا ہے۔ کیونکہ یہ خالص قادیانی بستی ہے۔ یہاں قانون کی بے بسی نا قابل بیان ہے۔ اگر حکومت دور اندیشی سے کام لیتی اور مرزا محمود احمد کو پاکستان کی پاک سرزمین کا ایک خطہ کوڑیوں کے مول نہ دیتی بلکہ اس کو مجبور کرتی کہ وہ اور اس کی جماعت کسی شہر میں آباد ہوں یا حکومت کے تجویز کردہ مضافاتی قصبوں میں سکونت پذیر ہوں تو "خلیفہ" کی سیاست کاریوں اور سازشوں پر قفل پڑ جاتے۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ چنانچہ ان کو ضلع جھنگ میں ایک وسیع رقبہ قادیانیوں کو آباد کرنے کے لئے ملا اور انہوں نے کمال چابکدستی سے اس کو پاکستان کی دوسری آبادیوں سے منقطع کر کے ایک یاغستان سا بنا دیا اور اس کا نام ربوہ رکھ دیا۔ اس میں خلیفہ کا سکہ رواں تھا۔ اس مطلق العنانی کی کیفیت کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان کی منیر ٹربیونل رپورٹ میں مرقوم ہے: "۱۹۴۵ء سے لے کر ۱۹۴۷ء کے آغاز تک احمدیوں کی بعض تحریرات منکشف ہیں کہ وہ برطانیہ کا جانشین بننے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ وہ نہ تو ایک ہندو دنیاوی حکومت یعنی ہندوستان کو اپنے لئے پسند کرتے تھے اور نہ پاکستان کو منتخب کر سکتے تھے۔"

(رپورٹ منیر انکوائری کمیٹی ص ۱۹۶)

اب ہم خلیفہ کی سیاست میں مداخلت کوئی غیر دینی فعل نہیں بلکہ یہ ایک دینی مقاصد میں شامل ہے۔ جس کی طرف توجہ کرنا وقتی ضروریات اور حالات کے مطابق لیڈران قوم کا فرض ہے...... پس قوم کے پیش آمدہ حالات کو مدنظر رکھنا اور اس کی تکالیف کو دور کرنے کی تدبیر کرنا اور ملکی سیاسیات میں رہنمائی کرنا خلیفہ وقت سے بہتر اور کوئی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید اس کے شامل حال ہوتی ہے اور اس زمانہ میں گزشتہ پندرہ سال کے تاریخی واقعات ہمارے اس بیان کی صداقت پر مہر لگا رہے ہیں۔ (الفضل مورخہ ۲۵ ردسمبر ۱۹۳۲ء)

"اسلام کی ترقی احمدیہ سلسلہ سے وابستہ ہے اور چونکہ یہ سلسلہ مسلمان کہلانے والی حکومتوں میں پھیل نہیں سکتا اس لئے خدا نے چاہا ہے کہ ان کی جگہ اور حکومتوں کو لے آئے...... پس مسلمانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے تمہاری ترقی کا راستہ کھول دیا ہے۔"

(الفضل مورخہ ۱۲ رنومبر ۱۹۱۴ء)

"ہمیں نہیں معلوم ہمیں کب خدا کی طرف سے دنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے۔ ہمیں اپنی طرف سے تیار ہو کر رہنا چاہئے کہ دنیا کو سنبھال سکیں۔" (الفضل مورخہ ۴ رجون ۱۹۲۰ء)

"انگریز اور فرانسیسی وہ دیواریں ہیں جن کے نیچے احمدیت کی حکومت کا خزانہ مدفون ہے اور خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ دیوار اس وقت تک قائم رہے جب تک کہ خزانہ کے مالک جوان

نہیں ہو جاتے۔ ابھی احمدیت چونکہ بالغ نہیں ہوئی اور بالغ نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس خزانہ پر قبضہ نہیں کر سکتی۔ اس لئے اگر اس وقت یہ دیوار گر جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دوسرے لوگ اس پر قبضہ جمالیں گے۔"
(الفضل مورخہ ۲۷ر فروری ۱۹۲۲ء)

"اصل تو یہ ہے کہ ہم نہ انگریز کی حکومت چاہتے ہیں نہ ہندوؤں کی۔ ہم تو احمدیت کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔"
(الفضل مورخہ ۱۴ر فروری ۱۹۲۲ء)

"میں تو اس بات کا قائل ہوں کہ انگریزی حکومت چھوڑ، دنیا میں سوائے احمدیوں کے اور کسی کی حکومت نہیں رہے گی۔ پس جب کہ میں اس بات کا قائل ہوں بلکہ اس بات کا خواہشمند ہوں کہ دنیا کی ساری حکومتیں مٹ جائیں اور ان کی جگہ احمدی حکومتیں قائم ہو جائیں تو میرے متعلق یہ خیال کرنا کہ میں اپنی جماعت کے لوگوں کو انگریزوں کی دائمی غلامی کی تعلیم دیتا ہوں کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔"
(الفضل مورخہ ۲۱ر نومبر ۱۹۳۹ء)

"ہم میں سے ہر ایک آدمی یہ یقین رکھتا ہے کہ تھوڑے عرصہ کے اندر ہی (خواہ ہم اس وقت زندہ رہیں یا نہ رہیں لیکن بہر حال وہ عرصہ غیر معمولی طور پر لمبا نہیں ہو سکتا) ہمیں تمام دنیا پر نہ صرف عملی برتری حاصل ہوگی بلکہ سیاسی اور مذہبی برتری بھی حاصل ہو جائے گی۔ یہ خیال ایک منٹ کے لئے کسی سچے احمدی کے دل میں غلامی کی روح پیدا نہیں کر سکتا۔ جب ہمارے سامنے بعض حکام آتے ہیں تو ہم اس یقین اور وثوق کے ساتھ ان سے ملاقات کرتے ہیں کہ کل یہ نہایت عجز و انکسار کے ساتھ ہم سے استمداد کر رہے ہوں گے۔"
(الفضل مورخہ ۲۲ر اپریل ۱۹۳۸ء)

"اس وقت حکومت احمدیت کی ہوگی آمدنی زیادہ ہوگی۔ مال و اموال کی کثرت ہوگی۔ جب تجارت اور حکومت ہمارے قبضہ میں ہوگی اس وقت اس قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔"
(الفضل مورخہ ۸ر جون ۱۹۲۶ء)

"اس وقت تک کہ تمہاری بادشاہت قائم نہ ہو جائے۔ تمہارے راستے سے یہ کانٹے ہرگز دور نہیں ہو سکتے۔"
(الفضل مورخہ ۸ر جولائی ۱۹۳۰ء)

دیکھ لیجئے! "خلیفہ صاحب" مستقبل قریب میں حصول اقتدار کی امیدیں کس قدر وثوق کے ساتھ لگائے بیٹھے ہیں اور حصول آزادی ہی نہیں بلکہ حصول حکومت کے لئے ان کی راہیں دوسرے ابنائے وطن اور دوسرے مسلمانوں سے کس قدر مختلف تھیں اور یہ اعلان بالوضاحت کیا جا رہا تھا کہ مسلمانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے حکومت ان کو نہیں بلکہ صرف اور صرف احمدیوں کو ہی ملے گی اور مسلمان جنہوں نے احمدیت سے اپنا تعلق نہیں جوڑا وہ گرتے ہی جائیں گے اور گرتے

گرتے یہودیوں کی طرح ہو جائیں گے۔ یہودی موسیٰ علیہ السلام کے نائب کا انکار کرنے کی وجہ سے ذلیل ہوئے تھے...... ''اور محمد رسول اللہ ﷺ کی شان، موسیٰ علیہ السلام کی شان سے بہت بلند ہے۔اس لئے آپ کے نائب کا انکار کرنے والوں کو ذلت یہودیوں سے بڑھ کر ہوگی۔''

(الفضل مورخہ ۱۲/نومبر ۱۹۱۴ء)

ظاہر ہے کہ مسلمانوں سے پہلے ان کے پروگرام اور دعوؤں کے مطابق حکومت ان کو نہیں مل سکی اور نہ ہی یہ حکومت برطانیہ کے جانشین بن سکے اور وہ دیوار بھی گر گئی جس کے نیچے بقول ان کے احمدیت کا خزانہ مدفون تھا اور جس کے بل بوتے پر انہوں نے ہر نپٹنے والے سے نپٹنا تھا تو پاکستان کا استقلال اور اس کا قیام اور اس کی سالمیت انہیں کس طرح گوارا ہو سکتی تھی اور خصوصاً جب کہ حکومت ان مسلمانوں کو مل گئی جن کے متعلق خلیفہ فرماتے ہیں: ''پس اسلام کی ترقی احمدی سلسلہ کے ساتھ وابستہ ہے اور چونکہ یہ سلسلہ مسلمان کہلانے والی حکومتوں میں نہیں پھیل سکتا۔اس لئے خدا نے چاہا ہے کہ ان کی جگہ اور حکومتوں کو لے آئے تا کہ اس سلسلہ حقہ کے پھیلنے کے لئے دروازے کھولے جائیں۔''

(الفضل مورخہ ۱۲/نومبر ۱۹۱۴ء)

چنانچہ ان کی اس نیت کو کہ وہ پاکستان بننے سے خوش نہیں ہوئے تھے۔خلیفہ کا اپنا ایک ارشاد پیش خدمت ہے: ''ہندوستان کی تقسیم پر اگر ہم رضامند ہوتے ہیں تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ یہ کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہو جائے۔''

(الفضل مورخہ ۱۶/مئی ۱۹۴۷ء)

پھر فرمایا: ''بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر وشکر ہو کر رہیں۔''

(الفضل مورخہ ۵/اگست ۱۹۴۷ء)

پس ان اقتباسات سے مرزا محمود احمد کی حکومت کے بارہ میں ریشہ دوانیوں کا علم ہو جاتا ہے۔اس کے یہ اقوال اس کی نیت کی غمازی کر رہے ہیں۔اکھنڈ ہندوستان کی تجویزیں پاکستان اور ہندوستان کی باؤنڈریاں ختم کرنے کے الہامات مملکت در مملکت کا بیّن ثبوت ہیں۔اس خلیفہ کی منافقت اور سیاسی دجل کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹتا ہے۔اس کے اپنے دعوے یہ تھے کہ مسلمانوں کو نہیں بلکہ جماعت احمدیہ کو حکومت اور آزادی ملے گی اور یہ کہ احمدی مسلمانوں کے ساتھ مل کر اور ان کے شانہ بشانہ حصول آزادی کی کوششیں نہیں کر رہے بلکہ وہ ان سے الگ کوشش کر رہے ہیں۔ان الفاظ نے خلیفہ ربوہ کی تمام جدوجہد سے پردہ اٹھا دیا ہے اور انہیں بالکل عریاں کر کے رکھ دیا ہے۔کسی قدر رغداری کے ساتھ اور کس قدر دجل کے ساتھ مسلمانوں کا جزو ہو کر اور ان کا حصہ بن

کران کے نام پر سیاسی حقوق لے کر سوچا یہ جا رہا تھا کہ آزادی اور حکومت مسلمانوں سے پہلے ان کی ہی سرکوبی کے لئے حاصل کی جائے گی۔ خلیفہ ربوہ کے سرکاری گزٹ الفضل نے لکھا تھا: ''جو فتح اپنے وقت سے ذرا پیچھے ہٹ جاتی ہے اس کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔'' (الفضل ۸ /نومبر ۱۹۳۰ء)

اب اپنی فتح کی امیدوں کو پاش پاش ہوتا دیکھ کر زخمی سانپ کی طرح بے تاب ہیں اور مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کے لئے سیاسی جوڑ توڑ میں مشغول ہیں۔

ہم حکومت کو اس بات سے آگاہ کر دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ وہ جماعت احمدیہ کی سازشوں اور حرکات کو اپنی نگاہ میں رکھے اور اسے سمجھنے کی کوشش کرے۔ کسی دشمن کا مقابلہ اس کے طریق کار کو سمجھنے کے بعد ہی کامیابی سے کیا جاسکتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس کی دسیسہ کاریوں اور روباہی چالوں کو پہلے سے سمجھ لیا جائے۔ ''دنیا کا چارج سنبھالنا، حکومت پر قبضہ کرنا، اپنا اقتدار قائم کرنا'' یہی وہ تصورات تھے جن کی بدولت خلیفہ ربوہ کے بعض سادہ لوح مریدوں کا ذہنی توازن بگڑ گیا اور بنگال کی گورنری وغیرہ کے خواب دیکھنے لگ گئے۔ لیکن یہ محض تصورات و نظریات ہی نہ تھے بلکہ خلیفہ ربوہ نے اپنی جماعت کو ان نظریات کی عملی تعبیر کے لئے جماعت کی باقاعدہ تربیت کی اور اپنی ''سحر سامری'' سے اپنے مریدوں کو حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے شعوری اور غیر شعوری طور پر ابھارتے رہے۔ اس ضمن میں خلیفہ محمود کے اپنے ارشادات ملاحظہ فرمایئے: ''اس وقت اسلام کی ترقی خداتعالیٰ نے میرے ساتھ وابستہ کر دی ہے۔ یاد رکھو کہ سیاسیات اور اقتصادیات اور تمدنی امور حکومت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پس جب تک ہم اپنے نظام کو مضبوط نہ کریں اور تبلیغ اور تعلیم کے ذریعہ سے حکومتوں پر قبضہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ہم اسلام کی ساری تعلیموں کو جاری نہیں کر سکتے۔'' (الفضل مورخہ ۵ /جنوری ۱۹۳۷ء)

''یہ مت خیال کرو کہ ہمارے لئے بھی حکومتوں اور ملکوں کا فتح کرنا ایسا ہی ضروری ہے۔'' (الفضل مورخہ ۸ /جنوری ۱۹۳۷ء)

اسی طرح خلیفہ ربوہ کے ہاں جو بھی اندرونی نظام ہے وہ حفاظت مرکز، خدام الاحمدیہ، احمدیہ کور، یا دیگر کسی نام سے بھی قائم کیا جاتا ہے۔ خلیفہ خود ہی اس کا سالار اعظم اور فیلڈ مارشل ہوتا ہے اور جماعت کی ہر قسم کی فوجی تنظیموں کی سربراہی اور سرپرستی آپ کو حاصل ہے۔

خود خلیفہ فرماتے ہیں: ''مجلس شوریٰ ہو صدر انجمن احمدیہ۔ انتظامیہ ہو یا عدلیہ فوج ہو یا غیر فوج۔ خلیفہ کا مقام بہرحال سرداری کا ہے۔'' (الفضل مورخہ یکم ستمبر ۱۹۳۲ء)

انتظامی لحاظ سے صدر انجمن کے لئے بھی راہ نما ہے اور آئین سازی و بحث کی تعیین

کے لحاظ سے بھی وہ مجلس مشاورت کے نمائندوں کے لئے بھی صدر اور راہنمائی کی حیثیت رکھتا ہے۔" جماعت کی فوج کے الگ دو حصے تسلیم کر لئے جائیں تو وہ اس کا بھی سردار ہے اور اس کا بھی کمانڈر ہے اور دونوں کے نقائص کا ذمہ دار ہے اور دونوں کی اصلاح اس کے ذمہ واجب ہے۔"

(الفضل مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۳۸ء)

غرض جماعت احمدیہ میں خلافت ایک دنیاوی بادشاہت کی حیثیت رکھتی ہے۔ خلیفہ کا ہر حکم احمدیوں کے نزدیک قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ خلیفہ کے ادنیٰ اشارہ پر اپنی جان و مال قربان کر دیا جاتا ہے۔ احمدیوں کی کمائی کا اکثر حصہ خلیفہ کی جیب کی نذر ہو جاتا ہے۔ پاکستان کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک میں جو مبلغ ہیں وہ دراصل خلیفہ کے کارخاص اور سفارت خانے ہیں اور تمام بیرونی ممالک کی کرنسی جو چندہ کی صورت میں ان کو ملتی ہے وہ اس کو استعمال کرتے ہیں۔ خلیفہ کا نظام اس قدر خطرناک ہے کہ ایک بڑی سے بڑی حکومت کے نظام کا مقابلہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ دوسری حکومتوں میں اپنے حلیف پیدا کئے جاتے ہیں۔ خلیفہ کا کہنا ہے کہ حکومتیں، ملک اور قومیں مجھ سے ڈرتی ہیں۔ خلیفہ اپنی "کارخاص" کے ذریعہ مملکت کے راز معلوم کرتا ہے۔ اس کی اپنی عدلیہ، مقننہ، انتظامیہ، فوج اور بینک تھے۔ مملکت محمودیہ ربوہ میں کسی احمدی کو قبل از وقت اجازت حاصل کئے بغیر داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ اس بارہ میں سرکاری گزٹ الفضل کا مندرجہ ذیل اعلان ملاحظہ فرمائیے:

مضافات قادیان، منگل، باغبان بانگر خورد و کلاں، نواں پنڈ

قادر آباد اور احمد آباد وغیرہ میں سکونت اختیار کرنے کے لئے باہر سے آنے والے احمدی دوستوں کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ پہلے نظارت ہذا سے اجازت حاصل کریں۔

(الفضل مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۳۹ء)

پھر ربوہ میں آ کر ۱۹۴۸ء میں خلیفہ اعلان فرماتے ہیں: "سب تحصیل لالیاں میں کوئی احمدی بلا اجازت انجمن زمین نہیں خرید سکتا۔"

پھر ربوہ میں داخل ہونے کے بارے میں خلیفہ کا حکم امتناعی ملاحظہ ہو: "ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ آئندہ ایسے لوگوں کو جن کو یا تو ہم نے جماعت سے نکال دیا ہے یا جنہوں نے خود اعلان کر دیا ہوا ہے کہ وہ ہماری جماعت میں شامل نہیں۔ آئندہ انہیں ہماری مملوکہ زمینوں میں آ کر ہمارے جلسوں میں شامل ہونے کی اجازت نہیں۔"

(الفضل مورخہ ۴ فروری ۱۹۵۶ء)

اب اس اعلان کی رو سے وہ لوگ جنہوں نے انجمن کی مملوکہ زمین میں سے زمین خرید کی ہوئی ہے ان کو ربوہ میں جا کر اپنی زمین اور مکان کی حفاظت کی اجازت نہیں۔ کیونکہ اگر وہ وہاں جائیں گے تو ان پر پولیس کی امداد سے کوئی جھوٹا مقدمہ کھڑا کر دیا جائے گا۔ گویا ان کی زمینیں بھی ضبط کر لی گئی ہیں۔ یہ بھی ریاست اندر ریاست کا ایک بیّن ثبوت ہے۔

مملکت محمودیہ میں کاروبار کرنے کے لئے ہر شخص کو ذیل کا معاہدہ کرنا پڑتا ہے: ''میں اقرار کرتا ہوں کہ ضروریات جماعت قادیان کا خیال رکھوں گا اور مدیر تجارت جو حکم کسی چیز کے بہم پہنچانے کا دیں گے۔ اس کی تعمیل کروں گا اور جو حکم ناظر امور عامہ دیں گے اس کی بلا چون و چرا تعمیل کروں گا۔ نیز جو ہدایات وقتاً فوقتاً جاری ہوں گی ان کی پابندی کروں گا اور اگر کسی حکم کی خلاف ورزی کروں گا تو جو جرمانہ تجویز ہوگا ادا کروں گا۔ میں عہد کرتا ہوں کہ جو میرا جھگڑا احمدیوں سے ہوگا اس کے لئے امام جماعت احمدیہ کا فیصلہ میرے لئے حجت ہوگا اور ہر قسم کا سودا احمدیوں سے خرید کروں گا۔ نیز میں عہد کرتا ہوں کہ احمدیوں کی مخالف مجالس میں بھی شریک نہ ہوں گا۔''

یہ ہے وہ معاہدہ جو خلیفہ ربوہ کی ریاست میں ہر اس شخص سے لکھوایا جاتا ہے جو وہاں کا جزو بن کر رہنا چاہے۔ نظارت امور عامہ سے ایک اجازت نامہ حاصل کرنا پڑتا تھا اور غیر از جماعت لوگوں کو ایک معاہدہ تجارت پر دستخط کرنے کے بعد احمدیوں کے ساتھ لین دین کی اجازت ملتی تھی۔ بلکہ ہر شخص کی شخصی جائیداد پر بھی ان کا تصرف تھا۔ اس ضمن میں ذیل کا اعلان پڑھئے:

اعلان

قبل ازیں میاں فضل حق موچی سکنہ دارالعلوم کے مکان کی نسبت اعلان کیا تھا کہ کوئی دوست نہ خریدیں۔ اب اس میں ترمیم کی جاتی ہے کہ اس کے مکان کا سودا رہن و بیع نظارت ہند کے توسط سے ہو سکتا ہے۔ (الفضل مورخہ ۸ر اگست ۱۹۳۷ء)

قادیان میں جس شخص کا سوشل بائیکاٹ کیا جاتا تھا اس کے ساتھ لین دین کے تعلقات بھی منقطع کر دیئے جاتے تھے۔ چنانچہ اس بارہ میں خلیفہ کا بتوسط ناظر امور عامہ حکم سنئے: ''یعنی میاں فخرالدین ملتانی، شیخ عبدالرحمان مصری اور حکیم عبدالعزیز ان کے ساتھ اگر کسی دوست کا لین دین ہو تو نظارت ہذا کی وساطت سے طے کریں۔ کیونکہ ان کے ساتھ تعلقات رکھنے ممنوع ہیں۔''

(الفضل مورخہ ۷ر جولائی ۱۹۳۷ء)

پس خلیفہ ربوہ کا یہ عذر لنگ پیش کرنا کہ لین دین منع نہیں صرف تعلقات منقطع کرنے سے مراد جزوی بائیکاٹ یعنی سلام کلام تک ہے اس کی روشنی میں سراسر جھوٹ اور فریب ہے۔

سوشل بائیکاٹ میں صرف لین دین ہی منع نہیں۔ بلکہ کسی سے کسی قسم کا تعلق رکھنا، اس کے گھر جانا، حتیٰ کہ رشتہ تک کرنا ممنوع ہے۔ اس ضمن میں یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیں: "میں چوہدری عبداللطیف کو اس شرط پر معاف کرنے کو تیار ہوں کہ آئندہ اس کے مکان واقع نسبت روڈ پر وہ افراد نہ آئیں جن کا نام اخبار میں چھپ چکا ہے...... چوہدری عبداللطیف نے یقین دلایا کہ میں ذمہ لیتا ہوں کہ وہ آئندہ اس جگہ پر نہیں آئیں گے اور میں نے اس کو کہہ دیا ہے کہ جماعت لاہور اس کی نگرانی کرے گی اور اگر اس نے پھر ان لوگوں سے تعلق رکھا یا، اپنے مکان پر آنے دیا تو پھر اس کی معافی کو منسوخ کر دیا جائے گا۔" (الفضل مورخہ ۲۲ر نومبر ۱۹۵۶ء)

اسی طرح خلیفہ نے اپنے ایک رشتہ دار ڈاکٹر علی اسلم کی بیگم امتہ السلام کا سوشل بائیکاٹ کرتے ہوئے اپنی بہو کو جو امتہ السلام کی ہمشیرہ ہے یہ دھمکی دی تھی کہ: "اب اگر تنویر بیگم جو میری بہو ہے۔ الفضل میں اعلان نہ کرے کہ میرا اپنی بہن سے کوئی تعلق نہیں تو میں اس کے متعلق الفضل میں اعلان کرنے پر مجبور ہوں گا کہ لجنہ (قادیانی عورتوں کی انجمن) اس کو کوئی کام سپرد نہ کرے اور میرے خاندان کے وہ افراد جو مجھ سے تعلق رکھنا چاہتے ہیں اس سے تعلق نہ رکھیں۔"

(الفضل مورخہ ۲۱ر جون ۱۹۵۷ء)

چنانچہ خلیفہ کا یہ اعلان شائع ہونے کی دیر تھی۔ فوراً تنویر الاسلام نے سوشل بائیکاٹ کے ڈر سے اپنی بہن کے خلاف یہ اعلان الفضل میں شائع کرا دیا۔

"ڈاکٹر سید علی اسلم صاحب (حال ساکن نیروبی) اور سیدہ امتہ السلام، (بیگم ڈاکٹر علی اسلم) نے جماعت کے نظام کو توڑنے کی وجہ سے میرے رشتہ کو بھی توڑ دیا ہے۔ لہٰذا آئندہ ان سے میرا کسی قسم کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔" (الفضل مورخہ ۲۵ر جون ۱۹۵۷ء)

یہ ہیں چند مثالیں سوشل بائیکاٹ وغیرہ کی جن کی طرف تمام ملکی اخبار اور جرائد نے ارباب بست و کشاد کی توجہ دلائی اور خصوصاً نوائے وقت نے بھی اس ریاست اندر ریاست کے کھیل کو ختم کرنے کا حکومت پر زور دیا۔ مگر یہ آواز بھی صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ کیونکہ گورنمنٹ نے اس وقت تک اس ریاست کے بارہ میں کوئی واضح اور ٹھوس قدم نہیں اٹھایا۔ یہاں ہم یہ بات واضح کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ خلیفہ ربوہ ہر اس آدمی کو شدید نقصان پہنچانے سے بھی گریز نہیں کرتے جو ان کے احکام کی تعمیل نہ کرے اور ان کی مخالفت کرے۔ چنانچہ انہی دنوں اسی سوشل بائیکاٹ پر عمل نہ کرنے کے سبب اور سوشل بائیکاٹ کئے گئے افراد کو اشیاء خورد و نوش مہیا کرنے کے جرم کی پاداش میں اللہ یار بلوچ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا جس کا مقدمہ چل رہا ہے۔

خلیفہ کا دستور ہے کہ وہ اپنے مخالفین کے خلاف اپنے مریدوں کو ابھارتے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں ان کی تقریر کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو: ''اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر بھی حیا ہے اور تمہارا سچ مچ یہی عقیدہ ہے کہ دشمن کو سزا دینی چاہیئے تو پھر یا تم دنیا سے مٹ جاؤ گے یا گالیاں دینے والوں کو مٹا دو۔ اگر کوئی انسان سمجھتا ہے کہ اس میں مارنے کی طاقت ہے تو میں اسے کہوں گا اے بے شرم! تو آگے کیوں نہیں جاتا اور اس منہ کو کیوں نہیں توڑتا۔'' (الفضل مورخہ ۵ر جون ۱۹۳۷ء)

ان مذکورہ بالا امور کی طرف توجہ دلانے کے بعد ہم گورنمنٹ کی توجہ ان بنیادی اجزاء اور عناصر کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ جو ریاستوں اور حکومتوں میں پائے جاتے ہیں اور جو ربوہ ریاست میں بدرجۂ اتم موجود ہیں چنانچہ وہ یہ ہیں۔ سربراہ، مقننہ، عدلیہ، انتظامیہ، فوج، دارالحکومت اور بینک وغیرہ وغیرہ۔ اپنے انتظام کے بارہ میں خلیفہ کا اپنا دعویٰ یہ ہے: ''ان کی جماعت کا نظام ایک مضبوط سے مضبوط گورنمنٹ کے نظام کا مقابلہ کر سکتا ہے۔''

(الفضل مورخہ ۱۱ر جولائی ۱۹۴۷ء)

اب ہم مختصراً ان مذکورہ بالا امور کے بارہ میں اگلے باب میں علیحدہ علیحدہ روشنی ڈالیں گے۔ یہاں ایک اور بات کا ذکر کرنا نہایت ضروری ہے۔ وہ قادیان میں چھوڑی ہوئی جائیداد کے بارہ میں ہے۔ مہاجرین جو قادیان میں جائیداد چھوڑ آئے ان کو خلیفہ ربوہ نے کلیم داخل کرنے سے منع کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے لاکھوں روپے کے کلیم احمدیوں نے داخل نہیں کئے اور گورنمنٹ پاکستان کو اس وجہ سے لاکھوں روپے کے کم کلیم آئے۔ کیا یہ گورنمنٹ کے حکم کی صریحاً خلاف ورزی نہیں۔

خلافتی حکومت کا مختصر اخاکہ

اب ہم ذیل میں ربوہ مملکت کے اجزائے ترکیبی کے ہر جزو پر ''خلیفہ'' کی زبان سے روشنی ڈالیں گے۔

سربراہ

''ریاست میں حکومت اس نیابتی فرد کا نام ہے۔ جس کو لوگ اپنے مشترکہ حقوق کی نگرانی سپرد کرتے ہیں۔'' (الفضل مورخہ ۱۵را کتوبر ۱۹۳۶ء)

خلیفہ ربوہ کی اصطلاح میں اسے خلیفہ کہتے ہیں اور ایسا خلیفہ اگرچہ غلطی سے منزہ نہیں کہلا سکتا۔ لیکن احتساب سے بالا ضرور ہوتا ہے۔ خلیفہ ربوہ کے اپنے ارشادات گرامی ملاحظہ

فرمایئے: ”جس مقام پر ان کو کھڑا کیا جاتا ہے اس کی بات کی وجہ سے ان پر اعتراض کرنے والے ٹھوکر سے بچ نہیں سکتے۔“ (الفضل مورخہ ۸؍جون ۱۹۲۶ء)

”مجھ پر سچا اعتراض کرنے والا خدا کی لعنت سے نہیں بچ سکتا اور خدا تعالیٰ اسے تباہ و برباد کرے گا۔“ (الفضل مورخہ ۲۹؍مئی ۱۹۲۸ء)

مقننہ (یعنی مجلس مشاورت)

مقننہ کو خلیفہ ربوہ کے نظام میں مجلس شوریٰ کہا جاتا ہے۔ یہ بھی دیگر محکمہ جات کی طرح کلیتہً خلیفہ کے ماتحت ہوتی ہے اور خلیفہ ربوہ کے نزدیک اس مجلس کی وہی پوزیشن ہے جو خلفائے راشدین میں قائم شدہ مجلس شوریٰ کو حاصل تھی۔ اس مجلس کا کام ہے کہ ان امور میں مشورہ دے جن میں خلیفہ مشورہ طلب کرے۔ اس کا کوئی مشورہ جب تک خلیفہ منظوری نہ دے اور جاری نہ فرمائے صدر انجمن کے لئے واجب التعمیل نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ ہر محکمہ کی نگرانی خلیفہ ربوہ خود کرتا ہے۔ اس ضمن میں ان کا قول ملاحظہ ہو۔ ”تمام محکموں پر خلیفہ کی نگرانی ہے۔“

(الفضل مورخہ ۱۵؍نومبر ۱۹۳۰ء)

”اسے یہ حق ہے (یعنی خلیفہ کو) کہ جب چاہے جس امر میں چاہے مشورہ طلب کرے۔ لیکن اسے یہ بھی حق حاصل ہے کہ مشورہ لے کر رد کر دے۔“

(الفضل مورخہ ۲۷؍اپریل ۱۹۳۷ء)

مقننہ کے ممبروں کی تعداد مقرر نہیں۔ اس میں دو قسم کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو جماعتوں کی طرف سے آتے ہیں۔ لیکن ان کی منظوری بھی خلیفہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ جماعت کے چنے ہوئے نمائندے خلیفہ رد کر سکتا ہے اور ان کو مقننہ میں شامل ہونے سے روک سکتا ہے۔ اس کے علاوہ خلیفہ خود جتنے افراد کو چاہے اپنی طرف سے مقننہ کا ممبر بنا سکتا ہے۔ مقننہ کے اس اجلاس میں کوئی شخص بغیر اجازت خلیفہ ہاؤس کو خطاب نہیں کر سکتا اور نہ ہی بغیر منظوری خلیفہ اس مجلس سے باہر جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں خلیفہ کا ارشاد بغرض تصدیق پیش ہے۔

”پارلیمنٹوں میں وزراء کو وہ جھاڑیں پڑتی ہیں جن کی حد نہیں۔ یہاں تو میں روکنے والا ہوں۔ گالی گلوچ کو سپیکر روکتا ہے۔ سخت تنقید کو نہیں۔“ (الفضل مورخہ ۲۷؍اپریل ۱۹۳۸ء)

لیکن خلیفہ کو حق حاصل ہے کہ وہ جسے چاہے بولنے کا موقع دے اور جسے چاہے اس حق سے بالکل محروم کر دے۔

یہ مجلس صرف ایک دفعہ سال میں منعقد ہوتی ہے اور اس میں بجٹ وغیرہ کی منظوری کو اہمیت دی جاتی ہے۔ مگر بجٹ کی منظوری کے متعلق بھی خلیفہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ بعد میں اس پر غور کر کے میں خود ہی دے دوں گا۔ یعنی اس مقننہ کو اصل میں کوئی اختیار نہیں۔

انتظامیہ

اس کے بعد ہم خلیفہ کی انتظامیہ کے بارے میں کچھ عرض خدمت کریں گے۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس ضمن میں خلیفہ کے "ارشادات" ہی نقل کر دیں جس میں اس انتظامیہ کی ضرورت اور ماہیت کا اجمالی نقشہ موجود ہے۔ خلیفہ فرماتے ہیں: "تیسری بات تنظیم کے لئے یہ ضروری ہوگی کہ اس کے مرکزی کام کو مختلف ڈیپارٹمنٹوں میں اس طرح تقسیم کیا جائے۔ جس طرح گورنمنٹوں کے محکمے ہوتے ہیں۔ سیکرٹری شپ کا طریق نہ ہو۔ بلکہ وزراء کا طریق ہو اور ہر ایک صیغہ کا ایک انچارج ہو۔" (الفضل مورخہ ۱۸ر جولائی ۱۹۲۵ء)

خلیفہ کی اس انتظامیہ کو جسے صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی اصطلاح میں "نظارت" کہا جاتا ہے۔ "ان کے ہاں ہر ایسے وزیر کو ناظر کہا جاتا ہے۔" ایسے ناظران کی نامزدگی انخلاء، ترقی یا تنزل خلیفہ کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ نامزدگی کا اصول ملاحظہ کیجئے۔ "ناظر ہمیشہ میں نامزد کرتا ہوں۔"
(الفضل مورخہ ۲۴ر اگست ۱۹۳۷ء)

یہ انتظامیہ اپنے سارے کام خلیفہ کی قائم مقامی میں ادا کرتی ہے۔ اس کے ہر فیصلہ کی اپیل خلیفہ سنتا ہے اور اس کے لئے خلیفہ کا حکم قطعی ہوتا ہے۔ یہ اپنے قواعد خلیفہ کی منظوری کے بغیر تبدیل نہیں کر سکتی اور اس کے فیصلوں کی تمام تر ذمہ داری خلیفہ پر ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ انتظامیہ خلیفہ کی نمائندہ ہوتی ہے۔ "صدر انجمن جو کچھ کرتی ہے چونکہ وہ خلیفہ کے ماتحت ہے۔ اس لئے خلیفہ بھی اس کا ذمہ دار ہے۔" (الفضل مورخہ ۲۳ر اپریل ۱۹۳۸ء)

لیکن اس انتظامیہ کو بھی خلیفہ کی برائے نام نمائندگی کا حق ہے۔ عملاً خلیفہ کی حیثیت ایک آمر مطلق کی ہے۔ خود خلیفہ فرماتے ہیں: "ناظر یعنی (وزراء) بعض دفعہ چلا اٹھتے ہیں کہ ہمارے کام میں رکاوٹیں پیدا کی جارہی ہیں۔" (الفضل مورخہ ۲۷ر اپریل ۱۹۳۸ء)

صدر انجمن احمدیہ

ہر صوبہ میں ایک انجمن ہوتی ہے۔ یہ انجمن ضلعوں کی انجمنوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہر ضلع کی انجمن تحصیلوں کی انجمنوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ان کی حد بندی صدر انجمن متعلقہ انجمنوں کے مشورہ کے بعد کرتی ہے۔ (الفضل مورخہ ۲ر اگست ۱۹۲۹ء)

اغراض

اس انجمن کے اغراض میں وہ سب کام شامل ہیں جو خلفاء سلسلہ کی طرف سے سپرد کئے جاتے ہیں یا آئندہ کئے جائیں۔

ازاکین

تمام صیغہ جات سلسلہ کے ناظر اور تمام اصحاب جنہیں خلیفہ وقت کی طرف سے صدر انجمن کا زائد ممبر مقرر کیا جائے۔ ناظر سے مراد سلسلہ کے ہر مرکزی صیغہ کا وہ افسر اعلیٰ ہے۔ جسے خلیفہ وقت نے ناظر کے نام سے مقرر کیا ہے۔

تقرر، علیحدگی ممبران صدر انجمن

خلیفہ وقت کی ہدایت کے ماتحت ممبران صدر انجمن کا تقرر اور علیحدگی عمل میں آتی ہے۔

اندرونی انتظام

صدر انجمن کے فیصلے کثرت رائے سے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا صدر ان کو ویٹو کر سکتا ہے۔
اس وقت ربوہ میں صدر انجمن احمدیہ کی جو نظارتیں (وزارتیں) قائم ہیں ان کا ایک خاکہ درج ذیل ہے:

ناظر اعلیٰ

ناظر اعلیٰ سے مراد وہ ناظر ہے جس کے سپرد تمام محکمہ جات کے کاموں کی عمومی نگرانی ہوگی اور وہ خلیفہ اور صدر انجمن احمدیہ یعنی کابینہ کے درمیان واسطہ ہوگا۔

۲...... ناظر امور عامہ: وزیر داخلہ (فوجداری مقدمات، سزاؤں کی تنفید نیز پولیس اور حکومت سے روابط قائم کرنا اس محکمہ کا کام ہے)

۳...... ناظر امور خارجہ: وزیر خارجہ: (اپنی ریاست ربوہ سے باہر اندرون ملک و بیرون ملک کارروائیاں اور سیاسی گٹھ جوڑ)

۴...... ناظر اصلاح وارشاد: وزیر پراپیگنڈہ و مواصلات۔

۵...... ناظر بیت المال: وزیر مال۔

۶...... ناظر تعلیم: وزیر تعلیم۔

۷...... ناظر قانون: وزیر قانون۔

۸...... ناظر صنعت: وزیر صنعت۔

۹...... ناظر زراعت: وزیر زراعت۔

۱۰...... ناظر ضیافت: وزیر خوراک۔

۱۱...... ناظر تجارت: وزیر تجارت۔

۱۲...... ناظر حفاظت مرکز: وزیر دفاع (پولیس وفوج کا کنٹرول اور ربوہ وقادیان انڈیا کی حفاظت کا بندوبست)

اختیارات وفرائض ناظران ''وزراء''

ناظران کے اختیارات وفرائض وقتاً فوقتاً خلیفہ کی طرف سے تفویض ہوتے رہتے ہیں۔ ناظروں کی تعداد خلیفہ کی طرف سے مقرر ہوتی ہے۔ صدر انجمن کے تمام فرائض وہی ہیں جو خلیفہ کی طرف سے تفویض ہیں۔ جنہیں وہ خلیفہ کی قائم مقامی کے طور پر ادا کرتی ہے۔ تمام ماتحت مجالس خواہ مرکزی ہو یا مقامی۔ قواعد کا نفاذ، خلیفہ کی منظوری کے بعد ہوتا ہے۔ بجٹ خلیفہ کی منظوری سے طے اور اس کی منظوری سے جاری ہوتا ہے۔ صدر انجمن کے ہر فیصلے کے خلاف بتوسط صدر انجمن خلیفہ کے پاس اپیل ہوتی ہے۔ ہر ایک معاملہ میں صدر انجمن کا اس کی ماتحت مجالس اور تمام مقامی انجمنوں کے لئے حکم قطعی ہوتا ہے۔ قواعد اساسی اور ان کے متعلق نوٹوں میں تغیر وتبدل صرف خلیفہ کی منظوری سے ہوسکتا ہے۔ اپنے قواعد وضوابط میں جو خلیفہ نے تجویز کئے ہوں۔ صدر انجمن تبدیل نہیں کر سکتی۔ صدر انجمن کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ کوئی ایسا قاعدہ یا حکم جاری کرے جو خلیفہ کے کسی حکم کے خلاف ہو یا جس سے خلیفہ کی مقرر کردہ پالیسی میں کوئی تبدیلی آتی ہو۔ ناظروں اور مفتی سلسلہ کا تقرر وترقی وتنزلی وتبدیلی وبرطرفی وغیرہ صرف خلیفہ کے اختیار میں ہے۔ صدر انجمن کو سلسلہ کی جائیداد غیر منقولہ کی فروخت، ہبہ، رہن وتبدیل کرنے کا بغیر منظوری خلیفہ ربوہ اختیار نہیں اور خلیفہ ربوہ ہی ناظر اعلیٰ کا قائم مقام مقرر کرتا ہے۔ ناظران اور افسران صیغہ جات کے کام کی ہفتہ وار رپورٹ خلیفہ کی خدمت میں پیش کرے۔ ناظر اعلیٰ کا یہ فرض ہے کہ خلیفہ کی تحریری وتقریری ہدایات کے علاوہ ان کے تمام خطابات وتقاریر وغیرہ میں جو احکام وہدایات جماعت کے نظام کے متعلق ہوں ان کی تعمیل کروائے۔ اسی طرح قاعدہ ہے کہ جب کوئی ناظر بہ حیثیت ناظر کسی جگہ جائے تو جماعت کا فرض ہے کہ اس کا استقبال کرے اور اس کا مناسب اعزاز کریں۔ (مذکورہ بالا تمام کوائف، قواعد صدر انجمن طبع شدہ سے لئے گئے ہیں)

عدلیہ

انتظامیہ کے علاوہ خلیفہ کے ہاں ایک مربوط عدلیہ بھی ہے۔ خلیفہ خود آخری عدالت

ہیں اور وہ خود ہی ناظم قضا یا رجسٹرار مقرر کرتے ہیں اور اس کا عزل اور ترقی بھی خود ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔

ربوہ سپریم کورٹ کے جج یا اپیل بورڈ کے ممبران کی نامزدگی بھی خلیفہ خود کرتے ہیں اور وہ جس مرحلہ پر چاہیں مقدمہ کی مسل اپنے ملاحظہ کے لئے طلب کر لیتے ہیں اور جس جج کو چاہیں مقدمہ سننے کا نااہل قرار دے دیتے ہیں۔ ایسے مقدمات میں جو وکیل پیش ہوتے ہیں انہیں ناظم ہذا سے باقاعدہ اجازت نامہ دیا جاتا ہے۔ اس کے بغیر خلیفہ کی عدالتوں میں کسی وکیل کو حکومت کے اجازت نامہ کے باوجود پیش ہونے کا حق نہیں دیا۔ خلیفہ کا یہی ناظم قضا یا رجسٹرار مقدمہ مختلف قاضیوں کے سپرد کرتا ہے اور فیصلوں کی نقول مہیا کرنے پر جو آمدنی ہوتی ہے۔ اس کو داخل خزانہ کرنے کا بھی ذمہ دار ہے۔ سلسلہ احمدیہ کے فرائض دربار قضا اور فیصلہ تنازعات کی ادائیگی کے لئے یہی محکمہ قضا ہے۔ اس میں ناظم کا یہ کام بھی ہوتا ہے کہ احمدیوں کے تنازعات کے فیصلوں کے لئے مناسب انتظام کرے۔ اس کو حسب ضرورت خلیفہ کے ایماء سے قاضی اور قاضی القضاء مقرر کرنے کا اختیار ہے۔ آخری اپیل خلیفہ کے پاس ہوتی ہے۔

(الفضل مورخہ ۶ رجنوری ۱۹۲۱ء)

قاضی سلسلہ سمن جاری کرنے کا مجاز ہے۔ نوٹس بھی دیتا ہے۔ ڈگریوں کا اجراء بھی کرایا جاتا ہے۔ یک طرفہ اور ضابطہ کی کارروائیاں بھی یہاں ہوتی ہیں۔ مثال ملاحظہ ہو:

نوٹس: بنام شیخ منظور احمد۔

مدعی: مستری بدرالدین معمار ساکن قادیان۔

بنام: شیخ منظور احمد ولد شیخ محمد حسین مرحوم۔

دعویٰ: اجراء ڈگری مبلغ۔

مقدمہ مندرجہ عنوان میں موکل قضا کے ۴ راگست ۱۹۳۳ء کو یک طرفہ ڈگری کر دی تھی۔ مدعی نے امور عامہ میں اجراء ڈگری کی درخواست ۱۴ راگست ۱۹۳۳ء کو دی۔ لہٰذا آپ کو بذریعہ اخبار نوٹس دیا جاتا ہے کہ مندرجہ بالا ۲۴ ردسمبر ۱۹۳۳ء تک دفتر امور عامہ میں جمع کروائیں تو بہتر ورنہ آپ کے خلاف ضابطہ کی کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔ (الفضل مورخہ ۱۹ ردسمبر ۱۹۳۳ء)

اس سمن کے بارہ میں سنئے: ”ملک عبدالحمید ولد غلام حسین محلہ دارالرحمت قادیان کے خلاف چند مقدمات برائے ڈگری دائر ہیں۔ کئی دفعہ ان کے نام علیحدہ علیحدہ مقدمات میں

سمن جاری کیے گئے ہیں۔ مگر وہ تعمیل سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ چنانچہ یکم دسمبر ۱۹۳۳ء کو ایک سمن اگلے روز کی حاضری کے لئے جاری کیا گیا۔ اس پر ملک عبدالحمید نے عذر کیا میں ۱۵ یوم کے لئے باہر جا رہا ہوں۔ لہٰذا مجبور ہوں۔ اس پر اسی وقت ان کو اطلاع بھیجی گئی کہ آپ کو اس سمن کی اطلاع پانے کے بعد باہر جانے کی اجازت نہیں۔ بلکہ اس سمن کی تعمیل واجب ہے۔ اگر واقعی آپ کو کوئی اتنا اشد ضروری کام ہے جو رک نہیں سکتا تو آپ کو لازم ہے کہ درخواست پیش کر کے عدم حاضری کی اجازت حاصل کریں...... لہٰذا ان کو بذریعہ اخبار اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر وہ اس اعلان کی تاریخ سے دس روز کے اندر اندر دفتر امور عامہ میں حاضر نہ ہوئے تو سخت نوٹس لیا جائے گا۔" (ناظر امور عامہ) (الفضل مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۳۳ء)

خلیفہ کا عسکری نظام

اپنی ریاست قادیان کی فوجی ضروریات کی تکمیل کا ابتدائی بندوبست تو خلیفہ نے یہ کیا کہ ایک رؤیا کا سہارا لے کر جماعت کو یہ تلقین کی کہ ٹیری ٹوریل فوج میں بھرتی جماعت کے لئے نہایت ضروری اور مفید ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ یہ کام آئندہ جماعت کے لئے بابرکت ہوگا۔ (الفضل مورخہ ۶/ اکتوبر ۱۹۳۹ء)

بار بار جماعت کے نوجوان طبقہ کو یہ بھی تحریک کی جاتی تھی: "احمدی نوجوانوں کو چاہئے کہ ان میں سے جو بھی شہری ٹیری ٹوریل فورس میں شامل ہو سکتے ہوں شامل ہو کر فوجی تربیت حاصل کریں۔" (الفضل قادیان مورخہ ۸/ مارچ ۱۹۳۹ء)

اس کے بعد اپنی مستقل فوجی تنظیم ضروری قرار دی گئی۔ "جیسا کہ پہلے ہی اعلان کیا جا چکا ہے۔ یکم ستمبر ۱۹۳۲ء سے قادیان میں فوجی تربیت کے لئے ایک کلاس کھولی جائے گی۔ جس میں بیرونی جماعتوں کے نوجوانوں کی شمولیت نہایت ضروری ہے۔ ہندوستان میں حالات جس سرعت کے ساتھ تغیر پذیر ہو رہے ہیں ان کا تقاضا ہے کہ مسلمان جلد از جلد اپنی فوجی تنظیم کی طرف متوجہ ہوں اور خاص کر جماعت احمدیہ ایک لحہ کے لئے بھی اس میں توقف نہ کرے اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ ہر مقام کے نوجوان پہلے خود فوجی سکھلائی کریں۔ پھر اپنے اپنے مقام پر دوسرے نوجوانوں کو سکھلائیں اور ان کی ایسی تنظیم کریں کہ ضرورت کے وقت مفید ثابت ہو سکیں۔"

(الفضل مورخہ ۷/ اگست ۱۹۳۲ء)

"صدر انجمن نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ انجمن کے تمام کارکن والنٹیر کور کے ممبر ہوں گے اور مہینہ میں کم سے کم ایک دن اپنے فرائض منصبی کور کی وردی میں ادا کریں گے۔ نیز بیرونی جماعتوں کے امراء و پریذیڈنٹ بہ حیثیت عہدہ مقامی کور کے افسر اعلیٰ ہوں گے۔ ہر مقام کی احمدی جماعتوں کو اپنے ہاں کور کی بھی بھرتی لازمی ہوگی۔" جہاں کور کے ایک سے تین دستے ہوں گے جن میں سے ہر ایک سات آدمیوں پر مشتمل ہوگا۔ وہاں ہر دستہ کا ایک افسر دستہ مقرر ہوگا اور جہاں چار دستے ہوں گے وہاں ایک پلٹون سمجھی جائے گی۔ جس پر ایک افسر دستہ کے علاوہ ایک افسر پلٹون بھی ہوگا اور ایک نائب افسر پلٹون مقرر کیا جائے گا۔ جہاں چار پلٹونیں ہوں گی وہاں پر پلٹون کے مذکورہ بالا افسروں کے علاوہ ایک افسر کمپنی اور ایک نائب افسر کمپنی بنا دیا جائے گا۔

حضرت امیر المومنین نے احمدیہ کور کو اپنی سرپرستی کے فخر سے بھی سرفراز کرنا بھی منظور فرما لیا ہے۔ (الفضل مورخہ ۷راگست ۱۹۳۲ء)

حضور کا منشاء وارشاد اس تحریک کو نہایت باقاعدگی اور عمدگی کا ساتھ چلانے کا تھا۔

(الفضل مورخہ یکم رستمبر ۱۹۳۲ء)

"یکم رستمبر صبح سات بجے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے گراؤنڈ میں احمدیہ کور ٹریننگ کلاس کا آغاز زیر نگرانی حضرت صاحبزادہ کیپٹن مرزا شریف احمد ہوا۔" (الفضل مورخہ یکم رستمبر ۱۹۳۲ء)

یہ فوج علاوہ دوسرے کاموں کے اپنے سربراہ کی سلامی بھی اتارا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ مرزا شریف احمد ناظم احمدیہ کور کو بذریعہ تار خبر موصول ہوئی کہ "خلیفہ یکم راکتوبر ۱۹۳۲ء صبح دس بجے یا تین بجے بعد دوپہر تشریف فرما دارالامان ہوں گے۔" احمدیہ کور کارکنان صدر انجمن احمدیہ اور بہت سے دیگر افراد حسب الحکم حضرت میاں شریف احمد کور کی وردی میں ملبوس ہو کر ہائی سکول کے گراؤنڈ میں جمع ہو گئے۔ جہاں سے مارچ کرا کر بٹالہ والی سڑک پر کھڑے کر دیئے گئے۔ خلیفہ تشریف لائے۔ فوج نے فوجی طریقہ پر سلامی اتاری۔ "حضور نے ہاتھ کے اشارے سے فوجی سلام کا جواب دیا۔" (الفضل مورخہ ۲راکتوبر ۱۹۳۲ء)

اس فوج کا اپنا ایک خاص جھنڈا بھی تھا جو سبز رنگ کے کپڑے کا تھا اور اس پر منارۃ المسیح بنا کر ایک طرف اللہ اکبر اور دوسری طرف "عباد اللہ" لکھا ہوا تھا۔ جو اس فوج کا اصلی نام تھا۔ یہی وہ فوج تھی جو Camp وغیرہ کرنے دریائے بیاس کے کنارے بھی بھیجی گئی تھی۔

(الفضل مورخہ ۱۴رستمبر ۱۹۳۳ء)

یاد رہے دریائے بیاس کا ہی وہ رنگین اور پر بہار کنارہ تھا جہاں خلیفہ اپنی مستورات اور دیگر نامحرم لڑکیوں کو لے جا کر چاند ماری کی مشق کرایا کرتے تھے۔

جبری بھرتی

اس فوج کے لئے خلیفہ نے جبری بھرتی کا اصول اختیار کیا تھا۔ "امور عامہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ پندرہ سال کی عمر سے لے کر پینتیس سال کی عمر تک کے تمام نوجوان کو اس میں جبری طور پر بھرتی کیا جائے۔" (الفضل مورخہ ۵ر اکتوبر ۱۹۳۳ء)

اس فوج کی باقیات الصالحات تھی جس کے باوردی والنٹیرز نے سر ڈگلس ینگ کو جو اس وقت پنجاب ہائیکورٹ کے چیف جسٹس تھے کا استقبال کیا تھا۔ (الفضل مورخہ ۶ر اپریل ۱۹۳۹ء)

لاہور جا کر پنڈت جواہر لال نہرو کو بھی سلامی دی تھی۔ ابتداء میں ناظر امور عامہ نے اس فوج کی کمان سنبھالی تھی۔ لیکن جلد ہی خلیفہ کی بارگاہ سے اس بارہ میں سرزنش آ گئی۔ "کمانڈر انچیف اور وزارت کا عہدہ کبھی بھی اکٹھا نہیں ہوا۔" (الفضل مورخہ ۵ر اپریل ۱۹۳۳ء)

اس فوجی تنظیم کے قیام پر خلیفہ کو اتنا ناز تھا کہ سرکاری گزٹ الفضل نے ایک موقعہ پر لکھا کہ حضور نے احمدیہ کور کی جو سکیم آج سے تقریباً پانچ سال پہلے تجویز فرمائی تھی اس کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ عام اقوام تو الگ رہیں اس وقت بعض بڑی بڑی حکومتیں بھی اپنی قوت مدافعت میں اضافہ کرنے کے لئے بعض ایسے احکام نافذ کر رہی ہیں کہ جو اس تحریک کے اجزاء ہیں۔ (الفضل مورخہ ۱۲ر اگست ۱۹۳۹ء)

اگر قادیانی خلافت کا مقصد محض اشاعت اسلام تھا تو اس مقدس مقصد کے لئے تصنیفی تالیفی اور اشاعتی ادارے قائم ہوتے نہ کہ فوجی تربیت پر زور دیا جاتا اور اس کے لئے ایک باقاعدہ عسکری نظام قائم کیا جاتا۔ اصل میں خلیفہ کے لاشعور میں بادشاہ بننے کی آرزوئیں انگڑائیاں لے رہی تھیں۔ "اشاعت اسلام" کا نعرہ مخصوص دھوکے کی ٹٹی تھی۔ کیونکہ قادیانی عوام کالانعام سے روپیہ وصول کرنے کا اور کوئی طریق نہیں تھا۔ اسلام کے نام پر حاصل کیا ہوا روپیہ ہوس اقتدار کی تسکین پر صرف ہو جاتا۔ یہ طرز عمل نہ صرف ان کی نیت اور ارادے کی غمازی کرتا ہے۔ بلکہ ان کے سیاسی منصوبوں کو بھی طشت از بام کرتا ہے۔ اپنے عسکری مقاصد کے حصول کے لئے خدام الاحمدیہ قائم کی گئی۔ اس کا باقاعدہ ایک پرچم بنایا گیا۔ اس کے متعلق خلیفہ فرماتے ہیں: "خدام الاحمدیہ میں داخل ہونا اور اس کے مقررہ قواعد کے ماتحت کام کرنا ایک اسلامی فوج تیار کرنا ہے۔"

(الفضل مورخہ ۷ر اپریل ۱۹۳۹ء)

یہ تنظیم مع پرچم اب بھی موجود ہے۔ پھر خلیفہ فرماتے ہیں: ''میں نے ان ہی مقاصد کے لئے جو خدام الاحمدیہ کے ہیں۔ نیشنل لیگ کو تیار کرنے کی اجازت دی تھی۔ پھر جس قدر احمدی برادران کسی فوج میں ملازم ہیں۔ خواہ وہ کسی حیثیت میں ہوں ان کی فہرستیں تیار کروائی جائیں۔''
(الفضل مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۳۸ء)

اسی طرح جماعت کو یہ حکم دیا کہ ''جو احباب بندوق کا لائسنس حاصل کر سکتے ہیں وہ لائسنس حاصل کریں اور جہاں تلوار رکھنے کی اجازت ہے وہ تلوار رکھیں۔'' (الفضل مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۳۰ء)

امن پسندانہ اشاعت اسلام کی دعویدار جماعت کی قادیان میں احمدیہ کور ایک خالص فوجی تنظیم تھی۔ برعظیم کا ہر احمدی باشندہ عمر ۱۵ سال سے ۴۰ سال تک اس کا جبری ممبر بنایا گیا۔ ٹیر ٹوریل فورس میں انگریزی حکومت کی طرف سے فوجی تربیت یافتہ پھر ۸/۱۵ پنجاب رجمنٹ میں احمدیہ کمپنیوں کا ہونا اور تمام احمدی جوانوں کو فوج میں بھرتی ہو جانے کا حکم کن مقاصد کے لئے تھا۔ سندھ میں حر تحریک، احمدیہ کمپنیوں کے فوجیوں کے گولہ بارود سے ہی کیوں کچل دیا گیا۔ تقسیم ملک کے بعد سیالکوٹ، جموں سرحد پر ان ہی احمدیہ کمپنیوں کے ریلیز شدہ سپاہی منظم طور پر کیوں پہنچ گئے اور ان کو دھڑا دھڑ اسلحہ کہاں سے ملتا رہا۔ فرقان فورس احمدیہ کشمیر میں کیوں کھڑی کی گئی اور خلیفہ نے اپنی جماعت کی فوجی تنظیم اور محاذ جنگ کا خود ملاحظہ کیونکر کیا؟

انڈیا کو جنگ کی دھمکی

اس فوج کو استعمال کرنے کے لئے خلیفہ فرماتے ہیں: ''انڈین یونین کا مقابلہ کوئی آسان بات نہیں مگر انڈین یونین چاہے صلح سے ہمارا مرکز ہمیں دے چاہے جنگ سے دے ہم نے وہ مقام لینا ہے اور ضرور لینا ہے۔ اگر جنگ کے ساتھ ہمارے مرکز کی واپسی مقدر ہے۔ تب بھی ضروری ہے کہ آج ہی سے ہر احمدی اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار رہے۔''
(الفضل مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۴۸ء)

اب اس اقتباس کو ملاحظہ فرمایئے کہ کس طرح خلیفہ ربوہ انڈین یونین جو ایک بہت بڑی حکومت ہے اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے کس طرح تیار ہو رہے ہیں۔ نیز کسی حکومت کے بنیادی عناصر سے اس کے Base مرکز اور دارالخلافہ کا مسئلہ بھی ہے اور خلیفہ نے ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کو جب کہ پاکستان قائم ہوئے ابھی سال بھی نہیں گزرا تھا اپنے عزائم حشر بپا پر ایک ہیجان خیز خطبہ دیا اور فرمایا: ''یاد رکھو تبلیغ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ہماری Base مضبوط نہ ہو۔ پہلے Base مضبوط ہو تو تبلیغ مضبوط ہو سکتی ہے...... بلوچستان کو

احمدی بنایا جائے تا کہ ہم کم از کم ایک صوبہ کو تو اپنا کہہ سکیں...... میں جانتا ہوں کہ اب یہ صوبہ ہمارے ہاتھوں میں سے نکل نہیں سکتا۔ یہ ہمارا ہی شکار ہوگا۔ دنیا کی ساری قومیں مل کر بھی ہم سے یہ علاقہ چھین نہیں سکتیں۔" (الفضل مورخہ ۱۳ ر اگست ۱۹۴۸ء)

یہ واقعہ اخبارات میں آ چکا ہے۔ لیکن بہت کم لوگ اس حقیقت سے آگاہ ہوں گے کہ خلیفہ کا یہ عسکری پلان بہت پرانا ہے۔ تقسیم ملک سے پہلے آپ کی نظر ضلع گورداسپور پر تھی۔ خلیفہ کہتے ہیں: "گورداسپور کے متعلق میں نے غور کیا ہے اگر پورے زور سے کام کریں تو ایک سال میں فتح کر سکتے ہیں...... اس وقت ڈائنامیٹ رکھا جا چکا ہے اور قریب ہے کہ مخالفت کا قلعہ اڑا دیا جائے۔ اب صرف دیا سلائی دکھانے کی دیر ہے۔ جب دیا سلائی دکھائی گئی قلعہ کی دیوار پھٹ جائے گی اور ہم داخل ہو جائیں گے۔" (الفضل مورخہ ۱۲ر مارچ ۱۹۳۶ء)

پھر فرماتے ہیں: "مردم شماری کے دنوں میں گورنمنٹ بھی جبراً لوگوں کو اس کام پر لگا سکتی ہے۔ اگر کوئی انکار کرے تو سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔ پس میں بھی ناظروں کو حکم دیتا ہوں کہ جسے چاہیں مدد کے لئے پکڑ لیں مگر کسی کو انکار کا حق نہ ہوگا اور اگر کوئی انکار کرے تو میرے پاس اس کی رپورٹ کریں۔" (الفضل مورخہ ۱۲ر جون ۱۹۲۲ء)

انہی مقاصد کے پیش نظر قادیان اور ماحول قادیان کا نقشہ بھی تیار کروایا گیا۔ "ایک تو جماعت کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اور نہیں تو اس ضلع (گورداسپور) کو تو اپنا ہم خیال بنا لیں۔ احمدیوں کے پاس کوئی ایسی جگہ نہیں۔ جہاں وہ ہی ہوں اور دوسروں کا کچھ اثر نہ ہو۔ احمدیوں کے پاس ایک چھوٹے سے چھوٹا ٹکڑا بھی نہیں ہے۔ جہاں احمدی ہی احمدی ہوں۔ کم از کم ایک علاقہ کو مرکز بنا لو اور جب تک اپنا مرکز نہ ہو جس میں کوئی غیر نہ ہو۔ اس وقت تک تم مطلب کے مطابق امور جاری نہیں کر سکتے۔ ایسا علاقہ اس وقت تک ہمیں نصیب نہیں ہوا جو خواہ چھوٹے سے چھوٹا ہو۔ مگر اس میں غیر نہ ہوں۔ جب تک یہ نہ ہو اس وقت تک ہمارا کام بہت مشکل ہے۔"

(الفضل مورخہ ۱۲ر جون ۱۹۲۲ء)

یہ ہے وہ منصوبہ جو خلیفہ کے ذہن پر مسلط تھا۔ کیا خالص اشاعت اسلام کرنے والی جماعت کو ایسے علاقے مطلوب ہیں خواہ بڑے پیمانے پر خواہ چھوٹے پیمانے پر کچھ علاقے ہوں جو بلا شرکت غیر کلیتہً ان کی ملکیت ہوں۔ کیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے لئے ایسے صدر مقام کی تلاش کی تھی جس میں کوئی غیر نہ ہو۔ جہاں سے وہ تبلیغ اسلام کے کام کو جاری رکھ سکیں۔ پس یہ کام "جس کی تکمیل کے خلیفہ متمنی تھے کہ ان کو ایسی جگہ مل جائے جہاں وہ ہی ہوں۔ ان کا قانون وہاں

چل سکے اور اپنی ریاست کا قیام عمل میں لایا جاسکے اور قادیان میں بھی اس لحاظ سے کامیابی کا حصول اپنے لئے مشکل سمجھتے تھے۔ مگر ربوہ میں ان کو یہ بات میسر آ گئی وہ یہ "ریاست" اپنی پوری شان سے قائم کر چکے ہیں۔ کیونکہ اس میں سوائے ان کے قادیانی مریدوں کے اور کوئی آباد نہیں۔ پاکستان میں صرف ایک حصہ ہے۔ جس میں ایک ہی فرقے کے لوگ بستے ہیں اور وہ ایک آہنی تنظیم میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے ملک کا قانون ان کے لئے حرف غلط سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ ایسی آئین سوز کیفیت کو مدنظر رکھتے ہوئے صوبائی پریس ایک عرصہ سے یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔ یعنی اس میں دوسرے لوگ ایک عمرانی منصوبے کے ماتحت بسائے جائیں۔ تا کہ محمودی آمریت قانون کے رستے میں حائل نہ ہو سکے۔ لیکن ابھی تک یہ مطالبہ صدا بصحرا ثابت ہو رہا ہے۔"

نظام بینکاری

ربوہ میں سٹیٹ بینک آف پاکستان کے بالمقابل مرزا محمود کی زیر نگرانی ایک غیر منظور شدہ بینک بھی جاری ہے۔ جسے خلیفہ کی خودساختہ اصطلاح میں "امانت فنڈ[1]" کہا جاتا ہے۔ ربوہ کے اس جعلی بینک کی طرف سے باقاعدہ چیک بک اور پاس بک بھی جاری کی جاتی ہے۔ جن کا ڈیزائن عام مروجہ بینکوں کی چیک بکوں اور پاس بکوں سے ملتا جلتا ہے۔ سطحی نظر سے کوئی شخص ان کے متعلق یہ گمان نہیں کر سکتا کہ یہ چیک بک یا پاس بک کسی جعلی اور گورنمنٹ کے غیر منظور شدہ بینک کی ہے۔ اس بینک کے متعلق بعض اعلانات پڑھئے:

"چالیس سال سے قائم شدہ صیغۂ امانت صدر انجمن احمدیہ اس صیغہ کو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی بابرکت سرپرستی کے علاوہ بفضلہٖ تعالیٰ اس وقت مشہور انگلش بینک سے تربیت یافتہ ٹرینڈ اور مخلص نوجوانوں کی خدمات حاصل ہیں۔ آپ کا یہ قومی امانت فنڈ اس وقت خدا کے فضل و رحم سے ملکی بینکوں کے دوش بدوش اپنے حساب داران امانت کی خدمت پورے اخلاص اور محنت سے سرانجام دے رہا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد اس صیغہ نے جو شاندار خدمات سرانجام دی ہیں وہ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں۔ اس لئے اب آپ کو اپنا فالتو روپیہ ہمیشہ صیغۂ امانت صدر انجمن احمدیہ میں ہی جمع کروانا چاہئے۔" (الفضل مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۵۷ء)

---

[1] اقلیت دیئے جانے کے بعد مجھے علم نہیں کہ آیا امانت فنڈ کا صیغہ ہے یا بند ہو گیا ہے۔ ممکن ہے اب یہ صیغہ مرکز انگلستان میں جاری ہو۔

"کیا آپ کو علم ہے کہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے خزانہ میں احباب اپنی امانت ذاتی کا حساب کھول سکتے ہیں اور جو روپیہ اس طرح پر جمع ہو وہ حسب ضرورت جس وقت بھی حساب دار چاہے واپس لے سکتا ہے۔ جو روپیہ احباب کے پاس بیاہ شادی، تعمیر مکان، بچوں کی تعلیم یا کسی اور ایسی ہی غرض کے لئے جمع ہو اس کو بجائے ڈاکخانہ یا دوسرے بینکوں میں رکھنے کے خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں جمع کرانا چاہئے۔" (الفضل مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۳۸ء)

ملاحظہ ہو کس طرح کھلم کھلا گورنمنٹ کے ڈاکخانوں اور بینکوں میں روپیہ جمع کرنے سے لوگوں کو روکا گیا۔ ہمارے خیال میں کسی بڑے سے بڑے بینک نے بھی یہ جرأت نہیں کی ہوگی کہ وہ لوگوں کو یہ تلقین کرے کہ رقم صرف اسی ایک بینک میں جمع کرائی جائے۔

یہ بینک خلیفہ کی ریاست کو بوقت ضرورت روپیہ مہیا کرتا ہے۔ خود خلیفہ اور ان کے عزیزوں کو (Overdraft) کے ذریعہ متعدد بار رقمیں مہیا کر چکا ہے۔ اس وقت خلیفہ اور ان کا خاندان اسی بینک سے مبلغ سات لاکھ روپے کی رقم لے چکے ہیں۔ اسی بینک کی سیاسی افادیت کا حال بھی خلیفہ کی زبانی سنئے: "اس کے علاوہ اس کے ذریعہ احرار کو خطرناک شکست ہوئی۔"

(الفضل مورخہ ۱۳ر جنوری ۱۹۳۷ء)

نیز فرمایا: "اگر دس بارہ سال تک ہماری جماعت کے لوگ اپنے نفسوں پر زور ڈال کر اس میں روپیہ جمع کرواتے رہیں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے قادیان...... اور اس کے گردونواح میں ہماری جماعت کی مخالفت ۹۵ فیصد کم ہو جائے۔" (الفضل مورخہ ۱۳ر جنوری ۱۹۳۷ء)

پس کس طرح قادیان اور اس کے ماحول کو سنبھالنے کی اس بینک کے ذریعہ تجاویز مرتب کی گئیں اور پھر کس طرح احرار کو اسی بینک کی طاقت سے شکست دی گئی۔ کیا یہی بینک کل کسی اور کو شکست دینے کے لئے استعمال نہیں کیا جائے گا؟ کیونکہ خلیفہ خود فرماتے ہیں: "ہم اس روپیہ سے تمام وہ کام کر سکتے ہیں جو حکومتیں کیا کرتی ہیں۔" (الفضل مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۳۸ء)

اور پھر بالفاظ "خلیفہ": "میں اس مد (امانت تحریک) کی تفصیلات کو بیان نہیں کر سکتا۔"

(الفضل مورخہ ۱۳ر جنوری ۱۹۳۷ء)

"اور یہ بھی یاد رکھئے کہ امانت فنڈ کی تحریک الہامی تحریک ہے۔"

(الفضل مورخہ ۱۸ر فروری ۱۹۳۷ء)

صیغہ امانت "بینک" ہے۔ لیکن بینک کی سی کوئی ذمہ داری اس پر عائد نہیں ہوتی۔ لیکن

یہ ایسا بینک ہے جس کا نام امانت فنڈ ہے۔ جو اگر ضائع ہو جائے تو امین اس کا شرعاً ذمہ دار نہیں ہوتا۔ تقسیم ہند کے بعد جن احمدی احباب کے اکاؤنٹ قادیان میں امانت فنڈ میں تھے ان کو کچھ نہیں ملا تھا۔ حالانکہ وہ تمام رقم مرزا محمود کے ذاتی ہوائی جہاز کے ذریعہ پاکستان لائی گئی تھی۔ صیغہ امانت میں گورنمنٹ کے افسروں کے کھاتے کھلے ہیں۔ ہم محکمہ انکم ٹیکس والوں کو بھی توجہ دلاتے ہیں کہ وہ بھی اس امر کی چھان بین کرے۔ انہیں بڑی مفید معلومات حاصل ہوں گی اور وہ تمام لوگ جو گورنمنٹ ٹیکسوں سے بچنے کے لئے بینکوں کی بجائے یہاں روپیہ رکھتے ہیں۔ منظر عام پر آجائیں گے اور گورنمنٹ ملازم جن کے لئے اپنی مالی پوزیشن کو صاف رکھنا ضروری ہے۔ ان کے متعلق تمام کوائف طشت از بام ہو جائیں گے۔ بینکاری کا معاملہ بڑا سنگین معاملہ ہے۔ اگر کوئی بینک بیٹھ جائے تو کتنے لوگ برباد ہو جاتے ہیں۔ پیپلز بینک جب دیوالیہ ہوا تھا تو کس طرح ملک میں کہرام مچ گیا تھا۔ بینک تو بند ہو گیا۔ مگر ان بیواؤں اور یتیموں کا رونا کس طرح بند نہ ہوا۔ جن کا روپیہ اس میں امانت پڑا ہوا تھا۔ گورنمنٹ نے اس کا کیا انسداد کیا ہے۔ اگر ''خلیفہ'' کی بے تدبیری اور بڑھتے ہوئے اخراجات کی اور آئے دن کی اوور ڈرافٹس (Overdrafts) اور صیغہ امانت سے قرض کے نام پر نکلوائی ہوئی بھاری رقم سے یہ بینک دیوالیہ ہو گا جس کا دیوالیہ ہو جانا ایک یقینی امر ہے تو امانت والوں کا کیا بنے گا۔ پاکستان کے شہریوں کے اموال کی حفاظت کا کیا بندوبست کیا ہے۔ حکومت کو اس حقیقت سے آگاہ ہونا چاہئے کہ ربوہ کا یہ بینک ''خلیفہ'' کی بے اعتدالیوں کے باعث شدید مالی بحران کا شکار ہے اور اس کے کل سرمایہ میں سے جو تقریباً ۲۳ لاکھ روپیہ ہے۔ ۱۸ لاکھ روپے کی گرانقدر رقم عملاً خورد برد کی جا چکی ہے۔ اگر اس بینک کا کوئی باقاعدہ میزانیہ تیار کروایا جائے تو حکومت کو خود علم ہو جائے گا کہ یہ عملاً دیوالیہ ہو چکا ہے اور اس کے واجبات زیادہ اور اثاثہ اس کے بالمقابل برائے نام ہے۔

مخفی اخراجات

حکومت کو بعض اوقات مخفی طور پر بعض اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ خلیفہ کے ریاستی بجٹ میں بھی یہ مد موجود ہے۔ خلیفہ خود فرماتے ہیں: ''صرف ایک مد خاص ایسی ہے جس کے اخراجات مخفی ہوتے ہیں۔ مگر میں ان کے متعلق بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ ان مخفی اخراجات کی مد میں سے جو بعض دفعہ خبر رسانیوں اور ایسے ہی اور اخراجات پر جو ہر شخص کو بتائے نہیں جاسکتے۔ خرچ ہوئے ہیں۔'' (الفضل مورخہ ۲؍ جولائی ۱۹۳۷ء)

آزادیٔ رائے پر پہرے

آمرانہ حکومتوں میں آزادیٔ رائے عنقا ہوتی ہے۔ ایسا ہونا آمریت کے مزاج کے مطابق ہے۔ بلکہ وہاں افکار پر سنگین پہرے ہوتے ہیں۔ ہٹلر کے دور اقتدار میں کوئی جرمن باشندہ آزادی سے سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں سے بڑے بڑے مفکر اور سائنس دان بھاگ کر جمہوری ملکوں میں آباد ہو گئے تھے۔ جاپان میں دوسری عالمگیر جنگ سے پہلے شاہ میکاڈو کی حکومت میں پولیس کا ایک حصہ تھا۔ جس کو (Thought Police) کہتے تھے۔ اس کا یہ فرض تھا کہ وہ ملک میں گفتار و کردار کے علاوہ افکار کا جائزہ لیتی رہے۔ یہی حال قادیانی میکاڈو کا ہے۔ یہ بھی اپنی مملکت میں کسی کو نہ سوچنے دیتا ہے نہ ہی کسی کو یہ اجازت ہے کہ وہ آزادانہ طور پر تصنیفی یا تالیفی کام کرے۔ ان کے ہاں اس (Thought Police) کو نظارت تالیف واشاعت کہتے ہیں۔ بظاہر یہ کتنی بھلی اصطلاح ہے۔ حالانکہ اس کا اوّلین فرض ہے کہ تالیف اور اشاعت پر قفل لگا دے۔ اگر اس کو نظارت تعزیر و احتساب کہا جاتا تو زیادہ صحیح ہوتا۔ قاعدہ یہ ہے کہ

''تمام وہ لٹریچر جو احمدی احباب تصنیف فرمادیں۔ اگر وہ کسی موضوع پر ہو تو محکمہ تالیف و اشاعت میں روانہ فرمادیں اور محکمہ مذکورہ بعد ملاحظہ و تصحیح ضروریہ اسے اشاعت کے لئے منظور کرے اور کوئی کتاب یا رسالہ بغیر محکمہ مذکورہ کے پاس کرنے کے احمدیہ لٹریچر میں شائع نہیں ہو سکتا۔''

(الفضل مورخہ ۱۸ رمئی ۱۹۲۲ء)

''اسی طرح مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ نے بمنظوری حضرت خلیفۃ المسیح بذریعہ ریزولیشن نمبر ایک ۱۹۲۸ء یہ فیصلہ کیا تھا کہ سلسلہ کی طرف سے کوئی کتاب ٹریکٹ وغیرہ بغیر منظوری نظارت تالیف و اشاعت چھپنے اور شائع ہونے نہ پائے۔ اگر اس کی خلاف ورزی ہوئی تو اس کتاب کی اشاعت بند کر دی جائے گی۔'' (الفضل مورخہ ۲۹ رجنوری ۱۹۳۳ء)

چنانچہ ان تجاویز پر عمل شروع کر دیا گیا۔ المبشر نام سے قادیان سے ایک رسالہ نکلتا تھا۔ جس کے ایڈیٹر ایک مشہور قادیانی صحافی تھے۔ لیکن ریاست محمودیہ کے نزدیک بعض نقائص ایسے تھے کہ ان کے ہوتے ہوئے ''المبشر'' کو مرکز سلسلہ سے شائع کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی تھی۔ (الفضل مورخہ ۲۸ راگست ۱۹۳۷ء)

''اسی طرح اعلان کیا گیا کہ کتاب ''بیان المجاہد'' (جو مولوی غلام احمد سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ و تعلیم السلام کالج) نے شائع کی ہے۔ کوئی صاحب اس وقت تک نہ خریدیں جب تک

نظارت دعوۃ وتبلیغ کی طرف سے اس کی خریداری کا اعلان نہ ہو۔" (الفضل مورخہ ۱۰ر ستمبر ۱۹۳۳ء)

ایک ٹریکٹ کے متعلق اعلان کیا گیا کہ: "اس ٹریکٹ کو ضبط کیا جاتا ہے اور اعلان کیا جاتا ہے کہ جس کے پاس یہ ٹریکٹ موجود ہو وہ اسے فوراً تلف کر دیں اور شائع کرنے والے صاحب سے جواب طلب کیا گیا ہے اور انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ جس قدر کاپیاں اس ٹریکٹ کی ان کے پاس ہوں وہ سب تلف کر دی جائیں۔" (الفضل مورخہ ۷ر دسمبر ۱۹۳۳ء)

جب نظارت تالیف وتصنیف کو اس ٹریکٹ کی اشاعت کا علم ہوا تو اس نے اس کی اشاعت ممنوع قرار دے دی اور اسے بحق جماعت ضبط کر کے تلف کر دینے کا حکم دے دیا۔ نیز ٹریکٹ شائع کرنے والے سے جواب طلب کیا۔ (الفضل مورخہ ۱۴ر دسمبر ۱۹۳۴ء)

غور فرمایئے کہ اب ریاست کے مکمل ہونے میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے۔ خلیفہ فرماتے ہیں: "اب تک تین رسالوں کو میں اس جرم میں ضبط کر چکا ہوں۔"

(الفضل مورخہ ۴ر مارچ ۱۹۳۶ء)

اس سلسلہ میں خلیفہ کی ریاست کا سب سے گندہ پہلو یہ ہے کہ جن کتب اور اخبارات کو ضبط نہیں کر سکتے یا کروا سکتے، ان کے متعلق اپنی رعایا یا مریدوں کو یہ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ اسے پڑھیں نہیں۔ کیا ایک مذہبی، دینی اور تبلیغی جماعت جنہوں نے دوسروں تک اپنی بات پہنچانی ہوتی ہے۔ ان کی طرف سے تعزیری اقدام ان کے لئے باعث فخر ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ روزنامہ "نوائے پاکستان" جو وقتاً فوقتاً خلیفہ کے متعلق بعض اہم حقائق کو منظر عام پر لاتا رہتا ہے۔ خلیفہ نے اپنے ہوم سیکرٹری (ناظر امور عامہ) کے ذریعہ اس اخبار کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ اس سے پہلے جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء کے موقعہ پر اعلان ہو چکا ہے کہ حقیقت پسند پارٹی کا شائع کردہ لٹریچر کوئی احمدی نہ پڑھے۔ بلکہ پھاڑ کر پھینک دے یا خلیفہ کے ہوم سیکرٹری یا محکمہ حفاظت مرکز کے پاس بحفاظت پہنچا دیں۔ (الفضل مورخہ ۷ر اپریل ۱۹۵۷ء)

خلیفہ اپنے دار الخلافہ میں جس طرح لوگوں کو اپنی ریاست کا مطیع اور فرمان بردار بنا رکھا ہے۔ باشندگان ربوہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کے حاکم اعلیٰ ان کے خلیفہ ہیں۔ حکومت بھی ان کو خلیفہ کے چنگل سے نہیں بچا سکتی۔ ان کے سامنے قادیان سے لے کر ربوہ تک کی مثالیں موجود ہیں کہ حکومتی نظام سنگین واردات کی کھوج لگانے میں ناکام رہا۔ اگر کھوج لگا سکا تو عدالت میں جا کر مقدمات فیل ہو گئے۔

خلیفہ کی خروجی تدابیر

سیاست کاری اور سیاست بازی "خلیفہ محمود" کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ مذہب یا تو محض زیب داستان کے لئے تھا یا اس کا مصرف سیاست کی پردہ داری تھا۔ اگر بغور مطالعہ کیا جائے اور ان کے اعلانات کا نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ محراب ومنبر کے سیاق وسباق میں پناہ گزین ہو کر وہ سیاست کا کھیل کھیلتے تھے۔ وہ سیاست کی سربلندیوں سے سرفراز تو ہونا چاہتے تھے۔ مگر اس کی ابتلاء انگیزیوں کے حریف نہیں ہو سکتے۔ اس واسطے ان کا نظریہ خروج پہلو دار باتوں میں ملفوف ہو کر ان کے مریدوں کے سامنے آتا ہے۔ مثلاً وہ اکثر کہا کرتے ہیں: "ہم قانون کے اندر رہتے ہوئے اس کی روح کو کچل دیں گے۔" ایسے ہی مقاصد کے لئے یہ دفتر امور عامہ ایسے احمدی افسران جو گورنمنٹ یا ڈسٹرکٹ بورڈوں یا فوج یا پولیس، سول، بجلی، جنگلات، تعلیم وغیرہ کے محکموں میں کام کرتے ہیں۔ ان کے مکمل پتے مہیا رکھتا ہے۔ (الفضل مورخہ ۸ر نومبر ۱۹۳۲ء)

کبھی ان پر سیاست کا ایسا جنون مسلط ہو جاتا ہے کہ وہ حزم واحتیاط کے سارے پردے چاک کر کے برملا کہہ دیتے ہیں: "پس وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم میں سیاست نہیں وہ نادان ہیں وہ سیاست کو سمجھتے ہی نہیں۔ جو شخص یہ نہیں مانتا کہ خلیفہ کی بھی سیاست ہے وہ بیعت ہی کیا کرتا ہے۔ اس کی کوئی بیعت نہیں۔ دراصل بات تو یہ ہے کہ ہماری سیاست گورنمنٹ کی سیاست سے بھی زیادہ ہے۔ پس اس مسئلہ کو اگر میں نے بار بار بیان نہیں کیا تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ میں نے اس سے جان بوجھ کر اجتناب کیا۔ آپ لوگوں کو یہ بات خوب سمجھ لینی چاہئے کہ خلافت کے ساتھ ساتھ سیاست بھی ہے اور جو شخص یہ نہیں مانتا وہ جھوٹی بیعت کرتا ہے۔"

(الفضل مورخہ ۳ر اگست ۱۹۲۶ء)

اسی دھن میں خروجی عزائم کو یوں بے نقاب کر جاتے ہیں: "میرا یہ خیال ہے کہ ہم حکومت سے صحیح تعاون کر کے جس قدر جلد حکومت پر قابض ہو سکتے ہیں عدم تعاون سے نہیں اگر ہم کالجوں اور سکولوں کے طلباء کے اندر یہ روح پیدا کر دیں تو جوان میں سے ملازمت کو ترجیح دیں اور اس غرض سے ملازمت کریں کہ اپنی قوم اور اپنے ملک کو فائدہ پہنچائیں گے تو یہ لوگ چند ماہ میں ہی حکومت کو اپنی آزاد رائے اور بے دھڑک مشورے سے مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ ہندوستانی نقطہ نگاہ کی طرف مائل ہو۔ بے شک ایسے لوگوں کی ملازمت خطرہ میں ہوگی۔ مگر جب یہ لوگ ملازم ہی اس خطرہ کو مدنظر رکھ کر ہوئے ہوں گے ان کے دل اس بات سے ڈریں گے نہیں۔ دوسرے کوئی

گورنمنٹ ایک وقت میں ہزاروں لاکھوں ملازموں کو اس جرم میں الگ نہیں کر سکتی کہ تم کیوں سچائی سے اصل واقعات پیش کرتے ہو اگر پولیس کے محکمہ پر ہی ایسے حب الوطنی سے سرشار لوگ قبضہ کر لیں تو حکومت ہند میں بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے۔" (الفضل مورخہ ۱۸ر جولائی ۱۹۲۵ء)

جب اس شاطر سیاست کے خفیہ اڈوں پر حکومت چھاپہ مارتی ہے تو یہ اسلحہ اور کاغذات کمال ہوشیاری سے زیر زمین دفن کر دیتا ہے۔ قادیان کی سرزمین میں فسادات کے موقعہ پر احمدی نوجوانوں اور سابق فوجیوں کے ہاتھوں جو ماڈرن اسلحہ مہیا کیا اور ان کی فوجی گاڑیاں حرکت میں آئیں تو اس پر حکومت کی طرف سے یک دم چھاپہ پڑا۔ جس کی اطلاع قبل از وقت خلیفہ کو نہ ہو سکی۔ کیونکہ وہاں احمدی سی آئی ڈی ناکام رہی۔ لیکن خلیفہ کی اپنی اہرمنی فراست ان کے کام آئی۔ کیونکہ جب پولیس سر پر آ گئی تو اس "مقدس، پاکباز، ملہم، مصلح دوراں" نے اپنی مستورات کی چھاتیوں پر خفیہ دستاویزات باندھ کر کوٹھی دارالسلام (قادیان) بھجوا دیں اور قادیانی فوجیوں نے فوراً اسلحہ زیر زمین کر دیا۔ ۱۹۵۳ء کے فسادات اور پھر مارشل لاء کے اختتام پر جب گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ ربوہ کے فوجی اور ربوی پولیس کے دفاتر اور قصر خلافت پر چھاپہ مارا جائے تو یہ خبر دو دن قبل ربوہ پہنچ گئی۔ خفیہ اور ضروری کاغذات جن پر خلیفہ کے دستخط تھے۔ ان کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ تلف کر دیا گیا اور دوسرا حصہ چناب ایکسپریس پر سندھ روانہ کر دیا گیا۔ جب پولیس دفتر کی تلاشی لے رہی تھی۔ خفیہ کاغذات قادیانی اسٹیلوں میں چھپائے جا رہے تھے۔ خلیفہ ہر اس فرد کو بغاوت کا حق دیتے ہیں۔ جس نے دل سے اور عمل سے حکومت وقت کی اطاعت نہ کی ہو۔ ایک دفعہ کسی شخص نے خلیفہ سے پوچھا کہ جس ملک کے لوگوں نے کسی حکومت کی اطاعت نہ کی ہو۔ کیا انہیں حق ہے کہ وہ اس حکومت کا مقابلہ کرتے رہیں تو ارشاد ہوا کہ: "اگر کسی قوم کا ایک فرد بھی ایسا باقی رہتا ہے جس نے اطاعت نہیں کی نہ عمل سے نہ زبان سے تو وہ آزاد ہے اور دوسرے لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کر کے مقابلہ کر سکتا ہے۔" (الفضل مورخہ ۱۹ر ستمبر ۱۹۳۴ء)

پھر فرماتے ہیں: "اگر تبلیغ کے لئے کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کی جائے تو ہم یا تو اس ملک سے نکل جائیں گے یا پھر اگر اللہ تعالیٰ اجازت دے تو پھر ایسی حکومت سے لڑیں گے۔"

(الفضل مورخہ ۱۳ر نومبر ۱۹۳۵ء)

یعنی ایک حکومت میں رہ کر اس کے متعلق اعلان جنگ کے مواقع اور ان پر غور سب کچھ ہو سکتا ہے۔ بغاوت کا ذکر ہو رہا ہے تو ایک اور ارشاد بھی سنئے۔ فرماتے ہیں: "شاید کابل کے لئے کسی وقت جہاد کرنا پڑ جائے۔" (الفضل مورخہ ۲۷ر فروری ۱۹۲۲ء)

خلیفہ نے ایک مرتبہ یہ بھی کہا تھا کہ ”جماعت ایک ایسے مقام پر پہنچ چکی ہے کہ بعض حکومتیں بھی اسے ڈر کی نگاہ سے دیکھنے لگی ہیں اور قومیں بھی اسے ڈر کی نگاہ سے دیکھنے لگی ہیں۔“

(الفضل مورخہ ۲۰ راپریل ۱۹۳۸ء)

ان اقتباسات سے بالکل عیاں ہے کہ خلیفہ محمود اپنی جماعت کے ذہنوں میں اسی جنون کی پرورش کرتا رہا ہے۔ جو ان کے اپنے ذہن میں سمایا ہوا تھا۔ انہوں نے ربوہ کو اپنی کمین گاہ بنا رکھا تھا اور اسی تاک میں بیٹھا ہوا تھا کہ کب وطن عزیز میں انتشار ہو اور وہ اس سے فائدہ اٹھا کر اقتدار کی نشستوں پر قابض ہو کر ملک کے حکمران بن جائیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ قبولیت کی رو چلانے کے لئے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ (الفضل مورخہ ۱۱ رجولائی ۱۹۳۶ء)

ان کا اپنا قول ہے کہ: ”پنجاب جنگی صوبہ کہلاتا ہے۔ شاید اس کے اتنے یہ معنی نہیں کہ ہمارے صوبہ کے لوگ فوج میں زیادہ داخل ہوتے ہیں۔ جتنے اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے صوبہ کے لوگ دلیل کے محتاج نہیں بلکہ سونٹے کے محتاج ہیں۔“ (الفضل مورخہ ۲۷ رجولائی ۱۹۳۶ء)

گویا خلیفہ مغرب کی **(Bigstick)** پالیٹکس کے قائل ہیں۔ چنانچہ محکومی کی حالت میں بھی خارجی حکومتوں سے سازباز کے متمنی ہیں اور اس کی تلقین بھی کرتے ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں: ”کہ کوئی قوم دنیا میں بغیر دوستوں کے زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس لئے زیادہ مجرم اور کوئی قوم نہیں ہوسکتی جو اپنے لئے دشمن تو بناتی ہے مگر دوست نہیں کیونکہ یہ سیاسی خودکشی ہے۔“

(الفضل مورخہ ۱۸ رجون ۱۹۲۶ء)

اب پاکستان میں رہتے ہوئے اس کے دشمنوں کے حلیف بننے کی کوشش کیوں نہیں کریں گے۔ چاہے اس کی کوئی سی بھی صورت ہو مثلاً وہ راز افشاء کر کے پاکستان کے دشمنوں کے دلوں میں جگہ پیدا کرنے کی کوشش بھی کریں گے۔ انہوں نے فوج کے ایک کرنل کی طرف یہ منسوب کیا کہ اس نے دوران گفتگو میں ان سے یہ کہا کہ: ”حالات پھر خراب ہو رہے ہیں۔ لیکن اس دفعہ فوج آپ کی مدد نہیں کرے گی۔“ (الفضل مورخہ ۸ رمارچ ۱۹۵۷ء)

”جب پہلی دفعہ خلیفہ کی یہ تقریر ”الفضل“ میں چھپی تو اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ کرنل نے کہا کہ فوج آپ کی مدد نہیں کرے گی۔ کیونکہ وہ بدنام ہو چکی ہے۔“

جب اخبارات میں اس قابل اعتراض بات پر تبصرے ہوئے تو خلیفہ کے ایماء سے ان کی وہی تقریر دوبارہ شائع ہوئی اور اس میں سے وہ فقرہ حذف کر دیا گیا۔ جس میں فوج کی بدنامی کی طرف اشارہ تھا۔ تردید کرنے کی اخلاقی جرأت نہ تھی۔ ہاں قانون سے بچنے کا حیلہ نکال لیا۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

الذکر الحکیم نمبر ۴

ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی

اس کو کوئی نہ پڑھے مگر وہی جو خدا کے خدمت گار ہیں نہ کہ نفس کے

الذکر الحکیم نمبر: ۴

یعنی وہ خط کتابت جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مجھ کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا۔ اس کے مطالعہ سے صاف طور پر معلوم ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی کیسے علم و عقل اور کیسے اخلاق کے انسان ہیں۔ میں لکھتا کچھ ہوں اور وہ سمجھتے کچھ ہیں۔ میں ہر امر میں بیّنات قرآنی پیش کرتا ہوں اور وہ ان کو رد کرتے اور میرا قول قرار دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو بلاوجہ خارج از اسلام اور غیر ناجی بتلاتے اور تمام عالم کو جہنمی قرار دیتے ہیں۔ خداوند عالم، اسلام اور قرآن کو جب تک مرزا کی شمولیت نہ ہو مردہ کہتے ہیں۔ تمام زلزلوں، آتش فشانیوں، وباؤں اور حوادثات کو خواہ ایکوے ڈور میں ہوں یا اٹلی میں یا فارموسی میں یا سانس فرانسسکو میں۔ الغرض کسی شہر یا گاؤں میں ہو۔ خواہ ان کو حضرت کی خبر بھی ہو یا نہ ہو۔ اپنی تکذیب کا نتیجہ بتلاتے ہیں نہ کہ فسق و فجور، دہریت، کفر، شرک، توہین اسلام، توہین و تکذیب قرآن، توہین محمد ﷺ وغیرہ جرائم کا، خداوند عالم کو ایک باؤلا جھلا اور دلی سمجھ لیا ہے۔ (معاذ اللہ) جو جوش حمایت میں از خود رفتہ ہو کر مرزا کی خاطر دنیا کو تباہ کرتا پھر رہا ہے اور اتنا بھی نہیں سوچتا کہ اس کے اصل مکذب کون ہیں۔ دنیا میں کہیں تباہی آئے تو خود مرزا قادیانی اور ان کے مرید بغلیں بجاتے اور عید مناتے ہیں کہ یہ ہمارے واسطے ایک نشان ظاہر ہوا ہے اور ہر وقت اسی ہوس اور انتظار میں ہیں کہ دنیا تباہ ہو۔ فلاں ہلاک ہو۔ جس قدر زیادہ تباہی آئی اسی قدر ان کی گہری عید ہوئی۔ وغیرہ وغیرہ! چونکہ وہ میرے خلاف البدر اور الحکم میں ایک اعلان شائع کر چکے ہیں اور میرا کوئی خط شائع نہیں کیا۔ اس لئے مجھے یہ خط و کتابت شائع کرنی پڑی۔ التماس بخدمت جملہ ایڈیٹران اخبارات و رسالہ جات۔ بغرض رفاہ عام آپ اس تمام خط و کتابت کو تھوڑی تھوڑی کر کے اپنے رسالہ یا اخبار میں شائع کرنا شروع کر دیں اور بطور ریویو کچھ عبارت لکھ کر یہ اعلان شائع کر دیں کہ یہ کل خط و کتابت جس کا نام ”الذکر الحکیم نمبر ۴“ ہے ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجنے پر پتہ ذیل سے مل سکتی ہے۔ منیجر مطبع عزیزی مقام تراوڑی ضلع کرنال، سب صاحب اپنی اپنی رائے سے مجھے بھی اطلاع دیں تاکہ مجھے اصلاح و اثبات خیالات موجودہ میں امداد ملے۔

مؤلفہ: مولوی ڈاکٹر محمد عبدالحکیم خان، ایم۔ بی اسسٹنٹ سرجن

۲۴ رمئی ۱۹۰۶ء، مطابق ۲۹ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

''نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم''

خدا کے واسطے غور سے پڑھو شتاب کاری اور غصہ بڑے شیطان ہیں

مرزا غلام احمد قادیانی مجھ سے خود بخود بگڑ بیٹھے۔ میں نے تعطیلات محرم دہولی میں جماعت احمدی کو بمقام پٹیالہ چند ضروری مضامین پر لیکچر دینے شروع کئے اور ابتداء اسماء الٰہی، دلائل برہستی باری تعالیٰ اور تفسیر الحمد سے کی۔ کیونکہ جماعت احمدی میں خاص مرزا قادیانی کے اذکار..... کا جوش ایسا غالب ہوگیا ہے کہ تسبیح وتقدیس اور تحمید وتمجید باری تعالیٰ قریب قریب مفقود ہوگئے یا محض برائے نام رسمی طور پر رہ گئے اور سوائے اس ایک مسئلہ کے اور تمام قرآنی تعلیموں کا چرچا جاتا رہا اور اس ایک ہی مسئلہ کا مذاق رہ گیا۔ گویا کہ پرستش باری تعالیٰ کی بجائے مرزا قادیانی کی پرستش قائم ہوگئی اور عملی طور پر ان کا کلمہ ''لا الٰہ الا المرزا '' ہوگیا۔ کیونکہ الٰہ یعنی معبود ومطلوب وہی ہے جس کی سب سے زیادہ طلب کی جائے اور جس کی سب سے زیادہ پرستش کی جائے۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی کو بھی یہ الہام ہوئے۔ ''یاایھا النّاس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم ''یعنی اے لوگو! تم اپنے اس رب کی پرستش کرو جس نے تم کو اور ان تمام کو جو تم سے پہلے تھے پیدا کیا، اور یہ بھی الہام ہوا۔ ''بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا '' بلکہ تم حیات دنیاوی کو اختیار کر رہے ہو۔ یہ ہر دو الہامات ان کی تنبیہ اور تادیب کے لئے کافی تھے۔ اگر وہ ان الہامات کو نظر غور اور نیت عمل سے دیکھتے۔ مگر ذکر مرزا کا مذاق ایسا غالب ہوگیا ہے کہ دن رات ان کی مجلسوں میں یہی ذکر غالب تر ہوتا ہے۔ اخبارات الحکم اور البدر میں بھی یہی ذکر ہوتا ہے۔ مگر اس ذکر سے وہ کبھی نہیں اکتاتے۔ یہ مذاق قرآن مجید کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ قرآن مجید از اوّل تا آخر اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور قدرت وحکمت کا بیان رنگارنگ پیراؤں میں کرتا ہے یا تزکیہ نفس اور اصلاح اعمال کا اور بشری ضروریات کے ہر پہلو پر علے التناسب نہایت مدلل اور معقول بحثیں کرتا ہے۔ ایسا نہیں کہ خدا کی حمد وثنا اور تزکیہ نفس کے تمام پہلوؤں کو چھوڑ کر ایک محمدﷺ کی ہی حمد وستائش تمام اذکار پر مقدم اور غالب کر لی ہو۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی اور ان کی جماعت کا عموماً حال ہے۔ خود

مولوی نورالدین نے بھی جو جماعت احمدی میں ایک اعلیٰ نمونہ ہیں ان ایام میں جب کہ میں تفسیر القرآن بغرض اصلاح مرزا قادیانی اور آنجناب کو سنایا کرتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ مرزا قادیانی کو تو بس ایک وفات مسیح کی بحث سنا دیا کرو۔ پھر اس پر طرفہ تو یہ ہے کہ تیرہ کروڑ مسلمانوں کو جو تیرہ سو سال میں تیار ہو رہے ہیں بلاتبلیغ کامل خارج از اسلام سمجھنے لگ گئے ہیں۔ میں نے توحید و عظمت باری تعالیٰ پر تین یا چار ہی لیکچر دیئے تھے کہ احمدی لوگ گھبرائے اور ایک شخص عبدالغنی خاں نام نے جماعت کی طرف سے کہا کہ آپ مرزا قادیانی کا ذکر کیوں نہیں کرتے۔ میں نے جواب دیا کہ ابھی تو حمد ہو رہی ہے اور الحمدللہ کی تفسیر ہے۔ ابھی تو رب العالمین۔ الرحمٰن۔ الرحیم اور مالک یوم الدین کی تفسیر بھی نہیں ہوئی۔ حمد کے بعد نعت رسول ﷺ پھر مناقبت مرزا قادیانی ہو گی۔ حاضرین میں سے بعض نے یہ بھی کہا کہ توحید و تحمید باری تعالیٰ بھی مرزا قادیانی کا خاص مشن ہے۔ مگر ان باتوں سے پکے احمدی مطمئن نہ ہوئے اور روز بروز واویلا بڑھتا گیا۔ آخر کار ایک روز عبدالغنی خاں نے یہ کہا کہ آپ تو حمد الٰہی کے ساتھ مرزا قادیانی کا ذکر کرنا شرک سمجھتے ہیں۔ مگر میں اس بات کو شرک سمجھتا ہوں کہ حمد الٰہی کے ساتھ مرزا قادیانی کا ذکر نہ کیا جائے۔ ان حالات سے مجھ کو سخت افسوس ہوا۔ جس قدر میں اس بات پر زور دیتا تھا کہ کوئی انسان کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ قرآن مجید کے تمام مسائل پر علی التناسب زور نہ دیا جائے۔ ایک ہی مسئلہ پر تل جانا اور اسی کو تمام امور پر مقدم اور غالب کرنا ایک قسم کا جنون اور سخت فسادات کی بنا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے...... ''جعلوا القرآن عضین'' یعنی قرآن کو بوٹی بوٹی کرو...... ''واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً ولا تفرّقوا'' اللہ کی رسی کو اکٹھے ہو کر مضبوط پکڑو اور تفرقہ اندازی مت کرو اور تمام تفرقہ و فسادات کی بنا یہ بتلائی ہے۔ ''کلّ حزب بما لدیھم فرحون'' ''تمام فریق اپنی اپنی بات پر اتراتے ہیں۔ مگر وہ مرزا قادیانی کے دیوانے کب سنتے تھے۔ اتفاقاً مولوی مبارک علی (قادیانی) سیالکوٹی پٹیالہ میں تشریف لائے اور ان کے وعظ شروع ہوئے۔ میں نے ان سے ذکر کیا کہ آپ اپنے تمام وعظوں میں قرآنی عظمت اور قرآنی تعلیم کی ضرورت اور عمل بالتناسب پر زور دیں۔ اگر ہماری جماعت کے لوگ قرآن مجید کے عاشق ہو جائیں یا کم سے کم قرآنی مطالعہ کا اس قدر ہی چرچا ہو جائے جتنا الحکم اور البدر اور مرزا قادیانی کے اشتہار کا تو ہر قسم کی اخلاقی کمزوریاں اور نقص رفتہ رفتہ دور ہو سکتے ہیں۔

کیونکہ تمام امراض انسانی کا بھی ایک کامل اور یقینی نسخہ ہے۔"فیہ شفاء لما فی الصدور"
مولوی موصوف نے بھی اپنے وعظوں میں جب یہ ذکر غالب کیا تو مرزا قادیانی کے دیوانے اور پکے
مرزائی تاڑ گئے کہ یہ تو ڈاکٹر کی تلقین ہے اور انہیں بہکانا چاہا اور کثیر التعداد ہونے کی وجہ سے غالب
آ گئے۔تب تو انہوں نے قرآن مجید کے انہیں مضامین پر وعظ شروع کر دیئے۔جن میں مرزا قادیانی
کی نسبت استدلال ہو سکتا تھا اور ہر وعظ میں مرزا قادیانی کو محمد ﷺ کا مظہر اتم ثابت کرنا شروع کیا۔
اس سے میرا افسوس اور مایوسی اور بھی زیادہ ہو گئے۔پھر طرفہ تر یہ کہ جب مولوی انشاء اللہ خان
صاحب ایڈیٹر الوطن کی تحریک پر مولوی محمد علی وخواجہ کمال الدین وغیرہ نے یہ تجویز پاس کی اور شائع
کی کہ ریویو آف ریلیجز قادیان میں عام اسلامی مضامین شائع ہوا کریں اور خاص مرزا قادیانی کے
متعلق ابحاث علیحدہ ضمیمہ میں شائع ہوا کریں۔جن کو خاص مریدوں کے نام جاری کیا جائے یا دیگر
ایسے اشخاص کے نام جو اس کے خود خواستگار ہوں۔اس تجویز کی اشاعت سے میرا دل قدرے ٹھنڈا
ہوا اور میں نے کہا کہ ہماری جماعت میں عالی خیال اور عالی ظرف لوگ بھی ہیں اور اب یہ کام قرآنی
رنگ اور خدائی پر چلے گا اور ہمارا پیغام احسن اور بلیغ صورت میں تمام دنیا کو پہنچے گا۔مگر وہ تمام خوشی
خاک میں مل گئی۔جب پکے مرزائیوں یا مرزا کے شیدائیوں نے اس تجویز کے خلاف شور مچانا شروع
کیا اور وہ تجویز خاک میں مل گئی۔مولوی محمد علی کو مرزائیوں کا شور دبانے کی غرض سے اپنے اقرار اور
عقائد شائع کرنے پڑے۔"انا للہ وانا الیہ راجعون" انہی ایام میں میں نے تین ماہ کی
رخصت استحقاقی کے لئے درخواست پیش کر دی اور دل میں آرزو تھی کہ قادیان پہنچ کر خالص قرآنی
مضامین اور اسی کی ترغیب اور تناسب پر لیکچر دیا کروں گا۔ممکن تھا کہ ان لیکچروں سے ہی یہ مانو مانیا
اور اکسٹریٹی دور ہو کر کل قرآن مجید کا مذاق پیدا ہو جائے۔مگر میں زیادہ صبر نہ کر سکا اور مضامین ذیل
پر ایک خط میں نے مرزا قادیانی کی خدمت میں نہایت بے قراری اور جوش کی حالت میں لکھا۔
چونکہ اصل خط کی نقل میرے پاس موجود نہیں اور میری بار بار کی درخواستوں پر مرزا قادیانی نے اس کو
واپس بھی نہیں کیا اور نہ نقل بھیجی اور نہ اخباروں میں شائع کرایا بلکہ اپنے خیالات سے ہی ایک اعلان
البدر اور الحکم میں ۳؍مئی ۱۹۰۶ء کو شائع کرا دیا۔اس لئے میں اپنی یادداشت کی ہی بنا پر وہ خط ذیل
میں درج کرتا ہوں۔

خط نمبر:ا

ڈاکٹر عبدالحکیم خان بنام غلام احمد قادیانی

حضرت مسیح الزمان السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

میں نے تین ماہ کی رخصت استحقاقی کے لئے درخواست پیش کردی ہے۔ آپ بھی دعا فرمائیں۔ میری جدائی قادیان سے اس الہام کے بعد ہوئی تھی۔ سال دیگر را کہ میداند حساب۔ تا کجارفت آں کہ با ما بود یار! اور اب میں امید کرتا ہوں کہ آپ کے وہ الہامات پورے ہوں۔

رسید مژدہ کہ ایام نوبہار آمد

(تذکرہ ص۵۲۲)

رسید مژدہ کہ آں یار دل پسند آمد واللہ اعلم!

(تذکرہ ص۵۷۲)

اس وقت میں چند امور کی طرف جونہایت ضروری ہیں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

اوّل...... یہ کہ امت محمدیہ میں جولوگ ہماری تکذیب کرنے اور ہمیں صریحاً کافر کہتے ہیں ان کے ساتھ تو بیشک نماز نہیں ہوسکتی۔ مگر جولوگ ہمیں صریحاً کافر نہیں کہتے ان تمام کو کافر نہ سمجھا جائے۔ بلکہ حسن ظنی سے کام لیا جائے اور ان کے ساتھ نمازیں پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ تاکہ ہماری تبلیغ آسان اور وسیع ہوسکے۔

دوم...... یہ کہ جوتجویز انشراح صدر اور عالی ظرفی سے مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدین نے شائع کی تھی کہ ریویو آف ریلیجز میں عام اسلامی مضامین شائع ہوا کریں اور خاص مضامین جو آپ کی ذات سے متعلق ہیں۔ وہ ایک علیحدہ ضمیمہ میں شائع ہوجایا کریں۔ اس سے ہمارے مشن کی تبلیغ بہت جاری اور عمدگی سے پھیل سکتی ہے اور قرآن مجید کی رو سے مدار نجات بھی اللہ پر ایمان اور اعمال صالحہ ہیں۔ ’’ان الذین آمنوا والذین هادوا والنصاریٰ والصائبین من امن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحاً فلهم اجرهم عند ربهم فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون ‘‘ جولوگ مسلمان ہوگئے اور جو یہودی اور نصاریٰ اور آتش پرست یا ستارہ پرست وغیرہ ہیں جوکوئی اللہ کو اور یوم آخرت کو مانتا اور اچھے عمل کرتا ہے ان کے واسطے ان کے رب کے پاس اجر ہے۔ پس ایسے لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور وہ غمگین ہوں گے۔

"وقالوا لن يدخل الجنة الا من كان هودً او نصارىٰ تلك امانيّهم قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين "وہ کہتے ہیں بہشت میں اور کوئی شخص داخل نہ ہو سکے گا۔ مگر وہی جو یہودی ہو گیا یا عیسائی یہ ان کی بے بنیاد آرزوئیں ہیں۔ ان سے کہہ کہ تم اپنی دلیل پیش کرو۔ اگر سچے ہو۔

"بلیٰ من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون "نہیں بلکہ (بہشت میں وہی داخل ہوگا) جو اپنے آپ کو اللہ کے قربان کر دے اور نیکی کرنے والا ہو۔

ایک موقعہ پر اہل کتاب کو محض توحید کی طرف دعوت کی ہے۔"تعالوا الیٰ كلمة سواء بيننا وبينكم ان لا تعبدوا الا الله ولا نتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون الله" ایک کلمہ کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ یعنی یہ کہ ہم اللہ کے سوائے اور کسی کی پرستش نہ کریں اور نہ بعض ہم میں سے بعض کو اللہ کے سوائے رب بنائیں۔

الغرض مدار نجات قرآن مجید نے توحید اور اعمال صالحہ کو رکھا ہے۔ اسی مضمون کی مؤید اور صدہا آیات ہیں۔ تین آیتیں میں اور نقل کرتا ہوں۔

"ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذالك لمن يشاء" بے شک اللہ شرک کو نہیں بخشتا۔ مگر اس کے سوائے (اور تمام گناہوں کو) جس کے لئے چاہے بخش دیتا ہے۔

"واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوىٰ فان الجنت هى الماوٰى "جو اپنے رب کے مقام سے ڈرتا ہے اور اپنے نفس کو ہوا وہوس سے روکتا ہے پس اس کا ٹھکانا بہشت ہے۔

"قد افلح من زكّها"تحقیق فلاح وہ پاتا ہے جو اپنے نفس کو پاک کرتا ہے۔

پس جب بنائے نجات توحید اور تزکیہ نفس ہوئی۔ تو فروعات یا مؤیدات کی خاطر تمام دنیا کو اصل بناء سے محروم کرنا سخت غلطی ہے۔

سوئم..... آپ کا وجود خادم اسلام ہے نہ وجود اسلام۔ پس اپنے وجود کی خاطر اصل اشاعت اسلام کو روکنا حکمت ودانائی کے خلاف ہے۔ کیونکہ حکم ہے"وادع الىٰ سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة "اور حکم ہے۔"واتبعوا احسن ما انزل اليكم "جب اصل پر لوگ قائم ہوں گے تو فروع پر خود قائم ہو جائیں گے۔

چہارم...... عام حکمت کا یہ قاعدہ ہے کہ پہلے بڑے امراض کا علاج کیا جاتا ہے۔ ہلکی غذائیں دی جاتی اور قوی ثقیل غذاؤں سے پرہیز کرایا جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ بڑے امراض سے صحت ہو جاتی ہے۔ تب خفیف اور ضمنی امراض خود رفع ہو جاتے اور طبیعت معمولی غذاؤں کی خود متحمل ہوتی جاتی ہے۔ ایسا ہی اس وقت بہت سے سخت روحانی امراض پھیلے ہوئے ہیں۔ جو وبائے عالمگیر کی طرح مسلمانوں کو اور عام خلائق کو تباہ کر رہے ہیں۔ اس لئے ان کے حسب برداشت اور حسب خواہش پہلے ہلکی غذا دینی چاہئے اور اصل امراض کا علاج کرنا چاہئے۔ رفتہ رفتہ جب اور غذاؤں کی خواہش اور برداشت زیادہ ہوتی جائے۔ تب نئی نئی غذائیں دینی چاہئیں۔ یعنی پہلے اسلام کو عام صورتوں میں پیش کرنا چاہئے۔ رفتہ رفتہ علے قدر عقول الناس جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کا طریق رہا ہے۔ اس کے اسرار اور معارف پیش کرنے چاہئیں۔

پنجم...... محض ایک مسئلہ وفات مسیح اور آمد مسیح یا پیشین گوئیوں پر تمام زور خرچ کرنا اور باقی اجزائے اسلام کو نظر انداز کر دینا یا غیر ضروری و حقیر سمجھنا سخت نادانی، پست خیالی، تنگ ظرفی اور ضد و تعصب میں داخل ہے۔ اسلام ایک کامل جسم ہے۔ کوئی اس کا ناک کاٹ کر لئے پھرتا ہے۔ کوئی ٹانگ کو، کوئی دل کو، کوئی جگر کو، کوئی دماغ کو علیحدہ علیحدہ ٹکڑے پیش کرنے میں اس کی خوشنما صورت نظر نہیں آ سکتی۔ بلکہ ایک مکروہ اور بدنما نظارہ ہو جاتا ہے۔ "جعلوا القرآن عضین" قرآن مجید کو بوٹی بوٹی کر دیا۔ اپنی اپنی بات پر اترانا ان تمام اختلافات اور فسادات کی بنیاد ہے۔ جنہوں نے اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کل فرقوں کو ہوا پرست اور نفس پرست بنا دیا۔ "کل حزب بما لدیھم فرحون" "تمام فریق اپنی اپنی بات پر اتراتے ہیں۔ پس اگر احمدی جماعت بھی اسلام کا دل یا دماغ کاٹ کر علیحدہ لئے پھرے تو ایسی مکروہ اور فتنہ انگیز بات ہو گی جیسا کہ کسی انسان کا دل یا دماغ نکال کر لئے پھرنا۔

ششم...... محض پیشین گوئیوں یا نشانات کی بناء پر مرید ہو جانے سے تزکیہ نفس اور اصلاح عقائد و اخلاق حاصل نہیں ہو سکتے۔ جیسے کہ عقیدت کے طور پر لاکھوں رنڈیاں، چور، ڈاکو، حرامکار اور خونی اسلام میں داخل ہیں اور آنحضرت ﷺ کے معجزات کے...... قائل ہیں۔ مگر تزکیہ نفس اور معراج روحانی کی طرف ان کی کوئی توجہ نہیں۔ ایسا ہی ہزار ہا لوگ برائے نام آپ کی بیعت میں داخل ہو گئے ہیں اور چونکہ ان کی تعلیم و تربیت اور اصلاح کے لئے کوئی خاص انتظام نہیں اس لئے ان کی

حالتوں میں کوئی نمایاں ترقی نہیں۔ اس وقت جب کہ مریدوں کی تعداد اور زیادہ ہو چکی ہے۔ سب سے مقدم یہ امر ہے کہ ان کی اخلاقی اور ایمانی اصلاحوں کی طرف خاص توجہ کی جائے اور بجائے خالی باتوں، خالی دعووں اور کاغذی پتنگ بازی کے اسلام کا عملی نمونہ ایک فیصدی بھی ہو جائیں جو مولوی نور الدین کی طرح تمام قرآن مجید پر علی التناسب عامل ہوں تو وہ لاکھ اخباروں اور کتابوں کی نسبت بدرجہا زیادہ مفید اور مؤثر ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ پہلے خاص طور پر ان لوگوں میں سے جو قادیان میں رہتے ہیں ایک جماعت تیار کی جائے۔ پھر ان کی تعلیم و تربیت جماعت کے لئے بطور واعظ و نمونہ مختلف شہروں میں بھیجا جائے۔

ہفتم...... ہماری جماعت میں مشن کا کوئی عملی انتظام نہیں۔ بلکہ سستی یا آرام طلبی یا خوف تکالیف کی وجہ سے ایسے قادیان میں اپنے اپنے مقامات میں دبے ہوئے بیٹھے ہیں کہ باوجود آزاد اور فارغ ہونے کے بھی بطور مشن نہیں پھرتے۔ عیسائیوں اور آریاؤں کے مشن اپنے اپنے نمونے سے بتلا رہے ہیں کہ کسی مذہب کی اشاعت اِس طرح پر ہوتی ہے۔ مذہبی جانثاری شجاعت ہم سے سیکھو۔ یہ پھر تعجب ہے کہ جو ہمیشہ کے سکھوں اور عزتوں کے مدعی ہیں اور بہشت بریں کے وارث ہیں اور باقی تمام مخلوق خدا کو محروم النجات یقین کئے بیٹھے ہیں۔ ان کے مقابلہ پر کچھ بھی عملی ہمت شجاعت، استقلال اور جان نثاری نہ دکھائیں۔ اگر ہمارے پاس خداوند عالم کے ایسے اہم احکام ہیں کہ ان کے ماننے کے بغیر ہر کوئی جہنم میں جائے گا تو پھر کیوں فوراً ہم تمام دنیا میں منتشر نہیں ہو جاتے اور وہ پیغام تمام دنیا کو نہیں سناتے۔ عدم تبلیغ کے مجرم ہم ہیں اور سرکشی یا عدول حکمی کا جرم تمام جہان پر قائم کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ غیر احمدی مسلمانوں سے ترک سلام بھی کر بیٹھے کیا یہ انصاف ہے؟

ہشتم...... اسلام کی طرف اصل رہبر فطرت اور سچی تعلیم ہے نہ کہ محض پیشین گوئیاں۔ چنانچہ قران مجید نے سچی تعلیم اور فطرت کو ہی اصل رہنما اور رہبر قرار دیا ہے نہ کہ پیشین گوئیوں کو۔ جیسا کہ آیات ذیل سے صاف ظاہر ہوتا ہے: ''انا ھدینہ السبیل امّا شاکرا وامّا کفوراً فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ ذالك الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون یھدی للتی ھی اقوم '' نشانات کی بابت فرمایا ہے۔ ''ولو اننا نزلنا علیھم الملائکۃ وکلّمھم اللہ الموتیٰ وحشرنا علیھم کل شئ قبلاً ما کانوا

لیؤمنو الا ان یشاء اللہ "اگران پر فرشتہ بھی اتار دیں اوران سے مردے بھی کلام کریں اور ہر شے ہم ان کے سامنے لاکھڑی کر دیں وہ ایمان نہیں لاسکیں گے۔ مگر جب اللہ چاہے۔ پس محض پیش گوئیوں کو ہی ذریعہ ہدایت سمجھنا سراسر خلاف قرآن ہے اور قرآنی تعلیمات کو مردہ اسلام قرار دینا انتہاء درجہ کی بے باکی اور بدفہمی ہے۔ اگر ریویو آف ریلیجز میں قرآنی مضامین کی اشاعت علی التناسب کی جاوے۔ گویا اس کو ایک تذکرۃ القرآن بنادیا جائے تو تمام مسلمان اس کی طرف جھک سکتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ اندفاع مرض اور اصلاح مذاق ہوکر آپ کے ضمیمہ کے خواہشمند ہو سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ خالص قرآن کو تو "مردہ اسلام" قرار دیا گیا۔ اس سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید کی کیا توہین ہوسکتی ہے؟ اگر احمد اور محمد جدا نہیں تو جس رنگ میں محمدی تعلیم تیرہ سو تک دنیا میں جاری رہی۔ اس کو کیوں مردہ اسلام قرار دیا گیا۔ کیا قرآن مجید میں ہزار ہا پیشین گوئیاں اور عملی اسرار موجود نہیں؟ جن کی تصدیق ہر زمانہ میں ہوتی رہی اور اب بھی ہو رہی ہے۔ اس سے بڑھ کر قرآن اور اسلام کی اور کوئی توہین نہیں ہوسکتی کہ اس کی حیات کا دارومدار ایک شخص کی ذات پر منحصر تھا جو آج تیرہ سو سال کے بعد پیدا ہوا۔ پس یہ نہایت ہی رذیل اور گستاخانہ کلمات تھے جو کلام الٰہی کی نسبت شائع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ تو قرآن مجید کو شفا نور اور حیات بخش فرماتا ہے۔ مگر احمدی جماعت اس کو مردہ کلام، بے اثر اور بودا کلام قرار دیتی ہے۔ اسی توہین قرآن اور اسلام کا نتیجہ ہے جو یہ اعتراض آپ پر پلٹ پڑے۔

نہم...... یہ زمانہ علمی ترقیات کا ہے۔ اگر قرآن مجید کے علمی اور تعلیمی کمالات کا صاف صاف اظہار کیا جائے تو زیادہ مؤثر ہوسکتا ہے۔ آپ کے خاص دعاوی اور پیش گوئیاں ضمیمہ میں شائع ہونے سے ان کی اشاعت میں کمی تو کسی طرح نہیں آسکتی۔ کیونکہ مرید اور معتقد لوگوں میں تو وہ ضرور ہی جائے گا۔ مگر توسیع اشاعت کی بڑی امید تھی۔ مگر افسوس اس معاملہ میں احمدی جماعت نے ایسی تنگ خیالی اور ضد و تعصب کا نمونہ دکھایا کہ ساری قوموں سے سبقت لے گئے اور اپنے ہاتھ سے اس دیوار کو جو پست خیال اور تنگ ظرف مولویوں نے احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان حائل کیا تھا اور اب وہ شکستہ ہوکر گرنے کے قریب ہوگئی تھی۔ اس کو اپنے ہاتھوں سے پھر کھڑا کر دیا۔ اب ہم کسی فریق کی تنگ ظرفی اور پست خیالی کا شکوہ نہیں کر سکتے۔ الغرض یہ ایک نہایت ہی رذیل نمونہ ہے۔ جو ہم نے اشاعت حق اور قبولیت حق کے لئے پیش کیا اور قرآن مجید کی اس پاک تعلیم کو پامال

کیا۔ جس میں حکم تھا۔ ''وادع الیٰ سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم''

دہم ...... تجویز خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی کے خلاف چونکہ مضامین اخبارات الحکم والبدر میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس لئے یہ میری ناچیز تجاویز بھی ان میں شائع کرادیں۔ کیونکہ جب تک کسی معاملہ میں طرفین کے خیالات اور دلائل شائع نہ کئے جائیں اس وقت تک صحیح نتیجہ نکالنا ناممکن ہے۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ میں اس قدر طول طویل عریضہ آپ کی خدمت میں بھیجنے کی جرأت ہرگز نہ کرتا۔ اگر میں اپنی جماعت میں تزکیہ نفس، اصلاح اخلاق اور قرآنی تعلیم کی طرف سے سخت درجہ کی غفلت اور لاپرواہی نہ دیکھتا اور توہین قرآن واسلام کی اشاعت اخباروں میں نہ پڑھتا اور خالی باتوں اور دعوؤں اور یکسوئی جنوں کا رنگ ان کے اقوال اور افعال میں مشاہدہ نہ کرتا۔ نیز میری اس تحریک کے مؤید چند خوابات بھی ہوئے۔ ایک خواب میں کسی نے مجھے کہا یا میری زبان پر جاری ہوا۔ ''انا ارسلنك بالحق بشیراً ونذیرا ولا تسئل عن اصحاب الجحیم'' ایک خواب میں میرا نام محمود رکھا گیا۔ وہ اس طرح ہے کہ یونیورسٹی کے کیلنڈر میں پاس شدہ طلباء کے نام شائع ہوئے ہیں۔ اس میں میرا نام ڈاکٹر عبدالحکیم خاں ایم. بی بہت سی تعریفوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اسی خواب میں میں نے اپنے چچا حشمت علی خاں مرحوم کو دیکھا اور ان سے میں نے ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ مقام مجھے بھی دکھاؤ جب میں نے اس رجسٹر کو شروع سے کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ پہلے مولوی عالم اور مولوی فاضل کے امتحانوں میں پاس شدہ اشخاص کے نام ہیں اور تمام ناموں پر گاڑھی سبز دانہ دار سیاہی پھری ہوئی ہے۔ پھر اوراق پلٹنے کے بعد جب میرا نام نکلا تو میرا نام بجائے ڈاکٹر عبدالحکیم خاں ایم. بی کے ''محمود'' تھا۔ پھر اور خوابات میں میرا نام سراج الحق اور عبدالحکیم بھی معلوم ہوا ہے۔ والسلام!

الراقم: خاکسار عبدالحکیم خاں ایم. بی اسسٹنٹ سرجن از پٹیالہ

خط نمبر:۲

مرزا قادیانی بنام ڈاکٹر عبدالحکیم خان

خان صاحب[۱] آپ کا خط میں نے بہت افسوس سے پڑھا۔ اس خط کے پڑھنے سے صرف یہی معلوم نہیں ہوتا کہ آپ ہمارے اس سلسلہ سے خارج ہیں بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ

---

[۱] شروع میں نہ بسم اللہ ہے نہ حمد نہ نعت نہ سلام علیک۔

آپ دین اسلام سے بھی منہ پھیر رہے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ ہر ایک شخص جو یہود اور نصاریٰ اور دوسری قوموں سے اللہ پر ایمان لائے اور اپنے طور پر نیک عمل کرے تو نجات پانے کے لئے یہی عمل اس کے لئے کافی ہے۔ اگر ان آیات کے یہی معنی ہیں تو گویا آنحضرت ﷺ نے بڑی غلطی کی کہ دین اسلام کی دعوت کے لئے زمین میں خون کی نہریں[1] چلادیں۔ کیا یہودی آپ کے قول کے موافق اللہ پر ایمان نہیں لائے تھے یا تمام عیسائی عیسیٰ پرستی میں ہی غرق تھے؟ خدا نے تو صاف فرمادیا ہے: ''ان الدین عند اللّٰہ الاسلام ومن یبتغ غیر الاسلام دینا لن یقبل منہ وھم فی الاٰخرۃ من الخاسرین ''یعنی دین اسلام ہی ہے اور جو شخص بجز اسلام کے کسی اور دین کا خواہاں ہے وہ مردود ہے۔ مگر آپ کے قول کے موافق مومن بننے کے لئے آنحضرت ﷺ پر ایمان لانا شرط نہیں ہے۔ اگر ایک شخص آنحضرت ﷺ کا منکر ہے مگر اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ نجات یافتہ ہے۔ یہ عقیدہ ایک ''سخت گمراہ سید احمد خاں'' کا تھا۔ جس کا آخری مقولہ یہ تھا کہ اگر عیسیٰ کو کوئی خدا بھی کہے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ عیسائی بھی ایسے ہی نجات یافتہ ہیں جیسے مسلمان۔ بلکہ بقول اس کے دہریہ بت پرست، سب نجات یافتہ ہیں اور جو آپ نے

---

[1] آنحضرت ﷺ نے ایک جنگ بھی دعوت اسلام کے لئے نہیں کیا بلکہ حفاظت اسلام کے لئے تھا۔ جن اندفاعی جنگوں میں مجبوراً آپ کو شامل ہونا پڑا وہ محض اس نیت سے تھے کہ خداوند عالم کا عظمت وجلال دنیا میں قائم ہو جائے۔ تمام مشرکانہ اور بدرسومات مٹ جائیں اور ان کی بجائے توحید اور نیکی قائم ہو جائیں۔ آپ نے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ جو یہود و نصاریٰ خدا پرست اور نیک چلن ہیں۔ اگر مجھ کو نہیں مانیں گے تو وہ نجات نہیں پائیں گے۔ بلکہ ان کی یہی دعوت کی ''تعالوا الیٰ کلمۃ سوآء بیننا وبینکم ان لا تعبدوا الا اللّٰہ ولا اشرک بہ شیا ''ایک بات کی طرف آجاؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہیں۔ یعنی ہم اللہ کے سوائے اور کسی کی عبادت نہیں کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور فرمایا: ''من قال لا الہ الا اللّٰہ فدخل الجنۃ ''اور فرمایا: ''ولو انھم اقاموا التورات والانجیل وما انزل الیھم من ربھم لاکلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم ''اگر وہ لوگ تورات اور انجیل کو قائم کریں اور ان صحیفوں کو جو ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہوئے تو ان کو اوپر سے رزق ملے اور پاؤں کے نیچے سے بھی۔ (یعنی آسمانی اور زمینی رزق ملیں) اور فرمایا: ''بلیٰ من اسلم وجھہ للّٰہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ''بلکہ جو اپنے آپ کو اللہ کے قربان کردے اور نیکی کرنے والا ہو۔ اس کے واسطے اس کے رب کے پاس اجر ہے۔ الغرض تمام قرآن مجید حمد الٰہی سے گونج رہا ہے اور توحید وتزکیہ نفس کو ہی مدار نجات قرار دیتا ہے نہ کہ محمد پر ایمان لانے کو یا مسیح پر اگر کہیں کہا ہوتو وہ آیت بتلائی ہوتی...... آنحضرت ﷺ نے جو بڑے سے بڑا خطاب یا عہدہ اپنے لئے شائع کیا ''عبدہ ورسولہ'' ہے نہ کہ مدار نجات۔ آپ کی طرح آنحضرت ﷺ نے کہیں نہیں فرمایا کہ عام دنیا میں جس قدر موحد، خدا پرست اور نیک بندے ہیں وہ سب کے جہنمی ہیں۔ جب تک مجھ پر ایمان نہ لائیں۔

میری جماعت پر تہمت لگائی ہے کہ وہ ایسے[1] ہی بے عمل ہیں جیسے دوسرے، یہ آپ نے سخت ظلم کیا۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ ہماری تھوڑی سی جماعت میں ہزارہا ایسے آدمی موجود ہیں جو متقی اور نیک طبع اور خداتعالیٰ پر پختہ ایمان رکھتے ہیں اور دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہیں اور یہ کہ یہ جو ہم نے ''دوسرے مدعیان اسلام سے قطع تعلق'' کیا ہے۔ اوّل تو خداتعالیٰ کے حکم[2] سے تھا نہ اپنی طرف سے اور دوسرے وہ لوگ ریاپرستی اور طرح طرح کی خرابیوں میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور ان کو ان کی ایسی حالت کے ساتھ اپنی جماعت کے ساتھ ملانا یا ان سے تعلق رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ''عمدہ اور تازہ دودھ میں بگڑا ہوا دودھ ڈال دیں۔ جو سڑ گیا ہے اور اس میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔'' اسی وجہ سے ہماری جماعت کسی طرح ان سے تعلق نہیں رکھ سکتی اور نہ ہمیں ایسے تعلق کی حاجت ہے۔ چونکہ آپ محض نام سے ہماری بیعت میں داخل ہوئے تھے اور حقیقت سے سراسر بے خبر اس لئے آپ کو نہ یہ معلوم ہے کہ ایمان کس کو کہتے ہیں اور اﷲ کس کا نام ہے اور نہ یہ خبر کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے؟ اس لئے آپ کو سخت لغزش اور لغزش بھی ایسی کہ ارتداد تک پہنچ گئے۔ لیکن اﷲتعالیٰ کو کسی کی پروا نہیں۔ اگر ایک مرتد ہو جائے تو اس کی عوض میں ہزارہا لے آئے گا۔ آپ کا خط اخبار میں شائع کرنے کے لائق نہیں۔ بلکہ ایک ایک حرف اس کا رد کرنے کے لائق ہے۔ جو خداتعالیٰ کے سلسلہ سے ایسا مخالف ہے جیسا کہ روح القدس کا مخالف اور آپ نے ''جو الہام ذکر کئے ہیں یہ سب شیطانی ہیں'' اور آپ کو خداتعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور جلد توبہ کرنا چاہئے کہ موت کا کچھ بھی اعتبار نہیں اور خدا کے سلسلہ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ بجز اس کے کہ اپنا خاتمہ بد کرلیں اور نامرادی کی موت سے مریں اور آپ کا یہ کہنا کہ فطرتی ایمان کافی ہے۔ نشانوں کی ضرورت نہیں۔ آپ کو یاد رہے کہ فطرتی ایمان ایک لعنتی چیز ہے۔ جب تک اس کو نشانوں سے قوت نہ ملے۔

خاکسار: مرزاغلام احمد قادیانی!

---

[1] یہ تہمت نہیں واقعی امر ہے۔ آپ مختلف شہروں اور مقامات میں پھر کر ملاحظہ فرماویں اور ان کے چلن اور رسومات کی تحقیق کریں۔ پھر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کرکے معلوم کریں کہ کس قدر تفاوت ہے۔ قادیان میں بیٹھے ہوئے ان کے اندرونی حالات کیسے معلوم ہوسکتے ہیں۔

[2] براہ کرم اس حکم کے الفاظ تو درج فرمائے ہوتے۔ تاکہ معلوم ہو جاتا کہ وہ حکم خاص مکفرین وملحدین کے لئے ہے یا بلا استثناء تمام امت محمدیہ مرحومہ کے واسطے وہ قرآن اور ربوبیت عامہ کے موافق ہے یا مخالف۔ میرے خط کا جواب تو بطور اعلان شائع فرمادیا گیا۔ مگر کوئی خط ساتھ ہی شائع نہ فرمایا تاکہ کسی کو غور کرنے کا موقع مل جاتا کہ در اصل وہ گالیاں ہیں یا عظمت وجلال باری تعالیٰ کی وکالت اور پردہ وحمایت۔ (بقیہ حاشیہ نمبر۲ و۳ اگلے صفحہ پر)

خط نمبر:۳

ڈاکٹر عبدالحکیم خان بنام مرزا قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

’’نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۰ واعوذ باللہ من الشیطان الرجیم‘‘

حضرت مسیح الزماں السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

میں علیٰ وجہ البصیرت کامل یقین سے جانتا ہوں کہ تمام کمالات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ رب العالمین ہے۔ اس کی ربوبیت نے ہر انسان وحیوان کے واسطے اس کے مطابق حال جسمانی وروحانی رزق ہر جگہ مہیا کیا ہے۔ ’’ھو ربّ کل شیٔ ۰ ربّ السمٰوٰت والارض‘‘ وہ الرحمٰن ہے۔ اس کی رحمانیت نے تمام حیوانات اور انسانوں کو ان کے مطابق حال اعضاء دیئے اور ان سے کام لینا سکھایا اور ہر قسم کی ضروری تعلیمیں اور قابلیتیں ان کی فطرتوں میں ودیعت رکھیں۔ ’’ھدینـاہ السبیل امّا شاکراً وامّا کفوراً‘‘ وہ الرحیم ہے۔ اس کی رحمت کی تعریف اس نے خود یہ کی ہے۔ ’’وسعت رحمتی کل شیٔ ۰ سبقت رحمتی علیٰ غضبی ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء‘‘ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ ’’لہ اسلم من فی السمٰوٰت والارض طوعاً وکرھاً والیہ یرجعون‘‘ اس کی عام تعریف یہ ہے۔ ’’من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحاً‘‘ دوسرے الفاظ میں اس کی یہ تعریف ہے۔ ’’بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن‘‘ حسب ارشاد الٰہی آنحضرت ﷺ

۳؎ اگر فطرت لفظی چیز جو خداداد قوتوں اور قابلیتوں کا نام ہے تو پھر وہ کون سی قابلیتیں ہیں جو انسان کی رہبر اور رہنما ہو سکتی ہیں؟

۳؎ میں نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ نشانوں کی ضرورت نہیں بلکہ یہ کہا ہے کہ اصل رہبر انسان کے لئے علوم حقہ اور فطرتی استعداد ہیں نہ کہ نشانات۔ نشانات سے علوم پیدا نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ مفید یا مؤید ایمان ہوتے ہیں۔ ایسا ہی جابجا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ’’وان یروا کل آیۃ لا یؤمنوا بھا‘‘ پہلے بھی میں آیات پیش کر چکا ہوں۔ مگر افسوس کہ آپ آیات سے اعراض کر کے اس کے مضمون کو میرا قول بتلا دیتے ہیں۔ یہ تو ایک موٹی سی بات ہے کہ نشانات خارجی ہیں۔ جب تک ان کی قدر اور قبولیت کے واسطے ہمارے اندر علم یا فطری استعداد موجود نہ ہو اس وقت تک وہ کسی کام کے نہیں۔ مثلاً جب تک ہماری فطرت میں غذا کی ضرورت ہو اس کی قبولیت کی طاقت موجود نہ ہو اس وقت تک کوئی غذا کسی کام کی نہیں۔ ایسا ہی آیت ذیل سے ظاہر ہے۔ ’’ولو اننا نزّلنا علیھم الملائکۃ وکلّمھم اللہ الموتیٰ وحشرنا علیھم الملائکۃ کل شیٔ قبلاً ما کانوا لیؤمنوا الا ان یشـاء اللہ‘‘ پھر تعجب ہے کہ آپ فطرت اللہ کو لعنت بتلاتے ہیں اور قرآنی آیات سے صاف اعراض کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ لغو ہیں۔

نصاریٰ کو دعوت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "قل تعالوا الیٰ کلمة سوآءٍ بیننا و بینکم ان لا نعبد الا الله و لا نشرك به شیئا و لا نتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون الله" محمد مصطفیٰ ﷺ سید المرسلین خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین ہیں جو شخص عمداً ان کی مخالفت کرتا ہے۔ وہ شقی اور بد بخت ہے۔ ہاں جن لوگوں پر آپ کی تبلیغ نہیں ہوئی یا جو نقص علم یا نقص فہم سے نہ ضد اور تعصب کی رو سے غافل، مخالف ہیں۔ ان کی نسبت قرآن مجید یہ فرماتا ہے: "وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً ۔ لا یکلّف الله نفساً الا وسعها" جو اصول اللہ کریم کی ربوبیت و رحمانیت عامہ اور رحمت واسعہ کے منافی ہوں میں اس کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ نہ ایسی کسی بات کو مان سکتا ہوں جو قرآن مجید کی آیات بینات کے صریح معنوں کے خلاف ہو۔ ہر الہام اور وحی جو قرآنی بینات کے مخالف ہو وہ بلا شک شیطانی ہے۔ متشابہات سے اپنے اپنے خیال کی تائید کرنا اور بینات کو رد کرنا بیشک شیطانی حرکت ہے۔ میں آپ کو "مسیح الزمان مانتا ہوں" اور جو لوگ جماعت میں مولوی نور الدین کا نمونہ ہیں اور قرآن مجید کے ہر ارشاد پر علے التناسب عامل ہیں۔ واجب التعظیم اور واجب الاطاعت سمجھتا ہوں۔ لیکن جو لوگ قرآن مجید کے خلاف چلتے یا کسی ایک حصہ کو ہی تحریف کر کے توحید و رسالت محمدی کی تحقیر کرتے ہیں ان کا میں مخالف ہوں + ہر امر میں استمساک بالقرآن اور استمساک بالفطرت جو دو مرایائے متقابلہ کے طور پر ہیں عین حکمت اور عین رشد و سعادت سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو نہایت وسیع اور غیر محدود مانتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں وہ ہمیشہ میرے ساتھ ہے اور چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی میری ہمدردی اور رہنمائی کرتی ہے اور سینکڑوں معاملات کی خبر مجھے قبل از وقت ملتی اور صحیح ثابت ہوتی ہے۔ اس جگہ پر محض دو خوابات نمونتاً عرض کرتا ہوں۔

اوّل...... ایک مولوی محمد حسن بیگ میرے خالہ زاد بھائی تھے۔ حضور کے سخت مخالف تھے۔ ان کی نسبت خواب میں مجھے معلوم ہوا کہ اگر وہ مسیح الزمان کی مخالفت پر اڑا رہا تو پلیگ سے ہلاک ہو جائے گا۔ اس کی سکونت بھی شہر سے باہر ایک کشادہ صاف ہوادار مکان میں تھی۔ یہ خواب میں نے اس کے حقیقی بھائی اور چچا اور دیگر عزیزوں کو سنا دیا تھا۔ ایک سال بعد وہ پلیگ سے ہی فوت ہوا۔ پھر اس کے بعد خواب میں مجھے معلوم ہوا کہ پلیگ کیسی ہی شدت سے پھیلے مگر تو پلیگ سے فوت نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تجھ کو ایک نشان بنانا چاہتا ہے۔

دوم...... میری بیوی نے خواب میں دیکھا کہ پٹیالہ سے سراج الحق نے ایک چراغ بھیجا ہے جو نہایت خوبصورت اور وہ اس کو دیر تک دیکھتی رہی۔ پھر خواب میں ہی مجھ کو اس کی تعبیر یہ معلوم ہوئی کہ پٹیالہ کا ''سراج الحق'' میں ہوں اور وہ ایک بشارت تھی۔ پھر ۲۶ رمئی ۱۹۰۳ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ فتح محمد خاں نے میرے نام ایک کارڈ بھیجا وہ درمیان سے ختم ہو کر قریب شکستہ ہونے کے تھا۔ اس کے بالائی حصہ پر لکھا تھا۔ بہ تقریب دورہ تمہارے کوشک میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام مبارک احمد رکھا گیا ہے۔ یہ خواب میں نے بہتوں کو سنا دیا تھا۔ فالحمد للہ! ۸ ر مارچ ۱۹۰۵ء کو جب کہ میں دورہ پر تھا اور میری بیوی میرے گھر میں تھی۔ ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کی پیدائش سے دو یوم پیشتر میاں عبدالحق نے خواب میں دیکھا کہ میرا تمام مکان اوپر اور نیچے اور اندر اور باہر سے سفید پوش لوگوں سے بھر گیا ہے اور سب مبارک باد دے رہے ہیں اور کہتے ہیں ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں۔ ان کو مبارک باد دو۔ پھر بمقام سری نگر مجھے اس مولود مسعود کی نسبت خواب میں معلوم ہوا۔ ''واجتبیناه فی الدنیا وانه فی الاخرة لمن الصالحین ۰ الحمد لله الحمد لله الحمدلله''

رات بھی بہت سا حصہ ان مضامین کا جو میں لکھ رہا ہوں خواب میں دیکھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کریم مجھے فتح یاب کرے گا۔

کوئی شب ایسی گزرتی ہو گی جس میں مجھے خوابات نہیں آتے اور وہ پورے نہیں ہوتے جو خوابات پیش گوئیوں پر متحمل ہوں اور سچے ثابت ہوں اور قرآنی وحی کے مطابق ہوں وہ شیطانی نہیں ہو سکتے۔ پھر سراج الحق والی خواب کے مصداق تو میری بیوی اور میاں عبدالحق کے خوابات بھی ہیں۔ ان میں کوئی مشرکانہ رنگ میں بھی نہیں ہے اور وہ تین سال کے بعد سچے بھی ثابت ہوئے۔

میں نے حضور (مرزا قادیانی) کی تائید میں جو ناچیز خدمت کی وہ یہ ہے کہ قریباً چھ ہزار روپیہ صرف کر کے قرآنی تفاسیر اردو، انگریزی میں شائع کی جس میں حضور کے متعلق تمام تائیدی مضمون جو مختلف کتابوں میں شائع ہوئے موقعہ بموقعہ درج کئے گئے ہیں۔ میری رائے میں احسن طریق کسی اسلامی خدمت کا یہی ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ علے التناسب اس کو پیش کیا جائے اور یہی قیم اور پائیدار طریقہ ہے۔ دیگر کتب اور اخبارات محض ایک دفعہ دیکھ لینے کے ہوتے ہیں۔ مگر قرآن کریم دائمی تلاوت اور مطالعہ کی چیز ہے۔ پانچ سو کے قریب تفاسیر اردو، انگریزی غیر احمدی لوگوں میں شائع بھی ہو چکی ہیں۔ اس قدر مصارف کثیر کے کام کے واسطے میں نے ہر

طرح سے حتی الامکان تنگی کر کے اپنی تنخواہ اور مفید عام کی آمد سے یہ کام کیا اور مشکل آسان جس قدر ممکن ہوسکا۔ لنگر اور اسلامیہ سکول قادیان میں چندہ بھی ادا کرتا رہا۔ اگر چہ میں زیر بار بھی ہوا اور مقروض بھی ہوا اور میری بیویاں اور بچے کھانے پہننے میں بہت تنگ ہوئے۔ مگر میں نے اس اسلامی خدمت کو ہی مقدم سمجھا۔ لوگوں نے مجھے یہ بھی نصیحت کی اور خطوط بھی بکثرت آئے کہ اگر مرزا قادیانی کے متعلق اس میں سے مضامین نکال دیئے جائیں تو اس تفسیر کی اشاعت ہزاروں تک پہنچ سکتی ہے۔ بلکہ بعض مسلمان مشریوں نے اپنی زندگی اس کی امداد میں وقف کرنی ظاہر کی۔ مگر میں نے توکل بخدا ان تمام باتوں کو نظر انداز کیا اور خلاف ایمان کوئی بات نہیں کی۔ خواہ ظاہری نظر میں لاکھوں کا نقصان نظر آیا۔ مگر اللہ کریم کے اندرونی امدادوں پر بھروسہ رہا اور ہے۔ اللہ کریم میرے ساتھ سے میری مخلصانہ اور بے ریا خدمتوں کو وہ خوب جانتا ہے۔ ’’وکفیٰ باللہ حسیبا وکفیٰ باللہ وکیلاً ۰ وکفیٰ باللہ علیماً‘‘

میری بے ریا خدمت بہتوں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہوئی۔ اس لئے مجھے اس قدر ظاہر کرنے کی ضرورت پڑی۔ اگر میرے ان عقائد اور اعمال میں غلطی ہے تو براہ کرم و ترحم قرآنی بینات سے صاف طور پر مجھ پر ظاہر فرمادی جائے تاکہ میں اس کی اصلاح کرسکوں۔ جو کچھ میں نے ظاہر کیا وہ صدق اور خلوص کے ساتھ علےٰ وجہ البصیرت ایک مشہودی علم کے طور پر عرض کیا ہے۔ پیر پرستوں اور ست بچنیوں کے طریق پر کوئی بات نہ میرے اندر اثر کرتی نہ کسی اور راست مؤمن کے اندر اثر کرسکتی ہے۔ اگر استمساک بالقرآن ہاور استمساک بالفطرت ہے۔ قابل اعتبار رہبر نہیں تو پھر اور کیا شے رہبر ہوسکتی ہے۔ نہیں کوئی نہیں، ہرگز نہیں۔

اگر چہ میں سخت سیاہ کار ہوں۔ مگر خداوند کریم کی رحمت کو میں بدرجہا وسیع اور غافر پاتا ہوں۔ اگر صدق اور خلوص کے ساتھ میں غلطی بھی کر بیٹھوں تو اللہ کریم معاف کرنے والا ہے۔

تو برائے وصل کردن آمدی
نہ برائے فصل کردن آمدی

’’بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا یایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم ‘‘پس اس قدر مختصر عرضداشت کے بعد میں خدا پر توکل کرتا ہوں۔ والسلام! رات پھر میری زبان پر یہ آیت جاری ہوئی۔ ’’یا ایھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی‘‘

اور ایک خواب میں دیکھا کہ چند لوگ ایک نعش کو لئے پھر رہے ہیں اور مولوی عبداللہ خان صاحب کو دیکھا۔ میں نے ان سے کہا عیسیٰ تو مر گیا اور جو آنے والا تھا وہ آ گیا اب نعش کو کیوں لئے پھرتے ہیں۔

الغرض میں خداوند عالم کے غیر متناہی کمالات اور محامد اور اس کی غیر محدود ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت کو...... کسی انسان کے تابع نہیں مان سکتا۔ ایسا ماننا بدیہی نظر میں باطل ہے۔ میرے پہلے خط کی چونکہ میرے پاس کوئی نقل نہیں۔ اس لئے عرض پرداز ہوں کہ وہ واپس عنایت فرمادیا جائے تا کہ میں اس پر غور کرسکوں کہ اس میں وہ کیا الفاظ ہیں۔ جن پر آپ کو اس قدر غصہ ہوا کہ میری مدت العمر کی بے ریا اور مخلصانہ اور صادقانہ خدمات کو خاک میں ملا دیا اور فطرت اللہ کو لعنت قرار دے دیا۔ والسلام! خاکسار: عبدالحکیم خان!

مورخہ ۲۷؍مارچ ۱۹۰۶ء

خط نمبر:۴

مرزا قادیانی بنام ڈاکٹر عبدالحکیم خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

’’نحمدہ ونصلے علیٰ رسولہ الکریم‘‘

خان صاحب! آپ کا عنایت نامہ مجھ کو ملا۔ افسوس کہ آپ دو غلطیوں میں مبتلا ہیں:

۱...... اوّل یہ کہ آپ عیسائیوں وغیرہ کو باوجود اس کے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے مکذب[۱] ہوں۔ ناجی یعنی نجات یافتہ فرقے قرار دیتے ہیں۔ اس صورت میں آپ کے نزدیک کسی مسلمان کا عیسائی ہو جانا کوئی گناہ کی بات نہیں۔ کیونکہ وہاں بھی نجات موجود ہے اور پھر عیسائی ہونے کی حالت میں عیسائیوں کے مذہب کے موافق شراب پینا اور دوسرے طریق فسق وفجور اختیار کرنا آپ کے نزدیک سب روا ہیں۔ پھر گویا آنحضرت ﷺ کا تمام جد وجہد اور اس قدر ہنگامہ کہ زمین[۲] خون سے بھر گئی تھی۔ وہ آپ کے نزدیک سب غلطیاں تھیں۔

---

[۱] میں نے جو کچھ کہا اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ آیات قرآنی پیش کی ہیں۔ اگر وہ باطل ہیں یا میری پیش کردہ معانی باطل ہیں تو اس کا ثبوت کیا ہے۔

[۲] زمین خون سے نہیں بھری بلکہ ملک عرب بھی خون سے نہیں بھرا۔ بلکہ مکہ اور مدینہ بھی خون سے نہیں بھرے۔ ہاں! مجبوراً جس قدر جنگ آنحضرت ﷺ کو پیش آئے وہ حفاظت اسلام اور مذہبی آزادی کے واسطے تھے نہ کہ اپنا سکہ جمانے کے واسطے۔ جیسا کہ تمام قرآن کریم سے صاف طور پر ظاہر ہے اور چند آیات پیش کر چکا ہوں۔ مگر آپ کی طرف سے ان کا کوئی جواب نہیں۔ بلکہ صاف اعراض ہے۔ قرآنی حقائق کے خلاف اس قدر جوش تعجب ہے۔

یہ تو وہ ہی ناپاک اصول ہیں جس پر سید احمد خاں کی موت ہوئی۔ کیونکہ آخری عقیدہ ان کا جو اس دنیا سے لئے گئے یہی تھا کہ جیسا کہ ایک مسلمان خدا کو واحد لاشریک جاننے والا نجات پائے گا۔ ایسا ہی ایک عیسائی خدا کو تین کہنے والا نجات پائے گا۔ اس صورت میں تو آپ عیسائی مذہب کے بڑے مدد و معاون ہیں اور یہ سب لوگ آپ کے بھائی ہیں۔ گویا آپ کے نزدیک نعوذ باللہ خدا نے یہ جھوٹ بولا: ''ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً لن یتقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین ''یعنی جو شخص بغیر دین اسلام کے کسی اور دین کو اختیار کرے گا تو ہرگز وہ دین اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں سے ہوگا اور پھر اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ ''قل ان[1] کنتم تحبون اللہ فاتبعونی

---

[1] یہ ایک علیحدہ امر ہے۔ متنازعہ فیہ امر مدار نجات ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ اتباع محمدی ﷺ نجات کا سیدھا صاف اور آسان راستہ ہے۔ مگر یہ نہیں کہ اس بے انت ذات کے تمام قوانین رحمت و مغفرت ایک انسان کے ہی تابع ہو گئے۔ خداوند عالم کی توہین اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا ماننا اور اس کی عطاء کردہ عقل اور فطرت کے مطابق اعمال صالحہ کرنا اور بدی سے بچنا موجب نجات نہیں ہو سکتے۔ تاوقتیکہ ایک انسان کو ساتھ نہ مانا جائے۔ میں سخت افسوس کے ساتھ ظاہر کرتا ہوں کہ آپ کو اپنی کبریائی کے نشہ میں کلمہ حصر کی بھی تمیز نہیں رہی جو یہ آیت پیش کر دی۔ ایسی آیات تو ہزاروں قرآن مجید میں ہیں جن سے عام طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نجات تزکیہ نفس سے ملتی ہے نہ کہ مرزا غلام احمد کے ماننے سے۔ مثلاً: ''اما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنۃ ھی الماویٰ ۰ قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسھا ۰ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین ۰ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یراہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شریرہ ان الابرار لفی نعیم وان لفجار لفی جحیم ''الغرض یہ ایک مسئلہ کہ آپ کے ماننے پر نجات منحصر ہے۔ ایسا خبیث اور باطل ہے کہ اس سے ساری خدائی باطل ٹھہرتی ہے۔

(اوّل) تو یہ ربوبیت باری تعالیٰ کے خلاف ہے۔ کیونکہ جس قدر کسی شے کی زیادہ ضرورت ہے۔ اسی قدر رب العالمین نے وہ چیز زیادہ عام کی ہے۔ مثلاً ہوا اور پانی۔ پس اگر آپ کے ماننے پر نجات کا انحصار ہوتا تو رب العالمین اپنی قدرت سے اس کا ایسا انتظام کرتا کہ ہر ایک شخص کی فطرت میں جیسا کہ اس کی ربوبیت منقوش ہے۔ ویسا ہی مرزا غلام احمد مسیح بھی منقوش ہو جاتا۔ بلکہ زمین و آسمان میں گنجار پڑ جاتی کہ نجات کا مدار غلام احمد کے ماننے پر ہے۔ اس پر ایمان لانے کے بغیر توحید، عبادت اور اعمال سب باطل ہیں۔ (دوم) ایسا ایمان رحمانیت کے منافی ہے۔ کیونکہ الرحمٰن نے ہر حیوان کو اس کے مطابق حال اعضائے اور علوم دیئے ہیں۔ مثلاً ہر حیوان فطرتی طور پر اپنی غذا اپنے طریق بود و باش اور اپنے اپنے کاموں کو جانتا ہے۔ ایسا ہی ہر انسان چلنا پھرنا، دیکھنا سننا، سونا جاگنا، فطرتاً جانتا ہے اور نیکی و بدی پہچانتا ہے۔ مگر یہ ایمان کہ مرزا غلام احمد کا ماننا نجات کے واسطے لازمی ہے۔ کسی کی فطرت میں نہیں۔ (سوئم) یہ ایمان رحیمیت باری تعالیٰ کا منافی ہے کہ جب تک کوئی انسان مرزا غلام احمد پر ایمان نہ لائے۔ اس وقت تک اس کا رحم ممکن نہیں۔ (چہارم) یہ ایمان مالک یوم الدین کا معطل کنندہ ہے۔ کیونکہ نجات مرزا غلام احمد قادیانی کے ہی ماننے نہ ماننے پر منحصر ہے۔ (پنجم) یہ ایمان تمام خدائی اور فطرت اللہ کا باطل کنندہ ہے۔ غور کرو مساوات جبریہ پر۔ پس: خدا کا ماننا + اعمال صالحہ + مرزا پر ایمان = نجات (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یحببکم اللہ "یعنی ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔ اب ظاہر ہے کہ عیسائی آنحضرت ﷺ کی پیروی نہیں کرتے۔ بلکہ گالیاں دیتے ہیں۔ پس آپ کے اصول کے موافق لازم آتا ہے کہ دشمن رسول اللہ ﷺ بھی ناجی ہیں۔ ماسوا اس کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "مرتد کی سزا قتل ہے[1]" مگر آپ کے نزدیک مرتد ہونا نجات سے محروم نہیں رکھتا۔ غرض آپ کی حالت سخت خطرناک ہے۔ معلوم نہیں اس کا کیا نتیجہ ہے۔

پھر باوجود اس مخالفت کے آپ کہتے ہیں کہ میں آپ کے مسیح موعود ہونے کا مصدق ہوں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو آپ مصدق بھی ہیں اور ایک طرف آپ ان تمام تعلیموں کے مخالف ہیں جو خدا تعالیٰ کی خاص وحی سے میرے پر ظاہر ہوتی ہیں۔ تمام نبی وصیت کرتے آئے ہیں جو مسیح موعود[2] کے احکام کو دل سے قبول کرو۔ آنحضرت ﷺ نے بھی یہی نصیحت کی ہے اور مسیح موعود کا نام حکم رکھا ہے۔ مگر آپ بات بات میں مخالفت اور مقابلہ سے پیش آتے ہیں۔ کیا یہی تصدیق ہے۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ صرف ایک حکیم مولوی نورالدین اس جماعت میں عملی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ دوسرے ایسے اور ایسے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ آپ اس افتراء کا کیا خدا تعالیٰ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) خدا کا ماننا + اعمال صالحہ = یعنی ہیچ

پس آپ کا کلمہ یہ ہوا: "لا الہ الّا الامرزا" کیونکہ مدار نجات اللہ کے ماننے اور اعمال صالحہ پر نہیں بلکہ مرزا کے ماننے پر ہے۔ خدا کا ماننا اور اعمال صالحہ دوئم درجہ پر ہو گئے۔

ششم...... یہ ایمان قواعد عدل وانصاف کے خلاف ہے۔ کیونکہ جس قدر کوئی قانون نہایت اہم ہوتا ہے۔ اسی قدر اس کی اشاعت عام کی جاتی ہے اور جب تک کسی شخص پر ایک حکم پہنچا قطعی ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک وہ اس کے خلاف سرکشی اور عدول حکمی کا مجرم نہیں ٹھہرایا جاتا۔ آپ کا مقدمہ ہی آپ کی رہبری کے لئے کافی تھا کہ محض ازالہ حیثیت عرفی کا جرم قائم کرنے میں ہی...... عدالت نے کس قدر تحقیقات کی۔ گواہوں کے بیانات لئے۔ آپس کی جرح مدتوں تک سنی۔ آخر میں فریقین کے بیانات کا موازنہ کر کے مدلل فیصلہ لکھا۔ مگر آپ تو تمام دنیا کو جہنمی بنانے کے لئے تنہا بھی کسی سے نہیں پوچھتے کہ تیرے پاس ہم پر لانے کے لئے کافی دلائل پہنچے یا نہیں۔ پھر تو کس وجہ سے مخالف ہے۔ کیوں نہ ہو آسمانی حکم جو ہوئے۔ علام الغیوب اور ہر جگہ حاضر وناظر جو ہوئے۔ کچھ تو سوچو۔ خداوند عالم! قرآن مجید اور اسلام کو کیوں ذلیل کرتے ہو۔ براہ خدا ایک لحظہ تو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ کیا تمام دنیا کے ہر فرد پر آپ خود تبلیغ کر چکے یا آپ کے مرید ہر فرد کو آپ کی مسیحیت کا قائل کر چکے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ عدم تبلیغ کے مجرم آپ اور آپ کی جماعت میں جو ایسے اہم احکام کو دبائے ہوئے گھر میں بیٹھے ہیں اور تمام دنیا کو سرکش اور کافر بنا رہے ہیں۔

[1] مرزا قادیانی کا اقرار کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔

[2] میں ان تمام احکام کو قبول کرتا ہوں جو "قال اللہ" اور "قال الرسول" کے مطابق ہوں نہ کہ مخالف۔ اسی شرط پر میں نے بیعت کی تھی۔

کو جواب دیں گے۔ حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ہزارہا بیعت کنندوں میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ نبی کے پیروان سے جو ان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے ہزارہا درجہ ان کو بہتر خیال کرتا ہوں اور ان کے چہروں پر صحابہ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں۔ ہاں۔ شاذ و نادر کے طور پر اگر کوئی اپنی فطرتی نقص کی وجہ سے صلاحیت میں کم رہا ہو تو وہ شاذ و نادر میں داخل ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ہزارہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے نام اموال سے دست بردار ہو جاؤ تو وہ...... دست بردار ہو جانے[1] کے لئے مستعد ہیں۔ پھر بھی میں ہمیشہ ان کو اور ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا۔ مگر دل میں خوش ہوں۔ آپ کی یہ تمام حجاب بباعث دوری اور بعد کے سبب ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ تین ماہ کی رخصت لے کر آجاؤ۔ کیونکہ موت کا اعتبار نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ محجوب ہونے کی حالت میں موت آجائے اور اپنے الہامات سے دھوکہ مت کھاؤ۔ ایسے الہامات ایک مشرک اور ہندو کو بھی ہو سکتے ہیں۔ بلکہ میں نے ہوتے دیکھے ہیں۔ خاکسار: مرزا غلام احمد از قادیان!

خط نمبر: ۵

ڈاکٹر عبدالحکیم خان بنام غلام احمد قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

''نحمدہ ونصلے علیٰ رسولہ الکریم ۰ ونعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۰ التوحید رأس الطاعات والشرک ظلم عظیم''

حضرت مسیح الزماں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں حیران ہوں کہ میری نسبت یہ کیسے تحریر فرمایا گیا کہ[2] میں تمام عیسائیوں، دہریوں، مرتدوں اور کافروں وغیرہ کو جو آنحضرت ﷺ کی عمداً مخالفت کرتے ہیں ناجی سمجھتا ہوں۔ نہیں

---

[1] جب عملاً وہ ایسا کر دکھائیں گے تو دیکھا جائے گا۔ اس وقت تو ایک منکر کے واسطے ہمیشہ اخباروں اور اشتہاروں میں ہاتھ پسارنے پڑتے ہیں۔ تین لاکھ کی جماعت میں سے اوسطاً ایک پیسہ ماہوار بھی وصول نہیں ہو رہا۔

[2] یہ نمونہ علم آسمانی کے تدبر اور فیصلہ کا کہ میں لکھتا کچھ ہوں اور وہ سمجھتے کچھ ہیں اور اپنے خیال کی بناء پر ہی الزام لگاتے جاتے ہیں۔

ہرگز نہیں۔ ہاں قرآن مجید کی آیات بینات واحادیث صحیحہ وعقل سلیمہ اور فطرت اللہ کی بناء پر یہ ضرور مانتا ہوں کہ جن لوگوں پر اسلام کی تبلیغ نہیں ہوئی ان میں جو خدا پرست اور صالح لوگ ہیں وہ ضرور نجات پائیں گے۔ جو لوگ نقص علم یا نقص فہم کی وجہ سے نہ شرارت اور عناد کی وجہ سے مخالف بھی ہوں اور حقیقت میں راست باز خدا پرست اور نیک عمل ہوں وہ بھی قابل معافی ہیں۔

جو تعلیمات آپ کی مجھ کو الہام الٰہی کے الفاظ میں معلوم ہوتی ہیں میں ان کی مخالفت ہرگز نہیں کرتا۔ ہاں آپ کے استنباط اور اجتہاد کو قطعی اور معصوم نہیں مانتا۔ مثلاً مولوی عبدالکریم کے ایام مرض میں باوجود مخالف الہامات کے آپ بہت سے خوابات کو مبشر فرماتے رہے اور ان سے صحت وحیات کی طرف استدلال کرتے رہے۔ مجھے کبھی ایک منٹ کے واسطے بھی صحت وحیات کا خیال نہیں ہوا۔ بلکہ میں الحکم والبدر میں وہ اقوال پڑھ کر صاف کہہ دیا کرتا تھا کہ ان میں کوئی مبشر خبر نہیں۔ بلکہ آخری ناکامی اور مایوسی پر دلالت کرتے ہیں اور یہ بھی کہا کرتا تھا کہ یہ اقوال قابل اشاعت نہیں۔ کیونکہ یہ اکثر کے واسطے موجب ابتلاء ہوں گے۔

کسی بات کو میں شاعرانہ اور مجنونہ رنگ میں نہیں مان سکتا۔ نہ ایسی بات کو جو واقعات کے صریح خلاف ہو۔ حکم کے لفظ سے میں ہمیشہ امید کیا کرتا ہوں کہ تفاسیر قرآنی میں جو ہزارہا اختلافات ہیں اور ہزارہا مشکلات ہیں ان پر آپ کی طرف* سے نہایت معقول اور مدلل محاکمہ اور فیصلہ شائع ہوں اور مسلمانوں کے تمام...... مقدمات واقعی طور پر نہیں عملی طور پر تو طے ہو جائیں اور لفظ عدل سے سمجھا کرتا ہوں کہ عدالت کے ساتھ ہر فریق کی سچی بات کی دلائل کے ساتھ تصدیق ہو جائے اور جھوٹی بات کی تردید۔ میں نے یہ کب کہا کہ مولوی نورالدین کے سوائے احمدی جماعت میں کوئی عملی رنگ نہیں رکھتا۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ہماری جماعت میں تو ہزاروں سچے اور باعمل اشخاص ہونے ہی تھے۔ بلکہ تیرہ کروڑ محمدی جماعت میں جو ہزارہا بزرگوں کے جان ومال قربان ہو کر صدیوں میں تیار ہوئی ہے اس میں بھی لاکھوں باخدا باعمل اور جان نثار اشخاص موجود ہیں۔ بلکہ کل مخلوقات عالم میں جن کو قرآن اور اسلام کی خبر تک بھی نہیں ان میں بھی رب العالمین الرحمٰن اور الرحیم کا فیض عام جاری ہے اور ان میں بھی لاکھوں راست باز خدا پرست انسان موجود ہیں۔ جو ان تثلیث اور ہر قسم کے شرک اور بیہودگی کا خلاف کر رہے ہیں۔ کیا آپ کے نزدیک تیرہ کروڑ مسلمانوں میں کوئی بھی سچا خدا پرست، راست باز نہیں۔ کیا محمدی اثر

اس تمام جماعت پر سے اٹھ گیا۔ کیا اسلام بالکل مردہ ہو گیا۔ کیا قرآن مجید بالکل بے اثر ہو گیا۔ کیا رب العالمین، محمد، قرآن، فطرت اللہ اور عقل انسان بالکل معطل اور بیکار ہو گئے کہ آپ کی جماعت کے سوائے نہ باقی مسلمانوں میں راست باز ہیں نہ باقی دنیا میں۔ بلکہ تمام کے تمام سیاہ باطن سیاہ کار اور جہنمی ہیں۔ کیا رب العالمین اور الرحمٰن اور الرحیم کے تمام فیضان محض احمدی جماعت کے واسطے ہی محدود ہو گئے؟

جب ہم صریحاً دیکھ رہے ہیں کہ تمام ظاہری کمالات میں وہ اعلیٰ درجہ کی ترقی کر رہے ہیں۔ معاملات میں سچے اور نیک ہیں۔ خدا پرست، ہمدرد بنی نوع اور راست باز ہیں۔ تو ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ رب العالمین...... ان کا سراسر دشمن ہے اور ان کے لئے کامیابی اور ترقی کی راہیں بالکل بند ہیں۔ فرق محض اس قدر ہے کہ مقابلۃً آپ کی جماعت میں سعید اور رشید بہت زیادہ ہیں۔ اس کے بعد عیسائیوں میں سافٹس اور برہموں میں موحد راست باز باعمل اور جان نثار بکثرت ہیں۔ بعض مسائل فروعی میں اختلافات ایک علیحدہ امر ہے۔ یہ اختلاف ایسا ہی اٹل ہے جیسا کہ ظاہری صورت کے اختلافات نہ خاص، آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق جب ابوہریرہؓ اعلان کرنے چلے۔ ”من قال لا اله الا الله فدخل الجنة“ اور راستہ میں حضرت عمرؓ ملے تو آپ نے ایک مکا ان کی چھاتی میں مارا اور گرا دیا اور ابوہریرہؓ کو واپس لے چلے۔ محمد مصطفی ﷺ نے یہ حال سن کر حضرت عمرؓ کو مرتد نہیں کہا۔ حالانکہ ایک صریح مخالفت تھی۔ الاعمال بالنیات۔ یہی انشراح تمام حکمت کی بنیاد ہے۔ جو شخص کوئی مخالف بات اپنی نسبت برداشت نہیں کر سکتا۔ بلکہ خدا کی طرح اپنے آپ کو علیم اور قدوس سمجھتا ہے وہ کبھی کل بنی آدم کا رہبر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بنی نوع کی فطرتیں اور مذاق نہایت ہی مختلف اور متفاوت واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے ایک حد تک اختلاف لابد ہے۔

ایسا ہی قیدیان بدر کی بابت حضرت عمرؓ کی رائے جناب باری میں قبول ہوئی اور ابوبکر صدیقؓ اور آنحضرت ﷺ کے فیصلہ پر عتاب نازل ہوا۔ اس سے جناب رسول خدا ﷺ کی شان میں کوئی فرق نہیں آیا اور نہ حضرت عمرؓ مردوں میں شمار ہوئے۔ بلکہ یہی ثابت ہوا کہ وہ ایک بشر بھی تھے۔ اس لئے مشورہ کی ضرورت تھی۔

جو قوم باہمی مشورہ اور مباحثہ کی عادی نہیں وہ نہ کبھی اپنی اصلاح کر سکتی ہے نہ دوسروں

کی۔ نہ وہ مخلص ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ جماعت احمدی میں بہت سے نمازوں میں روتے اور بہت التجائیں کرتے ہیں۔ مگر کیا اسلام اسی قدر ہے۔ کیا فرشتوں نے دعویٰ نہیں کیا تھا۔ ”نحن نسبح بحمدك ونقدس لك “ میں تو یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان میں کامل انسان کس قدر ہیں۔ کس قدر ایسے ہیں جو باوجود مشاغل ملازمت وخانہ داری، عیش وتنعم میں غرق نہیں ہوئے۔ بلکہ ذکر خدا اور خدمت اسلام میں لگے ہوئے ہیں۔ کس قدر ایسے ہیں جو محض پتنگ بازیوں اور کبوتر بازیوں میں وقت گزار رہے۔ بلکہ مرد میدان بن کر افریقہ، امریکہ، یورپ، جاپان میں اشاعت اسلام کے لئے منتشر ہوگئے ہیں۔ کس قدر ایسے ہیں جو گھروں کے آرام وعیش کو چھوڑ کر افریقہ کے بیابان میں نکل پڑے ہیں۔ جہاں پانی بھی بآسانی میسر نہیں آسکتا۔ کس قدر ایسے ہیں جنہوں نے گیہوں، دال، گوشت، نمک، مرچ، سبزی، پھل اور میوہ جات کی افراط کو چھوڑ کر حصول کنعان کے وعدہ پر دشت وبیابان کا سفر اختیار کیا ہے۔ جہاں من وسلویٰ کچھ بھی نہیں۔ کس قدر ایسے ہیں جو قوم کے حالات پر نظر غور اور رحم سے دیکھتے اور شفیق دوستوں کی طرح سچی خیر خواہی کے ساتھ ان کو آتش جہنم سے بچاتے اور بہشت کا وارث بنا رہے ہیں۔ کس قدر ایسے ہیں جو بنی نوع کے سچے ہمدرد ہیں۔ کون کون ہیں جو عالی ظرفی اور عالی حوصلگی کے ساتھ اپنے مخالفوں اور بدگویوں کے مباحثات میں راستی اور سلامت روی کو ہاتھ سے نہیں دیتے۔ کون کون ہیں جو واقعی طور پر اپنے آپ کو ہمدرد اور محسن بنی نوع ثابت کرتے ہیں۔ کون کون ہیں جو گھروں میں آرام سے کاغذی گھوڑے نہیں دوڑاتے اور خالی شیخیاں نہیں بگھارتے۔ بلکہ دنیا کی تمام قوموں سے بڑھ کر اپنے آپ کو مرد میدان، جان نثار، محنت کش، ثابت قدم، حلیم اور راست باز ثابت کرتے ہیں۔ ”افحسب الذین آمنوا ان یقولوا آمنا وهم لا یفتنون “ الغرض شیخ چلی والی خالی شیخیاں اور لفظی بڑائیاں مجھ کو مطمئن نہیں کرسکتیں۔ کیونکہ میں نے علوم میں پرورش پائی ہے نہ کہ شاعری میں۔ اس لئے میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی خاطر کس کس نے کیا کچھ ترک کیا۔ کیا کچھ محنتیں اٹھائیں۔ کیا کچھ مصیبتیں اٹھائیں اور کیا کچھ دنیا سے بڑھ کر انہوں نے کر دکھایا۔ تیرہ کروڑ مسلمانوں اور کل مخلوق خدا کی گھر بیٹھے تحقیر اور تکفیر کرنا کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ بلکہ شیروں اور بھیڑیوں، سانپوں اور بچھوؤں کے بنوں میں گھس کر وحوش اور حیوانوں کو انسان بنا دینا بڑا کام ہے۔ جیسا کہ خاتم النبیین ﷺ نے کر کے دکھایا۔ مجھ پر بھی افتراء کیا گیا ہے کہ میں نے امام الوقت ہونے کا دعویٰ کیا

ہے اور یہ کہ امام مصلح ہوں اور کل مذاہب کو حق سمجھتا ہوں۔ ایسا میں نے نہ کبھی کہا اور نہ لکھا۔ میری تفاسیر اردو وانگریزی تین بار شائع ہو چکی ہیں۔ میرے خیالات وعقائد کوئی خفیہ اور خانگی امور نہیں۔ بلکہ کل...... ہندوستان اور یورپ اور امریکہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ ان افتراؤں کی کیا بنیاد ہے اور یہ کس کی ایجاد ہے۔ میں اپنے خوابات کو قطعی اور یقینی بھی نہیں خیال کرتا۔ بلکہ اصل حکم اور میزان قرآن کریم اور فطرت اللہ ہیں اور عقل سلیمہ۔ اگر ہم عقل سے کام نہ لیں تو بت پرستوں پر ہم کیا اعتراض کر سکتے ہیں؟ اگر قرآن کریم اور فطرت اللہ کو حکم نہ بنائیں جو رب العالمین کا قول اور فعل ہیں تو پھر اور کس چیز کو حکم اور میزان بنا سکتے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کی طرح رسول بھی رب کل شے اور خالق کل شے ہوتے ہیں کہ جس طرح ہر انسان کی فطرت میں رب کی تلاش اور عبودیت مخمور کی گئی ہے۔ ویسی ہی ہر رسول کا ماننا جرم قرار دیا جا سکے؟ کیا راست باز بھی مرتد ہوتے ہیں؟ کیا خدا پرستی اور راست روی داخل ارتداد ہیں۔ کیا سید المرسلین اور صحابہ کرام علیہم السلام کی تمام جان نثاریوں کا یہی نتیجہ ہوا کہ دنیا میں تیرہ کروڑ انسان مسلمان کہلا کر جہنمی بن گئے (یعنی مرزا کو نہ ماننے سے مسلمان جہنمی ہوئے) اور باقی تمام عدم قبولیت اسلام کی وجہ سے جہنمی۔ کیا رحمۃ للعالمین کے آنے کا یہی نتیجہ ہے کہ کل دنیا جہنمی ہو جائے؟ کچھ قبول اسلام کی وجہ سے اور کچھ خلاف سے۔ کیا ربوبیت عامہ اور رحمیت کاملہ کے یہی معنی ہیں کہ کل دنیا جہنم میں ڈالی جائے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ”ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم ۰ فمن یعمل مثقال ذرة خیراً یراه ۰ ومن یعمل مثقال ذرة شراً یراه ۰ وان حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها او ردوها“ کیا یہ امر قرآنی منسوخ ہو چکا؟ اور ”اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً“ بھی منسوخ ہو چکا۔ اس لئے میرے خطوں کے جواب میں سلام کا جواب سلام بھی نہیں ہوتا۔ اگر خدائی آپ کے تابع ہوتی تو پہلے صدہا بار جو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مجھے لکھا گیا اس کا نتیجہ یہ نہ ہوتا۔

جب بھلائی میں خدائی آپ کے تابع نہیں تو برائی میں کیسے ہو سکتی ہے؟ جب آنحضرت ﷺ کو تو یہ ارشاد ہے۔ ”انك لا تهدي من احببت ولكن الله يهدي من يشاء“ تو پھر میں کیسے سمجھ سکتا ہوں کہ اب خدا وحدیث معطل ہو گئے اور آپ کے خیالات کی حکومت کل عالم پر قائم ہو گئی ہے۔ پس برائے خدا اگر آپ میری کسی غلطی کی اصلاح کرنا چاہتے

ہیں تو بینات قرآنی سے معقول طور پر مجھے مطلع فرمادیں۔ مجھے کسی بات پر ضد نہیں۔ بلکہ قبولیت حق کے لئے ہر وقت مستعد ہوں۔ ’’ومن یحکم بما انزل اللہ فاولئك هم الكافرون ‘‘براہ مہربانی میرا پہلا خط واپس فرمادیں یا اس کی نقل تا کہ میں اس پر دوبارہ غور کرسکوں کہ اس قدر طوفان جس کی وجہ سے پیدا ہوئے شاید سہواً اس میں ہی کوئی الفاظ درج ہوگئے ہیں۔ کیونکہ میں نے اس کو دوپہر کے وقت میں غلبہ نیند کے وقت لکھا تھا اور یہ گمان نہ تھا کہ ایک طوفان بے تمیزی پیدا ہو جائے گا۔ والسلام!

مورخہ ۱۰ اراپریل ۱۹۰۶ء

خاکسار: عبدالحکیم خان از پٹیالہ!

خط نمبر:۶

مرزاغلام احمد قادیانی بنام ڈاکٹر عبدالحکیم خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

’’نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم‘‘

خان صاحب! آپ کا خط پہنچا میں چند ہفتہ سے بیمار ہوں اور بہت کمزور ہو گیا ہوں۔ مجھے مباحثات کے لئے سر میں قوت نہیں۔ ہر ایک شخص اپنے عمل سے پوچھا جائے گا۔ مجھے آپ کی اس تحریر سے بہت افسوس ہوا کہ آپ نے لکھا ہے کہ گویا مولوی عبدالکریم کی نسبت قطعی طور پر صحت پانے کے لئے خبر تھی وہ غلط نکلی۔ جس حالت میں اور لوگ طرح طرح کے میرے پر افتراء کرتے ہیں۔ اگر آپ نے یہ افتراء کیا تو محل افسوس نہیں۔ ہر ایک کو معلوم ہے کہ جو کچھ مولوی صاحب مرحوم کی نسبت الہام کے ذریعہ سے معلوم ہوا وہ ان کی موت تھی۔ چنانچہ بار بار ان کے انجام کی نسبت اخبارات میں یہ الہام چھپوائے گئے۔ ’’ان المنایا لاتطیش سهامها‘‘ یعنی موت کے تیر نہیں ٹلیں گے۔ مبرم موت ہے۔ پھر الہام میں کفن میں لپٹا گیا۔ پھر الہام ہوا سینتالیس برس کی عمر۔ ’’انا للہ وانا الیه راجعون ‘‘ چنانچہ پورے سینتالیس برس کی عمر میں فوت ہو گئے۔ ہاں ایک خواب میں میں نے دیکھا کہ ان کو مرض سے صحت ہوگئی اور میں نے سورۃ فاتحہ ان کے سر پر پڑھی ہے۔ پس درحقیقت وہ اصل مرض سے صحت یاب ہو چکے تھے اور ذات الجنب سے ان کا انتقال ہوا اور اسی بارے میں مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ان کی نسبت اخبار البدر میں شائع کیا اور وہی ان کے معالج تھے۔ آپ کا یہ مقولہ شوخی اور جرأت سے خالی نہیں کہ ایسا الہام کیوں شائع کیا؟ اس سے معلوم

ہوا کہ آپ کی فطرت میں شوخی اور گستاخی حد سے بڑھ گئی ہے اور اپنے تئیں کچھ خیال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے ہمیشہ کے لئے آپ سے قطع تعلق کر دیا۔ اگر یہ صریح صریح الہامات موت کے مولوی صاحب کی نسبت نہ ہوتے تب بھی آپ کا حق نہیں تھا کہ اعتراض کرتے۔ آپ تو اپنی بدقسمتی کی وجہ سے محض بیگانہ اور بے خبر ہیں اور اس جگہ دس ہزار سے زیادہ نشان خدا تعالیٰ کے ظاہر ہو چکے ہیں اور ایسا کوئی مہینہ نہیں جس میں کوئی نشان ظاہر نہیں ہوتا۔ پس یہ امر حق کے طالبوں پر مشتبہ نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک دشمن نامراد مرے گا اور ہر ایک منکر ناکام مرے گا۔ پہلے نبیوں کے وقت میں بھی بعض بدقسمت مرتد ہو جاتے تھے۔ اگر میرے زمانہ میں بھی کوئی ''یہودا اسکریوطی'' پیدا ہو جائے تو وہ خدا کے سلسلہ کو کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ وغیرہ جو آنحضرت ﷺ کی نبوت کی نسبت مطمئن نہ ہو سکے وہ نجات پائیں گے۔ اگر یہی بات تھی تو یہود و نصاریٰ سے مقابلہ بیکار تھا۔ کیونکہ وہ لوگ اپنی دانست میں اپنے مذہب کو اچھا خیال کرتے تھے۔ اسلام کی سچائی کی نسبت وہ اپنے خیال میں مطمئن نہیں تھے۔ پس بقول آپ کے اس سے لازم آتا ہے کہ وہ سب ناجی تھے اور آنحضرت ﷺ کا آنا ہی بے فائدہ تھا۔ ماسوا اس کے اگر یہی حق بات ہے کہ جس یہود و نصاریٰ کو اسلام پر تسلی نہ ہو وہ نجات یافتہ ہیں تو کیا وجہ ایسا شخص نجات نہیں پائے گا کہ مسلمانوں میں پیدا تو ہو مگر اسلام پر اس کو یقین حاصل نہیں ہوا۔ اس کے وہ مساوی ہوگا۔

اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ ہزارہا آدمی جو میری جماعت میں شامل نہیں۔ کیا راستبازوں سے خالی ہیں تو ایسا ہی آپ کو یہ خیال بھی کر لینا چاہئے کہ وہ ہزارہا یہود اور نصاریٰ جو اسلام نہیں لائے کیا وہ راستبازوں سے خالی تھے۔ بہر حال جب کہ ''خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچتی ہے اور اس نے مجھے قبول[1] نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔'' تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اب میں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلا ہے۔ خدا کے حکم کو چھوڑ دوں۔ اس سے سہل تر یہ بات ہے کہ ایسے شخص کو اپنی جماعت میں سے خارج کر دیا جائے۔ اس لئے میں آج کی تاریخ سے آپ کو اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں۔ ہاں اگر کسی وقت صریح الفاظ سے آپ اپنی توبہ شائع کریں

---

[1] اس قدر تو صحیح دامنا بہ مگر ان بیچاروں کا کیا قصور جن پر آپ کی دعوت نہیں پہنچی اور اگر پہنچی تو مخالف یا ضعیف وناقص صورت میں؟ (حاشیہ نمبر۲ اگلے صفحہ پر)

اور اس خبیث عقیدہ سے باز آجائیں تو رحمت الٰہی کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ لوگ جو میری دعوت کے ردّ کرنے کے وقت قرآن شریف کی نصوص صریحہ کو چھوڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے کھلے کھلے نشانوں سے منہ پھیرتے ہیں۔ ان کو راست باز قرار دینا اسی شخص کا کام ہے جس کا دل شیطان کے پنجہ میں گرفتار رہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ! خاکسار: مرزا غلام احمد از قادیان

خط نمبر:۷

ڈاکٹر عبدالحکیم خان بنام مرزا غلام احمد قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

''نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم''

حضرت مسیح الزمان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں حیران ہوں کہ یہ الزام آپ نے مجھ پر کیسے لگایا کہ میرا یہ خیال ہے کہ آپ نے مولوی عبدالکریم کی صحت وحیات کی بابت قطعی خبر دی تھی اور وہ غلط نکلی۔ نہیں ہرگز نہیں۔ میں نے ہرگز[1] نہیں لکھا بلکہ میں نے تو یہ لکھا تھا کہ میں آپ کے استنباط اور استدلال کو معصوم نہیں مانتا۔ چنانچہ آپ مولوی عبدالکریم کی نسبت اپنے اور دوسروں کے خوابوں کو مبشر فرماتے رہے۔ حالانکہ وہ مبشر نہ تھے۔ بلکہ ان کی موت کی نسبت قطعی خبر تھی۔ نہ میں نے یہ لکھا کہ وہ الہامات شائع نہ ہونے

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) ع: تعجب ہے کہ میں ہر امر میں قرآنی بینات سے متواتر اور بکثرت پیش کر رہا ہوں۔ آپ ان کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ بلکہ ان پر عمل کرنا خدا کے حکم کو چھوڑنا ظاہر فرماتے ہیں۔ میں تو بار بار عرض کر رہا ہوں کہ براہ کرم مجھے وہ الفاظ خداوندی بتلا دیجئے۔ جن میں تمام امت محمدیہ خارج از اسلام قرار دی گئی ہے۔ خواہ ان پر تبلیغ ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ کیا محض قادیان میں بیٹھے رہنے یا چند اخبارات واشتہارات کے شائع ہونے کے یہ معنی ہیں کہ دنیا کے ہر فرد پر تبلیغ ہو چکی اور ان کا خلاف اور ارتداد اس حد تک پہنچ گیا کہ ان پر فرد جرم قائم کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ تو قتل مومن کو بھی اسی حالت میں کفر قرار دیتا ہے۔ جب کہ وہ قتل عمد ثابت ہو جائے۔ آپ اس وقت نہ محض قرآن کو پس پشت ڈال رہے ہیں۔ بلکہ عام عرف اور عقل کو بھی جواب دے رہے ہیں۔ کیا تو وہ وقت تھا کہ آپ مولویوں پر طنز کیا کرتے تھے کہ وہ کلمہ گویوں کو کافر کہتے ہیں اور قول امام نقل کیا کرتے تھے کہ جس شخص میں ۱۹۹ اجزاء کفر کے ہوں اور ایک جز اسلام کا ہو۔ اس کو بھی کافر نہ کہنا چاہئے۔ میں اب تک اسی تعلیم پر قائم ہوں اور آپ اس سے مرتد ہو گئے۔ آپ کا قول تھا۔ گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں۔ ان لوگوں کو میں تو اس پر عامل ہوں۔ مگر آپ میرے سلام اور دعائیں سن کر مجھے بھی خارج از اسلام اور مرتد بتا رہے ہیں اور جماعت سے خارج کرتے اور سلام تک نہیں لکھتے۔ آپ کا قول تھا۔ اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہدار آخر کنند دعویٰ حب پیغمبرم۔ یہ آپ کے الہامی قصیدہ کا شعر ہے۔ مگر آپ اس سے مرتد ہو گئے اور میں اس پر قائم ہوں اور امت محمدی کو بلاوجہ صریح کافر نہیں کہہ سکتا اور آپ بلاوجہ کافر کہتے ہیں۔ اچھی خاطر ہوئی۔

[1] یہ ہے نمونہ حکم آسمانی کی قوت فہم اور فیصلہ کا۔

چاہئیں تھے۔ بلکہ یہ لکھا تھا کہ آپ کا استنباط تشیری میرے نزدیک اس وقت غلط تھا اور قابل اشاعت نہ تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ثابت ہوا۔ کاربنکل ہمیشہ اسی طرح مہلک ثابت ہوتا ہے کہ اس کا زہر دماغ یا پھیپھڑوں میں پہنچ کر زہریلی ورم پیدا کر دیتا ہے۔ بیرونی کاربنکل بذات خود عموماً مہلک نہیں ہوتا۔ جس خداوند نے آپ کو مسیح بنایا اور آپ کی تعریف کی، وہی آپ کی کمزوریاں اور غلط فہمیاں ثابت کر رہا ہے تا کہ آپ خدا اور ابن اللہ نہ مانے جائیں اور آپ کا منارہ اور قبرستان، بت خانہ نہ بن جائیں۔ مگر زمانہ کی بگڑی ہوئی حالت اور عالم میلان جو شرک کی طرف ہے وہ پکار پکار کہہ رہے ہیں کہ ایک وقت آپ ضرور خدا بنائے جائیں گے۔ آپ کا مینار گوگے کی ماڑیوں کی طرح پرستش گاہ بنے گا اور اس کی نقلیں بطور بت دنیا میں رائج ہوں گی۔ آپ کا قبرستان پوجا جائے گا اور جن لوگوں کی سرشت میں شرک کا خمیر ہے اور جو احمقانہ طور پر انسان پرستی کے عادی ہیں وہ ’’انت منی وانا منك ، انت منی بمنزلة اولادی ‘‘ یا شمس یا قمر، بہشتی مقبرہ الہامات کو آپ کی خدائی اور ابن اللہ ہونے کی دلیل ٹھہرائیں گے۔ کیونکہ فی زمانہ میں دیکھتا ہوں ایسی صورتیں شروع ہوگئی ہیں۔ کبیر دوالوں کا حال تو آپ کو معلوم ہی ہے۔ پٹیالہ کی ایک مثال میں آپ کو سناتا ہوں۔ عام طور پر جماعت احمدی کا یہ مذاق ہوگیا ہے کہ مسیح آ گیا اور مسیح مر گیا۔ اس کے سوا اور کوئی لگن ان کو نہیں۔ تعطیلات محرم، ہولی کے ایام میں میں نے چاہا کہ ان ایام میں صفات باری تعالیٰ اور دلائل بر ہستی باری تعالیٰ پر لیکچر دوں تا کہ خدا کی عظمت دلوں میں پیدا ہو۔ وسعت ایمان حاصل ہو اور عوام الناس کو یہ کہنے کا موقعہ نہ رہے کہ احمدیوں کا دین و ایمان سوائے ذکر مرزا قادیانی کے اور کچھ نہیں رہا۔ دن رات اخبارات الحکم اور البدر تو پڑھتے ہیں۔ مگر قرآن سے مس و مذاق بالکل نہیں رہا۔

چنانچہ میں نے دلائل بر ہستی باری تعالیٰ و صفات باری تعالیٰ پر تین ہی لیکچر دیئے تھے جن سے عام لوگ بہت محظوظ ہوئے۔ مگر احمدی لوگوں نے شور مچانا شروع کیا کہ آپ کے لیکچر میں مرزا قادیانی کا ذکر نہیں۔ بلکہ ایک خوش عقیدت نے یہاں تک کہا کہ جس حمد کے ساتھ مرزا قادیانی کا ذکر نہ ہو وہ شرک ہے۔ میں نے جواب میں یہی کہا کہ ابھی الحمدللہ کی تفسیر ہو رہی ہے۔ پھر رب العالمین کی ہوگی۔ پھر الرحمٰن اور الرحیم کی پھر مالک یوم الدین کی پہلے حمد اس کے بعد نعت پھر مناقبت ہوگی۔ مگر وہ میرے جواب سے مطمئن نہیں ہوئے۔ میں نے اور میرے

ساتھ بعض نے یہ بھی کہا کہ توحید اور تحمید تو مرزا قادیانی کا عین مشن ہے اور وہ اسی بات کے واسطے مامور ہیں اور تمام مرسلین خدام توحید ہوتے ہیں نہ خدام نفس مگر مرزا پرست لوگ ان باتوں سے مطمئن نہ ہوئے اور فساد بڑھتا گیا۔ اس واقعہ کے بعد میں نے پہلا عریضہ آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ جس کا جواب اناپ شناپ شوریدہ وار مجھے ملا اور ایسا ہونا ہی تھا۔ کیونکہ جلال باری تعالیٰ کے مقابلہ میں بطور شرک آپ کو کھڑا کیا گیا۔ اس کی غیوری اور کبریائی کب متحمل ہوسکتی تھی کہ حمد میں دوسرے کو شریک کیا جائے۔ جس نے نوح کو اپنے جلال کے وقت ''انی اعظك ان تکون من الجاھلین'' کلیم اللہ کو جواب دیا۔ لن ترانی۔ خاتم النبیین کو فرمایا: ''انك لا تھدی من احببت لو لا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم'' یہی وجہ ہے کہ آپ کی طرف سے خلاف معمول عام عقل سے گری ہوئی تحریریں میرے پاس پہنچیں۔ یہ خدا کی شان ہے۔ ''وھو العزیز الجبار المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون'' صحیح کہ آپ کے دشمن ناکام مریں گے۔ مگر میں آپ کا دشمن ہرگز نہیں۔ بلکہ سچا خیر خواہ اور وفادار مرید ہوں۔ ہاں پیر پرست مشرک نہیں ہوں۔

میں نے جو یہ ظاہر کیا جو لوگ نقص فہم یا نقص علم کی وجہ سے دین اسلام سے منحرف ہوں وہ نجات پاسکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ ایک خدا کے پرستار اور نیک عمل ہوں۔ اس خیال کی بنا آیات ذیل ہیں: ''ان اللہ لا یغفر ان یشرك به ویغفر مادون ذلك لمن یشاء لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا ما کنا معذبین حتّٰے نبعث رسولاً'' جو عمداً سرکشی کرتا ہے وہ بیشک کافر اور جہنمی ہے۔ ایسے عقیدہ سے توبہ کرنا جو قرآنی بینات سے صاف اور سیدھے طور پر ظاہر ہو۔ قرآن مجید کا خلاف کرنا ہے۔ پس آپ مجھ کو سمجھا دیں کہ میں بینات قرآنی کا خلاف کیسے کروں۔ تیرہ کروڑ مسلمانوں کو جو تیرہ سو سال میں تیار ہوئے ایک قلم بلا تبلیغ کامل اسلام سے خارج کر دینا آپ کا ہی حوصلہ ہے۔ آج تیرہ کروڑ کی تیار شدہ جماعت کو اپنے اسلام سے خارج کر دیا۔ کل کو اور امام پیدا ہوگا جو نہ مانے گا وہ آپ کے تین چار لاکھ کی جماعت کو اسلام سے نکال دے گا۔ یہ عجیب تماشا ہے کہ آج ایک مکان تیار ہوا وہ کل گرا دیا گیا جو کل تیار ہوا اور وہ پرسوں گرا دیا جائے۔ یہ فعل اس علیم وحکیم خدا کا تو نہیں ہوسکتا۔ ہاں مداری اور بچہ اکثر ایسا کیا ہی کرتے ہیں۔ میں اپنے تمام عقائد بینات قرآنی کی بناء پر پیش کر رہا ہوں۔ مگر آپ ان کے جواب میں نہ تو ان آیات کے

معنی اور طرح پر صاف کرتے ہیں اور نہ اور آیات بینات اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ بلکہ میری پیش کردہ آیات بینات سے صاف اعراض کر کے ان کے خلاف سوالات شروع کر دیتے ہیں۔ یہ تو بازاریوں کا منطق ہوتا ہے۔ نہ کہ اہل علم کا آپ یہ فرما کر مرتد کی سزا قتل ہے اور میں اپنی جماعت سے آج کی تاریخ سے آپ کو خارج کرتا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ! دھمکیوں سے آیات بینات کے خلاف منوانا چاہتے ہیں اور معقول جواب مطلق نہیں دیتے۔ کیا دھینگا مشتی کا ایمان بھی کوئی چیز ہے۔ کیا سچ مچ وہ آیت منسوخ ہوگئی جس میں ارشاد تھا۔ ''لا اکراہ فی الدین ''یا آپ کا ایمان وعمل اس آیت کے خلاف ہے۔ پھر تعجب ہے کہ آپ تیرہ کروڑ مسلمانوں کو جو تیرہ سو سال میں پیدا ہوئے ہیں۔ اپنے استدلال کے خلاف کرنے سے کافر کہتے ہیں کہ وہ قرآن شریف کے نصوص کو چھوڑتے اور کھلے نشانوں سے منہ پھیرتے ہیں۔ حالانکہ ان نشانات کی اور نہ ان کو یہ علم ہے کہ نشانات کیا ہوتے ہیں۔ پھر ان پر سرکشی اور کفر کا جرم کیسے عائد ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اگر آپ کی تبلیغ ایک فیصدی پر بھی تصور کی جائے تو تیرہ کروڑ میں سے تیرہ لاکھ مسلمان بیٹھتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اگر تیرہ لاکھ کی تحقیقات کی جائے تو یہی ثابت ہوگا کہ عمداً آیات قرآنی کا خلاف کرنے والے دو چار ہزار ہی ہوں گے۔ باقی اس یقین میں ہیں کہ آپ کے دعاوی باطل ہیں اور قرآن وحدیث کے سراسر مخالف ہیں۔ کیونکہ پرانی تفاسیر پرانی تعلیموں اور پرانے وعظوں نے ان کے دلوں پر ایسا ہی ذہن نشین کر رکھا ہے کہ قرآن مجید واحادیث صحیحہ سے خاص مسیح ابن مریم علیہ السلام کا آسمان پر زندہ جانا اور پھر نازل ہونا ثابت ہے۔ جیسا کہ پچاس سال کی عمر تک باوجود عالم قرآن وحدیث ہونے کا آپ کا بھی یہی عقیدہ رہا۔ جب تک وہ خود عالم وفاضل ہو کر آپ کی تصانیف کو نہ دیکھیں یا احمدی مولویوں کے وعظوں کو بکثرت نہ سنیں۔ تب تک وہ کیسے قائل ہوسکتے ہیں کہ پہلی تعلیمیں غلط تھیں اور اب یہ نئی تعلیمیں صحیح ہیں۔ مگر احمدی جماعت کے مشن کہیں نہیں پھر رہے۔ صرف چار اخباروں کے ذریعہ سے کاغذی گھوڑے ضرور دوڑائے جارہے ہیں۔ جن کو عموماً احمدی لوگ ہی دیکھتے ہیں۔ اگر یہی بات ہے کہ آپ پر ایمان لانے کے بغیر تمام مسلمان کافر اور جہنمی ہیں تو پھر کیوں ایک ایک احمدی اپنے گھر سے نہیں نکل پڑتا کہ کروڑہا مخلوق خدا کو جہنم میں گرنے سے بچادے۔ جب وہ اپنی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ وہ آگ میں گر رہی ہے اور خود بچے ہوئے ہیں تو پھر ان پر کھانا پینا، آرام سے گھر میں بیٹھنا اور بے فکر سونا سب حرام اور مطلق حرام ہیں۔ کیونکہ جب

ایک شہر میں آگ لگ جائے اور تمام شہر میں پھیلتی جائے تو کوئی دانا انسان بے فکری سے کھانا پینا بیٹھنا اور سونا ایک منٹ کے واسطے بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ سب باتیں کہنے کی ہیں۔ عملی ایمان ایسے عقیدہ پر ایک منٹ کے واسطے بھی کسی ذی ہوش کا نہیں ہو سکتا کہ میں مؤمن ہوں اور باقی سب کافر اور جہنمی ہیں۔ ہاں! محمد ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا یہ واقعی ایمان تھا کہ تمام مشرکین عرب جہنمی ہیں۔ اس لئے انہوں نے ان کے بچانے کے لئے جان توڑ کوششیں کیں اور تمام عمر میں ایک ماہ بھی گھر میں آرام سے بیٹھ کر بے فکری کے ساتھ گوشت روٹی اور پلاؤ نہ کھایا اور نہ ساری عمر ان کا یہی مشن رہا کہ بیٹھے بٹھائے لنگر کے نام پر روپیہ جمع کیا ہو۔ خود بے فکری سے کھایا اور اوروں کو کھلایا ہو اور ایک لنگر کی ہی امداد کو اسلام اور اشاعت اسلام سمجھا ہو کہ جو لنگر میں چندہ نہ دے وہ اسلام سے خارج۔ بلکہ وہ اپنے جھولوں میں اپنی اپنی کھجوریں اور ستو بھر کر نکلتے تھے۔ اگر آپ کا اور آپ کی جماعت کا واقعی یہی ایمان ہوتا کہ ہم سب تو نجات یافتہ ہیں۔ باقی تیرہ کروڑ مسلمان جو تیرہ سو سال میں تیار ہوئے یک قلم سب کے سب جہنمی تو آپ بھی صحابہ کرامؓ کا نمونہ بن جاتے۔ گھر میں بیٹھ کر بے فکری کے ساتھ گوشت روٹی اور مرغن پلاؤ کھانا آرام سے بستروں پر سونا چھوڑ کر دنیا میں نکل پڑتے۔ کیونکہ آج کل دنیا میں پھر جانا اس سے بھی زیادہ آسان تر ہے۔ جو حضرت ﷺ کے وقت میں ایک عرب میں پھرنا تھا۔ دعوے تو آپ کے ایسے ہیں کہ لوگوں نے آپ کو خدائی کے ساتھ جا ملایا۔ مگر عملی کمزوریاں اس درجہ کی ہیں۔ جیسے کہ ایک سخت دنیا پرست اور نفس پرست میں ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر چند ایک نمونتاً عرض کرتا ہوں۔ نہ اس نیت سے کہ آپ کی توہین ہو۔ بلکہ محض اس نیت سے کہ لوگ آپ کو خدا نہ بنائیں۔ نہ محمد ﷺ کا مظہر اتم ٹھہرائیں نہ دیگر انبیاء اور اولیاء کی تحقیر کریں اور نہ آپ کے منار اور قبرستان کو مساجد۔ واللہ علے اقول شہید!

۱...... عدم استقلال: براہین احمدیہ کا بڑے زور و شور کے ساتھ اشتہار خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور و ملہم ہو کر دیا۔ مگر وہ آج تک مکمل نہیں ہوئی۔ تین سو بے نظیر دلائل میں سے محض چند ایک ہی شائع ہوئیں۔ حالانکہ یہ کام جس کا اشتہار الہامی بناء پر دیا گیا۔ سب سے مقدم تھا۔

۲...... نقص استنباط واستدلال: براہین میں مسیح علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا اور پھر واپس آنا ظاہر فرمایا۔ حالانکہ اس کے خلاف صریح آیات واحادیث موجود ہیں۔

۳...... خلاف عہد: براہین کے چندہ قبل از وقت وصول کئے۔ ایفائے عہد اب تک نہیں کیا بلکہ خریداروں کا عموماً روپیہ بھی واپس نہیں کیا۔

۴...... تلون طبع: ایک وقت وہ تھا کہ فتح خاں نام جب وقت پر کھانا نہ پہنچنے پر ناراض ہوا تو گھنٹوں بیوی صاحبہ نے بھی اس کی دلجوئی اور خوشامد کی اور آپ نے بھی مگر اس نے نہ مانا۔ آپ نے اس کو جماعت سے خارج بھی نہ کیا۔ خلیفہ محمد حسن وزیراعظم ریاست پٹیالہ کی چندہ براہین دینے پر بے حد تعریف کی گئی اور اب وہ وقت ہے کہ جو شخص چندرہ میں ہزار روپیہ اور تمام زندگی وآسائش آپ کی امداد میں صرف کر چکا۔ اس کو محض چند تجاویز اصلاحی مشورتاً پیش کرنے پر خارج از جماعت کیا جاتا ہے۔

۵...... نفس پرستی اور آرام طلبی: اشاعت اسلام کے لئے دو ماہ کے واسطے بھی گھر سے باہر نہیں نکلے۔ بلکہ لنگر کے نام پر روپیہ جمع کیا۔ خود مزے سے کھایا اور دوسروں کو کھلایا۔ یہاں تک کہ ایک عبدالکریم کی بیماری میں من ڈیڑھ من پختہ برف لگا تار لاہور سے آتی رہی اور جو لنگر میں چندہ نہ دے اس کی نسبت جماعت سے خارج کر دینے کا اعلان دیا گیا۔ کیا یہی اسلام اور اشاعت اسلام ہے تو پھر جو لوگ اپنی ذاتی تنخواہوں اور آمدنیوں پر گھروں میں بیٹھے ہوئے عیش وآرام کریں وہ تو آپ کے نمونہ کے لحاظ سے زیادہ مستحق ہوئے۔ جب کہ آپ نے قومی روپیہ اور اسلامی خدمت کے روپیہ پر ایسا عیش کیا اور آپ کے بال بچے نوابوں کی طرح عیش وتنعم میں چلے۔ اگر سفر بھی کیا تو سیکنڈ کلاس میں محض بیوی صاحبہ کی خاطر دہلی کا، نہ اسلام کی خاطر اور شہروں کا بے حد جماعت کے اصرار اور الحاح...... پر سیالکوٹ اور پٹیالہ تک (بھی سفر نہ کیا)

۶...... غریب مہمانوں کی نسبت لاپروائی اور عدم تواضع: جو لوگ سینکڑوں اور ہزاروں کوسوں سے تکالیف اور صرف اٹھا کر قادیان محض کلمتہ الحق سننے کے واسطے پہنچتے ہیں ان کے واسطے کوئی انتظام نہیں کہ کسی بڑے مکان میں یا سایہ دار درخت کے نیچے ایک وقت پر سب جمع ہوکر ضروریات وقت پر وعظ سنا کریں۔ زیادہ نہیں تو ایک آدھ گھنٹہ ہی سہی۔ بلکہ دھینگا مشتی کے طور پر دس بیس...... آدمی جو آپ کے قریب کسی وقت پر جب آپ خود ہی اپنی فراغت سے باہر تشریف لائیں۔ جمع ہوکر کچھ سن لیں تو سن لیں۔ وہ بیچارے خود عقیدگی سے ادھر ادھر بیٹھ کر وقت گذارا آنے کو ہی غنیمت سمجھ لیتے ہیں۔ کیا مہمانداری اور مسافر نوازی اور تعلیم وتربیت کا یہی کامل نمونہ ہے؟

انجمن حمایت اسلام، ندوۃ العلماء اور ایجوکیشنل کانفرنس بھی جب اپنی اغراض کے لے لوگوں کو بلاتے ہیں تو عالم فاضل لوگوں کو ضروریات وقت پر لیکچر دینے کے لئے منتخب کرتے ہیں۔ تا کہ تین چار روز میں دور دراز کے لوگ مفید اور ضروری معلومات ساتھ لے کر واپس جائیں اور ان کا وقت عمدگی کے ساتھ صرف ہو اور پھر مفید معلومات کے ساتھ وہ مفید کاموں میں کارآمد ہو سکیں۔ مگر افسوس خود تو یہ خیالات نہ ہوئے۔ دوسرے کی تحریک کو دشمنی اور ارتداد میں شمار کیا گیا۔ خوش قسمتی سے ایک مولوی نور الدین کا درس قرآن اور علمی مجلس ہے۔ جس میں ہر وقت کوئی طالب بیٹھ کر مستفیض ہو سکتا ہے۔ مگر آپ کی طرف سے لوگوں کو اس قدر بھی تاکید نہیں کہ سب لوگ مولوی کے درس قرآن میں شریک ہوا کریں۔

۷...... عدم صفائی: لنگر کا صرف ہزار بارہ سو روپیہ ماہوار ہے۔ مگر اس قدر مجمع کے واسطے صفائی کا کوئی خاص انتظام نہیں۔ "الطہور ثلث الایمان" ان کا نمونہ علی گڑھ میں بیشک ہے۔ جس جگہ کی ٹٹیات بھی قادیان کے مکانات سے زیادہ صاف رکھی جاتی ہیں۔

۸...... بے حسابی: لنگر کے واسطے جو روپیہ وصول ہوتا ہے۔ اس کے مصارف کا کوئی معقول حساب اور انتظام نہیں۔ کیا یہ بھی کوئی اسوۂ حسنہ ہے کہ قومی روپیہ کا کوئی حساب نہ رکھا جائے۔ بلکہ ایسی لاپروائی، بے دردی سے اس کو صرف کیا جائے نہ کوئی اس کا حساب کتاب ہو۔ نہ کوئی اس کا نگراں، باہر سے روپیہ لیا اور بیوی کے سپرد کر دیا۔ جب جماعت سیالکوٹ نے خط لکھوایا کہ لنگر کے اخراجات کا حساب اور انتظام رہنا چاہئے تو جواب دیا کیا میں خزانچی ہوں؟ پھر جب کسی نے مہمانوں کے کھانے کی بابت بدنظمی ظاہر کی تو جواب دیا کیا میں بھٹیاری ہوں؟ سبحان اللہ! عجب اسوۂ حسنہ اور معرکی ہیں کہ قوم سے لنگر کے نام پر ہزار بارہ سو روپیہ تو وصول کیا جائے اور اس کے انتظام کے سوال پر جوش وغضب میں آجائیں۔ حضرت عمرؓ تو بیت المال میں سے اپنی ذات اور اولاد پر کچھ بھی صرف نہیں کرتے تھے۔ کیا وہ اسوۂ حسنہ تھا یا یہ کچھ سوچو۔

۹...... زکوٰۃ: کے لئے حکم ہے کہ سب قادیان میں ہی جمع ہو کر مگر جو دور دراز شہروں میں مستحقین زکوٰۃ ہوں۔ ان کی دستگیری کے لئے کوئی انتظام نہیں۔ آنحضرت ﷺ کے وقت میں تمام مسلمان ایک ہی جگہ تھے۔ زکوٰۃ کا تمام روپیہ یکساں طور پر مستحقین کو تقسیم ہوتا تھا۔

۱۰...... صفت تحمل وغور اور قوت فیصلہ معدوم ہونا اور مغلوب الغضب ہونا: جیسا کہ موجودہ خط وکتابت سے ہی ظاہر ہے کہ میں لکھتا کچھ ہوں اور آپ سمجھے کچھ ہیں۔ جو بینات قرآنی پیش کرتا ہوں۔ ان سے صاف اعراض کر رہے ہیں۔

۱۱...... حالت جماعت سے مطلق لاعلمی اور لاپرواہی: برائے نام ہزاروں جماعت احمدی میں داخل ہوگئے ہیں۔ مگر جو پہلے سے خداپرست اور متقی تھے۔ وہ اب بھی ہیں یا اپنی فطری سعادت سے ترقی کررہے ہیں۔ مگر جو لوگ آوارہ گرد، بدچلن تھے وہ بدستوار آوارہ گرد بدچلن ہیں۔ جو رنڈی باز تھے وہ بدستور رنڈی باز ہیں۔ جو راشی تھے وہ بدستور راشی ہیں۔ مگر آپ کو نہ ان کی کچھ خبر ہے اور نہ ان کی اصلاح کا کوئی فکر ہے۔ ان میں سے ایسے بھی ہیں جو قادیان پہنچے اور لنگر میں دو چار روز کھانا کھا کر چلے آئے۔ بلکہ خاص قادیان میں مولوی نورالدین کو دجال کہا گیا۔ دینی تعلیم کے بارے میں ان کا سخت خلاف کیا گیا۔ مولوی محمد احسن کی شمس بازغہ کو برسرعام لغو اور بیہودہ کتاب کہا گیا۔ مگر آپ نے علم ہونے پر بھی ان امور کی کچھ اصلاح نہ کی۔ عقائد میں جو اختلافات ہیں وہ بے حد ہیں۔ کیونکہ جماعت کی رہبری کے واسطے عقائد واعمال اسلامی پر آپ کا کوئی فتاویٰ نہیں نہ کوئی تفسیر القرآن شائع ہوئی۔ جس میں تمام اختلافات پر معقول فیصلہ ہو جائے اور وحدت عقائد واعمال کی صورت پیدا ہو جائے۔ محض دعویٰ تو حکم ہونے کا ضرور کرلیا ہے۔ ہاں کبھی کسی مسئلہ پر مولوی نورالدین کا کلام شائع ہو جاتا ہے اور کبھی مولوی محمد احسن کا۔ بقول شخصے مدعی سست گواہ چست۔

۱۲...... اکثر تجاویز میں ناکامی: مثلاً اشاعت براہین ومنن الرحمٰن اور اربعین میں۔ تعمیر مینار میں۔ احمدی جماعت میں باہم رشتہ وناطے ہونے میں۔ سلسلہ واعظین دور ودراز ملکوں میں بھیجنے میں مثلاً تبت وکاشمیر میں وغیرہ وغیرہ۔ کیا خدا کی پیش کردہ تجاویز انجام یہی ہوتا ہے۔

۱۳...... خالی دعویٰ: چنانچہ آپ نے دعویٰ کیا کہ انگریزی زبان...... تین تہجدوں کی مار ہے۔ پھر اس کو کیوں پورا کر کے نہ دکھایا۔ ایک طرف تو آپ بار بار ظاہر فرماتے ہیں کہ سکول قادیان میں انگریزی تعلیم کی یہ غرض ہے کہ وہ خدمت دین کے کارآمد ہوسکے۔ گویا کہ غریب طالب علموں کی عمریں اس امید پر خرچ کی جاتی ہیں کہ وہ خادم دین بنیں۔ مگر آپ تین تہجدوں میں دعا بھی نہیں مانگ سکتے۔ کیا یورپ کو اشاعت اسلام کی ضرورت نہیں۔ جس کے واسطے آپ کو تین رات محنت اٹھانی لاحاصل ہے یا ان تمام کا جہنم میں جانا آپ کے نزدیک ضروری ہے۔ ایسا ہی مفسر اور عالم القرآن ہونے کا دعویٰ بار بار شائع ہوا۔ مگر کوئی تفسیر آج تک شائع نہ ہوئی۔ کیا تفسیر القرآن آپ کے نزدیک غیر ضروری اور بے فائدہ شے تھی۔ جس کی طرف آپ نے توجہ نہیں کی۔ سوائے

اجرائے لنگر کے آپ نے اور کوئی عملی کام بذات خود خاص تردد اور محنت سے نہیں کیا جو ایک قسم کی کبوتر بازی ہے یا چار اخبار قادیان سے نکلے جو ایک قسم کی پتنگ بازی ہے۔ مرد میدان بن کے نہ آپ کہیں نکلے اور نہ آپ کی جماعت کے لوگ۔ مولوی محمد احسن اس کام کے لئے ملازم بھی ہوئے۔ نہ معلوم وہ کس کس شہر یا ضلع پھرے۔ میں تو اخباروں میں یہی دیکھتا رہا کہ اپنے وطن تشریف لے گئے اور پھر قادیان رونق افروز ہوگئے۔ قادیان سے امرد ہہ تک جو شہر راستے میں آئے۔ ان میں بھی وعظوں کا چرچا نہ سنا اور ایسا ممکن بھی نہیں جب تک خود امام کسی عمل کا نمونہ نہ بنے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے اپنے ہر قول میں آپ نمونہ بن کر دکھایا۔ اس لئے آپ کے تمام اصحاب لفظی دیندار نہیں تھے۔ بلکہ باعمل دیندار تھے۔

۱۴...... بگڑے ہوئے مذاقوں کی تائید: ایک عبدالکریم کی وفات پر کس قدر مدتوں مرثیہ خوانی ہوئی۔ مسلمان شکم پروری، فضول خرچی اور آرام طلبی میں بدنام ہیں۔ آپ کا لنگر خانہ اور قادیان میں پڑے رہنا ان علتوں کا کیسا عملی نمونہ اور مؤید ہے۔ زمانہ حال کی تعلیم پر عام اعتراض ہے کہ مصنف، لیکچرار، اخبار نویس، مضمون نویس اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ مگر عمداً نہ تو خود کچھ کرتے ہیں اور نہ اوروں سے کرا سکتے ہیں۔ یہ منظر آپ نے اور آپ کی جماعت قادیانی نے پیش کر رکھا ہے۔ جماعت محمدی ﷺ کا حال بالکل برعکس تھا۔ یعنی ان کی باتیں تھوڑی اور عمل زیادہ تھے اور اب عمل تھوڑے مگر باتیں زیادہ ہیں۔ پھر بیچارہ سجادہ نشینوں اور گوشہ نشینوں پر اعتراض کئے جاتے ہیں اور تیرہ کروڑ مسلمانوں کو یک قلم بلاوجہ اسلام سے خارج کیا جاتا ہے۔ ایک حقہ کے خلاف آپ کی باتیں نکلیں۔ مگر میں نے نہیں دیکھا کہ جو حق نوش تھے انہوں نے آپ کی تحریر شائع ہونے کے بعد حقہ چھوڑ دیا ہو۔ خاتم النبیین کے بھی کلمات تھے کہ شراب کا امتناع ہوتے ہی تمام خم یک قلم توڑ دیئے گئے اور مدینہ کے کوچوں میں شراب پانی کی طرح بہ نکلی۔ حالانکہ شراب کا چھوڑنا نہایت دشوار ہے اور حقہ کا چھوڑنا نہایت آسان۔

۱۵...... ناشکری، بیدردی، سنگدلی اور تکبر: اسی سے ظاہر ہے کہ ایک پرانے مرید کو جو ہزاروں روپیہ اور تمام عمر اور اپنی تمام عزت و آسائش آپ کی حمایت میں قربان کر چکا ہے۔ اس کو محض اصلاح تجاویز پیش کرنے پر جو مستقل اور عظیم الشان ترقیات کی بنیاد ہو سکتی تھیں۔ فوراً بزعم خود جہنم میں جھونک دیا۔ تحمل سے کوئی معقول جواب نہ دیا نہ مولوی نورالدین جیسے باخدا اور باعلم

شخص کو اس کی اصلاح کے واسطے بھیجا۔ ایسا ہی تیرہ کروڑ امت محمدیہ کو یک قلم خارج از اسلام قرار دیا۔ عدم تبلیغ کے مجرم آپ، اور خلق خدا کو کافر ٹھہرایا جارہا ہے۔ ایسے ہی اور صدہا نقص اور کمزوریاں ہیں۔ یہ محض نمونتاً میں نے پیش کردی ہیں۔ تاکہ اہل دانش لوگ آپ کی نسبت بیجا غلو سے بچ سکیں اور آپ کی توجہ اپنی اور جماعت کی اصلاح کی طرف پھر سکے اور مشرک لوگ جلال و جمال باری تعالیٰ میں آپ کو شریک نہ ٹھہرا سکیں۔ میں ہرگز ایسا نہ کرتا اگر میں صریحاً آپ کی جماعت میں مشرکانہ تحریکیں اور انبیاء و اولیاء کی توہین بذات خود نہ دیکھتا۔ ورنہ میں وہی عبدالحکیم ہوں جس کو آپ ''اوّل المومنین'' فرمایا کرتے تھے جس کی نکتہ چینیوں کو آپ قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور قبول فرمایا کرتے تھے۔ جس کے ذہن کو نہایت رسا اور فہم کو سلیم فرمایا کرتے تھے۔ میرے جو عقائد ابتدائی زمانہ میں تھے بعینہٖ وہی اب ہیں اور آپ کی عزت عظمت بلحاظ جزو رسالت کے میرے اندر وہی ہے جو اس وقت تھی۔ مگر بشری پہلو سے جو آپ میں کمزوریاں اور نقص ہیں ان کو میں اس وقت بھی دیکھتا تھا اور بوقت موقعہ ظاہر بھی کردیا کرتا تھا۔ مگر آپ کا مزاج روز بروز جماعت کثیر ہو جانے کی وجہ سے بدلتا گیا۔ یہاں تک کہ معمولی اصلاحی تجاویز کو بھی آپ نے ارتداد میں شمار کرلیا۔ خیر میں خدا کو رب العالمین الرحمٰن اور الرحیم مانتا ہوں۔ کوئی کم عقل مغلوب الغضب تنگ ظرف وجود نہیں مانتا کہ کسی ایک کے ماتحت ہے۔ میں یہ کبھی نہیں مان سکتا کہ خدا کا ماننا اور اعمال صالحہ میں کوشش کرنا تو بے سود رہے گا اور آپ کا ماننا کارگر ہوگا۔ بلکہ میں اس پر توکل کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ وقت عنقریب ہے۔ رسید مژدہ کہ آں یار دل پسند آمد۔ زمین و آسمان ٹل جائیں اور چاند و سورج اندھے ہوجائیں پر خدا کی باتیں نہیں ٹل سکتیں۔ میری رخصت ماہ اپریل سے منظور ہوچکی ہے اور اب فی الحال میں ترآوڑی میں مقیم ہوں۔ دیکھئے قادیان کب پہنچتا ہوں۔ کل امر مرہون باوقاتھا۔ والسلام!

دو اور امور نہایت ضروری ہیں جو آپ کی خاص توجہ کے قابل ہیں۔ اوّل آپ کی وحی اور قرآنی وحی میں اختلاف۔ خداوند عالم کا نزول۔ ہر انسان پر اس کے ایمان اور اختلافی حالت کے مطابق ہوگیا ہے۔ ''انی بظن عبدی بی'' چنانچہ حضرت محمد ﷺ کے اندر ہر وقت حمد الٰہی اور اصلاح عالم کا جوش تھا۔ اس لئے زمین و آسمان، پرند و چرند، بحر و بر، حجر و شجر، بادل اور گرج، شمس و قمر، لیل و نہار سب کچھ آپ کو حمد الٰہی کرتے ہوئے دکھائی اور سنائی دیتے تھے۔ تمام قرآن

از اوّل تا آخر تحمید وتسبیح، تقدیس وتہلیل، توحید اور تمجید الٰہی سے بھرا ہوا ہے۔ ’’لا الــه الا الله ، سبحــان الله، يسبح لله مــا فى السمٰوٰت والارض ، يسبح الرعد بحمده الـحمدلله رب السمٰوٰت والارض ‘‘ وغیرہ اپنی نسبت اسی قدر بیان ہے۔ ’’انـما انا بشر مثلكم ويـوحىٰ الىّ ما محمد الا رسول محمد عبده ورسوله ‘‘ جابجا ایمانی اور اخلاقی اصلاحوں کی تعلیم ہے اور مدار نجات آپ ہمیشہ یہی فرمایا کرتے تھے۔ ’’من قال لا اله الا الله فـدخل الجنة ‘‘ کل مخلوق کی نیکیوں کو نظر انصاف سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ حاتم طائی کی بیٹی جو قیدیوں کے ساتھ آئی اور نوشیروان عادل کی آپ نے تعریف کی اور عام طور پر فرمایا: ’’خيارهم فى الجاهلية خيارهم فى الاسلام ‘‘ مگر آپ کے اندر جو اپنی مسیحیت کا خیال ہروقت جوش زن ہے۔ خلق خدا سے مطلق ہمدردی نہیں۔ خداوند عالم کی عظمت آپ کے اندر بہت کم ہے۔ اس لئے آپ کے الہامات اسی رنگ کے ہوتے ہیں۔ ’’والله يحمدك من السماء‘‘ اللہ تیری آسمانوں میں حمد کرتا ہے۔ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ سنو مجھے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد اے شمس اے قمر۔ قرآنی وحی میں کہیں یہ رنگ نہیں ہے۔ بلکہ ولد کے لفظ پر یہاں تک غضب ظاہر فرمایا ہے۔ ’’تـكاد السمٰوٰت يتفطرون منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدّا ان دعـوا لـلـرحـمن ولداً ‘‘ کہیں محمد کی تحمید نہیں۔ کہیں محمد کی نسبت ایسے الفاظ نہیں بلکہ جابجا خداوند عالم کی ہی تحمید اور تقدیس ہے اور خلق خدا کے لئے وعظ ونصیحت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایمان لانے کے بغیر نجات نہیں۔ مگر محمد ﷺ فرماتے تھے: ’’من قال لا اله الا الله دخل الـجـنة ولـو سـرق وزنـى ‘‘ آپ کا تمام دارومدار پیش گوئیوں پر ہے۔ مگر محمد ﷺ ہروقت اصلاح ایمان واعمال واخلاق کی طرف مشغول تھے۔ قرآن مجید فرماتا ہے: ’’ان الله لا يـغـفـر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء ‘‘ مگر آپ کی وحی شاید یہ کہتی ہے۔ ’’ان الله لا يغفر لن لا يؤمن بغلام احمد ويغفر مادون ذلك لمن يشاء ‘‘ جیسا کہ آپ کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے۔ آپ کی وحی کے اصل الفاظ مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا ہیں۔ پس میں باادب ملتمس ہوں کہ آپ کی وحی بذات خود کسی اصلاح کی بنیاد نہیں ہوسکتی۔ تاوقتیکہ آپ اس کے ہر لفظ کو قرآنی وحی کے تابع نہ بنائیں۔ آپ کی وحی نے تو خداوند عالم کی نسبت روزہ رکھنا، روزہ کھولنا بھی منسوب کیا۔ مگر قرآنی وحی ایسے استعارات اور تشبیہات استعمال کرنے سے منزہ اور پاک ہے۔ خاص مسیح

علیہ السلام کو بھی انبیائے سابق کی وحی نے چالیس یوم کے بعد شیطانی پنجہ سے چھوڑا یا تھا اور آپ کو بھی قرآنی وحی ہر قسم کے غلو اور دھوکے سے بچا سکتی ہے۔ مگر افسوس کہ آپ اور آپ کی جماعت تو قرآن مجید کی طرف سے ایسے ہی لاپرواہ ہو گئے۔ جیسا کہ عام مسلمان ہیں۔ اگر آپ کو اصلاح عالم مدنظر ہے اور کچھ بھی خلق خدا سے ہمدردی ہے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اب آپ اپنی زندگی کا اصول ذاتی مشیخت اور شکم پروری کی بجائے یہی قائم کریں کہ جماعت میں قرآن مجید کے پڑھنے اور پڑھانے اور سمجھنے وسمجھانے اور اس کے مطابق اپنی اصلاح ایمانی وعملی کرنے کا چرچا اور مذاق ہو جائے۔ ایک ہی مسئلہ پر تل پڑنا ایک قسم کا جنون اور تمام فسادات کی بناء ہے۔ اگر آپ تفسیر القرآن نہیں لکھ سکتے ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر آپ کی جماعت آپ کی تعلیم سے بہت جلد قرآن مجید کی عاشق ہوسکتی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ سوائے قران کے اور ابدی وکامل دستور الایمان ودودستورالعمل اور کیا ہوسکتا ہے۔ اس کے بغیر آپ کی جماعت میں بھی وحدت ایمانی وعملی قائم نہیں ہوسکتی۔ میں تو بول اٹھا اس واسطے مطعون ہو گیا۔ ورنہ تمام جماعت میں عملی اور ایمانی اختلافات بے حد وبے حساب ہیں۔ ہر شخص اپنے اپنے خیال میں مست اور نازاں ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ آپ کی آمد نے ان کے اندر ایک جوش تو پیدا کر دیا مگر ان کی رہبری کے واسطے کامل قانون کوئی پیش نہیں کیا۔ میرے خیالات سے تو متفق کم از کم ۹۹ فیصدی ہیں۔ کیونکہ جس قدر احمدیوں کو میں نے اپنے خطوط دکھائے۔ ان سب نے ان کی تصدیق کی اور کہا کہ ہمارے اندر بھی یہی خیال جوش مارا کرتے تھے اور جب کبھی ہم نے لکھا تو مولوی عبدالکریم کی طرف سے اناپ شناپ غضب آلود جواب وصول ہوتے رہے۔

الغرض آپ کو اگر مسلمانوں سے یا دیگر مخلوق خدا سے کچھ بھی ہمدردی ہے تو قرآن مجید کی ایک مختصر تفسیر پیش کر جائیں۔ اس کی مشکلات کو حل کر جائیں اور اس کے اختلافات پر فیصلہ لکھ جائیں۔ ورنہ ہمارا زندہ مذہب اور پیش گوئیوں کا شور چند روز میں ختم ہوتا ہے۔ آپ نے یہ تو فرمایا۔ مصلحے باید کہ در ہر جا مفاسد زادہ اند۔ مگر افسوس ان مفاسد کی اصلاح کے لئے کوئی انتظام نہیں کیا اور کبھی یہ نہ سوچا کہ کیا کیا۔ فسادات اس وقت موجود ہیں اور کن کن کی اصلاح ہو چکی اور کون کون سے فسادات باقی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ میں تمام فسادات کا ذکر مکمل طور پر قرآن مجید میں موجود ہے اور ان سب کا علاج بھی اس میں ہے۔ آپ کا کام محض اس قدر ہے کہ قرآن کی

محبت اور عظمت اپنی تعلیم و تلقین سے یا دعاہائے سحری سے تمام مسلمانوں کے دلوں میں قائم کر جائیں۔ بلکہ تمام عالم کے دلوں میں بس یہی سب سے بڑا نشان ہوگا۔ سو مسیحا ہوا کرے کوئی میرے دکھ کی دوا کرے کوئی، آپ کی پیش گوئیاں مجھے مطمئن نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ خود مجھے ہزارہا امور کی خبر قبل از وقت ملتی اور پوری ہوتی ہے۔ کوئی شب بھی خالی نہیں جاتی۔ اس سے ایک فطری اور روحانی قوت ثابت ہوتی ہے نہ کہ عملی کمال۔ عملی لحاظ سے تو مولوی نورالدین درجۂ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔ مگر ایک گائے کو ہزار غذا دو اس میں اسپ تازی یا ہرن کی چستی پیدا نہیں ہوسکتی۔ پس خدا کے واسطے اور اپنے عظمت و جلال کے واسطے اور بیچاری خلق خدا کے واسطے اگر آپ کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ایک قرآن کی طرف جھک جائیں۔ شروع میں آپ قرآن ہی قرآن پیش کیا کرتے تھے اور امید تھی کہ اب قرآن سب کے لئے دلکش اور دلربا بن جائے گا۔ مگر آپ تو اپنی مشیخت یا مسیحیت پھیلانے میں ایسے محو ہوئے کہ وحی میں بھی ذاتی حمد و جلال ہونے لگا۔ خدا بھی بھول گیا اور قرآن بھی اس لئے یہ حکم ملا۔ ”حل تؤثرون الحیوٰۃ الدنیا یایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم“ والسلام!

خاکسار: عبدالحکیم خاں اسسٹنٹ سرجن از تر آوڑی ضلع کرنال!

خط نمبر: ۷

ڈاکٹر عبدالحکیم خان بنام مرزا غلام احمد قادیانی

حضرت مسیح الزمان — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رات سونے سے پہلے میں نے بڑے عجز و نیاز اور تضرع کے ساتھ اپنے خداوند کو پکارا اور دعا کی کہ اے خداوند عالم ایک طرف تیرا کلام ہے۔ ”ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء“ دوسری طرف تیرا مسیح یہ کہتا ہے: ”ان اللہ لا یغفر ان لا یؤمن بی ویغفر مادون ذالک لمن یشاء“ اب میں تیرے کلام سے انکار کروں یا تیرے مسیح سے اے خداوند جو کچھ اپنی عزت، دولت، عمر اور آسائش میں نے خلصاً تیری رضا کے واسطے قربان کی، تو بہتر جانتا ہے اور میری سیاہ کاریاں بھی تیرے سامنے ہیں۔ مگر اس معاملہ میں میں نے ریا، نفس پرستی یا کذب سے ہرگز کام نہیں لیا تو ہمیشہ میرے ساتھ رہا ہے تو نے ہمیشہ میری سنی ہے تو نے ہمیشہ مجھے جواب دیا ہے۔ تو نے ہمیشہ میرے ساتھ ہمدردی کی ہے تو مرزا قادیانی کی طرح سنگدل، جبروت، ظالم اور ناشکرا نہیں ہے۔ میں صدق اور خلوص کے ساتھ قبولیت حق کے

لئے ہر وقت مستعد ہوں۔ مگر افسوس سنگدل، خود ستا اور خود پرست مرزا نے میرے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ اب میں کیا کروں۔ صبح خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے مکان پر کرنل فتح محمد خاں آئے ہیں اور دہلیز...... سے مجھے آواز دی ہے۔ میں ملنے کے لئے دہلیز میں گیا اسلام کیا، بیٹھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ عبدالغنی خاں افسردہ حال بیٹھا ہے اور اپنے والد کے واسطے قولنج کا علاج پوچھتا ہے اور اس نے ایک نسخہ مجھے دکھایا جس میں بہت سی ریاح شکن ادویہ درج تھیں اور کہا اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ پھر میں نے فتح محمد خاں سے کہا مبارک ہو مرزا قادیانی نے مجھے اپنی جماعت سے خارج کر دیا۔ اچھا ہوا کہ اس مشرک گروہ سے میں محض توحید اور عظمت باری تعالیٰ کے بیان کرنے کے جرم میں علیحدہ کیا گیا ہوں۔ پھر میں نے اپنے ان لیکچروں کا بیان کیا جو اثبات توحید اور اظہار جلال خداوند عالم میں واقعی بے نظیر تھے اور جن کو سن کر مرزا پرست لوگ چار یوم میں پکار اٹھے کہ مرزا قادیانی کا ذکر ان لیکچروں میں کیوں نہیں۔ پھر خواب میں ہی میں کہتا ہوں کہ جلال الٰہی کے مقابلہ میں مرزا کون ہے۔ نہ محمد نہ اور کوئی، اور قریب تھا کہ اس منکرانہ شرک کی پاداش میں ان پر صاعقہ آسمان پر سے گر پڑتا اور اس جماعت کو ہلاک کر دیتا۔

اس لئے اس خواب کی بناء پر اب پھر میں آپ کی خدمت میں لکھنے کی جرأت کرتا ہوں کہ شرک کی خبر ملنے پر موسیٰ علیہ السلام نے تمام مشرکین کے قتل کا حکم دیا تھا۔ مگر آپ نے الٹی بیجا حمایت شروع کر دی۔ افسوس! آپ کی توجہ کے لئے میں آپ کے چند اور الہامات کا مقابلہ قرآن کریم سے کرتا ہوں۔ آپ کے الہام میں ہے۔ ''رب سلطنی علی النار'' اے میرے رب تو مجھے آگ پر اختیار دے۔ قرآن مجید فرماتا ہے: ''اللہ مالک یوم الدین'' ہے۔ ''لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ'' آپ کے الہام میں آپ کی نسبت ہے۔ ''یا شمس یا قمر'' کیا سورج کی طرح آپ کے وجود پر ہمیشہ سے کسی عالم کا نظام قائم ہے۔ جیسا کہ نظام شمسی پر زمین اور سیاروں کا ہے۔ کیا سورج کی طرح ہمیشہ آپ کا یکساں طور پر کل دنیا کو پہنچ رہا ہے۔ کیا شمس کی طرح ایک سیکنڈ کے لئے بھی آپ آرام نہیں کرتے۔ جیسا کہ سورج کے طفیل ہوائیں چلتی، بادل آتے، بجلیاں لشکتی۔ تمام دنیا کے کھیت اور باغات پرورش پاتے اور پکتے اور تمام دنیا کے کام چلتے ہیں۔ کیا ویسا ہی آپ کے طفیل تمام عالم کو ہمیشہ سے اور ہر وقت روحانی رزق ملتا ہے۔ روحانی پرورش ہوتی اور تمام دنیا کا دارومدار آپ کے ہی نور پر ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ کے نور نے ایک قادیان کو کیا اپنی جماعت اور اپنے کنبہ کو بھی منور...... نہیں کیا۔ بلکہ یہ محض ایک نہایت ہی بعید استعارہ ہے۔ آپ کی رہنمائی کے لئے بھی ایک

مثال کافی ہے کہ آپ کے الہامات میں نہایت ہی بعید استعارات ہیں۔ ان پر شرعی مسائل قائم کرنا غلطی ہے۔ قرآنی وحی میں سید المرسلین کا نام محض سراج منیر یعنی چراغ روشن ہے نہ کہ شمس وقمر، قرآنی وحی میں الحمدللہ ہے۔ آپ کی وحی میں ہے: ''اللہ یحمدك من السماء'' محمد کا لفظ محمد اور محمود میں بصیغہ مفعول ضرور آیا ہے جس میں اصلی معنوں سے کبھی تنزل ہو جایا کرتا ہے۔ مگر آنحضرت ﷺ کی نسبت کہیں نہیں۔ ''اللہ یحمدك من السماء یا محمد'' آپ کی وحی میں یہی ہوتا ہے۔ ''زلزلة الساعة'' اور بعد میں آپ کی طرف سے حاشیہ چڑھائے جاتے ہیں کہ میری تکذیب کی وجہ سے زلزلہ آیا ہے۔ خواہ وہ کولمبیا میں آیا ہو یا اٹلی میں یا فرانس کو میں یا جزیرۂ فارموسا میں جہاں...... آپ کی تبلیغ نہیں ہوئی ہے۔ جہاں آپ کا کوئی باقاعدہ مشن نہیں پہنچا۔ اگر تکذیب کا ہی نتیجہ طاعون اور زلزلہ ہوں تو پہلے آپ کے سخت مخالفین۔ مثلاً پیسہ اخبار، مولوی ثناء اللہ مولوی محمد حسین، گروہ پشاوریان۔ سب سے پہلے مخالفین قادیان جن پر تبلیغ کما حقہ ہو چکی مبتلا ہوں۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ پر قوم فرعون غرق ہوئی۔ نوح علیہ السلام کی مخالفت سے انہیں کے مقام سے طوفان شروع ہوا۔ قوم لوط، قوم ہود، قوم صالح وغیرہ ہلاک ہوئے۔ خاتم النبیین ﷺ کے مقابلہ پر مشرکین اور مخالفین عرب کا خاتمہ ہوا۔ مگر ان زلزلوں اور آتش فشانیوں کی نسبت قرآنی وحی میں کیسا صاف درج ہے۔ ''تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدًا ان دعوا للرحمن ولدًا'' افسوس آپ نے اور آپ کے مریدوں نے ان زلزلوں کی بناء یہ پیش کی بلکہ خدا اور رسول اور قرآن کو پس پشت ڈال کر آپ کو ہی آگے کر لیا۔ ''ان هذا لظلم عظيم ۰ فتدبروا واعلمو ان علىٰ كل ذى علم عليم'' کیا آپ کی خاطر میں خداوند عالم کو چھوڑ دوں۔ اس کے کلام پاک سے انکاری ہو جاؤں۔ آپ ذرا غور فرماویں۔ آپ نے ان آیات کا کیا جواب دیا جو اپنے خیالات کی تائید میں نے سیدھے طریق پر پیش کیں اور آپ نے اس مسئلہ پر کوئی دلیل پیش نہ کی کہ آپ پر ایمان لانے کے بغیر کوئی نجات نہیں پا سکتا۔ کیا خداوند عالم کی ربوبیت ورحمانیت ورحیمیت منسوخ ہو چکی اور اس کا مالک یوم الدین ہونا باطل ہو چکا اور اس کی رحمت واسعہ جس کی تعریف ''وسعت رحمتی کل شیٔ'' ہے، منسوخ ہو چکی اور غضب میں متبدل ہو گئی اور اب جنت وجہنم کا کلی اختیار آپ کو مل گیا۔ کیا توحید کے تمام اصول آج غلط ٹھہر گئے۔ قرآن مجید تو خاتم النبیین کی نسبت فرماتا ہے: ''انك لا تهدى من احببت'' اور محمد ﷺ کو فرماتا ہے۔ اگر تو ستر بار بھی مشرک کی بابت مغفرت مانگے گا میں ہرگز نہ بخشوں گا۔ مگر آج یہ ہو گیا کہ جس سے تو راضی اس سے خدا راضی اور جس سے تو ناخوش

خدا اس سے ناخوش۔ قرآنی وحی کا تو یہ رنگ تھا کہ اوّل سے آخر تک خداوند عالم کی ہی توحید و تسبیح وتقدیس تحمید اور تمجید رنگا رنگ...... بیانات اور نشانات میں تھی اور آج خداوند عالم کا ذکر منسوخ ہو کر مرزا قادیانی...... کی ہی حمد وستائش زمین و آسمان میں رہ گئی۔ آپ برائے خدا اپنی جماعت کی اور اپنی تحریرات کو قرآنی محک پر کس کر دیکھیں کہ کہاں تک ان میں خدا پرستی اور کہاں تک آدم پرستی ہے۔ قرآن مجید ہی ایک کلام ہے جو لاریب فیہ ہے جو نور مبین ہے جو ''بالحق نزل'' ہے۔ جو میزان اور ''مھیمن تبیان لکل شئ'' اور قول فیصل ہے۔ براہ مہربانی میرا پہلا خط واپس فرماویں۔ کیونکہ میں اس خط وکتابت کو چھپوانا چاہتا ہوں تاکہ سعید فطرتیں اپنی اپنی استعداد کے مطابق استفادہ کرسکیں۔ اگر آپ میرا خط واپس نہ فرماویں گے تو اپنی یادداشت کی بناء پر اس مضمون کو لکھ کر شائع کروں گا۔ کیونکہ میرے پاس اس کی نقل موجود نہیں ہے۔ پہلے بھی تین چار بار آپ کی خدمت میں اس خط کی بابت لکھ چکا ہوں۔ اصل نہیں تو نقل ہی ارسال فرماویں۔ میں نے پھر خواب میں رات کو دیکھا کہ میں قادیان پہنچا ہوں اور آپ سے ملا ہوں اور یہی آیت اپنی تائید میں پیش کر رہا ہوں۔ یعنی ''ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء'' آپ میری تقریر سن کر خاموش ہیں۔ شیخ یعقوب علی تراب بھی موجود ہیں۔ ان کا چہرہ یہ بتلاتا ہے کہ یہ باتیں صحیح ہیں۔ ان پر سوال کی کیا ضرورت پیدا ہوئی۔ صبح کا وقت ہے۔ وضو کے لئے جب میں باہر نکلا تو حافظ عظیم بخش مرحوم ملے۔ وہ بھی میری تائید میں کلام کرتے رہے۔ ایک اور خواب میں نے دیکھا تھا وہ یہ ہے کہ ایک مجلس میں مولوی نورالدین استادہ ہو کر نہایت سلاست اور سنجیدگی کے ساتھ وعظ فرما رہے ہیں۔ آپ بھی اس مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کی بائیں طرف ساتھ ہی ملا ہوا میں بیٹھا ہوں اور چند اور اشخاص ایک حلقہ میں ہیں جو شخص سوال کرتا ہے مولوی صاحب نہایت خلوص اور توجہ کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔ میں پلیگ میں پٹیالہ کے سینکڑوں دیہات میں پھرا ہوں اور ہزار ہا لوگ اور بیسیوں دیہات ویسے تباہ ہوئے ہیں جن کو آپ کے نام کی خبر تک نہیں۔ آپ کو بہ تقاضائے انسانیت بنی نوع کے ساتھ ہمدردی چاہئے۔

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند
کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار
دگر عضوہا را نماند قرار

خداوند عالم بہتر جانتا ہے کہ کن کن وجوہات سے بنی نوع کا شمار کم کیا جارہا ہے۔ ان

میں سے شاید ایک یہ بھی سبب ہو کہ زمین کی آبادی اس کی گنجائش کے مطابق رہے۔ مولوی عبدالکریم کی نہایت ہی دردناک موت کم عبرت خیز نظارہ نہیں تھا جو آپ کو اوروں کے دکھوں پر ہنسنے کے قابل چھوڑتا۔ مگر افسوس کہ ہر وقت کی ست بچنی نے جو شب و روز آپ کے گرد رہتی ہے۔ اس نے آپ کو سخت متکبر اور سنگدل اور جاہل بنا دیا۔" ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی " کیا تو آپ مسیح علیہ السلام کے معجزات کو مسمریزمی کھیل اور ناقابل التفات حرکات بتلاتے تھے اور کیا خود ہی پیشین گوئیوں کے تماشے میں ایسے محو ہو گئے کہ قرآن مجید کا مذاق بالکل مفقود ہو گیا۔ کوئی علمی معجزہ نہ دکھایا جس کا زمانہ تھا۔ کیا اچھا ہوا کوئی معجزانہ تفسیر لکھ جاتے جو تمام اختلافات کا فیصلہ کرتی اور ہمیشہ کے لئے قرآن کریم کی طرح ایک زندہ معجزہ قائم رہتی اور خلق خدا کی اصلاح کرتی۔ فقط: والسلام! خاکسار: عبدالحکیم خاں اسسٹنٹ سرجن از ترآوڑی ضلع کرنال!

آخری ہر دو خطوط کا کوئی جواب وصول نہیں ہوا

بلکہ ایک اعلان تمام جماعت احمدیہ کے لئے ۳ رمئی (۱۹۰۷ء) کو اخبارات الحکم والبدر میں شائع کرا دیا۔ جس سے مجھ کو اور بھی زیادہ پریشانی اور حیرانی ہوئی۔ جو حسب ذیل ہے۔

" تمام جماعت احمدیہ کے لئے اعلان

چونکہ ڈاکٹر عبدالحکیم اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ نے جو پہلے اس سلسلہ میں داخل تھا۔ نہ صرف یہ کام کیا کہ ہماری تعلیم سے اور ان باتوں سے جو خدا نے ہم پر ظاہر کیں۔ منہ پھیر لیا۔ بلکہ اپنے خط میں وہ سختی اور گستاخی دکھلائی اور وہ گندے اور ناپاک الفاظ میری نسبت استعمال کئے کہ بجز ایک سخت دشمن اور سخت کینہ ور کے کسی کی زبان اور قلم سے نکل نہیں سکتے اور صرف اسی پر کفایت نہیں کی بلکہ بے جا تہمتیں لگائیں اور اپنے صریح لفظوں میں مجھ کو ایک حرام خور اور بندۂ نفس اور شکم پرور اور لوگوں کا مال فریب سے کھانے والا قرار دیا اور محض تکبر کی وجہ سے مجھے پیروں کے نیچے پامال کرنا چاہا اور بہت سی ایسی گالیاں دیں جو ایسے مخالف دیا کرتے ہیں جو پورے جوش عداوت سے ہر طرح سے دوسرے کی ذلت اور توہین چاہتے ہیں اور یہ بھی کہا کہ پیش گوئیاں جن پر ناز کیا جاتا ہے۔ کچھ چیز نہیں مجھ کو ہزار ہا ایسے الہام اور خوابیں آتی ہیں۔ جو پوری ہو جاتی ہیں۔ غرض اس شخص نے محض توہین اور تحقیر اور دل آزادی کے ارادہ سے جو کچھ اپنے خط میں لکھا ہے اور جس طرح اپنی ناپاک بدگوئی کو انتہاء تک پہنچا دیا ہے ان تمام تہمتوں اور گالیوں اور عیب گیریوں کے لکھنے کے لئے اس اشتہار میں گنجائش نہیں۔ علاوہ اس کے میری تحقیر کی غرض اس نے جھوٹ بھی پیٹ بھر کر بولا

ہے۔ مگر مجھے ایسے مفتری اور بدگو لوگوں کی کچھ پرواہ نہیں۔ کیونکہ اگر جیسا کہ مجھے اس نے دغاباز، حرام خور، مکار، فریبی اور جھوٹ بولنے والا قرار دیا ہے اور طریق اسلام اور دیانت، اور پیروی آنحضرتﷺ سے باہر مجھے ثابت کرنا چاہا ہے اور میرے وجود کو محض فضول اور اسلام کے لئے مضر ٹھہرایا ہے۔ بلکہ مجھے محض شکم پرور اور دشمن اسلام قرار دیا ہے۔ اگر یہ باتیں سچ ہیں تو میں اس کیڑے سے بھی بدتر ہوں جو نجاست سے پیدا ہوتا اور نجاست میں ہی مرتا ہے۔ لیکن اگر یہ باتیں خلاف واقعہ ہیں تو میں امید نہیں رکھتا کہ خدا ایسے شخص کو اس دنیا میں بغیر مواخذہ کے چھوڑ دے گا جو مرید ہوکر اور پھر مرتد ہوکر اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جو ذلیل سے ذلیل زندگی بسر کرنے والے جیسے چوہڑے اور چمار جو شکم پرور کہلاتے ہیں اور مردار کھانے سے بھی عار نہیں رکھتے۔ ان کی مانند مجھے محض شکم پرست اور بندۂ نفس اور حرام خور قرار دیتا ہے۔ اب میں ان باتوں کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا اور خدا کی شہادت کا منتظر ہوں اور اس کے ہاتھ کو دیکھ رہا ہوں اور اس اشارہ پر ختم کرتا ہوں۔ ”انما اشکو بثی وحزنی الیٰ اللّٰہ واعلم من اللّٰہ ما لا تعلمون“

اب چونکہ یہ شخص اس درجہ پر میرا دشمن معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ عمر بن ہشام آنحضرتﷺ کی عزت اور جان کا دشمن تھا۔ اس لئے میں اپنی تمام جماعت کو متنبہ کرتا ہوں کہ اس سے بکلی قطع تعلق کر لیں۔ اس کے ساتھ ہرگز واسطہ نہ رکھیں۔ ورنہ ایسا شخص ہرگز میری جماعت میں سے نہیں ہوگا۔ ”ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ آمین! آمین!! آمین“ المشتہر: خاکسار مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان!“

۷/مئی ۱۹۰۶ء سے پہلی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ اسسٹنٹ سرجن محمد عظیم جو میرے ایک پرانے دوست اور ہم جماعت ہیں۔ خواب میں مجھ سے ملے۔ انہوں نے ترجمہ قرآن مجید کی نسبت جو میں نے انگریزی میں کیا ہے کچھ ایسا ذکر کیا کہ حمایت اسلام نے اس کو پسند کیا ہے۔ یا اس پر ریویو لکھا ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ اس کی اشاعت یورپ اور امریکہ میں ہو رہی ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ آپ اس کی قیمت کم کر دیں۔ میں نے جواب دیا کہ دوسری طبع ہلکے کاغذ اور باریک ٹائپ میں چھپوالوں گا۔ اسی اثناء میں میں نے ان سے ذکر کیا کہ میرا اور مرزا قادیانی کا بگاڑ ہوگیا۔ تب انہوں نے پوچھا کہ کیوں میں نے اخبارات الحکم والبدر کی طرف اشارہ کیا کہ آپ ان کو دیکھیں اور میں نے یہ بھی کہا کہ وہ خود بگڑ بیٹھے۔

اب ناظرین خود غور فرمالیں کہ محض چند اصلاحی تجاویز کے پیش کرنے پر مرزا قادیانی

نے کس قدر دریادلی، عالی دماغ اور خوش اخلاقی ظاہر فرمائی ہے کہ ان آیات قرآنی کے کوئی اور معنے کر کے دکھائے جو میں نے اپنے خیالات کی تائید میں پیش کیں۔ نہ ان واقعات کی تردید کی جو ان کی بشری کمزوریوں اور غلط کاریوں پر صریح دلیل ہیں اور صاف طور پر ثابت کرتے ہیں کہ ان کا فہم اوران کے الہامات اس پایہ کے نہیں جن کی بناء پر بینات قرآنی کا صریح خلاف کیا جا سکے۔ ان کی وصیت متعلقہ بہشتی مقبرہ اور تعمیر منار کو بلاچون وچرا مان لیا جائے اوران کے کہنے سے تیرہ کروڑ مسلمانوں کو جو تیرہ سو برس میں تیار ہوئے ہیں یک قلم خارج از اسلام مان لیا جائے۔ ان کی وصیت مقبرہ کو وصیت قرآنی کی ترمیم سمجھ لیا جائے۔ ان کو محمد ﷺ کا مظہر اتم اور خاتم الاولیاء یقین کر لیا جائے اوران کے الہامات متشابہ کو کسی ایمان کی بنیاد قرار دیا جائے۔ مثلاً الہامات ذیل کو ''انت منی وانا منك ۔ یا شمس یا قمر انت منی بمنزلة اولادی '' یا جس قدر یورپ امریکہ فارموسا افریقہ وغیرہ میں حادثات ہوں زلزلہ آئیں۔ آتش فشانیاں ہوں۔ ان تمام کو ان کی تکذیب کا ہی نتیجہ سمجھ لیا جائے۔ اپنے اعلان میں وہ ظاہر فرماتے ہیں کہ میری نسبت گندے اور ناپاک الفاظ استعمال کئے مگر جو واقعی ہو اور چشم دید کمزوریاں اور نقص میں نے شمار کئے ہیں کسی ایک کی نسبت بھی یہ ظاہر نہیں فرمایا کہ یہ غلط ہے یا سنت انبیاء اسی طرح رہی ہے۔ بلکہ قرآن مجید سے بہ تواتر سنت انبیاء یہی ظاہر ہوتی ہے۔''لا اسئلکم علیه من اجر ''میں تم سے اس تعلیم دین پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔

یہ بھی ظاہر کیا کہ جھوٹ پیٹ بھر کر بولا مگر کسی ایک امر کی نسبت ثابت یا ظاہر نہیں کیا کہ فلاں امر جھوٹ ہے۔ میں آپ کے لکھنے پر ہی اس کو واپس کر لیتا اور معافی مانگتا۔ میں نے یہ تمام اس وجہ سے لکھا کہ آپ کے مرید آپ کو خدا سے ملانے اور آپ کو محمد ﷺ کا مظہر اتم بتانے لگے اور آپ کے وجود کو مدار نجات قرار دیا جو صریحاً قرآن مجید کے خلاف ہے۔ قرآن مجید نے مدار نجات سوائے توحید اور تزکیہ نفس کے اور کسی امر کو قرار نہیں دیا۔ جس خدا کی تعریف سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے جو ''رب السمٰوٰت والارض ۔ الرحمن ۔ الرحیم ۔ مالك یوم الدین ۔ الملك القدوس ۔ ذوالجلال والاکرام ۔ علیٰ کل شیٔ قدیر ۔ علیٰ کل شیٔ حفیظ ۔ العلیم ۔ الحکیم ''اور''العلیٰ والعظیم ''جس کی قدرتوں حکمتوں اور رحمتوں کا حد وانتہاء نہیں۔ جس کی حمد تمام عالم کی ہر ایک مخلوق اور اس کی ذرہ ذرہ ہر وقت گا رہا ہے۔ جس کی قدرت وحکمت پر تمام علوم کیا حکمت کی طب کیا طبعی کیا کیمیا کی ہیت کیا تشریح کیا اسرار الاعضاء

وغیرہ منی ہیں۔ اس کی نسبت یہ مان لینا کہ وہ ایک کمزور خطا کار انسان کے ماتحت ہوگیا ہے اور دوزخ وبہشت کا کل اختیار اس کو دے دیا ہے۔ یہ سخت درجہ کا شرک اور خداوند عالم کی سخت توہین ہے۔ کون ہے جو اس کے قوانین رحمت ومغفرت پر حاوی ہوسکے۔ "من ذالذی یشفع عنده الا باذنه " کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اس کی جناب میں شفاعت بھی کر سکے۔ پس جو عقائد رب العالمین کی بے حد قدرتوں اور حکمتوں اور رحمتوں کو محدود کرنے والے ہیں اور خداوند عالم کو ایک شخص واحد کا تابع بنانے والے ہیں وہ شرک سے بھی بدتر ہیں۔ محمد ﷺ نے اپنی لازی تعریف جو کلمہ میں سکھلائی وہ یہ "عبده ورسوله " ہے۔ مجھے آپ سے اور کوئی اختلاف نہیں۔ میں آپ کو مسیح الزمان مانتا ہوں۔ آپ کے الہامات کو مانتا ہوں۔ مگر ایسا کوئی عقیدہ نہیں مان سکتا۔ جس میں صریح شرک ہو یا رب العالمین کی صریح توہین یا قرآن مجید کی آیات بینات کا صریح خلاف ہو۔ یا محمد رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیائے علیہم السلام کی توہین ہو۔ آپ محض ایک تمثیلی نبی ہیں اور امتی نبی ہیں اور بس۔ اس سے جو زائد ہے وہ غلو ہے اور اپنے تخیلات کا ہی نتیجہ ہے جو مرض ہسٹیریا میں لازی ہوتے ہیں۔ میں آپ کو مسیح مانتا ہوں مگر یہ نہیں مان سکتا کہ تمام عالم کی نجات آپ کے ماننے پر منحصر ہوگئی یا خداوند عالم کی لاانتہاء حکمت ورحمت اور اس کی تمام قدرت آج کلی طور پر آپ کے تابع ہوگئی۔ "نعوذ بالله ۰ نعوذ بالله ۰ ان هذا الشرك عظيم ۰ ان هذا لظلم عظيم " آپ تھوڑی دیر کے لئے برائے خدا ان داقعی کمزوریوں اور خطا کاریوں پر تحمل اور صبر کے ساتھ غور کریں کہ کیا آپ جیسا انسان خاتم النبیین کا مظہر اتم اور تمام عالم کی نجات کا مدار ہوسکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پس جن الہامات میں آپ کو عیسیٰ یا احمد یا ابراہیم وغیرہ کر کے پکارا گیا وہ ایسے ہی بعید استعارات ہیں جیسا کہ "یاشمس ویاقمر ۰ انت منی وانا منك " پھر میں عرض کرتا ہوں اور خداوند عالم گواہ ہے کہ سچے دل سے عرض کرتا ہوں کہ اس وقت آپ غلطی میں ہیں۔ جب تک قرآن کریم کو اپنے ہر الہام میں حکم نہ بنائیں گے۔ اس غلطی سے کہیں نجات نہیں پاسکیں گے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم آپ کو اور مجھ کو قرآن کی سچی محبت اور عظمت اور سچی اطاعت عطاء فرمائے۔ میں آپ کا دشمن ہرگز نہیں ہوں۔ بلکہ آپ کی سلامتی اور سچی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں۔ خداوند عالم نے میرے سینہ کو خود اپنے ہاتھ سے صاف کیا ہے۔ اس لئے مجھے اب تک آپ کی طرف سے کوئی لغزش نہیں۔ وہی ایمان کہ آپ مثیل مسیح ہیں۔ مسیح ہیں۔ مثیل انبیاء ہیں۔ میرے دل میں جب بھی تھا اور اب بھی ہے۔ آپ کی اجتہادی غلطیاں کمزوریاں اور

خطا کاریاں جو بشریت کے ساتھ لازمی ہیں۔ اس وقت بھی دیکھا کرتا تھا اور اب بھی دیکھ رہا ہوں۔ ہاں ان کو ظاہر کرتے ہوئے ڈرا کرتا تھا اور اب سخت مجبور ہو کر ظاہر کرنا پڑا۔ جب کہ جماعت کا غلو انتہاء کو پہنچتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے لکھ دیا کہ تیرہ کروڑ مسلمان جو تیرہ سو سال میں تیار ہوئے سب کے سب خارج از اسلام ہیں۔ جیسا کہ تمام یہود و نصاریٰ آنحضرت ﷺ کے آنے سے خارج ہو گئے تھے۔ گویا کہ اب کلمہ بھی یہ چاہئے: ''لا الہ الا اللہ المرزا'' کیونکہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کہنا تو اب کارآمد نہیں رہا۔ تاوقتیکہ آپ کو نہ مانا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے تو اپنی نسبت عبدہ ورسولہ ہی فرمایا تھا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ دنیا میں جس قدر موحد خدا پرست اور نیک بندے ہیں وہ کبھی نجات نہیں پائیں گے۔ جب تک مجھ پر ایمان نہ لائیں مگر آپ نہ تو صاف لکھتے ہیں کہ مجھ پر ایمان لانے کے بغیر نجات نہیں۔ پہلے مجدد وامام بنے۔ پھر جزوی نبی اور امتی نبی بنے۔ پھر جزوی نبی سے کامل نبی اور امتی نبی سے مستقل نبی اور اب رسولوں سے کیا بلکہ خدا سے بھی بڑھ گئے۔ کیونکہ خدا کے ماننے سے تو نجات نہیں مگر آپ کے ملنے سے نجات ہے۔ پھر آپ کی جماعت قرآن مجید اور احادیث اور تیرہ سو سالہ اسلام کو مردہ اسلام پکار اٹھی۔ افسوس توہین باری تعالیٰ، توہین خاتم النبیین، توہین قرآن، توہین اسلام اور مشرکانہ شور جو آپ کی جماعت میں پیدا ہوئے اور میں نے صاف صاف آپ کے کانوں تک پہنچائے۔ ان کا خیال آپ کو مطلق نہ ہوا۔ بلکہ اپنی توہین کے جوش میں خلاف واقعہ خطوط لکھتے رہے اور خلاف واقعہ اعلان شائع کر دیا۔ میں ہر امر کے ثبوت میں قرآنی بینات، عقلی اور فطری دلائل اور اپنے خوابات کی شہادتیں پیش کرتا رہا۔ مگر آپ نے شروع سے نہ تو ان دلائل کو توڑا نہ اپنے خیالات کی تائید میں کوئی دلیل پیش کی۔ بلکہ تنگ آمد بجنگ آمد کے طور پر شروع سے ہی گالیوں پر جمے رہے۔ کہیں مرتد کہا کہیں کافر کہا۔ کہیں خارج از اسلام کہیں دشمن کہا۔ پیٹ بھر جھوٹ بولنے والا کہیں مفتری، کوئی افتراء اور جھوٹ ہی ثابت کیا ہوتا اور مجھے کیا شکوہ ہے جب خدا اللہ تعالیٰ آپ کے نزدیک ایسا حقیر ہو گیا کہ اس کا ماننا ہیچ اور اعمال صالحہ ہیچ جب تک آپ کو نہ مانا جائے۔ خداوند عالم کی فطرت آپ کے نزدیک لعنت ہو گئی۔ جب تک آپ کے نشانات اس کے ساتھ نہ ہوں اور خداوند عالم ایسا ہاولا جھلا ہو گیا کہ تکذیب تو قادیان بٹالہ امرتسر اور لاہور میں ہو اور وہ تباہ کرتا پھرے کولمبو، فرنسسکو، فارموسا اور دیگر بلاد و دیہات کو جن کو آپ کی خبر تک نہیں۔ مگر آپ کو توہین باری تعالیٰ، توہین اسلام، توہین فطرت، توہین قرآن مجید اور توہین انبیاء اور کفر شرک

بدعادات، فسق وفجور اور دہریت کا مطلق خیال نہیں رہا۔ بلکہ مدتوں سے اپنی کبریائی اور خودنمائی میں ایسے محو ہیں کہ اپنی نسبت واقعی امور کو بھی دشنام اور کذب اور اتہام اور توہین نام رکھ دیا اور یہ سبق بھی مجھے آپ سے ہی ملا ہے۔ کیونکہ آپ نے بھی مسیح علیہ السلام اور حسین علیہ السلام کے نقص اور کمزوریوں کے بیان کرنے میں کوئی کمی نہیں کی۔ تا کہ ان کی شان میں جو غلو کیا گیا ہے۔ اس کا مقابلہ ہو سکے۔ آپ مجھے دشمن سمجھتے ہیں۔ ایک اسلام سے بھی نکل کرتے ہیں۔ بلکہ میری تباہی کے منتظر ہیں۔ مگر میں بقول مسیح علیہ السلام اپنے دشمنوں کو دعا دوں۔ آپ کو دعا دیتا ہوں اور سلام جو احسان ما تخلق کا ایک ادنیٰ درجہ ہے۔ ترک کرنا انتہاء درجہ کا ل اور کمینہ پن سمجھتا ہوں۔ کیونکہ قرآن مجید نے عبادالرحمٰن کی یہی تعریف کی ہے۔ ”واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً“ والسلام!

خاکسار: عبدالحکیم خاں ایم۔ بی اسسٹنٹ سرجن از ترآ ڈڑی!

خط نمبر: ۸

حکیم نورالدین بنام ڈاکٹر عبدالحکیم خان

جناب عبدالحکیم خان، اسسٹنٹ سرجن، بالقابہ

آپ کی تفسیر القرآن اردو زبان اور مفید عام اور تشخیص الامراض اس خاکسار کے پاس تھی۔ وہ اس لئے واپس ہے کہ آپ کے موجودہ تغیرات میں آپ کی مدد ملی۔ آپ کا خیال جو کچھ ہم لوگوں کی نسبت ہے اس کی تو اب شکایت نہیں۔ کیونکہ خود ہمارا امام آپ کے خیالات میں ناگفتہ بہ ہے تو ہم کس ہستی کے ہیں۔

ہمیں بحمداللہ کوئی ضرورت نہیں جو ہم ایسے شخص کی کتاب رکھیں جو ہمارے سے بدظن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عجائبات ہیں جو ہم نے آپ کے متعلق دیکھیں۔ مرزا آپ کی اس تفسیر تک تو مسیح ومہدی تھا۔ اب دجال وضال ہو گیا تو آپ کا استقلال اور آپ کی تحقیق گزشتہ کی بے ثباتی تو ظاہر ہوگئی۔ آئندہ موجودہ حالت پر آپ ٹھہریں گے یا ترقی کریں گے۔ آئندہ ظاہر ہوگا۔ تمہارے متعلق ایک حیرت زدہ انسان۔

نورالدین مورخہ ۲رمئی ۱۹۰۶ء!

خط نمبر: ۹

ڈاکٹر عبدالحکیم خان بنام حکیم نورالدین

مولانا ومخدومنا مولوی نورالدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ معرفت مولوی عبداللہ خاں میرے پاس ترآ ڈڑی پہنچا۔ میری

تحقیق گزشتہ میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ میں اسی طرح مرزا قادیانی کو مسیح الزماں اور ملہم من اللہ مانتا ہوں۔ آپ کو اسلام کا عملی نمونہ اور عالم قرآن جانتا ہوں۔ جماعت احمدی میں جو نئے خیالات پیدا ہوئے اور وہ قرآنی بیّنات کے صریح خلاف ہیں۔ وہ بیشک میں نہیں مان سکتا۔ جب تک قرآن کریم سے ان کی مطابقت ثابت نہ کی جائے مختصراً وہ مسائل حسب ذیل ہیں:

۱...... تمام غیر احمدی مسلمانوں کو خارج از اسلام سمجھنا ان کے ساتھ السلام علیکم اور نمازیں ترک کر دینا جو لوگ صریحاً ہم کو کافر کہتے ہیں ان کے ساتھ تو نمازیں اور سلام ترک کرنا درست تھا۔ مگر جو لوگ خاموش ہیں یا کم علمی یا کم فہمی یا خلاف معلومات کی وجہ سے منکر یا مخالف ہیں ان کا کیا قصور؟ کیونکہ ان کا خلاف اس بناء پر ہے کہ یہ جدید مسائل قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں۔ پر جو تبلیغ کامل کے بعد عمداً خلاف قرآن و حدیث کریں وہ بیشک کافر ہیں۔ یہی ایمان میرا شروع سے تھا اور اب تک ہے۔

۲...... تمام انبیاء پیغام رساں اور ہادی خلائق ہوئے ہیں نہ کہ مدار نجات۔ ایسا ہی مرزا قادیانی ہیں۔ وہ خداوند جو ''رب العالمین ۰ الرحمن ۰ الرحیم ۰ مالك یوم الدین ۰ العلیم الحکیم ۰ الملك القدوس '' ہے اس کے علوم پر کون محیط ہو سکتا ہے۔ پھر اس کی رحمت و مغفرت کے لاانتہاء قوانین کسی ایک انسان کے کیسے ماتحت ہو سکتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کون سا شرک ہو سکتا ہے اور خداوند عالم کی توہین اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی رحمت اور مغفرت کو کسی انسان کے ماننے پر منحصر سمجھا جائے۔ مدار نجات قرآن مجید نے توحید اور اعمال صالحہ کو بتایا ہے۔ ''من آمن باللہ والیوم الآخر وعمل صالحاً بلیٰ من اسلم وجهه لله وھو محسن ۰ ان الله لا یغفر ان یشرك به ویغفر مادون ذلك لمن یشاء '' پھر یہ کہنا کہ تیرہ کروڑ مسلمان جو تیرہ سو سال میں تیار ہوئے وہ خواہ کیسے ہی موحد، خدا پرست اور باعمل ہوں۔ جو مرزا قادیانی کو نہیں مانتے وہ سب کے سب خارج از اسلام ہیں اور قابل نجات نہیں۔ یہ مسئلہ بیّنات قرآنی کے خلاف صریح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ یہ کیسے مانا جا سکتا ہے۔ اگر میں غلطی پر ہوں تو از روئے بیّنات قرآنی میرا اطمینان کر دیا جائے۔ مگر افسوس کہ میں مانگتا دودھ ہوں اور مجھے پلایا جاتا ہے زہر۔ میں طالب حق ہوں اور اطمینان ہونے پر ہر ایک پرانی بات کے چھوڑنے اور نئی بات کے اختیار کرنے پر تیار ہوں۔ بشرطیکہ قرآنی اور فطری طور پر میرا اطمینان کر دیا جائے۔ میرا یہ ایمان بھی شروع سے ہے۔ آج کا نہیں۔

۳...... مسیح الزمان کو مسیح و مہدی مانتا ہوں۔ ساتھ ہی بشر بھی۔ بشری طور پر جو کمزوریاں اور

نقص ان میں ظاہر ہوتے ہیں میں اس وقت بھی دیکھتا تھا اور اب بھی دیکھ رہا ہوں۔ مثلاً براہین احمدیہ میں منن الرحمٰن اور اربعین کا باوجود اشتہارات دینے کے آج تک مکمل نہ ہونا۔ منارہ کا نامکمل رہنا جماعت کی عملی اصلاح کی طرف توجہ نہ ہونا۔ سارا زور حیات و ممات مسیح کے مسئلہ پر خرچ کرنا۔ قرآنی تعلیمات پر کلی طور پر علے اللہ سب توجہ نہ ہونا۔ تبلیغ کی غرض سے اور شہروں میں نہ جانا۔ دہلی کا سفر اگر کیا تو محض بیوی صاحبہ کی خاطر۔ لنگر کے نام پر روپیہ جمع کرنا۔ آپ بے فکری سے کھانا اور دوسروں کو کھلانا اور اس کو درد اور کفایت کے ساتھ خرچ نہ کرنا نہ اس کا کوئی حساب کتاب رکھنا۔ احمدی جماعت میں داخل ہو کر سوائے ایک وفات و آمد مسیح کی عملی اصلاح اور تزکیہ نفس کی طرف کوئی خیال نہ ہونا۔ جو لوگ پہلے سے جس حال میں ہیں اس میں کوئی نمایاں ترقی نہ ہونا۔ اب جب میں نے دیکھا کہ احمدیوں میں مرزا پرستی کا موتو مانیا اس انتہاء کو پہنچ گیا کہ سوائے اس کے اور سب اذکار برائے نام رہ گئے اور شرک تک نوبت پہنچ گئی۔ انبیاء علیہم السلام کی توہین ہونے لگی۔ تب مجھ کو مرزا قادیانی کے واقعی نقص اور کمزوریاں گنانی پڑیں۔ نہ اس نیت سے کہ ان کی توہین ہو۔ بلکہ اس نیت سے کہ ان کو خدا یا شریک خدا نہ ٹھہرایا جائے۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی مسیح اور حسین علیہم السلام کی کمزوریاں گناتے رہے ہیں۔ وہی نیت میری ہے۔ اگر ان کمزوریوں میں کوئی خلاف واقعہ امر میں نے گنایا ہو تو مجھے بتلایا جائے میں اسے واپس لے لوں گا اور تائب ہو جاؤں گا۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ میں تو آپ کی طرف آتا ہوں اور آپ مجھ کو دور سے دھکے دے رہے ہیں۔ میرا یہ مرض کچھ اور ہے اور دوا کچھ اور زبردستی میرے حلق میں ٹھونی جا رہی ہے۔ پھر اعلان بھی شائع کر دیا اور کتابیں واپس ہو رہی ہیں اور اس کا نام رکھا جاتا ہے۔ ”انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ تعالیٰ“ کیا اس کے یہی معنی ہیں کہ بر سر بازار شور مچایا جائے۔ میرا کوئی خط شائع نہیں کیا۔ میرے مقاصد کچھ تھے۔ مگر غیظ و غضب کی حالت میں کچھ سے کچھ سمجھ کر کوسنے پر آ پڑے اور میری تباہی کے منتظر ہو گئے۔ مگر میں یقیناً جانتا ہوں کہ میرا خدا ایسا مغلوب الغضب اور بدفہم نہیں ہے کہ ایک شخص جو قرآنی رو سے ایک امر کا فیصلہ چاہتا ہے اس کو کافر اور مرتد کہا جائے۔ جو آیات قرآنی میں اپنے استدلال میں پیش کرتا ہوں نہ ان کے دوسرے طور پر معنے کر کے دکھائے جاتے ہیں نہ کوئی اور معقول جواب ملتا ہے۔ بلکہ شروع سے ہی خارج از اسلام، مرتد، دشمن کذاب مفتری نام سے پکارا جاتا ہے جو امر مجھ کو صریحاً قرآن کریم کے خلاف معلوم ہوں تو میں ان کو کیسے مان سکتا ہوں جو تجاویز اصلاح اور استحکام جماعت کے واسطے میں نے پیش کی ان کو ارتداد شمار کیا جاتا ہے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ مسیح کا خلاف نہایت ہی خطرناک امر ہے۔ مگر قرآن کریم کا

خلاف اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ بدیہی اموراور واقعات سے انکار کرنا کذب اور سخت کفر ہے۔ خداوند عالم کوایسا حقیر سمجھنا کہ وہ ایک انسان کے تابع ہو گیا ہے۔ نہایت ہی غضبناک شرک اور ظلم ہے۔

۴...... "اللّٰہ یحمدك من السماء، انت منی وانا منك، انت منی بمنزلة اولادی، یا شمس و یا قمر" وغیرہ متشابہات میں سے ہیں۔ ان کی بناء پر کوئی شرعی مسائل قائم کرنا غلطی ہے۔ جیسا کہ آپ شمس وقمر ہیں۔ ویسے ہی آپ محمد، احمد، عیسیٰ اور ابراہیم بھی ہیں۔ ایسے ہی بہشتی مقبرہ اور تعمیر مینار ہے۔ ان تمام کو قرآنی میزان میں رکھ کر دیکھنا چاہئے۔ نزول خداوندی ہر بشر پر اس کی استعداد اور قابلیت کے مطابق ہوتا ہے۔ قرآنی وحی سب سے اعلیٰ اور مصفّٰے اور اجلےٰ ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ مرزا قادیانی کے الہامات انبیائے بنی اسرائیل کی وحی کے مشابہ ہیں۔ جس میں استعارات بعیدہ بکثرت ہیں۔ اس لئے یہ لاریب فیہ نہیں ہوسکتے۔ لاریب ایک ہی وحی ہے جو قرآن مجید ہے۔ ہر وحی کو اس کے تابع کرنا ضروری ہے۔ محمد ﷺ کا کوئی مظہراتم نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کوئی وحی نہ اس کے ہمسر ہوسکتی ہے اور نہ اس کی ناسخ۔ یہی ایمان میرا براہین کے وقت تھا اور یہی اب ہے۔ ایک ذرہ تفاوت نہیں۔ اس نکتہ کی لاعلمی سے اکثر علماء کے لئے مرزا قادیانی کے الہامات ٹھوکر کا موجب ہوئے۔ جب بشیر کی نسبت الہامات ہوئے۔ "کان اللّٰہ نزل من السماء" وہ ایک یوم میں ایسا بڑھے گا جیسا کہ ہفتوں میں اور ہفتوں میں ایسا جیسا کہ مہینوں میں۔ اس وقت بھی میں یہی سمجھتا تھا کہ یہ ظاہری معنوں میں کبھی پورا نہ ہوگا۔

۵...... اسلام کے دو ہی جز ہیں۔ ایمان باللّٰہ واحسان بالحق۔ السلام علیکم ایک ادنیٰ درجہ کا احسان ہے۔ اس لئے سلام کا ترک کرنا سخت درجہ کا بخل ہی نہیں بلکہ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ وہ شخص دشمن اور بدخواہ ہے۔ قرآن مجید نے عبادالرحمٰن کی پہچان یہ بتلائی ہے۔ "اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما" جب کفار تک سے سلام کی مناہی نہیں تو پھر کلمہ گو مسلمان سے سلام ترک کرنا قرآن مجید کے سخت مخالف ہے اور اچھا محسن اور ہمدرد بنی نوع ہے جو ذرا سی اختلاف رائے پر بھی سلام ترک کر دیتا ہے۔ آپ خود مجھ سے دشمنی کریں۔ میری تباہی کے منتظر رہیں۔ مگر میں تو اے نورالدین تیرا وہی روحانی فرزند ہوں جو پہلے تھا۔ مسیح کا مرید ہوں اور تم سب کے لئے سلامتی اور کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔ ہاں جو امور قرآن مجید کے خلاف بدیہی طور پر معلوم ہوں تو قرآن مجید کی عظمت کو اور خداوند عالم کے جلال کو مقدمہ کر کے ان کے مقابلہ پر ضرور گستاخی کر بیٹھا

ہوں۔ کیونکہ میری عقل میں اصل توحید اور تمجید اور تحمید باری تعالیٰ کے یہی معنی ہیں کہ جہاں اس کے کلام یا جلال کا مقابلہ ہو وہاں دوسروں کو ہیچ سمجھا جاوے۔ آپ یا آپ کے مسیح خواہ اس کو کفر کہیں یا ارتداد یا دشمنی یا گستاخی۔ ہاں اس کے خلاف آپ مجھ کو قرآن مجید سے سمجھا دیں تو میں باز آجاؤں گا۔

۶...... "کل حزب بما لدیھم فرحون" افسوس کہ جماعت احمدی اس عمل میں سب سے بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ ریویو آف ریلیجز میں جب عام اسلامی مضامین شائع ہونے کی تجویز پاس ہوئی اور ضمیمہ میں خاص تو کس قدر احمدی جماعت نے شور مچایا۔ حالانکہ ضمیمہ نے جماعت میں اور دیگر خواستگاروں میں جانا ہی تھا۔ خاص مضامین کی اشاعت میں اس سے کوئی کمی واقعہ نہیں ہوسکتی تھی۔ مگر عام اشاعت زیادہ ہونے کے ساتھ رفتہ رفتہ خاص اشاعت بڑھنے کی بھی امید تھی وہ دیوار جو مولویوں نے درمیان میں حائل کی تھی۔ اس کو گرتے گرتے پھر کھڑا کر دیا گیا۔ نہ صرف اتنا ہی کیا بلکہ خداوند عالم۔ قرآن مجید کو اور تیرہ سو سال کے اسلامی مضامین کو مردہ اسلام بتلایا گیا۔ گویا کہ خدا اور اسلام میں آج مرزا قادیانی کی پیشین گوئیوں سے جان آئی اور تیرہ سو سال تک وہ مردہ ہی تھے۔ قران مردہ، محمد مردہ، تیرہ سو سال کے تمام مسلمان مردہ۔ کیا قرآن مجید بذات خود ایک زندہ معجزہ اور اس کی تعلیمات بذات خود حیات بخش نہیں۔ کیا اس میں ہزارہا پیشین گوئیاں اور علمی اسرار نہیں۔ افسوس "انھم فی طغیانھم یعمھون" کیا میری باتیں تمام افتراء اور دلخراش ہیں کہ ان پر مطلق غور نہ کیا جائے۔ بلکہ فوراً لعنت شروع کر دی جائے اور انتظار کیا جائے کہ کب یہ تباہ ہوتا ہے۔ میں اگر اس حرکت سے تباہ بھی ہو جاؤں تو ہو جاؤں۔ مگر خداوند عالم کا عظمت وجلال اور قرآن مجید کی عزت ومرتبت دوسرے انسان یا کلام کو نہیں دے سکتا۔ پس اگر توحید ہی ارتداد ہے تو گواہ رہو کہ میں سخت مرتد ہوں۔ اگر قرآنی وحی کو تمام وحیوں کا حکم اور میزان ماننا ہی گستاخی اور کذب ہے تو میں سخت گستاخ اور کذاب ہوں۔ میرا خداوند گواہ ہے کہ جو کچھ میں نے اس وقت کیا وہ خداوند عالم کے عز وجلال کے واسطے کیا۔ اپنی عزت کو کھویا۔ اپنے آپ کو بدنام کیا۔ مسیح کی کمزوریاں خطا کاریاں گنائیں۔ ان کو ناراض کیا۔ یہ سب کچھ رب العالمین کے جاہ وجلال اور قرآنی وحی کی عظمت وشوکت کی خاطر۔ اگر میں نے خالصتاً خدا کے واسطے اور اس کی عظمت وجلال کی خاطر نہیں کیا تو میں آج ہی تباہ ہو جاؤں۔ مسیح تو میری ہلاکت اور تباہی اپنی نفسانی اغراض کے بناء پر کسی اور وقت پر چاہتا ہوگا۔ مگر میں کہتا ہوں اے خداوند میں نے اگر یہ سب کچھ تیری عظمت وجلال کی خاطر نہیں کیا تو مجھے ابھی ایک منٹ کے اندر ہی اس دنیا سے اٹھالے۔" آمیــــــن۔

آمین ۔ آمین ۔ والسلام، والسلام، والسلام ۔ الف الف ۔ سلام علیکم ۔ وعلی المسیح ۔ وعلی کل من لدیکم"

اے خداوند رب العالمین میں کیسے سمجھ لوں کہ ایک کمزور انسان جو سیدھی تحریرات کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔ جو آج کچھ اور کل کچھ کہتا ہے۔ جو بڑے بڑے ارادے کرتا اور ناکام رہتا ہے۔ میں لکھتا کچھ ہوں اور وہ سمجھتا کچھ ہے۔ جو آرام طلب ہے اور عیش پسند ہے۔ جو ایک گاؤں میں بیٹھے بٹھائے محض اپنے نہ ماننے کی بناء پر تیرہ کروڑ مسلمانوں اور کل دنیا کو محروم النجات قرار دے رہا ہے۔ جو مجھ جیسے طالب حق کو جو محض قرآنی دلائل کا طالب ہے۔ مرتد اور کافر اور اپنا دشمن اور تیرا مغضوب علیہ قرار دے رہا ہے جو بہت ہی کم علم اور کم فہم زود رنج ہے۔ وہ ذی خدائی میں شریک ہے یا اس کے ماننے پر نجات منحصر ہے یا محض اس کے نہ ماننے سے تمام خدا پرست اور نیک انسان ناقابل نجات اور جہنمی ہیں۔ اے خداوند اگر میری سمجھ ناقص یا کج ہے تو اسے کامل اور درست کرائے۔ خداوند تیری قدرت اور حکمت لا انتہاء ہے۔ تیری رحمت ومغفرت کی کوئی حد نہیں۔ وہ کبھی کسی ایک انسان کے ماننے یا نہ ماننے پر منحصر نہیں ہو سکتی۔ "تعالی اللہ عما یشرکون ۔ تعال اللہ عما یصفون "اپنے عملوں سے کوئی نجات نہیں پا سکتا۔ ہاں تیری رحمت سے سب نجات پائیں گے۔ ہاں محمد بھی تیری رحمت سے نجات پائے گا۔ "لا تجزی نفس عن نفس شیئاً"

۷...... مہدی خونی طنز کئے جاتے ہیں مگر آپ کا یہ حال ہے کہ دنیا تباہ ہو جائے اور اپنی عید ہو۔ زلزلہ سانس فرانسسکو میں آئے یا فارموسا میں یا کولمبیا میں یا اٹلی میں۔ کہیں طاعون ہو کہیں کالرا پھیلے۔ اس کو تکذیب مرزا کا نتیجہ بتلایا جائے۔ کیا دنیا میں سوائے اس ایک جرم کے اور کوئی جرم خداوندی میں قابل سزا نہ رہا۔

کیا تمام عالم کے ہر شہر اور گاؤں میں اور ہر مقام کے ہر فرد بشر پر مرزا قادیانی کی تبلیغ اس کمال کو پہنچ چکی کہ اور سارے جرموں پر یہی ایک جرم غالب آ گیا۔ کیا خداوند عالم کا کام سوائے اس کے اور کچھ نہیں رہا کہ مسیح کی خاطر تمام عالم کو تباہ کرتا پھرے۔ کیا دہریت، کفر، شرک، زنا، توہین اسلام، افتراء علی اللہ، توہین قرآن، توہین محمد، خلاف فطرت وغیرہ کوئی جرم قابل مواخذہ نہیں رہے۔ کیا اس سے بڑھ کر خداوند عالم کی کوئی تحقیر ہو سکتی ہے کہ اس کی لا انتہاء قدرت وحکمت محض ایک مرزا کے تابع ہو گئی۔ کیا مرزا قادیانی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کبریائی ہو سکتی ہے کہ خداوند عالم کے سارے کاموں کو مرزا قادیانی کی خوشی اور ناخوشی کے ماتحت مان لیا جائے۔ نعوذ

باللہ! ہاں! جن مصائب یا تباہیوں کی نسبت خداوند عالم خود بتلادے کہ یہ میرے مسیح کی تکذیب کا نتیجہ ہے تو اس کی نسبت ایسا ظاہر کرنا علیحدہ امر ہے۔ مگر اوروں کی نسبت جن میں محض اسی قدر علم دیا گیا ہو کہ زلزلہ آئے گا یا مری پڑے گی تو اس کو ایک ہی وجہ یا مقام یا وقت سے مخصوص کرنا نہ محض افتراء علے اللہ ہے بلکہ اس کی لاانتہاء حکمتوں کی سخت توہین ہے۔ پر اس وقت نہ توہین باری تعالیٰ کی پرواہ کی گئی، نہ توہین قرآن کی، نہ توہین محمدی کی، نہ توہین اسلام کی، نہ توہین فطرت کی۔ بلکہ ذاتی توہین کے خیال سے ایک غیظ و غضب سے بھرا ہوا اعلان جو سراسر غلط فہمی اور شتاب کاری پر مبنی ہے۔ شائع کردیا گیا۔ غور کرو خدا کے واسطے غور کرو۔ شتاب کاری اور بیجا غضب بڑے شیطان ہیں۔ وہ خداوند بڑا غیور اور متکبر خدا ہے۔ اس کے حکموں کو ذلیل مت سمجھو۔ اسے پامال مت کرنا چاہو۔ اس کے قرآن سے اس قدر اعراض مت کرو۔ اگر آپ نے موجودہ خط و کتابت کو میرے اور مرزا قادیانی کے درمیان ہوئی ہے غور سے پڑھا ہو تو آپ کو معلوم ہوگا کہ میں نے ہر اختلاف کے ثبوت میں آیات قرآنی پیش کیں۔ مگر مرزا قادیانی نے ان تمام سے اعراض کیا اور جواب میں ایک دلیل بھی پیش نہ کی بلکہ بے محل اور بے خلاف واقعہ باتیں لکھتے رہے۔ میں حیران ہوں یہ کیا تماشہ ہے۔ ''ومن اظلم من نکر بایٰت ربه ثم اعرض عنها. انا من المجرمون منتقمون'' والسلام! مورخہ ۸رمئی ۱۹۰۶ء

خط و کتابت بالا کے چند خوابات متعلقہ مرزا قادیانی

۱...... ایک خواب میں کہہ رہا ہوں کہ بروز سے یہ مطلب نہیں کہ جس نبی کا کوئی شخص بروز ہے۔ اس میں اس کا حلول کلی یا جزئی طور پر ہوگیا ہے۔ ایسا ہی اللہ کریم جب کسی عبد صالح کا نام ابراہیم یا موسیٰ یا عیسیٰ یا محمد یا احمد رکھتا ہے تو وہ ایک تشبیہ یا استعارہ کے طور پر ہوتا ہے۔ نہ کہ کسی حقیقی حلول یا مساوات کا اظہر۔

۲...... ۱۳رمئی ۱۹۰۶ء کو بوقت دوپہر خواب میں دیکھا کہ میں نماز کے واسطے کھڑا ہوا ہوں اور ایک مرزائی جس کا نام میرے یاد نہیں رہا وہ میرے اقتداء کے واسطے کھڑا ہوا ہے۔ میں اس کو کہتا ہوں کہ اگر مرزا قادیانی آپ کو میرے پیچھے نماز پڑھتے دیکھ لیں گے تو وہ آپ کو کیا کہیں گے؟ اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ جب تک مرزا قادیانی اپنی موجودہ زیادتیوں کی اصلاح نہ کرلیں میں بھی اپنی بیعت واپس لیتا ہوں۔ پس میں اس تاریخ سے اپنی بیعت واپس لیتا ہوں۔ میری تفاسیر اور تذکرۃ القرآن میں جو مضامین مرزا قادیانی کے متعلق شائع ہوچکی ہے ان کو مشکوک سمجھا جاوے۔ اگر مرزا قادیانی نے موجود زیادتیوں کی اصلاح نہ کی اور توبہ شائع نہ کی تو آئندہ میں ان تمام

مضامین کو اپنی تفاسیر میں سے نکال دوں گا۔

۳...... ایک اور شخص کا خواب ۱۴ رمئی ۱۹۰۶ء کی شب کو دیکھا کہ ایک وسیع مکان سنگ مرمر کا ہے۔ اس میں تین شخص ایسے ہیں ایک ڈاکٹر صاحب اور دو صاحب اور ہیں جن میں سے ایک صاحب نہایت لحیم شحیم ہیں اور دوسرے ضعیف العمر۔ ڈاکٹر صاحب دلائل بر ہستی باری تعالیٰ اور اس کی غیر محدود صفات کا اظہار کر رہے ہیں۔ پہلے صاحب جو لحیم و شحیم ہیں کہتے ہیں ٹھیک ہے۔ درست ہے۔ دوسرے صاحب جو ضعیف العمر ہیں وہ چشم نم ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اپنی کہتے ہو ہماری نہیں سنتے۔ ڈاکٹر صاحب اور وہ پہلے صاحب جو ان کے مصدق تھے کرسیوں پر بیٹھے تھے اور دوسرے صاحب ایک بینچ پر تھے۔

۴...... ایک خواب میں منشی عبدالرحمٰن ضلعدار نے دیکھا کہ وہ قادیان میں ہیں اور مولوی قطب الدین نے ان سے سوال کیا کہ ڈاکٹر صاحب اور مرزا قادیانی کا کیوں خلاف ہو گیا۔ اس کے جواب میں ضلع دار نے کہا کہ بنائے مخالفت سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ڈاکٹر توحید و تمجید باری تعالیٰ پر زور دیتے ہیں اور اصلاح چاہتے ہیں۔

۵...... مولوی فضل حکیم کے مکان پر میں گیا ہوں اور مرزا قادیانی کے خلاف کا ذکر ہو رہا ہے۔ پھر ایک جگہ محمد حسین مراد آبادی خوشنویس ملے۔ چہرہ افسردہ ہے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث بھی آپ ایسی ثابت نہیں کر سکے۔ جس پر ساتھ کے ساتھ عمل قائم نہ ہوا ہو۔ مگر مرزا قادیانی کے اقوال میں باتیں ہی باتیں ہوتی ہیں اور عمل مطلق نہیں۔

۶...... میں مولوی فضل حکیم کے مکان پر پہنچا اور ان کے فرزند مولوی فضل متین سے ملا۔ اسی خواب میں ایک چٹھی رساں میرے نام چند خطوط لے کر آیا۔ مولوی فضل متین نے میری طرف اشارہ کر کے چٹھی رساں کو بتلایا۔ جب وہ چٹھیاں لے کر میرے پاس پہنچا تب میں نے دو بند خطوط جن کے لفافہ تار کے لفافوں سے مشابہ تھے۔ اپنے نام کے دیکھے ان پر پتہ اس طرح پر لکھا تھا۔ بخدمت مولوی ڈاکٹر محمد عبدالحکیم خان صاحب میں نے اس وقت خیال کیا کہ مولوی کے لفظ سے لوگوں کو اب اشتباہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اب تک میں مولوی کے نام سے مشہور نہ تھا۔ پھر ایک خط کو کھولا تو اس نے مرزا قادیانی کی تصویر نکلی وہ گویا کہ تیرہ یا چودہ سال کے بچے کی ہے۔ پھر وہ لڑکا اصل ہیت پر بن گیا۔ اس کا بایاں پاؤں باہر کی طرف مڑا ہوا ہے اور ٹخنہ پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ دوسرا لفافہ کھولا تو اس میں بھی مرزا قادیانی کے ایک پہلو کی تصویر نکلی ان کی رنگ سیاہ اور ناک پتلا لمبا اونچا ہے جو سونڈ کی طرح مل رہا ہے۔ جس شخص نے وہ دو تصاویر بھیجی ہیں وہ دریافت کرتا ہے

کہ ان دونوں میں سے آپ کے نزدیک مرزا قادیانی کی کون سی تصویر صحیح ہے۔ کیونکہ آپ ان کو دیکھ چکے ہیں۔

نتیجہ

تمام خط وکتابت بالا سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کو اس وقت اصلاح جماعت اور ہمدردی خلائق سے کچھ غرض نہیں۔ بلکہ سخت اغراض ہے۔ اغلباً وہ ڈرتے ہیں کہ جماعت کی نکتہ چینی اور اصلاحی تدابیر میں جماعت کے اختلاف اور انتشار کا اندیشہ ہے اور بدنامی بھی ہے۔ اس لئے وہ محض تجاویز اصلاحی سے ایسے برافروختہ ہوئے کہ از خود رفتہ ہو کر شروع سے ہی تردید وتکفیر پر تل پڑے۔ نہ قرآن واسلام سے کچھ تعلق ہے۔ کیونکہ جس قدر فریاد میں نے کی اس کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ توحید وتجید وتحمید وتہلیل اور تقدیس باری تعالیٰ کے متعلق میں نے ہر چند شور مچایا اور عظمت انبیاء پر بہت کچھ لکھا اور کھول کھول کر بیان کیا کہ آپ کا یہ مسئلہ خداوند عالم کو ماننا اور عالم کو ماننا اور اعمال صالحہ میں کوشش کرنا بلکہ مسلمان بننا بھی ملتفی نجات نہیں ہو سکتا۔ جب تک مرزا غلام احمد کو مدار نجات نہ ٹھہرایا جائے۔ تمام توحید وتحمید وتہلیل اور تقدیس باری تعالیٰ کو بیخ وبن سے اکھاڑ دینے والا، تمام انبیاء کا نام دنیا سے مٹا دینے والا۔ قرآنی وحی کو ذلیل اور نابود کرنے والا۔ شرک کو پھیلانے والا اور آپ کی خدائی قائم کرنے والا ہے۔ پھر مینار اور قبرستان بت پرستی اور قبر پرستی کی عملی بنیاد ہیں۔ آپ کے الہامات جدید مشرک پسند طبیعتوں کے واسطے آپ کے خدا ہونے پر علمی دلائل ہیں۔ مثلاً الہامات ذیل خدا عرش پر تیری حمد کرتا ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ تو مجھے ایسا ہی جیسا کہ میری اولاد۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ میں نے چشم دید واقعات کی بناء پر ظاہر کیا کہ انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ پر اور کوئی چیز نہیں بلکہ ایک ناقص الحلم، ناقص الفہم، ناقص العمل، ضعیف الخلقت، زود رنج، شتاب کار اور نہایت ہی تنگ ظرف انسان ہیں۔ ان تمام امور کا ثبوت آپ نے اپنی موجودہ خط وکتابت میں خود اپنے قلم سے دے دیا۔ آپ انبیاء علیہم السلام کے مظہر یا بروز ایسے ہی بعینہ طور پر ہیں۔ جیسا کہ آپ شمس وقمر ہیں۔ مگر افسوس کہ ان تمام صاف صاف اور واقعی باتوں کی طرف آپ کو مطلق توجہ نہ ہوئی۔ بلکہ ایک مجنون انسان یا کانے دجال کی طرح آپ کی نظر اپنی مشیخت اور کبریائی کی ہی طرف رہی اور بار بار یہی لکھتے رہے کہ خدا کو ماننا۔ محمد کو ماننا، اعمال صالحہ اور تمام اسلام کی پابندی لغو اور باطل ہے۔ جب تک مرزا غلام احمد کو مدار نجات نہ ٹھہرایا جائے۔ ’’نعوذ باللہ، نعوذ باللہ، ان ھذا لظلم عظیم، ان ھو الا شرک عظیم، سبحان اللہ عما یصفون، تعالیٰ اللہ عما یصفون‘‘ اب

اگر حسن عقیدت سے کام لیا جائے تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس قسم کے مشرکانہ الہامات یا تو کثرت مشک وعنبر وسٹرکنیا ودیگر محرکات ومفرحات کا نتیجہ ہیں جو آپ ہمیشہ بکثرت استعمال کرتے رہتے ہیں یا مرض ہسٹریا کا نتیجہ ہیں۔ جس میں آپ مدت سے مبتلا ہیں۔ کیونکہ ذاتی مشیخت اور کبریائی کے خیالات پیدا ہونا اور اپنی وسعت وطاقت سے بڑھ کر کاموں اور محال وغیر ممکن امور کے لئے حوصلہ اور ارادہ ہونا۔ ہسٹریا کی علامات میں سے ہیں یا کچھ عرصہ کے لئے شیطان آپ پر مسلط ہو گیا ہے۔ کیونکہ ہر الہام جو قرآن کے مخالف ہو شیطانی ہے اور قرآنی ارشاد ہے۔ ’’ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطان فهو له قرین ‘‘باقی کمزوریاں بہ تقاضائے بشریت ہیں اور اگر عام طور پر دیکھا جائے تو اس قسم کے عقائد، اعمال اور الہامات پرلے درجہ کے دجل اور فریب پر دلالت کرتے ہیں۔ کیونکہ کسی نبی نے موجودہ فسادات کی اصلاح سے اعراض نہیں کیا۔ ہاں نفس پرست اور دنیا پرست ہمیشہ ایسا کیا کرتے ہیں۔ کسی نبی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ ہاں دجال کی نسبت ایسا ضرور مذکور ہے۔ کسی نے ایسا ظاہر نہیں کیا کہ بہشت دوزخ میری مرضی پر منحصر ہے۔ ہاں دجال کی نسبت ضرور مذکور ہے کہ اس کے ایک ہاتھ پر بہشت اور ایک ہاتھ پر دوزخ ہوگا۔ کسی نبی نے محض اسی بات پر زور نہیں دیا کہ میں مدار نجات ہوں اور خداوند عالم، اسلام، فطرت اور اعمال ہیچ ہیں۔ ہاں دجال کی نسبت ضرور مذکور ہے کہ وہ کانا ہوگا اور اس کا کفر صریح ہوگا۔ کسی نبی نے اپنی نسبت یہ نہیں کہا اگر میں نہ ہوتا تو آسمان ہی نہ ہوتے۔ بلکہ قرآن مجید نے اس کے خلاف یہ فرمایا ہے: ’’خلق السمٰوٰت اکبر من خلق الناس ‘‘خلقت انسان کی نسبت آسمانوں کی خلقت اعظم ہے۔ کسی نبی نے لنگر کے نام پر روپیہ جمع کر کے نہ آپ بیٹھے بٹھائے مزے سے کھایا نہ اوروں کو کھلایا۔ بلکہ ان کی نسبت قرآن مجید میں بار بار یہی ذکر ہے۔ ’’لا اسئلکم علیه من اجر ‘‘میں تم سے اس کام کی کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ بلکہ قرآن مجید نے اس بات کو ان کی صداقت کی ثبوت میں پیش کیا کہ جو تم سے وعظ کی بابت کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ اس کی بات مانو۔ ہاں دجال کی نسبت ضرور مذکور ہے کہ اس کی ساتھ روٹیوں کا پہاڑ ہوگا۔ اب رہا بعض بعض پیشین گوئیوں کا پورا ہونا تو اس کی بابت خود لکھ چکے ہیں کہ سچی خوابات اور الہامات مشرکوں کو بھی ہوا کرتے ہیں۔ آپ نے جب دیکھا کہ موت قریب ہے اور دنیا سے گزر جانے کے بعد کوئی کام یا تصنیف ایسی نظر نہ آئی۔ جس پر آپ عیال واطفال کا گزر ہو سکے یا آپ کے لئے پائیدار عزت کا موجب ہو سکے اور قرآن کریم کے مقابلہ میں ٹھہر سکے۔ کیونکہ دنیا میں وہی شے پائیدار ہو سکتی ہے جو نافع خلق ہو۔ ’’اما ما ینفع لناس فیمکث فی الارض ‘‘پر یہ خوب

سوجھی اور دور کی سوجھی کہ ایک مینار اور ایک بہشتی مقبرہ کی بنیاد ڈال دی۔ یہ سبق آپ کو اغلباً اجمیر، سرسید اور پیران کلیر وغیرہ کے مقبروں سے ملا۔ مگر ایک بات میں بڑھ گئے کہ اس میں مدفون ہونے کے لئے دسویں حصہ جائیداد کی وصیت بھی لازم کردی جو قرآنی وصیت میں ایک قسم کی ترمیم اور مقبرہ رسول خدا ﷺ کی سخت توہین ہے۔ کاش آپ کو یہی خیال ہوتا کہ آپ کی نعش کو مدینہ میں پہنچادیں۔ دہلی میں مقبروں کی زیارت سے اپنی جماعت کو عملی سبق بھی دے دیا کہ بعد المرگ میری قبر کی زیارت کیا کرنا۔ ''اللهم انی اعوذ بك من فتنة المسيح الدجال '' اے خداوند میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس مسیح کے فتنہ سے جو درحقیقت دجال ہے۔ یہ دعا ایک طول طویل حدیث کا جز ہے۔ جس میں آنحضرت ﷺ نے ایک مسیح کے فتنہ سے پناہ مانگی ہے جو مسیح کے نام سے مشہور ہوگا۔ مگر درحقیقت دجال ہوگا۔ اس واسطے اس کا نام ''المسیح الدجال'' بطور صفت موصوف کے فرمایا۔ مسیح دجال کے فتنہ سے تمام انبیاء ڈراتے رہے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے بھی مسیح دجال کو اعظم ترین فتنوں میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ بہت سے نشانات ہوں گے۔ یہ تمام نتیجہ اس خلاف واقعہ اعلان کا ہے جو آپ نے ذاتی مشیخت کے جذبہ اور غیظ وغضب میں از خود رفتہ ہوکر البدر والحکم میں تین مئی کو شائع کرایا۔ اس لئے اب میں متردد ہوں۔ آیا کہ یہ نتیجہ بشری کمزوری کا ہے یا حقیقت میں ایک دجل ہے۔ اس لئے اب میں اپنے رب سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اصل حقیقت کو جلد تر اپنے فضل سے مجھ پر منکشف کردے اور تمام شکوک کو جو اعلان پر طغیان سے پیدا ہوئے ہیں۔ رفع فرمادے۔ ''ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين '' آمین برحمتك يا ارحم الرحمين!

مرزاقادیانی کی چند اور اختلاف بیانیاں

۱...... جلسہ تعلیلات دسمبر ۱۸۹۰ء میں جو لوگ قادیان میں جمع ہوئے تھے۔ ان کی فہرست میں نے خود تیار کی تھی جو دافع الوساوس میں شائع ہوئی۔ بعد ازاں جو حدیث کدعہ آپ کو معلوم ہوئی جس میں یہ ذکر ہے کہ مہدی اپنے اصحاب کو جمع کرے گا۔ ان کی تعداد اہل بدر کے مطابق ۳۱۳ ہوگی اور ان کے نام معہ سکونت وولدیت وپیشہ وغیرہ ایک کتاب مطبوعہ درج کرے گا۔ تب آپ نے اصل فہرست میں تراش خراش کر کے ۳۱۳ ناموں کی فہرست انجام آتھم میں شائع کردی۔ بعض نام پہلی فہرست میں سے نکال دیئے اور بعض نئے نام ایزاد کردیئے۔

۲...... لفظ ذنب کا ترجمہ رسائل اربعین اور اشتہار مباہلہ میں گناہ کیا گیا۔ پھر ریویو میں ان معنوں سے انکار کیا گیا۔

۳...... مدت صلیب مسیح علیہ السلام کی نسبت (نزول المسیح حاشیہ، خزائن ج ۱۸ص ۳۹۶) پر چند گھنٹے درج فرمائی۔ پھر (مسیح ہندوستان میں ص ۲۲، خزائن ج ۱۵ص ۲۲) پر درج کیا۔ قریباً دو گھنٹہ سے بھی کم وقت رہے۔ پھر (ص ۲۸۱، خزائن ج ۳ص ۲۹۶) پر لکھا چند منٹ میں ہی مسیح کو صلیب پر سے اتار لیا۔

۴...... طاعون کی بابت پہلا اشتہار جو شائع کیا اس میں طاعون کی وجہ عام بدکاری اور بے ایمانی ظاہر کی گئی اور الہام بھی تھا۔"ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیّر وا ما بانفسھم" مگر بعد میں اس کو اپنی تکذیب کا نتیجہ بار بار ظاہر کیا گیا۔

۵...... زلزلہ کی بابت الہامی الفاظ تو یہ ہیں۔"چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشان کی پنج بار" مگر اشعار میں جو اس پر تک بندی کی گئی اس میں یہ ظاہر کیا ہے۔ کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو۔ ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن۔

خط نمبر:۱۰

حکیم نورالدین بنام ڈاکٹر عبدالحکیم خان

مولوی نورالدین کا خط جو میرے خط مورخہ ۸ مئی کے جواب میں بعد اشاعت ذکر الحکیم نمبر۴ وصول ہوا:

۱...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قرآن کریم میں نہیں اور سلاما کا لفظ جو جہلاء کے لئے تجویز کیا گیا ہے اچھے معنی نہیں رکھتا۔ اس لئے میں کیا لکھوں۔

۲...... جناب من آپ کا دس صفحہ کا خط مجھے ملا۔ میں نے جواب دینے میں جلدی چاہی تھی۔ مگر میں نے اپنے دل میں بہت سوچا تو جوش کو ساتھ پایا۔ اس لئے تامل ہوا۔ اب بہت دن گذر گئے اور یقین ہو گیا کہ اس وقت کوئی جوش میرے قلب پر نہیں تو خط لکھنے بیٹھا ہوں۔ اس وقت مجھے تھوڑا سا زکام ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ آپ اسے رائی العلیل علیل پر محمول نہ کریں گے۔ آپ کے سارے خط کا مضمون میں نے تین حصوں پر تقسیم کر دیا ہے۔ پہلا حصہ وہ ہے جس میں آپ نے ایک عقیدہ بیان فرمایا ہے اور اس کی بنیاد عقل، فطرت اور قرآن پر رکھی ہے۔ دوسرا حصہ وہ ہے جس میں آپ نے مرزا پر اعتراض کئے ہیں۔ تیسرا حصہ مرزائیوں پر مطاعن کا ہے۔ میں نے آپ کی وہ خط وکتابت نہیں پڑھی جو آپ نے مرزا سے کی ہے۔ ہاں ایک آپ کا آخری خط مجھے مسجد میں ملا اس کو سرسری نظر سے دیکھا چونکہ اس مسئلہ پر بحث مقدم ہے جس کے باعث آپ نے مرزا اور مرزائیوں پر مطاعن شروع کئے ہیں۔ اس لئے میں اسی پہلے حصہ کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ آپ نے مجھ سے فرزندی کا دعویٰ کیا ہے اور حسن ظنی کو کام میں لائے ہیں۔ اگر یہ حسن ظن اب تک کچھ قائم

ہے تو یہ خط بے ریب ایک مخلص انسان کا خط ہے۔ جس کو فطرتاً اللہ پر ایمان اور شرک سے نفرت تھی اور قدرت نے اس کو ایسے سامان دیئے کہ جوں جوں وہ ترقی کرتا گیا اس کو جناب الٰہی سے محبت بڑھی اور شرک سے پوری نفرت ہوئی۔ گو مجھے ڈر ہے کہ آپ نے جس جوش سے اخباری دنیا میں پیسہ اخبار سے تعلق پیدا کیا وہ اس میرے مضمون کی طرف متوجہ ہونے سے سدراہ ہو۔ کیونکہ ایک قانون الٰہی "لا ترکنوا الی الذین ظلموا فیمسکم النار" ہمیں قرآن میں نظر آتا ہے۔ پھر اس کی تصدیق نیچر سے ان بیماروں میں نظر آتی ہے۔ جن میں آپ کے ساتھ ایک امتحان دینے والا مبتلا ہوا اور اس کے لئے اس کی محنت ومشقت نے اپنے نتائج سے اس کو محروم کر دیا اور اس طرح کے ہزارہا مقدمات نظر آتے ہیں۔ اب میں اصل بات عرض کرتا ہوں۔

۳...... آپ نے جو قاعدہ نجات کا تجویز کیا ہے وہ آپ کے ان لفظوں سے مجھے معلوم ہوا ہے۔ تمام انبیاء ہادی خلائق ہیں نہ مدار نجات۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم الیٰ آخرہ۔ اس کے علوم پر کیوں محیط ہو سکتا ہے۔ پھر اس کی رحمت ومغفرت کے لاانتہاء قوانین کسی ایک انسان کے ماتحت کیسے ہو سکتے ہیں اور اس سے بڑھ کر اور کون سا شرک ہو سکتا ہے۔ اگرچہ آپ کے اس کلام میں مدار نجات کا لفظ تو گول مول ہے۔ مگر لاانتہاء قوانین رحمت ومغفرت کا فقرہ اس کو حل کر دیتا ہے۔ ان آپ کے فقرات سے نجات کا دائرہ بہت بڑا وسیع ہے اور تمام الٰہی کتابیں اور تمام رسولوں کی تعلیمات آپ کی اس تحریر سے رد ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ خدا کی رحمت ومغفرت کے لاانتہاء قوانین ان محدود کتابوں اور محدود انسانوں کے ماتحت کیسے ہو سکتے ہیں۔ پس ان کی کارروائی بھی آپ کے نزدیک بہت بڑا شرک ہوا۔ پھر آپ نے مرزا اور مرزائیوں کو "ومن اظلم ممن ذکر بایٰت ربہ ثم اعرض عنہا انا من المجرمین منتقمون" کی آیت سے مجرم اور مجرم کے ساتھ محل انتقام تجویز فرمایا اور اپنے اس اصول کو غیظ وغضب کے باعث بھول گئے کہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم اور اس کی رحمت ومغفرت کے لاانتہاء قوانین مرزا اور مرزائیوں کو نجات نہیں دے سکتے۔

۴...... اس سے بڑھ کر عبدالحکیم خاں کا کیا شرک ہو سکتا ہے کہ اس کے کہنے کی خلاف ورزی سے مرزا اور مرزائیوں سے انتقام لیا جائے اور تمام انبیاء کی خلاف ورزی سے انتقام نہ ہو اور وہ مدار نجات نہ ہوں اور تمام انبیاء کی خلاف ورزی سے انتقام نہ ہو اور وہ مدار نجات نہ ہوں۔

۵...... پھر آپ نے اس وسیع دائرہ نجات کو تنگ کر دیا اور یہ کہا کہ توحید ایمان بالیوم الآخر اور اعمال صالحہ مدار نجات آخرت ہیں۔ رب العالمین کے لاانتہاء قوانین مغفرت کو ہم ایک طرف

رکھیں اوران میں مدارنجات کوایک طرف تو کیسا تعجب آتا ہے۔ پھر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کوملزم کرنے کے واسطے یہ لکھ دیا ہے۔ پھر آپ نے آگے چل کر دائرہ نجات کووسیع بھی کیا ہے اور تنگ بھی کر دیا ہے۔ جہاں یہ لکھا ہے کہ:"ان اللہ لا یغفر ان یشرك "حکیم اورخان پھرڈاکٹر صاحب شرک معاف نہ ہو یہ کیابات ہے۔ کیااس کے لاانتہاء قوانین نجات میں مشرک کی نجات کا کوئی قانون نہ ہو۔ بلکہ ضرور ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ رب العالمین۔ الرحمٰن۔ الرحیم ہے۔ ایک انسان نے اگر ایسا کیا ہے تو آپ کے نزدیک اس کا کہنا چیز ہی کیا ہے اوراس کا مدارنجات کیا ہے۔

۶...... مشرک کی نجات کی بھی راہیں ہیں جو آپ کو معلوم نہیں۔ پھر خدا کا منکر تو مشرک بھی نہیں۔ اس کے لئے تو نجات کا دروازہ آپ کے نزدیک بند ہو ہی نہیں سکتا۔

۷...... پھر آپ نے تیرہ کروڑ مسلمانوں پر رحم فرمایا ہے اور ذکر کیا ہے کہ تیرہ سو سال میں تیرہ کروڑ مسلمان تیار ہوئے ہیں۔ سب کو نجات حاصل کرنا چاہئے۔ حکیم ڈاکٹر صاحب سب اللہ کی مخلوق ہیں۔ وقت موجود ہے۔ تیرہ کروڑ اگر محمد رسول اللہ کے باعث تیار ہوئے ہیں تو دوارب اللہ کی مخلوق ڈاروِن کے طریق سے لاکھوں برس اور معلوم نہیں کہ کب سے جو تیار ہوئی ان سب نے اگر نجات نہ پائی تو تیرہ کروڑ چیز ہی کیا ہیں۔

۸...... اور ایک آیت"وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون "اسکی عجیب آیت ہے کہ قرآن میں موجود ہے اور سردست بظاہر آپ کو مسلم بھی ہوگی۔ تیرہ کروڑ مسلمانوں میں سے اس آیت کے بموجب اکثر مشرک ہوں گے اور مشرک نجات نہیں پاسکتا۔ پھر یہ تیرہ سو سال میں تیار ہوئے اوران میں سے اکثر مشرک نکلے اور مشرک کو نجات نہیں۔

۹...... پھر ان انبیاء کی خلاف ورزی کے متعلق ہم آپ کو آیت سناتے ہیں۔"ولقد ارسلنا الیٰ امم من قبلك فاخذناھم بالباساء والضراء لعلھم یتضرعون فلولا اذجاء ھم باسنا تضرعوا ولکن قست قلوبھم وزین لھم الشیطان ماکانوا یعملون فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیھم ابواب کل شیٔ حتیٰ اذا فرحوا بما اوتوا اخذنا ھم بغتۃ فاذا ھم مبلسون "اس آیت پر غور کرو۔

۱۰...... رسولوں کے ارسال کے وقت جہاں پکڑا جاتا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ امریکہ اور یورپ اور جزائر کے زلازل اور طاعون اور آتشزدگیاں اور لڑائیاں مرزا کی طرف منسوب کرنا شرک ہیں۔ حکیم وڈاکٹر صاحب مرسل تو اس وقت مامور ہوتے ہیں جب دنیا علی العموم غفلت کے نیچے دب جاتی ہے اور خدائے تعالیٰ سے اعراض کر کے نکمّی دنیا کی طرف لوگ جھک جاتے ہیں۔

خدا کا رحم اور فضل ان مجرموں میں سے بعض کو بچانے کے لئے مرسل مقرر فرماتا ہے۔ کیا نوح اور موسیٰ کے آئے بغیر فرعون اور قوم نوح ہلاک ہوگئی تھی۔

۱۱...... کیا مکہ والوں کا یہ کہنا کہ: ’’ماکان الله لیعذبهم وانت فیهم‘‘ کوئی مجنون کی بڑ ہے۔

۱۲...... سورۂ نوح کا ابتداء پڑھو جہاں لکھا ہوا ہے: ’’فاتقوا الله واطیعون‘‘ اگر وہ کوئی مدار نجات نہ تھا تو اس کی اطاعت چیز ہی کیا تھی۔ پھر آپ نے ایمان باللہ آخر کو نجات کا مدار تجویز قرار دیا اور یہ خیال نہ کیا کہ آپ کا دائرہ نجات تنگ ہوا جاتا ہے۔ سنئے قرآن شریف نے ایمان باللہ آخر کے لوازمات بیان کئے ہیں اور ان لوازمات نے مدار نجات کو اور بھی تنگ کر دیا ہے اور وہ آیت یہ ہے۔

۱۳...... ’’والذین یؤمنون بالآخرة یؤمنون به وهم علیٰ صلوٰتهم یحافظون‘‘ یہاں ایمان باللہ آخرۃ کو ملزوم ٹھہرایا ہے اور ایمان بالقرآن اور محافظت علے الصلوٰۃ کو لازم قرار دیا ہے اور یہ تو ان کی فطرت کہتی ہوگی کہ لازم و ملزوم جدا نہیں ہوتے ہوں گے۔

۱۴...... آپ نے قتل عمد کی سزا کہیں قرآن میں دیکھی ہوگی۔ اگر یاد نہ ہو تو میں اسی خط میں یاد دلاتا ہوں۔ ’’ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاءه جهنم خالداً فیها ولعنة واعدله عذاباً الیما‘‘

۱۵...... پھر ایک اور آیت ہے جو چھٹے پارہ کی ابتداء میں ہے۔ وہ یہ ہے: ’’ان الذین یکفرون بالله ورسوله ویریدون ان یفرقوا بین الله ورسله ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالك سبیلاً اولئك هم الکافرون حقاً واعتدنا للکفرین عذاباً مهینا‘‘ آپ ابھی تو میرے روحانی فرزند یعنی اور مسیح کو مسیح اور مہدی بھی مانتے ہیں۔ اگر ’’ابیٰ واستبکر‘‘ کا کوئی مادہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ میں ہو تو جو قاعدہ نجات کا آپ نے لکھا ہے اسی غلطی سے میرے بیان سے بھی ظاہر ہے اور یہ اگر نجات کے اسباب بہت ہیں اور اب آپ مخالفت کا اظہار کر چکے ہیں اور ’’لا ترکنوا الی الذین ظلموا‘‘ کی بھی پرواہ نہیں کی تو زیادہ مباحثات سے بھی کام نہیں نکلتا۔ نجات فضل سے ہے اور اس فضل کا جاذب تقویٰ ہے اور اس تقویٰ کا مختصر بیان آیت: ’’لیس البران تولوا وجوهکم‘‘ میں ہے۔ آپ اس پر غور کریں۔ کیونکہ تقویٰ سے نجات کا ہونا تو آیت کریمہ: ’’وینجی الله الذین اتقو‘‘ اور ’’ثم ننجی الذین اتقوا‘‘ سے ظاہر ہے اور اس یقین کے بعد کہ نجات تقویٰ سے ہے اور تقویٰ ان امور کی پابندی کا نام ہے تو آپ کا وہ قاعدہ ٹوٹ جاتا

ہے۔"لیس البر" اس آیت کریمہ کے درمیان تقویٰ کے چند اصول بیان ہوئے ہیں جن میں شاید مرزا کا بھی کہیں ذکر آیا ہو اور دوسری آیت "ثم ننجی الذین اتقوا" ظاہر کرتی ہے کہ مدار نجات تقویٰ لا انتہاء قوانین نجات کے لئے نہیں۔ پھر مرکز نجات کا مسئلہ ہمیں صرف انبیاء کی ذریعہ بھی معلوم ہو سکتا تھا اور دوسرا کوئی طریق نہیں اور دنیا میں نجات بخلاف آپ کی منشاء کے بہت ہی کم لوگوں میں قرآنی ہی نظر آتی ہے۔ آپ اپنا ہی حال دیکھیں بڑی محنتوں کے بعد تو آپ ڈاکٹر مصنف کتب اور صاحب اولاد ہوئے۔ مگر بیبی اور بچوں اور ریاست والوں سے نجات ملی یا نہ ملی۔ آپ کا دل ہی جانتا ہوگا۔ میں اس پہلے حصہ سے ایک حد تک جواب دینے سے سبکدوش ہوا ہوں۔ اگر یہ حصہ آپ کے لئے کچھ بھی مفید ثابت ہوا تو اس کی تفصیل کو بھی تیار ہوں اور باقی حصوں کے جواب دینے کو تیار ہوں گا۔ اگر اس حصہ کے متعلق بھی مجھے یہی سنانا ہو کہ میں دودھ مانگتا ہوں اور مجھے زہر پلایا جاتا ہے اور میں قریب ہوتا ہوں اور مجھے دور کیا جاتا ہے اور میں اپنا بنتا ہوں اور مجھے اجنبی کہا جاتا ہے تو میں مصلحت نہیں سمجھتا کہ باقی حصوں کا جواب دوں یا اس کو اور زیادہ کروں۔ اگر امام صاحب کے حضور شوخی کرنے سے پہلے مجھے براہ راست آپ خط و کتابت کرتے تو مجھے بہت پیارے الفاظ بولنے کا موقعہ ملتا۔ مگر محبوب پر سخت کلامی کو ایک لخت فطرتاً پسند نہیں کر سکتا اور وہ بھی ہے۔ پھر خدا کی لا انتہاء قوانین مغفرت بھی موجود ہیں۔ اس سے میں یقین کرتا ہوں کہ میرا کوئی لفظ بھی ایسا نہ ہوگا جو میرے لئے نجات کا محروم کرنے والا ہو۔ قرآن کریم سے الگ ہو کر آپ بہت سے قوانین ایجاد کر سکتے ہیں۔ مگر قرآن کے ماتحت ہو کر ایسا کرنا آپ کے لئے محال ہے۔ قرآن ایک مفصل کتاب ہے۔ اگر ایک شخص کو ایک مقام پر کوئی آیت متشابہ معلوم ہو تو اس کے لئے اور بہت سے محکمات موجود ہیں جو ام الکتاب کا کام دے سکتے ہیں۔

نورالدین مورخہ ۲۶ رمئی ۱۹۰۶ء!

خط نمبر:۱۱

ڈاکٹر عبدالحکیم خان بنام نورالدین

۱...... سبحان اللہ عجیب منطق ہے۔ کیا قرآن مجید میں آیات ذیل نہیں ہیں۔ "سلام قولا من رب الرحیم۰ واذ احییتم بتحیة فحیوا باحسن منه اوردوها واذ جاءك الذین یؤمنون بآیتنا فقل سلام علیکم" آپ نے تو میرے لفظ مدار نجات کو گول مول بتایا ہے۔ مگر آپ کا سارا خط ہی گول مول ہے۔ میں نے تو ہر امر کے ثبوت میں آیات بینات پیش کیں۔ آپ کی طرف سے ان کا جواب ندارد۔ بلکہ ان کو میرا قول قرار دے کر تردید شروع کر دی۔

وزیر چنیں شہریار چناں جہاں چوں نگر و قرار چناں

قرآن مجید سے صریح اعراض وانحراف کی حالت میں کہاں تک حسن ظنی کی جائے؟

۲...... مخدوم بندہ۔ خدا گواہ ہے کہ میں طالب حق ہوں جو بات قرآن کریم کے موافق ہوتی ہے اس کو میں ہر وقت قبول کرنے کے لئے مستعد ہوں۔ خواہ وہ بات کسی مریض کے منہ سے نکلے یا تندرست کے منہ سے۔ کسی عالم فاضل کے منہ سے نکلے یا کسی امی وجاہل کے منہ سے۔ اسی امید وبناء پر میں نے مرزا قادیانی سے بیعت کی تھی۔ مگر افسوس کہ عرصہ بیس سال میں نہ تو ان کے کلام میں وتحریر میں کوئی ایسی معارف سننے یا پڑھنے سے جو مجھ کو علیحدہ طور پر معلوم نہ ہوئی ہوں۔ کہ ان کی صحبت میں ہی کوئی خاص اثر دیکھا۔ ہاں علم قرآن اور اثر صحبت کی نسبت ان کے خالی دعویٰ ضرور بار بار شائع ہوتے رہے۔ جن ایام میں مرزا قادیانی کو میں تفسیر القرآن سنایا کرتا تھا۔ آپ کو بھی یاد ہوگا کہ تمام تفسیر میں مرزا قادیانی نے کسی ایک مقام پر بھی نہ تو کوئی اصلاح کی نہ کوئی خاص نکتہ معرفت بتایا۔ آپ نے بیشک بعض غلطیاں بھی درست کیں اور بعض نئے نکات بھی بتلائے۔ آپ کی عدم موجودگی میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسبت بحث شروع ہوئی تو مرزا قادیانی اس کو صاف نہ کر سکے۔ بلکہ فرمایا کہ اچھا ہم تفسیر کبیر میں دیکھ کر پھر بتلائیں گے۔ نہ معلوم ان کی تفسیر کتاب عزیز کہاں گئی۔ جس کا اشتہار دے چکے تھے۔ یہ امر ظاہر بھی ہے کہ اگر میری تفسیر کا مقابلہ مرزا قادیانی کی کتابوں سے کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ کوئی مقام بھی مرزا قادیانی کی کسی کتاب سے اخذ کردہ نہیں ہے تو میری تفسیر کو سن کر بس تعریف ہی تعریف کرتے رہے کہ نکات قرآنی خوب بیان کئے ہیں۔ ''نہایت عمدہ ہے۔ شیریں بیان ہے۔ دل سے نکلنے اور دلوں پر اثر کرنے والی ہے۔ فصیح وبلیغ ہے۔ بعض مقامات کی نسبت فرمایا حد ہی کر دی۔'' وغیرہ وغیرہ! چنانچہ ان کی اجازت سے یہ الفاظ الحکم اور البدر میں شائع بھی ہوتے ہیں۔ مگر اب تو آپ نے میری تفسیر پاس رکھنے کے بھی قابل نہ سمجھی اور واپس کر دی۔ (قادیانی مفتی) محمد صادق نے تو حد ہی کر دی کہ جس قدر تفاسیر ان کے پاس جمع تھیں ان کو ایسی بیہودہ طور پر ایک بوری میں بھر کر واپس کیا کہ وہ راستہ میں شکستہ اور دریدہ ہو کر تودہ اوراق ہو گئیں۔ افسوس کہ مجھ سے تو ضد وعناد ہوا مگر قرآن مجید کا بھی کچھ پاس ادب نہ کیا اور نہ دیانت وامانت کا لحاظ کیا اور تودۂ اوراق ان کے ملاحظہ کے لئے علیحدہ رکھا ہوا ہے۔ حکیم فضل الدین نے جو کتابیں واپس کیں وہ اچھی حالت میں پہنچ گئیں۔ ''جزاك الله خير الجزا'' اثر صحبت کی نسبت ہمیشہ اشتہار شائع ہوتے ہیں۔ اس کے نام پر سینکڑوں روپیہ ماہوار وصول ہوتا ہے اور بنام لنگر خرچ ہوتا ہے۔ مگر میں نے کوئی اثر نہیں دیکھا۔

میری حالت جیسی غیبت میں رہتی تھی وہی مرزا قادیانی کی صحبت میں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں لوگ بیعت میں داخل ہوکر اور صحبت کے نتائج دیکھ کر منحرف ہوتے رہے۔ مثلاً منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ و منشی عبدالحق اکاؤنٹنٹ و حافظ محمد یوسف و صوفی عباس علی، میاں فتح خاں، محمد سعید خاں وغیرہ میں بھی یہی دیکھ رہا ہوں کہ روز بروز دانی منشجنت کے خیالات ترقی پر ہیں۔ قرآنی عظمت ومحبت دلوں سے اٹھتی جارہی ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کو حقیر کیا جارہا ہے۔ کیا ''لـولاك لـمـا خـلـقـت الا فلاك'' میں وہ انصرام بہشتی مقبرہ میں تمام انبیاء کی سخت توہین وتحقیر نہیں ہے۔ ایک وقت تو مرزا قادیانی تحریر فرماتے تھے۔ ''میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر دجال نہیں ہوسکتا۔ میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا ہوں۔'' ''کبھی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔'' (تریاق القلوب ص۱۳۰، خزائن ج۱۵ ص۴۳۲،۴۳۳) ''اپنے دعویٰ سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ ماسوا اس کے ملہم ومحدث کیسا ہی اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔'' (تریاق القلوب حاشیہ ص۱۳۱، خزائن ج۱۵ ص۴۳۲) سید عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیطانی الہام مجھے بھی ہوا تھا۔ شیطان نے کہا اے عبدالقادر جیلانی تیری عبادتیں قبول ہوئیں۔ اب جو دوسروں پر حرام ہے وہ تیرے پر حلال اور نماز سے بھی اب تجھے فراغت ہوئی جو چاہے کر۔ تب میں نے کہا اے شیطان دور ہو وہ باتیں میرے لئے کب روا ہوسکتی ہیں جو نبی علیہ السلام پر روا نہیں۔ تب شیطان معہ اپنے سنہری تخت کے میری آنکھوں کے سامنے سے گم ہوگیا..... کاہنوں کو بکثرت شیطانی الہام ہوتے اور بعض وقت وہ پیش گوئیاں بھی الہام کے ذریعہ سے کرتے تھے۔ (ضرورۃ الامام ص۱۷، خزائن ج۱۳ ص۴۸۷،۴۸۸)

''میرا یہ دعویٰ نہیں کہ دمشق مین کوئی مثیل مسیح پیدا ہوجائے۔ میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے نام پر ختم ہوگیا بلکہ ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار مثیل مسیح آجائیں۔''

(ازالہ اوہام ص۱۹۹،۲۰۰، خزائن ج۳ ص۱۹۷)

''مجدد صاحب سرہندی نے ایک کشف میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کو ان کے طفیل خلیل اللہ کا مرتبہ ملا اور اس سے بڑھ کر شاہ ولی اللہ نے دیکھا کہ گویا آنحضرت ﷺ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ مگر انہوں نے بہ باعث بسط علم کے وہ خیال نہ کیا۔ بلکہ تاویل کی۔''

(ضرورۃ الامام ص۳۰، خزائن ج۱۳ ص۵۰۰)

"سچ تو یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کئی کروڑ ایسے بندے ہوں گے جن کو الہام ہوتا ہوگا۔"

(ضرورۃ الامام ص۴، خزائن ج۱۳ ص۴۷۴)

۳...... خداوند عالم کی حکمتیں اور قدرتیں لاانتہاء ہیں۔ ایسا ہی اس کے قوانین رحمت و مغفرت بھی۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے: "لا یحیطون بشئ من علمه الا بما شاء لا علم لنا الا ما علمتنا یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء یعذب من یشاء ویرحم من یشاء قل لو کان البحر مداد الکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولؤ جئنا بمثله مدداً" پس ایسے صاف مسئلہ پر بحث کرنا نہ محض عمداً قرآن مجید کا خلاف کرنا ہے بلکہ عام مشاہدہ قدرت کو بھی جھٹلانا ہے۔ کیونکہ خدا کی قدرتوں اور حکمتوں کا غیر محدود ہونا عالم کے ذرہ ذرے سے ظاہر ہے۔ جسکی تحقیقات میں تمام حکماء آج تک حیران و سرگردان ہیں۔

۴...... میں نے یہ کب کہا کہ میری خلاف ورزی سے کوئی مجرم ٹھہر سکتا ہے۔ میں تو صریح اعراض و مخالفت دیکھ کر آیت قرآنی پیش کی ہے۔ "ومن اظلم ممن ذکر بأیٰت ربه ثم اعرض عنیها انا من البحر من منتقمون"

۵...... دائرہ نجات کو تنگ یا وسیع کرنے والا میں کون ہوں۔ ہاں بحکم "لا علم لنا الا ما علمتنا" میں نے چند آیات قرآنی پیش کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مدار نجات کسی ایک انسان کے ماننے یا نہ ماننے پر منحصر نہیں بلکہ خدا کے ماننے اور اعمال صالحہ پر منحصر ہے۔

۶...... "لا علم لنا الا ما علّمتنا" خداوند عالم کے پیارے رسول کو معرفت ہمیں اس قدر علم ضرور ملا ہے۔ "من قال لا اله الا الله فدخل الجنة" قرآن کریم نے بھی فرمایا ہے۔ "وسعت رحمتی کل شئ"

۷...... میں نے یہ کب کہا کہ رب العالمین نے دو ارب انسانوں کے واسطے ہدایت اور کامیابی کا کوئی راستہ نہیں رکھا۔ بلکہ میں تو اسی پاک کتاب میں جو تذکرۃ اللعالمین ہے صاف پاتا ہوں۔ "هدینٰه السبیل امّا شاکراً وامّا کفوراً ونفس وماسوٰها فالهمها فجورها وتقوٰها قد افلح من زکٰها وقد خاب من دسٰها فطرة الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله ذلك الدین القیم له اسلم من فی السمٰوٰت والارض طوعاً وکرهاً والیه یرجعون"

۸...... اگر عام مسلمانوں میں اس وقت پچاس فیصدی مشرک ہوں تو مرزائیوں میں ننانوے

فیصدی ہیں۔ کیونکہ وہ عام طور پر مرزا قادیانی کی نسبت مان رہے ہیں: ''انت منی وانا منك انت منی بمنزلة اولادی۰ الله یحمدك من العرش۰ لولاك لما خلقت الا افلاك '' اس آخری الہام سے تو ظاہر ہے کہ تمام انبیاء بھی مرزا قادیانی کی خاطر ہی پیدا ہوئے تھے۔ '' کہ بر دورش رسولاں ناز کردند'' بھی اسی تحقیر رسل کا مصداق ہے۔ پھر منارہ اور بہشتی مقبرہ کے واسطے چندہ دے کر یہ لوگ شرک کا عملی ثبوت دے رہے ہیں۔

۹...... رسولوں کی عمداً خلاف ورزی بے شک شقاوت اور بے ایمانی کی علامت ہے۔ مگر مرزا تو رسول نہیں۔ چنانچہ وہ اپنے الہامی قصیدہ میں خود ظاہر کر چکا ہے۔

من نیستم رسول ونیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم ہستم و زخداوند منذرم

اس کی خلاف ورزی سے کوئی شخص بے ایمان یا کافر نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اس خط کی ذیل ۲ میں خود مرزا قادیانی کے اقوال درج ہیں۔ جن میں وہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ مجھ جیسے دس ہزار مثیل مسیح امت محمدیہ میں ہو سکتے ہیں۔

۱۰...... یہ غلط اور سراسر جھوٹ ہے کہ ایک رسول کے آنے سے سارا جہان پکڑا جاتا ہے بلکہ جو آیت آپ نے نقل کی اس میں امم کا لفظ ہے اور ایک دوسرے آیت میں ہے: ''وما ارسلنا فی قریة من نبی الا اخذنا اهلها بالباسآء والضرآء لعلهم یضرعون '' اس آیت میں فی قریۃ اور اہلہا کا لفظ صاف بتلا رہے ہیں کہ جس قریہ میں کوئی نبی آتا ہے اور صاف طور پر اپنے بیان اور نشانات سے تبلیغ کرتا ہے۔ تب وہاں کے لوگ مصائب اور نقصانات اٹھاتے ہیں نہ کہ دور دراز دیہات اور امصار کے لوگ۔ جن کو اس نبی کی خبر تک بھی نہیں ہوتی۔ ایسا ہی آیات ذیل سے ظاہر ہے: ''وان من قریة الا خلافیها نذیر وان من امة الا خلافیها نذیر '' چنانچہ واقعات سے بھی یہی ثبوت ملتا ہے کہ موسیٰ علیہم السلام کی مخالفت سے فرعون اور اس کا لشکر تباہ ہوئے۔ ایسا ہی قارون معہ اپنے آدمیوں کی ایک ہوا، ایسا ہی اقوام ہود وصالح ونوح ولوط وغیرہ علیہم السلام کا حال ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی مخالفت سے گردن کشاں مکہ ہلاک ہوئے اور وہ بھی کامل تبلیغ اور سخت مخالفت کے بعد ایسا کبھی نہیں ہوا کہ نبی کی مخالفت تو مکہ میں ہوئی اور ہلاک ہوئے کلکتہ، عدن، جاپان، روس، کانگڑہ، فارموسا اور سانس فرانسسکو۔ یہ ایک صاف بات ہے کہ مرزا قادیانی کی خلاف ورزی کے مجرم وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن پر پہلے تو یہ بات ثابت ہو جائے کہ...... فی الحقیقت مرزا قادیانی خدا کا مرسل ہے۔ پھر یہ ثابت ہو جائے کہ جو تعلیمیں پہلے سے ان

کوٹلی ہیں باطل ہیں۔ پھر جو حکم مرزا قادیانی کی طرف سے پہنچتا ہے وہ بیشک خدا کا حکم ہے۔ اس کے بعد اگر وہ عمداً حکم الٰہی کا خلاف کریں تب وہ بیشک مجرم اور قابل سزا ہیں۔ اے نورالدین یہ باتیں آپ کی شان سے بہت بعید ہیں۔

۱۱...... نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ رب العالمین کا سچا کلام ہے۔ چونکہ محمد مصطفیٰ ﷺ رحمت اللعالمین تھے نہ کہ مرزا قادیانی کی طرح دنیا کے خون کے پیاسے۔ اس لئے سخت سے سخت دکھ اور ذلت اٹھا کر بھی آپ کے اندر انتقامی جوش پیدا نہیں ہوا تھا۔ بلکہ رحم ہی جوش میں تھا۔ اس لئے مکہ والوں پر عذاب ہجرت کے بعد آیا۔ بٹالہ، امرتسر اور لاہور میں بھی تو مرزا قادیانی کی سخت مخالفت ہو رہی ہے۔ پھر وہ کیوں نہیں ہلاک ہوتے۔ مگر سانس فرانسسکو، فارموسا، اٹلی اور کولمبیا اور ایکوڈور تباہ ہوگئے۔ اے نورالدین ایسی اندھی باتیں تو آپ کے علم اور فہم اور خلوص سے بہت بعید ہیں۔ کیا سچ ہے ”حب الشئ یعمی ویصتم“

۱۲...... انبیاء علیہم السلام کی اطاعت نجات کا آسان اور سیدھا راستہ ہے اور دانستہ ان سے انکار کرنا یا ان کی مخالفت کرنا شقاوت اور بے ایمانی کی دلیل ہے۔ آسمانی کتابوں میں جہاں اور ہزاروں حکم ہیں ان میں اطاعت رسول کا حکم بھی بکثرت ہے۔ مگر ان تمام میں سب سے بڑا حکم جس کے بغیر نجات مل ہی نہیں سکتی۔ وہ توحید ہے۔ جیسا کہ آیات ذیل سے صاف ظاہر ہے۔ ”ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء بلیٰ من اسلم وجھہ للّٰہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون“

۱۳...... ایمان کے لوازمات محض اسی قدر نہیں جو ان آیات میں مذکور ہوئے بلکہ تمام قرآن پر علیٰ التناسب عامل ہونا لازمی ہے۔ تمام آوامر کی پابندی اور تمام نواہی سے بچنا اور تمام عقائد پر ایمان رکھنا لوازمات ایمان وتقویٰ میں سے ہیں۔ مگر کم سے کم درجہ ایمان وتقویٰ کا جو کشتی نجات ہوسکتا ہے وہ بحکم قرآن وحدیث اسی قدر ہے۔ ”من قال لا الہ الا اللّٰہ فدخل الجنۃ“ نور الدین اور ایسے مغالطہ آمیز دلائل۔

۱۴...... ہاں! بے شک ہر گناہ کی سزا ہے۔ قتل عمد کی سزا جہنم ہے۔ ایسا ہی ہر جرم کی سزا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ظاہری مجسٹریٹ تمام جرم کی سزا قانون کے مطابق پوری نہیں دیا کرتے۔ خدائے عالم تو ارحم الرحمٰن اور مختار مطلق ہے۔ اس کی شان ہے: ”یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء“ وہ جس کو چاہے معاف بھی کرسکتا ہے۔ جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے: ”ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء“ ایسا ہی خلاف مہدی اس طرف اور کذب کے

جرم مرزا قادیانی کی نسبت ظاہر ہیں۔ اگر ایک ایک جرم پر پکڑ ہو تو کیا ٹھکانا ہے۔ ''فاما من ثقلت موازینه فهو فی عیشة راضیة واما من خفت موازینه فامّه هاویه'' یہ صحیح اور بالکل صحیح کہ ہر انسان کی نجات کے رحم اور فضل سے ہوسکتی ہے۔

۱۵...... میں نے اللہ اور رسول کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی جس طرح قرآن کریم میں ہے: ''کل اٰمن بالله وملئکته وکتبه ورسله لا نفرق بین احد من رسله'' اسی طرح پر میں تمام انبیاء علیہم السلام کو بلاتفریق مانتا ہوں۔ ہاں! مرزا قادیانی ضرور تفریق کی جب یہ کہا کہ خدا کا ماننا اور تمام رسولوں کا ماننا اور تمام اعمال ہیچ جب تک مجھ کو نہ مانا جائے۔ مرزا قادیانی نے خدا کی عظمت وجلال کو خاک میں ملا دیا اور تمام انبیاء کو اپنا خادم ہونا ظاہر کر دیا۔ جب یہ شائع کیا کہ خدا فرماتا ہے کہ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ میں تو یقیناً جانتا ہوں کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا ماننا ہے۔ تمام رسولوں کا ماننا ہے۔ تمام غلطیوں سے بچنے کا سیدھا اور آسان راستہ یہی ہے جو ان کے خلاف ہے۔ وہ سراسر لغو اور شیطانی امر ہے۔ اسی بناء پر مجھے مرزا قادیانی کا خلاف کرنا پڑا۔ صدہا عمل خلاف سنیں۔ انبیاء جو مرزا قادیانی سے صادر ہوئے ان میں سے چند ایک آپ کی توجہ کے لئے پیش کرتا ہوں۔

اوّل...... متواتر خلاف عہد یاں: براہین احمدیہ کی امداد ان کے سرورق پر شائع کیا کہ اب اس کتاب کی طبع میں کبھی توقف نہ ہوگا۔ مگر اب تک نہ باقی کتاب چھپی اور نہ چندوں کا کچھ فیصلہ ہوا۔ پھر سراج منیر کی مفت اشاعت کے لئے چودہ سو روپیہ چندہ کا اعلان شائع کیا گیا اور بہت سا چندہ وصول بھی ہوا۔ مگر جب وہ مدتوں کے بعد شائع ہوا تو قیمتاً دیا گیا۔ پھر رسالہ ماہواری یعنی قرآنی طاقت جلوہ گاہ کا اشتہار دیا گیا کہ وہ ۲۰؍جون ۱۸۸۵ء سے ماہ بماہ نکلا کرے گا۔ پھر نشان آسمانی کے ص۴۲،۴۳ میں باہمت دوستوں سے امداد چاہی۔ اے مرداں بکوشید وبرائے حق جوشید!

اور یہ بھی ارشاد جاری کیا کہ ایک رسالہ جو میری طرف سے شائع ہو میرے دوست اس میں پوری مدد دیں اور ذی مقتدر لوگ زکوٰۃ سے میری کتابیں خرید کر مفت تقسیم کریں اور میری تالیفات اور بھی ہیں جو نہایت مفید ہیں۔ مثلاً رسالہ احکام القرآن، اربعین، فی علامات المقربین، سراج منیر، تفسیر کتاب عزیزی پھر جلسہ دسمبر ۱۸۹۳ء میں پریسوں کے لئے ۲۵۰ روپیہ ماہوار کی ضرورت پیش کی اور فرمایا کہ ہر ایک دوست اس میں بلاتوقف شریک ہو اور ماہوار چندہ تاریخ مقررہ پر بھیجتا رہے۔ اس سے بقیہ براہین اور اخبارات اور آئندہ رسائل کا کام جاری رہ سکتا ہے۔ اب چندوں کی امداد ڈھائی سو سے بھی تین چار گنی زیادہ ہے مگر براہین احمدیہ، تفسیر کتاب عزیز اور

رسائل ماہوار وغیرہ کا کہیں نام ونشان نہیں۔ جو کتابیں نکلتی بھی ہیں ان کی قیمت اصل سے تین چار گنی زیادہ وصول کی جاتی ہے۔ تمام چندہ بمعہ مدز کوۃ سب بلا حساب پیٹ میں ہی ہضم ہو رہی ہے۔ کیا تمام نبی اور رسول ایسی ہی بدعہد اور شکم پرور تھی؟ کیا عمل قابل متابعت ہے۔ اے نورالدین آپ نے مرزا قادیانی کو رسول مان کر اطیعون تو سنا دیا پر ان کے عملوں کو بھی دیکھا کہ وہ عمل انبیاء علیہم السلام کی طرح واجب الاطاعت بھی ہیں یا نہیں؟

دوم...... کذب بیانی: جب براہین کی طبع کے واسطے تو روپیہ موجود نہیں تھا نہ چھوٹے سے رسالہ سراج منیر کے لئے۔ پھر ہزاروں روپیہ کے انعامی اشتہار کیسے دیئے گئے۔ کیا یہ کذب میں داخل نہیں؟ فہرست حاضرین جلسہ ۱۸۹۳ء کی فہرست جو دافع الوساوس میں شائع ہوئی تھی۔ حدیث کدعہ کے بعد اس میں تراش خراش کر کے ۳۱۳ کی تعداد انجام آتھم میں شائع کی گئی۔ کیا یہ کذب نہیں؟ بلا علم غیب لوگوں کو حرام زادہ اور بددیانت کہنا کذب نہیں ہے؟ تو کیا ہم بھی اسی طرح جھوٹ بولا کریں۔ تا کہ ان کی متابعت پوری پوری ہو جائے؟

سوم...... فحش گوئی: بیچارے مولویوں کو جو محض اسلام کی خاطر خلاف کرتے رہے ان کو ولد الحرام، خنازیر، کورچشم، درندہ، ذریت شیطان، حرام زادہ، شیطان، دیو، گمراہ، فرعون، خبیث القلب ان پر لعنتوں کی جوتیاں پڑیں۔ ہزاروں لاکھوں بار۔ اندھیرے کے کیڑے، اوباش، لومڑی۔ تمام دنیا سے بدتر دجال، بطال، جھوٹ کا گوہ کھایا، چوہڑے چمار، جاہل وحشی، سور، بندر، زندیق، سانپ، کتے، بچھو، مادرزاد اندھے، مردار خور مولوی، نمک حرام، ہامان، ہندوزادہ تو پھر کیا یہ عمل مرزا قادیانی کا واجب الاطاعت ہے؟ اور ہم دن رات لوگوں کو فحش گالیاں نکالا کریں؟ یا قرآن کریم کی اطاعت کریں جو فرماتا ہے۔ ”لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ “ یا ارشاد خاتم النبیین کو جو فرماتے ہیں: ”لیس المؤمن بالطعن ولا باللعان ولا الفاحش والا البذی“

چہارم...... آرام طلبی اور شکم پروری: مرزا قادیانی کا تو یہ حال ہے کہ اسلامی خدمت کے نام پر سات آٹھ سو روپیہ ماہوار چندہ جمع کیا۔ خود مزے سے کھایا اور دوسروں کو کھلایا۔ عنبر، مشک، کیوڑا، بیدمشک، مقویات محرکات اور مفرحات بکثرت استعمال ہوتے رہے۔ ایک عبدالکریم کی بیماری میں من ڈیڑھ من پختہ برف لگاتار لاہور سے آتی رہی۔ بیوی صاحبہ کے پاس زیور اور روپیہ اس قدر ہو گیا کہ مرزا قادیانی نے چار ہزار روپیہ کا زیور اور ایک ہزار روپیہ نقد ان سے لے کر اپنا باغ تیس سال کی میعاد پر ان کے پاس رہن رکھا۔ سفر بھی کیا تو محض بیوی صاحبہ کی خاطر سیکنڈ کلاس میں

دہلی کا۔ مکانات بھی وسیع اور فراخ بناء۔ برعکس اس کے خاتم النبیین سید المرسلین کا یہ حال کہ سونے کے لئے اکثر زمین پر بستر۔ رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا۔ کھانے کے لئے عموماً ستو یا نان جو اور وہ بھی اکثر ندارد۔ کبھی تین تین یوم کا فاقہ۔ اب فرمائیے کہ مرزا قادیانی کی آرام طلبی اور شکم پرستی واجب الاطاعت ہے یا سید المرسلین کی جفاکشی اور ایثار اور نفس کشی۔

پنجم...... ترک حج: اس امر میں کیا مرزا قادیانی کی متابعت چاہئے یا احکام قرآنی اور ارشادات سید المرسلین کی اطاعت جن میں حج کی بابت سخت تاکید ہے۔

ششم...... اپنی کتابوں کے لئے رقم زکوٰۃ طلب کرنا: اور کتابوں کی قیمت اصل مصارف سے سہ چند چہار چند رکھ کر ان کا نفع اپنے صرف میں لانا۔ کیا میں بھی اپنی دینی کتابوں کے لئے ایسا ہی کیا کروں؟

ہفتم...... تصاویر کھنچوانا: کیا سب مسلمان ایسا ہی کیا کریں یا احادیث صحیحہ کی تہذیب سے ڈریں؟

ہشتم...... تفرقہ اندازی: تعلیمات محمدی ﷺ کا یہ نتیجہ ہوا تھا کہ عرب کے خونخوار جنگ جو پشت در پشت چلے آتے تھے بند ہو گئے اور ان میں باہم صلح و محبت ہوگئی۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے: ’’اذ کنتم اعداء فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا وکنتم علیٰ شفا حفرة من النار فانقذکم منها ‘‘ مگر آج کا لم کلوچ ہو کر مرزا قادیانی نے مسلمانوں کو ایسا پھاڑ دیا کہ ظاہر اتفاق ناممکن ہوگیا۔ اب فرمائیے خاتم النبیین ﷺ کے صلح خیز اخلاق قابل اتباع تھے یا مرزا قادیانی کے فتنہ انگیز عمل؟

نہم...... جھوٹی شیخی اور کبریائی: قرآنی تعلیم کا یہ نتیجہ ہوا کہ مشرکین اور وحوش عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہو کر یہ الہامات الٰہی نازل ہوئی۔ ’’اذا جاء نصر الله والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین الله افواجاً فسبح بحمد ربك واستغفره انه کان توابا ‘‘ مگر آج تیرہ کروڑ مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر کے اور ملعون وجہنمی بنا کر مرزا قادیانی پر یہ الہام نازل ہوتے ہیں کہ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ تو میرے واسطے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد۔ جس سے تو راضی اس سے میں راضی۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ خدا عرش پر تیری حمد کرتا ہے۔ ’’سبحان الله ماشاء الله‘‘

دہم...... خلاف بیانیاں: جن کی کوئی انتہا نہیں کچھ تو پہلی خط وکتابت میں بیان ہو چکی کچھ اسی خط میں پہلی کتابوں میں تو یہ شائع کیا تھا کہ میرے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ یہ تو ان ہی

نبیوں کی شان ہوتی ہے۔ جو نئی تعلیم اور کتاب لے کر آتے ہیں۔ میرے جیسے دس ہزار مثیل مسیح امت محمد یہ میں ہو سکتے ہیں۔ مگر آج یہ کہتے ہیں کہ مجھ کو نہ مانے وہ کافر اور جہنمی ہے۔

یازدہم...... تعمیر منارہ:

اوّل...... تو بذات کو دا ایک لغو اور نمائسی عمارت ہے۔

دوم...... اس تعمیر میں ان احادیث صحیحہ کی تردید ہے۔ جن میں ارشاد ہے کہ سب برا طریق روپے برباد کرنے کا فضول عمارات بنواتا ہے۔

سوم...... اسلام کو اس وقت اشاعت القرآن کی سخت ضرورت ہے۔ دس ہزار روپیہ میں دس ہزار قرآنی تفاسیر مفت شائع ہو سکتی ہیں۔ ایسے وقت میں جب کہ اسلام مفلس ہے۔ اسلامی روپیہ کو فضول عمارات میں صرف کرنا سخت ظلم ہے۔

چہارم...... شرک پسند طبائع کے واسطے یہ ایک بت ہو سکتا ہے۔

دوازدہم...... بہشتی مقبرہ کی بنیاد سے:

اوّل...... تو قرآن مجید کے کامل اور مفصل ہونے کا دعویٰ باطل ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے ایسے ضرور مسئلہ پر جو باعث نجات ہو سکتا ہے۔ کوئی ارشاد نہیں فرمایا۔

دوم...... ان تمام احادیث صحیحہ کی تردید ہوتی ہے۔ جن میں ارشاد ہے کہ قبریں اونچی نہ کی جائیں نہ ان پر عمارتیں بنائی جائیں اور نہ ان پر کتبے لکھے جائیں۔

سوم...... سید المرسلین اور خلفائے راشدین کی سخت توہین ہے کہ ان کے مدفن بہشتی مقبرہ نہ بنیں۔ غلام احمد کا مدفن بہشتی مقبرہ بن جائے۔

چہارم...... خاتم النبیین کی نادانی ثابت ہوتی ہے کہ آخر وقت تک بہشتی مقبرہ کا کوئی انصرام نہ کیا بلکہ ایسے آسان طریق نجات سے دنیا کو محروم چھوڑ گئے۔

پنجم...... اس حدیث کا سخت خلاف ہے۔ جس میں ارشاد ہے۔ یہود پر خدا کی لعنت انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔

ششم...... عام قبر پرستی جس میں اس وقت اکثر مسلمان مبتلا ہیں۔ اس کی عملی تائید اور پورا استحکام ہے۔

ہفتم...... قرآن مجید صاف فرماتا ہے: ”لا تزر وازرة وزر اخرىٰ . لا تجزى نفس عن نفس شيئاً“ جب کوئی نفس ہی کام نہیں آ سکتا تو اس کا مقبرہ دوسروں کے کیسے کام آ سکتا ہے۔

سیزدہم...... دعویٰ ابنیت: قرآن مجید میں کسی نبی کی نسبت یہ الفاظ نہیں ہیں۔ ”انت منى وانا

منك ۰ لولاك لما خلقت الافلاك ‘‘اے نورالدین میں آپ کوزیادہ کیا لکھوں اور کیا سمجھاؤں آپ تو میرے سے بدرجہا زیادہ واقف ہیں۔ پس کیا یہ صحیح بات نہیں کہ جو الہامات قرآنی وحی کے خلاف ہوں۔ ان کو شیطانی سمجھا جائے اور ہر الہام کے لئے قرآن کریم کو میزان اور حکم بنایا جائے؟

چہاردہم...... نبوت انبیاء کی تحقیر: ازالہ اوہام میں مسیح علیہ السلام کی پیشین گوئیوں پر طنزاً کہا۔ کیا یہ بھی کچھ پیشین گوئی ہے کہ زلزلے آئیں گے۔ مری پڑے گی۔ لڑائیاں ہوں گی اور قحط پڑیں گے۔ پھر ایسی پیشین گوئیوں کو عظیم الشان بتایا جارہا ہے۔

پنجدہم...... مسیح علیہ السلام کے معجزات: کو مسمریزمی کرشمے قرار دے کر فرمایا کہ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ جانتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت مریم سے کم نہ رہتا۔ اس خالی شیخی کا ثبوت کیا ہے؟

شانزدہم...... بھیک مانگنا: البدر ۲۳، ۳۰ رجنوری میں شائع کیا ہر ایک بیعت کنندہ پر فرض ہے کہ حسب توفیق ماہواری یا سہ ماہی لنگر خانہ کا چندہ روانہ کرتا رہے۔ ورنہ ہر تین ماہ کے بعد اس کا نام بیعت سے خارج ہوگا۔ کیا تمام انبیاء ایسے ہی پیٹ گداتھے؟ کیا اس میں ’’لا اسئلکم علیه من اجر‘‘ کا خلاف نہیں ہے۔ امید ہے کہ اب جو کچھ آپ تحریر فرمادیں گے وہ معقولیت اور خدا پرستی کے ساتھ ہوگا۔ اگر آپ یہ ثابت کر سکیں کہ مرزا قادیانی کے تمام الہامات اور اعمال قرآن مجید وسنن انبیاء کے موافق ہیں تو میں فوراً ذکر الحکیم نمبر۴ کو جلادوں گا اور تادیب ہو جاؤں گا۔ قبولیت حق سے جب وہ مجھ پر ظاہر ہو جائیں گے۔ کبھی ہرگز نہ کروں گا۔ میں تلواروں سے نہیں ڈرتا۔ جیسا کہ مرزا قادیانی گول مول طور پر ۳۰ رمئی کو وحی میں مجھے ڈراتے ہیں۔ بلکہ خداوند عالم سے دعا کرتا ہوں کہ اگر میری گردن سے اسلام کی کوئی خدمت ہو اور اس رب کا جلال ظاہر ہو تو ایک بار نہیں بلکہ ہزار بار کٹ جائے۔ ہاں! بلادلیل میں قرآن مجید وسنن انبیاء کا انحراف نہیں کر سکتا۔ مرزا قادیانی کی یہ وحی پڑھنے کے بعد مجھے الہامات ہوئے۔ ’’انك لمن المرسلين‘‘ ’’تیرے ہاتھ سے دجالی فتنہ پاش پاش کرایا جائے گا۔‘‘ مرزا قادیانی کی نسبت تفہیم ہوئی۔ ’’ففريقا كذبتم وفريقاً تقتلون‘‘ اس رسالہ کی بابت الہام ہوا۔ ’’ان هوا الا ذكر لمن شاء منكم ان لستقيم‘‘ خاکسار: عبدالحکیم خاں ایم۔ بی، از تراوڑی ضلع کرنال، مورخہ ۲۸ رمئی ۱۹۰۶ء!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
المسیح الدجال
ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم"

الذکر الحکیم نمبر:۵(المسیح الدجال)

پہلے میرا یہ عقیدہ تھا کہ مسیح علیہ السلام جو رسول تھے فوت ہو چکے اور آنے والے مسیح مرزا غلام احمد قادیانی ہیں جو آچکے۔ عرصہ پچیس سال تک میرا یہی ایمان رہا اور بڑی ارادات کے ساتھ میں مرزا قادیانی کا مرید رہا۔ ان کے عیب اور خطاؤں کو بشری کمزوریوں پر محمول کرتا رہا۔ عالم قرآن اور مزکی خلق ہونے کی نسبت خالی دعویٰ سنتا رہا۔ مگر نہ کبھی کوئی قرآنی مشکل ہی ان کی طرف سے حل ہوئی نہ کوئی نکتہ معرفت ایسا سنا جو مجھے اپنے طور معلوم نہ ہوا ہو۔ نہ ان کی صحبت میں تزکیہ نفس اور رجوع الی اللہ کی خاص تاثیر دیکھی جو غیبت میں میسر نہ آئی ہو۔ پھر بھی حسن عقیدت کے طور پر قریباً بیس روپیہ ماہوار سے حتی الامکان ان کے لنگر، سکول، اخبارات اور کتب وغیرہ کی امداد کرتا رہا۔ اردو، انگریزی تفاسیر اور تذکرۃ القرآن ہزاروں روپیہ کے صرف سے ان کی تائید میں شائع کرتا رہا۔ حسن عقیدت کے غلبہ نے کبھی سوچنے نہ دیا۔ ذکر مرزا کی وجہ سے عام مسلمان میری تفاسیر اور دینی رسائل سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اکثر مصنف مذاق اور غیر متعصب اشخاص نے جو میری دینی تصانیف کو پڑھا ان سے بہت مستفید اور محظوظ ہوئے اور میرے نام لکھتے رہے کہ مرزا کے متعلق جو مضامین ان تفاسیر میں ہیں آپ ان کو نکال دیجئے تاکہ عام مسلمان اس سے مستفید ہوسکیں۔ مگر میں نے ان کی تحریروں پر کچھ خیال نہ کیا۔ "کل امر مرھون باوقاتھا" آخرکار جماعت کثیر ہو جانے کی وجہ سے جب مرزا قادیانی کی مشیخت اور کبریائی حد سے بڑھتی گئی اور ان کی جماعت میں تمام اسلام پر مرزا پرستی غالب ہوگئی۔ خداوند عالم اور تمام انبیاء کا استہزاء ہونے لگا۔ تب میں نے تعطیلات محرم وہولی میں مرزائیوں کو بمقام پٹیالہ چند ضروری مضامین پر لیکچر دینے شروع کئے اور ابتداء اسماء الٰہی، دلائل برہستی باری تعالیٰ اور تفسیر الحمد سے کی۔ کیونکہ جماعت احمدی میں خاص مرزا قادیانی کے اذکار کا جوش ایسا غالب ہوگیا کہ تسبیح وتقدیس اور تحمید باری تعالیٰ قریب قریب مفقود ہوگئے۔ یا محض برائے نام رسمی طور پر رہ گئے اور سوائے اس ایک مسئلہ کے اور تمام قرآنی تعلیموں کا چرچا جاتا رہا اور اس ایک ہی مسئلہ کا مذاق رہ گیا ہے۔ گویا پرستش باری تعالیٰ کی بجائے مرزا قادیانی کی پرستش قائم ہوگئی اور عملی طور پر ان کا کلمہ "لا الہ الا المرزا" ہوگیا۔ کیونکہ الہ یعنی معبود ومطلوب وہی ہے جس کی سب سے زیادہ طلب کی جائے اور جس کی سب سے زیادہ

پرستش کی جائے۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی کو بھی یہ الہام ہوئے: ”یاایها الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم“ یعنی اے لوگو! تم اپنے اس رب کی پرستش کرو جس نے تم کو اور ان تمام کو جو تم سے پہلے تھے پیدا کیا اور یہ بھی الہام ہوا: ”بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا“ بلکہ تم حیات دنیاوی کو اختیار کر رہے ہو۔ یہ ہر دو الہامات ان کی تنبیہ اور تادیب کے لئے کافی تھے۔ اگر وہ ان الہامات کو نظر غور اور نیت عمل سے دیکھتے۔ مگر ذکر مرزا کا مذاق ایسا غالب ہو گیا کہ دن رات ان کی مجلسوں میں یہی ذکر غالب تر ہوتا ہے۔ اخبارات الحکم اور البدر میں بھی یہی ذکر ہوتا ہے۔ مگر اس ذکر سے وہ کبھی نہیں اکتاتے۔ یہ مذاق قرآن مجید کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ قرآن از اوّل تا آخر اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور قدرت وحکمت کا بیان رنگارنگ پیرایوں میں کرتا ہے۔ با تزکیہ نفس اور اصلاح اعمال کا اور بشری ضروریات کے ہر پہلو پر علی التناسب نہایت مدلل اور معقول بحثیں کرتا ہے۔ ایسا نہیں کہ خدا کی حمد وثناء اور تزکیہ نفس کے تمام پہلوؤں کو چھوڑ کر ایک محمد ﷺ کی ہی حمد وستائش تمام اذکار پر مقدم اور غالب کر لی ہو۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی اور ان کی جماعت کا عموماً حال ہے۔ خود مولوی نور الدین نے بھی جو جماعت مرزائیں اسلام کا ایک عملی نمونہ ہیں ان ایام میں جب کہ میں تفسیر القرآن بغرض اصلاح مرزا قادیانی اور آنجناب کو سنایا کرتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ مرزا کو تو بس ایک وفات مسیح کی بحث سنا دیا کرو۔

پھر اس پر طرفہ تر یہ ہے کہ تیرہ کروڑ مسلمانوں کو جو تیرہ سو سال میں تیار ہوئے ہیں بلا تبلیغ کامل خارج از اسلام سمجھنے لگ گئے ہیں۔ میں نے توحید وعظمت باری تعالیٰ پر تین یا چار ہی لیکچر دیئے تھے کہ احمدی لوگ گھبرائے اور ایک شخص عبدالغنی خاں نام نے جماعت کی طرف سے کہا کہ آپ مرزا قادیانی کا ذکر کیوں نہیں کرتے۔ میں نے جواب دیا کہ ابھی تو حمد ہو رہی ہے اور الحمدللہ کی تفسیر ہے۔ ابھی تو ”رب العالمین ، الرحمن ، الرحیم “اور”مالك یوم الدین “ کی تفسیر بھی نہیں ہوئی۔ حمد کے بعد نعت رسول ﷺ پھر منقبت مرزا ہوگی۔ حاضرین میں سے بعض نے یہ بھی کہا کہ توحید وتحمید باری تعالیٰ بھی مرزا کا مشن ہے۔ مگر ان باتوں سے پکے احمدی مطمئن نہ ہوئے اور روز بروز واویلا بڑھتا گیا۔ آخرکار ایک روز عبدالغنی خاں نے مسجد میں یہ کہا کہ آپ تو حمد الٰہی کے ساتھ مرزا قادیانی کا ذکر کرنا شرک سمجھتے ہیں۔ مگر میں اس بات کو شرک سمجھتا ہوں کہ حمد الٰہی کے ساتھ مرزا قادیانی کا ذکر نہ کیا جائے۔ ان حالات سے مجھ کو سخت افسوس ہوا۔ جس قدر میں اس بات پر زور دیتا تھا کہ کوئی انسان کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ قرآن مجید کے تمام مسائل پر علی التناسب زور نہ دیا جائے۔ ایک ہی مسئلہ پر تل جانا اور اسی کو تمام امور پر

غالب اور مقدم کرنا ایک قسم کا جنون اور سخت فسادات کی بناء ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:
"جعلوا القرآن عضین" "یعنی قرآن کو بوٹی بوٹی کر دیا۔" "واعتصموا بحبل الله جمیعاً ولا تفرقوا" "اللہ کی رسی کو اکٹھے ہو کر مضبوط پکڑو اور تفرقہ اندازی مت کرو اور تمام تفرقہ اور فسادات کی بنا یہ بتلائی ہے۔" "کل حزب بما لدیهم فرحون" "تمام فریق اپنی اپنی بات پر اتراتے ہیں۔ مگر وہ مرزا قادیانی کے دیوانے کب سنتے تھے۔ اتفاقاً مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی پٹیالہ میں تشریف لائے اور ان کے وعظ شروع ہوئے۔ میں نے ان سے ذکر کیا کہ آپ اپنے تمام وعظوں میں قرآنی عظمت اور قرآنی تعلیم کی ضرورت اور عمل بالتناسب پر زور دیں۔ اگر ہماری جماعت کے لوگ قرآن مجید کے عاشق ہو جائیں یا کم سے کم قرآنی مطالعہ کا اس قدر ہی چرچا ہو جائے۔ جیسا کہ البدر اور الحکم اور مرزا قادیانی کے اشتہارات کا تو ہر قسم کی اخلاقی کمزوریاں اور نقص رفتہ رفتہ دور ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ تمام امراض انسانی کا یہی ایک کامل اور یقینی نسخہ ہے۔
"فیه شفاء لما فی الصدور" "مولوی صاحب نے بھی اپنے وعظوں میں جب یہ ذکر غالب کیا تو مرزا قادیانی کے دیوانے اور پکے مرزائی تاڑ گئے۔ کہ یہ ڈاکٹر صاحب کی تلقین ہے اور انہیں بھکانا چاہا اور کثیر التعداد ہونے کی وجہ سے غالب ہوئے۔ تب تو انہوں نے قرآن مجید کے انہیں مضامین پر وعظ شروع کر دیئے۔ جن میں مرزا قادیانی کی نسبت استدلال ہو سکتا تھا اور ہر وعظ میں مرزا قادیانی کو محمد ﷺ کا مظہر اتم ثابت کرنا شروع کیا۔ اس سے میرا افسوس اور مایوسی اور بھی زیادہ ہوگئی۔ پھر طرفہ تر یہ کہ جب مولوی انشاء اللہ خان صاحب ایڈیٹر الوطن کی تحریک پر مولوی محمد علی وخواجہ کمال الدین وغیرہ نے یہ تجویز پاس کی اور شائع کی کہ ریویو آف ریلیجنز قادیان میں عام اسلامی مضامین شائع ہوا کریں اور خاص مرزا قادیانی کے متعلق ابحاث علیحدہ ضمیمہ میں شائع ہوا کریں۔ جن کو خاص مریدوں کے نام جاری کیا جائے یا دیگر ایسے اشخاص کے نام جو اس کے خود خواستگار ہوں۔ اس تجویز کی اشاعت سے میرا دل قدرے ٹھنڈا ہوا اور میں نے کہا کہ ہماری جماعت میں عالی خیال اور عالی ظرف لوگ بھی ہیں اور اب یہ کام قرآنی رنگ اور خدائی آئین پر چلے گا اور ہمارا پیغام احسن اور بلیغ صورت میں تمام دنیا کو پہنچے گا۔ مگر وہ تمام خوشی خاک میں مل گئی جب پکے مرزائیوں یا مرزا کے شیدائیوں نے اس تجویز کے خلاف شور مچانا شروع کیا اور تیرہ سو سال کے اسلام اور قرآن کی نسبت الحکم والبدر میں شور مچایا۔ کیا ہم مردہ اسلام پیش کریں؟ افسوس کیا قرآن مجید میں کوئی اسرار معرفت اور حیات بخش باتیں نہیں؟ کیا خداوند عالم اور اسلام آج مرزا قادیانی کی وجہ سے زندہ ہوئے اور پہلے مردہ تھے؟ مولوی محمد علی کو مرزائیوں کا شور دبانے کی غرض سے اپنے

اقرار اور عقائد شائع کرنے پڑے۔"انا للہ وانا الیہ راجعون" انہی ایام میں میں نے تین ماہ کی رخصت استحقاقی کے لئے درخواست پیش کر دی اور دل میں آرزو تھی کہ قادیان پہنچ کر خالص قرآنی مضامین اور اسی کی ترتیب پر لیکچر دیا کروں گا۔ ممکن تھا کہ ان لیکچروں سے ہی یہ مانو مانیا اور اکنٹرلیسی دور ہو کر کل قرآن مجید کا مذاق پیدا ہو جائے۔ مگر میں زیادہ صبر نہ کر سکا اور چند ضروری تجاویز پر ایک خط وکتابت شروع کی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مرزائے قادیانی نے مجھ کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا۔ وہ خط وکتابت علیحدہ بنام الذکر الحکیم نمبر ۴ میں شائع ہو گئی ہے جو ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجنے پر مینجر مطبع عزیزی مقام ترآوڑی ضلع کرنال سے مل سکتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے صاف طور پر معلوم ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی کیسے علم وعقل اور کیسے اخلاق کے انسان ہیں۔ میں لکھتا کچھ ہوں اور وہ سمجھتے کچھ ہیں۔ بہر امر میں بینات قرآنی پیش کرتا ہوں اور وہ ان کو رد کرتے اور میرا قول قرار دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو بلاوجہ خارج از اسلام اور غیر ناجی بتلاتے اور تمام عالم کو جہنمی قرار دیتے ہیں۔ خداوند عالم اسلام اور قرآن کو جب تک مرزا قادیانی کی شمولیت نہ ہو مردہ کہتے ہیں۔ تمام زلزلوں، آتش فشانیوں، وباؤں اور حوادثات کو خواہ وہ ایکوے ڈور میں ہوں یا اٹلی میں یا فارموسا میں یا سانس فرانسسکو میں۔ الغرض کسی شہر یا گاؤں میں ہوں خواہ ان کو مرزا قادیانی کی خبر بھی ہو یا نہ ہو۔ اپنی تکذیب کا ہی نتیجہ بتلاتے ہیں نہ کہ فسق وفجور، دہریت، کفر شرک، توہین اسلام، توہین وتکذیب قرآن، توہین محمد مصطفیٰ ﷺ وغیرہ جرائم کا۔ خداوند عالم کو ایک باؤلا جھلا اور ولی سمجھ لیا۔ جو جوش حمایت میں از خود رفتہ ہو کر مرزائی خاطر دنیا کو تباہ کرتا پھر رہا ہے اور اتنا بھی نہیں سوچتا کہ اس کے اصل اور بڑے مکذب کون ہیں۔ دنیا میں کہیں تباہی آئے تو خود مرزا قادیانی اور ان کے مرید بغلیں بجاتے اور عید مناتے ہیں کہ یہ ہمارے واسطے ایک نشان ظاہر ہوا اور ہر وقت اسی ہوس اور انتظار میں ہیں کہ دنیا تباہ ہو۔ فلاں ہلاک ہو۔ جس قدر زیادہ تباہی آئے اسی قدر ان کی گھری عید ہو۔ وغیرہ وغیرہ!

چونکہ انہوں نے میرے خلاف البدر اور الحکم میں ایک اعلان شائع کر دیا اور میرا کوئی خط شائع نہیں کیا۔ اس لئے میں نے وہ تمام خط وکتابت علیحدہ شائع کر دی۔ چونکہ ۱۳ مئی کو ایک خواب کی بناء پر میں نے یہ بھی شائع کر دیا تھا کہ جب تک مرزا قادیانی اپنی موجودہ زیادتیوں کی اصلاح نہ کر لیں۔ میں اپنی بیعت واپس لیتا ہوں۔ میری تفاسیر اور تذکرۃ القرآن میں جو مضامین ان کے متعلق ہیں وہ مشکوک سمجھے جائیں اور اگر مرزا قادیانی نے موجودہ زیادتیوں کی اصلاح نہ کی اور توبہ شائع نہ کی تو آئندہ میں ان تمام مضامین کو اپنی تفاسیر میں سے نکال دوں گا۔ چونکہ

مرزا قادیانی کی طرف سے اصلاح اور توبہ کی کوئی امید نہیں رہی۔ اس لئے جس قدر تفاسیر میرے پاس تھیں ان میں سے وہ مضامین نکال دیئے ہیں اور ان کی بجائے حاشیہ لگادیا ہے اور تمام خریداران تفاسیر کے نام بھی یہ اوراق بھیج دیئے ہیں تاکہ وہ اپنی تفاسیر میں سے اوراق از صفحہ ۲۳۹ تا ص ۲۹۰ نکال کر یہ اوراق چسپاں کر لیں۔ جن بناؤں میں عقیدہ مسیحیت ومہدویت ومہدویت مرزا سے تائب ہوا ہوں وہ مختصراً حسب ذیل ہیں:

اوّل...... تمام مسلمانوں کو جو مرزا قادیانی کو نہ مانیں خارج از اسلام اور جہنمی قرار دینا اور ان کے ساتھ تعلق رکھنے کو حرام بتلانا۔ چنانچہ (تحفہ گولڑویہ ص ۲۸ حاشیہ، خزائن ج ۱۷ ص ۴۱۶) پر لکھتے ہیں: ”یادرکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام کہ کسی کفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔“

پھر الحکم مورخہ ۲۴ رمئی ۱۹۰۵ء میں شائع کیا کہ: ”وہ شخص میری جماعت سے خارج ہے جو احمدی ہوکر بھی اپنے رشتہ ناطے غیر احمدیوں سے کرے۔“

موجودہ خط وکتابت میں تو مکفر یا مکذب یا متردد کی شرط بھی اڑادی۔ بلکہ بار بار یہی لکھتے رہے کہ: ”تیرہ کروڑ مسلمان جو مجھ کو نہیں مانتے سب کے سب جہنمی اور خارج از اسلام ہیں۔ خواہ ان پر تبلیغ ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔“ میں نے جب لکھا کہ امت محمدیہ میں جو لوگ ہماری تکذیب نہیں کرتے اور ہمیں صریحاً کافر نہیں کہتے ان تمام کو کافر نہ سمجھا جاوے۔ بلکہ حسن ظنی سے کام لیا جائے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ میری اس تحریر پر ایسے طیش میں آئے کہ: ”مجھے مرتد قرار دیا“ اور حواس باختہ ہوکر میرے خطوں کا جواب کچھ سے کچھ دیتے رہے۔ یہ ایک مسئلہ کہ مرزا قادیانی کے ماننے پر نجات منحصر ہے۔ ایسا خبیث اور باطل ہے کہ اس سے ساری خدائی باطل ٹھہرتی ہے۔ اوّل تو یہ ربوبیت باری تعالیٰ کے خلاف ہے۔ کیونکہ جس قدر کسی شئے کی زیادہ ضرورت ہے۔ اسی قدر رب العالمین نے وہ چیز زیادہ عام کی ہے۔ مثلاً ہوا اور پانی پس اگر مرزا قادیانی کے ماننے پر نجات کا انحصار ہوتا تو رب العالمین اپنی قدرت سے اس کا ایسا انتظام کرتا کہ ہر ایک شخص کی فطرت میں جیسا کہ اس کی ربوبیت منقوش ہے۔ ویسا ہی مرزا غلام احمد مسیح بھی منقوش ہوجاتا۔ بلکہ زمین وآسمان میں گنجار پڑ جاتی کہ نجات کا مدار غلام احمد کے ماننے پر ہے۔ اس پر ایمان لانے کے بغیر توحید، عبادت اور اعمال سب باطل ہیں۔

دوم...... ایسا ایمان رحمانیت کے منافی ہے۔ کیونکہ الرحمٰن نے ہر حیوان کو اس کے مطابق حال اعضائے اور علوم دیئے ہیں۔ مثلاً ہر حیوان فطرتی طور پر اپنی غذا، اپنے طریق بود وباش اور اپنے

اپنے ناموں کو جانتا ہے۔ایسا ہی ہر انسان چلنا، پھرنا، دیکھنا، سننا، سونا، جاگنا، فطرتاً جانتا ہے اور نیکی و بدی کو پہچانتا ہے۔ مگر یہ ایمان کہ مرزا غلام احمد کا ماننا نجات کے واسطے لازمی ہے۔ کسی کی فطرت نہیں۔

سوم...... یہ ایمان رحیمیت باری تعالیٰ کا منافی ہے کہ جب تک کوئی انسان مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان نہ لائے۔ اس وقت تک اس کا رحم ممکن نہیں۔

چہارم...... یہ ایمان مالک یوم الدین کا معطل کنندہ ہے۔ کیونکہ نجات مرزا غلام احمد قادیانی کے ہی ماننے پر منحصر ہے۔

پنجم...... یہ ایمان تمام خدائی اور فطرت اللہ کا باطل کنندہ ہے۔ غور کرو مساوات جبریہ پر۔

خدا کا ماننا + اعمال صالحہ + مرزا پر ایمان = نجات

خدا کا ماننا + اعمال صالحہ = یعنی ہیچ

پس آپ کا کلمہ یہ ہوا ”لا الٰہ الا المرزا“ کیونکہ مدار نجات اللہ کے ماننے اور اعمال صالحہ پر نہیں بلکہ مرزا کے ماننے پر ہے۔ خدا کا ماننا اور اعمال صالحہ سب ہیچ ہیں۔

ششم...... یہ ایمان قواعد عدل وانصاف کے خلاف ہے۔ کیونکہ جس قدر کوئی قانون نہایت اہم ہوتا ہے۔ اسی قدر اس کی اشاعت عام کی جاتی ہے اور جب تک کسی شخص پر ایک حکم پہنچنا قطعی طور سے ثابت نہ ہو جائے۔ اس وقت تک وہ اس کے خلاف سرکشی اور عدول حکمی کا مجرم نہیں ٹھہرایا جاتا۔ آپ کا مقدمہ ہی آپ کی رہبری کے لئے کافی تھا کہ محض ازالہ حیثیت عرفی کا جرم قائم کرنے میں عدالت نے کس قدر تحقیقات کی گواہوں کے بیانات لئے۔ آپس کی جرح مدتوں تک سنی۔ آخر میں فریقین کے بیانات کا موازنہ کر کے مدلل فیصلہ لکھا۔ مگر آپ تو تمام دنیا کو جہنمی بنانے کے لئے اتنا بھی کسی سے نہیں پوچھتے کہ تیرے پاس ہم پر ایمان لانے کے لئے کافی دلائل پہنچے یا نہیں۔ پھر تو کس وجہ سے مخالف ہے۔ کیوں نہ ہو آسمانی حکم جو ہوئے۔ علام الغیوب اور ہر جگہ حاضر و ناظر جو ہوئے کچھ تو سوچو۔ خداوند عالم، قرآن مجید اور اسلام کو کیوں ذلیل کرتے ہو۔ براہ خدا ایک لحظہ تو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ کیا تمام دنیا کے ہر فرد بشر پر آپ خود تبلیغ کر چکے یا آپ کے مرید ہر فرد بشر کو آپ کی مسیحیت کا قائل کر چکے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ عدم تبلیغ کے مجرم آپ اور آپ کی جماعت ہیں جو ایسے اہم احکام کو دبائے ہوئے گھر بیٹھے ہیں اور تمام دنیا کو سرکش اور کافر بنا رہے ہیں۔ عام مسلمانوں میں لاکھوں خدا پرست، پابند صوم صلوٰۃ، تہجد گذار، محسن، ہمدرد، خیر خواہ، راست باز، متقی، منصف مزاج، حلیم، شریف، پارسا، اوامر پر عامل اور

منہیات سے بچنے والے ہیں۔ خدا کے واسطے روزہ رکھنے، حج کرنے، فسق و فجور، جھوٹ، ظلم، فریب اور ریا سے بچتے اور اللہ تعالیٰ کے واسطے جان و مال نثار کرنے کو تیار ہیں۔ کبھی انجمن حمایت اسلام، ندوۃ العلماء اور کانفرنس کے جلسوں میں شریک ہو کر تو دیکھو۔ مگر آپ تمام کو بلا تفتیش بیک قلم خارج از اسلام اور جہنمی بتلا رہے ہیں۔ یہ کیسا غضب ہے جو عالی شان عمارت اسلام تیرہ سو سال میں تیار ہوئی تھی۔ وہ آپ نے گرادی اور جو ایک دو لاکھ جماعت آپ نے تیار کی وہ کل کو کسی اور امام کے آنے سے ہلاک ہو جائے گی۔

خاتم النبیین سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے ایسے شخصوں کو جو خدا پرست موحد، مخیر، عابد اور عادل تھے کبھی جہنمی قرار نہیں دیا۔ بلکہ اویس قرنی، حاتم طائی اور نوشیرواں کو عزت کے الفاظ سے یاد فرمایا۔ اہل کتاب کو بدیں الفاظ دعوت فرمائی۔ ''تعالوا الیٰ کلمة سوآءٍ بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللّٰه ولانشرك به شیئا '' ایک بات کی طرف آ جاؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوائے اور کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی شئے کو اس کا شریک ٹھہرائیں۔'' ولو انهم اقاموا التورات والانجیل وما انزل الیهم من ربهم لا کلوا من فوقهم ومن تحت ارجلهم '' اور اگر وہ تورات و انجیل کو اور اس (تعلیم) کو قائم کرتے جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل ہوئی وہ اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے بھی: ''ان الذین اٰمنوا والذین هادوا والنصاریٰ والصابئین من اٰمن باللّٰه والیوم الاٰخر وعمل صالحاً فلهم اجرهم عند ربهم ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون '' جو لوگ مسلمان ہو گئے یا جو یہودی یا عیسائی یا ستارہ پرست وغیرہ ہیں جو کوئی اللہ کو اور یوم آخرت کو مانے اور اچھے عمل کرے ان کے واسطے ان کے رب کے پاس اجر ہے۔ پس ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' بلیٰ من اسلم وجهه للّٰه وهو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون '' بلکہ جو کوئی آپ کو اللہ کے حوالہ کر دے اور محسن بنے اس کے واسطے اس کے رب کے پاس اجر ہے۔ پس ان پر کوئی خوف نہیں نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اکثر آیات میں ایک ایک کمال کے ساتھ مغفرت اور فلاح کے وعدے ہیں مثلاً آیات ذیل میں: ''ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم '' تحقیق نیک لوگ بہشت میں ہیں اور بدکار لوگ دوزخ میں۔'' قد افلح من زکّٰها وقد خاب من دسّٰها '' تحقیق مراد کو پہنچا وہ جس نے نفس کو پاک کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اسے ناپاک کیا۔'' ان رحمت اللّٰه قریب من المحسنین '' تحقیق اللہ کی رحمت محسنوں کے

قریب ہے۔ ''لمن خاف مقام ربه جنتٰن ''جو اپنے رب کے جاہ وجلال سے ڈرتا ہے اس کے واسطے دو بہشتیں ہیں۔ ''ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبه ''جو اللہ پر بھروسہ کرے اس کے واسطے کافی ہے۔ ''ومن یتق اللّٰہ یجعل له مخرجاً ویرزقه من حیث لا یحتسب ''جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے واسطے خلاصی کے راستہ پر پیدا کر دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔

حدیث صحیح میں ہے: ''من قال لا الٰه الا اللّٰہ فدخل الجنة ''جس نے اپنے حال اور قال سے یہ بتایا کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود اور مطلوب نہیں ہے۔ پس وہ بہشت میں داخل ہوگیا۔ ''ان الدین عند اللّٰہ الاسلام ''، ''ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه وھو فی الآخرة من الخاسرین ''تحقیق اللہ کے نزدیک مقبول دین اسلام ہے جو اسلام کے سوائے اور کسی دین کا متلاشی ہو وہ کبھی مقبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں سے ہوگا۔ اس اسلام کی وسعت فرمائی۔ ''وله اسلم من فی السمٰوٰت والارض طوعاً وکرھاً ''اس کے واسطے مسلمان ہے جو کوئی بھی آسمانوں میں ہے یا زمین میں۔ خواہ رضا ورغبت سے ہو یا مجبوراً اس عالمگیر اسلام کا نام فطرت اللہ بھی رکھا۔ جیسا کہ آیات ذیل میں ہے: ''فطرت اللّٰہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللّٰہ ذالك الدین القیم ولکنّ اکثر الناس لا یعلمون ''فطرت اللہ وہ ہے جس پر لوگ پیدا کئے گئے ہیں۔ خلق اللہ کے واسطے کوئی تبدیلی نہیں۔ یہ دین راست اور پائیدار ہے۔ حضرت رحمت اللعالمین نے فرمایا تمام فطرت اسلامی پر پیدا ہوتے ہیں۔ پھر ان کے ماں باپ ان کو یہودی کر لیتے ہیں یا نصرانی۔ اسی فطرت دینی کی نسبت قرآن مجید فرماتا ہے۔ ''ان ھدینٰه السبیل امّا شاکراً وامّا کفوراً ''ہم نے اس کو راستہ بتلا دیا مگر کوئی اس کی قدر کرتا ہے اور کوئی ناقدری۔ ''فالھمھا فجورھا وتقوٰھا ''نفس کے اندر بدی اور نیکی کا علم ڈال دیا۔ پس سچا اور پائیدار یہی دین ہے جو ہر ایک انسان کی فطرت میں منقوش کیا گیا ہے۔ جس کا خلاف کرنا نور باطن سے سرکشی کرنا اور اپنی فطرت کو بگاڑتا ہے۔ جو دین اس فطری دین یعنی اسلام کے خلاف ہے وہ صریحاً مردود ہے۔ مگر افسوس اس عالمگیر فطری اسلام کی نسبت ہر فریق اور ہر مذہب یہی سمجھتا ہے کہ وہ اسلام جو مدار نجات ہے۔ میرے ہی حصہ میں آ گیا۔ چنانچہ آج مرزائی کہتے ہیں کہ وہ اسلام ہمارا ہے۔ باقی تمام مسلمان اور تمام دنیا خارج از اسلام اور جہنمی ہے۔ خواہ وہ کیسے ہی موحد، خدا پرست، صالح، راست باز، عابد، زاہد، عادل، رحیم، حلیم، نیک اور متقی کیوں نہ

ہوں۔ گویا کہ خدا رب العالمین تو نہیں۔ بلکہ وہ کسی ایک فریق کا رشتہ دار یا غلام ہے۔ اعمال ۳۵/۱۰ میں ہے۔ ”اب مجھے یقین ہو گیا کہ خدا کسی کا طرفدار نہیں بلکہ ہر قوم میں جو اس سے ڈرتا ہے اور راست بازی کرتا ہے۔ وہ اس کو پسند آتا ہے۔“

ہاں! جو لوگ مسلمان ہو چکے یا جن پر تبلیغ کامل ہو کر حقانیت قرآن مجید اور افضلیت اسلام ثابت ہو چکی ہو وہ عمداً ارتداد یا خلاف کریں تو بیشک شقی اور جہنمی ہیں۔ مگر جن لوگوں پر اسلام کی صحیح تبلیغ نہیں ہوئی مثلاً اہالیان یورپ و امریکہ و جزائر پر وہ ان حکموں کے نیچے نہیں آسکتے جو مسلمانوں کے لئے ہیں۔ بلکہ وہ آیات ذیل کے تحت میں ہیں۔ ”وما کنّا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً“ ”ہم کسی کو عذاب کرنے والے نہیں۔ جب تک ہم رسول نہ بھیج لیں۔“ ”لا یکلّف الله نفساً الا وسعها“ ”اللہ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔“ ”ان الله لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء“ ”اللہ شرک کو نہیں بخشتا اور اس کے سوائے ہر گناہ کو جس کے لئے چاہے بخش دیتا ہے۔ اب میں ان آیات قرآنی کو ذیل میں پیش کرتا ہوں جن سے مرزا قادیانی اور اس کے مرید استدلال کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے ماننے کے بغیر نہ تو کوئی مسلمان نجات پا سکتا ہے نہ کوئی اور انسان۔

۱...... ”قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببك الله ویغفر لکم ذنوبکم“ ”تو سنا دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا۔ یہ صحیح اور بالکل صحیح ہے کہ ہر نبی اور امام کا اتباع خدارسی کا آسان اور سیدھا راستہ ہے۔ مگر اس میں یہ کہاں ارشاد ہے کہ جن لوگوں کو رسول کی خبر نہیں اور وہ خدا پرست اور نیک عمل ہیں جہنمی اور غیر ناجی ہیں۔

۲...... ”والذین اٰمنوا وعملوا الصلحت واٰمنوا بما انزل علیٰ محمد وهو الحق من ربهم کفر عنهم سیاتهم واصلح بالهم“ ”جو لوگ مسلمان ہو گئے اور اچھے عمل کرتے ہیں اور جو محمد پر اتارا گیا ہے اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے، ایمان لاتے ہیں۔ اللہ ان کی بدیوں کو ان سے دور کرے گا اور ان کے حال کو درست کرے گا۔ یہ بھی حق اور سراسر حق ہے کہ جو مسلمان باعمل ہیں اور محمدی تعلیمات کو مانتے ہیں وہ بخشے جائیں گے اور نجات پائیں گے۔ مگر اس آیت میں یہ کہاں ارشاد ہے کہ جن بیچاروں پر قرآن مجید کی تبلیغ نہیں ہوئی ان کے ایمان اور اعمال صالحہ اکارت جائیں گے۔

۳...... ''فان آمنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا وان تولّوا فانما هم فی شقاق ''پس اگر وہ بھی ایسا ہی ایمان لائیں جیسا کہ تم ایمان لائے ہو پس وہ مراد کو پہنچ گئے اور اگر وہ پھر جائیں تو بیشک ایک سخت اختلاف میں ہیں۔ اس آیت میں بھی ان خدا پرست اور نیک لوگوں کو جو اسلام سے بے خبر ہیں جہنمی قرار نہیں دیا گیا۔

۴...... ''قل اطیعو الله والرسول فان تولّوا فان الله لا یحب الکافرین '' بیشک جن لوگوں پر رسالت کی تبلیغ ہو چکی اور یہ حکم بھی پہنچ لیا اور وہ منکر رہے تو وہ بیشک کافر اور سزاوار جہنم ہیں۔ مگر جن لوگوں پر کسی رسول کی تبلیغ کما حقہ نہیں ہوئی وہ تو اسی حکم سے مستفید رہیں گے۔ ''ماکنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً ''ہم کسی کو عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔ ''لا یکلف الله نفساً الّا وسعها ''اللہ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ پس کوئی انسان غیب داں تو ہے نہیں کہ بلا تبلیغ بھی وہ کسی حکم کا جوابدہ ہو سکے۔

۵...... ''فاتقوالله واطیعون ''اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ انبیاء علیہم السلام کے اقوال قرآن مجید میں بکثرت ہیں کہ ہماری اطاعت کرو اور بیشک انبیاء علیہم السلام کی اطاعت نجات کا آسان اور سیدھا راستہ ہے اور دانستہ ان سے انکار کرنا یا ان کی مخالفت کرنا شقاوت اور بے ایمانی کی دلیل ہے۔ آسمانی کتابوں میں جہاں اور ہزاروں حکم ہیں ان میں اطاعت رسول کا حکم بھی بکثرت ہے۔ مگر ان تمام میں سب سے بڑا حکم جس کے بغیر نجات مل ہی نہیں سکتی وہ توحید ہے۔ جیسا کہ آیات ذیل سے صاف ظاہر ہے: ''ان الله لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء '' ''بلیٰ من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف علیهم ولاهم یحزنون ''

۶...... ''والذین یؤمنون بالآخرة یؤمنون به وهم علیٰ صلوٰتهم یحافظون ''جو لوگ آخرت کو مانتے ہیں وہ اس کو بھی مانتے اور اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔ ایمان کے لوازمات محض اسی قدر نہیں جو ان آیات میں مذکور ہوئے۔ بلکہ تمام قرآن پر علی التناسب عامل ہونا لازمی ہے۔ تمام اوامر کی پابندی اور تمام نواہی سے بچنا اور تمام عقائد پر ایمان رکھنا لوازمات ایمان وتقویٰ میں سے ہیں۔ مگر کم سے کم درجہ ایمان وتقویٰ کا جو ملتفی نجات ہو سکتا ہے وہ بحکم قرآن وحدیث اسی قدر ہے۔ ''من قال لا اله الا الله فدخل الجنة ''جو شخص مسلمان ہو چکا وہ تو تمام احکام قرآنی کے نیچے آچکا۔ مگر جو شخص مسلمان نہیں ہوا یا جس کو اسلام کی خبر نہیں اور اگر خبر ہے تو غلط خبر ہے۔ وہ تو اپنے فطری ایمان کی رو سے جوابدہ ہو سکتا ہے۔

۷...... "ینجی الله الذین اتقوا" اللہ ان لوگوں کو نجات دیتا ہے جو خداترس ہیں۔ اتقاء اور خداترس کا مفہوم مختلف انسانوں میں مختلف ہے۔ خود مفسرین قرآن نے اس کے معنوں میں بڑے اختلاف کئے ہیں۔ اس میں تو کوئی کلام نہیں کہ اتقاء مدار نجات ہے۔ مگر جو شخص قرآن مجید سے واقف ہے اس کے نزدیک تو اتقاء کی تفصیلات کچھ اور ہیں اور جو ناواقف ہیں اس کے نزدیک اور، پس عالم القرآن تو قرآن مجید کی رو سے پکڑا جائے گا کہ اس نے اس کے مطابق پوری اصلاح کی یا نہیں اور جس شخص کو قرآن مجید کی مطلق خبر نہیں وہ اپنے فطری نور کے مطابق پکڑا جائے گا کہ اس نے اس کے مطابق اصلاح کی یا نہیں بدی سے بچا، یا نہیں۔

الغرض یہ ایک صاف اور بدیہی الثبوت بات ہے کہ جن لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم مل چکی وہ اس کی اطاعت کے ذمہ دار ہیں۔ جن کو قرآنی تعلیم میسر نہیں ہوئی وہ اپنی فطری تعلیم کی رو سے نیکی اور بدی کے ذمہ دار ہیں۔ نیکی کا اجر پائیں گے اور بدی کی سزا۔ "فالھمھا فجورھا وتقوٰھا قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا" مرزا قادیانی کا یہ مسئلہ کہ میرے ماننے کے بغیر نجات نہیں۔ رب العالمین کی ربوبیت عامہ، الرحمٰن اور الرحیم کی رحمانیت ورحمت تامہ کو پامال کرنے والا اور کل عالم کی سعید فطرتوں اور نیک عملوں پر جھاڑو پھیرنے والا ہے۔ کسی نبی یا رسول نے آج تک یہ نہیں فرمایا کہ کل دنیا کے خدا پرست لوگ قطعی جہنمی ہیں۔ جب تک وہ مجھ پر ایمان نہ لائیں خواہ ان پر میری تعلیم کی تبلیغ ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ الغرض یہ مسئلہ کہ خدا کا ماننا اور تمام اعمال صالحہ ہیچ ہیں۔ جب تک مرزا قادیانی کو مدار نجات نہ مانا جائے۔ محض قرآن وحدیث، فطرت صحیحہ اور عقل سلیمہ کے خلاف ہے۔ بلکہ عالمگیر فسادوں کی جڑ اور تمام اخلاق حمیدہ کا زائل کرنے والا ہے۔ کیونکہ جب ایک فریق دوسروں کو کافر اور جہنمی کہتا ہے تو ہر فریق کا حق ہے کہ باقیوں کو ایسی ہی حقارت اور نفرت سے دیکھے اور تمام تعلقات اخوت انسانی کو توڑ کر ایک دوسرے کا جانی دشمن بن جائے۔ مسلمان جو مغربی تہذیب کے اثر سے وسیع الظرف ہوکر اتفاق کے قریب ہو چلے تھے۔ مرزا قادیانی کی گالم گلوچ اور تکفیر بازی نے سخت اختلاف اور عداوت کی تحریک پیدا کر دی۔

۸...... "ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرّقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلاً ۰ اولٰئك ھم الکٰفرون حقاً واعتدنا للکٰفرین عذاباً مھینا" یہ آیت مولوی نورالدین نے اپنے خط میں پیش کی تھی۔ جس سے ان کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی

بھی ایک رسول ہے۔ اس کو نہ ماننا کفر اور جہنمی بننا ہے۔ اوّل: تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ دوم: خود مرزا قادیانی اپنے الہامی قصیدہ میں شائع کر چکے ہیں ۔

من نیستم رسول ونیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم استم وز خداوند منذرم

ازالہ اوہام میں جو خدائی امداد سے تیار ہوا تھا شائع کر چکے ہیں کہ میرے نہ ماننے سے کوئی مسلمان کافر یا بے ایمان نہیں ہو جاتا۔ یہ تو ان ہی نبیوں کی شان ہے جو نئی کتاب اور شریعت لے کر آتے ہیں کہ ان کی مخالفت سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ چہارم: مرزا قادیانی کے اعمال ایسے ہیں جو خلاف سنت انبیاء اور معمولی دیانت وامانت سے بھی گرے ہوئے ہیں جن کا بیان آگے آتا ہے۔ پنجم: خود مرزا قادیانی نے انبیاء میں تفریق کی۔ جب کہ (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ص۲۳۳) میں شائع کیا۔ ’’آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔ آج تم میں ایک ہے جو اس حسین سے بڑھ کر ہے۔‘‘ ششم: مرزا نے (اعجاز احمدی ص۵۸، خزائن ج۱۹ص۱۷۰) میں یہ شائع کیا۔ ’’تکدر ماء السابقین وعیننا الیٰ اٰخر الا یام لا تتکدر‘‘ پہلوں کے پانی مکدر ہو گئے۔ مگر ہمارا چشمہ تا قیامت مکدر نہ ہوگا۔ ہفتم: مرزا قادیانی نے تمام نبیوں کو ہیچ سمجھا۔ جب یہ الہام شائع کیا۔ ’’لولاک لما خلقت الافلاک‘‘

دوم...... ذاتی مشیخت کا جنون اور اسی کے مطابق حدیث النفس۔ جیسا کہ الہامات ذیل سے صاف ظاہر ہے۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ اے شمس اور اے قمر۔ تو مجھے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد عرش پر خدا تیری حمد کرتا ہے۔ ایک طرف تو رسالت کا دعویٰ۔ دوسری طرف ایسے خلاف شریعت الہامات اگر منہاج نبوت کا دعویٰ نہ ہوتا تب بھی ایسے الہامات کا جواز نہ ہوتا۔ حضرت محمد ﷺ کے اندر ہر وقت حمد الٰہی اور اصلاح عالم کا جوش تھا۔ اس لئے زمین وآسمان، پرند وچرند، بحر وبر، شجر بادل وگرج شمس وقمر لیل ونہار سب کچھ آپ کی حمد الٰہی کرتے ہوئے دکھائی اور سنائی دیتے تھے۔ تمام قرآن مجید از اوّل تا آخر تحمید وتسبیح، تقدیس وتہلیل، توحید اور تمجید باری تعالیٰ سے بھرا ہوا ہے۔ ’’لا الہ الا اللہ، سبحان اللہ، یسبح للہ ما فی السمٰوٰت والارض‘‘ وغیرہ اپنی نسبت اسی قدر بیان ہے۔ ’’انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ، مامحمد الا رسول، محمد عبدہ ورسولہ‘‘ جابجا ایمانی اور اخلاقی اور روحانی اصلاحوں کی تعلیم ہے۔ مگر آپ کے اندر جو اپنی مشیخت کا خیال ہر وقت جوش زن ہے خلق خدا سے مطلق ہمدردی نہیں۔ خداوند عالم کی عظمت آپ کے اندر بہت کم ہے۔ اس لئے

آپ کے الہامات اسی رنگ کے ہوتے ہیں۔ ”واللہ یحمدك من السماء“ اللہ تیری آسمانوں میں حمد کرتا ہے تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد۔ اے شمس اے قمر، قرآنی وحی میں کہیں یہ رنگ نہیں ہے۔ بلکہ ولد کے لفظ پر یہاں تک غضب ظاہر فرمایا ہے:
”تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدآ ان دعوا للرحمن ولدآ“ تمام قرآن میں کہیں محمد ﷺ کی تحمید نہیں۔ کہیں محمد کی نسبت ایسے الفاظ نہیں۔ بلکہ جابجا خداوند عالم کی ہی تحمید اور تقدیس ہے اور خلق خدا کے لئے وعظ و نصیحت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایمان لانے کے بغیر نجات نہیں۔ مگر محمد ﷺ فرماتے ہیں۔ ”من قال لا اله الا الله دخل الجنة ولو سرق وزنی“ آپ کا دارومدار پیش گوئیوں پر ہے۔ مگر محمد ﷺ ہر وقت اصلاح ایمان اعمال واخلاق کی طرف مشغول تھے۔ آپ کے الہام میں ہے۔ ”رب سلطنی علی النار“ اے میرے رب مجھے آگ پر اختیار دے۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ اللہ مالک یوم الدین ہے۔ ”لمن الملك الیوم لله الواحد القهار من ذالذی یشفع عنده الا باذنه“ آپ کے الہام میں آپ کی نسبت ہے۔ ”یاشمس یا قمر“ کیا سورج کی طرح آپ کے وجود پر ہمیشہ سے کسی عالم کا نظام قائم ہے۔ جیسا کہ نظام شمسی پر زمین اور سیاروں کا ہے۔ کیا سورج کی طرح ہمیشہ آپ کا نور یکساں طور پر کل عالم دنیا کو پہنچ رہا ہے۔ کیا شمس کی طرح ایک سیکنڈ کے لئے بھی آپ آرام نہیں کرتے۔ جیسا کہ سورج کے طفیل ہوائیں چلتی، بادل آتے، بجلیاں لسکتی، تمام دنیا کے کھیت اور باغات پرورش پاتے اور پکتے اور تمام دنیا کے کام چلتے ہیں۔ کیسا ویسا ہی آپ کے طفیل تمام عالم کو ہمیشہ سے اور ہر وقت روحانی رزق ملتا ہے۔ روحانی پرورش ہوتی ہے اور تمام دنیا کا دارومدار آپ کے ہی نور پر ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ کے نور نے ایک قادیان کو کیا اپنی جماعت اور اپنے کنبہ کو بھی منور نہیں کیا۔ قرآنی وحی میں سید المرسلین کا نام محض سراج منیر یعنی روشن چراغ ہے نہ کہ شمس قمر، قرآنی وحی میں الحمدللہ ہے۔ آپ کی وحی میں ”الله یحمدك من السماء“ ہے۔ حمد کا لفظ محمد اور محمود میں بصیغہ مفعول ضرور آیا ہے۔ جسمیں اصلی معنوں سے کبھی تنزل ہوجایا کرتا ہے۔ مگر آنحضرت ﷺ کی نسبت کہیں نہیں۔ ”الله یحمدك من السماء یا محمد“

سوم...... بہشتی مقبرہ کی بنیاد: اس سے اوّل تو قرآن مجید کے مفصل اور کامل ہونے کا دعویٰ باطل ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے ایسے ضروری مسئلہ پر جو باعث نجات ہوسکتا ہے کوئی ارشاد نہیں فرمایا۔
دوم: ان تمام احادیث صحیحہ کی تردید ہوتی ہے جن میں ارشاد ہے کہ قبریں اونچی نہ کی جائیں نہ ان پر

عمارتیں بنائی جائیں اور نہ ان پر کتبہ لکھے جائیں۔ سوم: سید المرسلین اور خلفائے راشدین کی سخت توہین ہے کہ ان کے مدفن بہشتی مقبرہ نہ بنیں۔ غلام احمد کا مدفن بہشتی مقبرہ بن جائے۔ چہارم: خاتم النبیین کی نادانی ثابت ہوتی ہے کہ آخر وقت تک بہشتی مقبرہ کا کوئی انصرام نہ کیا۔ بلکہ ایسے آسان طریق نجات سے دنیا کو محروم چھوڑ گئے۔ پنجم: اس حدیث کا سخت خلاف ہے جس میں ارشاد ہے۔ یہود پر خدا کی لعنت انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔ بہشتی مقبرہ کی بنیاد سے آپ کے ورثاء کے لئے ایک مستقل اور عظیم الشان ریاست تو ضرور پیدا ہو جائے گی۔ یہ سب آپ کو اغلباً پیران کلیر، سرہند، اجمیر، نظام الدین اولیاء وغیرہ کے نظاروں سے ملا ہے۔ ششم: عام قبر پرستی جس میں اس وقت اکثر مسلمان مبتلا ہیں اس کی عملی تائید اور پورا استحکام ہے۔ ہفتم: قرآن مجید صاف فرماتا ہے: ”لا تزر وازرة وزرا اخرىٰ“ ”لا تجزی نفس عن نفس شیئا“ جب کوئی نفس ہی کام نہیں آسکتا تو اس کا مقبرہ دوسروں کے کام کیسے آسکتا ہے۔ (یہ الہامی استدلال ہے جو میں نے مرزا قادیانی کے سامنے کیا) جب کوئی نفس ہی کام نہیں آسکتا تو اس کا مقبرہ دوسروں کے کیسے کام آسکتا ہے؟ نہم: قرآن مجید میں کسی نبی کی نسبت یہ الفاظ نہیں ہیں: ”انت منی وانا منك“ (ایک خواب میں میں نے مرزا کے ساتھ ان الفاظ پر بحث کی)

”لولاك لما خلقت الافلاك“

چہارم...... رب العالمین کو ایک باؤلا جھلا اردلی سمجھنا: جو مرزا قادیانی کی خاطر دور دراز ملکوں اور شہروں کو...... تباہ کرتا پھر رہا ہے اور اتنا بھی نہیں دیکھتا کہ مرزا قادیانی کے اصلی اور بڑے مکذب کون ہیں۔ قرآن مجید تو یہ فرماتا ہے: ”وما ارسلنا فی قریة من نبی الا اخذنا اهلها بالباساء والضراء لعلهم یضرعون“ اس آیت میں فی قریۃ اور اہلہا کا لفظ صاف بتلا رہے ہیں کہ جس قریہ میں کوئی نبی آتا ہے اور صاف طور پر اپنے بیان اور نشانات سے تبلیغ کرتا ہے۔ وہاں کے لوگ مصائب اور نقصان اٹھاتے ہیں نہ کہ دور دراز دیہات اور امصار کے لوگ۔ جن کو اس نبی کی خبر تک نہیں ہوتی۔ ایسا ہی آیات ذیل میں۔

”ان من امة الا خلا فیها نذیر“ چنانچہ واقعات سے بھی یہی ثبوت ملتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت سے فرعون اور اس کا لشکر تباہ ہوئے۔ ایسا ہی قارون مع اپنے آدمیوں کے ہلاک ہوا۔ ایسا ہی اقوام ہود وصالح ونوح ولوط وغیرہ علیہم السلام کا حال ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی مخالفت سے گردن کشان مکہ ہلاک ہوئے اور وہ بھی دس سال کی کامل تبلیغ اور سخت مخالفت کے بعد۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ نبی کی مخالفت تو مکہ میں ہوئی اور ہلاک ہوئے کلکتہ، عدن، جاپان، روس،

کانگڑہ، فارموسا اور سانس فرانسسکو۔

اگر تکذیب کا یہی نتیجہ طاعون اور زلزلہ ہوں تو پہلے آپ کے سخت مخالفین۔ مثلاً پیسہ اخبار مولوی ثناء اللہ، مولوی محمد حسین، جعفر زٹلی، مولوی کرم دین گروہ پشاوریان۔ سب سے پہلے مخالفین قادیان جن پر تبلیغ کما حقہ ہو چکی مبتلا ہوں۔ ان زلزلوں اور آتش فشانیوں کی نسبت قرآنی وحی میں کیسا صاف درج ہے۔ ”تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدًا ان دعوا للرحمٰن ولدًا“ افسوس آپ نے اور آپ کی جماعت نے اپنی کبریائی کے نشہ میں قرآنی پیش گوئی کو ایسا حقیر سمجھا کہ ذاتیات سے باہر مطلق نظر نہ رہی۔

پنجم...... قرآن، حدیث اور تیرہ سو سالہ اسلام کو مردہ قرار دینا۔

ششم...... خداوند عالم کی فطرت کو لعنت قرار دینا: چنانچہ آپ پہلے خط کے آخر میں لکھتے ہیں کہ ”فطری ایمان ایک لعنتی چیز ہے۔ جب تک اس کو نشانوں سے قوت نہ ملے۔“

ہفتم...... متواتر خلاف عہدیاں: براہین احمدیہ کے سرورق پر شائع کیا کہ اب اس کتاب کی طبع میں کبھی توقف نہ ہوگا۔ مگر اب تک نہ باقی کتاب چھپی اور نہ چندوں کا کچھ فیصلہ ہوا۔ پھر سراج منیر کی مفت اشاعت کے لئے چودہ سو روپیہ چندہ کا اعلان شائع کیا گیا اور بہت سا چندہ وصول بھی ہوا۔ مگر جب وہ مدتوں کے بعد شائع ہوا تو قیمتاً دیا گیا۔ پھر رسالہ ماہواری یعنی قرآنی طاقتوں کے جلوہ گاہ کا اشتہار دیا گیا کہ وہ ۲۰؍جون ۱۸۸۵ء سے ماہ بماہ نکلا کرے گا۔ پھر (نشان آسمانی ص۴۲،۴۳، خزائن ج۴ ص۴۰۸،۴۰۹) میں باہمت دوستوں سے امداد چاہی۔ ”اے مرداں بکوشید و برائے حق جوشید!“ اور یہ بھی ارشاد جاری کیا کہ ہر ایک رسالہ جو میری طرف سے شائع ہو میرے دوست اس میں پوری مدد دیں اور ذی مقدرت لوگ زکوٰۃ سے میری کتابیں خرید کر مفت تقسیم کریں اور میری تالیفات اور بھی ہیں جو نہایت مفید ہیں۔ مثلاً رسالہ احکام القرآن، اربعین، فی علامات المقربین، سراج منیر، تفسیر کتاب عزیز۔“ پھر جلسہ دسمبر ۱۸۹۳ء میں پریسوں کے لئے ۲۵۰ روپیہ ماہوار کی ضرورت پیش کی اور فرمایا کہ ہر ایک دوست اس میں بلاتوقف شریک ہو اور ماہوار چندہ تاریخ مقررہ پر بھیجتا رہے۔ اس سے بقیہ براہین اور اخبار آئندہ رسائل کا کام جاری رہ سکتا ہے۔

اب چندوں کی آمد ڈھائی سو سے بھی تین چار گنی زیادہ ہے۔ مگر براہین احمدیہ، تفسیر کتاب عزیز اور رسائل ماہوار وغیرہ کا کہیں نام ونشان نہیں۔ جو کتابیں نکلی بھی ہیں ان کی قیمت اصل سے تین چار گنی زیادہ وصول کی جاتی ہے۔ تمام چندہ بمعہ مد زکوٰۃ سب بلاحساب پیٹ میں ہی ہضم ہو رہے ہیں۔ کیا تمام نبی اور رسول ایسے ہی بدعہد اور شکم پرور تھے؟ بیعت کی شرائط ایسی جو

اسلام کی روح کہی جاسکتی ہیں تاکہ بہت مسلمان داخل ہوجائیں۔ مگر بعد میں یہ اعلان دیا گیا کہ جو لنگر کا چندہ ادا نہ کرے وہ جماعت سے خارج کیا جائے گا۔ پھر جب اہلیان سیالکوٹ نے ایک تحریک پیش کی کہ لنگر کی آمد وخرچ کے انتظام کے واسطے ایک کمیٹی مقرر ہونی چاہئے تو آپ نے طیش میں آکر یہ جواب دیا۔ ''کیا میں کسی کا خزانچی ہوں۔'' اور جب یہ تحریک پیش ہوئی کہ لنگر کا انتظام توجہ طلب ہے مہمانوں کو تکلیف ہوتی ہے تو ازخود رفتہ ہوکر جواب دیا ''کیا میں بھٹیاری ہوں؟'' سبحان اللہ! وصولیت چندہ کے تو ہمیشہ تقاضے اخباروں اور اشتہاروں میں شائع ہوتے رہیں جو تین ماہ تک چندہ ادا نہ کرسکے وہ جماعت سے خارج کیا جائے۔ مگر اس کا انتظام یا حساب کتاب ندارد۔

پھر بیچارے مسافروں کی تعلیم وتربیت کے واسطے کوئی خیال نہیں۔ نہ کوئی ایسا مکان ہے جس میں بیچارے کسی وقت مقررہ پر جمع ہوکر ضروری باتوں پر تعلیم حاصل کیا کریں۔ جو پہنچتے ہیں محض خوش عقیدگی کے طور پر دو چار یوم مکلف کھانے کھا کر چلے آتے ہیں۔ انجمن حمایت اسلام جو مرزا قادیانی کے نزدیک ایک جہنمی اور گمراہ فرقہ ہے اس کی تواضع کا یہ حال ہے کہ جب دو چار یوم کے واسطے دور دراز سے لوگوں کو مدعو کرتی ہے تو ان کی مہمانی کے انتظام کے علاوہ لائق وفائق لیکچراروں کو مقرر کرتی ہے تاکہ وہ ضروریات وقت پر لیکچر دیں اور تمام لوگ ایک جگہ جمع ہوکر ان کو سن سکیں۔ تاکہ ضروری اور مفید معلومات کے ساتھ واپس ہوکر اپنی اپنی جگہ اسلام کے لئے مفید اور کارآمد ہوسکیں۔ مگر قادیان میں نہ کوئی درخت ہے نہ مکان ہے۔ بلکہ جس وقت مرزا قادیانی اپنی فراغت سے باہر آبیٹھے تو دھینگامشتی کے طور پر جو قریب بیٹھ گئے سو بیٹھ گئے۔ پھر سوائے خودستائی، خودنمائی، تکفیر عالم اور عالمگیر سب وشتم کے اور کچھ گفتگو بھی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ البدر والحکم بڑے فخر کے ساتھ ان...... بیہودگیوں کو شائع کرتے رہتے ہیں جس قدر قرآنی نکات اور قرآنی مشکلات کے حل مرزا قادیانی کی زبان سے البدر اور الحکم اور ریویو میں نکلتے ہیں۔ وہ بھی معلوم ہیں۔ مولوی نورالدین کا درس نکال کر باقی اکثر حصہ مرزاپرستی اور خودستائی کا ہوتا ہے یا عالم کی تحقیر وتکفیر کا۔

ہشتم...... جب براہین کے طبع کے واسطے تو روپیہ موجود نہ تھا نہ چھوٹے سے رسالہ سراج منیر کے لئے۔ پھر ہزاروں روپیہ کے انعامی اشتہار کیسے دیئے گئے۔ کیا یہ کذب میں داخل نہیں؟ فہرست حاضرین جلسہ دسمبر ۱۸۹۳ء کی فہرست جو دافع الوساوس میں شائع ہوئی تھی حدیث کدع کے بعد اس میں تراش خراش کر کے ۳۱۳ کی تعداد انجام آتھم میں شائع کی گئی۔ یہ کیا کذب نہیں؟ بلا علم غیب لوگوں کو حرامزادہ اور بددیانت کہنا کذب نہیں ہے؟ دوسرے کے الہاموں کو بلاتحقیق شیطانی

بتانا کیا کذب نہیں ہے؟ مدت صلیب مسیح علیہ السلام ازالہ اوہام پر تین گھنٹہ درج کی پھر ص ۳۸۱ چند منٹ۔ کیا یہ کذب نہیں؟

نہم...... فحش گوئی: بیچارے مولویوں کو جو محض اسلام کی خاطر خلاف کرتے رہے۔ ان کو ولد الحرام، خنازیر، کورچشم، درندہ، ذریت شیطان، حرامزادہ، شیطان، دیو گمراہ، فرعون، خبیث القلب ان پر لعنتوں کی جوتیاں پڑیں۔ ہزاروں لاکھوں بار۔ اندھیرے کے کیڑے۔ اوباش لومڑی۔ تمام دنیا سے بدتر، دجال، بطال، جھوٹ کا گوہ کھایا۔ چوہڑے چمار، جاہل، وحشی، سور اور بندر، زندیق، سانپ، کتے، بچھو، اور مادر زاد اندھے، مردار خور مولوی، نمک حرام، ہامان، ہندوزادہ۔ تو پھر کیا یہ عمل مرزا قادیانی کا واجب الاطاعت ہے اور ہم دن رات لوگوں کو فحش گالیاں نکالا کریں یا قرآن کریم کی اطاعت کریں۔ جو فرماتا ہے: ”ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدو بغیر علم“ یا ارشادات خاتم النبیین کو جو فرماتے ہیں: ”لیس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذی“

دہم...... آرام طلبی اور شکم پروری: مرزا قادیانی کا تو یہ حال ہے کہ اسلامی خدمت کے نام پر سات آٹھ سو روپیہ ماہوار چندہ جمع کیا۔ خود مزے سے کھایا اور دوسروں کو کھلایا۔ عنبر، مشک، کیوڑا، بید مشک، مقویات محرکات اور مفرحات بکثرت استعمال ہوتے رہے۔ ایک عبدالکریم کی بیماری میں من ڈیڑھ من پختہ برف لگاتار لاہور سے آتی رہی۔ بیوی صاحبہ کے پاس زیور اور روپیہ اس قدر ہو گیا کہ مرزا قادیانی نے چار ہزار روپیہ کا زیور اور ایک ہزار روپیہ نقد ان سے لے کر اپنا باغ تیس سال کی میعاد پر ان کے پاس رہن رکھا۔ جو جائیداد وغیرہ منقولہ خرید کی گئی وہ علاوہ ہے۔ سفر بھی کیا تو محض بیوی کی خاطر سیکنڈ کلاس میں دہلی کا مکانات بھی وسیع اور فراخ بنائے اور وہ سب ملکیت مرزا ہے۔ وقف کوئی بھی نہیں۔ برعکس اس کے خاتم النبیین سید المرسلین ﷺ کا یہ حال کہ سونے کے لئے اکثر زمین پر بستر، رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا، کھانے کے لئے عموماً ستو یا نان جو اور بھی اکثر ندارد۔ کبھی تین تین یوم کا فاقہ اب فرمایئے کہ مرزا قادیانی کی آرام طلبی اور شکم پروری واجب الاطاعت ہے یا سید المرسلین ﷺ کی جفاکشی اور ایثار اور نفس کشی۔

یازدہم...... ترک حج: اس امر میں کیا مرزا قادیانی کی متابعت چاہئے یا احکام قرآنی اور ارشادات سید المرسلین کی اطاعت جن میں حج کی بابت سخت تاکید ہے۔

دوازدہم...... اپنی کتابوں کے لئے رقم زکوٰۃ طلب کرنا اور کتابوں کی قیمت اصل مصارف سے سہ چند چہار چند رکھ کر ان کا نفع اپنے صرف میں لانا۔

سیزدہم...... تصاویر کھنچوانا کیا سب مسلمان ایسا ہی کیا کریں یا احادیث صحیحہ کی تہذیب سے ڈریں؟
چہاردہم...... تفرقہ اندازی: تعلیمات محمدی ﷺ کا یہ نتیجہ ہوا تھا کہ عرب کے خونخوار جنگ جو پشت در پشت چلے آتے تھے بند ہوگئے اور ان میں باہم صلح ومحبت ہوگئی۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:''اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا وکنتم علیٰ شفا حفرة من النار فانقذکم منها '' مگر آج گالم گلوچ ہوکر مرزا قادیانی نے مسلمانوں کو ایسا پھاڑ دیا کہ ظاہر اتفاق ناممکن ہوگیا۔ مغربی تہذیب سے وسیع النظر فی پیدا ہوکر اتفاق کی تحریک میں شروع ہوئی تھی۔ اس کو مرزا قادیانی کی گالم گلوچ اور عالمگیر تکفیر وتحقیر نے سخت تنفر وعداوت اور تکفیر میں بدل دیا۔ کیونکہ اس کے نمونہ کے مطابق ہر فریق کا حق ہے کہ بلا دلیل دوسروں کو کافر اور جہنمی کہے اور ہر قسم کی ہمدردی کو چھوڑ دے۔ نہ کہیں دو چار ہزار عیسائی مسلمان ہوئے، نہ آریہ، نہ سکھ، نہ ہندو۔ مگر باتوں باتوں میں صلیبی مذہب بھی ٹوٹ گیا۔ تمام ادیان پر اسلام غالب آ گیا۔ تمام جھوٹے مذاہب پاش پاش ہوگئے۔ کیا ایسی فتح مجھے نہیں ہوئی کہ میرے ہاتھ سے دجالی فتنہ پاش پاش ہوگیا۔ اب فرمایئے: خاتم النبیین ﷺ کے صلح خیز اخلاق قابل اتباع تھے یا مرزا قادیانی کے فتنہ انگیز عمل؟
پنجدہم...... جھوٹی شیخی اور کبریائی: قرآنی تعلیم کا یہ نتیجہ ہوا کہ مشرکین اور وحوش عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہوکر یہ الہامات الٰہی نازل ہوئی۔''اذا جاء نصر الله والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین الله افواجاً فسبح بحمد ربك واستغفره انه کان توابا '' مگر آج تیرہ کروڑ مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر کے اور ملعون وجہنمی بنا کر مرزا قادیانی پر یہ الہام نازل ہوتے ہیں کہ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ تو میرے واسطے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد۔ جس سے تو راضی اس سے میں راضی۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ خدا عرش پر تیری حمد کرتا ہے۔''سبحان الله، ماشاء الله''
شش دہم...... خلاف بیانیاں: جن کی کوئی انتہا نہیں۔ اس جگہ پر محض چند ایک بطور مشتے نمونہ از خروارے بیان کی جاتی ہیں:

۱...... ایک وقت تو مرزا قادیانی تحریر کرتے تھے۔''میرے دعویٰ سے انکار کے کوئی شخص کافر ودجال نہیں ہوسکتا۔ میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا۔ میں کبھی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔ اپنے دعویٰ سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے

شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ ماسوا اس کے ملہم ومحدث کیسی ہی اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

پھر اس امر کے ثبوت میں کہ اولیاء اللہ کو شیطانی الہام بھی ہو جایا کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ: "سید عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیطانی الہام مجھے بھی ہوا تھا۔ شیطان نے کہا اے عبدالقادر جیلانی تیری عبادتیں قبول ہوئیں۔ اب جو دوسروں پر حرام ہے وہ تیرے پر حلال اور نماز سے بھی اب تجھے فراغت ہوئی۔ جو چاہے کر۔ تب میں نے کہا اے شیطان دور ہو وہ باتیں میرے لئے کب روا ہو سکتی ہیں جو نبی علیہ السلام پر روا نہیں۔ تب شیطان معہ اپنے سنہری تخت کے میری انکھوں کے سامنے سے گم ہو گیا۔"

پھر دوسرے ملہموں کی تردید میں لکھتے ہیں کہ کاہنوں کو بکثرت شیطانی الہام ہوتے اور بعض وقت پیش گوئیاں بھی الہام کے ذریعہ سے کرتے تھے۔ (ضرورۃ الامام ص ۱۷)

"میرا یہ دعویٰ نہیں کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہ ہوگا۔ ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے۔ میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ختم ہو گیا۔ بلکہ ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار مثیل مسیح آجائیں۔" (ازالہ اوہام ص ۱۹۹، ۲۰۰)

مجدد سرہندی نے ایک کشف میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کو ان کے طفیل خلیل اللہ کا مرتبہ ملا اور اس سے بڑھ کر شاہ ولی اللہ نے دیکھا کہ گویا آنحضرت ﷺ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ مگر انہوں نے بباعث بسطت علم کے وہ خیال نہ کیا۔ بلکہ تاویل کی۔ (ضرورۃ الامام)

"سچ تو یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کئی کروڑ ایسے بندے ہوں گے جن کو الہام ہوتا ہوگا۔"

(ضرورۃ الامام)

الغرض جب مسلمانوں کو گھیرنا منظور تھا تب تو یہ قول تھے کہ میں رسول نہیں ہوں۔ میرے انکار سے کوئی مسلمان کافر نہیں بن جاتا۔ اولیاء اللہ کو شیطانی الہام بھی ہو جاتے ہیں۔ شیطانی الہاموں میں بچی پیش گوئیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ مگر اب جو جماعت کافی ہو گئی تب یہ ہو گیا کہ جو مرزا قادیانی کو نہ مانے خارج از اسلام اور غیر ناجی ہے۔ مرزا قادیانی کے جس قدر الہامات ہیں خواہ وہ مخالف القرآن وحدیث ہوں۔ سب رحمانی اور آمیزش شیطانی سے بالکل پاک ہیں۔ تمام پیش گوئیاں خواہ وہ کیسے ہی مبہم اور مہمل ہوں اور کیسی ہی صورت میں ظہور پذیر ہوں وہ عظیم الشان نشان ہیں۔

۲...... (ازالہ اوہام ص ۵۱۰، خزائن ج ۳ ص ۳۷۳) میں دابۃ الارض کے معنی علمائے ظاہری کئے گئے۔ پھر (لیکچر سیالکوٹ ص ۳۹، خزائن ج ۲۰ ص ۲۳۰) میں اس معنی کیڑے کئے گئے ہیں۔

۳...... جلسہ تعطیلات دسمبر ۱۸۹۰ء میں جو لوگ قادیان میں جمع ہوئے تھے ان کی فہرست میں نے خود تیار کی تھی۔ جو دافع الوساوس میں شائع ہوئی۔ بعد از اں جو حدیث کدع آپ کو معلوم ہوئی جس میں یہ ذکر ہے کہ مہدی اپنے اصحاب کو جمع کرے گا ان کی تعداد اہل بدر کے مطابق ۳۱۳ ہوگی اور ان کے نام معہ سکونت وولدیت وپیشہ وغیرہ ایک کتاب مطبوعہ میں درج کرے گا، تب آپ نے اصل فہرست میں تراش خراش کر کے ۳۱۳ ناموں کی فہرست انجام آتھم میں شائع کر دی۔ بعض نام پہلی فہرست میں سے نکال دیئے اور بعض نئے نام ایزاد کر دیئے۔

۴...... لفظ ذنب کا ترجمہ رسائل اربعین اور اشتہار مباہلہ میں گناہ کیا گیا۔ پھر ریویو میں ان معنوں سے انکار کیا گیا۔

۵...... مدت صلیب مسیح علیہ السلام کی نسبت ازالہ اوہام ص ۳۹ پر تین گھنٹے درج فرمائے۔ پھر ۳۳۲ پر درج کیا۔ قریباً دو گھنٹے سے بھی کم وقت رہے۔ پھر ص ۳۸۱ پر لکھا چند منٹ میں ہی مسیح کو صلیب سے اتار لیا۔

۶...... طاعون کی بابت پہلا اشتہار جو شائع کیا اس میں طاعون کی وجہ عام بدکاری اور بے ایمانی ظاہر کی گئی اور الہام بھی تھا۔ ''ان اللہ لا یغیر ما بقومٍ حتیٰ یغیروا ما بانفسھم'' مگر بعد میں اس کو بار بار اپنی تکذیب کا نتیجہ ظاہر کیا گیا۔

۷...... زلزلہ کی بابت الہامی الفاظ تو یہ ہیں: ''چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشان کی پنج بار۔'' مگر اشعار میں جو اس پر تک بندی کی گئی اس میں یہ ظاہر کیا۔

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو
ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

۸...... پہلے غلام احمد ہونے کا فخر کرتے رہے۔ پھر رفتہ رفتہ خاص احمد بن گئے۔

۹...... پہلے جزوی نبی اور امتی نبی پھر رفتہ رفتہ کامل اور مستقل نبی بن گئے۔ اس قدر خلاف بیانیاں اور پھر اس پر دعویٰ یہ ہے پہلوں کے پانی گدلے ہو گئے۔ مگر ہمارا چشمہ تا قیامت گدلا نہ ہوگا۔ گویا کہ پہلی تمام کتابیں اور تمام حقائق رو اور آج مرزا قادیانی کے ڈھکوسلے صاف چشمہ بن گئے جو تا قیامت مکدر نہ ہوگا۔

۱۰...... پہلے میری تفسیر القرآن کی نسبت یہ الفاظ شائع کر دیئے۔ ''نہایت عمدہ ہے۔ شیریں بیان ہے۔ نکات قرآنی خوب بیان کئے ہیں۔ دل سے نکلی اور دلوں پر اثر کرنے والی ہے۔'' مگر اب البدر مورخہ ۷؍جون ۱۹۰۶ء میں شائع کرتے ہیں۔ ''ڈاکٹر عبدالحکیم کا تقویٰ صحیح ہوتا تو وہ کبھی تفسیر لکھنے کا نام نہ لیتا۔ کیونکہ وہ اس کا اہل نہیں ہے۔ اس کی تفسیر میں ایک ذرہ روحانیت نہیں اور نہ ظاہری علم کا کچھ حصہ ہے۔'' (بھلا مرزا تو اہل ہے اس کی تفسیر کہاں گئی۔ تا کہ اس کی روحانیت کا مقابلہ اپنی تفسیر سے کر لیا جائے یا جس قدر مرزا قادیانی کی تصانیف اب تک شائع ہو چکی ہیں تو ان میں ہی کوئی نکتہ روحانیت ایسا بتایا جائے جو میری تفسیر میں مذکور نہ ہو) پھر اسی البدر کے ص ۳ میں یہ بھی درج ہے کہ میں نے اس کی تفسیر کو کبھی نہیں پڑھا۔ (پھر کل کی نسبت رائے کیسے قائم کر دی)

مفتند ہم...... خالی دعویٰ: چنانچہ مفسر اور عالم القرآن ہونے کا دعویٰ بار بار شائع ہوا۔ مگر میں نے جو اپنی تفسیر از اوّل تا آخر سنائی تو کہیں بھی کوئی نکتہ معرفت نہ بتلایا نہ غیر حل شدہ مشکلات کا کوئی حل کیا۔ ایک بار تو شائع کیا کہ انگریزی زبان میری تین تہجدوں کی مار ہے۔ میں حسینؓ سے بڑھ کر ہوں۔ میری جماعت موسیٰ علیہ السلام کی جماعت سے لاکھوں درجہ بڑھ کر ہے۔ مسیح علیہ السلام کے معجزات کو مسمریزمی کرشمہ ظاہر کر کے دعویٰ کیا کہ اگر میرے نزدیک یہ فعل مکروہ نہ ہوتے تو میں ان سے بڑھ جاتا۔ (جواباً میں بھی عرض کرتا ہوں کہ اگر خودنمائی اور خودستائی کو میں مکروہ نہ سمجھتا تو پیش گوئیوں کی کثرت اور صفائی میں میں مرزا قادیانی سے بڑھ جاتا) میں محمدی فوجوں کا سپہ سالار ہوں اور خدا کا ارادہ ہے کہ اس کے ہاتھ پر دین کی فتح ہو۔ (کیا خوب تمام اسلامی فوج آپ سے باغی اور کافر شدہ۔ بڑی فتح ہوئی) چونکہ مجھے دنیا کے بے ادبوں اور بدزبانوں سے مقابلہ پڑتا ہے۔ اس لئے اخلاقی قوت اعلیٰ درجہ کی دی گئی ہے۔ (سارے مولوی کافر، سور، حرامزادہ! سبحان اللہ کیسی اعلیٰ درجہ کی قوت اخلاقی ہے؟) اس زمانہ میں کوئی نہیں جو قرآنی معارف اور کمالات کے افاضہ اور اتمام حجت میں میرے برابر ہو سکے۔ (نہ معلوم پھر تفسیر کیوں نہیں نکلتی اور اندرونی و بیرونی مخالف کیوں نہیں مانتے) میرے انفاس کفرکش ہیں۔ (تیرہ کروڑ مسلمانوں اور کل عالم کو کافر جو بنا دیا) جو صاحب مرزا قادیانی کے خالی دعوؤں اور شیخیوں کا طومار دیکھنا چاہیں وہ ان کے رسالہ ضرورۃ الامام کو ملاحظہ کریں۔

عیبو ہم...... بگڑے ہوئے مذاقوں کی تائید: ایک عبدالکریم کی وفات پر کس قدر مدتوں مرثیہ خوانی ہوئی۔ مسلمان شکم پروری، فضول خرچی اور آرام طلبی میں بدنام ہیں۔ آپ کا لنگر خانہ اور قادیان میں پڑے رہنا ان علتوں کا کیسا عملی نمونہ اور موید ہے۔ زمانہ حال کی تعلیم پر اعتراض ہے

کہ مصنف لیکچرار، اخبار نویس، مضمون نویس، اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ مگر عمدا نہ تو خود کچھ کرتے ہیں اور نہ اوروں سے کرا سکتے ہیں۔ یہی منظر آپ نے اور آپ کی جماعت قادیانی نے پیش کر رکھا ہے۔ جماعت محمدی ﷺ کا حال بالکل برعکس تھا۔ یعنی ان کی باتیں تھوڑی اور عمل زیادہ تھے اور اب عمل تھوڑے مگر باتیں زیادہ ہیں پھر بیچارہ سجادہ نشینوں اور گوشہ نشینوں پر اعتراض کئے جاتے ہیں۔ قبر پرستی کی تائید میں بہشتی مقبرہ اور عمارت پرستی کی تائید میں منارہ کی بنیاد ڈال دی۔

نوزدہم...... تعمیر منارہ: اوّل تو بذات خود ایک لغو اور نمائشی عمارت ہے۔ دوم اس تعمیر میں ان احادیث صحیحہ کی تردید ہے۔ جن میں ارشاد ہے کہ سب سے برا طریق روپیہ برباد کرنے کا فضول عمارات بنوانا ہے۔ سوم اسلام کو اس وقت اشاعت القرآن کی ضرورت ہے۔ دس ہزار روپیہ میں دس ہزار قرآنی تفاسیر مفت شائع ہو سکتی ہیں۔ ایسے وقت میں جب کہ اسلام مفلس ہے۔ اسلامی روپیہ وفضول عمارات میں صرف کرنا سخت ظلم ہے۔ مگر افسوس نفسانی نشہ میں آپ نے کچھ خیال نہ کیا۔ چہارم یہ شرک پسند طبع کے واسطے ایک بت ہو سکتا ہے۔

بستم...... انبیاء کی تحقیر: ازالہ اوہام میں مسیح علیہ السلام کی پیش گوئیوں پر طنزاً کہا کہ یہ بھی کچھ پیش گوئی ہے کہ زلزلے آئیں گے۔ مری پڑے گی۔ لڑائیاں ہوں گی اور قحط پڑیں گے۔ پھر ایسی پیش گوئیوں کو عظیم الشان بنایا جا رہا ہے۔ مسیح علیہ السلام کے معجزات کو مسمریزمی کرشمہ قرار دے کر فرمایا کہ اگر یہ عاجز اس عمل کو مروہ اور قابل نفرت نہ جانتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت مریم سے کم نہ رہتا۔ اس خالی شیخی کا ثبوت کیا ہے؟ اعجاز احمدی میں شائع کیا۔ ”تکدر ماء السابقین وعیننا۔ الیٰ آخر الا تنکدر “پہلوں کے پانی مکدر ہو گئے۔ ہمارا چشمہ تا قیامت مکدر نہ ہوگا۔ سبحان اللہ! کیا وہی چشمہ ہے کہ وفائے عہد نہ کرنا، جھوٹ بولنا، اسراف بیجا، خلاف بیانی جھوٹی شیخی، فحش گوئی، شکم پروری، نفس پرستی، آرام طلبی، توہین رب العالمین، توہین انبیاء، کثرت مفرحات ومقویات، تفرقہ اندازی، گدائی، تفسیر القرآن میں خلاف بیانیاں۔

بست ویکم...... بھیک مانگنا: البدر ۲۳،۳۰ جنوری میں شائع کیا۔ ہر ایک بیعت کنندہ پر فرض ہے کہ حسب توفیق ماہواری یا سہ ماہی لنگر خانہ میں چندہ روانہ کرتا رہے۔ ورنہ ہر تین ماہ کے بعد اس کا نام بیعت سے خارج ہوگا۔ کیا تمام انبیاء ایسے ہی پیٹ گدا تھے؟ کیا اس میں ”لا اسئلکم علیہ اجراً“ کا خلاف نہیں ہے۔ اس حساب سے جو بیچارہ نادار ہو اور چندہ نہ دے سکے۔ وہ گویا اسلام سے خارج اور جہنم میں جھونکا جائے گا۔ بنئے بقال تو اپنے روپیہ کی وصولیت میں مکان اور زمین وغیرہ ہی قرق کرایا کرتے تھے۔ جس کو شائستہ گورنمنٹ نے خود بند کیا اور قید بھی بلا شقت معہ

خوراک جائز قرار دی۔ مگر مرزا قادیانی اپنے سوال کی عدم ادائیگی میں ہمیشہ کی جہنم میں گراتے ہیں۔ ایک تو گدائی پھر بیچارہ ناداروں کو ہمیشہ کا جہنم، مسجدوں کے ملاؤں پر تو دین فروشی کا الزام لگایا کرتے ہیں اور خود یہ عمل ہیں۔ حمایت الاسلام، ندوۃ العلماء، ایجوکیشنل کانفرنس، محسن الملک اور تمام اسلامی خادم قوم کی تعلیم وتربیت یتیموں کی پرورش، غریبوں کی امداد، نومسلموں کی تالیف اور قومی ترقی کے واسطے ضرور چندہ کرتے ہیں۔ مگر اس میں اپنے اور کنبہ کے پیٹ نہیں پالے جاتے نہ ان کے بانیوں کی بیویاں زیورات سے لدتی اور جائیدادیں خریدتی ہیں۔ نہ ان کے ساس سسر اور سالے اس میں پرورش پاتے اور نہ ان کے بھانڈ اور مداح موٹ ہوتے ہیں اور نہ وہ اپنی ذاتی عمارت کو وسیع کرتے ہیں اور نہ اس قومی روپیہ سے کتابیں چھپوا کر ان کا منافع آپ خورد برد کرتے ہیں۔ پھر وہ مرزا قادیانی کے نزدیک کافر، جہنمی اور دجال ہیں۔ ہزاروں آفریں ایسے کافروں پر جیسا کہ محسن الملک اور شمس الدین ہیں۔

بست ودوم...... مرزا قادیانی کے خلاف چند ملہمین باخدا کے الہامات:

۱...... الہامات مولوی عبدالرحمٰن لکھو کے والے۔ ’’وما یعدهم الشیطان الا غروراً واتخذوا اٰیاتی ورسلی هزواً اولئك هم الکافرون حقا ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا واتبع هواه وکان امره فرطاً‘‘

۲...... الہامات حافظ حاجی مولوی عبدالحق غزنوی: ’’وما کید فرعون الا فی تباب، من شذ شذ فی النار، سنسمه علی الخرطوم‘‘۔

۳...... الہامات مولوی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ لاہور: ’’ان الله لا یهدی من هو مسرف کذاب، خوانا اثیما‘‘ ’’جواور کا چیتے برا اس کا برا ہو جائے گا‘‘۔ ’’سنسمه علی الخرطوم‘‘ عیسیٰ نتوں گشت بہ تصدیق خرے چند۔ زیادہ تفصیل کے لئے دیکھو۔

(عصائے موسیٰ ص۷۵ تا۸۲، ص۲۲۹ تا۲۳۵)

۴...... جب مرزا قادیانی کا رسالہ الوصیت شائع ہوا۔ اس وقت شیخ الٰہی بخش کو الہام ہوا۔ ’’وما یعدهم الشیطان الا غروراً لو یواخذهم الله بما کسبوا العجل لهم العذاب‘‘

۵...... جب میرے تحمیدی وتوحیدی لیکچروں پر پٹیالہ میں فتنہ برپا ہوا۔ اس وقت مرزا امراد بیگ ساماہنوی کو الہام ہوا: ’’انهم فی طغیانهم یعمهون‘‘ مجھے خواب میں معلوم ہوا کہ قریب تھا اس مشرکانہ جماعت پر صاعقہ گر پڑتا۔

۶...... جب میرا رسالہ الذکر الحکیم نمبر ۴ شیخ الٰہی بخش کی خدمت میں پہنچا تو ان کو میری نسبت الہام ہوا۔ ’’واللہ یختص برحمتہ من یشاء‘‘

۷...... جب مرزا قادیانی نے اپنی ۳۰ مئی کی وحی میں یہ الفاظ شائع کئے۔ ’’فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔‘‘ مجھے خیال گذرا کہیں ابن صباح والی کارستانی نہ ہو جائے جو ایک بڑا عالم فاضل گذرا ہے۔ جس کے ہزاروں ایسے مخلص مرید ہو گذرے تھے کہ اس کے اشارہ سے بڑے بڑے آدمیوں کا خون کر دیتے تھے۔ تو میں نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا۔ تب مجھے الہامات ذیل ہوئے۔ ’’انک لمن المرسلین ‘‘ اس سے مجھے اطمینان ہو گیا کہ اللہ کریم مجھے محفوظ رکھے گا اور میرے دشمن ہلاک ہوں گے۔ پھر الہام ہوا۔ دجالی فتنہ تیرے ہاتھ سے پاش پاش کرایا جائے گا۔ پھر الذکر الحکیم نمبر ۴ کی نسبت الہام ہوا۔ ’’ان ھو الا ذکر للعالمین لمن شاء منکم ان یستقیم ‘‘ پھر مرزا قادیانی کی نسبت دل میں ڈالا گیا۔ ’’ففریقاً کذبتم وفریقاً تقتلون ‘‘ ایک خواب میں کیا دیکھتا ہوں ایک چارپائی پر میں اور مرزا ہیں اور سرہانے کی طرف اسی چارپائی پر ان کی بیوی صاحبہ اور میں بہشتی مقبرہ کے خلاف آیات ذیل پیش کرتا ہوں۔ ’’لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ ۰ لا تکلف نفس عن نفس شیئاً ‘‘ بیوی صاحبہ کہتی ہیں ہمارا اس قدر روپیہ جو صرف ہو چکا وہ برباد جائے گا۔ میں جواب دیتا ہوں کہ اسلام کے مقابلہ پر آپ کے روپیہ کی کیا حقیقت ہے اور ان سے اعراض کر کے اس نے مرزا قادیانی کو مخاطب کیا۔ پھر ’’انت منی وانا منک ‘‘ والے الہام پر جرح کی۔ وہ کہنے لگے پھر بیعت کر لو۔ میں نے جواب دیا کہ مخالف تحریکات جو ہو رہی ہیں پہلے اپنی اصلاح کرو۔ پھر دعا کرو۔ کیونکہ میں مدتوں آپ کا مرید رہا ہوں اور بڑی خدمتیں کی ہیں۔ کم سے کم چار روز تو آپ میرے واسطے دعا کرنے میں وقف کریں۔ ’’ھل جزآء الاحسان الا الاحسان‘‘

بست وسوم...... مرزا قادیانی کی پیش گوئیوں میں غلو اور کذب کی آمیزش: نمونتاً ہم اس جگہ محض چند پیش گوئیوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو مرزا قادیانی نے اپنے صدق کی بنیاد ٹھہرایا اور جن کو قبل از وقت دعوؤں کے ساتھ شائع کیا کہ اگر یہ جھوٹی نکلیں تو مجھ کو دجال، کذاب، خائن، مفتری، شریر، بدترین، خلائق، زندیق، کافر سمجھا جاوے اور مجھے ہر قسم کی سزا دی جائے۔

۱...... عمنوائیل اور بشیر کی ولادت کی پیش گوئی۔ اقتباس از اشتہار مورخہ ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء ’’خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عمنوائیل اور بشیر بھی ہے۔ وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری وباطنی سے پر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے

والا ہوگا۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ" فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء "وہ جلد جلد بڑھے گا۔ وہ صاحب شکوہ و دولت و عظمت ہوگا۔ بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔ پھر ۸/اپریل ۱۸۸۶ء کو شائع کیا کہ اگر وہ حمل موجود میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہوگا۔ ۷/اگست ۱۸۸۷ء کو خوشخبری شائع کی کہ وہ مولود مسعود ڈیڑھ بجے رات کے پیدا ہوگیا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ! اب دیکھنا چاہئے کہ یہ کس قدر بزرگ پیش گوئی ہے جو ظہور میں آئی۔ اس کے عقیقہ پر نہایت دھوم دھام کی اور دور دور سے احباب کو اس تقریب پر بلایا۔ مگر وہ فرزند طفولیت میں ہی فوت ہوگیا۔ خواتین مبارکہ بھی جنہوں نے اس پیش گوئی کے بعد آنا تھا نہ معلوم کہاں رہی یا نکل گئی؟

۲...... متعلقہ ڈپٹی عبداللہ آتھم جو ۵/جون ۱۸۹۳ء کو امرتسر ایک مباحثہ کے خاتمہ پر کی اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب پیش گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔ (جنگ مقدس ص ۱۸۸)

پھر روئیداد مقدمہ میں مرزا قادیانی نے بعدالت مجسٹریٹ گورداسپور اقرار کیا کہ فریق سے مراد صرف آتھم ہے۔ ڈاکٹر کلارک وغیرہ کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ رسالہ کرامات الصادقین کے سرورق پر بھی ظاہر کیا کہ عبداللہ آتھم کے مرنے کی مجھے بشارت ملی۔ مگر جب عبداللہ آتھم میعاد مقررہ کے اندر فوت نہیں ہوا بلکہ اس کے بعد مذہب عیسویت پر ہی فوت ہوا۔ تب مرزا قادیانی نے ہزاری، دو ہزاری، سہ ہزاری اور چہار ہزاری اشتہار بدیں مضمون شائع کیا کہ عبداللہ آتھم پیش گوئی کی وجہ سے موت سے ڈرتا رہا ہے۔ اس لئے موت اس سے ٹل گئی۔ اگر وہ نہیں ڈرا تو قسم کھا کر ظاہر کرے اور یہ بھی ظاہر کیا کہ انذاری پیش گوئیاں اکثر ٹل جایا کرتی ہیں۔ جیسا کہ قوم یونس پر سے عذاب ٹل گیا تھا۔ پھر انجام آتھم کے ص ۱۴ پر رجوع آتھم پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب

سے اس نے پیش گوئی سنی تھی۔ عیسائیت کی حمایت پر ایک سطر بھی نہیں لکھی۔ کشتی نوح میں مرزا قادیانی نے پھر یہ نئی بات ظاہر کی کہ آتھم نے عین جلسہ مباحثہ میں ستر ہزار آدمیوں کے روبرو آنحضرت کو دجال کہنے سے رجوع کیا تھا اور پیش گوئی کی بناء یہی تھی۔ پھر سب سے عجب تر خلاف بیانی ایک اور ہے جو مرزا قادیانی کے ہی الفاظ درج ذیل ہے۔ ''اگر آتھم رجوع بحق نہ کرے گا تو ہاویہ میں گرایا جائے گا۔'' یعنی اس کا رجوع بحق کرنا ہاویہ میں گرائے جانے کو مانع ہے۔ گویا ان دونوں باتوں میں تضاد کا علاقہ ہے۔ جیسی رات اور دن میں یا سیاہ اور سفید میں کہ ایک ہوئے دوسرے کا ہونا ناممکن ہے۔ مگر (انوار الاسلام ص۵) میں لکھتے ہیں۔ ''وہ ہاویہ میں گرایا جانا عبداللہ آتھم نے اپنے ہاتھ سے پورا کیا۔ جن مصائب میں اس نے اپنے تئیں ڈالا اور جس طرز سے مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ ان کے دامنگیر ہوا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا۔ یہی اصل ہاویہ تھا اور سزائے موت اس کے کمال کے لئے ہے۔ جس کا ذکر الہٰی عبارت میں موجود تھی۔ نہیں بیشک یہ مصیبت ایک ہاویہ تھا۔ جس کو عبداللہ آتھم نے اپنی حالت کے موافق بھگت لیا۔''

(کشتی نوح ص۶)

پر ایک اور خلاف بیانی کی ہے۔ ''پیش گوئی میں یہ بیان کیا کہ فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مر گیا۔'' سو وہ آتھم پہلے مر گیا۔ یہ کیسا سفید جھوٹ اور افتراء علے اللہ ہے۔ اصل الہام کے الفاظ کچھ ہیں اور آپ کبھی کچھ بیان کرتے ہیں اور کبھی کچھ۔ گویا کہ اپنے منہ سے اقرار کر رہے ہیں کہ وہ سب من گھڑت الہام تھا۔ ''ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً'' اگر آپ کے سوائے کسی اور کے پاس سے ہوتا تو اس میں بہت سے اختلافات پاتے۔

مگر عبداللہ آتھم نہ تو میعاد مقررہ کے اندر فوت ہوا اور نہ اس نے جھوٹ بولنا اور عاجز انسان کو خدا بنانا چھوڑ کر رجوع الی الحق کیا۔ مرزا قادیانی کی تاویلات بے بنیاد ہیں۔ اوّل تو اصل پیش گوئی کے یہ الفاظ ہیں کہ جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ صاف بتا رہے ہیں کہ رجوع سے مراد الوہیت مسیح سے تائب ہونا اور اسلام کی طرف جھکنا ہے نہ کہ محض موت سے ڈرنا۔ دوم: ایسا ڈر تو مرزا قادیانی کو بھی آریہ کی دھمکی پر ہوا تھا اور گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں امداد اور حفاظت کی درخواست پیش کی تھی۔ پھر کیا اس ڈر کے یہی معنی ہیں کہ آپ نے اس الہام سے رجوع کی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کے لئے بالفاظ ذیل نازل کیا تھا۔ ''یا عیسیٰ انی متوفیک ۰ واللہ یعصمک من

النناس ''سوم: محض خوف عذاب پیش گوئی کونہیں ٹال سکتا۔ جیسا کہ حدیث بخاری میں ہے کہ سعد نے امیہ بن خلف کو آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی سنادی تھی کہ تو ایک روز مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ اس سے امیہ سخت گھبرایا اور قسم کھائی کہ مکہ سے میں کبھی نہ نکلوں گا۔ جب جنگ بدر کا موقعہ ہوا تو ابوجہل نے اس کو سخت مجبور کیا۔ تب اس کی بیوی نے وہ پیش گوئی اسے یاد دلائی۔ امیہ نے کہا میں تھوڑی دور انہیں رخصت کرنے جاؤں گا۔ راستہ میں وہ کوشش کرتا رہا کہ قابو پا کر واپس ہو جائے۔ مگر خدا نے اسے بدر کی لڑائی میں قتل کرایا۔

الغرض باوجودیکہ امیہ بن خلف پیش گوئی کو سچ سمجھ کر ڈرتا رہا۔ مگر وہ موت سے نہ بچ سکا۔ چہارم: عبداللہ آتھم سے قسمیہ اقرار لینا مذہب عیسوی کے خلاف تھا۔ اس لئے اس نے جواب دیا کہ بااختیار خود قسم کھانا میرے مذہب میں حرام ہے۔ گر مجھے حلف کراتا ہے تو عدالت میں طلب کرو۔ عدالت کے جبر سے میں قسم کھالوں گا۔ (نورافشاں مورخہ ۱۰؍اکتوبر ۱۸۹۴ء)

پنجم: قوم یونس سے جو التوائے عذاب ہوا وہ ایمان لانے سے ہوا تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے: ''فلولا کانت قریة اٰمنت فنفعها ایمانها الا قوم یونس لمّا اٰمنوا کشفنا عنهم عذاب الخزی فی الحیوٰة الدنیا ومتعنٰهم الیٰ حین'' ششم: یہ دعویٰ کہ عبداللہ آتھم نے پیش گوئی کے بعد عیسائیت کی حمایت میں ایک سطر نہیں لکھی۔ محض غلط ہے۔ کیونکہ خلاصہ مباحثہ جو آتھم نے پیش گوئی کے بعد تحریر کیا۔ اس کے ص۴ پر لکھتے ہیں کہ: ''مجذوب منشوں کو ہم مسئلہ تثلیث وتوحید کیا سمجھا سکتے تھے۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ مباحثہ کے بعد اسلام کے خلاف تثلیث پر برابر جما رہا۔'' پھر اسی رسالہ ص۸ میں مرزا قادیانی کے الہامات ''انت منی وانا منك'' پر لکھتے ہیں۔ ہم کو تو اس آئینہ میں چہرہ کسی دہریہ یا ہمہ اوست کا جو برادر توام دہریہ کا ہے نظر آتا ہے اور اشارتاً مرزا قادیانی کو دجال اور جھوٹا کہا ہے۔ ہفتم: پہلے التوائے موت کا سبب موت سے اور ڈرنا ظاہر کرتے رہے۔ پھر (کشتی نوح ص۶) میں یہ ظاہر کیا کہ آتھم نے عین جلسہ میں آنحضرت ﷺ کو دجال کہنے سے رجوع کر لیا تھا۔ یہ تحریر الفاظ پیش گوئی کے خلاف ہے۔ کیونکہ ان میں عاجز انسان کو خدا بنانا اور عمداً جھوٹ بولنا بنائے موت وجہنم قرار دیئے گئے تھے اور اگر عبداللہ آتھم نے آنحضرت ﷺ کو دجال کہنے سے رجوع کیا تھا تو اسی وقت اس امر کا اعلان کر دینا چاہئے تھا کہ وہ رجوع کر چکا ہے۔ اس لئے اب پندرہ ماہ کے اندر نہیں مرے گا۔ بلکہ بعد کی تقریروں اور تحریروں میں یہی ظاہر کرتے رہے کہ آتھم ضرور مرے گا۔ ہشتم: کبھی تو یہ ظاہر کیا کہ وہ موت سے ڈرتا رہا۔ کبھی یہ کہ آنحضرت ﷺ کو دجال کہنے سے رجوع کیا۔ اس لئے ہاویہ میں نہیں

گرایا گیا۔ کبھی یہ ظاہر کیا کہ وہ ہاویہ میں گرایا گیا۔ نہم: پیشین گوئی کے الفاظ میں ہے۔ ”جو سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔“ یہ الفاظ مرزا قادیانی کی صاف تکذیب کرتے ہیں۔ کیونکہ اختتام میعاد پر نہایت کثرت سے اور سخت از سخت اشتہارات ورسالہ جات مرزا قادیانی کے خلاف عیسائیوں اور مسلمانوں کی طرف سے شائع ہوئے اور کل ہندوستان میں مرزا قادیانی کی سخت از سخت ذلت ورسوائی ہوئی۔ دہم: پیش گوئی کے اجزا یہ بھی تھے۔ اس وقت یہ پیش گوئی ظہور میں آوے گی۔ بعضے اندھے سوجا کھے کئے جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے۔ یہ صریحاً باطل ثابت ہوئے۔ کیونکہ کوئی سخت مخالف جو لنگڑے اور بہرے اور اندھے کے مشابہ ہوسکتے تھے۔ اس پیش گوئی کے خاتمہ پر مرزا قادیانی کے مریدوں میں داخل نہیں ہوئے۔ بلکہ بعض مرید اور انکار میں پڑ گئے۔ مسلمانوں نے یہاں تک شائع کیا کہ جو لوگ اسلام کی آڑ میں ہوکر اس کو بگاڑنا چاہیں وہ ہمیشہ ذلیل اور خوار ہوتے ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ اس ذلت کا اقرار خود مرزا قادیانی نے (سراج منیر ص۴۷) .... کیا۔ ”انہوں نے پشاور سے لے کر الہ آباد اور بمبئی اور کلکتہ اور دور دور کے شہروں تک نہایت شوخی سے ناچنا شروع کیا اور دین اسلام سے ٹھٹھے کئے اور سب مولوی یہودی صفت اور اخباروں والے ان کے ساتھ خوش خوش اور ہاتھ میں ہاتھ ملائے ہوئے تھے۔“

نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ نے اس پیش گوئی کے خاتمہ پر ایک خط میں یہ لکھا تھا اب کیا یہ پیش گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ عبداللہ اب تک صحیح وسالم موجود ہے اور اس کو بسزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا۔ اگر ہاویہ کے معنی صرف ذلت ورسوائی کے لئے جائیں تو بیشک ہماری جماعت ذلت ورسوائی کے ہاویہ میں گرگئی۔ میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں۔ (انجام آتھم ص۱۷) پر مرزا قادیانی نے خود بعض مریدوں کو پھر جانا مانا ہے۔ (تو کیا یہی اندھے تھے جو دیکھنے لگے اور لنگڑے تھے جو چلنے لگے اور بہرے تھے جو سننے لگے؟) اس سے تو کھلے طور پر مرزا قادیانی کا جھوٹا ہونا ثابت ہوگیا اور وہ ہر قسم کی ذلت اور سزا کے مستحق ٹھہر گئے۔

۳...... پیش گوئی کے متعلق لیکھرام: اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء میں الہام ذیل شائع ہوا۔ ”عجل جسد له خوار له نصب وعذاب“ اور خدا کی طرف سے ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ جو ۲۰ر فروری ۱۸۹۲ء سے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں۔ عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔

پھر یہ بھی لکھا کہ اگر اس شخص پر چھ سال کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں اور ہر قسم کی سزا کا مستحق۔

اصل پیش گوئی میں دکھ اور عذاب کے الفاظ ہیں۔ پھر ان کی تشریح یہ کی ہے کہ وہ عذاب خارق عادت ہوگا اور الٰہی ہیبت رکھتا ہوگا۔ مگر کرامات الصادقین میں ہے۔ ”فبشرنی ربی بموته فی ست سنة“ (قاعدہ نحو کی رو سے یہ جملہ غلط ہے۔ فی ست سنین چاہئے) میرے رب نے مجھے بشارت دی کہ وہ چھ سال کے اندر مر جائے گا۔ مورخہ ۶ رمارچ ۱۸۹۷ء کو لیکھ رام چھری سے مارا گیا۔ کیا اس کو خرق عادت عذاب اور الٰہی ہیبت والا عذاب کہہ سکتے ہیں؟ کیا جس قدر قتل ہوتے ہیں وہ خرق عادت اور معجزہ میں داخل ہیں۔ ایسے معجزات تو سرحد کابل پر ہمیشہ ہوتے رہتے اور جنگ ٹرنیسوال اور جنگ روس و جاپان میں تو لاکھوں ہوئے۔ کیا ان سب کو خرق عادت کہہ سکتے ہیں؟ مرزا قادیانی نے سراج منیر میں یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ اگر پیش گوئی فی الواقع ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر ہو تو وہ خود بخود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ پس وہ کون کون سے لوگ ہیں جن کے دلوں کو اس پیش گوئی کی عظیم الشان ہیبت نے اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔

۴...... پیش گوئی مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد اور لڑکی کی نسبت: اشتہار مورخہ ۱۰ رجولائی ۱۸۸۸ء کا اقتباس۔

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا — قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا
جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا — کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا

اس خدائے قادر وحکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک ومروت تم سے اسی شرط سے کیا جاوے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے ایک موجب برکت اور رحمت کا نشان ہوگا اور تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۰ء میں درج ہے۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام بہت برا ہوگا۔ جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔ عربی الہام اس بارہ میں یہ ہے: ”انا زوجنٰکها“ ہم نے تیرا نکاح اس سے کر دیا۔ ”کذبوا بایتنا

وكانوا بها يستهزؤن ۔ فسيكفيكهم الله ويردها اليك لا تبديل لكلمات الله ان ربك فعال لما يريد ۔ انت معي وانا معك عسىٰ ان يبعثك ربك مقاما محموداً "
یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس کی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب تجھے وہ مقام ملے گا جس میں تیری تعریف کی جاوے گی۔ رسالہ شہادت القرآن میں اس کی میعاد ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء سے قریباً گیارہ مہینہ باقی بتلائے ہیں۔ اس لئے ۲۱ اگست ۱۸۹۴ء کو مرزا غلام احمد کا داماد فوت ہونا چاہئے تھا۔ مگر وہ فوت نہیں ہوا اور اب تک زندہ ہے اور بدستور مرزا کا مخالف ہے۔ پہلے نان کمیشن افسر تھا اب کمیشن افسر ہے۔ مرزا قادیانی نے ظاہری اسباب میں بھی اس نکاح کے لئے بڑی کوششیں کیں۔ چنانچہ جب مرزا قادیانی کو خبر ملی کہ احمد بیگ اپنی لڑکی کی شادی اور جگہ کرنے والا ہے۔ تب ۴ مئی ۱۸۹۱ء کو انہوں نے ایک طول طویل خط بڑے زور شور سے مرزا علی شیر بیگ کے نام لکھا جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ: "اگر آپ اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں تو میں اپنے بیٹے فضل احمد سے اس کی بیوی کو طلاق دلوا دوں گا۔ ایک طرف جب محمدی کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لاوارث کر دوں گا اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور اس کا یہ ارادہ بند کرا دو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں اور فضل احمد کو جو اب میرے قبضہ میں ہے۔ ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کے لئے کوشش کروں گا اور میرا مال ان کا مال ہوگا۔"

اسی تاریخ کو ایک خط عزت بی بی کی والدہ کے نام لکھا جس کے چند سطور حسب ذیل ہیں: "والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک محمدی یعنی مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتے ناطے توڑ دوں گا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ اس لئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا سکتی ہو اس کو سمجھا دو اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نورالدین اور فضل احمد کو لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کیا جاوے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جاوے اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے۔ سو امید کرتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی

طرف سے طلاق نامہ لکھا جاوے گا۔ سو محمدی کا دوسری جگہ نکاح ہوتے ہی طلاق پڑ جائے گی۔‘‘

تیسرا خط اسی مضمون کا مرزا قادیانی نے اپنی بہو سے لکھوا کر اس کی والدہ کی طرف بھیجا۔ چوتھا خط مرزا قادیانی نے احمد بیگ کے نام اسی مضمون پر لکھا کہ اگر مرزا تمام تدابیر میں ناکام رہے اور ان کی آسمانی منکوحہ اب تک مرزا سلطان محمد کے تحت میں ہے جس کو ۲۱ر اگست ۱۸۹۴ء تک فوت ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر مرزا قادیانی اس میں بھی یہی کہتے ہیں کہ احمد بیگ تو مر گیا اور اس کا داماد سلطان محمد خوف اور توبہ کی وجہ سے بچ گیا۔ کیا سلطان محمد مرزا قادیانی کا مرید ہو گیا اور ان کی آسمانی منکوحہ کو چھوڑ کر مرزا قادیانی کے حوالہ کر دیا ہے؟ اور الہام کا اصل جز یعنی محمدی کا مرزا کے نکاح میں آنا پورا ہو گیا۔ جو تمام قضیہ کی بنیاد ہے اور جس کی نسبت الہام میں یہ الفاظ تھے۔ ’’انا زوجناکها فسیکفکهم الله ویردها الیك لا تبدیل لکلمات الله ان ربك فعال لما یرید ‘‘ کہ اللہ ان سب کے مقابلہ پر تیرے واسطے کافی ہوگا اور اس کو تیری طرف واپس لے آئے گا۔ اللہ کے الفاظ بدل نہیں سکتے۔ تیرا رب جو چاہے کر سکتا ہے۔ قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا۔ کیونکہ اس کے یہی معنی ہیں کہ آپ کی آسمانی منکوحہ دوسرے انسان کے تحت میں ہے اور گیارہ بچے جن چکی ہے۔

۵...... پیش گوئی متعلقہ مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی وملا محمد بخش مالک اخبار جعفر زٹلی لاہور اور مولوی ابوالحسن تبتی: اقتباس از اشتہار مورخہ ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء ’’میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے اور وہ دعا جو میں نے کی ہے یہ ہے کہ اے میرے ذوالجلال پروردگار اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ ’’اشاعة السنة ‘‘ میں بار بار مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ر نومبر ۱۸۹۷ء کو چھپا ہے میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تو اے میرے مولا اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر تیرہ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ر دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ر جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار کر اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر اور اس روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔ لیکن اگر اے میرے آقا! اے میرے مولیٰ! میرے منعم! میرے ان نعمتوں کے دینے والے جو تو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں۔ تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ ان تیرہ مہینوں میں جو ۱۵ر دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ر جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کئے جائیں گے شیخ

محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبتی مذکور کو جنہوں نے میرے ذلیل کرنے کے لئے یہ اشتہار لکھا ہے ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر۔ غرض اگر یہ لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیزگار اور میں کذاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلت کی مار سے تباہ کر اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے تو میرے لئے نشان ظاہر فرما کہ ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ''ضربت علیھم الذلۃ'' کا مصداق کر۔ آمین ثم آمین!

یہ دعا تھی جو میں نے کی اس کے جواب میں الہام ہوا کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا اور چند عربی الہامات ہوئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں: ''ان الذین یصدون عن سبیل اللہ سینالھم غضب من ربھم ضرب اللہ اشد من ضرب الناس انما امرنا اذا اردنا شیئاً ان نقول لہ کن فیکون ۰ اتعجل لا مری انی مع العشاق۰ انی انا الرحمن ذوالمجد والعلے ویعرض الظالم علےٰ یدیہ ویضرح بین یدی جزاء سیۃ بمثلھا ما وترھقھم ذلہ ۰ مالھم من اللہ من عاصم فاصبر حتےٰ یاتی اللہ مع الذین ھم محسنون'' ۱۵؍جنوری ۱۹۰۰ء گذر گئی اور محمد حسین وملا محمد بخش اور مولوی ابوالحسن تبتی سب ہی حال میں زندہ وسلامت اور باعزت رہے۔ جیسا کہ پہلے سے تھے جب کہ پیش گوئی کی میعاد قریب الاختتام ہوئی۔ تب مرزا قادیانی نے ایک شخص کی معرفت علماء سے فتویٰ حاصل کیا کہ حضرت مہدی کے منکر کا کیا حکم ہے۔ اس پر علماء نے جو فتویٰ دیئے اور مرزا قادیانی نے ان کو مولوی محمد حسین پر چسپاں کر کے ۷؍جنوری ۱۸۹۹ء کو ایک اشتہار شائع کر دیا کہ جس طرح مولوی محمد حسین نے میرے اوپر فتویٰ کفر کا لگایا تھا اس پر بھی لگ گیا۔ پس یہی میری پیش گوئی کا مدعا تھا اور بس! کہاں تو الہام کے یہ الفاظ کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ ضرب اللہ اشد من ضرب الناس! اور کہاں یہ فتویٰ جو خود مرزا قادیانی پر بھی ایسا ہی چسپاں ہوسکتا ہے۔ کیونکہ وہ خود بھی تو اس مہدی کے منکر ہیں جو عام طور پر مانا جاتا ہے۔ ہاتھ کاٹنے کی خود مرزا قادیانی نے یہ تفسیر کی تھی کہ ظالم ناجائز تحریر پر پچھتا دے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔ مگر مولوی محمد حسین وملا محمد بخش وابوالحسن صاحبان آج تک اسی طرح مرزا قادیانی کے مخالف اور مکذب اور مکفر ہیں۔ پھر یہ تاویل بھی خلاف بیانوں سے نہیں بچی۔ چنانچہ ۱۷؍دسمبر ۱۸۹۹ء کو ایک اشتہار دیا جس میں ذلت کے اسباب حسب ذیل گنائے:

۱...... مولوی محمد حسین نے میرے الہامی جملہ "عجبت له" پر اعتراض کیا۔ حالانکہ عجبت کا صلہ لام فصحائے کے کلام میں موجود ہے۔ اس سے اس کی بے عزتی ہوئی۔
۲...... ہمارے مقدمہ میں ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے اس کو سخت سست کہا۔ بلکہ اس سے یہ عہد لیا کہ آئندہ کو وہ مجھے دجال کادیانی کافر وغیرہ نہ کہے گا۔
۳...... مولوی محمد حسین نے لفظ ڈسچارج کا ترجمہ غلط کیا۔
۴...... اس کو زمین مل گئی یہ بھی ذلت ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر میں کھیتی کے آلات داخل ہوں وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔

لام صلہ کے تو انکار کا کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ ایک خط میں ابو سعید محمد حسین جو بنام مولوی ابوالوفا ثناء اللہ بھی لکھتے ہیں۔ السلام علیکم! مرزا جھوٹ لکھتا ہے میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ عجیب کا صلہ لام کبھی نہیں آتا۔ حدیث مشکوٰۃ "عجبا له يسئله ويصدقه" مجھے بھول نہیں گئی۔ میں نے یہ کہا تھا کہ قرآن میں عجب کا صلہ من آیا ہے۔ "قالوا اتعجب من امر الله" (ابوسعید) پھر اگر صرفی یا نحوی غلطی، صلہ وہ ہونا کوئی بڑی ذلت ہے تو مرزا قادیانی کی کس قدر ذلت ہوئی۔ جب محمد حسین نے آپ کی غلطیوں کو طویل فہرست شائع کی اور خاص کر جب آپ کی الہامی عبارتوں میں غلطیاں ثابت کی گئیں۔

زمینداری کی ذلت محمد حسین کو آج ملی۔ مگر مرزا پشت در پشت سے اس ذلت میں مبتلا ہیں۔ باقی رہا مقدمہ کے فیصلہ کی ذلت اس میں طرفین سے برابر قرار لئے گئے ہیں۔ چنانچہ اس فیصلہ کی کل دفعات حسب ذیل ہیں:

۱...... میں ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔
۲...... میں خدا کے پاس اپیل (فریاد درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو یا ہندو ہو) یا عیسائی وغیرہ کو ذلیل کرنے سے دیا۔ ان سے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الٰہی ہے یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔
۳...... میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا۔ جس کا یہ منشاء ہو یا جو ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی) ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۴...... میں اس امر سے بھی باز رہوں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست پیرو کے ساتھ مباحثہ کرنے میں دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں جس سے ان کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان کی ذات کی نسبت یا ان کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال، کافر، کاذب، بطالوی نہیں لکھوں گا۔ میں ان کی پرائیویٹ زندگی یا ان کے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کروں گا جس سے ان کو تکلیف پہنچنے کا عقلاً احتمال ہو۔

۵...... میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے مقابلہ کے لئے بلاؤں کہ وہ خدا کے پاس مباہلہ کی درخواست کریں تاکہ وہ ظاہر کریں۔ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں ان کو یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیش گوئی کرنے کے لئے بلاؤں گا۔

۶...... جہاں تک میرے احاطۂ طاقت میں ہے تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دوں گا کہ وہ بھی بجائے خود اسی طریق پر عمل کریں جس طریق پر کاربند ہونے کا میں نے دفعہ ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ میں اقرار کیا ہے۔ مولوی محمد حسین نے اشاعت السنہ نمبر۴ جلد ۹ بابت ۱۹۰۲ء ص ۱۰۷ پر مرزا قادیانی کے جواب میں عبارت ذیل شائع کی۔

مرزا قادیانی نے اپنے اشتہار ۱۸۹۹ء میں مضمون غلط اور خلاف واقعہ مشتہر کیا ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے اس اقرار نامہ پر دستخط کر کے اپنے فتویٰ کو اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ میں شائع کیا تھا منسوخ کر دیا ہے اور اسی بناء پر مرزا قادیانی نے اس اشتہار میں یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ وہ فیصلہ ابوسعید محمد حسین کے منشاء کے برخلاف ہوا۔ ہم کو مرزا قادیانی سے بحث وخطاب منظور نہیں۔ ہم صرف پبلک کو آگاہ کرنے کی غرض سے اس امر کا اظہار واجب سمجھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے اس بیان میں مجھ پر اور مجسٹریٹ ضلع پر افتراء کیا اور پبلک کو دھوکا دیا۔ خاکسار بشمول تمام مسلمانوں کے جو مذہب باطل مرزا کے مخالف ہیں مرزا قادیانی کو اس کے عقائد باطلہ مخالف اسلام کے سبب ویسا ہی گمراہ جانتا ہے۔ جیسا کہ اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے سے پہلے جانتا تھا اور اس کے حق میں وہی فتویٰ دیتا ہے جس کو جلد اشاعۃ السنہ میں مشتہر کر چکا ہے۔ اب رہا حدیث پیش کردہ مرزا قادیانی کی تفسیر۔ وہ فاتح قوم کے حق میں ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ عربی سپاہی کو ایک چپہ بھر زمین بھی نہ دیتے تھے...... اسی اصول کو آج گورنمنٹ برطانیہ نے موجب استحکام سلطنت سمجھا ہے کہ جو فاتح قوم

زمینداری کی طرف جھک جائے تو وہ جلدی کمزور اور ذلیل ہو جاتی ہے۔ رہا مولوی محمد حسین کی طرح زمینداری اس قسم کی تو خود آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کو بھی حاصل تھی۔ چنانچہ خیبر کی زمین اسی طریق پر دی گئی تھی۔ پھر عجب تر تماشہ اس پیش گوئی میں یہ ہے کہ ملا محمد بخش لاہوری اور ابوالحسن تبتی جو اس میں شامل تھے ان کی نسبت مرزا قادیانی اشتہار مورخہ ۱۷ر دسمبر ۱۸۹۹ء میں یہ فرماتے ہیں کہ ان کی عزت وذلت دونوں طفیلی ہیں۔ پھر اسی اشتہار میں لکھتے ہیں۔ وہ جعفر زٹلی جو گندی گالیوں سے باز نہیں آتا۔ اب اگر ذلت کی موت اس پر وارد نہیں ہوئی تو اب کیوں نہیں گالیاں نکالتا۔ یہ سفید جھوٹ ہے۔ کیونکہ اس کے بہت سے اشتہارات مرزا قادیانی کے خلاف نکلتے رہے۔ مثلاً ''مرزا کاذب اور ہم۔'' مورخہ ۲۰ر اپریل ۱۸۹۹ء کو بعنوان ''مسیح کاذب کے ساتھ باتیں۔'' ۲۵ر جون ۱۸۹۹ء کو بعنوان ''کادیان کا جھوٹا مسیح''، یکم ر اکتوبر ۱۸۹۹ء بعنوان ''الحکم کی غلط فہمی'' ۱۵ر دسمبر ۱۸۹۹ء کو بعنوان ''عجیب جواب۔'' بندہ ملا محمد بخش از لاہور، یکم ر اکتوبر ۱۸۹۹ء، ''پیش گوئی متعلقہ نشان آسمانی میعادی سہ سالہ'' اقتباس از اشتہار مورخہ ۵ر نومبر ۱۸۹۹ء۔ اے میرے مولا! قادر خدا! اب مجھے راہ بتلا (آمین) اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے آخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا اور اپنے بندے کے لئے گواہی دے۔ جس کو زبانوں سے کچلا گیا ہے۔ دیکھ میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اٹھاتا ہوں کہ تو ایسا ہی کر۔ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں اور جیسا کہ خیال کیا گیا ہے۔ کافر، کاذب نہیں ہوں تو ان تین سال میں جو آخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائیں گے۔ کوئی ایسا نشان دکھلا کہ جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔ (اشتہار مورخہ ۵ر نومبر ۱۸۹۹ء) گو یہ الفاظ دعائیہ ہیں۔ مگر مرزا قادیانی اپنے رسالہ (اعجاز احمدی ص ۸۸) پر اس دعا کو پیش گوئی قرار دیتے ہیں اور اپنی دعا کی نسبت اسی اشتہار کے ص ۲ پر فرماتے ہیں کہ: ''سلطان ایسی دلیل کو کہتے ہیں کہ جو اپنی قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کر لے۔'' (اشتہار مورخہ ۲۲ر اکتوبر ۱۸۹۹ء) پھر ص ۳ پر عبارت ذیل ہے۔ ''اگر تو اے خدا تین برس کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۰۲ء تک پورے ہو جائیں گے۔ میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلادے اور اپنے بندے کو ان لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور فاسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق سمجھ لوں گا جو میرے پر لگائے جاتے ہیں۔ میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی

مردود و ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں۔ جیسا کہ مجھے سمجھا گیا۔" پھر اس پیش گوئی کو اس طرح پورا کیا کہ ایک رسالہ اعجاز احمدی لکھا۔ مولوی ابوالوفا ثناء اللہ کے نام بھیج کر مبلغ دس ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار دیا کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری اتنی ہی ضخامت کا رسالہ اردو عربی نظم جیسا میں نے بنایا ہے۔ پانچ روز میں بنادے تو میں دس ہزار روپیہ ان کو انعام دوں گا اور اس قصیدہ کا نام قصیدہ اعجازیہ رکھا اور فرمایا کہ یہ قصیدہ ایسا فصیح و بلیغ ہے کہ جیسا قرآن آنحضرت کا معجزہ ہے اور اس سے میری وہ پیش گوئی جو سہ سالہ میعاد کی میں نے طلب کی تھی وہ پوری ہوئی۔ سبحان اللہ! اسکا جواب ثناء اللہ نے دیا اور جو ۲۹ رنومبر ۱۹۰۲ء کے پیسہ اخبار میں شائع ہوا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے مرزا قادیانی اس قصیدہ اعجازیہ کو ان غلطیوں سے جو میں پیش کروں صاف کر دیں تو پھر میں آپ کا شاگرد ہو جاؤں گا۔ یہ کیا بات ہے کہ آپ گھر سے تمام زور لگا کر ایک مضمون اچھی خاصی مدت میں لکھیں اور مخاطب کو جسے آپ کی مہلت کا کوئی علم نہیں محدود وقت کا پابند کریں۔ اگر واقعی آپ خدا کی طرف سے ہیں اور جدھر آپ کا منہ ہے ادھر ہی خدا کا منہ ہے۔ جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ میدان میں آ کر طبع آزمائی نہ کریں اور حرم سرائے سے گولہ باری کریں اور دراصل یہ قصیدہ اعجازی ہے تو پانچ روز کی قید کیوں لگائی؟ کیا قرآن شریف نے اپنے مقابلہ پر قید لگائی ہے کہ اگر اتنی مدت سے زائد ایام میں اس کے مقابل کوئی سورت لاؤ گے تو وہ ردی میں پھینک دی جائے گی۔ پھر ساتھ ہی اس قدر مدت میں چھپ جانے کی شرط ہے۔ گویا کہ آپ کا یہ بھی معجزہ ہے کہ دو پریس آپ کے پاس موجود ہیں جو دن رات اپ کو کام دے سکتے ہیں اور میرے پاس نہیں ہیں۔ ناظرین یہ ہیں مرزا قادیانی کی بھول بھلیاں۔ پھر اس قصیدہ اعجازیہ میں صرفی نحوی اور عروضی غلطیوں کی ایک فہرست پیش کی۔ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ قصیدہ اعجازی ہے تو یہ معجزہ تو بقول آپ کے اس تین سالہ میعاد سے پہلے کا حاصل تھا۔ چنانچہ ۱۳۱۱ھ سے آپ ایسے ہی مقیدہ اعجازی تصانیف مثل نور الحق، کرامات الصادقین اور سر الخلافہ شائع کرتے رہے ہیں اور نیز ۲۲ رنومبر ۱۹۰۲ء کو پیسہ اخبار میں آپ نے شائع کرایا تھا کہ عرصہ دس سال سے میرا دعویٰ عربی میں اعجاز نمائی کا ہے۔ پھر جو نشان اور معجزہ اس پیش گوئی سے سات سال پہلے کا آپ کو حاصل ہے۔ وہ اب پیش گوئی کا مصداق کیسے ہوسکتا ہے۔ کیا گذشتہ امور بھی پیش گوئی میں داخل ہیں؟ پھر پیش گوئی میں تو یہ بھی الفاظ ہیں کہ وہ آسمانی نشان ہوگا جو انسانی ہاتھوں سے بالا ہوگا اور یہ فعل آپ کا ہے تو کیا آپ انسان نہیں اور اگر یہ انسانوں کے ہاتھوں سے بالا ہے تو پانچ یوم کی

میعاد کیوں لگائی گئی۔ایک خط مولوی حاجی محمد یونس نے اس اعجازی قصیدہ کے مقابل پر لکھا جس کی چند سطور یہ ہیں۔ ''اب میں بذریعہ تحریر مرزا قادیانی سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ فوراً قصیدہ مذکور میرے نام روانہ فرمادیں یا اخبار میں شائع فرمادیں اور اپنے اعجاز کے زمانہ کو ذرا وسعت بخشیں۔ جس دن وہ قصیدہ میرے پاس پہنچے گا اس سے بیس دن کے اندر انشاء اللہ تعالیٰ اس سے بہتر جواب آپ کی خدمت میں حاضر کیا جائے گا۔'' (پیسہ اخبار مورخہ ۱۴ ردسمبر ۱۹۰۲ء)

اس خط کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

۷...... پیش گوئی متعلقہ طاعون پنجاب ''میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں۔ جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔ میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض پھیلے گا یا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا۔'' (اشتہار ۶ رفروری ۱۸۹۸ء)

مرزا قادیانی کی آخری مدت کے لحاظ سے بھی طاعون کا زور شور ۱۹۰۰ء میں ہونا چاہئے تھا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ ۱۹۰۲ء میں یعنی مرزا قادیانی کی پیش گوئی سے دو سال بعد طاعون کا زور شور بعض شہروں اور بعض قصبوں میں ہوا۔ پھر خدائے قدوس اور ذوالجلال کی شان میں کیا اچھے الفاظ ہیں۔ ابتداء نومبر ۱۹۰۲ء سے خدا تعالیٰ روزہ کھولے گا۔ اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ اس افطار کے وقت کون کون ملک الموت کے قبضہ میں آیا ہے۔

۸...... پیش گوئی متعلق حفاظت قادیان از طاعون: ''انہ اوی القریۃ'' اس الہام کی بابت اشتہار ۶ رفروری میں یہ درج ہے کہ اب تک اس کے معنی میرے پر نہیں کھلے دافع البلاء میں شائع کیا گیا کہ خدا نے سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا ہے۔ قادیان اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رہے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔ پھر تمام قوموں، انجمنوں اور ان کے سربرآوردہ اشخاص کو للکار للکار کر چیلنج دیا کہ کوئی مولوی پنڈت، پادری، صوفی، مہاتما، سجادہ نشین، درویش ایسا ہے جو اپنی بستی کی نسبت ایسی حفاظت کا دعویٰ کرے۔ اگر کوئی بستی یا شہر یا گاؤں اس وقت تک طاعون سے بچا ہوا بھی ہے تو ایسے دعویٰ کی اشاعت کے بعد وہ ضرور مبتلائے طاعون ہو جائے گا۔ خاص کر انجمن حمایت اسلام، علی گڑھ کالج اور مشنریوں کو تو بہت ہی ابھارا ہے کہ آؤ اب اس رسول

کے مقابلہ پر ایسا نشان دکھاؤ۔ غرض ان تمام دعوؤں اور مقابلہ آرائیوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ قادیان طاعون سے ایسی محفوظ رہے گی کہ کوئی بستی یا گاؤں یا شہر ایسا محفوظ نہیں رہ سکے گا اور یہ صاف وبین نشان ہوگا۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے نشانات تورات میں مذکور ہیں۔ مصر میں شدت کی وبا پڑی فرعونی بکثرت ہلاک ہوئے۔ مگر بنی اسرائیل مطلق بچے رہے۔ پلوٹھے مرنے شروع ہوئے تو فرعونیوں میں تو آدمیوں، گھوڑوں، بیلوں، گدھوں، خچروں اور اونٹوں کے سب پلوٹھے فنا ہوئے۔ مگر بنی اسرائیل کے پلوٹھی سب بچ رہے۔ مواشی میں وبا آئی۔ جس سے فرعونیوں کے مواشی ہلاک ہوئے۔ مگر بنی اسرائیل کے مواشی بچے رہے۔ کھیتوں میں وبا آئی تو فرعونیوں کے کھیت جل گئے۔ مگر بنی اسرائیل کے کھیت بچ رہے۔ مچھڑی، جوں، کھٹل، مینڈک اور خون کی کثرت ہوئی۔ جس سے فرعونیوں کے در و دیوار، صحن ومکان، برتن وصندوق سب پر ہوگئے۔ مگر بنی اسرائیل کے مکانات، صندوق اور ظروف سب بچے رہے۔ حالانکہ فرعونی اور بنی اسرائیل ملے جلے رہتے تھے۔ مگر دافع البلاء میں پڑھ کر دیکھو کہ بڑائی اور ادّعا کا کوئی حد وانتہاء نہیں۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ آخرکار طاعون قادیان میں پھیلا۔ جس کی نسبت البدر مورخہ ۱۶ر اپریل میں یہ الفاظ شائع ہوئے کہ خود طاعون نے صفائی شروع کردی اور مارچ واپریل ۱۹۰۴ء میں ۳۱۴ آدمی طاعون سے ہلاک ہوئے۔ حالانکہ کل آبادی ۲۸۰۰ کی ہے۔ قادیان میں طاعون پھوٹنے کے بعد عجیب عجیب تاویلات ہوئیں۔

اوّل...... تو یہ کہ طاعون قادیان سے نسبتاً محفوظ رہے گی۔ (یہ تو اکثر دیہات اور شہروں کی نسبت کہا جاسکتا ہے۔ پھر وہ امتیازی نشان کا دعویٰ اور گھمنڈ کہاں گیا) ایسے تو اکثر گاؤں اور شہر میں پھر نشان متین کیا ہوا۔

دوم...... یہ کہ قادیان میں طاعون جاری نہ ہوگا۔ جو سخت تباہی کرنے والا ہوتا ہے۔

سوم...... یہ کہ ”انہ اوی القریۃ“ میں قریہ کا لفظ ہے۔ قادیان کا نام نہیں اور قریہ قیرا سے نکلا ہے۔ جس کے معنی جمع ہونے اور اکٹھے بیٹھ کر کھانے کے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو آپس میں مواکلت رکھتے ہیں۔ اس میں ہندو اور چوہڑے بھی داخل نہیں (تو گویا قرآن مجید میں ”ان من قریۃ الا خلا فیہا نذیر“ ہے تو اس کے یہی معنی ہیں کہ ایک ایک گھر میں یا ایسے لوگوں میں جو آپس میں مواکلت رکھتے ہیں نذیر آئے اور ہندوؤں اور چوہڑوں میں نہیں آئے تو آپ کرشن کیسے بنے۔ کیا تو گھمنڈ اور دعویٰ تھے۔ مگر الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ یہ مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کا ہی عمل

ہے۔ چنانچہ البدر مورخہ ۲۴ر اپریل ۱۹۰۲ء رقمطراز ہے۔ ''قادیان میں طاعون کی جو چند واردا تیں ہوئیں۔ ہم افسوس سے بیان کرتے ہیں کہ سوائے اس کے کہ اس نشان سے ہمارے منکر اور مکذب کوئی فائدہ اٹھانے اور خدا کے کلام کی قدر اور عظمت اور جلال ان پر کھلتی۔ انہوں نے پھر سخت ٹھوکر کھائی۔'' پھر ۱۶ر مئی کے پرچہ میں لکھتا ہے۔ قادیان میں طاعون حضرت مسیح علیہ السلام کے ماتحت اپنا کام برابر کر رہی ہے۔ خود محمد افضل ایڈیٹر البدر بھی طاعون سے ہلاک ہوا اور میری رائے میں مولوی عبدالکریم کو بھی نمو ما نک پلیگ ہوا تھا۔ کیونکہ وہ دفعتہً نمو ما نک پلیگ ہو کر ہلاک ہوا۔ ''انی احافظ کل من فی الدار الا من استعلی بالاستکبار ''اب کہاں گئی وہ کشتی نوح جس میں بیٹھنے والے نجات یافتہ تھے۔ اب خاص گھر کے اندر کی نسبت پیش گوئی ہے۔ اس کی نسبت آگے دیکھا جائے گا۔ اس پیش گوئی کے متعلق جو جو رنگ بدلے گئے اور خلاف بیانیاں ہوئیں کچھ تو اوپر بیان ہو چکیں۔ ایک اور بھی قابل ذکر ہے۔ دافع البلاء میں یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ جو کوئی باہر کا آدمی قادیان میں آ جاتا ہے تو وہ بھی اچھا ہو جاتا ہے اور قادیان کو دارالامان اور طاعون سے محفوظ قرار دے کر ظاہر کیا گیا کہ دور دور سے بکثرت لوگ آ کر طاعون سے قادیان میں پناہ لیں گے۔ اس لئے توسیع مکانات کے واسطے چندہ کی درخواست پیش کی گئی اور چندہ آنے بھی شروع ہو گئے۔ مگر جب اپنے ہوائی بلبلے پھوٹتے ہوئے نظر آئے تو ایک اعلان حسب ذیل شائع کر دیا۔

اعلان...... چونکہ آج کل مرض طاعون ہر ایک جگہ بکثرت زور پر ہے۔ اس لئے اگرچہ قادیان میں نسبتاً آرام ہے۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برعایت اسباب بڑا مجمع جمع ہونے سے پرہیز کیا جاوے۔ اس لئے یہ قرین مصلحت ہوا کہ دسمبر کی تعطیلوں میں جیسے اکثر پہلے احباب قادیان میں جمع ہو جایا کرتے تھے۔ اب کی دفعہ اس اجتماع کو بلحاظ مذکورہ بالا ضرورت کے موقوف رکھیں اور اپنی اپنی جگہ پر خدا سے دعا کرتے رہیں کہ وہ اس خطرناک ابتلاء سے ان کو اور ان کے اہل وعیال کو بچاوے۔ اگر ظاہر اسباب پر ہی مدار نجات تھا تو وہ فوق العادت اور معجزانہ حفاظت کہاں گئی جس کا اعلان اس قدر زور شور کے ساتھ دافع البلاء میں شائع کیا گیا تھا اور دہریہ و نیچریوں کو جو ظاہری اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ مقابلہ پر للکارا گیا تھا۔

۹...... پیش گوئی کے متعلقہ مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری: (اگر مولوی ثناء اللہ سچے ہیں تو قادیان میں آ کر کسی پیش گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ان کو ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا اور آمد و رفت کا کرایہ علیحدہ۔ ص۱۱) مولوی ثناء اللہ نے کہا تھا کہ سب

پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں۔ اس لئے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ آ کر تحقیق کے لئے قادیان میں آئیں۔ ''نزول المسیح'' میں ڈیڑھ سو پیش گوئی میں نے لکھی ہے تو گویا جھوٹ ہونے کی حالت میں پندرہ ہزار روپیہ مولوی ثناء اللہ لے جائیں گے۔ اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہے۔ پس اگر میں مولوی صاحب موصوف کے لئے ایک ایک روپیہ بھی اپنے مریدوں سے لوں گا تب بھی ایک لاکھ روپیہ ہو جائے گا۔ وہ سب ان کی نذر ہو گا۔ ص ۲۳

''اور واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہوں گے:

۱...... وہ قادیان میں تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیشین گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہو گی۔

۲...... اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مر جائے تو وہ ضرور پہلے مریں گے۔

۳...... اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہو گی۔'' (اعجاز احمدی ص ۳۷)

اس تحدی کے بعد مولوی ثناء اللہ قادیان پہنچے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت جناب مرزا غلام احمد قادیانی رئیس قادیان

خاکسار آپ کی حسب دعوت مندرجہ اعجاز احمدی ص ۲۳ قادیان میں اس وقت حاضر ہے۔ جناب کی دعوت کے قبول کرنے میں آج تک رمضان شریف مانع رہا۔ ورنہ اتنا توقف نہ ہوتا۔ میں اللہ جل شانہ کی قسم کھاتا ہوں کہ مجھے جناب سے کوئی ذاتی خصومت اور عناد نہیں۔ چونکہ آپ بقول خود ایک ایسے عہدہ جلیلہ پر ممتاز و مامور ہیں جو تمام بنی نوع کی ہدایت کے لئے عموماً اور مجھ سے مخلصوں کے لئے خصوصاً ہند سے اس لئے مجھے قوی امید ہے کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑیں گے اور حسب وعدہ خود مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع میں آپ کی پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کروں۔ میں مکرر آپ کو اپنے اخلاص اور صعوبت سفر کی طرف توجہ دلا کر اسی عہدہ جلیلہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور ہی موقع دیں۔'' راقم ابوالوفاء ثناء اللہ ''۱۰ر جنوری ۱۹۰۳ء سوا چار دن کی اس کے جواب میں جو ٹال بازی کا خط طول طویل مرزا قادیانی نے لکھا اس کی چند سطور حسب ذیل ہیں جو کل کا خلاصہ ہے۔'' یاد رہے کہ یہ ہرگز نہیں ہو گا کہ عوام کالانعام کے روبرو وعظ کی طرح لمبی گفتگو شروع کر دیں۔ بلکہ آپ نے

بالکل منہ بند رکھنا ہوگا۔ جیسے صم بکم۔ یہ اس لئے کہ گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ ہو جائے۔ اوّل صرف ایک پیش گوئی کی نسبت سوال کریں۔ تین گھنٹہ تک میں اس کا جواب دے سکتا ہوں اور ایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ کو تنبیہ کیا جائے گا کہ اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھ کر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سنادیں۔ ہم خود پڑھ لیں گے...... چاہئے کہ دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو۔" اس طولانی خط کے جواب میں ابوالوفا نے حسب ذیل خط بھیجا۔

"الحمد لله وسلام علىٰ عباده الذى اصطفٰى ۰ اما بعد"

از خاکسار ثناء اللہ!

بخدمت مرزا غلام احمد صاحب! آپ کا طولانی رقعہ مجھے پہنچا۔ مگر افسوس کہ جو کچھ تمام ملک کو گمان تھا وہی ظاہر ہوا۔ جناب والا جب کہ میں آپ کی حسب دعوت مندرجہ اعجاز احمدی ص ۱۱، ۲۳ حاضر ہوا ہوں اور صاف لفظوں میں رقعہ اوّلی میں انہیں صفحوں کا حوالہ دے چکا ہوں۔ تو پھر اتنی طویل کلامی جو آپ نے کی ہے بجز "العادة طبيعة ثانية" کے اور کیا معنی رکھتی ہے۔ جناب من کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ اعجاز احمدی کے صفحات مذکورہ پر تو اس نیاز مند کو تحقیق کے لئے بلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میں (خاکسار) آپ کی پیش گوئیوں کو جھوٹی ثابت کروں تو نے پیش گوئی مبلغ ایک سو روپیہ انعام لوں اور اس رقعہ میں آپ مجھ کو ایک دو سطر میں لکھنے کے پابند کرتے ہیں اور اپنے لئے تین گھنٹہ تجویز کرتے ہیں۔ "هذا قسمة ضيزىٰ" وغیرہ وغیرہ۔ ۱۱ر جنوری ۱۹۰۳ء اس کا جواب مرزا قادیانی نے خود کچھ نہیں دیا۔ بلکہ مولوی محمد احسن سے ایک پرچہ لکھوادیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ آپ کی اصلاح جو بطرز شان مناظرہ آپ نے لکھی ہے وہ ہرگز منظور نہیں۔

۱۰...... بعض پیش گوئیاں محض غلط ثابت ہوئیں۔ مثلاً "كلب يموت علىٰ الكلب" والی، "لك الخطاب العزت" والی، قیصر ہند کی شکریہ والی، گرامیدے وہم مدار عجب والی۔

۱۱...... شیخ مہر علی کی ذلت وعذاب والی جس کا اشتہار مورخہ ۸ر فروری ۱۸۹۳ء کو دیا گیا۔

۱۲...... سید امیر شاہ رسالدار میجر سردار بہادر کے فرزند ہونے کی نسبت جن سے پانچ سو روپیہ پیشگی لے کر ایک سال دعا کرنے کا وعدہ کیا تھا اور جس کی تاریخ ۱۵ر اگست ۱۸۸۸ء سے ۱۵ر اگست ۱۸۸۹ء تک تھی۔ ان کے نام دعویٰ سے لکھا تھا کہ اگر آپ کی نسبت کوئی کھلی کھلی بشارت نہ ملی یا اس بشارت کے موافق نتیجہ ظہور میں نہ آیا تو پھر میری نسبت آپ جس طور کا بداعتقاد چاہیں اختیار کریں۔ مگر اس تمام دعویٰ کا نتیجہ کچھ بھی نہیں ہوا۔

۱۳...... پیش گوئی متعلقہ زلزلہ ۱۴ اراپریل ۱۹۰۴ء کے بعد ایک تباہی خیز زلزلہ کی پیش گوئی عجیب عجیب رنگ آمیزیوں اور ذومعنی تشریحات کے ساتھ شائع ہو رہی ہے۔ اوّل تو براہین احمدیہ کے الہامات ذیل کو جو ۱۸۸۴ء میں شائع ہو چکی تھی اس زلزلہ پر چسپاں کیا گیا۔ ''فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا والله موهن کید الکافرین'' پھر آمین محمود جو ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی تھی اس کے اشعار ذیل کو اس پر منطبق کیا۔ کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت کہ یاد آجائے گی جس سے قیامت۔ مجھے یہ بات مولا نے بتا دی۔ ''سبحان الذی اخزی الاعادی'' اور نیز الہام ذیل کو جو الحکم ۳۰ رمئی ۱۹۰۴ء کو شائع ہوا تھا۔ اس زلزلہ کا مصداق ٹھہرایا گیا۔ ''عفت الدیار محلها ومقامها'' حالانکہ اس کے ساتھ یہ نوٹ بھی تھا۔ یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی۔ ۱۹ اراپریل ۱۹۰۵ء کو ایک اشتہار بنام النداء شائع کیا۔ جس میں یہ پیش گوئی شائع کی۔ پھر خدا تعالیٰ نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی جو نمونہ قیامت اور ہوش ربا ہوگا۔ ''نزلت لك نری اٰیات ونهدم ما یعمرون انی مع الافواج اٰیتك بغتة'' پھر ۱۸ اراپریل ۱۹۰۵ء کو اشتہار الانذار میں شائع کیا۔ تازہ نشان، تازہ نشان کا دھکہ زلزلۃ الساعۃ پھر بہار آئی۔ خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ ساتھ ہی یہ ظاہر کیا کہ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا اور کوئی شدید آفت۔ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب ہوگا۔ بہر حال وہ حادثہ زلزلہ ہو یا کچھ اور قریب ہو یا بعید پہلے سے بہت خطرناک ہے۔ بہار کی نسبت لکھا ممکن ہے اس وحی کے اور کچھ معنی ہوں اور بہار سے کچھ اور مراد ہو۔ خدا تعالیٰ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہار کے دن ہوں گے۔ خواہ کوئی باہر ہو۔ ۲۹ اراپریل ۱۹۰۵ء کو پھر زلزلہ کی خبر بار سوم شائع کی۔ وہ زلزلہ اس ملک پر آنے والا ہے جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں گذرا۔ میں چھپ کر آؤں گا۔ میں اپنی فوجوں کے ساتھ اس وقت آؤں گا کہ کسی کو گمان بھی نہ ہوگا کہ ایسا حادثہ ہونے والا ہے۔ ۲۰ ردسمبر ۱۹۰۵ء کو شائع کیا۔ پھر بہار آئی۔ خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ بھونچال آیا اور شدت سے آیا۔ زمین تہ وبالا کر دی۔ ۲۰ رمارچ ۱۹۰۶ء کو ۲۸ رفروری کے زلزلہ کے بعد شائع کیا۔ زلزلہ آنے کو ہے اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ وہ زلزلہ جو قیامت کا نمونہ ہے وہ ابھی آیا نہیں۔ بلکہ آنے کو ہے اور یہ زلزلہ اس کا پیش خیمہ ہے جو پیش گوئی کے مطابق پورا ہوا۔ ان تمام پیش گوئیوں میں امورات ذیل قابل غور ہیں۔

اوّل...... جو الہامات زلزلہ کی بابت براہین میں شائع ہوئے ان کی بابت پچیس سال تک یہ سمجھ میں نہ آیا کہ وہ زلزلہ کی نسبت ہیں۔ بلکہ عفت الدیار محلہا ومقامہا کے معنی الحکم ۳۰ر مئی ۱۹۰۴ء میں یہ شائع کئے گئے کہ طاعون ہر جگہ پڑے گی اور سخت پڑے گی اور بعد میں اس کے معنے زلزلہ کئے گئے۔ پھر یہ کیسے یقین کیا جائے۔ عقائد جدیدہ کے الہامات کی بناء پر آپ نے قائم کئے وہ غلطی سے خالی نہیں۔

دوم...... سابقہ پیش گوئیوں اور تفہیمات کے غلط ثابت ہونے پر جب آپ نے زلزلہ کی پیش گوئیوں میں یہاں تک احتیاط کیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت وہ قریب ہے یا بعید۔ بہار سے مراد بہار ہے یا کچھ اور۔ اگر بہار مراد ہے تو بھی بہار مراد ہے یا کوئی اور۔ پھر جن الہامات کی بناء پر آپ تمام مسلمانوں کو غیر ناجی اور خارجی از اسلام قرار دیتے اور تمام بنی نوع کو جہنمی بتلاتے ہیں ان میں کیوں تاویل نہیں کرتے۔ خاص کر جب کہ وہ ربوبیت عامہ اور رحمانیت ورحمیت تامہ خداوند عالم کے منافی ہیں۔

سوم...... مسیح علیہ السلام کی پیش گوئیاں متعلقہ زلزلہ انجیل میں موجود ہیں۔ ان کی نسبت یہ کیوں لکھا تھا کہ یہ بھی کوئی پیش گوئیاں ہیں کہ زلزلہ آئے گا اور مری پڑے گی؟ اور اب اپنی پیش گوئیوں کے متعلق زلزلہ وطاعون کو کیوں عظیم الشان ظاہر کیا جاتا ہے۔

نتیجہ...... نموناً جو تیرہ پیش گوئیوں پر غور سے نظر کی گئی تو صاف معلوم ہوا کہ جس دعویٰ اور تحدی کے ساتھ پیش گوئیاں شائع کی گئی تھیں ویسا کسی ایک میں بھی ظہور نہ ہوا۔ شروع میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کا ظہور نہایت ہی حیرت انگیز اور عبرت خیز طریق پر ہوگا۔ جس سے جھوٹے اور سچے میں صاف امتیاز ہو جائے گا۔ مگر ہر پیش گوئی میں نتیجہ برعکس ہی ہوتا رہا اور وہ ان شیطانی الہامات کا مصداق ثابت ہوئیں۔ جن میں کوئی جز پورا ہو جایا کرتا ہے اور اکثر حصہ جھوٹ ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی آیات ذیل سے ثابت ہوتا ہے: ”هل انبئكم علىٰ من تنزل الشيطين تنزل علىٰ كل افاك اثيم يلقون السمع واكثرهم لكاذبون “ دوسرے مقامات پر شیاطین کے علم غیب کی نسبت اس طرح فرمایا ہے۔ ”الا من خطف الخطفة الا من استرق السمع “ ان پیش گوئیوں کے واقعات سے یہ بھی ثبوت ملتا ہے کہ مرزا قادیانی کی دعائیں مردود ہوتی رہیں۔ چنانچہ بشیر موعود کے بارہ میں قبل از وقت اور نیز ایام بیماری میں بے حد دعائیں کی گئیں۔ مگر سب مردود ہوئیں۔ پھر عبداللہ کی وفات کی نسبت بے حد دعائیں کی گئیں۔ مگر سب مردود ہوئیں۔ آسمانی منکوحہ، ذلت مولوی محمد حسین وملا محمد بخش وابوالحسن کے واسطے نشان

آسمانی میعادی سہ سالہ کے لئے اور حفاظت قادیان کے لئے بے حد دعائیں کیں تا کہ مرزا قادیانی کا جلال دنیا پر ظاہر ہو۔ مگر سب مردود ہوئیں۔ بلکہ ہر پیش گوئی کے انجام پر مرزا قادیانی کی سخت ذلت ہوتی رہی۔ سید امیر شاہ صاحب رسالدار میجر سے پانچ سو روپیہ پیشگی لے کر پوری جدوجہد کے ساتھ ایک سال تک فرزند نرینہ کے واسطے دعائیں کیں۔ مگر سب مردود رہیں۔ ''وما دعاء الکافرین الا فی ضلال ''اس میعار کے لحاظ سے مرزا قادیانی کے کفر کا ایک ثبوت ملتا ہے۔ پھر ان تمام پیش گوئیوں میں سفید جھوٹ متضاد بیانات اس کثرت سے ہیں کہ مرزا قادیانی کا کذاب ہونا صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔ بے حیائی بھی ایسی ہے کہ جہاں ایک پیش گوئی غلط ثابت ہوتی نظر آئی تو فوراً تاویل کر دی اور آئندہ کے واسطے اور میعادی پیش گوئی زیادہ زور اور تحدّی کے ساتھ شائع کر دی کہ اگر یہ جھوٹی ثابت ہوئی تو مرزا قادیانی کو کذاب، دجال، ملعون، مردود اور کافر سمجھا جائے۔ فالحمدللہ! کہ ایسا ہی ثابت ہوتا رہا۔ پھر آخر کار زلزلہ کی پیش گوئیوں میں عجیب رنگ آمیزیاں کیں کہ نہ زلزلہ کا یقین ہے نہ اس کے وقت کا، نہ لفظ بہار کا نہ زلزلہ کی تعداد کا۔ ۲۸؍فروری کو شائع کر دیا کہ وہ تباہی خیز زلزلہ آنے کو ہے۔ پھر جب تاخیر ہوتی گئی تو شائع کر دیا کہ اس زلزلہ میں تاخیر ہوگئی۔ سچ ہے: ''یعدھم ویمنّیھم ومایعدھم الشیطان الا غروراً ''شیطان ان کو وعدے دیتا اور امید دلاتا ہے۔ مگر شیطان جو ان کو وعدے دیتا ہے وہ جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔ یہاں تک یہ تو صاف طور پر ثابت ہو چکا کہ مرزا قادیانی ایک سخت عیّار، مصرف، کذّاب، خائن، آرام پسند، شکم پرور، بدفہم، بدعقل، تنگ ظرف، بے حیا، مغلوب الغضب، متکبر، خود پسند، خودستا، شیخی باز، بدچلن، سنگ دل، فحش گو اور بدظن انسان ہے۔ خداوند عالم، انبیاء علیہم السلام، فطرت اللہ اور کتب سماوی کی تحقیر و توہین کرتا ہے اور سوائے اپنی بڑائی اور کبریائی کے اس کا کوئی اور مشن نہیں۔ پس ایسا انسان ایک نبی یا مجدد یا امام یا بزرگ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اب ذیل میں چند آیات واحادیث مختصراً پیش کرتا ہوں۔ جن سے مرزا قادیانی کا دجال، کذاب ہونا، صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔

۱...... دجالوں کی بڑی علامتیں حدیث صحیح میں یہ مذکور ہوئی ہیں کہ وہ سب کے سب بڑے جھوٹے ہوں گے اور دعویٰ نبوت کریں گے۔ مرزا کا کذاب ہونا تو بخوبی ثابت ہو چکا۔ اس جگہ دو اور سفید جھوٹ جو انبیاء علیہم السلام کی نسبت ہیں بیان کئے جاتے ہیں۔

(ازالہ اوہام ص ۶۲۹) پر شائع کیا کہ ایک سلاطین ۲۲/۱۹ میں ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹی نکلے اور بادشاہ کو شکست

آئی۔ حالانکہ وہ محض بعل کے پجاری اور جھوٹے نبی تھے۔ چنانچہ ایک سلاطین ۱۹/ ۳۱ سے ظاہر ہے کہ ایلیا نبی نے ان سب کے خلاف فرمایا کہ بادشاہ کی بیگم نے فلاں غریب ہمسایہ کی زمین جورو ستم سے لے کر اور اس کو تہمت دے کر قتل کرایا ہے۔ اس لئے جس جگہ کتوں نے نبات کا لہو چاٹا ہے اسی جگہ تیرا ہاں تیرا بھی لہو کتے چاٹیں گے۔ خداوند ایزبل کے حق میں بھی فرماتا ہے کہ یزاعیل کی دیوار کے پاس اس کو کتے کھائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر ایک سلاطین ۴۰/ ۱۸ سے ظاہر ہے کہ ایلیا نبی نے ان ساڑھے چار سونبیوں کو قتل کیا۔ یہ سفید جھوٹ مرزا قادیانی نے تقریر دلپذیر بروفات بشیر کے ص ۷ کے حاشیہ میں بھی درج کیا ہے۔ پھر اپنی مشیخت پر ازالہ میں دلیل پیش کی کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں مسیح علیہ السلام آئے تھے۔ اسی طرح یہ مثیل مسیح بھی مثیل موسیٰ یعنی محمد ؐ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا ہے۔

دوم...... دعویٰ نبوت اس کا ثبوت بھی پیش کیا جاچکا۔ اخبارات الحکم والبدر آپ کے خاندان کو خاندان رسالت لکھتے اور آپ کی بیوی کو ام المؤمنین کا لقب دیتے ہیں۔ قادیان کو تخت گاہ رسول قرار دیا گیا۔ بلکہ مرزا قادیانی نے یہاں تک لکھا کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔

۲...... دجال کی نسبت احادیث میں ہے کہ وہ مکہ اور مدینہ میں داخل ہونے نہ پائے گا اور فرشتے تلواروں کے ساتھ ان کے دروازوں پر حفاظت کریں گے۔ چنانچہ مرزا قادیانی اور اس کی جماعت مدینہ میں آج تک نہ داخل ہوئے اور نہ موجودہ عقائد کے ساتھ آئندہ کبھی داخل ہوسکتی ہیں۔ اس لئے اپنے مقبرہ کی بنیاد بھی قادیان میں ڈال دی ہے۔

۳...... المسیح الدجال اس کے خلاف ایک دعا تلقین فرمائی گئی ہے جو حسب ذیل ہے۔ ’’اللھم انی اعوذ بك من عذاب القبر واعوذبك من فتنة المسیح الدجال واعوذ بك من فتنة المحیا فتنة الممات اللھم انی اعوذ بك من المأثم ومن الغرم ‘‘ یہ تمام حدیث مرزا قادیانی کی دجالیت کی طرف صاف دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کے ساتھ وہ تمام فتنہ پیدا ہوئے جو دجال کے ساتھ مذکور ہیں۔ اوّل تو گناہ اور بدکاری کا فتنہ جیسا کہ خود مرزا قادیانی کی ذات میں شکم پرستی، آرام طلبی، خیانت، اسراف، کذب، بددیانتی، بے حیائی، تکبر، خلاف بیانی، افتراء اور مشیخت وغیرہ کا ثبوت دیا جاچکا اور مرزائیوں کی نسبت خود مرزا قادیانی نے ان کی درندگی، وحشی طبعی، بدتہذیبی، بدکلامی، سب وشتم اور فحش گوئی کا ذکر شہادت القرآن کے آخری اشتہار میں کیا ہے اور حکیم نورالدین کی رائے لکھی ہے کہ یہ لوگ یہاں آکر بجائے درست ہونے کے زیادہ خراب ہوجاتے اور آپس میں ذرہ بھی پاس اور لحاظ نہیں رکھتے ہیں۔ لہٰذا یہ سالانہ

جلسہ بند کیجئے اور مریدوں کا اس طرح جمع ہونا بند فرمائیے۔ پھر انہیں کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ میری جماعت موسیٰ کی جماعت سے ہزاروں درجہ بڑھ کر ہے۔ ان میں صحابہ کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ سچ ہے دروغگو را حافظہ نباشد!

دوم...... چلیوں کا فتنہ چنانچہ طرح طرح کے چندوں کا باران کی حیثیت سے بڑھ کر ان پر ڈالا جاتا ہے اور ان غریبوں کے خون سے کیوڑا، عنبر، مشک، بید مشک اور مفرحات ومقویات کی بھرمار رہی۔ بیوی سونے کے زیورات سے لدگئی۔ مکانات وسیع ہوگئے۔ بیٹھے بٹھائے قورما پلاؤ بافراط کھایا جاتا ہے اور حکم جاری کیا گیا ہے کہ جو شخص تین ماہ تک چندہ ادانہ کرے وہ جماعت سے خارج کیا جائے گا۔

سوم...... حیات وممات کا فتنہ بھی اسی مسیح الدجال کے ساتھ پیدا ہوا ہے۔

چہارم...... اس حدیث میں جملہ ''المسیح الدجال'' صفت موصوف واقع ہوا ہے۔ یعنی وہ نام کا مسیح جو حقیقت میں دجال ہے۔ کیسا مرزا قادیانی پر صادق آتا ہے کہ دعویٰ مسیحیت کا اور افعال دجالی ہیں۔

۴...... تمیم داری والی حدیث جو بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے اس کے آخری لفظ خروج دجال کی نسبت یہ ہیں۔ نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف ہے۔ نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف ہے پھر حضرت نے مشرق کی طرف اشارہ بھی کیا۔ چنانچہ قادیان جو مرزا قادیانی کا مولد ہے۔ مدینہ سے بجانب مشرق واقع ہے۔

۵...... مرقس ۲۲/۱۳ میں ہے: ''اور جھوٹے مسیح اٹھائیں گے اور نشان وکرامتیں دکھلائیں گے کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے اور اس وقت انسان کے بیٹے کو بادلوں پر بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آتے دیکھیں گے۔ دوسرے مقامات پر ہے۔ پس اگر وہی تمہیں کہیں دیکھو وہ جنگل میں ہے تو باہر مت جاؤ۔ دیکھو وہ کوٹھڑی میں ہے تو باور مت کرو۔ کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوندتی ہے اور پچھم تک چمکتی ہے۔ ویسا ہی انسان کے بیٹے کا آنا بھی ہوگا۔'' پس مرزا قادیانی جو نشان اور کرامتوں کا گھمنڈ کرتا ہے وہ جھوٹا نبی ہے۔ کیونکہ اس کا ظہور اس قدرت وجلال کے ساتھ نہیں ہوا۔ جیسا کہ مسیح کی آمد ثانی کے ساتھ لازمی ہے اور نہ اس کے ساتھ وہ علامات ہیں جو احادیث صحیحہ میں مسیح موعود کی نسبت مذکور ہیں۔ مثلاً ان کے نزول سے پیشتر امام مہدی کا موجود ہونا مسلمانوں میں مال کی افراط ہونی۔ مسیح موعود کا ابن مریم نبی اللہ ہونا۔ ان کا منارۂ شرقی دمشق پر دوزرد چادروں میں دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترنا۔ ان کا

حج کرنا۔ روضہ رسول اللہ ﷺ میں آپ کی قبر کے نزدیک مابین ابوبکر، عمر مدفون ہونا اور باہمی بغض وحسد کا دور ہو جانا۔

۶...... شرح السنہ میں ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میری امت میں سے ستر ہزار لوگ دجال کے تابع ہو جائیں گے۔ جن کی پوشاک بڑے لمبے لمبے سبز کپڑے ہوں گے۔ چنانچہ امت محمدیہ میں سے اس مسیح دجال کے تابع ستر ہزار لوگ ہو چکے ہیں۔ جن میں چغہ پوش مولوی بھی ہیں۔

۷...... حدیث ابوداؤد وترمذی میں ہے۔ ''انه سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعم انه نبی اللّٰه وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی'' پھر ایک حدیث متفق علیہ کے یہ الفاظ ہیں۔ ''دجالون کذابون قریباً من ثلثین کلهم یزعم انه رسول اللّٰه''

مسیح موعود کی علامات جو احادیث میں بیان ہوئی ہیں مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتیں۔

۱...... ان کا نام عیسیٰ ابن مریم ہونا، مرزا قادیانی کا نام نہ تو عیسیٰ ہے نہ اس کی ماں کا نام مریم ہے۔

۲...... ان کا حکم وعدل ہونا، کسر صلیب کرنا۔ الخنزیر کو قتل کرنا اور جزیہ موقوف کرنا یہ تمام امور ان کی سلطنت ظاہری پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ حکم وعدل وہی ہو سکتا ہے جو بادشاہ وقت ہو۔ وہی کسر صلیب کر سکتا۔ تمام سوروں کو مروا سکتا اور جزیہ موقوف کر سکتا۔ مرزا قادیانی کی تعلیمات سے تو اختلافات اور زیادہ سخت ہو گئے۔ تیرہ سو سال میں جو مسلمان تیار ہوئے تھے سب کافر بن گئے۔ صلیبی مذہب بڑے زور کے ساتھ پھیلتا جارہا ہے۔ ہزاروں صلیبیں نئی قائم ہو رہی ہیں۔ غذا کے واسطے خنزیر بکثرت پالے جارہے ہیں۔ حکم وعدل کے الفاظ سے اگر محض نظری فیصلے سمجھے جائیں، تب بھی مرزا ان کا مصداق نہیں۔ کیونکہ جس قدر اختلافات کے فیصلہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کر گئے جو اپنے آپ کو عاجز امتی سمجھتے تھے۔ مرزا نے ان کا ہزارواں حصہ بھی نہیں کیا جو آسمانی حکم وعدل ہونے اور منصب نبوت کے مدعی ہیں۔ کسر صلیب سے مراد اگر دلائل سے عیسویت کو باطل کرنا لیا جائے تو کیا قرآن مجید نے اس کے ابطال میں کوئی کمی چھوڑی؟ خود فطرت انسان اور علوم جدیدہ کم باطل کنندہ ہیں۔ جنہوں نے یورپ وامریکہ میں کثرت سے مخالفین تثلیث وکفارہ کھڑے کر دیئے ہیں۔

۳...... ان کے وقت میں مال کی اس قدر کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا۔ مسلم کی دوسری حدیث میں ہے کہ انسان اپنے مال کی زکوٰۃ نکالے گا تو کوئی لینے والا نہ ملے گا۔ مگر اس وقت مسلمان تمام قوموں سے زیادہ مفلس اور نادار ہیں اور مرزا قادیانی بجائے اس کے کہ اوروں کو

مال تقسیم کرے خود اپنے واسطے ہاتھ پھیلائے رہتا اور زکوٰۃ کا مال اپنی کتابوں کے واسطے مانگتا ہے۔ پھر قدیم چالاکی کی رو سے مال کے معنے علوم اور معارف کرکے اس حدیث کو ٹالنا چاہتا ہے۔

۴...... ان کے زمانہ میں باہمی بغض وحسد دور ہو جائے گا۔ انسان کے بچے سانپوں کے ساتھ اور شیر بکری کے ساتھ کھیلیں گے۔ تعصب کی زہریں نکل جائیں گی اور ایک بھائی دوسرے بھائی پر نیک ظن پیدا کرے گا۔ مگر مرزا کی عالمگیر تنفر اور تکفیر کی تعلیمات نے تباغض اور تحاسد کی ایسی تخم ریزی کردی ہے کہ گذشتہ تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔

۵...... مسیح موعود کا روضۂ رسول خداﷺ میں مدفون ہونا۔ حدیث مشکوٰۃ میں ہے کہ میں اور عیسیٰ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان سے اٹھیں گے۔ ابن موودو سے روایت ہے کہ آنحضرتﷺ کے روضۂ مبارک میں اب تک ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔ عائشہ صدیقہؓ نے درخواست کی تھی کہ یا حضرت میں بھی آپﷺ کے پہلو میں مدفون ہوں۔ آپﷺ نے فرمایا نہیں۔ یہاں تو میں ابوبکر عمر اور عیسیٰ ابن مریم مدفون ہوں گے۔ خود مرزا قادیانی نے ازالہ میں درج کیا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ روضہ رسول کی خالی زمین پر سرکنڈا مار کر کہہ رہا ہے کہ یہ تیری دفن ہونے کی جگہ ہے۔ مگر جب دیکھا کہ میری شرارتیں مسلمانوں کو معلوم ہو چکیں اور مجھ پر عام طور پر کفر کے فتوے لگ چکے۔ ظاہری طور پر روضہ روسول میں دفن ہونا تو درکنار حج کرنا بھی محال ہوگیا ہے تو جھٹ کذابانہ طریق پر دوسرا پہلو اختیار کر لیا اور لکھ دیا کہ: ”یہ مسلمانوں کی غلطی ہے کہ مسیح آنحضرتﷺ کی قبر میں دفن کیا جائے گا۔ لیکن وہ اس بے ادبی کو نہیں سمجھتے کہ ایسے نالائق اور بے ادب انسان کون ہوں گے کہ جو آنحضرتﷺ کی قبر کھودیں گے اور پاک نبی کی ہڈیاں لوگوں کو دکھائیں گے۔“

۶...... حدیث رزین میں ہے کہ فرمایا رسول اللہﷺ نے کہ وہ امت کیونکر ہلاک ہوگی جس کے اوّل میں میں ہوں اور بیچ میں مہدی ہیں اور آخر میں عیسیٰ۔ پھر حدیث مسلم میں ہے کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر لڑتا اور قیامت تک غالب رہے گا۔ عیسیٰ ابن مریم انہیں میں نازل ہوں گے۔ گروہ کا امیر کہے گا۔ آیئے نماز پڑھایئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے نہیں تم آپس میں ایک دوسرے کے امیر ہو۔ یہ خدا نے اس امت کو اکرام دیا ہے۔ مگر ان حدیثوں کے خلاف مرزا قادیانی نے یہ عجیب چالاکی کی کہ ”لا مھدی الا عیسیٰ“ جو ایک وضعی قول ہے پیش کرکے ان کو غیر صحیح قرار دے دیا اور نعمت اللہ ولی کے شعر میں مہدی اور عیسیٰ علیہما السلام کا دو ہونا صاف ظاہر ہے۔ مگر عجیب چالاکی سے ان کو ایک ہی بنائے گئے وہ شعر یہ ہے۔

مہدی وقت و عیسیٰ دوراں
ہر دورا شہسوار ے بنم

ایسا ہی حدیث صحیح میں ہے۔’’کیف انتم اذا نزل عیسیٰ ابن مریم فیکم وامامکم منکم ‘‘اس کے واؤ کو بیانیہ قرار دے کر عیسیٰ ابن مریم اور امام کو ایک قرار دے دیا۔

۷...... حدیث میں ہے:’’فینزل عند المنارة البیضآء شرقی دمشق بین مھروزتین واضعاً کفیه علی اجنحة ملکین ‘‘پس نازل ہوگا سفید منارہ کے قریب جو دمشق کے مشرق میں ہے۔ درمیان دو زرد چادروں کے ہوگا اور اپنی ہتھیلیاں دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوئے ہوگا۔

۸...... احمد وابن جریر نے ایک حدیث ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت مسیح مقام روحاء میں آ کر حج اور عمرہ کریں گے۔ مگر مرزا قادیانی تو کیا اس کی جماعت کا بھی کوئی فرد بشر حج نہ کر سکا۔ مولوی عبداللطیف جو کابل سے بارادہ حج روانہ بھی ہوا وہ قادیان پہنچ کر حج سے محروم رہا۔

مرزا قادیانی کا مقابلہ ابن صیاد سے

ابن صیاد آنحضرتﷺ کو رسول مانتا تھا۔ مرزا قادیانی بھی آپﷺ کو رسول مانتا ہے۔ ابن صیاد خود مدعی رسالت تھا۔ مرزا قادیانی بھی مدعی رسالت ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ جب تک اس کو مدار نجات نہ مانا جائے۔ کوئی شخص نجات یاب نہیں ہو سکتا۔ ابن صیاد نے خود اقرار کیا تھا کہ میرے پاس کچھ سچے اور کچھ جھوٹے خبر رساں آتے ہیں۔ چنانچہ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں۔’’یاتینی صادق وکاذب ‘‘دوسری حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔’’اری صادقین وکاذباً او کاذبین وصادقاً ‘‘مرزا قادیانی کا بھی یہی حال ہے کہ کبھی کوئی پیش گوئی سچی ثابت ہو جاتی اور اکثر غلط نکلتی ہیں۔ مگر ابن صیاد نے سچا اقرار کیا اور مرزا قادیانی بے حیائی کے طور پر جھوٹا گھمنڈ رکھتا ہے کہ اس کی ساری خبریں سچی ثابت ہوتی اور اس کے الہامات قرآنی وحی کی طرح قطعاً یقینی اور آمیزش شیطانی سے منزہ ہیں۔ ابن صیاد کے الہامات کی نسبت مشکوٰۃ نبوت نے فرمایا تھا۔’’خلط علیك الامر ‘‘تجھ پر بات خلط ملط ہوگئی۔ مرزا قادیانی کو پیش گوئیوں کے بدانجام سے اللہ کریم نے بتا دیا کہ تجھ پر بات خلط ملط ہوگئی ہے۔ ابن صیاد کو مدینہ اور مکہ میں جانا نصیب ہوا۔ مگر مرزا قادیانی کے لئے یہ نصیب نہیں۔ ابن صیاد نے آنحضرتﷺ کے ساتھ بھی گفتگو کی تھی۔’’اتشھد انی رسول الله ‘‘کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ توحید وتمجید باری تعالیٰ یا اصلاح خلائق کے لئے کوئی گفتگو نہیں کی۔ مرزا قادیانی بھی توحید وتمجید

باری تعالیٰ اور اصلاح خلائق سے قطع تعلق کر کے اپنی رسالت ونبوت کے اثبات میں ہی دن رات غرق ہے۔ اس طرح پر ابن صیاد بھی کانا تھا اور مرزا قادیانی بھی کانا ہے۔ ابن صیاد نے اپنی دجالیت کے خلاف یہ عذر کئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے ہیں کہ دجال کی اولاد نہ ہوگی۔ مگر میرے اولاد ہے۔ دجال کافر ہوگا۔ میں مسلمان ہوں۔ دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہوگا۔ مگر میں مدینہ سے آرہا ہوں اور مکہ کا ارادہ رکھتا ہوں۔ پھر اس نے یہ خبر دی خدا کی قسم میں دجال کا وقت پیدائش اور مکان جانتا اور جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہے اور اس کے باپ اور ماں کو پہچانتا ہوں۔ ایسا ہی مرزا قادیانی کے بھی عذرات ہیں۔ مامسلمانیم از فضل خدا۔ مصطفےٰ مارا امام وپیشوا۔ خدا نے مجھے اولاد کی برکت دی ہے اور بڑے دعوں کے ساتھ قسمیہ پیش گوئیاں کرتے رہتے ہیں۔ زیارت مکہ ومدینہ کی نسبت مرزا اور اس کی جماعت پر دوسرے دجالوں کی علامات منطبق ہوتی ہیں۔ جن میں یہ مذکور ہے کہ دجال مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا نہ مکہ میں۔ ابن صیاد کی نسبت ابن عمر کہا کرتے تھے کہ خدا کی قسم مجھے شک نہیں کہ ابن صیاد المسیح الدجال ہے۔ مرزا قادیانی کی نسبت امت محمدیہ کے علماء کہہ رہے ہیں کہ یہ دجال ہے۔ ''المسیح الدجال'' کی اکثر علامات جو احادیث میں مذکور ہیں۔ مرزائے کادیانی پر منطبق ہوتی ہیں۔ مجھے الہام بھی ہوا کہ دجالی فتنہ تیرے ہاتھ سے پاش پاش کرایا جائے گا۔ ''انه اعورو ان الله لیس باعور'' دجال کانا ہے مگر اللہ کانا نہیں۔

کانا دجال اپنی نسبت کہتا ہے: ''الله یحمدك من العرش'' مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''الحمدلله یسبح لله ما فی السمٰوٰت والارض'' کانا دجال کہتا ہے جو مجھ پر ایمان لائیں گے وہ نجات پائیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''بلےٰ من اسلم وجهه لله وهو محسن'' کانا دجال کہتا ہے کہ جس سے میں خوش اس سے خدا خوش۔ جس سے میں ناراض اس سے خدا ناراض۔ مگر اللہ تعالیٰ جو کانا نہیں اپنے رسول کو فرماتا ہے۔ ''انك لا تهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء'' کانا دجال کہتا ہے جو میرے مقبرہ میں مدفون ہوگا۔ وہ بہشتی ہو جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ جو کانا نہیں فرماتا ہے: ''لا تجزی نفس عن نفس شیئاً لا تزر وازرة وزرا اخریٰ'' کانا دجال کہتا ہے کہ جو میرا چندہ تین ماہ تک ادا نہ کرے وہ میری جماعت سے خارج اور جہنمی مگر اللہ تعالیٰ جو کانا نہیں اپنے رسولوں کی نسبت یہ فرماتا ہے: ''لا اسئلکم علیه من اجر'' کانا دجال لوگوں سے چندہ وصول کر کے خود عیش وعشرت کرتا۔ مکانات بناتا۔ کتابیں چھپوا کر روپیہ کماتا۔ جائیدادیں خریدتا۔ اپنے سسروں اور سالوں اور مداحوں کو موٹا کرتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے پیارے جو کانے نہ تھے۔ اپنا جان ومال خدا کی

عظمت اوراصلاح خلائق میں نثار کرتے رہے۔کانا دجال خدا کی طرف سے کہتا ہے۔''انت منی وانا منك انت منی بمنزلة اولادی انت منی بمنزلت توحیدی وتفریدی ''مگراللہ تعالیٰ جوکانا نہیں ہے۔فرماتا ہے:''سبحان الله عما یشرکون ۰ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هد ان دعو اللرحمن ولداً'' کانادجال کہتا ہے مجھے باہر پھرنے اور پیر گھسائی کی کیا ضرورت ہے۔میں بیٹھے بٹھائے دعاؤں سے سب کچھ کر سکتا ہوں۔مگر اللہ تعالیٰ جوکانا نہیں فرماتا ہے۔''ولنبلونکم حتی نعلم المجاهدین منکم وجاهدوا فی الله حق جهاده ''کانا دجال لب مرگ پر پہنچ کر منارہ بطور نشان بنواتا ہے۔مگراللہ تعالیٰ جوکانا نہیں اس نے اپنے مسیح کا نزول منارہ پر فرمایا ہے۔کانا دجال خود گھر سے نکلنے اور واعظین بھیجنے کو عبث پیر گھسائی قرار دیتا ہے۔مگر خدا کے سچے رسول خدا کے راستہ میں سخت سے سخت محنتیں اٹھاتے اور سفر جہاد کے دکھ اٹھاتے ہیں۔مگراللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''ان الله لا یخلف المیعاد ''کانادجال کہتا ہے کہ دنیا میں تمام مصائب اور نقصانات میرے نہ ماننے سے واقع ہورہے ہیں۔پر اللہ کریم جوکانا نہیں فرماتا ہے جس قریہ میں کوئی نبی آیا ہم نے اسی کے لوگوں پر مصائب اور نقصانات پہنچائے۔تاکہ وہ گڑگڑائیں۔کانا دجال فقط اپنی کبریائی کے لئے دنیا سے جھگڑتا ہے۔مگر اللہ کے سچے رسول خداوند عالم کی توحید وتمجید اور اصلاح خلائق کے واسطے جھگڑتے رہے۔

قادیانی دلائل کا رد

ان دلائل کا رد جو[1] مرزا قادیانی اپنے دعاوی کے ثبوت میں پیش کرتا ہے اور جن کو میں نے بھی حسن عقیدت کی وجہ سے اقتباس کے طور پر اپنی تفاسیر میں درج کر دیا تھا۔

اوّل...... وہ دلائل جن سے مسیح علیہ السلام کا فوت ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

دوم...... وہ دلائل جن سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ زمانہ قرب قیامت اور نزول مسیح علیہ السلام کا ہے۔چونکہ ان ہر دو قسم کے دلائل کا خاص مرزا قادیانی کی ذات سے کوئی تعلق نہیں۔اس لئے ہم سردست ان کے موافق یا مخالف کچھ نہیں لکھتے۔بلکہ اصل الفاظ پیش گوئیوں پر ہی جو پیش کئے جاچکے ہیں قناعت کرتے ہیں۔کیونکہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ مسیح علیہ السلام فوت ہوچکے اور یہ

---

[1] جھوٹے نبی جو ۲۳ سال سے زیادہ بعد دعوئ نبوت والہام زندہ رہے۔عبداللہ مہدی، زمانہ مہدویت ۲۴ سال سے زیادہ (ابن اثیر ج۸ ص۹۰) حسن ابن صباح زمانہ ولایت وحکومت ۳۵ سال۔سجاح زمانہ نبوت ۳۰ سال۔ (ابن اثیر ج۲ ص۱۳۶)

زمانہ ظہور مسیح علیہ السلام کا ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی مسیح ہے؟ بلکہ نزول مسیح علیہ السلام سے پیشتر جھوٹے نبیوں اور مسیحوں کا ظاہر ہونا لازمی ہے۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی مہدی سومالی، مہدی سوڈانی، مسٹر ڈوئی، ودیجٹ وغیرہ ہیں۔

سوم...... وہ دلائل جن کو مرزا قادیانی نے خاص اپنی ذات سے منسوب کیا ہے:

۱...... ''ولو تقول علینا بعض الا قاویل لا خذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین'' اس آیت سے مرزا قادیانی اپنی نسبت اس طرح پر استدلال کرتا ہے کہ کوئی جھوٹا نبی ۲۳ سال سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ جو زمانہ نبوت محمدی ﷺ کا ہے یہ معین غلط ہیں۔ کیونکہ بہت سے مفتری ۲۳ سال سے زیادہ رہے۔ مثلاً ابن صباح، اکبر وغیرہ اس آیت کے بس یہی معنی ہیں کہ مفتری کا تار پود آخر کار ٹوٹ جاتا ہے اور ان کا کارخانہ آخر کار تباہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے مسیلمہ کذاب کے جواب میں لکھا تھا۔ ''والعاقبة للمتقین''

۲...... حدیث دار قطنی، بہ تحقیق مہدی کی تصدیق کے واسطے دو نشان الٰہی ہیں۔ جب سے آسمان وزمین پیدا کئے گئے وہ دونوں نشان کسی کی تصدیق کے واسطے نہیں ہوئے۔ چاند گرہن پہلی رات میں ماہ رمضان میں اور سورج گرہن نصف میں۔ اس سے تمام مدعی نبوت جو ایسے وقت میں ظاہر ہوئے مثلاً مرزا، مہدی سوڈانی وغیرہ سچے ثابت نہیں ہو سکتے اور کذاب تو کسی طرح مہدی ہو ہی نہیں سکتا۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ مؤمن میں اور خصلتیں ہو سکتی ہیں مگر جھوٹ نہیں ہو سکتا۔

۳...... حدیث جواہر الاسرار جو ۸۴۰ء میں تالیف ہوئی مہدی ایک گاؤں سے جس کا نام کرعہ ہے نکلے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو سچا کرے گا اور اس کے اصحاب بڑے دور دراز شہروں سے اہل بدر کی تعداد پر جو تین سو تیرہ ہیں جمع کرے گا اور اس کے پاس ایک کتاب مختوم ہوگی جس میں اس کے اصحاب مخلصین کا شمار معہ ان کے ناموں اور شہروں اور عادتوں کے درج کرے گا۔ اس حدیث میں مرزا قادیانی نے بہت سے تصرفات کئے۔ اوّل تو لفظ کرہ کو کدہ بنایا تاکہ قادیان سے مشابہ ہو جائے۔ دوم کتاب مختوم کا ترجمہ کتاب مطبوعہ کیا گیا۔ سوم اصل فہرست میں ۱۸۹۳ء میں آئینہ کمالات میں شائع ہوئی۔ ۳۲۷ نام تھے۔ پھر اس حدیث کے علم کے بعد تراش خراش کر کے ۱۸۹۶ء میں ضمیمہ انجام آتھم میں ۳۱۳ کر دیئے گئے۔ (۱۷) نام فوت شدوں کے بھی درج کئے گئے۔

۴...... گلاب شاہ اور حضرت کوٹھے والے مرحوم کے الہامات خود مرزا قادیانی کے ہی قلمبند کردہ اور شائع کردہ ہیں۔ جب ان کے بہت سے افتراء اور کذب معلوم ہو چکے تب یہ شہادت متعلقہ خود کیسے قابل تسلیم ہو سکتی ہے؟

۵...... بعض الفاظ احادیث وقرآن سے تواریخ استنباط کرنا۔ یہ محض بے بنیاد بات اور خیالی کھیل ہے۔ اس طرح پر ہر زمانہ کے واسطے تواریخ مستنبط ہو سکتی ہیں۔ مثلاً قاضی فضل احمد نے مرزا قادیانی کی پیدائش کا سن ''الا فی الفتنة سقطوا''/۱۲۵۹ھ، اور بلوغ کا سن ''شباب قلم''/۱۲۷۵ھ ثابت کیا۔ مولوی عبدالکریم کی وفات کا سن ''اعدله عذاب الیما'' اور ''مریا مردود نہ فاتحہ نہ درود'' شائع کئے گئے۔ مرزا قادیانی کی یہ عجیب چال ہے کہ جن احادیث کو وضعی اور ناقابل اعتبار قرار دے کر وجود مہدی علیہ السلام سے ہی انکاری ہوا تھا انہیں کو اپنے دعاوی کے ثبوت میں پیش کرتا ہے اور علماء کے ساتھ جب کبھی موقع بحث ہو تو وفات مسیح علیہ السلام کے ہی متعلق گفتگو شروع کرتا ہے۔

۶...... معجزات پیش گوئی اور تصنیفات کی حقیقت جن پر مرزا قادیانی کو بڑا ناز ہے ان کی حقیقت خوب منکشف ہو چکی۔

الذکر الحکیم نمبر۴ کے جواب میں مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی چند مذبوحی حرکتیں

حرکت اوّل

مرزا قادیانی کے الہامات...... اللہ تعالیٰ اس کو سلامت رکھنا نہیں چاہتا۔ ''انا اخذنه بعذاب الیم'' (الحکم مورخہ ۱۰؍جون ۱۹۰۶ء) ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ الہامات ہوئے۔ ''ولمن خاف مقام ربه جنتان'' سر داد و نداد دست در دست یزید!

حرکت دوم

یہ نادان کہتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ پر بیٹھے ہیں اور کچھ کام نہیں کرتے۔ مگر وہ خیال نہیں کرتے مسیح موعود کے متعلق کہیں یہ نہیں لکھا کہ وہ تلوار پکڑے گا اور نہ یہ لکھا ہے کہ وہ جنگ کرے گا۔ بلکہ یہی لکھا ہے کہ مسیح کے دم سے کافر مریں گے۔ یعنی وہ اپنی دعا کے ذریعہ سے تمام کام کرے گا۔ اگر میں جانتا کہ میرے باہر نکلنے سے اور شہروں میں پھرنے سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو میں ایک سیکنڈ بھی یہاں نہ بیٹھتا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ پھرنے میں سوائے پاؤں گھسانے کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے اور یہ سب مقاصد جو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں صرف دعا کے ذریعہ سے

حاصل ہوسکیں گے۔

یہ تمام عبارت ایک سفید جھوٹ اور شرمناک چال ہے۔ اشاعت اسلام کے لئے گھر سے نکلنے اور واعظین بھیجنے کا نام تلوار اٹھانا رکھا گیا۔ شاباش! ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند! ''لعنت اللہ علی الکاذبین'' کہ تختہ مشق ہو چکے اب کچھ شرم وخوف باقی نہیں۔ اگر گھر سے باہر نکلنا عبث پیر گھسانا ہے اور آپ کے تمام کام دعا سے ہی چل سکتے ہیں تو آپ نے بیوی کی خاطر دہلی کا سفر کیوں کیا۔ دہلی کو ہی قادیان کیوں نہ بنالیا۔ سیالکوٹ اور لاہور پہنچ کر بے نقط کیوں سنے؟ مریدوں کو دور دور سے کیوں بلایا جاتا ہے؟ کیا محض دعاؤں سے نذرانوں کا پورا سلسلہ قائم نہیں رہ سکتا؟ پیٹ بھرنے کے واسطے دانت گھسائی کیوں کی جاتی ہے؟ کیا دعاؤں سے پیٹ نہیں بھر سکتا؟ اگر محض دعاؤں سے آپ کے سارے کام چل سکتے ہیں تو اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ پتنگ بازی کیوں کی جاتی ہے؟ اور فرحت کے واسطے مشک وعنبر، کیوڑا اور بید مشک کیوں خراب کئے جاتے ہیں؟ مہمانوں کے واسطے مکانات کیوں وسیع کئے جاتے ہیں؟ چندہ مینار، چندہ مقدمہ، چندہ کتب، چندہ مسجد، چندہ توسیع مکان، چندہ سکول، چندہ لنگر، چندہ مہمانان کے واسطے کیوں بار بار ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں؟ کیا انبیاء علیہم السلام کو دعائیں کرنی نہیں آتی تھیں؟ پھر کیوں انہوں نے خدا کے راستہ میں پیر گھسائی کی، گھر بار چھوڑے اور عیش وتنعم کو ترک کیا؟ کیا وہ معاذ اللہ غلط تھے یا آپ پاگل ہیں؟

حرکت سوم

جب مرزائیوں سے سوال کیا جائے کہ مرزا قادیانی نے اسلام اور دنیا کے واسطے کیا کیا؟ کس قدر نئے مسلمان کئے۔ کس قدر بدرسومات دور کیں؟ بحیثیت حکم کس قدر اختلافات اسلامی کو رفع کیا؟ یا کم از کم کس قدر اختلافات پر فیصدی فیصلہ لکھے؟ تو جواب دیتے ہیں کہ ایک دو لاکھ اشخاص جو ان کی جماعت میں داخل ہیں ان کو مسلمان کیا؟ سبحان اللہ! کیا تیرہ صدیوں میں جو مسلمان آپ کے نئے عقائد سے محروم گذر گئے وہ مسلمان نہ تھے؟ کیا صحابہ کرامؓ اور رسول خداﷺ جن میں مرزائی کبریائی کا یہ چرچا نہ تھا۔ مسلمان نہ تھے؟

حرکت چہارم

الحکم مورخہ ۱۰؍جون ۱۹۰۶ء میں چند سوالات:

۱...... کیا سنت اللہ یوں بھی واقع ہوئی ہے کہ کوئی نبی یا مامور کسی وقت کسی قوم کی طرف مامور ہوا ہو اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو معزول کردیا ہو۔

۲...... کیا قرآن شریف میں اس کی کوئی نظیر آپ پیش کر سکتے ہیں؟

۳...... جن آیات سے آپ نے حضرت مسیح موعود کی صداقت کا استنباط کیا ہے کیا ان آیات سے اب بھی وہی مضمون نکلتا ہے یا نہیں؟ اور وہ آیات حضرت مسیح موعود کی سچائی کی مثبت ہیں یا نہیں؟

۴...... جس قدر لوگوں کو آپ نے اس تفسیر کے ذریعہ گمراہ کیا ہے (کیونکہ اب بھی کہا جاوے گا) اس کی تلافی کیونکر ممکن ہوگی؟

۵...... کیا اب آپ ان سب خریداروں کو ان کی قیمت واپس دے کر ان کتابوں کو جلا دیں گے یا نہیں؟

جواب...... اوّل تو ایسے سوالات کرنے کا حق...... مرزا قادیانی یا مرزائیوں کو مطلق حاصل نہیں۔ کیونکہ خود مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام میں ایک کروڑ مسلمانوں کا اس وقت اہل الہام ہونا ظاہر کیا۔ پھر اب ان تمام کو کافر اور غیر ناجی قرار دیا جارہا ہے۔ عباس علی صوفی کی بابت الہام شائع کیا۔ ''اصلها ثابت وفرعها فی السماء'' پھر وہ مرزا قادیانی کا مخالف ہوا۔ مسیح علیہ السلام کے نشانات کو مکروہ اور قابل نفرت بیان کیا۔ مرزا قادیانی کو آسمانی منکوحہ کی نسبت وعدہ ملا کہ خدا اس کو واپس لائے گا تیرے پاس اور اللہ ان تمام کے مقابلہ پر تیرے لئے کافی ہوگا۔ مگر وہ وعدہ جھوٹ ثابت ہو۔ الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ کو بے شر انسان اور ملہم من اللہ مان کر اس کی کتاب کو جو سراسر قرآن وحدیث ہے اور زہر بتلایا میری تفسیر کی بابت پہلے شائع کیا۔ شیریں بیان ہے۔ نکات قرآنی خوب بیان کئے ہیں۔ نہایت عمدہ ہے دل سے نکلی اور دلوں پر اثر کرنے والی ہے۔ مگر اب لکھتا ہے کہ ہمیں روحانیت نہیں۔ عبدالحکیم اس کا اہل نہ تھا۔ اس کا دیکھنا تضیع اوقات ہے۔

دوم...... تحقیقی جواب یہ ہے کہ خبث نفس نگر و دبسالہا معلوم۔ حسن ظنی کے طور پر براہین احمدیہ کا اشتہار دیکھ کر میں معتقد ہوا تھا کہ اسلام کی فضیلت وحقانیت تمام ادیان عالم پر تین سو قوی اور بے نظیر دلائل سے مرزا قادیانی کے ہاتھ پر ثابت ہوگی۔ بیس سال تک ان کے انتظار میں خاموش رہا۔ غلبہ حسن ظنی کی وجہ سے ان کے موافق خوابات بھی مجھ کو آتے رہے۔ جیسا کہ تثلیث پرستوں کو مسیح علیہ السلام، خدائی کی نسبت آیا کرتے ہیں اور مشرکین کو اپنے اپنے بتوں اور اوتاروں اور دیویوں اور دیوتاؤں کی نسبت اور ان میں سے بعض اجزاء بھی پیشین گوئیاں ثابت ہوتی ہیں۔ اسی طرح پر محمد حسین بیگ والا خواب مجھ کو دکھایا گیا اور اس کا ایک جز پورا بھی ہوگیا۔ یعنی محمد حسین بیگ

پلیگ سے فوت ہوگیا۔ ایسا ہی مرزا قادیانی کے الہامات میں بعض اجزاء پورے ہو جاتے اور اکثر غلط نکلتے ہیں۔ جیسا کہ نمونتاً تیرہ پیش گوئیوں میں بیان کیا جا چکا۔ آخرکار جب سے یہ معلوم ہوا کہ بجائے حمایت اسلام کے مرزا قادیانی تو اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ رہا ہے۔ خداوند عالم کی عظمت وجلال ظاہر کرنے کی بجائے اپنی خدائی قائم کررہا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے بروز کا دعویٰ کر کے اپنی نفس پرستی وشکم پروری، خلاف عہدی، کذب، تکبر، سنگدلی، بے رحمی، ذاتی مشیخت، بدعقلی، بدفہمی، توہین فطرت، توہین باری تعالیٰ، توہین اسلام اور ان پاک نفسوں کو بدنام کررہا ہے۔ قرآنی بیّنات اور احادیث صحیحہ سے نہ صرف اعراض کرتا بلکہ تاویلوں سے شاعرانہ طور پر نئے نئے معنی گھڑتا ہے۔ تب میں چونکا اور خواب غفلت سے بیدار ہوکر جو غور کیا۔ خط وکتابت شروع کی اور مخالف تصانیف کو دیکھا تو ثابت ہوا کہ تمام مرزائی تار و پود نفسانی اعراض کے واسطے ایک سخت دجل ہے اور اسلام کا سخت دشمن، جو دلائل ازروئے قرآن وحدیث میں نے مرزا قادیانی کی تائید میں مرزائی تصانیف سے اقتباس کر کے اپنی تفاسیر میں درج کی تھیں وہ غلط ہیں۔ مرزا قادیانی نے ان میں بڑے دھوکہ دیئے ہیں۔ موضوع احادیث پر تک بندیاں کر کے صحیح احادیث کو رد کیا ہے۔ شاعرانہ رنگ میں اصل الفاظ میں عجیب عجیب تاویلیں کیں ہیں۔ اس لئے میں نے ان تمام مضامین کو مشتبہ اور غلط سمجھ کر اپنی تفاسیر سے نکال دیا اور جن صاحبوں کے نام تفاسیر جا چکی تھیں ان کے نام حالیہ ترمیم وتردید چھپوا کر مفت بصیغہ پیڈ روانہ کررہا ہوں۔

بر رسولاں بلاغ باشد وبس

کیا مرزا قادیانی کی پہلی کتابوں میں جو غلط مضامین شائع ہوتے رہے۔ مثلاً براہین احمدیہ، ازالہ اوہام وغیرہ میں تو کیا مرزا قادیانی نے ان تمام کو واپس منگا کر اور ان کی قیمت ادا کر کے جلا دیا ہے؟ مرزا قادیانی نے تو ان کی ترمیمات وتردیدات کے اوراق بھی علیحدہ شائع نہیں کئے۔ قرآن مجید میں ایک شخص کی نظیر موجود ہے۔ جس کو نشانات عطاء ہوئے تھے پھر اس سے وہ چھینے گئے جو مرزا قادیانی کے عین مطابق حال ہے۔ ’’واتل علیهم نبا الذی اٰتینه اٰیتنا فانسلخ منها فاتبعه الشیطٰن فکان من الغوین ۰ ولو شئنا لرفعنٰه بها ولٰکنّه اخلد الی الارض واتبع هوٰه فمثله کمثل الکلب ان تحمل علیه یلهث اویترکته یلهث ذلك مثل القوم الذین کذّبوا بایتنا فاقصص القصص لعلهم یتفکرون ‘‘ اور ان پر اس شخص کی خبر پڑھ کر سنا جس کو ہم نے اپنی نشانیاں دی تھیں۔ پھر اس سے

چھین لیں۔ پس شیطان اس کے پیچھے لگا اور وہ گمراہوں میں سے ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو اس کے سبب ہم اس کے مدارج بلند کرتے۔ مگر وہ زمین کی طرف پڑا رہا۔ گری ہوئی خواہش کا تابع ہو۔ پس اس کی مثال کتے کی مثال ہے کہ اگر تو اس کو کچھ لادے تو ہانپے اور اگر اس کو چھوڑ دے تب ہانپے۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ پس (نصیحت آمیز) قصہ بیان کرتا رہ تا کہ وہ فکر کریں۔

مرزا قادیانی کو بیشک آیات ملیں تھیں۔ اگر وہ نفس پرستی، زر طلبی اور تکبر میں غرق نہ ہوتا۔ آیات قرآنی واحادیث صحیحہ کی تکذیب ومخالفت نہ کرتا اور فطرت اللہ کو لعنت قرار نہ دیتا تو اللہ کریم اس کے مقامات کو ضرور بلند کرتا۔ مگر وہ زمین کی طرف جھکا رہا۔ اس لئے نفس پرستی اور ذاتی مشیخت کے سوائے اب اس کا کوئی شغل نہیں۔ ''فاعتبروا یا اولی الابصار'' خود مسیح الدجال کی ترکیب میں اشارہ ہے کہ پہلے وہ مسیح ہوگا یا مسیح مانا جائے گا۔ مگر بعد میں دجال ثابت ہوگا اور مسیح الدجال کہلائے گا۔

مرزا قادیانی کے خلاف ایک الہام: ''میں خدائے واحد کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے ایسا ہی الہام ہوا۔ میں نے خواب میں نہیں بلکہ بیداری میں، میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر اس میں جھوٹا نکلوں تو وہ سب سزائیں عملاً اٹھانے کو تیار ہوں جو شیطان کادیانی نے آتھم کی پیش گوئی کے عدم وقوع پر عملاً اٹھائیں تھیں۔ غرضیکہ فیصلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مرزا قادیانی کو ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۰ء سے مدت بضع سنین کے اندر ایک عجیب وغریب موت کے ساتھ ہاویہ میں گرائے گا۔ یہ موت ایسی ہوگی جو انسانی طاقت سے باہر ہو۔ بشرطیکہ وہ اپنی دعاوی باطلہ سے نادم ہو کر راجع الی الحق نہ ہو میں نے موت کے عجیب ہونے میں کچھ تعجب کیا تھا کہ واللہ اعلم! وہ کیسی موت ہوگی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا نقشہ میرے تصور میں کھینچ دیا۔ جس کے متصور ہوتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ یعنی کادیانی کا پیٹ اتال کی طرح پھولا ہے۔ آنکھوں کی سفیدی زردی سے مبدل ہوگئی ہے۔ ناک عریض ہو کر اغنس کی طرح بیٹھ گئی ہے اور ہونٹ آگے کو بڑھ گئے ہیں اور کان بھی برعز کی طرح کسی قدر لمبے ہو گئے ہیں۔ بات کرنا چاہتا ہے۔ مگر زبان سکڑ کر اندر کو کھنچ گئی ہے اور بات نہیں کر سکتا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایسا ہی ہوگا۔ زمین وآسمان ٹل جائیں مگر خدا کی باتیں نہیں ٹل سکتیں۔ اس روز بہت بے ایمان، ایماندار بن جائیں گے اور بہت سے مردود زمرہ مقبولین میں شامل ہونے کی خواہش کریں گے۔ فقط: ''وما علینا الا البلاغ'' المشتہر: غلام احمد امرتسری!

تمت

الذکر الحکیم نمبر ۶

(عرف)

کانا دجال

ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''الذین آمنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت'' ﴿مؤمن تو اللہ کے واسطے لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطان (خود پرست) کے واسطے لڑتے ہیں۔﴾

الذکر الحکیم نمبر ۶ (عرف) کانا دجال

اس رسالہ میں مرزائے قادیانی کے تمام دعاوی اور دلائل کی ایسی کامل تردید ہے کہ فی الحقیقت بشارت خداوندی کے مطابق دجالی فتنہ پاش پاش ہو چکا۔ اس میں دس باب ہیں۔

باب اوّل...... میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا اور مرزائی صریحاً اسلام سے مرتد اور قرآن اور رسول کے مخالف ہیں۔ یا یوں کہو کہ منہاج نبوت کی رو سے وہ قطعاً مردود ہیں۔

باب دوم...... میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزائے قادیانی نبوت ورسالت کا مدعی ہے اور ہر ایسے شخص کو جو اسے نہ مانے ملعون اور کافر اور جہنمی اور خدا کا مغضوب قرار دیتا ہے۔

باب سوم...... میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی تمام عالم کے خون کا پیاسا اور ہر قوم کی تباہی کا طالب ومنتظر ہے۔ عالم کی تباہی اس کی فتح اور دنیا کی مصیبت اس کی شادمانی ہے۔

باب چہارم...... میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزائے قادیانی کے اصول مشتہرہ کے مطابق قرآن وحدیث کا کوئی لفظ قابل اعتبار نہیں اور جس قدر پیش گوئیاں مرزا قادیانی نے صاف الفاظ میں بڑے دعوؤں کے ساتھ شائع کیں اور جن کو اس نے اپنے کذب یا صدق کا معیار ٹھہرایا وہ تمام غلط ثابت ہوئیں۔

باب پنجم...... میں مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی اس عیاری، بدعہدی، بددیانتی، جھوٹی شیخی اور بے حیائی کا بیان ہے جو انہوں نے براہین احمدیہ کے متعلق ظاہر کی۔

باب ششم...... میں کہ ثابت کیا گیا ہے کہ تمام اہل الہام لوگ جو دجال کے جال میں پھنس بھی جائیں وہ آخرکار ہدایت غیبی کے ذریعہ سے اس کے مخالف ہو جاتے ہیں۔

باب ہفتم...... میں مرزائی مباہلوں کے تماشوں کا بیان ہے۔

باب ہشتم...... میں قطع وتین پر ایسی مدلل اور مبسوط بحث ہے کہ فی الحقیقت مرزائیوں کی اس میں گردن قطع ہوگی۔

باب نہم...... میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ان کا عملی نقشہ یہ ہے۔

ہم تو مانیں گے وہی جس میں ہو مطلب کا نشان

باقی سب لغو ہے اور جھوٹ ہے حدیث اور قرآن

باب دہم...... میں مرزا قادیانی کی کتاب حقیقت الوحی کا رد ہے۔

ہر باب ایسا مدلل اور مکمل ہے کہ اگر کوئی مرزائی ان کا معقول جواب دے سکے تو میں فی باب پانچ سو روپیہ نقد بطور انعام اس کو دوں گا۔ بشرطیکہ تین ایسے منصف اس کے حق میں فیصلہ دے دیں جن کو فریقین سے کوئی تعلق نہ ہو۔ قیمت چار آنے، سو سے زائد کے خریدار پچیس فیصدی کمیشن۔ تمام اہل وسعت لوگوں کو چاہئے کہ اس کی بہت بہت کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کریں۔ ملنے کا پتہ: مبارک برادران پٹیالہ۔ تمام اہل اخبار و رسائل اپنے اپنے اخباروں اور رسالوں میں اس پر ریویو لکھیں اور اس کے مضامین کو شائع کرتے رہیں۔

مصنفہ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب ایم. بی، اسسٹنٹ سرجن فرسٹ گریڈ

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(نوٹ از مرتب: مؤلف نے طویل دیباچہ میں خامہ فرسائی کی۔ لیکن وہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں اس لئے اسے حذف کر دیا ہے۔ مرتب!)

”نحمده ونصلی علی رسوله الکریم“

باب اوّل

مرزا اور مرزائی صریحاً اسلام سے مرتد اور قرآن و رسول کے مخالف ہیں یا یوں کہو کہ منہاج نبوت کی رو سے قطعاً مردود ہیں۔ قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا اور سلسلہ رسل کے انقطاع کی خبر دیتا ہے۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ تیس کے قریب دجال کذاب ہوں گے جو سب کے سب نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ خبردار میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور وہ میری امت میں ہوں گے۔ چنانچہ ایک حدیث صحیح مسلم میں ہے۔ ”انه سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعم انه نبی الله وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی“ ایک متفق علیہ حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔ ”دجالون کذابون

قریب من ثلثین کلھم یزعم انہ رسول اللّٰہ ''تمام امت محمدیہ کا اس سلسلہ میں اجماع چلا آیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں۔ مگر مرزا خود نبی اور رسول ہونے کا مدعی ہے۔ تمام مرزائی اس کو نبی اور رسول مانتے اور اس کے نہ ماننے کو موجب کفر وعذاب قرار دیتے ہیں۔

مرزا قادیانی، حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل؟

ساتھ ہی بروزی یا ظلی یا جزوی نبی اور امتی نبی ہونا ظاہر کر دیتے ہیں۔ ساتھ ہی مرزا کے اس قول کی تصدیق کرتے ہیں۔ شعر ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بڑھ کر غلام احمد ہے۔ (دافع البلاء ص ۱۱، خزائن ج ۱۸ ص ۲۴۰) ایک طرف تو جزوی نبی اور امتی ہونے کا اقرار۔ دوسری طرف ایک عظیم الشان رسول سے بڑھ کر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ سچ فرمایا ہے۔ نبی صادق ﷺ نے دجال کانا ہوگا پر خدا کانا نہیں۔

ایک مرزائی عبدالحق نام کہنے لگا کہ نبی کے معنی ہیں خبر دہندہ۔ پس اس لحاظ سے مرزا نبی ہے۔ میں نے سوال کیا کہ جس وقت خداوند عالم نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا تو کیا خداوند عالم کو نبی کے معنی نہ آتے تھے؟ یا محمد مصطفیٰ ﷺ نے جب یہ فرمایا۔ خبردار میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں تو آنحضرت ﷺ کو نبی کے معنے نہ آتے تھے؟ اور جزوی نبی اور ظلی نبی کا علم نہ تھا؟ آج تک امت محمدیہ میں سے ان (قادیانی) دجالوں کے سوائے کسی کو یہ علم نہ ہوا کہ جزوی یا تمثیلی لحاظ سے نبی اور رسول آتے رہیں گے؟ مگر حق اور بالکل حق ہے۔ ''فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ماتشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ (آل عمران:۷) ''ایک موقعہ پر مولوی عبداللہ خان مرزائی نے کہا کہ چونکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ حضرت موسیٰ سے بڑھ کر ہیں۔ اس لئے مرزا غلام احمد جو محمد ﷺ کے تابع ہیں عیسیٰ سے بڑھ کر ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے تابع ہیں۔

ہم نے جواب دیا کہ قرآن مجید تو فرماتا ہے کہ ہر ایک نبی مطاع ہوتا ہے نہ کہ مطیع اور تورات مقدس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ماں کے پیٹ سے نبی ہوتا ہے۔ نبی کے کمالات کسبی نہیں ہوتے۔ بلکہ وہبی ہوتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام شریعت موسوی کے اتباع سے نبی بنے تھے۔ اگر یہی بات ہے تو امت محمدیہ میں کروڑوں نبی پہلے انبیاء سے بڑھ کر ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ ناقص شریعتوں کے تابع تھے۔ پھر ''لا نبی بعدی ''اور خاتم النبیین بے معنی اور لغو ٹھہرتے ہیں۔ سچ ہے ''دجال کانا ہوگا پر خدا کانا نہیں۔''

اے مرزائیو! سچ تو بتاؤ کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے صریح الفاظ تمام امت محمدیہ کے متفق علیہ مسئلہ کے خلاف دعویٰ کرنا۔ طرح طرح کی تاویلات اور بہانوں سے اس پر اصرار کرنا ارتداد نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا صاف الفاظ کو چھوڑ کر تاویلات کو اختیار کرنا راست روی میں داخل ہے یا کج روی میں؟ کیا قرآن شریف کا یہ ارشاد کہ تاویلات کی طلب کرنا کجرووں کا کام ہے۔ لغو اور باطل ہے؟

علماء امت انبیاء بنی اسرائیل کی طرح؟

پھر بے حیائی سے مرزا اور مرزائی آیات بینات اور احادیث صحیحہ کے مقابلہ پر حدیث ’’علماء امتی کا نبیائے بنی اسرائیل‘‘ پیش کر دیا کرتے ہیں۔

اوّل...... تو اس کو دمیری، زرکشی، عسقلانی اور ابن حجر وغیرہ ائمہ حدیث نے لکھا ہے۔ ’’لا اصل له‘‘

دوم...... اگر یہ صحیح حدیث ہے تو علمائے امت کو مرزا کیوں ملعون اور کافر کہتا اور ان کو مباہلہ کے واسطے بلاتا ہے؟

صراط مستقیم کا جواب

کبھی ’’اهدنا الصرا المستقیم صراط الذین انعمت علیهم ‘‘ کو دلیل میں پیش کر دیتے ہیں۔ تو گویا آج تک خود اللہ تعالیٰ کو یہ علم نہ تھا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم کو نبی یا رسول بنا دے۔ جس نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین قرار دیا۔ آنحضرت ﷺ کو بھی معلوم نہ ہوا کہ بار بار لا نبی بعدی فرماتے رہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت فرمایا کہ: ’’انت منی بمنزلة هارون بموسیٰ ‘‘ ساتھ ہی تنبیہ فرما دی۔ ’’انه لا نبی بعدی (بخاری، مسلم)‘‘ صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظام میں سے سوائے کسی کا اس طرف خیال نہ ہوا کہ میں نبی یا رسول ہوں؟

نبی کے لغوی معنی سے قادیانی استدلال

پھر ایک دلیل پیش کرتے ہیں کہ نبی کے لغوی معنی میں خبر دہندہ، چونکہ مرزا کو الہامات غیب ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ نبی ہیں۔ تو پھر اس دلیل سے میں یہی کہتا ہوں۔ کیونکہ میری بھی ہزار ہا پیش گوئیاں پوری ہوتی ہیں۔ ایسا ہی آج تک ہزاروں لوگ امت محمدیہ میں گذرے ہیں۔ اب بھی موجود ہیں۔ جن کو غیب کی خبریں ملتی ہیں۔ ایسا ہی آج تک ہزاروں لوگ امت محمدیہ میں گزرے ہیں۔ جن کو سچے خوابات آتے ہیں اور الہام ہوتے ہیں تو گویا سب کے سب نبی ہوئے۔ ابن صیاد جس کو غیب کی خبریں ملتی ہیں۔ وہ بھی نبی ٹھہرا۔ گویا کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے بڑا ہی ظلم کیا جو اس نبی کو دجال قرار دیا۔ کیا ہی سچ ہے کہ: ’’دجال کانا ہوگا پر خدا کانا نہیں۔‘‘

مرزا کی چندہ خوری

۲...... قرآن مجید نے تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ ''لا اسئلکم علیه من اجرا (الشوریٰ:۲۳) ''میں تم سے اس محنت پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ سورہ یٰسین میں جس کا ارشاد ہے۔ ''اتبعوا من لا یسئلکم اجرا (یسین:۲۱) ''اس شخص کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ مگر مرزا کھلے میدان ہاتھ پھیلاتا اور اعلان کرتا ہے کہ جس شخص کا چندہ تین مہینہ تک نہ پہنچے گا اس کا نام جماعت سے خارج کر دیا جائے گا۔ ایسا کرنا سنن انبیاء اور قرآن کریم سے ارتداد نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر اپنی تصدیق میں قرآن اور سنت کو چھوڑ کر پشتیتی سجادہ نشینوں کی مثالیں پیش کرنا بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے؟ تین ہزار روپیہ ماہوار لنگر کی آمد اور دو یتیموں کی امداد کے واسطے اخباروں میں اشتہار دینا بے شرمی نہیں تو اور کیا ہے؟ محمد احسن کی تیس روپیہ ماہوار اجرت بطور واعظ مقرر کرنا۔ مگر اس کا بطور واعظ نہ پھرنا حرام خوری میں داخل نہیں تو اور کیا ہے؟ مولوی عبدالقادر کا باوجود علم صحت اور قابلیت کے ریاست کی رسدات پن کے واسطے سرگرداں پھرنا اور اس پر گزران کرنا حرام نہیں تو اور کیا ہے؟ اے دجالو! کیا یہی نمونہ ہے۔ اسلام، ایثار، ترک نفس، جانفشانی، احسان بالخلق اور خدمت دین کا جو آپ نے پیش کیا ہے اور جس کی بناء پر خود راست باز اور ناجی ہونے کے مدعی ہو اور تمام عالم کو جھوٹا، کافر اور جہنمی قرار دیتے ہو؟ تین ہزار روپیہ ماہوار سے زیادہ آمد، مگر اس سے نہ کوئی اسلامی خدمت ہے۔ نہ کوئی مشن ہے۔ نہ کتب کی اشاعت ہے۔ محض پیٹ کا بھرنا، بیویوں کو زیورات سے لاد دینا، بیٹوں کی شادیاں کرنا، سالوں اور سسروں کو پالنا، یہی اسلام اور اخلاص اور ترک نفس ہے؟ شرم! شرم!! پھر دعویٰ ہے۔ ''ظهورك ظهوری لولاك لما خلقت الافلاك، الله يحمدك من العرش'' سچ ہے ''دجال کانا ہوگا پر خدا کانا نہیں۔''

فطرتی دین لعنتی ہے...... مرزا کا اقرار

میں نے جو بار بار مرزا کے نام یہ لکھا کہ خدا کے ماننے اور اعمال صالحہ کے بغیر کوئی شخص نجات نہیں پا سکتا۔ کیونکہ خدا کی ربوبیت اور نیکی بدی کی تمیز ہر فطرت میں منقوش ہے۔ چنانچہ آیات ذیل اس دعویٰ پر دلیل ہے۔ ''فالهمها فجورها وتقواها (الشمس:۸) هديناه السبيل اما شاكرا واما كفورا (الدهر:۳) فطرت الله التى فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله، ذلك الدين القيم (الروم:۳۰)'' ساتھ ہی حدیث ذیل بھی پیش کی۔ ''كل مولود يولد علىٰ فطرت الاسلام'' مرزا قادیانی نے ان آیات بینات اور حدیث

صحیحہ سے محض اعراض اور ارتداد ہی نہیں کیا بلکہ ”فاطر السمٰوات والارض“ کے فعل پر حملہ کر بیٹھا اور جوش میں ازخود رفتہ ہو کر لکھ مارا کہ ”فطرتی دین لعنتی چیز ہے۔ اگر اس کو نشانوں سے قوت نہ ملے۔“ ظرفہ یہ کہ جب کسی مرزائی نے مرزا قادیانی کے اس قول پر اعتراض کیا تو فضل الدین نے آیات بینات کے صاف الفاظ سے ارتداد کر کے تاویلات رکیکہ کے ساتھ مرزا قادیانی کے اس مردود قول کی حمایت کی۔ کیوں نہ ہو ان کا پیر جو یہ اعلان دے چکا۔ ”تکدر ماء السابقین وعیننا الی یوم الاخر لا تتکدر “ (اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح ص ۵۸، خزائن ج ۱۹ ص ۱۷۰) گویا کہ قرآن اور حدیث تو مکدر ہو چکے۔ صاف تعلیم تو اب مرزا قادیانی کی ہے اور بس جب میں نے لکھا کہ نبوت سے بے خبر لوگ ایمان باللہ واعمال صالحہ سے نجات پاسکتے ہیں تو یہ ارتداد میں شامل۔ مگر جب مرزا قادیانی نے لکھا کہ اگر اہل امریکہ ہمارا انکار کریں تو وہ معذور ہیں۔ کیونکہ ابھی ان پر پوری تبلیغ نہیں ہوئی تو فضل دین نے لکھا کہ بے خبر لوگوں کو عذاب نہ ہوگا۔ خواہ وہ مشرک اور کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

مرزا بمنزلہ اولاد خدا

۴...... ولدیت کے لفظ پر قرآن مجید نے یہاں تک اظہار غضب فرمایا ہے: ”تکاد السمٰوٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هذا ان دعوا للرحمن ولداً (مریم: ۹۰،۹۱)“ مگر مرزا ہے اور مرزائی کہ ان الفاظ قرآنی کی مطلق پرواہ نہ کر کے مرزا کو بمنزلہ اولاد الٰہی قرار دیتے ہیں اور ”انت منی بمنزلة اولادی “ (تذکرہ طبع اول ص ۳۷۴) کے الہام سے تمام قرآنی بینات کو پاؤں میں روندنا چاہتے ہیں۔ پھر بیٹے کی نسبت مرزا کا الہام ”کان اللّٰه نزل من السماء “ (انجام آتھم ص ۶۲، خزائن ج ۱۱ ص ۶۲) جب مرزا قادیانی کا بیٹا بمنزلہ خدا ہو۔ تو مرزا کیا ہوا؟

مرزا کی رضا، خدا کی رضا

۵...... قرآن مجید آنحضرت ﷺ کی نسبت فرماتا ہے کہ تو جس سے محبت کرے اس کو ہدایت نہیں کر سکتا۔ بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے۔ بنی اسرائیل کو بار بار فرماتا ہے کہ کوئی نفس دوسرے نفس کے کام نہیں آسکتا۔ شفاعت کی نسبت فرماتا ہے کہ اذن الٰہی کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کر سکتا۔ نوح علیہ السلام جب اپنے بیٹے کی سفارش کرتے ہیں تو جناب باری سے ان کی سفارش رد ہوتی اور حکم ملتا ہے کہ وہ تیرا بیٹا نہیں۔ وہ بدعمل ہے۔ میں تجھ کو سمجھاتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے مت ہو جا۔ مسیح علیہ السلام کی شفاعت کا، خاص میدان حشر میں رد ہونا بیان فرماتا ہے۔

ایسا ہی آنحضرت ﷺ کی شفاعت کا بعض صحابہ کے بارہ میں رد ہونا حدیث بخاری میں مذکور ہے۔ مگر مرزا کو الہام ہوتا ہے۔ ''جس سے تو راضی اس سے خدا راضی۔ جس سے تو ناخوش اس سے خدا ناخوش۔'' (تذکرہ ص۶۰۰، طبع سوم) ''میرے رب تو مجھ کو دوزخ کا اختیار دے دے۔'' (تذکرہ ص۶۰۶، طبع سوم) تمام تعلیم قرآنی کے کیسے مخالف یہ الہامات ہیں۔ قرآن کا رد منظور۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین منظور۔ مگر مرزا کا خلاف کسی طرح منظور نہیں۔ اگر یہ قرآنی تعلیم سے صریح ارتداد نہیں تو اور کیا ہے؟

۶...... سیدالمرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ کو حکم ملتا ہے۔ ''فسبح بحمد ربك واستغفر (النصر:۳)'' ''اپنے رب کی حمد کر اور اس سے استغفار کر۔ مگر مرزا قادیانی کو الہام ہوتا ہے۔ ''خدا تیری حمد کرتا ہے۔'' (تذکرہ ص۶۷۷، طبع سوم) ''اور تیرا ظہور خدا کا ظہور ہے۔'' (تذکرہ ص۷۰۴) کیا اس میں قرآن مجید کا ارتداد اور رب العالمین اور سیدالمرسلین کی توہین نہیں؟

۷...... قرآن مجید میں بار بار ارشاد ہے کہ کوئی نفس دوسرے نفس کے کام نہیں آسکتا۔ کوئی نفس دوسرے کا بوجھ نہیں بٹا سکتا۔ قبروں کی بابت احادیث صحیحہ میں ارشاد ہے کہ وہ پختہ نہ بنائی جائیں۔ نہ ان پر عمارتیں بنائی جائیں اور نہ ان پر کتبہ لگائے جائیں۔ یہود ونصاریٰ پر قبروں کی پرستش کی وجہ سے لعنت کی گئی ہے۔ مگر ان صاف ارشادات کے خلاف صاف ارتداد کر کے آج مرزا قادیانی ''بہشتی مقبرہ'' کا اعلان دیتا اور اس کا خاص اہتمام کر رہا ہے۔ ۱۹۰۶ء میں اس پر تین ہزار روپیہ صرف کیا اور ۱۹۰۷ء کے لئے گیارہ ہزار کا مطالبہ ہے اور صاف لفظوں میں اعلان دیتا ہے کہ ''جو کوئی اس مقبرہ میں مدفون ہوگا وہ بہشتی ہو جائے گا۔'' کیا اس میں اسلام کا خلاف اور محمد مصطفیٰ ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام کی سخت توہین نہیں ہے؟ آج تک مکہ، مدینہ، بیت المقدس اور تمام عالم میں کہیں بہشتی مقبرہ نہ بنا اور قادیان میں بہشتی مقبرہ ہوگیا۔ کیا صحف وکتب سابقہ سے یا تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ کسی اور نبی کا مقبرہ بھی موجب نجات اور کل عالم کے واسطے بہشتی مقبرہ ہوگیا تھا؟ کیا کتب قیمہ اور فطرت اللہ میں کہیں اس کا نشان ہے یا تمام کتب سماوی بھی فطرت اللہ کی طرح لغتی چیز ہیں۔ اسی وجہ سے مرزائی قادیان کو مکہ، مدینہ اور بیت المقدس پر صاف الفاظ میں ترجیح دینے لگے۔ چنانچہ ایک مرزائی کا شعر اخبار بدر مورخہ ۹راگست ۱۹۰۶ء مرزا قادیانی کی مدح میں شائع ہوا ہے۔

ہندوستان کا رتبہ بڑھا تیرے فیض سے اب اس کو فخر سارے زمین وزمن پر ہے

۸...... خداوند عالم کی تسبیح وتقدیس اور تحمید سے تمام قرآن مجید بھرا پڑا ہے۔ اسلام نے اللہ اکبر

کی گونج تمام دنیا میں پیدا کر دی ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی نسبت اسی قدر ذکر ہے کہ وہ خدا کے بندے اور خدا کے رسول ہوتے تھے۔ خداوند عالم کی ذات کو بے مثل اور وہم وگمان سے برتر فرمایا ہے۔ مگر آج مرزا قادیانی کو الہام ہوتے ہیں۔ ''انت منی وانا منك ''(تذکرہ ص۴۴۲) ''ظهورك ظهوری ''(تذکرہ ص۷۰۳)''انت منی بمنزلة توحیدی وتفریدی ''(تذکرہ ص۲۶) کیا یہ صاف خدائی کا دعویٰ نہیں؟ کیا اس میں قرآنی تعلیمات کا صاف خلاف نہیں؟ کیا ایک شخص جو بدعہد، دائم المرض اور چندوں کا محتاج ہے۔ سچ مچ خدا کا ظہور ہے؟ کیا یہی سچ ہے۔ ''دجال کانا ہوگا پر خدا کانا نہیں۔'' کیا ''سبحان ربی الاعلیٰ۔ سبحان ربی العظیم ''جو بار بار رکوع وسجود میں دہرایا جاتا ہے۔ ایک بیہودہ بکواس ہے؟ اور صحیح یہی ہے کہ ''خدا مرزا قادیانی کی حمد کرتا ہے۔''(تذکرہ ص۷۹) مرزا قادیانی کا ظہور خدا کا ظہور ہے۔ ''اگر مرزا نہ ہوتا تو خدا زمین وآسمان کو پیدا نہ کرتا۔''(تذکرہ ص۶۱۲، ۶۵۲) مرزا قادیانی اور خدا ایک ہی ہیں۔ مرزا قادیانی خدا سے اور خدا مرزا سے ہے۔ اے ملعونو! کیا تسبیح، تقدیس، تحمید باری تعالیٰ کے یہی معنی ہیں؟

۹...... قرآن مجید میں صاف حکم ہے: ''واعتصموا بحبل الله جمیعاً ولا تفرقوا (آل عمران:۱۰۳) ''اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو اور تفرقہ اندازی مت کرو۔ ''ان الذین فرّقوا دینهم وکانوا شیعًا لّست منهم فی شیٔ (الانعام:۱۵۹) ''جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ایک تفریق ہوگئے تو ان میں سے اے (محمدﷺ) تو کسی بات میں نہیں ہے۔ مگر مرزا اور مرزائیوں کو ان آیات کی مطلق پرواہ نہیں۔ بلکہ ان سے صاف ارتداد کر کے تمام مسلمانان عالم کو کافر اور جہنمی قرار دیتے ہیں۔ گویا کہ قرآن کو بوٹی بوٹی کر دیا ہے۔ اپنی ذاتی اغراض اور مشیخت کی بناء پر بیّنات قرآنی، احادیث صحیحہ اور اجماع امت کا صریح خلاف کررہے اور اشارات بعیدہ وتاویلات رکیکہ پر اڑے ہوئے ہیں۔

۱۰...... قرآن مجید کا حکم ہے: ''اوفوا بالعهد (الاسراء:۳٤) ''عہد کا ایفا کرو۔ مگر مرزا قادیانی نے براہین کے متعلق بدعہدی کی، تفسیر کتاب عزیز کی نسبت ہمیشہ وعدے کئے۔ مگر پورے نہ کئے۔ قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ کی نسبت وعدہ کیا۔ ایفا ندارد۔ مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کو پیش گوئیوں کے امتحان کے واسطے بلایا۔ مگر جب وہ قادیان پہنچے تو سوائے سب وشتم کے اور کچھ نہ کیا۔ مولوی محمد احسن کو بطور مشتری پھرتے پر مامور کیا اور تنخواہ کا چندہ کیا۔ چندہ وصول مگر ادائے فرض منصبی ندارد۔ ایسا ہی الحکم اور البدر میں ہمیشہ طرح طرح کے وعدہ چھپتے ہیں اور بلاوجہ توڑے جاتے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں کی جاتی کہ بدعہد کو اللہ فاسق اور گمراہ فرماتا ہے۔ ''یضل به

کثیرا ویھدی به کثیراً وما یضل به الا الفاسقین الذین ینقضون عھد الله من بعد میثاقه (البقرہ:۲۶،۲۷) ”اگر مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی مشہورہ بدعہدیوں کا شمار کیا جائے تو ایک علیحدہ کتاب بن سکتی ہے۔

مسیح علیہ السلام کی اہانت

۱۱...... قرآن مجید انبیاء علیہم السلام کی بڑی تعریف کرتا ہے۔ مسیح علیہ السلام کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ اور ان کی والدہ کو صدیقہ فرماتا ہے۔ یہود و نصاریٰ نے آنحضرت ﷺ کے برخلاف ہر چند قوموں کو بھڑکایا اور جنگ کئے اور سخت کشت خون کی نوبت پہنچی۔ مگر کسی آیت یا حدیث میں مسیح علیہ السلام یا کسی اور نبی کی شان میں گالی نہیں۔ آج مرزا قادیانی اور مرزائی ہیں کہ کفر تو بکیں عیسائیان حال اور حملے کئے جائیں مسیح علیہ السلام کی ذات پر۔ نقل کفر کفر نباشد۔ ذیل میں چند سطور درج کی جاتی ہیں۔ مسیح کی نسبت (ضمیمہ انجام آتھم ص۴تا۷، خزائن ج۱۱ ص۲۸۷تا۲۹۱) میں لکھا: ”شریر، مکار، موٹی عقل والا، بدزبان، غصہ ور، گالیاں دینے والا، جھوٹا، علمی اور عملی قوائے سے کچا، چور، شیطان کا ملہم، اس کی نانیاں اور دادیاں زناکار، اس کا کنجریوں سے میلان تھا۔ پھر مسلمانوں کی تکفیر سے ڈر کر (انجام آتھم ص۱۳، خزائن ج۱۱ ص۱۳) پر لکھ دیا کہ یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں کہ وہ کون تھا۔“ مگر سچ ہے کہ دروغ گورا حافظہ نباشد۔ خود ہی الحکم مورخہ ۱۱رمئی ۱۹۰۱ء میں اقرار کیا کہ ”یسوع اور مسیح ایک ہی شخص ہیں۔“ اور پھر بعض مقامات پر مسیح کے نام پر مسیح کے نام سے بھی گالیاں دیں۔ مثلاً (نور القرآن حصہ دوم ص۱۲، خزائن ج۹ ص۳۹۴) میں لکھا: ”مسیح کی دادیوں اور نانیوں کی نسبت جو اعتراض ہے۔“ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۹۸) پر ہے۔ ”مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر میں چلے جانا۔“ پھر مسیح علیہ السلام کی پیش گوئیوں کو قیافہ اور اٹکل بتایا اور لکھا۔ کیا ”یہ بھی پیش گوئیاں ہیں کہ مری پڑے گی اور زلزلہ آئیں گے۔“ مگر اپنے مطلب کے وقت انہیں پیش گوئیوں کو عظیم الشان بنالیا جاتا ہے۔ (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳) میں ہے۔ ”خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔“ (حقیقت الوحی ص۱۴۸، خزائن ج۲۲ ص۱۵۲) میں ہے: ”مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکا ہوں اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھا نہ سکتا۔“ پھر بدر مورخہ ۵رمئی ۱۹۰۷ء میں شائع کیا: ”ایک بار حضرت عیسیٰ زمین پر آئے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہو گئے۔ دوبارہ آ کر وہ کیا کریں گے۔ جو لوگ ان کے خواہشمند ہیں۔“

مرزا قادیانی کے جھوٹ

۱۲...... قرآن مجید میں جھوٹے پر لعنت ہے اور احادیث صحیحہ میں ہے کہ مومن میں اور سب خصلتیں ہوسکتی ہیں۔ مگر جھوٹ نہیں ہوسکتا۔ مگر مرزا اور مرزائی ہیں کہ ان کے لئے جھوٹ بولنا ایک معمولی بات ہے۔ مرزا قادیانی نے (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۶۲۹، خزائن ج۳ ص۴۳۹) پر شائع کیا کہ ''ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبیوں نے اس کی فتح کی پیش گوئی کی تھی اور جھوٹی نکلی۔'' یہ کیسا گستاخانہ جھوٹ ہے؟ اوّل تو انبیاء علیہم السلام کی توہین، دوم ان پر جھوٹا الزام۔ اگر انبیاء علیہم السلام کی پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں تو معاد کے حالات پر کیا اعتبار ہوسکتا ہے۔ کتاب سلاطین سے ظاہر ہے کہ وہ جھوٹے نبی بعل کے پجاری تھے۔ جن کو ایلیا نبی نے قتل کیا۔ اگر مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے جھوٹ جمع کئے جائیں تو ایک مبسوط کتاب تیار ہو جائے۔ مرزا قادیانی کی کذب بیانیوں کا بیان ''المسیح الدجال'' میں دیکھو۔ قدرت اللہ سنوری، محمد افضل ومحمد صادق ایڈیٹران البدر کی بددیانتی اور دروغ گوئی کا بیان کانے دجال میں اور مقام پر آیا ہے۔ ریویو آف ریلیجنز کے تین جھوٹ بھی قابل ذکر ہیں۔ اوّل: بار بار شائع کرنا کہ ملاں عبداللطیف کو محض اس وجہ سے امیر کابل نے قتل کرایا کہ وہ جہاد کا مخالف اور سلطنت برطانیہ کا خیرخواہ تھا۔ دوم: میری نسبت دعوائے نبوت شائع کیا۔ سوم: الٰہی بخش کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ عصائے موسیٰ ہونے اور مرزا کو غرق کرنے کا مدعی تھا اور خود نامراد غرق ہوگیا۔

۱۳...... خداوند عالم قادر مطلق ہے۔ تمام انبیاء اولیاء، ملائکہ اور کل انسان اس کے ارادہ کے تابع ہیں، نہ کہ وہ اوروں کے ارادہ کا متبوع۔ اگر ایسا ہو تو فساد ہو جائے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے: ''وما تشاؤن الا ان یشأ اللہ رب العالمین (التکویر:۲۹) الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر (البقرہ:۱۰۶)'' مگر شیطان قادیانی اور کانا دجال بار بار الہاماً شائع کرتا ہے۔ ''کل لک ولا مرک'' (تذکرہ ص۷۰۶) سب کچھ تیرے واسطے اور تیرے حکم کے واسطے ہے اور جو کچھ زمین وآسمان میں ہے وہ مرزا کے واسطے ہے اور خدا معطل اور معذور ہو چکا۔

۱۴...... خداوند عالم کی مغفرت اور سزائے قوانین لامحدود اور انسانی عقل کے احاطہ سے باہر ہیں۔ اگرچہ بہت سے قوانین سزا وجزا، قرآن شریف میں مذکور ہیں۔ تاہم کسی انسان کی ظاہری حالت کو دیکھ کر انسان یہ فتویٰ نہیں لگا سکتا کہ فلاں شخص ضرور بہشتی ہے اور فلاں ضرور جہنمی۔ چنانچہ میدان حشر میں خاص آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ چند اصحاب کو دوزخ کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر عرض کریں گے۔ اصحابی۔ جس پر اللہ کریم فرمائے گا کہ تجھ کو معلوم نہیں کہ تیرے بعد انہوں نے

کیا کیا۔ طوفان کے وقت حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کی سفارش کرتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام آزر کی نسبت دعا کرتے ہیں اور آنحضرت ﷺ اپنے چچا سے بڑی محبت کرتے ہیں اور ان کی ہدایت کے طالب ہیں اور خداوند عالم کی طرف سے ان تمام کی خواہشیں رد ہوئی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: ''یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء (آل عمران:۱۲۹)'' جس کو چاہے اللہ بخش اور جس کو چاہے عذاب کرے۔'' من ذالذی یشفع عنده الا باذنه (البقرہ:۲۵۵)'' کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت بغیر سفارش کر سکے۔ مگر کانا دجال اپنی نسبت الہام شائع کرتا ہے جس سے تو راضی اس سے خدا راضی۔ جس سے تو ناخوش اس سے خدا ناخوش۔'' رب سلطنی علی النار''

مرزا کے مباہلے

۱۵...... قرآن مجید میں ایک مباہلہ کا ذکر ہے۔ جو خالصتاً توحید اور عظمت باری تعالیٰ کے واسطے مسیح علیہ السلام کو خدا اور راہبوں کو رب پکارے جانے کے خلاف تھا۔ کسی ایسے مباہلہ کا پتہ نہیں ملتا جس میں کسی نبی نے موحد اور خدا پرست لوگوں کو محض اپنی کبریائی منوانے کے لئے کیا ہو۔ جیسا کہ مرزا موحد، مومن، خدا پرست، مسلمان، علماء اور فضلاء کو محض اپنی کبریائی منوانے کے واسطے کرتا اور ہمیشہ تمام موحد مسلمانوں پر لعنتیں اور بددعائیں کرتا رہتا ہے اور محض اپنے نہ ماننے کی بناء پر تمام اقوام کی تباہی اور مصیبت کو عید سمجھتا اور تمام خادمان اسلام اور معلمان حدیث وقرآن کی ہلاکت کا ایسا مشتاق رہتا ہے جیسا کوئی روزہ دار عید کے چاند کا۔ اگر مرزا قادیانی کے دل میں قرآن وحدیث کی ذرہ بھر عظمت ہوتی اور اسلام اور توحید سے کچھ بھی محبت ہوتی۔ تمام خدام اسلام اور معلمان قرآن وحدیث کی خاص عظمت کرتا۔ ان کے مخلصانہ اور مؤمنانہ خلاف سے متنبہ ہوتا۔ جو محض قرآن واحادیث کی حمایت کے واسطے تھا۔ نہ اپنی امامت یا نبوت یا خدائی قائم کرنے کے واسطے۔ نہ لنگر، مکانات، منارہ، کتب اور مقبرہ کے نام پر چندہ اور جائیداد وصول کرنے کی غرض سے۔ میرے نیاز مندانہ خطوط جو محض توحید باری تعالیٰ وعظمت قرآن اور اصلاح مسلمانان کے واسطے تھے ارتداد قرار نہ دیتا۔

مرزا قادیانی کی کبریائی

۱۶...... قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا مشن یہی ہوتا تھا کہ ایک خدا کی پرستش کرو۔ چنانچہ سورۂ اعراف وہود ومؤمن میں انبیاء علیہم السلام کا یہ قول بار بار مذکور ہے۔ ''یاقوم اعبدو اللہ مالکم من الہ غیرہ'' اور (سورۂ بینہ:۵) میں ہے:'' وما امروا الا

لیعبد واللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ''مسیح علیہ السلام کا قول ہے۔''یا بنی اسرائیل اعبدوالله ربی وربکم ''تمام رسولوں کا قول ہے:''اعبدوالله واجتنبو الطاغوت (النحل:۳۶) وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیه انه لا اله الا انا فاعبدون (الانبیاء:۲۵) ربّنا إنّنا سمعنا منادیاً ینادی للإیمان (آل عمران:۱۹۳) ''مگر مرزا قادیانی حامیان اسلام اور ذاکرین خدا کو ملعون اور کافر کہتا اور اپنے نفس کو ہی مدار نجات ٹھہراتا ہے۔ تمام دنیا کے سامنے اپنی کبریائی کا ہی جھگڑا ہے نہ کہ پرستش باری تعالیٰ کا۔ مرزا قادیانی کی مجلسوں میں ذکر خدا اور اصلاح نفوس کے بجائے بھکو شاعروں کے قصائد مرزا قادیانی کی حمد میں پڑھے جاتے ہیں۔ جس میں مرزا قادیانی کو مظہر نور کبریا، سب اولیاء سے افضل۔ بعض انبیاء سے بڑھ کر کہا جاتا ہے۔ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کے نام سے پکارا جاتا اور جھوٹ بکواس مارا جاتا ہے کہ تو نے صلیب کو توڑ دیا۔ شرک وکفر کو مٹا دیا۔ آریاؤں، نیچریوں اور دہریوں کا ناک میں دم کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ خود کبھی مشابہ خدا بنتا ہے کبھی بمنزلہ اولاد خدا (تذکرہ طبع سوم ص۳۹۹) وتوحید خدا (تذکرہ طبع سوم ص۲۶) کبھی کہتا ہے''کل لك ولامرك ''(تذکرہ طبع سوم ص۷۰۶)''سرك سری ''(تذکرہ طبع سوم ص۹۴)''ظهورك ظهوری ''(تذکرہ طبع سوم ص۷۰۴) بہشت ودوزخ کا مالک ومختار، مظہر خدا، نہ دو چار لاکھ عیسائی مسلمان ہوئے۔ نہ مسلمانوں کا عیسائی بننا بند ہوا۔ نہ ہندوستان سے بت پرستی اور قبر پرستی صاف ہوئی اور بلکہ خود قبر پرستی اور منارہ پرستی کی بنیاد ڈال دی۔ نہ آریاؤں کی ترقی کم ہوئی۔ نہ مسلمانوں کے اندرونی فسادات کم ہوئے۔

مرزا کی پرستش

۱۷...... تمام انبیاء علیہم السلام خداوند عالم کی پرستش قائم کرنا چاہتے تھے۔ تمام قرآن مجید اس کی حمد وستائش سے بھرا ہوا ہے۔ مگر مرزا قادیانی اپنی پرستش چاہتا ہے۔ دیکھو اس کے منہ پر اس کی حمد ہوتی، حمد یہ قصائد اس کی شان میں سنائے جاتے اور اخباروں میں شائع ہوتے ہیں اور وہ بڑے فخر سے ان کو سنتا ہے۔ شاعری ہوا سے اس کو آسمان پر چڑھایا جاتا ہے۔ شعروں میں اس کو سنایا جاتا ہے کہ تو مظہر نور کبریا ہے۔ تو محمد کا مظہر ہے۔ تو نے صلیب کو توڑ دیا۔ تو نے نیچریوں اور آریاؤں اور برہموں کی گردن توڑ دی۔ تجھ سے شرک اور کفر کافور ہوگئے۔ تجھ سے اسلام تازہ ہوگیا۔ تو نے عیسائیوں کے خدا کو مردہ ثابت کر دیا۔ یہ تمام شاعرانہ گپ ہے اور سفید جھوٹ ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کے ہاتھ پر نہ تو دو چار لاکھ عیسائی مسلمان ہوئے، نہ مسلمانوں کا عیسائی ہونا بند ہوا۔

بلکہ جب سے وہ پیدا ہوا ہے اس وقت سے آج تک لاکھوں مسلمان عیسائی ہو چکے۔ نیچریوں اور آریاؤں کا زور شور دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔ تمام تعلیم یافتہ لوگ بکثرت دہریہ اور لامذہب ہوتے جاتے ہیں۔ قبر پرستی، تعزیہ پرستی، منارہ پرستی، مسلمانوں میں اسی طرح زور پر ہے۔ بلکہ مرزا قادیانی نے قبر پرستی اور منارہ پرستی کی تو ایسی مستحکم بنیاد قائم کردی کہ خدا کی پناہ۔ ہندوستان میں بت خانہ اور شوالے اسی رونق پر ہیں۔ آج تک نہ تو دو چار ہزار مشرک مسلمان ہوئے نہ ہندو، نہ سکھ نہ برہمو نہ آریہ...... مسلمانوں کی تو اس ملعون نے یہ گت بنائی کہ جس قدر ذاکرین، عابدین، ساجدین، حامدین اور علمائے دین ہیں سب پر لعنتیں برساتا اور سب کو گالیاں نکالتا اور تمام مسلمانان عالم کو کافر اور جہنمی قرار دیتا ہے۔ تمام علم حدیث و قرآن اور تمام عبادات و اعمال اور فطرت اللہ کو لعنت قرار دیتا ہے۔ تیس کروڑ مسلمان جو آج تک تیرہ سو سال میں تیار ہوئے تھے وہ سب مرزا قادیانی کے وجود سے کافر ہو گئے۔ ”یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدو بما لم یفعلوا (آل عمران:۱۸۸)“ ”وہ شیخی کرتے ہیں اس پر اتراتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایسے کاموں پر ان کی حمد ہو۔ جو انہوں نے نہیں کئے۔ حمد کا لفظ قرآن مجید میں غیر اللہ پر سوائے خود پرست اور منافق لوگوں کے نہیں آیا۔ حقیقت میں یہ ایک زبردست پیش گوئی تھی جو مرزا قادیانی کے وجود پر پوری ہوئی۔

۱۸...... تمام انبیاء علیہم السلام کا مشن اصلاح فسادات اور تزکیہ نفوس ہوتا تھا۔ مگر مرزا قادیانی کا مشن سوائے خود پرستی اور خود نمائی کے اور کچھ نہیں۔ ہاں خالی گھمنڈ بہت ہے۔ ”الذین یزکون انفسھم (النساء:۴۹)“ عین ان کے حال کے مطابق ہے۔

۱۹...... قرآن مجید تمام بنی نوع کو فرماتا ہے: ”فاما یاتینکم منی ھدیً فمن تبع ھدی فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (البقرہ:۳۸)“ گویا کہ نجات ہدایت کی پیروی سے ہوگی۔ مگر مرزا قادیانی کو اصلاح اعمال پر مطلق نظر نہیں تمام زور اپنی کبریائی اور چندہ اور گھرانے پر ہے۔

۲۰...... تمام انبیاء علیہ السلام سے یہ عہد لیا گیا تھا۔ ”لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ (آل عمران:۸۱)“ مرزا قادیانی نے بیڑا تو قرآن مجید اور اسلام کی حمایت کا اٹھایا اور بڑے دھڑلے اور زور شور سے براہین احمدیہ کے اشتہار دیئے تھے۔ یہاں تک کہ لاکھوں متفرق اشتہاروں کے علاوہ ۸۲ صفحہ ایک جلد ہی اشتہار میں سیاہ کردی تھی اور ظاہر کیا تھا کہ یہ تین سو جز کی کتاب ہے اور اس میں تین سو بینظیر دلائل سے اسلام کی فضیلت تمام مذاہب پر ثابت کی گئی ہے۔ مگر جب اس کا تمام روپیہ پیشگی وصول ہو چکا تو ستائیس سال میں اس کا نام تک بھی نہ لیا۔

۲۱...... ''وما کان لنبی ان یغل (آل عمران:۱۶۱)'' نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے۔ مگر مرزا قادیانی نے براہین کا روپیہ، سراج منیر کا روپیہ، ڈھائی سو روپیہ ماہوار مفت اشاعت کا روپیہ، منارہ کا روپیہ غبن کیا اور اپنی اور اپنے بیٹوں کی بیویوں کو زیورات سے لاد دیا۔ اپنے بیٹوں کی شادیاں چھوٹی عمر میں ہی کر دیں اور الٹا لوگوں پر لعنتیں برساتا رہا۔

۲۲...... قرآن مجید میں حکم ہے:''لا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلم لست مؤمنا (النساء:۹۴)'' جو شخص تم پر سلام کرے اور اس کو یہ مت کہو کہ تو مؤمن نہیں۔ مگر خود مرزا قادیانی، نورالدین، رشیدالدین اور عبدالعزیز کو میں نے خطوں میں السلام علیکم لکھا۔ مگر انہوں نے اس آیت سے صاف ارتداد کیا اور مجھ کو لست مؤمنا ہی کہتے رہے۔

۲۳...... قرآن مجید میں حکم ہے کہ جب تم کو کسی طرح سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر سلام کرو یا اسی کو رد کر دو۔ مگر مرزا قادیانی اور مرزائی اس حکم قرآنی سے صاف مرتد ہیں۔ میرے سلاموں کا جواب مرزا قادیانی، نورالدین، رشیدالدین اور عبدالعزیز نے بہتر تو کیا اسی قدر بھی نہ دیا۔ حالانکہ خود نورالدین کا قول اخباروں میں شائع ہو چکا تھا کہ سلام تو کافر کے لئے بھی جائز ہے اور قرآنی ارشاد ہے:''ان ھؤلاء قوم لایؤمنون فاصفح منھم وقل سلام (الزخرف:۸۸،۸۹)'' یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے پس ان سے درگذر کرو اور سلام کہہ۔

۲۴...... قرآن مجید میں ارشاد ہے۔''لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم (النساء:۹۵)'' جو مومن آرام سے بیٹھے رہتے ہیں وہ ان مؤمنوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو اپنے مالوں اور جانوں سے خدا کے راستہ میں کوشش کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے اس آیت سے صریح ارتداد کیا اور لکھا کہ میرا بطور وعظ پھرنا مفت پیر گھسائی ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ عیسیٰ کے دم سے کافر مریں گے۔ مگر کیا حدیث کا یہ مطلب بھی ہے کہ وہ ہاتھ پاؤں اور قلم سے مطلق کام نہ لے گا۔ پھر گھر بیٹھے ستر ہزار پتنگ ماہوار کیوں اڑائے جاتے ہیں اور نذرانے وصول کرنے کی غرض سے لوگوں کو کیوں بلایا جاتا ہے؟

۲۵...... تمام انبیاء علیہم السلام کے قول اور فعل یکساں ہوتے تھے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:''لم تقولون ما لا تفعلون ۰ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون (الصف:۲،۳)'' مگر مرزا اور مرزائیوں میں خالی باتوں اور خیالی بحثوں کے سوائے کچھ بھی نہیں۔ دوسروں کو تو مرزا قادیانی کہتا ہے کہ صحابہ نے تمام جان و مال دین کے راستہ میں قربان کر دیا تھا۔ تم

بھی کرو۔ مگر خود چندوں اور نذرانوں کے روپیہ سے عیش وتنعم میں زندگی بسر کرتا اور مفرحات ومقویات کھاتا رہتا ہے۔ اپنی اور اپنے بیٹوں کی بیوؤں کو زیورات سے لاد دیا اور سسروں اور سالوں اور اولاد کو موٹا بنا رہا ہے۔ خود نہ کبھی اسلامی انجمنوں اور مدرسوں کی امداد کی۔ نہ تعلیم اسلام سکول قادیان سے ہی اس کو دلچسپی ہے کہ دو چار بار مہینہ میں ملاحظہ کرلیا کرے اور استادوں اور لڑکوں کو دینیات کی طرف رغبت وتحریص دے آیا کرے۔ ریویو آف ریلیجنز اور الحکم والبدر سے اتنی بھی دلچسپی نہیں کہ قبل از اشاعت ان کا ملاحظہ تو کرلیا کرے۔ تاکہ یہ اخبار شستہ اور سنجیدہ ہو جائیں اور خیالی گپ شپ اور واہیات ڈھکوسلوں سے صاف رہیں۔ بلکہ تحریراً ان اخبارات سے اپنی علیحدگی شائع کر چکا ہے۔ مولوی نورالدین صاحب کے جلسہ قرآنی سے بھی اس کو کوئی خاص دلچسپی نہیں۔ بلکہ دن رات منی آرڈروں کی وصولیت اور چندوں کی ترقی کے سوائے اس کا کوئی مشغلہ نہیں۔ ایک یتیم کے واسطے اسی (۸۰) روپیہ سالانہ کے لئے الحکم والبدر میں اشتہار نکل رہے ہیں۔

ترک دنیا بدیگر آموزند
خویشتن سیم وغلہ اندوزند

اور تو اور اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کی طرف بھی مطلق توجہ نہیں۔ آج محمود کی نسبت کچھ راز معلوم ہوتے ہیں۔ کل بشیر کی نسبت یا شریف کی نسبت۔

قادیانی مشرک جماعت

۲۶...... تمام انبیاء صدیق، صادق الوعد اور امین ہوتے تھے۔ جیسا کہ بڑے تواتر کے ساتھ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ رسول امین، صدیق نبی، صادق الوعد کے جملہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت قرآن مجید میں بکثرت آئے ہیں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ مؤمن میں اور تمام خصلتیں ہوسکتی ہیں۔ مگر جھوٹ نہیں ہوسکتا۔ مگر مرزا قادیانی اور مرزائیوں میں کذب، بدعہدی اور بددیانتی ایک سنت مستمرہ ہے۔ مرزا قادیانی کے کذب، بدعہدیوں اور بددیانتیوں کا بیان نموناً ''المسیح الدجال'' میں ہوچکا ہے۔ محمد علی، یعقوب علی اور محمد صادق کے جھوٹ، امیر حبیب اللہ خاں کی سیاحت ہند کے وقت خوب ظاہر ہوئے۔ یہ بار بار لکھتے رہے کہ امیر صاحب مرحوم نے ملاں عبداللطیف کو محض اس بات پر قتل کرادیا تھا کہ وہ گورنمنٹ ہند کا خیرخواہ اور جہاد کا مخالف تھا۔ یہ کیسا سفید جھوٹ ہے۔ گورنمنٹ برطانیہ کے خیرخواہ علی گڑھ کالج اور انجمن حمایت اسلام بھی تو ہیں۔ مگر ان کو ہنر مجسٹی امیر صاحب نے بیس بیس ہزار روپیہ نقد اور چھ سو روپیہ سالانہ برائے دوام عطا فرمایا۔ جہاد کے مخالف بولنا قرآن اور احادیث پر ایک ظالمانہ حملہ ہے۔ کیونکہ جو جہاد اسلام نے جائز قرار دیا ہے

وہ کسی مذہب اور کسی قانون کی رو سے ناجائز ہو ہی نہیں سکتا۔ تمام اسلامی جہاد دشمنوں کو حملوں سے روکنے اور آزادی قائم کرنے کے واسطے تھے۔ مرزا قادیانی نے تو مجھے بلکہ محض اس قدر لکھنے پر کہ خدا کو ماننے اور اچھے عمل کرنے سے ہر قوم اور ہر ملت کا انسان نجات پا سکتا ہے۔ مرتد اور واجب القتل قرار دیا اور جب میرے سوالوں کا کوئی جواب معقول نہ دے سکا تو فوراً گالیوں اور بددعاؤں پر اتر آیا اور کھچی ہوئی تلوار کی دھمکی دی۔ بلکہ وہ ساری دنیا کو بمعہ گورنمنٹ اسی طرح دھمکاتا ہے۔ چنانچہ وہ الہاماً شائع کرتا ہے۔ "کل هالك الا من قعد فی سفینتی" (تذکرہ طبع سوم ص۷۱۳) سب ہلاک ہونے والے ہیں۔ سوائے اس شخص کے جو میری کشتی میں بیٹھا۔ "ما ارسل من نبی الا اخزی به الله قوما لا یؤمنون" (تذکرہ طبع سوم ص۶۲۱) اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس نے اس کے ذریعہ سے اس قوم کو رسوا کیا جو اس کو نہیں مانتی تھی۔ خود تمام دنیا کے خون کے پیاسے اور پھر کہتے ہیں کہ ہم جہاد کے مخالف ہیں۔ ریویو آف ریلیجنز نے ایک سفید جھوٹ رسالہ دسمبر ۱۹۰۶ء میں میری نسبت شائع کیا کہ "ایک جھوٹا نبی پٹیالہ میں ظاہر ہوا ہے۔ جس کا نام عبدالحکیم خاں ہے۔" محمد افضل سابق منیجر البدر مجھ سے پانچ روپیہ سالانہ البدر کی بابت بذریعہ قیمت طلب پارسل وصول کر کے دو چھ آنے سالانہ درج کرتا رہا اور باقی خود ہضم کرتا رہا۔ اس پر محمد صادق نے میرے خلاف ایک اناپ شناپ گالیوں کا طومار اپنے اخبار میں شائع کر دیا۔ جب پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب پٹیالہ سے تصدیق میں نے بھجوائی تو جواب ندارد۔

مرزا کی انا پرستی

۲۷...... قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کا حق یہ رکھا ہے: "ان الله وملئکته یصلّون علی النبی یا ایها الذین اٰمنوا صلّوا علیه وسلّموا تسلیما (الاحزاب:۵۶)" پھر دفعہ شرک کے لئے درود کو اور مؤمنوں کے واسطے بھی جائز فرما دیا ہے۔ جیسا کہ آیت ذیل میں ہے: "هو الذی یصلی علیکم وملئکته لیخرجکم من الظلمات الی النور (الاحزاب:۴۳)" حمد کو قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کے واسطے مخصوص فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید "الحمدلله" سے شروع ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو حکم ہے۔ "فسبح بحمد ربك (النصر:۳)" عربی اور فارسی اور اردو وغیرہ۔ اسلامی زبانوں میں بھی حمد کا لفظ مخصوص بذات باری تعالیٰ ہو گیا ہے۔ چنانچہ محمدہ اور حامدوں کے لئے حمد الٰہی کے واسطے آتے ہیں۔ محض صیغہ مفعول مثلاً مقام محمود اور صفات حمیدہ اور اسم محمد، یہ لفظ غیر اللہ کے واسطے آیا ہے۔ مگر مرزا قادیانی کو تمام قرآن اور اصلاح اسلام کے خلاف الہام ہوتا ہے۔ "یحمدك الله من العرش" (تذکرہ

ص۴۷) پھر طرفہ یہ کہ اس کی مجلسوں میں اب اغلب ذکر سوائے حمد وستائش مرزا کے اور کچھ نہیں ہوا۔ نہ ان کو اس بات کا درد ہے کہ نکبت وافلاس کی وجہ سے امت محمدیہ تباہ ہوگئی۔ اکثر لامذہب اور دہریہ ہوگئے۔ مختلف فرقہ ایک دوسرے کے سخت مکفر اور مکذب ہیں۔ اکثر نیچری اور فیشن پرست لاکھوں عیسائی ہوتے جاتے ہیں۔ قبر پرستی، توہم پرستی، منارہ پرستی، رسم پرستی، تعزیہ پرستی اور ہزارہا قسم کا شرک بڑے زور پر ہے۔ اسلام پر بیرونی حملہ بے حد اور عجیب عجیب رنگوں میں ہورہے ہیں۔ مگر وہ دن رات اسی نشہ میں غرق ہیں کہ چندے اور نذرانے خوب وصول ہوتے ہیں اور مریدوں کی تعداد بڑھتی جاتی اور طاعون دنیا کو ہلاک کررہا ہے۔

مرزا اور شیطان

۲۸...... الحکم، البدر، میگزین اور شاعروں کی گپ شپ اور بھکو بازیوں نے خود مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے مذاق کو ایسا بگاڑ دیا ہے کہ بت پرستوں، گنگا پرستوں، کرک چھتر پرستوں اور دیوی پرستوں کی طرح وہ اپنے بت کا ذکر تو دن رات گرما گرم رکھتے ہیں۔ مگر خدا کے ذکر سے ایسا بھاگتے ہیں جیسا کہ ''لاحول'' سے شیطان۔ ''اذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین لایؤمنون بالاٰخرۃ واذا ذکر الذین من دونہ اذاھم یستبشرون (الزمر:۴۵)'' جب اکیلے خدا کا ذکر کیا جائے تب ان لوگوں کے دل جو آخرت کو نہیں مانتے گھبرا جاتے ہیں اور جو ہیں غیر خدا کا ذکر شروع ہو وہ ہشاش بشاش ہوجاتے ہیں۔ یہی وجہ میری علیحدگی کی ہوئی۔ جب میں نے شروع میں مرزائیوں کا بگڑا ہوا مذاق دیکھا اور توحید وتمجید باری تعالیٰ پر لیکچر دینے شروع کئے تو وہ بگڑے اور گھبرائے اور آخر کار فضل ایزدی سے مجھے اس مشرک جماعت سے نجات ملی۔

۲۹...... قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں تحصیل علوم کی بڑی تاکید ہے۔ قرآن مجید باربار مخلوقات عالم میں غور کرنے کے واسطے ارشاد فرماتا اور علوم کا نام خیر کثیر رکھتا ہے۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ عالم کو عابد پر اس قدر فضیلت ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کو ادنیٰ امتی پر۔ مگر مرزا قادیانی کو مسلمانوں کے کسی سکول اور کالج سے مطلق ہمدردی نہیں۔ خاص اپنے بیٹوں کی تعلیم کا بھی مطلق خیال نہیں۔ دن رات چندوں اور نذرانوں کی وصولیت اور مریدوں کی تعداد بڑھانے کی فکر میں مستغرق رہتا اور تمام علمائے دین اور معلمان قرآن وحدیث پر لعنتیں برساتا اور گالیاں نکالتا رہتا ہے۔

۳۰...... انبیاء علیہم السلام کا قول ہے: ''لا املک لنفسی نفعاً ولا ضراً الا ماشاء اللہ

(الاعراف:۱۸۸) ''مجھ کو اپنے نفس کے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں ہے۔ مگر جو اللہ چاہے۔'' انی لا املك لکم ضراً و لا رشداً (الجن:۲۱) ''مجھ کو تمہارے واسطے کسی نقصان کا اختیار نہیں ہے نہ ہدایت کا۔ مگر مرزا قادیانی کو الہام ہوتے ہیں۔'' کل لك و لامرك '' (تذکرہ طبع سوم ص۷۰۶) سب کچھ تیرے واسطے اور تیرے حکم کے واسطے ہے۔

۳۱...... تمام مسلمانوں اور تمام دنیا کی نسبت مرزا قادیانی کہتا ہے:'' لعنة الله علی من تخلف منّا وابیٰ '' (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۳۲۱) خدا کی لعنت اس شخص پر جس نے ہم سے خلاف کیا اور انکار کیا۔ انجام آتھم میں شائع کیا۔'' گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ تکفیر و توہین کو چھوڑے۔'' (انجام آتھم ص۶۷، خزائن ج۱۱ ص۶۷) پھر کہتا ہے کہ میں گورنمنٹ برطانیہ کا خیر خواہ ہوں اور ملاں عبداللطیف محض اس بناء پر قتل ہوا کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ کا خیر خواہ اور جہاد کے مخالف تھا۔

۳۲...... تمام مسلمانوں کے خون کا پیاسا محض اس بناء پر ہے کہ وہ خدا کو اور اس کے رسولوں کو مانتے اور قرآن وحدیث پر عامل ہیں۔'' وما نقموا منهم الا ان یؤمنوا بالله العزیز الحمید (البروج:۸) '' انجام آتھم کو دیکھو کہ کس شدت اور بے باکی کے ساتھ علمائے دین، ذاکرین، خدا اور تمام لوگوں اور قوموں پر لعنتیں برسائیں بددعائیں کیں اور گالیاں نکالی ہیں۔

قادیانی طاغوت

۳۳...... قرآن مجید میں ارشاد ہے۔'' ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدوالله واجتنبوا الطاغوت (النحل:۳۶) '' تحقیق ہم نے ہر امت میں رسول یہ حکم دے کر بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے پرہیز کرو۔'' ومن یؤمن بالله یهدی قلبه (التغابن:۱۱) '' اور جو اللہ کو مانے وہ اس کے قلب کو ہدایت کرتا ہے۔ مگر مرزائی ہیں جو ایمان باللہ کو لغو سمجھتے۔ مرزا قادیانی کو مدار نجات قرار دیتے اور خدا کی عبادت چھوڑ کر دن رات مرزا پرستی میں ہیں۔ مرزا قادیانی سے زیادہ اور کون سا طاغوت ہو سکتا ہے جو اپنی نسبت الہام شائع کرتا ہے۔'' کل لك ولامرك '' سب کچھ تیرے واسطے اور تیرے حکم کے واسطے ہے۔ (البدر مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۰۷ء)'' سرك سری '' (تذکرہ طبع سوم ص۹۴)'' ظهورك ظهوری '' (تذکرہ طبع سوم ص۷۰۴)'' انت منی بمنزلة اولادی '' (تذکرہ طبع سوم ص۳۹۹)'' انت منی بمنزلة توحیدی وتفریدی '' (تذکرہ طبع سوم ص۶۶)'' انت منی وانا منك '' (تذکرہ طبع سوم ص۴۲۲)'' لولاك لما خلقت الا فلاك '' (تذکرہ طبع سوم ص۶۱۲) جس سے تو راضی اس سے میں راضی۔ جس سے تو

ناخوش اس سے میں ناخوش۔ گویا کہ اللہ آسمان سے اتر آیا۔ بہشتی مقبرہ ہے (جو اس میں مدفون ہوگا وہ بہشتی ہو جائے گا) ''ارید ما تریدون '' (تذکرہ طبع سوم ص ۵۵۰) میں تیرے لئے برساؤں گا اور زمین سے نکالوں گا۔ پر جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے۔ کیا یہ مشرکانہ اور ظالمانہ کلمات عیسائیوں کے کلمات سے کسی طرح کم ہیں۔ کیا ان میں صاف خدائی یا وہریت یا ہمہ اوست کا دعویٰ نہیں ہے؟ ۲۱ر مئی ۱۹۰۷ء کو خواب میں میں نے مولوی نورالدین کو یہ آیت سنائی: ''الذین اٰمنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت (النساء:۷٦) ''جو مؤمن ہیں وہ راہ خدا میں جنگ کرتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ راہ طاغوت میں لڑتے ہیں۔ اور مرزا قادیانی کا طاغوت ہونا ظاہر کرتا رہا۔ یہ چند مثالیں محض نمونہ کے طور پر ہیں۔ حقیقتاً مرزا قادیانی اور مرزائی قرآن اور اسلام سے سخت مرتد، سنن انبیاء کے مخالف ہیں۔ قرآن وحدیث اور اسلام کو اپنی مطلب برآری کے واسطے محض ایک جال بنا رکھا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کریں تو مسلمان کس طرح ان کے دام میں گرفتار ہوں؟ اسی واسطے مرزا قادیانی کا نام ''المسیح الدجال'' ہے۔ یعنی جس قدر مسیحیت کی باتیں وہ ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً نمازوں کی پابندی، دعا، تقویٰ، راست بازی، ایثار، نفس کشی، صبر اور تحمل کی تعلیم، مصیبت کے وقت بہت دعائیں مانگنا اور خدا کے آگے عاجز ہونا وغیرہ۔ یہ تمام ایک جال ہے۔ جس میں مسلمان پھنس کر قرآن اور اسلام سے مرتد ہوتے جاتے ہیں۔ اگر وہ ظاہری اسلام کی حمایت نہ کرتا اور نہ تقویٰ ودعا کی تعلیم دیتا تو جیسے ہندوؤں نے اس کا کرشن ہونا تسلیم نہیں کیا۔ اسی طرح کوئی مسلمان بھی اس کو تسلیم نہ کرتا۔ پس واقعی مرزا المسیح الدجال ہے۔ یعنی یہ ایک ایسا مرکب ہے جس میں مسیحیت اور دجالیت ملے ہوئے ہیں۔ پس جو کچھ وہ توحید وتمجید باری تعالیٰ، تقدیس انبیاء، تعلیم دعا وتقویٰ کے متعلق لکھتا ہے وہ مسیحیت ہے۔ مگر چونکہ یہ سب مسلمانوں کے پھنسانے کے واسطے ہوتا ہے نہ کہ خلوص اور سچائی کے ساتھ۔ اس لئے یہ ایک دجال ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ قرآن واحادیث اور اسلام سے صریح ارتداد، علمائے دین اور ذاکرین خدا کی تکفیر اور تحقیر، نفس پرستی، خودستائی، دعویٰ الوہیت، نبوت، ورسالت شامل ہیں۔ بعض پیش گوئیوں کا پورا ہونا اس کی مسیحیت کا نتیجہ ہے اور اکثر کا جھوٹے ثابت ہونا اس کی دجالیت کا نتیجہ ہے۔

مرزا مسلمانوں کا جانی دشمن

حال میں جو اس نے ایک اعلان مئی ۱۹۰۷ء کے اخبارات الحکم، البدر، ریویو وغیرہ میں شائع کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کا جانی دشمن ہے اور اگر روئے زمین کے

تمام مسلمان توپ اور بندوق سے اڑا دیئے جائیں تو وہ ٹھنڈا ہو جائے۔ حالانکہ جو احمقانہ شورش اس وقت پنجاب اور بنگال میں ہو رہی ہے وہ محض ہندوؤں کی طرف سے ہے۔ مسلمانوں کی شرکت کسی کسی جگہ محض استثنائے شاذہ کے طور پر ہے۔ مگر وہ (مرزا) اپنی جماعت کے سوائے مسلمانوں کو اس میں شریک قرار دیتا اور جلتی آگ پر یہ تیل ڈالتا ہے کہ خونی مہدی کے انتظار نے تمام مسلمانوں کے دل سیاہ کر دیئے اور ان کے اندر بغاوت کا مادہ رکھ دیا ہے جو کبھی بھڑک اٹھے گا۔ یہ ایک ایسا ظالمانہ اتہام ہے جس کا جواب رب الافلاک کی طرف سے اس کو ملے گا اور ضرور ملے گا۔ کیا مسلمان اس حکم قرآنی سے ناواقف ہیں کہ شاہ وقت کی اطاعت کرو۔ کیا وہ یوسف علیہ السلام کے حالات سے ناواقف ہیں۔ جنہوں نے مشرک مالک کی اطاعت کا کامل نمونہ دکھایا۔ کیا قرآن وحدیث میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم نہیں ہے۔ کیا تیرا یہ دعویٰ کہ ہماری تعلیم یہ ہے کہ زمینوں پر رحم کرو تا کہ خدا تم پر رحم کرے۔ ایک حدیث کا ترجمہ نہیں ہے۔ کیا تو تمام اسلامی اخباروں میں تمام مسلمانوں کی وفاداری اور اطاعت کے مضامین نہیں دیکھتا؟ جس وقت سے ہم کو یہ الہامات ہوئے ہیں۔ ''اے خدا ان ظالموں کو غارت کر۔ اے خدا ان بدمعاشوں کو غارت کر۔'' اس وقت سے ان کی عجیب عجیب بدمعاشیاں اور ظالمانہ حرکات ظاہر ہوتی جاتی ہیں۔ اے ظالم اگر تجھ کو گورنمنٹ برطانیہ سے دلی ہمدردی ہے تو پھر تیرے کلمات ذیل کے کیا معنی ہیں۔ ''دنیا کی تباہی اور ہمارے لئے عید کا دن۔ اللہ کی لعنت اس شخص پر جو ہم سے خلاف کرے یا انکار کرے۔ ہر نبی کے آنے سے وہ قوم ذلیل ہو جاتی ہے جو اس کو نہیں مانتی۔'' دنیا تباہ اور ہلاک ہوگی۔ مگر ہماری خوشی اور فتح حمامتہ البشریٰ میں طاعون پھیلنے کی دعا کی تھی۔ کشفی حالت میں دو فرشتوں سے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ظاہر کی، جواب ملا۔ پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا۔ پھر دل میں کہا کہ اگر خدا چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ ''کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله''

(ازالہ اوہام حاشیہ ص ۹۷، ۹۸، خزائن ج ۳ ص ۱۴۹) تمام حقوق پر خدا تعالیٰ کا حق غالب ہے اور ہر ایک جسم اور روح اور یہاں اسی کی ملک ہے۔ پھر جب انسان نافرمان ہو جاتا ہے تو اس کی ملک اصل مالک کی طرف عود کرتی ہے۔ پھر اس مالک حقیقی کو اختیار ہوا ہے کہ چاہے تو بلاواسطہ رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے اور کسی رسول کے واسطے سے یہ تجلی قہری نازل فرمادے۔ بات ایک ہی ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۶۰۱، خزائن ج ۵ ص ۶۰۱) کیا یہ الہامی خوبی زیادہ خطرناک ہے جس نے دعاؤں سے پچاس لاکھ انسانوں کو گھر بیٹھے بٹھائے ہلاک کر دیا اور تمام غیر مؤمن قوموں کے مال وجائیداد کی ملکیت کا دم مار رہے ہیں۔ یا وہ خیالی مہدی

زیادہ نہ خطرناک ہوگا جو کسی فرقہ کے خیال میں میدان میں نکل کر بالمقابل جنگ کرے گا۔

خود پرستی کا پتلا

''قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اوّل العابدین ۰ سبحان رب السمٰوات والارض رب العرش عما یصفون (الزخرف:۸۱،۸۲)'' اے کذاب! اگر تجھے اسلام سے ہمدردی ہے۔ مکہ اور مدینہ اور روم اور ایران اور افغانستان کو کیوں ہر موقعہ پر کوستا ہے؟ کیا تیرا یہی منشاء ہے کہ اسلام کے چند کھنڈرات جو روئے زمین پر رہ گئے ہیں وہ بالکل صاف ہو جائیں۔ تاکہ تیرے قبرستان اور منارہ کی خوب پرستش ہو۔ تیری الوہیت، ولدیت اور والدیت کے خلاف کوئی قوم تقدیس وتحمید وتوحید وتمجید باری تعالیٰ کا نام لینے والی نہ رہے۔ اصل تو یہ ہے کہ تجھے نہ گورنمنٹ برطانیہ سے ہمدردی ہے نہ عیسائیوں سے نہ مسلمانوں سے۔ بلکہ تو تو سراسر خود غرضی اور خود پرستی کا پتلہ ہے۔ تجھے تو اپنے مریدوں اور چندوں کی کثرت چاہئے۔ خواہ عیسائیوں کی ہلاکت سے یہ مراد ملے یا مسلمانوں کی ہلاکت سے یا کل دنیا کی تباہی سے یا انگریزوں کی تباہی یا عروج سے یا روس کی تباہی اور عروج سے۔ چنانچہ گورنمنٹ برطانیہ کی حمایت میں تیرے یہی الفاظ ہیں کہ ان کے زیر سایہ ہم ایسی ترقی کر رہے ہیں۔ جو نہ مکہ میں ہوسکتا ہے نہ مدینہ میں، نہ روم میں نہ ایران میں۔ نہ افغانستان میں۔ پس یہ تو خود غرضی کی ہمدردی ہوئی نہ کہ حق اور انصاف کی۔

باب دوم

مرزائے قادیانی نبوت ورسالت کا مدعی ہے اور ہر ایسے شخص کو جو اسے نہ مانے ملعون، کافر اور جہنمی اور خدا کا مغضوب قرار دیتا ہے۔

۱...... ''قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران:۳۱)'' سنا دے کہ اگر اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا۔ مرزا قادیانی کا اپنی نسبت الہام دیکھو (براہین احمدیہ ص۲۳۹، خزائن ج۱ ص۲۶۳ حاشیہ) پر یہ آیت ہے۔ ''یایہا الذین اٰمنوا من یرتدمنکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ ۰ اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکافرین'' (براہین احمدیہ ص۵۰۴، خزائن ج۱ ص۶۰۰)

۲...... ''قل جاءکم نور من اللہ فلا یکفرون ان کنتم مؤمنین سنا دے کہ اللہ کا نور تمہارے پاس پہنچ چکا ہے۔ پس کفر مت کرو۔ اگر تم مؤمن ہو۔'' مرزا کا اپنی نسبت الہام۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۶۱، خزائن ج۱ ص۶۷۰ حاشیہ)

۳...... ''میں نبی ہوں۔میرا انکار کرنے والا مستوجب سزا ہے۔''

(توضیح المرام ص۱۸، خزائن ج۳ ص۶۰)

۴...... ''خدا نے میرے پر ایمان لانے کے واسطے تاکید کی ہے۔میرا دشمن جہنمی ہے۔''

(انجام آتھم ص۶۲، خزائن ج۱۱ ص۶۲)

۵...... ''قل یاایھا الناس انی رسول اللّٰہ علیکم جمیعاً'' (تذکرہ طبع سوم ص۳۵۲)

۶...... ''میں ان تمام لوگوں کی طرف سے بھیجا گیا ہوں جو زمین پر رہتے ہیں۔خواہ وہ یورپ کے رہنے والے ہوں۔خواہ ایشیاء کے، خواہ امریکہ کے۔''

(مرزا کی تحریر اپنی جماعت کے لئے ص۴ مطبوعہ ۱۸۹۹ء)

۷...... ''جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہوگا وہ تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔'' (تذکرہ طبع سوم ص۳۳۶)

۸...... ''یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔'' (اربعین نمبر۳ حاشیہ ص۲۸، خزائن ج۱۷ ص۴۱۷)

۹...... ''انجمن حمایت اسلام کو مخاطب کر کے کہا کہ تم میرے منکر ہو۔تمہاری دعائیں طاعون کے بارے میں قبول نہ ہوں گی۔ کیونکہ تمہارے مناسب حال اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حکم دیا ہے:ما دعاؤ الکافرین الا فی ضلال'' (دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۲)

۱۰...... ''لعنت اللّٰہ علی من تخلف منّا والی اللہ کی لعنت اس شخص پر جس نے ہم سے خلاف کیا یا انکار کیا۔'' بنام پیر مہر علی شاہ۔(مورخہ ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۳۳۱)

۱۱...... ''اس وقت بھی خدا کا رسول تمہارے درمیان ہے جو مدت سے تم کو ان عذابوں کی خبر دے رہا ہے۔پس سوچو اور ایمان لاؤ تاکہ نجات پاؤ۔'' مرزا کا اشتہار النداء من وحی من السماء

(مورخہ ۲۱؍اپریل ۱۹۰۵ء)

۱۲...... مسیحا کو جو مانے اس کو وہ مؤمن سمجھتا تھا۔ مسیحا کا منکر شخص، نزدیک اس کے کافر تھا۔ عبدالکریم کے سب مرزا کا کتبہ جو مرزا قادیانی نے لکھوایا۔

۱۳...... قطع دابر القوم الذین لا یؤمنون اس قوم کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔'' جو (مرزا قادیانی کو نہ مانے گی) مرزا قادیانی کا الہام۔

(مشتہرہ البدر مورخہ ۱۹؍جنوری ۱۹۰۶ء، تذکرہ طبع سوم ص۵۹۰)

۱۴...... ’’بہر حال خدا نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔‘‘ دیکھو
(تذکرہ طبع سوم ص ۶۰۷، مرزا قادیانی کا خط مندرجہ الذکر الحکیم نمبر۴ ص ۲۴)

۱۵...... ’’اسم او راسم مبارک ابن مریم می نہند۔ آن غلام احمد است و میرزائے قادیان۔ گر کسے آرد شکے در شان او آن کافر است۔ جائے او ہا شد جہنم بیشک وریب وگمان۔‘‘
(نورالدین کا خط مندرجہ الحکم مورخہ ۱۷؍اگست ۱۸۹۹ء)

۱۶...... ’’آج چودھویں صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ کا رسول اس کی طرف سے خلقت کے لئے رحمت اور برکت ہے۔ ہاں جو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کو نہ مانے گا۔ وہ جہنم میں اوندھا گرے گا۔‘‘
(الحکم مورخہ ۲۴؍اکتوبر ۱۸۹۹ء)

۱۷...... ’’مرزا قادیانی کا الہام نص صریح ہے اور نص صریح کا منکر کافر ہے۔‘‘
(الحکم مورخہ ۲۴؍اکتوبر ۱۸۹۹ء)

۱۸...... ’’آپ مسیح موعود مامور من اللہ ہیں۔ انکار کرنے والا خارج از امت ہے۔‘‘
(الحکم مورخہ ۳؍مارچ ۱۹۰۰ء)

۱۹...... ’’مومنو! ڈرو اللہ سے اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔‘‘ (الحکم مورخہ ۲۴؍مارچ ۱۹۰۰ء)

۲۰...... ’’انگریزوں کی حکومت جو مذہب کی رو سے کافر ہیں۔‘‘ (الحکم مورخہ ۱۰؍جون ۱۹۰۷ء)

اس قسم کے اور صدہا مقامات ہیں جن میں مرزا اور مرزائیوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ جو کوئی مرزا کو نہیں مانتا وہ کافر، ملعون، جہنمی اور مغضوب علیہ ہے۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی یا سکھ، یا آریا یا انگریز ہو یا روسی یا جاپانی یا چینی وہ تمام ذلیل اور ہلاک ہوں گے۔ ان تمام کی جڑ کٹ جائے گی۔ ان صاف اور صریح الفاظ پر نظر ڈالنے سے صاف ظاہر ہے کہ بعض بعض مقامات پر جو مرزا یا مرزائی ظلی و بروزی کا لفظ استعمال کرتے ہیں وہ محض دفع الوقتی یا تقیہ کے طور پر ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ منسوخ الفاظ قرار دے لئے جائیں گے۔ بلکہ ’’اللہ یحمدك من العرش ‘‘(تذکرہ طبع سوم ص ۳۹۹)’’انت منی وانا منك ‘‘(تذکرہ طبع سوم ص ۴۲۲)’’ظھورك ظھوری ‘‘(تذکرہ طبع سوم ص ۷۰۴)’’انت منی بمنزلة اولادی ‘‘(تذکرہ طبع سوم ص ۳۹۹)’’انت منی بمنزلة توحیدی وتفریدی ‘‘(تذکرہ طبع سوم ص ۲۶)’’لولاك لما خلقت الافلاك ‘‘(تذکرہ طبع سوم ص ۶۱۲) وغیرہ الہامات اس امر کی دلیل ٹھہرائے جائیں گے کہ مرزا خدا اور خدا کا فرزند اور افضل الانبیاء ہے۔ حوالہ جات بالا سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی اپنے منکروں کو ہی کافر نہیں

کہتا بلکہ ان کو بھی جو اس کو نہیں مانتے۔ کافر اور جہنمی قرار دیتا ہے۔ بعض اوقات مرزا قادیانی یا مرزائیوں کا یہ کہہ دینا کہ ہم محض ان لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔ جنہوں نے پہلے ہمیں کافر کہا۔ سفید جھوٹ اور کانی بات ہے۔ مگر واہ رے دجال باوجود اس قدر تحریرات کے پھر ایک چٹھی میں جو ڈاکٹر محمد حسین کے نام لکھی اور البدر میں شائع ہوئی۔ لکھتا ہے کہ ہماری کوئی تحریر دکھلاؤ جس میں ہم نے سوائے اپنے مکفرین کے دوسروں کو کافر کہا ہو اور پھر بے حیائی اور چالاکی کے طور پر لکھتا ہے کہ مسلمان ہم کو کافر نہ کہیں۔ ہم انہیں کافر نہ کہیں گے۔ آپ توہین رب العالمین تحقیر انبیاء اور تذلیل اسلام چھوڑ دیں تو آپ کو دوسرے مسلمان کافر نہ کہیں گے۔

باب سوم

مرزا قادیانی تمام عالم کے خون کا پیاسا اور ہر قوم کی تباہی کا طالب و منتظر ہے۔ عالم کی تباہی اس کی فتح اور دنیا کی مصیبت اس کی خوشی ہے۔ چنانچہ ان تمام افراد اور اقوام کی نسبت جو اس کو نہ مانیں مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے چند کلمات حسب ذیل ہیں:

۱...... دنیا کی تباہی اور ہمارے لئے عید کا دن۔ مرزا قادیانی کا الہام مشتہرہ (الحکم و البدر ۱۹۰۶ء) دیکھو دنیا کی تباہی میں مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی عید ہے۔

۲...... ''ما ارسل نبی الااخزی به الله قوماً لا یومنون'' (تذکرہ طبع سوم ص ۶۲۱) کوئی نبی نہیں بھیجا گیا۔ مگر اللہ اس سے اس قوم کو جو ایمان نہیں لاتی ذلیل کرتا ہے۔ مرزا قادیانی کا الہام آج تک نہ عیسائی ذلیل ہوئے نہ آریہ، نہ سکھ، نہ ہندو، نہ انگریز، نہ روس۔ حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے۔ مگر دعویٰ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے وجود سے خدا کا جلال دنیا پر ظاہر ہوا۔

۳...... منظور محمد کے لڑکے کا الہامی نام بشیر الدولہ، عالم کباب، شادی خان، کلمتہ اللہ خاں اور ڈائنڈ تو گرلز، پھر ان ناموں کی تفسیر کی۔ بشیر الدولہ اس واسطے نام ہے کہ وہ ہماری دولت و اقبال کی بشارت ہے اور عظیم الشان فتح ہوگی۔ عالم کباب اس واسطے نام ہے کہ اس کے پیدا ہونے کے بعد دنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی۔ گویا دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ شادی خان اس واسطے کہ وہ اس جماعت کے لئے شادی کا موجب ہوگا۔ ایک کلمہ اور دو لڑکیاں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ منظور محمد کے دو لڑکیاں موجود ہیں اور اب وہ کلمہ پیدا ہوگا۔ (حقیقت الوحی ص ۱۰۰،۱۰۱) ساتھ ہی اس الہام کو اپنے الفاظ میں گول مول کر دیا کہ اگر خدا کو کچھ مہلت دینی منظور ہے تو ابھی وہ لڑکا پیدا نہ ہوگا جب اس الہام کے بعد تیسری لڑکی پیدا ہوئی اور ایک کلمہ اور دو لڑکیوں والا الہام نشانہ تضحیک و تکذیب بنا

تو جھٹ بول اٹھے کہ یہ پیش گوئی تھی۔ وہ کلمہ پھر پیدا ہوگا تو کیا دو پہلی لڑکیاں منظور محمد کی لڑکیوں میں بھی شمار نہ ہوں گی۔ اس پر طرفہ یہ ہے کہ ایسی گول مول اور لنگڑی پیش گوئیوں کو جن کے مقابلہ پر پانڈوں اور رمالوں کے الفاظ بھی زیادہ صاف ہوتے اور اوسطاً زیادہ صحیح نکلتے ہیں۔ عظیم الشان نشان قرار دیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ان سے خدا کا ظہور ہوا اور ان کے بغیر فطرتی دین ایک لعنت ہے۔ جب عالم تباہ ہوگا اور دنیا کا خاتمہ ہوگا تب مرزائیوں کی خوشی اور فتح ہوگی۔ کیوں نہ ہو رحمت اللعالمین جو ہوئے۔

۴...... ''دیکھو میں آسمان سے تیرے لئے برساؤں گا اور زمین سے نکالوں گا۔ پر وہ جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے۔'' (مرزا قادیانی کا الہام مندرجہ البدر مورخہ ۱۶؍ اگست ۱۹۰۶ء)

۵...... ''انی مع الافواج یاتیك بغتاً'' (تذکرہ طبع سوم ص ۲۹۲) میں فوجوں کے ساتھ اچانک تیرے پاس آؤں گا۔

۶...... (مرزا قادیانی کے اشعار مندرجہ بدر مورخہ ۱۹؍ اپریل ۱۹۰۶ء)

پھر چلے آتے ہیں یار زلزلہ آنے کے دن ‏ زلزلہ کیا اس جہاں سے کوچ کر جانے کے دن

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو ‏ ہوگئی ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

دل گھٹا جاتا ہے ہر دم جان ہے زیر و زبر ‏ ایک نظر فرما کہ جلد آئیں تیرے آنے کے دن

دیکھو مرزا قیامت خیز زلزلہ اور عالمگیر تباہی کا کیسا مشتاق ہے۔

۷...... حامد حسین مرزائی نے (بدر مورخہ ۷؍ فروری ۱۹۰۷ء) میں ایک عجیب وغریب خط شائع کیا ہے۔ اس وقت (مارننگ پوسٹ مورخہ ۲۶؍ جنوری ۱۹۰۷ء) میرے سامنے پڑا ہوا ہے۔ اس کے ٹیسٹ ٹیلی گراموں کے کالم میں سخت موسم سرما یورپ میں۔ سرخی کے نیچے ۲۳؍ جنوری ۱۹۰۷ء کا تار شائع ہوا ہے۔ جس میں یہ تحریر ہے کہ مغربی جانب موسم سرما آرہا ہے اور برٹن میں سردی نہایت شدت سے بڑھ رہی ہے۔ آلہ مقیاس الحرارت درجہ صفر پر پہنچ گیا ہے اور آسٹریا وہنگری میں صفر سے پندرہ درجہ اور کم ہوگیا ہے۔ اس سے بہت سی اموات ہو رہی ہیں اور براعظم کی ریلوے نہایت ابتر حالت میں ہے۔ کیونکہ انجن کے پائپ بوجہ ان کے اندر کے پانی جم جانے سے پھٹ رہے ہیں اور دریائے ڈینوب اور ڈیسنہ کی ہار برز بالکل منجمد ہوگئی ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھے حضرت اقدس کا وہ الہام جو (بدر مورخہ ۱۰؍ مئی ۱۹۰۶ء ص ۲ کالم ۲) میں شائع ہوا تھا یاد آ گیا اور وہ یہ ہے۔ (۵ مئی ۱۹۰۶ء)

پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن

(تذکرہ طبع سوم ص ۶۱۳)

اب موسم[1] بہار شروع ہے اور ثلج کے دن بھی آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمادے۔ کنگسٹن کے زلزلہ کی وجہ سے جو حالت ہے وہ ناگفتہ بہ ہے۔ ابھی لوگ اس تباہی کی خبر سے پورے طور سے واقف بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ ایک جزیرہ بنام سمال ایسٹ انڈین آرچی پلیگو جن میں پندرہ سو آدمی تھے زلزلہ کے دھکہ سے غائب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ مخالفین پر کیسی کیسی حجتیں پوری کر رہا ہے۔ کاش یہ لوگ خواب خرگوش سے جاگ اٹھیں اور دعاؤں میں لگ جائیں۔ ورنہ یاد رکھیں کہ یہ کیا ہے۔ بلکہ اس سے بدتر اور کئی گنا تباہی کا ہندوستان کو سامنا کرنا پڑے گا اور پھر کچھ بنائے نہ بنے گا۔

۸...... ''حمامۃ البشریٰ'' میں طاعون پھیلنے کی دعا کی تھی۔ سو وہ قبول ہو کر ملک میں طاعون پھیلی۔ (حقیقت الوحی ص۲۲۴، خزائن ج۲۲ ص۲۳۵)

کذاب اور بے حیاء

۹...... قاسم علی مرزائی کے اشعار جو (الحکم مورخہ ۱۰ رجون ۱۹۰۶ء) میں شائع ہوئے۔ ان میں سے ایک شعر یہ ہے۔

زلزلہ آتش فشانی سیل اور طاعون کا
ہو گئے باعث غلام احمد کے جھٹلانے کے دن

الہامات واقوال بالا سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا کی تباہی مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی عید اور فتح ہے۔ کہیں دنیا میں آتش فشانی ہو، طوفان آئے، زلزلے سے تباہی ہو، وبا پھیلے، کوئی بڑا آدمی ہلاک ہو جائے۔ یہ فوراً شادیانے بجاتے ہیں۔ اخباروں اور اشتہاروں میں اپنی شادمانی اور کامیابی کا اعلان کرتے ہیں اور ہمیشہ تاک میں لگے رہتے ہیں کہ کہیں سے کسی کے مرنے کی خبر آئے یا کسی بستی کی تباہی کی۔ مگر ہیں بڑے کذاب اور بے حیا۔ جس منہ سے دنیا کی تباہی چاہتے ہیں اسی منہ سے یہ بھی کہتے ہیں کہ جہاد منع ہے۔ دل سے زلازل، آتش فشانیوں، طوفان اور

---

[1] بہار کی موسم ۲۱ رمارچ سے ۲۱ رجون تک شمار ہوتی ہے۔ مگر مرزائیوں کی بہار دسمبر اور جنوری میں ہی شروع ہو گئی۔ مخالفت ہو ہندوستان میں اور تباہ ہو جائیں کنگسٹن و ایسٹ انڈین۔ آرچی پلیگو اور برف زدہ ہوں برٹن و یورپ۔ ایسا ہی ایکوے ڈور، سانس فرانسسکو، اٹلی، فارموسا کی تباہی کے وقت مرزا قادیانی اور مرزائیوں نے شادیانے بجائے اور شیخیاں بگھاری تھیں۔ پھر آپ ہی مرزا قادیانی نے شائع بھی کر دیا کہ اہل امریکہ انکار کا حق رکھتے ہیں۔ جب تک ان پر تبلیغ نہ کی جائے اور مرزائی شائع کرتے ہیں کہ بے خبر کو خدا عذاب نہیں کرتا۔ خواہ وہ مشرک اور ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ سچ ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ دجال کانا ہو گا پر خدا کانا نہیں۔

وباؤں کی خبریں کمال شوق اور انبساط کے ساتھ سنتے ہیں۔ ساتھ ہی مہدی خونی پر طعنہ کرتے اور شاہ کابل کی سیاحت ہند کے ایام میں الحکم والبدر بار بار یہی اعلان کرتے رہے کہ ملاں عبداللطیف کو امیر صاحب نے محض اس بناء پر قتل کروایا تھا کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دیتا اور گورنمنٹ انگریزی کا خیر خواہ تھا۔ خود تو یہ حال کہ جب میں نے چند اصلاحی تجاویز پر ایک نیاز نامہ بھیجا تو فوراً مجھ کو مرتد اور واجب القتل قرار دے دیا اور صاف الفاظ میں لکھ دیا کہ آنحضرت ﷺ نے محض اپنے منوانے کے لئے خون کی نہریں چلادی تھیں اور زمین کو خون سے بھر دیا تھا۔ جس میں صاف اشارات تھے کہ جو مرزا قادیانی کو نہ مانے وہ واجب القتل ہے اور اگر کوئی فدائی حوصلہ کر کے ایسا کرے تو غازی اور شہید بن سکتا ہے۔ اس غربت اور مسکینی کی حالت میں تو دل کے ولولوں اور پھونکوں سے دنیا کو ہلاک کر رہے ہیں اور دنیا کی تباہی میں خوشیاں منا رہے ہیں۔ اگر کچھ طاقت ہاتھ میں آجائے تو خدا جانے عملاً کیا کر دکھائیں۔ سچ ہے۔

گر بہ مسکین اگر پر داشتے
تخم کنجشک از جہاں برداشتے

جہاد منع ہے۔ یہ لفظ منہ سے نکال کر بڑے اتراتے اور اخباروں میں بار بار شائع کرتے ہیں۔ اے کافر کیا قرآن مجید نے نہیں فرمایا: ”لا اکراہ فی الدین (البقرۃ:۲۵۶)“ دین میں کوئی زبردستی جائز نہیں۔ ”فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر (الکہف:۲۹)“ پس جو چاہے مؤمن بنے اور جو چاہے انکار کرے۔ کیا آنحضرت ﷺ کے تمام جہاد ناجائز اور ظالمانہ تھے جو آج آپ کو بند کرنے پڑے؟ کیا آنحضرت ﷺ کے تمام جہاد اندفاعی نہ تھے؟ اور آج آزادی دین اور حفاظت جان ومال کے واسطے حملہ آوروں کے مقابلہ پر کھڑا ہونا بھی جائز نہیں؟ کیا قرآن مجید میں پہلے سے یہ حکم موجود نہیں۔ ”وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (البقرۃ:۱۹۰)“ کیا یہ اصول باطل تھا اور آج پولیٹیکل اغراض سے اس کی تردید ضروری ہے...... پھر آپ کا بار بار یہ جتلانا کہ ملا عبداللطیف محض اس وجہ سے مارا گیا کہ وہ گورنمنٹ انگریزی کا خیر خواہ تھا اور جہاد کے مخالف وعظ کیا کرتا تھا۔ یہ صاف جھوٹ اور ایک دجل ہے۔ آپ کی جماعت کا یہ کوئی خاص مشن نہیں۔ بلکہ آپ کا مشن یہی ہے کہ آپ کے ماننے کے بغیر کوئی نجات پا نہیں سکتا۔ خواہ وہ کیسا ہی خدا پرست اور باعمل کیوں نہ ہو۔ آپ خدا کا مظہر ہیں۔ خدا آپ سے اور آپ خدا سے ہیں۔ آپ خدا سے بمنزلہ اولاد بلکہ بمنزلہ توحید وتفرید ہیں۔ پہلی تعلیمیں مکدّر (گدلی) ہیں اور محض آپ کی تعلیم ایسی

ہے جو قیامت تک مکدر نہ ہوگی۔آپ کے مقبرہ میں دفن ہونے والا بہشتی ہے۔تمام علمائے دین سور، حرامزادہ، چوہڑے، چمار، کتے، ملعون، جہنمی اور سانپ ہیں۔ یسوع، اور مسیح کو آپ فحش گالیاں نکالتے ہیں۔آنحضرت ﷺ کی نسبت آپ لکھتے ہیں کہ انہوں نے محض اپنے منوانے کے واسطے خون کی نہریں چلادی تھیں اور زمین کو خون سے بھر دیا تھا۔محمد ﷺ تو خدا کا ایک بندہ تھا اور آپ کہتے ہیں کہ خدا میری حمد کرتا ہے۔باوجود بددیانت، خائن، شکم پرور، نفس پرست، آرام طلب، کذاب، مغلوب الغضب، بدفہم اور متکبر ہونے کے آپ دعوے کرتے ہیں۔

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبے باشد

(درثمین فارسی)

آپ ساری دنیا کی تباہی اور تمام قوموں کی ذلت وہلاکت کے مشتاق ہیں اور دن رات اسی امید اور اسی طلب میں رہتے ہیں اور یہی دعا مانگتے رہتے ہیں کہ طاعون پھیلے اور دنیا تباہ ہو۔براہین کے بہانہ سے ہزاروں روپیہ ٹھگا۔پھر سراج منیر کے بہانہ سے۔پھر کتابوں کی مفت اشاعت کے لئے ڈھائی سو روپیہ ماہوار۔پھر طاعون اور توسیع مکان کے بہانہ سے۔پھر منارہ کے بہانہ سے اور بہشتی مقبرہ کے بہانہ سے۔

الغرض جس قدر غضبناک توہین خداتعالیٰ، وتذلیل انبیاء وتحقیر ایمان واعمال آپ کے وجود سے ہوئی ہے آج تک نہیں ہوئی تھی۔انہیں بناؤں پر علمائے اسلام نے آپ کی تکفیر اور تکذیب کی اور آپ کو مرتد اور واجب القتل ٹھہرایا نہ کہ گورنمنٹ کی خیرخواہی اور منع جہاد پر۔یہ مسائل تو میری تفاسیر اور تمام علمائے محققین کی تصانیف میں بھی موجود ہیں۔سر سید احمد مرحوم نے ان امور میں اعلیٰ درجہ کا علمی اور عملی نمونہ پیش کیا۔اگر محض خلاف جہاد اور وفاداری گورنمنٹ کی وجہ سے عبداللطیف مرتد ٹھہرایا جاتا اور قتل ہوتا تو آج امیر حبیب اللہ خان، علی گڑھ کالج اور اسلامیہ کالج لاہور کی کیوں اس قدر تعریف کرتے اور ۲۰ ر ہزار روپیہ نقد اور ۶ ہزار روپیہ سالانہ سے امداد فرماتے۔کیا ہی سچ ہے۔’’دجال کانا ہوگا پر خدا کانا نہیں۔‘‘

باب چہارم

مرزا کی پیش گوئیاں

مرزائے قادیانی کے اصول مشتہرہ کے مطابق قرآن اور حدیث کا کوئی لفظ قابل اعتبار

نہیں اور جس قدر پیش گوئیاں مرزا قادیانی نے صاف الفاظ میں بڑے دعوؤں کے ساتھ شائع کیں اور جن کو اس نے اپنے صدق وکذب کا معیار ٹھہرایا وہ تمام غلط ثابت ہوئیں۔

اشتہار (مورخہ ۵ر نومبر ۱۹۰۱ء، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۴۳۵) میں مرزا قادیانی نے شائع کیا: ''میں جیسا قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی۔'' اس مضمون کا تکرار اخباروں اور رسالوں میں ہوتا رہتا ہے کہ مرزا قادیانی اپنی وحی کو ایسا ہی یقینی اور قطعی مانتا ہے جیسا کہ قرآنی وحی کو اور ایک ذرہ برابر فرق نہیں سمجھتا۔ ذیل کی چند مثالوں سے ظاہر ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی کو اپنی وحی کے الفاظ پر مطلق اعتبار نہیں۔ اس لئے قرآن مجید پر بھی نہیں۔ جن الفاظ سے کوئی مطلب برآمد ہو ان کو آگے رکھ لیتا ہے۔ باقی سب کچھ سرو کار نہیں۔

زلزلة الساعة

۱...... ۱۸ر اپریل ۱۹۰۵ء کو اشتہار الانذار میں الہام ذیل شائع کیا۔ ''تازہ نشان، تازہ نشان کا دھکا، زلزلة الساعة۔'' (تذکرہ طبع سوم ص ۵۴۳) ''پھر بہار آئی۔ خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔'' (تذکرہ طبع سوم ص ۵۴۱) اس وحی کے الفاظ کی یہ تشریح ہے۔ ''مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا اور کوئی شدید آفت۔'' بہار کی نسبت لکھا۔ ''ممکن ہے کہ اس وحی کے کچھ اور معنے ہوں اور بہار سے کچھ اور مراد ہو۔'' اے دجال اور دجالیو! کیا قرآنی الفاظ پر بھی آپ کا یہی ایمان ہے کہ لغت کے خلاف جو چاہیں معنی لے لیں۔

بشیر موعود

۲...... ۱۸ر اپریل ۱۸۸۶ء کو بشیر موعود کی نسبت شائع کیا کہ: ''اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہوگا۔'' (تبلیغ رسالت ج اوّل ص ۹۹، ۱۰۰) حمل موجودہ میں تو لڑکی پیدا ہوئی اور دوسرے حمل میں لڑکا پیدا ہوا تھا جو فوت ہو گیا۔ جس کی نسبت پیش گوئی میں یہ الفاظ بھی تھے کہ ''وہ علوم ظاہری وباطنی سے پر کیا جائے گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ صاحب شکوہ دولت وعظمت ہوگا۔ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ وہ مظہر الاوّل والآخر، مظہر الحق والعلا ہوگا۔ گویا کہ اللہ آسمان سے اتر آیا ہے۔'' (تذکرہ طبع سوم ص ۱۳۹)

مگر ظاہری الفاظ کے لحاظ سے یہ پیش گوئی سراسر غلط ثابت ہوئی۔ اے کانے دجال اور کانے دجالیو! کیا لغوی معنوں کے لحاظ سے قرآن بھی سراسر غلط ہے۔ مبارک احمد جو تین کو چار کرنے والا تھا وہ ۱۶ر دسمبر ۱۸۸۷ء کو فوت ہو گیا...... تین کو چار کرنے والا کہاں ہے؟

خواتین مبارکہ

۳...... (۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء مجموعہ اشتہارات ج۱ص۱۰۲) کے اشتہار میں یہ الہام بھی تھا۔ ’’اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔‘‘ گذشتہ بائیس سال میں آج تک ایک بھی نئی خاتون اس کو نہیں ملی۔ چہ جائیکہ خواتین؟ اور ایک خاص خاتون جس کی نسبت بڑے دھڑلوں کے ساتھ پیش گوئیاں کیں۔ جس کی خاطر بیوی اور بیٹوں کو طلاق اور عاق کیا۔ وہ آج تک دوسرے کے نکاح میں ہے اور گیارہ بچہ جن چکی ہے۔ الفاظ کے لحاظ سے یہ پیش گوئی سراسر غلط ثابت ہوئی۔ مگر مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو کچھ پرواہ نہیں اور ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی وحی ایسی ہی قطعی اور یقینی ہے جیسا کہ قرآنی وحی۔

سخت زلزلہ

۴...... ۲۸ر فروری ۱۹۰۷ء کو الہام شائع کیا۔ ’’سخت زلزلہ آیا اور آج بارش بھی ہوگی۔‘‘

(تذکرہ طبع سوم ص۶۹۹)

الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ زلزلہ آچکا اور اس کے بعد بارش بھی ہوگی۔ مگر الحکم مورخہ ۸ر مارچ ۱۹۰۷ء لکھتا ہے کہ اسی دن بارش ہوگئی اور ۲ر مارچ کے بعد رات کو زلزلہ آگیا۔ کیا یہی حیثیت قرآنی الفاظ کی ہے؟

بہار اور ثلج کے دن

۵...... ۵ر مئی ۱۹۰۶ء الہام شائع کیا۔ پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنے کے دن۔

(تذکرہ ص۶۱۳)

پھر ثلج جس کے معنے برف ہیں۔ اس کی نسبت لکھا کہ ثلج سے مراد یا تو برف ہے یا بارش، یا شدت سردی یا اطمینان قلب، یا خوشی وراحت، یا شبہ وشک کو دور کرنا اور تسلی بخشنا یا کثرت نشانات، واللہ اعلم بالصواب۔ کیا یہی وقعت قرآنی الفاظ کی ہے؟

زلزلہ اور مرزا کا منہ کالا

۶...... ۲۸ر فروری ۱۹۰۶ء کے زلزلہ کے بعد بڑے زور وشور اور لم ترانیوں کے ساتھ شائع کیا۔ زلزلہ آنے کو ہے۔ (تذکرہ طبع سوم ص۵۹۹) یعنی وہ قیامت خیز زلزلہ جو دنیا کو ایک دم میں زیروزبر کردے گا آنے کو ہے۔ خود بھی قادیان سے نکل کر خیموں میں مقیم ہوگیا اور تمام مریدوں کے نام اشتہارات بھیج دیئے۔ مگر ظاہر الفاظ کے لحاظ سے یہ بھی غلط ثابت ہوئی اور تین ماہ بعد منہ

کالا کرا کر قادیان میں جا گھسا۔

بارش اور مخالف

۷...... ''دیکھ میں آسمان سے تیرے لئے برساؤں گا اور زمین سے نکالوں گا۔ پر وہ جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے۔'' (الحکم مورخہ ۷ار اگست ۱۹۰۷ء) اگست و جون میں جب بارشیں ہوئیں تو مرزائیوں نے بارشوں کے لفظ کو پکڑ کر اس کی دھوم مچائی۔ چنانچہ ایک سیالکوٹی مرزائی نے اپنا سیلاب میں مبتلا ہونا اور ایک دہلوی مرزائی نے اپنے مکان کا گرنا شائع کیا۔ مگر دوسری شق کا کچھ خیال نہ کیا۔ پر وہ جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے۔

موت ۱۳ ماہ حال

۸...... ''موت، تیرہ ماہ حال کو (بدر ۲۷ر ستمبر ۱۹۰۶ء) ماہ حال کی نسبت لکھا کہ نہیں معلوم اس سے مراد یہی شعبان ہے یا کوئی آئندہ کا شعبان۔ پھر جب تیس شعبان کو صاحب نور کا انتقال ہو گیا تو فوراً یہ کہہ دیا کہ الہام میں تیرہ تھا یا تیس یا تیس ٹھیک یاد نہیں۔ تو گویا قرآن مجید کے الفاظ بھی ایسے ہی مشکوک ہیں۔ کیونکہ مرزائی اور قرآنی وحی ایک ہی پایہ کی ہیں۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خان

۹...... میری نسبت (۳۰ر مئی ۱۹۰۶ء) کو شائع کیا۔ ''فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔'' (تذکرہ طبع سوم ص ۶۲۰) جس کے معنی الفاظ کے لحاظ سے فوری موت کے سوائے اور کچھ نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر خدا کے فضل سے میں آج تک صحیح سلامت ہوں۔ دجالی فتنہ کو پاش پاش کر رہا ہوں۔ مفہوم کے لحاظ سے یہ الفاظ بالکل غلط ثابت ہوئے۔

ایک ہفتہ تک باقی نہیں رہے گا

۱۰...... ۱۰ر فروری ۱۹۰۷ء کا الہام۔ ایک ہفتہ تک ایک بھی باقی نہیں رہے گا۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۹۶) آج اگست ۱۹۰۷ء تک الفاظ کے مطابق کچھ بھی نہیں ہوا۔

قرآن مجید کا مقابلہ

۱۱...... ''ما انا الا کالقرآن وسیظهر علی یدی ما ظهر من الفرقان'' (تذکرہ طبع سوم ص ۶۷۴، الہام مورخہ ۷ار نومبر ۱۹۰۶ء) ظاہری مفہوم کے لحاظ سے یہ قول بالکل غلط ہے۔ کیونکہ قرآن مجید نے روحانیت اور اخلاق کے ہر پہلو پر کامل تعلیم پیش کی ہے۔ مگر کانے دجال نے سوائے اپنی مشیخت اور کبریائی کے اور کچھ بھی نہیں کیا۔ قرآن مجید نے عرب کے بت خانوں کو

صاف کر دیا۔ مرزا قادیانی سے ایک قادیان کے بت بھی صاف نہیں ہوئے۔ قرآن مجید نے سوا لاکھ مشرکین اور کفار کو مسلمان بنا دیا۔ مرزا قادیانی سے ایک بھی ویسا مسلمان نہ ہوا۔ قرآن مجید نے اقوام عرب کی پشتینی دشمنی اور خونخواری کو دور کر کے ان کو بھائی بنا دیا۔ مگر مرزا قادیانی نے برعکس مسلمانوں کو باہم پھاڑ دیا۔ قرآن مجید نے اوّل سے آخر تک باری تعالیٰ کی تحمید، تقدیس، تمجید اور توحید کا بیان کیا۔ مگر مرزا قادیانی دن رات اپنی ہی تحمید، تقدیس، تمجید اور توحید کا بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا۔ ''فسبح بحمد ربك واستغفره (النصر:۳)'' اور فرمایا ''الحمدلله'' مگر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ خدا میری حمد کرتا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے: ''لیس کمثله شئ (الشوریٰ:۱۱)'' مرزا قادیانی اپنے بیٹے کو کہتا ہے۔ ''کأن الله نزل من السماء'' (تذکرہ طبع سوم ص۱۳۹) قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی نسبت ارشاد فرماتا ہے۔ ''قل هو الله احد ۰ الله الصمد ۰ لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً احد (الاخلاص:۱تا۳)'' مگر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میرا بیٹا گویا کہ خدا ہے۔ میں خدا کی توحید اور تفرید کے برابر ہوں۔ (تذکرہ طبع سوم ص۶۶) اگر میں نہ ہوتا تو خدا زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتا۔ (تذکرہ طبع سوم ص۶۱۲) میں خدا کی اولاد کے برابر ہوں۔ (تذکرہ طبع سوم ص۳۹۹) خدا مجھ سے اور میں خدا سے ہوں۔ (تذکرہ طبع سوم ص۴۲۲) قرآن مجید فرماتا ہے: ''من یعتصم بالله فقد هدیٰ الیٰ صراط مستقیم (آل عمران:۱۰۱)'' مگر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میرے بغیر خدا کوئی چیز نہیں۔ قرآن مجید فطرت کے عین مطابق ہے اور فطرت اللہ کو دین قیم فرماتا ہے۔ مگر مرزا قادیانی فطرتی دین کو لعنت قرار دیتا ہے۔ قرآن مجید نے بددیانتی، حرامخوری، آرام طلبی، کذب، ریا، لغو، بدعہدی، فحش، تکبر، قبر پرستی، منارہ پرستی، سب وشتم، خونخواری اور کینہ وری کو دور کیا۔ مگر مرزا قادیانی نے براہین کا پیشگی چندہ، سراج منیر کا چندہ، منارہ کا چندہ، ڈھائی سو روپیہ ماہوار مفت اشاعت کتب کا چندہ، توسیع مکان و مسجد کا چندہ خورد برد کیا۔ ہر معاملہ میں بددیانتی ظاہر کی۔ آرام طلب، کذاب، ریاکار، لغوگو، بدعہد، فحش گو، متکبر اور تمام قوموں کے خون کا پیاسا اور ان کی تباہی کا مشتاق ہے۔ دنیا کی تباہی اس کے واسطے عید ہے۔ کسی عالم، فاضل اور مجاہد کی موت اس کے واسطے جشن کا موجب ہوتی ہے۔ قبر پرستی اور منارہ پرستی اور تصویر پرستی کا خود بانی اور مبانی ہے۔ قرآن مجید خالص اسلام کی تعلیم دیتا ہے۔ مگر مرزا قادیانی انسان پرستی کی، مغلوب الغضب فحش گو اور بدزبان ایسا ہے کہ الامان، خدا کی فطرت کو لعنت کہتا ہے۔ انبیاء کو گالیاں نکالتا ہے۔ ایک ذرہ بھر اختلاف پر فوراً بددعاؤں اور گالیوں پر اتر آتا ہے۔ قرآن مجید میں خالص سچائی اور ہر بات میں علمی رنگ

ہے۔ مگر مرزا قادیانی کی ہر ایک بات یا تو "تقولون مالا تفعلون (الصف:۲)" کی مصداق ہے یا "یحبون ان یحمد وایما لم یفعلوا (آل عمران.۱۸۸)" کی اوروں سے وصول کرنے کو کہتا ہے کہ صدیق اکبرؓ کی طرح سارا مال دین کے واسطے قربان کرو۔ مگر خود ایک حبہ دین کے واسطے نہیں نکالتا۔ بلکہ اوروں سے ٹھگتا رہتا ہے۔ کہیں براہین کے نام سے ٹھگا، کہیں سراج منیر کے نام سے، کہیں مفت اشاعت کتب کے نام سے، کہیں لنگر کے نام سے، کہیں توسیع مکانات کے نام سے، کہیں منارہ کے نام سے، کبھی بہشتی مقبرہ کے نام سے، کہیں توسیع مسجد کے نام سے۔ مفسر القرآن ہونے کا دعویٰ، مگر تفسیر ندارد۔ حکم ہونے کا دعویٰ مگر فیصلہ ندارد، فانی الرسول ہونے کا دعویٰ مگر عمل میں مخالف، مظہر محمد ہونے کا دعویٰ مگر اعمال میں صفر، یا خلاف۔

ترک دنیا بدیگر آموزند
خویشتن سیم و غلہ اندوزند

اب گھر کے چوباروں کا نام مسجد رکھ کر توسیع مسجد کے نام پر چندے وصول کر رہا ہے۔

۱۲...... اسی طرح پر مرزا قادیانی کے صدہا الہامات واقوال ہیں جن میں الفاظ کے خلاف مراد لی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ مرزائیوں کا ایمان قرآن واحادیث کے الفاظ پر مطلق نہیں رہا۔ بلکہ محض اپنے مفید مطلب اشارات نکال کر صریح الفاظ سے ارتداد کرتے ہیں۔ ختم نبوت پر ایمان نہیں۔ "لا نبی بعدی" پر ایمان نہیں۔ "الحمدلله" پر ایمان نہیں۔ فطرت اللہ پر ایمان نہیں۔ نزول مسیح پر ایمان نہیں۔ منارہ دمشق پر ایمان نہیں۔ "من آمن بالله والیوم الآخر" پر ایمان نہیں۔ "لم یلد ولم یولد" پر ایمان نہیں۔ خداوند عالم کے بعد "صمد۔ لیس کمثله شیٔ" ہونے پر ایمان نہیں۔ "انك لا تهدی من احببت" پر ایمان نہیں۔ "لا تجزی نفس عن نفس شیئاً" پر ایمان نہیں۔ "لا تزر وازرة وزر اخریٰ" پر ایمان نہیں۔ حرمت تصویر پر ایمان نہیں۔ "واعتصموا بحبل الله جیمعاً" پر ایمان نہیں۔ "من شذ فقد شذ فی النار" پر ایمان نہیں۔ "اوفوا بالعهد" پر ایمان نہیں۔ "لعنة الله علی الکاذبین" پر ایمان نہیں۔ "ماکان لنبی ان یغل" پر ایمان نہیں۔ توحید وتقدیس باری تعالیٰ پر ایمان نہیں۔ نزول عیسیٰ ابن مریم پر ایمان نہیں۔ روپیہ کی ہوس دل میں اٹھی تو براہین کی قیمت پیشگی ملنے کے لئے بڑے زور وشور سے اشتہار دیا۔ یہاں تک کہ ایک جلد ہی اشتہار میں ختم کر دی اور لاکھوں اشتہار علیحدہ شائع کئے۔ جب کل روپیہ وصول ہو چکا تو اس کا نام تک نہیں لیا۔ نہ ایفائے عہد کا خیال ہوا۔ نہ ادائے امانت کا۔ براہین کے بعد سراج منیر کے نام پر۔ پھر اس کے بعد مفت اشاعت

کتب کے نام پر پھر لنگر کے نام پر۔ پھر توسیع مکانات کے نام پر۔ پھر بہشتی مقبرہ کے نام پر خوب روپیہ کمایا اور مزے سے اڑایا۔ نبی بننے کا شوق ہوا۔ تو ظلی اور بروزی کے الفاظ ایجاد کر لئے اور تمام قرآن وحدیث کو پس پشت ڈال دیا۔ ہاں! نادانوں کو پھنسانے کے واسطے ''العلماء امتي كانبيائے بني اسرائيل '' کو پکڑ لیا۔ مگر ساتھ علمائے امت پر دن رات لعنتیں برسائی جاتی ہیں۔ منارہ سے خوب روپیہ دصول ہوتا معلوم ہوا تو نزول کے لفظ کو نظر انداز کر کے تعمیر کا بیڑا اٹھالیا۔ خدائی منصب کا شوق ہوا تو خدا کی اولاد اور خدا کی توحید کے برابر ہو بیٹھے اور بر سر بازار اعلان دے دیا کہ خدا میری حمد کرتا ہے۔ جس سے میں خوش اس سے خدا خوش۔ جس سے میں ناراض اس سے خدا ناراض۔ میرا مقبرہ بہشتی مقبرہ ہے۔ آدم تو بن ہی چکے، اب محض اس قدر حکم باقی ہے کہ اے لوگو! مجھے سجدہ کرو۔ کیونکہ قرآن میں حکم ہے۔ ''اسجد والآدم '' اے لوگو! میری پرستش کرو۔ فطرت کا خیال مت کرو۔ کیونکہ وہ لعنتی شے ہے۔ اے لوگو! قرآن وحدیث کو چھوڑ دو۔ کیونکہ انہوں نے تیس کروڑ مسلمانوں کو ملعون اور کافر اور جہنمی بنا دیا۔ اے لوگو! خدا کو چھوڑ دو۔ کیونکہ وہ کوئی چیز نہیں۔ آؤ میری پرستش کرو۔ میرے بہشتی مقبرہ میں چندہ دو اور بہشتی بنو۔

۱۳...... ''ترد عليك انوار الشباب سياتي عليك زمن الشباب وان كنتم في ريب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بشفاء من مثله رد عليها روحها وريحانها '' (تذکرہ طبع سوم ص ۶۱۷) یعنی تیری طرف نوجوانی کی قوتیں...... روکی جائیں گے اور تیرے پر زمانہ جوانی کا آئے گا۔ یعنی جوانی کی قوتیں دی جائیں گی تا خدمت دین میں حرج نہ ہو اور اگر تم اے لوگو! ہمارے اس نشان سے شک میں ہو تو اس کی نظیر پیش کرو اور تیری بیوی کی طرف بھی صحت اور تازگی روکی جائے گی۔

''ان الہامات کا باعث یہ ہے کہ عرصہ تین چار ماہ سے میری طبیعت نہایت ضعیف ہوگئی ہے۔ بجز دو وقت ظہر اور عصر کی نماز کے لئے بھی نہیں جا سکتا اور اکثر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں اور اگر ایک سطر بھی کچھ لکھوں یا فکر کروں تو خطرناک دوران سر شروع ہو جاتا ہے اور دل ڈوبنے لگتا ہے۔ جسم بالکل بیکار ہو رہا ہے اور جسمانی قوائے ایسے مضمحل ہو گئے ہیں کہ خطرناک حالت ہے۔ گویا مسلوب القوائے ہوں اور آخری وقت ہے ایسا ہی میری بیوی دائم المرض ہے۔ امراض رحم وجگر دامنگیر ہیں۔ پس میں نے دعا کی تھی کہ خدا تعالیٰ مجھے پہلی قوت جوانی کے عالم کی عطاء کرے تا میں کچھ خدمت دین کر سکوں اور اپنی بیوی کی صحت کے لئے بھی دعا کی تھی۔ اس دعاء پر یہ الہام ہوئے ہیں جو اوپر ذکر کئے گئے۔ خدا تعالیٰ ان کے معنے بہتر جانتا ہے۔ صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ

خدا تعالیٰ ہمیں صحت عطاء فرمائے گا اور مجھے وہ قوتیں عطاء کرے گا جن سے میں خدمت دین کر سکوں۔ واللہ اعلم بالصواب!" (تذکرہ طبع سوم ص ۶۱۷)

اور اس میں یہ بھی خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ میری بیوی کو بھی صحت اور تندرستی عطاء کرے گا۔ چونکہ مرزا قادیانی کو اپنے الہاموں کی نسبت خوب تجربہ ہو چکا تھا کہ وہ واقعی طور پر کبھی بھی پورے نہیں ہوئے۔ ایسا ہی واقعات اس کو بھی جھوٹا ثابت کریں گے۔ اس لئے پہلے ہی "ان کنتم فی ریب من نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بشفاء من مثله" کے دعویٰ کی اپنے الفاظ میں ہی تردید کر دی۔ گویا کہ الہام میں کوئی دعویٰ تھا ہی نہیں یا الہام کے لفظ نا قابل اعتبار۔ بلکہ سراسر لغو اور جھوٹ ہوتے ہیں۔ صاف الفاظ میں تحدی آمیز دعوے اور اس پر یہ حاشیہ کہ "خدا تعالیٰ ان کے بہتر معنی جانتا ہے۔ صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں صحت عطاء فرمائے گا۔" کیا قرآنی وحی کی بھی یہی عزت وعظمت ہے کہ اس کے الفاظ بھی قابل اعتبار نہیں۔ بلکہ سراسر لغو اور جھوٹ ہوتے ہیں؟ اے کانے دجالو! یہی قرآنی عظمت ہے جس کو تم دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہو؟ اسی حوصلہ پر مرزا قادیانی دوسال سے حقیقت الوحی کے پھنکارے مار رہا ہے۔

۱۴..... "من ذالذی هو اسعد منك" (تذکرہ طبع سوم ص ۶۹۵) تجھ سے زیادہ سعادت مند کون ہے۔

۱۵..... "کل الفتح بعده" (تذکرہ طبع سوم ص ۶۹۶، ۱۸ر فروری ۱۹۰۷ء) اس کا کچھ انجام نہیں ہوا۔ مگر کوئی مرزائی نہیں سوچتا۔

۱۶..... "ارید ما تریدون" (۲۵ر مئی ۱۹۰۸ء) خداوند عالم کسی کے ارادہ کا تابع نہیں۔ بلکہ ہر ارادہ اسی کے ارادہ کے موافق ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ "ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین (التکویر:۲۹) وهو علیٰ کل شیٔ قدیر" پس یہ الہام صریحاً باطل ہے۔

۱۷..... میں اس عورت کو سزا دوں گا۔ "ویل الامرئة بعلها" (تذکرہ طبع سوم ص ۶۱۰) اس عورت اور اس کے خاوند کے واسطے عذاب ہے۔ یہ ایک مرزائی بھید کے متعلق ہے۔ جس پر کوئی مرزائی روشنی ڈال سکتا ہے۔ دوسال سے یہ الہام ہو رہے ہیں۔ مگر وہ بیچارے بیگناہ مرد وعورت اب تک صحیح وسلامت ہیں۔ ہاں! قادیان سے ضرور نکالے گئے۔

۱۸..... ۱۱ر فروری ۱۹۰۶ء کا الہام۔ پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا۔ اب ان کی دلجوئی ہوگی۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۵۹۶) آج اگست ۱۹۰۷ء تک اس کا کوئی نتیجہ نہیں۔ نہ معلوم اب اور دلجوئی سے کیا مراد ہے؟

عبداللہ آتھم

۱۹...... ۵؍جون ۱۸۹۳ء کو ڈپٹی عبداللہ آتھم کی نسبت پیش گوئی کی کہ ’’جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ہوگی اور اس وقت جب پیش گوئی ظہور میں آئے گی۔ بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔‘‘ (جنگ مقدس ص۱۸۸،۱۸۹، خزائن ج۶ ص۲۹۲، تذکرہ طبع سوم ص۲۳۵،۲۳۶) پندرہ مہینہ گذر گئے مگر عبداللہ آتھم اس عرصہ میں مرا، نہ اس نے عاجز انسان کو خدا بنانے سے رجوع کیا، نہ اس کو سخت ذلت پہنچی اور نہ بعض اندھے سوجاکھے ہوئے، نہ لنگڑے چلنے، بہرے سننے لگے۔ مگر میعاد گذرنے کے بعد مرزا قادیانی نے یہ کہہ دیا کہ عبداللہ آتھم ڈرتا رہا تھا۔ اس واسطے موت ٹل گئی اور اتنی ہی بات پر عجیب عجیب رنگ آمیزیوں کے ساتھ سینکڑوں صفحہ لکھ مارے۔ کیا کذاب ہونے کا ثبوت اس سے بھی کوئی بڑھ کر ہوسکتا ہے؟

محمدی بیگم

۲۰...... ۱۰؍جولائی ۱۸۸۸ء کو مرزا احمد بیگ کی لڑکی کی نسبت الہامات شائع کئے۔ ’’انّا زوجناکها‘‘ ہم نے اس کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا۔ ’’فسیکفیکهم الله ویردها الیك لا تبدیل لکلمات الله ان ربك فعال لما یرید‘‘ (تذکرہ طبع سوم ص۱۵۹) اللہ ان سب کے مقابلہ پر تجھے کفایت کرے گا اور ان کو تیرے پاس واپس لائے گا۔ اللہ کے کلمات کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ بے شک جو تیرا رب چاہے کر سکتا ہے۔ مگر ۲۰؍فروری ۱۸۸۰ء کے اشتہار میں یہ بھی تھا کہ اگر وہ لڑکی کسی اور سے بیاہی جائے گی تو اس کا خاوند روز نکاح سے اڑھائی سال تک فوت ہو جائے گا اور اس کا والد تین سال تک اور ان کے گھر پر تنگی اور تفرقہ اور مصیبت پڑیں گے۔‘‘ مگر ۱۸۹۲ء میں اس لڑکی کا نکاح سلطان محمد سے ہوا۔ جس کو پیش گوئی کے مطابق ۲۱؍اگست ۱۸۹۴ء کو فوت ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر وہ فوت نہیں ہوا اور اب تک زندہ ہے۔ پہلے ایک سپاہی تھا اب نان کمیشن آفیسر ہے اور اس بیوی سے گیارہ بچے ہو چکے ہیں۔ مرزا احمد بیگ ضرور تین سال کے اندر فوت ہوا۔ باقی تمام دعوے خاک میں مل گئے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی

۲۱...... ۱۵ نومبر ۱۸۹۸ء کو مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی، ملا محمد بخش اور ابوالحسن تبتی کی ذلت اور عذاب کی بابت بڑے زبردست الفاظ میں پیش گوئی کی کہ ۱۵ر جنوری ۱۹۰۰ء تک تیرہ ماہ میں وہ سخت ذلیل ہوں گے اور عذاب شدید میں مبتلا۔ تب وہ اپنے کیے پر پچھتائیں گے۔ اللہ کے عذاب سے کوئی ان کو بچا نہ سکے گا۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۳۴۴،۳۴۳) وہ اگست ۱۹۰۷ء تک صحیح سلامت اور باعزت موجود ہیں۔

دلوں پر قبضہ

۲۲...... (۵ر نومبر ۱۸۹۹ء، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۷۷) کو ایک زبردست نشان آسمانی کی نسبت پیش گوئی کی کہ: ''وہ آخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک نازل ہوگا اور وہ بطور سلطان کے ہوگا۔ جو اپنی قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کرلے گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو میں مردود، ملعون، کافر، بے دین، اور خائن۔'' وہ تمیں سال بھی گذر گئے اور کوئی زبردست آسمانی نشان ایسا ظاہر نہ ہوا جو دلوں پر قبضہ کر لیتا۔

قادیان کشتی نوح

۲۳...... ۱۵ر اکتوبر ۱۹۰۲ء کو کشتی نوح ایک کتاب شائع کی جس میں بڑے زور وشور کے ساتھ یہ شائع کیا کہ طوفان طاعونی میں قادیان کشتی نوح کی طرح محفوظ رہے گی اور بے حد دعوؤں کے ساتھ، تمام مسلمان، نیچریوں، عیسائیوں اور آریاؤں کو للکارا اور کہا کہ آؤ میرے مقابلہ پر کسی دوسری بستی کو تو طاعون سے ایسا بچا کر دکھاؤ۔ جیسا کہ میرے ذریعہ سے خرق عادت کے طور پر قادیان بچائی گئی ہے۔ مگر جب مارچ واپریل ۱۹۰۴ء تک ۲۸۰۱ کی آبادی میں سے ۳۱۴ آدمی طاعون سے ہلاک ہوگئے تو جھٹ ''نسبتاً'' کا لفظ پکڑ لیا اور ''ان احافظ کل من فی الدار'' (تذکرہ طبع سوم ص ۴۰۸) کا الہام شائع کر دیا۔ مگر خاص ان کے گھر میں بھی عبدالکریم سیالکوٹی اور بیرویں دتا مرزا کا خاص ملازم طاعون سے فوت ہوئے اور محمد اسحٰق کو پلیگ ہوا۔ اب اس کی یہ صورت رہ گئی۔ ''انی احافظ کل من فی الدار نا احافظك خاصة'' میں ان سب کی حفاظت کروں گا جو گھر میں ہیں اور خاص کر تیری حفاظت کروں گا۔

مولوی ثناء اللہ کی قادیان آمد

۲۴...... مولوی ثناء اللہ صاحب کی نسبت ایک پیش گوئی شائع کی کہ وہ قادیان میں پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہ آئیں گے۔ مگر اس تحدی کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب ۱۰ر جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچ گئے۔

باون سال کا کتا

۲۵...... ''الكلب يموت على الكلب '' (تذکرہ طبع سوم ص ۱۸۰) ایک مولوی کی نسبت کہ وہ کہتا ہے اور کلب کے یعنی باون سال کی عمر میں فوت ہو جائے گا۔ مگر وہ ستر سال کی عمر کو پہنچ چکے۔

تجھے عزت کا خطاب

۲۶...... ''لك الخطاب العزت '' قیصر ہند کا شکریہ۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۳۳۹، ۳۴۱) ملکہ معظمہ قیصر ہند کی شصت جوبلی کے مقام پر یہ الہامات شائع کئے۔ مگر آج تک کوئی نتیجہ نہیں۔

۵ صد کی دعا

۲۷...... سید امیر علی شاہ صاحب رسالدار میجر سردار بہادر سے پانچ سو روپیہ پیشگی لے کر دعا کے ذریعہ سے فرزند نرینہ دلانے کا وعدہ کیا۔ جس کی میعاد ۱۵ راگست ۱۸۸۹ء تک تھی۔ مگر نتیجہ کبھی نہیں ہوا۔

تباہی خیز زلزلہ

۲۸...... ۱۹ راپریل ۱۹۰۲ء کو ایک تباہی خیز زلزلہ کی بابت پیش گوئی کی اور یہ لکھا کہ وہ ایسا زلزلہ ہوگا جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں گذرا۔ ۲۸ رفروری ۱۹۰۶ء کے زلزلہ کے بعد ۲ رمارچ کو شائع کیا۔ زلزلہ آنے کو ہے۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۵۹۹) پہلے اپریل ۱۹۰۴ء میں قیامت خیز زلزلہ کے خوف سے میدانوں میں خیمہ زن ہو گئے تھے۔ پھر مارچ ۱۹۰۶ء کو زلزلہ آنے کو ہے، والے الہام کے بعد میدانوں میں چلے گئے اور مریدوں کے لئے اشتہارات جاری کر دیئے کہ وہ بھی خیموں میں رہیں۔ الغرض دونوں دفعہ چند مہینے انتظار کے بعد گاؤں میں واپس چلے گئے اور اب دنیا کے کسی حصہ سے زلزلہ کی خبر آئے تو فوراً شائع کر دیتے ہیں کہ زلزلہ کا نشان پورا ہو گیا۔ اگر یہ خبر ملے کہ شدت زلزلہ سے فلاں شہر یا جزیرہ تباہ ہو گیا تب تو ان کی عید ہو جاتی اور فتح وشادمانی کے اشتہار شائع ہوتے ہیں اور دنیا کو سنایا جاتا ہے کہ دیکھو مامور کے خلاف سے اٹلی تباہ ہوئی۔ ایکوے ڈور تباہ ہوا۔ کنگسٹن تباہ ہوا، فارموسا تباہ ہوا۔ سانس فرانسسکو تباہ ہوا۔ اگر اب بھی نہ مانو گے تو یہ حال ہوگا۔ دنیا کی تباہی اور ہمارے واسطے عید کا دن، عالم کباب ہوگا اور ہماری فتح، خوشی اور کامیابی ہوگی۔ کیا ہی سچ ہے۔ ''دجال کانا ہوگا پر خدا کانا نہیں۔'' مخالفت ہو پنجاب میں اور تباہ ہو جائیں اٹلی، فارموسا، ایکوے ڈور، سانس فرانسسکو، کنگسٹن، لندن، فرانس اور سویڈن وغیرہ۔

پھر زلزلوں کی کثرت اور تواتر سے ثابت کیا جاتا ہے کہ زلزلہ کا نشان کس طرح متواتر پورا ہورہا ہے۔ اگر مرزا قادیانی کی بھی پیش گوئی تھی کہ زلزلہ بکثرت اور متواتر آئیں گے تو وہ الفاظ کہاں ہیں۔ ہاں غیر متعلق طور پر اس قدر ضرور ہے۔ میں زلزلہ کا نشان دکھا دوں گا۔ پنج بار پچاس ساٹھ زلزلے آئیں گے۔ مگر کتنے عرصہ میں اور کس کس جگہ محض یہ کہہ دینا کہ زلزلے آئیں گے یا پچاس ساٹھ زلزلے آئیں گے۔ کوئی پیش گوئی نہیں۔ کیونکہ زلزلہ ہمیشہ آتے ہی رہتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر جان ملنی جو علم زلازل میں ایک مشہور ومعروف شخص ہیں۔ انہوں نے ایک چٹھی اخباروں میں شائع کرائی ہے۔ جس میں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ خیال کرنا غلط ہے کہ گزشتہ بارہ مہینوں میں زمین غیر معمولی زلازل سے ہلائی گئی۔ زمین میں ہر سال پچاس ساٹھ زلزلے آتے ہیں۔ جن میں سے زیادہ تر غیر آباد قطعات میں واقعہ ہوتے ہیں۔ اکیلے جاپان کو بارہ سو صدمہ سالانہ پہنچتے ہیں۔ ایسے صدمہ لندن میں دو صدیوں میں یک دفعہ ہوتا ہے۔ مورخہ ۱۳ر فروری ۱۹۰۷ء کثرت زلازل کے متعلق مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی شیخی اور مرزائیوں کا یہ کافی جواب ہے۔

سعد اللہ لدھیانوی

۲۹...... ۵ر اکتوبر ۱۸۹۴ء کو مرزا قادیانی نے ایک طول طویل اشتہار میں مولوی سعد اللہ نومسلم لدھیانوی کی نسبت الہام ذیل شائع کیا۔ ''ان شانئك هو الابتر'' (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۱،۱۲، خزائن ج۲۲ ص۴۴۲،۴۴۳) اور ہم نے اس طرح آتھم کا رجوع بحق ہونا بے ثبوت نہیں کیا۔ مگر ۴ر جنوری ۱۹۰۷ء کو مولوی سعد اللہ کا انتقال ہوا تو جھٹ مرزائیوں نے اپنے اخباروں اور رسالوں میں شور محشر برپا کر دیا کہ وہ ابتر مرا۔ ایک تو سلسلہ اولاد کے لحاظ سے، دوسرے اپنی امیدوں میں نامرادی کے لحاظ سے۔ سوم باوجود جوان اور قوی الجثہ ہونے کے مرزا کی زندگی میں فوت ہوا۔ ان ہر سہ امور کا جواب نہایت معقول اہل حدیث مورخہ ۸ر فروری ۱۹۰۷ء میں چھپا تھا۔ جس کو ہم باختصار اس جگہ درج کرتے ہیں۔ ''اس مضمون میں ایڈیٹر الحکم نے کمال جسارت سے کام لیا ہے اور دروغ گویم بروئے تو کی مثال کو بالکل صادق کر دکھایا ہے۔ منشی سعد اللہ مرحوم کو جوان اور قوی الجثہ لکھا ہے۔ حالانکہ وہ پنشن یاب تھے جو گورنمنٹ کے قاعدہ سے کسی طرح مضبوط اور قوی الجثہ اور کم عمر نہیں ہوسکتے۔ پھر مرحوم کی عمر کا مقابلہ کرشن جی سے کرتا ہے۔ مگر افسوس کہ مولوی عبدالکریم کرشن جی کے امام سے نہیں کرتا۔ جس کی نسبت حضرت کو کئی ایک الہام ہوئے تھے کہ بیماری سے صحت یاب ہوگا۔ مگر آخر کار وہ اسی بیماری میں مرا۔ خیر یہ تو اس کی معمولی لاف وگزاف ہے۔ اب سنئے! اصل مضمون کا جواب۔

ہم بتلاتے ہیں کہ کرشن جی کی پیش گوئی بالکل جھوٹی ہوئی۔ کیونکہ کرشن قادیانی کا الہام تھا کہ منشی مرحوم ابتر ہوگا اور ابتر کے معنے ہیں جس کی اولاد نہ ہو۔ چنانچہ مفردات راغب (جس کو حکیم نورالدین قابل اعتنا ولغات قرآنی جان کر حوالے کر دیا کرتے ہیں) لکھا ہے۔ ''فقیل فلان ابتر اذا لم یکن له عقب تخلفه ''یعنی ابتر اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پیچھے اولاد نہ ہو اور سنئے قاموس میں ہے۔'' الذی لا عقب له و لا نسل له ''یعنی ابتر وہ ہے جس کی اولاد اور نسل نہ ہو اور سنئے صراح میں ہے۔ بے فرزند شدن۔ چونکہ کرشن قادیانی فقہ حنفیہ کی نسبت لکھا کرتے ہیں کہ میرا اس پر عمل ہے۔ سنئے فقہ کی کتاب ردالمختار ج۵ ص۴۵۵ پر ہے۔

''العقب عبارة عمن وجد من الولد بعد موت الانسان ''یعنی عقب اس کو کہتے ہیں جو مرنے کے بعد انسان کی اولاد رہتی ہے۔ پس ان حوالہ جات کے ملانے سے ثابت ہوا کہ جس انسان کی اولاد خصوصاً نرینہ اولاد ہو۔ وہ ابتر نہیں۔ چنانچہ تم خود ہی لکھتے ہو کہ منشی مرحوم نے حکیم نورالدین کے بیٹا مرنے پر حکیم کے لئے ابتر ہونے کی آرزو کی تھی جن کے جواب میں یہ آیت ابتر والی نازل ہوئی تھی۔ منشی سعد اللہ مرحوم کے ہاں جوان لڑکا ہے۔ پھر وہ ابتر کیسے ہوئے؟

چونکہ مرزائیوں کو معلوم تھا کہ منشی صاحب مرحوم کے ہاں لڑکا ہے۔ جس کی عمر خدا کے فضل سے ۱۹ برس کی ہے اور وہ دفتر سرکاری میں ملازم ہے اور اس کی نسبت بھی حضرت حاجی عبدالرحیم خان ساکن کوم ضلع لدھیانہ کی دختر نیک اختر سے ہو چکی ہے اور عنقریب شادی ہونے والی تھی کہ منشی صاحب کا انتقال ہوگیا۔ اس لئے بڑی چالاکی اور ہوشیاری یا مکاری سے اس بات کو تسلیم کر کے کہ منشی صاحب مرحوم کا لڑکا ہے۔ یہ بڑ ہانک دی کہ لڑکا ہے۔ مگر آگے کو اس کے اولاد نہیں۔ اس لئے منشی صاحب ابتر ہیں۔ تف ہے ایسی نبوت پر اور لعنت ہے ایسی بیجا حمایت پر۔ مرزائیو! ایمان سے کہنا یہی تمہاری ایمانداری ہے کہ پیش گوئی تو منشی سعد اللہ کے بے اولاد ہونے کی کی جاوے اور ثبوت اس کے بیٹے کے بے اولاد ہونے سے دیا جاوے۔ شرم چہ کتی ست کہ پیش مرداں بیاید۔

یہاں تک تو ابتر اور جوان موت مرنے کا جواب آگیا۔ اب رہا دوسرا شق کہ وہ اپنی امیدوں میں نامراد مرا۔ مرزا کو اپنے بامراد رہنے کا بڑا گھمنڈ اور دعویٰ ہے۔ حالانکہ اس کو اس قدر کامیابی بھی نہیں ہوئی۔ جو دیانند سرسوتی کو قوم ہنود میں اور سرسید کو مسلمانوں میں ہوئی۔ آج تک مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے ہاتھ پر اس قدر ہندو، عیسائی، سکھ، آریا اور مشرک بھی مسلمان نہیں ہوئے۔ جس قدر اور عام مولویوں کے ہاتھ پر ہوتے ہیں۔ ریاست پٹیالہ میں ایک مولوی محمد

اسحاق، کے ہاتھ پر سینکڑوں لوگ مسلمان ہو چکے، نہ مسلمانوں کا عیسائی ہونا مسدود ہوا۔ بلکہ ہزاروں مسلمان ہر سال عیسائی ہوتے جاتے ہیں۔ مسلمان یتامٰی کی بھی انجمن حمایت اسلام نے دستگیری کی۔ مگر مرزا قادیانی کو سوائے اپنے لنگر اور منارہ اور بہشتی مقبرہ اور توسیع مکان اور عیش وتنعم کے کچھ اور فکر ہی نہیں۔ ہاں منشی سعد اللہ مرحوم اور دیگر علمائے اسلام کو جو کامیابی ہوئی وہ ظاہر ہے کہ دجالی طوفان جو سیلاب کی طرح بڑھنا چاہتا ہے۔ اس کو ہر طرف سے بندھ لگ گئے۔ باوجودیکہ دجالیت کی حمایت میں ساٹھ ہزار اخبار، اشتہارات اور رسائل ماہوار شائع ہوتے ہیں اور ایک دو لاکھ کے قریب دجالی گرگے یا ایجنٹ ذریت شیطان کی طرح جابجا پھیلے ہوئے ہیں۔ مگر پھر بھی تیس کروڑ مسلمانان عالم میں سے اس وقت انتیس کروڑ اور اٹھانوے لاکھ شیطانی مکاید سے بچے ہوئے ہیں اور محض دو لاکھ کے قریب پھنسے ہیں۔ یہ تعداد ہالوے صاحب کے مرہم اور حبوب کے خریداروں سے بھی بدرجہا کم ہے۔ جس نے اشتہار بازی کے ذریعہ سے اپنے مرہم اور حبوب کے اس قدر خریدار پیدا کر لئے تھے کہ مرتے ہوئے تین کروڑ روپیہ خیرات دے کر مرا تھا۔ اگر علمائے کرام اس وقت اسلام کی حفاظت نہ کرتے تو آج تک تمام مسلمان مرتد ہو جاتے۔ بلکہ مکہ، مدینہ اور بیت المقدس میں بھی دجال کا قدم پہنچ جاتا۔ مرزا قادیانی نے اس کے متعلق (تتمہ حقیقت الوحی ص۴، خزائن ج۲۲ ص۴۳۵) میں حسب ذیل لکھا ہے۔

’’اور وہ پیش گوئی جس میں میں نے لکھا تھا کہ (سعد اللہ) نامرادی اور ذلت کے ساتھ میرے روبرو مرے گا۔ وہ انجام آتھم کے عربی شعروں میں ہے اور وہ یہ ہے (صفحہ کا حوالہ ندارد تا کہ کوئی مقابلہ نہ کر سکے)

یا ربنا افتح بیننا بکرامۃ
یا من یری قلبی ولب لحائی

اے میرے خدا مجھ میں اور سعد اللہ میں فیصلہ کر یعنی جو کاذب ہے اس کو صادق کے سامنے ہلاک کر۔ اے وہ علیم وخبیر جو میرے دل کو اور میرے اندر کی پوشیدہ باتوں کو دیکھ رہا ہے۔

یا من اری ابوابہ مفتوحۃ
للسائلین فلا ترد دعائی

اے میرے خدا میں تیری رحمت کے دروازہ دعا کرنے والوں کے لئے کھلے دیکھتا ہوں۔ پس یہ جو میں نے سعد اللہ کے حق میں دعا کی ہے اس کو قبول فرما اور رونہ کر یعنی میری زندگی میں اس کو ذلت کی موت دے۔‘‘

مگر جب انجام آتھم کو از اوّل تا آخر دیکھا تو (ص ۲۸۲، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۲) پر ان شعروں کا ترجمہ حسب ذیل ملا۔

"یا ربنا افتح بیننا بکرامة
یا من یری قلبی ولبّ لحائی

اے خدائے در ما بکرامت خود فیصلہ کن...... اے آنکہ دل مراد مغز پوست مرا می بینی۔

یا من اریٰ ابوابہ مفتوحة
للسائلین فلا ترد دعائی

اے آنکہ درہائے اورا...... برائے سائیلان کشادہ می بینم دعائے مرارد مکن۔"

اب ناظرین غور فرماویں کہ اوّل تو تتمہ حقیقت الوحی میں ان شعروں کا ترجمہ کرتے وقت الفاظ ذیل بڑھا دیئے "یعنی کاذب کو صادق کے سامنے ہلاک کر۔ یعنی میری زندگی میں سعد اللہ کو ذلت کی موت دے۔" اصل الفاظ میں نہ تو سعد اللہ کے مرنے یا مرزا قادیانی کی زندگی میں مرنے کا ذکر ہے۔ دوم: یہ مرزا قادیانی کی ایک بددعا ہے کہ پیش گوئی اور اس کی جس کی جبلی عادت ہے کہ تمام مسلمان، علماء، فضلاء کو ہمیشہ کوستا رہتا ہے۔ جب کوئی مر جاتا ہے تو اپنے کوسنے اور سب وشتم کو پیش گوئی بنالیتا ہے۔ سوم: اپنی طرف سے اکثر پیش گوئیاں کرتا رہتا ہے۔ جب کوئی پیش گوئی پوری نہ ہو تو اس کو اپنی آرزو میں شمار کر لیتا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین اور اس کے رفقاء کی پیش گوئی کی نسبت (حقیقت الوحی ص ۱۸۸، خزائن ج ۲۲ ص ۱۹۵) میں لکھتا ہے۔ "صرف میری طرف سے دعا تھی کہ اتنی مدت میں ایسا ہو۔ سو خداوند تعالیٰ اپنی وحی کا پابند ہوتا ہے۔ اس پر فرض نہیں ہے جو اپنی طرف سے التجا کی جائے۔ بعینہ اس کو ملحوظ رکھے۔" پس جو دعا یا بددعا اتفاقاً پوری ہوگئی وہ پیش گوئی بن گئی اور جو پوری نہ ہوئی اس کا کوئی ذکر نہیں۔

ڈوئی کی نسبت

۳۰...... آج کل ڈوئی امریکہ کی وفات پر مرزائی شادیانے بجارہے ہیں۔ مگر آج تک پیش گوئی کا الحکم یا البدر نے کوئی پتہ نہیں دیا کہ وہ کب اور کن الفاظ میں کی گئی تھی۔ تاکہ اصل الفاظ سے انجام کا مقابلہ کیا جائے۔ ہاں مرزا قادیانی نے اپنے الفاظ میں ضرور اس کو مباہلہ کے واسطے مدعو کیا تھا۔ اس طرح پر تو اس نے (انجام آتھم ص ۶۹ تا ۷۲، خزائن ج ۱۱ ص ۶۹ تا ۷۲) میں ایک سو چار مشائخ کا نام گنا کہ کل علماء اور مشائخ کو مباہلہ کے واسطے مدعو کیا تھا اور جتلا دیا تھا کہ اگر مباہلہ میں میرے مقابلہ پر آئے تو سب کے سب ایک سال کے اندر فنا ہو جائیں گے یا مہلک امراض میں

مبتلا اور اگر ان تمام میں سے خواہ ہزار ہی کیوں نہ ہوں ایک بھی بچا رہا تو میں جھوٹا۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا تھا کہ اگر سنائے اور تکفیر وتکذیب سے باز آئے تو خدا کی لعنت کے نیچے مریں گے۔ ڈوئی بھی گویا کہ اسی فہرست میں شامل تھا۔ کیونکہ اسی قسم کے تحدیانہ الفاظ میں اپنی طرف سے ہی اس کو بھی مدعو کیا تھا۔ نہ کسی خاص الہام کی بناء پر۔ پس جب کہ اس فہرست میں سے ایک سال کے اندر کوئی نہ مرا۔ بلکہ چند ایک مرے بھی وہ مرزا قادیانی کی روسیاہ کرنے کو سالہا سال کے بعد مرے تو مرزا قادیانی جھوٹا ٹھہرا۔ پھر یہ کیسی بے شرمی ہے کہ ایک کی موت کو پکڑ کر مرزائی بغلیں بجانے لگ جاتے اور ڈینگیں مارتے ہیں۔ مثلاً منشی سعد اللہ کی موت پر جو اس مباہلہ سے بارہ سال بعد قدرت طور پر واقع ہوئی مرزائیوں نے جھٹ ان کا نام فہرست مباہلہ میں دس نمبر پر پیش کر کے ظاہر کر دیا کہ اس کے ساتھ مباہلہ ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ صادق کے سامنے مر گیا۔ حالانکہ دعویٰ یہ تھا کہ اگر ایک سال کے اندر ایک بھی ان میں سے باقی رہا تو میں جھوٹا۔ (انجام آتھم ص ۶۷، خزائن ج ۱۱ ص ۶۷) ایسا ہی ڈوئی کی موت پر لم ترانیاں اور بیحد لاف وگزاف جب مرزا قادیانی کا کوئی الہام پیش نہیں کر سکتے تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ کاذب نبی تھا۔ اس لئے مرزا قادیانی کے سامنے جو سچا نبی ہے فوت ہو گیا۔ اگر یہ قطعی اصول ہے کہ صادق کے سامنے تمام کاذب فنا ہو جائیں تو پھر مسیلمہ سچا اور محمد ﷺ کاذب نبی ٹھہرے۔ (نعوذ باللہ، نعوذ باللہ) کیا مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد مدعیان الہام یا فہرست مباہلہ میں سے جو شخص زندہ رہ جائیں گے وہ سب صادق ہوں گے اور مرزا قادیانی کاذب ٹھہرے گا۔ پس جب تک کلام الٰہی سے کسی کی موت کا تعین نہ ہو جائے۔ اس کا پہلے یا پیچھے مرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

منشی الٰہی بخش

۳۱...... منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ مرحوم کے انتقال پر اسی طرح غل گپاڑہ شروع کر دیا اور الہام ذیل کو موت کی پیش گوئی قرار دے دیا۔ برمقام فلک شدہ یارب۔ گر امیدے دہلم مدار عجب بعد ۱۱ (گیارہ) اس کے ساتھ (اربعین نمبر ۴ ص ۲۱ حاشیہ، خزائن ج ۱۷ ص ۴۵۷) پر نوٹ ہے۔ ''میں نہیں جانتا کہ گیارہ دن ہیں، یا گیارہ ہفتہ یا گیارہ مہینے۔ مگر بہر حال ایک نشان میری بریت کے لئے اس مدت میں ظاہر ہوگا جو آپ کو سخت شرمندہ کرے گا۔ میں ہرگز یقین نہیں رکھتا کہ میں اس وقت سے پہلے مروں۔ جب تک کہ میرا قادر خدا ان جھوٹے الزاموں سے مجھے بری کر کے آپ کا کاذب ہونا ثابت نہ کرے۔'' اصل الہام اور مرزا قادیانی کی تفہیم وتشریح میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو یہ ثابت کرے کہ منشی الٰہی بخش مرحوم مرزا قادیانی سے پہلے فوت ہو جائیں گے۔ موت

کی طرف اشارہ تک نہیں بلکہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی زندگی میں کوئی نشان مرزا قادیانی کی بریت میں ظاہر ہوگا۔ جس سے وہ سخت شرمندہ ہوگا۔ گویا کہ وہ زندہ رہے گا۔ پھر یہ بات اڑاتے ہیں کہ وہ موسیٰ ہونے اور فرعون کو غرق کرنے کا مدعی تھا۔ مگر خود ہی طوفان طاعون میں غرق ہوگیا اور نامراد دنیا سے چل دیا۔ حالانکہ وہ خود عصائے موسیٰ کے سرورق پر اس کی تردید کر چکا ہے کہ میرا ہرگز ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ میں موسیٰ ہوں۔ ہاں ایک خواب میں اس نے دیکھا تھا کہ تین ٹکڑوں کا پتنگ تیس تار کی ڈور پر اڑایا گیا ہے۔ جس کو انہوں نے عصائے موسیٰ کے ذریعہ سے اتار لیا۔ سو اس خواب کے بعد مرزا قادیانی کا رسالہ ضرورۃ الامام معہ خط عبدالکریم ومعافی ٹیکس پہنچا۔ جس کے تیس صفحے تھے۔ سو یہ تیس تاروں کی ڈور والا تین ٹکڑوں کا پتنگ تھا۔ جس کی تردید مرحوم نے ایک نہایت ہی زبردست کتاب میں کی اور خواب کی بناء پر اس کا نام ''عصائے موسیٰ'' رکھا جو سراسر قرآن اور احادیث صحیحہ سے لبریز ہے۔ ان کو مرزا نالی وبدرو، روگند اور کیچڑ سے بھری ہوئی یا سنڈاس پاخانہ سے بھرا ہوا کہتا ہے۔ پس الٰہی بخش مرحوم نے اس کتاب کو کمال خوبی کے ساتھ پورا کیا اور شائع کرادیا۔ یہی اس کی مراد تھی جس میں وہ کامیاب ہوا۔ چنانچہ خود اس کا الہامی شعر جو (عصائے موسیٰ ص۲۳) پر درج ہے۔ شاہد ہے۔

ایں تقویم بس است کہ چوں زاہدان شہر
ناز وکرشمہ برسر منبر نمی کنم

مگر مرزا قادیانی اپنی ساری مرادوں میں نامراد رہا۔ مثلاً تکمیل براہین احمدیہ، منن الرحمان، تفسیر کتاب عزیز، تعمیر منارہ، کسر صلیب، اصلاح اندرونی اور اشاعت اسلام میں، اب رہا الٰہی بخش مرحوم کی موت سے مرزا قادیانی کی بریت۔ تو اس کی موت سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ مرزا قادیانی نے براہین کی نسبت کوئی بدعہدی نہیں کی۔ بلکہ وہ اس کے تین سو دلائل اور تین سو جزو بکمال وتمام چھپوا کر شائع کر چکا۔ اس نے پانچ ہزار کا مال اپنی بیوی سے لے کر اس کے نام پر جدی باغ بہ نیت فاسد تیس سال کے واسطے رہن نہیں کیا۔ سراج منیر کا پیشگی چندہ اس نے خورد برد نہیں کیا۔ بلکہ اس کو چھپوا کر مفت شائع کردیا۔ فتح علی شاہ رسالدار میجر سے پانچ سو روپیہ پیشگی دعائے فرزند نرینہ کے واسطے نہیں لیا تھا۔ یا اس میں نامراد نہیں رہا۔ مرزا قادیانی نے علمائے دین اور ذاکرین خدا کو محض اپنے منوانے کی خاطر حرامزادہ، ملعون، سور، چوہڑے، چمار، کتے، علیہم نعال لعن اللّٰہ الف الف مرۃ نہیں کہا۔ کیا الٰہی بخش مرحوم کی وفات سے مرزا قادیانی کی صدہا ہفوات وکذب کی تطبیق اور تصدیق ہوگئی؟ کیا اس کی موت سے یہ ثابت ہوگیا کہ مرزا قادیانی کے

جس قدر الہامات جھوٹے ثابت ہوئے تھے وہ سچے ہیں؟ مسیح علیہ السلام کی پیش گوئیاں واقعی محض قیافہ اور قیاس تھے اور ان کے معجزات مسمریزمی کرشمے تھے اور چار سو نبیوں کی پیش گوئی جھوٹی نکل گئی تھی۔ اگر ایک دونی لاکھ مخالفین کا کسی مدعی نبوت کی زندگی میں مرجانا اس کی صداقت کا یقینی اور قطعی ثبوت ہوسکتا ہے تو پھر وہ کون سا نبی ہے جس کی صداقت اس طرح پر ثابت نہ ہوسکے؟ اور اگر اسی قدر ثبوت کافی ووافی تھا تو سارا قرآن شریف لغو ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ وہ توحید، نبوت، جزائے اعمال، حشر ونشر اور ہر مسئلہ کے متعلق رنگارنگ دلائل پیش فرماتا ہے۔

ہاں! مرحوم الٰہی بخش کی موت نے مرزا قادیانی کی اس پیش گوئی کو ضرور جھوٹا کر دیا۔ جس میں مرزا قادیانی بڑے زور کے ساتھ شائع کیا تھا کہ مولوی محمد حسین اور الٰہی بخش صاحبان اس پر ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ وہ پیش گوئی (اعجاز احمدی ص۵۱، خزائن ج۱۹ ص۱۶۳) پر اشعار میں معہ ترجمہ حسب ذیل ہے۔

اقلب حسین یهتدی من یظنه

عجیب وعند الله هین والبصر

کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آجائے گا یہ کون گمان کرسکتا ہے...... عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہے۔

ثلثه اشخاص به قد رائیتهم

ومنهم الٰهی بخش فاسمع و ذکر

تین آدمی اس کے ساتھ اور ہیں...... ایک ان میں سے الٰہی بخش اکاونٹنٹ ملتانی ہے۔ پس سن اور سناوے۔

مگر (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۰۳، خزائن ج۲۲ ص۵۳۹) پر بڑی چالاکی سے یہ لکھ دیا ہے کہ ''جب الٰہی بخش مبتلائے طاعون ہوا اور موت یقیناً سامنے آئی اور سخت دکھ اس کو پہنچا تو وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہوا ہوگا۔'' پھر اس خیال کو واقعی امر بنا کر لکھا ہے۔ ''چنانچہ اس واقعہ سے بہت پہلے میرے پر خدا نے ظاہر کر دیا تھا کہ وہ ان خیالات فاسدہ پر قائم نہیں رہے گا اور آخر ان خیالات سے رجوع کرے گا۔'' اب ناظرین سابقہ الفاظ اور موجودہ الفاظ کا خود مقابلہ کرلیں اور واقعی حالت سے ان کو ملالیں۔ منشی عبدالحق کے مکان پر ان کا انتقال ہوا۔ ''یا حی یا قیوم برحمتك استغيث'' آخیر دم تک ان کی زبان پر جاری تھا۔

بیٹا نا مبارک

۳۲...... مبارک احمد اس کے متعلق مرزا قادیانی کی بہت سی بشارات تھیں۔ وہ ستمبر ۱۹۰۷ء میں بخار مسلسل میں مبتلا ہوا۔ مرزا قادیانی نے بہت دعا کی۔ الہام ہوا۔ ''قبول کی گئی۔ نو دن کا تپ ٹوٹ گیا۔'' چند یوم کے بعد جو کچھ تخفیف ہوئی تو اس تخفیف کو کھلا نشان کی نشانیوں سے اخباروں میں شائع کیا گیا اور جھٹ اس کی شادی کر دی۔ مگر وہ تمام خوشی شادی مرگ ثابت ہوئی۔ کیونکہ ۶ ر ستمبر ۱۹۰۷ء کی صبح کو وہ فوت ہو گیا۔ جس سے میرے دو الہام پورے ہوئے۔ اوّل: یہ کہ ۷ ر ستمبر ۱۹۰۷ء کو عین مرزا قادیانی کے جشن صحت وشادی پر مجھے الہام ہوا تھا۔ ''آج مرزا قادیانی کے ٹوسٹ میں قلق ہے۔'' دوم: ''ایک خواب میں تین مرزائی ڈھائی ککڑیوں کی صورت میں کھائے گئے جو گاؤ خوردہ تھے۔''

نتیجہ...... الہامات بالا کے الفاظ اور ان کے نتائج پر مجموعہ نظر کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کے الہامات شیطانی ہیں اور ابن صیاد کے الہامات سے مشابہ۔ کیونکہ:

اوّل...... مرزا قادیانی کے تو سارے الہامات شیطانی ہوئے جو استکبار اور نفس پرستی کا پتلا ہے اور دن رات اپنی کبریائی اور روپیہ کمانے کی چالوں میں غرق رہتا ہے۔

مرزا کے الہامات

دوم...... جن الہامات میں کسی واقعہ کی پیش گوئی ہوتی ہے وہ عموماً غلط ثابت ہوتے ہیں۔ یا زیادہ سے زیادہ ایسے جیسے کہ ابن صیاد نے اپنے الہامات کی نسبت اقرار کیا تھا کہ میرے پاس کچھ سچے اور کچھ جھوٹے خبر رساں آتے ہیں۔ کبھی دو سچے اور ایک جھوٹا، اور کبھی دو جھوٹے اور ایک سچا۔ آنحضرت ﷺ نے ابن صیاد کو فرمایا تھا۔ تجھ پر بات غلط ملط ہو گئی۔ ایسا ہی مرزا قادیانی اپنی تحدیانہ پیش گوئیوں کا انجام دیکھ کر ہر ایک پیش گوئی کو رنگا رنگ حاشیوں اور تاویلوں کے ساتھ شائع کرتا ہے۔ جیسا کہ نمونتاً اوپر ظاہر کیا جا چکا۔ مگر آخر ہے کانا دجال پھر بھی یہ کہنے اور لکھنے سے باز نہیں آتا کہ اس کے سارے الہام قرآنی وحی کی طرح قطعاً یقینی اور شیطانی آمیزش سے پاک ہیں۔

سوم...... مجھ کو مرزا قادیانی کے الہامات کی نسبت خواب میں مفصلہ ذیل انگریزی فقرہ دکھایا گیا۔

The Revelations of Mirza are Demonic Inspiration.

یعنی مرزا قادیانی کے الہامات شیطانی القاء ہیں۔

چہارم...... اوروں کو جب مرزا قادیانی کی طرح کے الہامات ہوتے ہیں تو وہ ان کو سن کر فوراً شیطانی کہہ دیتا ہے۔

پنجم...... اس کے اپنے الہام ’’قرآنی وحی‘‘ کے صریحاً خلاف ہوتے ہیں۔
ششم...... ان کا اکثر حصہ جھوٹا ثابت ہوتا ہے اور جن الہامات میں کثیر حصہ جھوٹ ہو، وہ شیطانی ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ’’ھل انبئکم علی من تنزل الشیاطین تنزّل علیٰ کل افّاك اثیم یلقون السمیع واکثرھم لکاذبون (الشعراء:۲۲۱تا۲۲۳)‘‘
ہفتم...... مرزا قادیانی کا بدعہد، خائن، متکبر، فحش گو، کذاب، طعان، لعان، خودپسند، نفس پرست ہونا خداوند عالم کی توہین، انبیاء علیہم السلام اور اسلام کی تحقیر کرنا، اسیح الدجال اور کانے دجال میں بخوبی ثابت کردیا گیا اور قرآن مجید کی اسی آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مفتری، بدعمل لوگوں پر ہی شیاطین نازل ہوا کرتے ہیں۔
ہشتم...... جھوٹے وعدے دینا، بے بنیاد آرزوں میں پھولنا، چکنی چپڑی باتوں اور بے حدلم ترانیوں، خالی مشیخت اور دھوکے سے پر ہونا، زخرف القول اور غرور کا پورا نقشہ ہونا، شیطانی الہاموں کی خاص شناخت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ’’یعدھم ویمنّیھم وما یعدھم الشیطان الا غرورا (النساء:۱۲۰)‘‘ شیطان ان کو وعدے دیتا اور امید دلاتا ہے۔ مگر شیطان جو ان کو وعدے دیتا ہے وہ جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔ ’’وکذالك جعلنا لکل نبّی عدو الشیاطین الجن والانس یوحی بعضھم الیٰ بعض زخرف القول غرورا (الانعام:۱۱۲)‘‘ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے واسطے شیاطین جن وانس مقرر کئے ہیں جن میں سے بعض بعض کی طرف چکنی چپڑی اور دھوکہ آمیز باتیں وحی کرتے رہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے الہامات عموماً اسی قسم کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ نمونتاً اوپر بیان کئے گے اور اب خود مرزا قادیانی کو بھی ان پر اعتبار نہیں رہا۔
نہم...... مولوی عبدالرحمان لکھوکے والے اور شیخ الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ کے الہامات مرزا قادیانی کی نسبت ہیں۔ ’’وما یعدھم الشیطان الا غرورا‘‘

مرزا کے الہامات

دہم...... اگر مرزا قادیانی کے بعض خوابات یا الہامات سچ بھی ہو جائیں تو شیطانی الہامات کا مصداق ہوں گے۔ جیسا کہ شیطانی الہامات کی نسبت قرآن مجید فرماتا ہے: ’’واکثرھم لکاذبون ‘‘ یا زیادہ سے زیادہ ابن صیاد کے الہامات کا نمونہ جس نے کہا تھا کہ میرے پاس دو جھوٹے خبررساں آتے ہیں اور ایک سچا اور کبھی دو سچے آتے ہیں اور ایک جھوٹا اور جس کی نسبت مشکوٰۃ نبوت نے یہ فیصلہ دیا تھا۔ خلط علیك الامر۔ تجھ پر غلط ملط ہوگئی۔ وہ رحمانی الہامات کسی طرح

نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ اکثر جھوٹے نکلتے ہیں۔ اکثر میں ذاتی مشیخت، کبریائی اور اغراض کا آمیز ہوتا ہے اور اکثر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہوتے ہیں۔

باب پنجم

قرآن مجید کی طرح براہین کے تیس برس

براہین احمدیہ کی نسبت مرزا قادیانی نے ۱۸۸۰ء میں شائع کیا کہ اسمیں تین سو بے نظیر دلائل سے قرآن مجید کی حقانیت وافضلیت ثابت کی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص ان کا پانچواں حصہ بھی اپنی کتابوں میں دکھا سکے یا ہمارے دلائل کو ہی نمبروار توڑ سکے تو میں حلفیہ شرعی اقرار کرتا ہوں کہ اس کو دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ اس کی اشاعت کے لئے پانچ روپیہ قیمت رکھ کر پیشگی امداد چاہی۔ اس طرح پر جب کافی روپیہ وصول ہوا تو اس کی اشاعت بند کر دی اور یہ ظاہر کیا کہ یہ کتاب تین سو جز تک پہنچ چکی ہے اور اس کی قیمت دس روپیہ اور پچیس روپیہ رکھ دی۔ جب بے حد انتظار کے بعد لوگوں نے تقاضے شروع کئے تو ایک عجیب اشتہار شائع کیا جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔ ''اس توقف کو بطور اعتراض پیش کرنا محض لغو ہے۔ قران کریم بھی باوجود کلام الٰہی ہونے کی تیئیس برس میں نازل ہوا۔ پھر اگر خدا تعالیٰ کی حکمت نے بعض مصالح کی غرض سے براہین کی تکمیل میں توقف ڈال دی تو اس میں کون سا حرج تھا اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ بطور پیشگی خریداروں سے روپیہ لیا ہے تو ایسا خیال کرنا بھی حمق اور ناواقفی ہے۔ کیونکہ اکثر براہین احمدیہ کا حصہ مفت تقسیم کیا گیا ہے اور بعض سے پانچ روپیہ اور بعض سے آٹھ آنہ تک قیمت لی گئی ہے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں جن سے دس روپیہ لئے گے اور جن سے پچیس روپیہ لئے گئے ہوں وہ تو صرف چند ہی انسان ہیں۔ پھر باوجود اس قیمت کے جو ان حصص براہین احمدیہ کے مقابل جو مطبع ہو کر خریداروں کو دیئے گئے کچھ عجب نہیں۔ بلکہ عین موزوں ہے۔ اعتراض کرنا سراسر کمینگی اور سفاہت ہے۔ مگر پھر بھی ہم نے بعض جاہلوں کے ناحق شور وغوغا کا خیال کر کے دو مرتبہ اشتہار دیدیا کہ جو شخص براہین احمدیہ کی قیمت واپس لینا چاہے وہ ہماری کتابیں ہمارے پاس روانہ کر دے اور اپنی قیمت واپس لے لے۔ چنانچہ وہ تمام لوگ جو اس قسم کی جہالت اپنے اندر رکھتے تھے انہوں نے کتابیں واپس کر دیں اور قیمت لے لی اور بعض نے کتابوں کو بہت خراب کر کے بھیجا۔ مگر ہم نے قیمت دے دی اور کئی دفعہ ہم لکھ چکے ہیں کہ ہم ایسے کمینہ طبعوں کی نازبرداری کرنا نہیں چاہتے اور ہر ایک وقت قیمت واپس دینے پر تیار ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کا

شکر ہے کہ ایسے دنی الطبع لوگوں سے خدا تعالیٰ نے ہم کو فراغت بخشی۔“

(تبلیغ رسالت ج ۷ ص ۷۷، ۷۸، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۸۶، ۸۷)

کیا کوئی شریف یا خبیث اور باحیا آدمی سفلہ اور کمینہ اور احمق اور دنی الطبع کہلا کر واپسی قیمت کا مطالبہ کر سکتا تھا؟ واپسی قیمت کا عجب اعلان ہے۔

تین سو نہیں صرف تیس

اب ناظرین انصاف سے اس اشتہار کی عیاریوں پر غور فرماویں:

۱..... حیا اور دیانت اور اتقاء کا تو یہ تقاضا تھا کہ جب حد سے زائد براہین کی اشاعت میں دیر ہوگئی اور مرزا قادیانی اس کام کو نہ کر سکا تو معذرت کے ساتھ لوگوں کا روپیہ بلا طلب واپس کر دیتا اور ان کی پریشانی و مایوسی کی بابت معافی مانگتا یا افسوس کے ساتھ یہی ظاہر کرتا کہ جو صاحب پیشگی روپیہ عنایت فرما چکے ہیں ان میں سے جو اپنی امداد کو واپس لینا چاہیں ہمیں اطلاع دیں۔ بلکہ برعکس ان محسنوں کو جنہوں نے قبل از وقت کتاب کے بغیر امداد دی اور پھر بے حد انتظار کے بعد طلب حق کیا تو ان کو سفلہ، کمینہ، جاہل، دنی الطبع، احمق، سفیہ وغیرہ الفاظ سے پکارا گیا۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ بہت ہی کم لوگوں نے ایسے الفاظ دیکھ کر مطالبہ کیا۔ قیمتی کتابوں کے خریدار عموماً اہل ثروت اور اہل دل لوگ ہوتے ہیں تو وہ عموماً کیوں مطالبہ کرنے لگے تھے۔ اس طرح دو چار فیصدی کو روپیہ واپس دے کر تین سو جز کی کتاب دینے کی بجائے تیس جز میں ہی فراغت حاصل کر لی۔ خلیفہ سید محمد حسن صاحب مرحوم وزیر اعظم ریاست پٹیالہ نے صما، پانچ سو روپیہ (حقیقت الوحی) جیب خاص سے اور بہتر روپیہ اوروں سے جمع کر کے بھیجا تھا جو براہین کے حصہ دوئم میں شائع ہو چکا ہے اوروں کی رقومات شائع نہیں ہوئیں۔ جب وہ توہین حسین علیہ السلام کی بناء پر مرزا قادیانی سے سخت بیزار ہو گئے تو انہوں نے واپسی کا کوئی مطالبہ نہیں کیا۔

ساڑھے آٹھ ہزار

۲..... یہ جتلا کر کہ اکثر کو کتابیں مفت دی گئیں اور اکثر کو پانچ روپیہ اور آٹھ آنے میں سرخود بن بیٹھے۔ کیا عمدہ حساب ہے جو کتاب براہین کی طرح کثیر الاشاعت ہو جو ستائیس برس میں چار دفعہ چھپ چکی ہے۔ اس کی قیمت پانچ سو صفحہ کے لئے آٹھ آنہ ہو سکتی ہے۔ پس اگر یہ مان لیا جائے کہ اوسطاً پانچ روپیہ ہی فی کتاب وصول ہوئے تو دو ہزار کتابوں کی قیمت دس ہزار روپیہ ہوئے۔ اگر پانچ فیصدی قیمت واپس کر دی گئی ہو تو دو ہزار میں سے سو اشخاص کی قیمت واپس ہوئی۔ یعنی کل پانچ سو روپیہ تب بھی ۹۵۵۰ روپیہ پس انداز رہے۔ اس حجم کی کتابوں پر دو ہزار

کے لئے زیادہ سے زیادہ ایک ہزار روپیہ صرف آ سکتا ہے۔ اس لئے یہ صرف نکال کر بھی آٹھ ہزار پانچ سو پچاس روپیہ پس انداز رہا۔ جو مخلوق خدا کی امانت ہے۔ یا تو حصہ رسد سب کو واپس ہونا چاہئے یا تین سو جزو جو عرصہ ستائیس سال سے حسب تحریر مرزا لکھے ہوئے پڑے ہیں۔ مکمل چھپ کر خریداران کو ملنی چاہئے۔

۳...... اس قدر روپیہ خورد برد کر جانا یا خریداروں کو خلاف عہد یہ کہہ کر ٹال دینا کہ اس قدر حصص کی قیمت پانچ روپیہ موزوں ہے۔ اگر بددیانتی اور بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے؟

۴...... پھر اگر حساب دینے بیٹھے تھے تو صحیح صحیح حساب کیوں نہیں دیا کہ کل براہین اس قدر چھپی۔ اس پر کل اس قدر صرف ہوا، مفت اس قدر گئی۔ پانچ روپیہ میں اس قدر، دس روپیہ میں اس قدر، پچیس روپیہ میں اس قدر، امداد اس قدر، موصول ہوا کل اس قدر ادا کیا گیا۔ باقی اس قدر محسنین براہین احمدیہ کی امانت ہے۔ جس سے دنیا صحیح نتیجہ نکال سکتی کیا ایسا گول مول حساب پیش کرنا ابلہ فریبی اور دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے؟

۵...... اپنے اعلان میں یہ جتلایا کہ بعض نے کتابوں کو خراب کر کے بھیجا اور ہم نے قیمت ادا کردی۔ مگر یہ نہ جتایا کہ آٹھ آنہ کی چیز کے بعض سے پانچ سو اور بعض سے سو سو روپیہ لیا۔

تنزیل قرآنی سے تشبیہ

۶...... ہر ایک انسانی معاملہ کو تنزیل قرآنی سے تشبیہ دینا، اگر گستاخی اور بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا قرآن مجید کی نسبت پیشگی روپیہ وصول کر لیا گیا تھا؟ کیا قرآن مجید کی نسبت خریداروں کو وعدہ دیا گیا تھا کہ اب اس کی طبع میں دیر نہ ہوگی؟ کیا آپ کی براہین کی طرح قرآن مجید آنحضرت ﷺ کی تصنیف تھا۔ کیا قرآن مجید تکمیل کو پہنچ کر ستائیس سال تک پوشیدہ رکھا گیا تھا؟ جب مرزا قادیانی خود اشتہار دے چکا کہ اس میں تین سو دلائل سے اسلام کی افضلیت کل مذاہب پر ثابت کی گئی ہے اور کتاب تین سو جزو کو پہنچ گئی ہے پھر اس تمام کو کیوں شائع نہ کیا گیا۔ اگر اس میں یہ حکمت نہیں کہ اس کی اشاعت سے اپنی لیاقت اور حقیقت کا دعویٰ طشت ازبام ہو جائے گا اور دس ہزار روپیہ انعام کے مدعی کھڑے ہو جائیں گے یا خریداروں کا ہضم کیا ہوا روپیہ اگلنا پڑے گا تو اور کیا مصلحت ہے؟

خدا نے وعدہ خلافی کرائی

۷...... پھر یہ ظاہر کرنا کہ خدا تعالیٰ نے کس مصلحت سے براہین کی تکمیل میں توقف ڈال دی تو اس میں کیا ہرج ہے۔ کیا تین سو بے نظیر اور قوی دلائل کا پوشیدہ رکھنا جن سے اسلام کی افضلیت

روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی کوئی مصلحت رکھتا ہے؟ کیا یہ ایسا ہی جواب نہیں جیسا ایک چور یا خونی ثبوت جرم کے بعد یہ کہہ دے کہ تقدیر نے ایسا کرا دیا۔ میرا کیا قصور ہے؟

کمینہ کون؟

۸...... جب بعض لوگ بے حد انتظار کے بعد براہین احمدیہ یا واپسی قیمت کا مطالبہ کرنے سے، جاہل، احمق، سفلہ، کمینہ، دنی الطبع، سفیہ ٹھہرے۔ تو مرزا قادیانی جس نے تھوڑے ہی دنوں کے بعد براہین کی پہلی جلد کی بابت جو محض ایک اشتہار ہے۔ تمام لوگوں سے اس کی واپسی یا پیشگی قیمت کا مطالبہ سخت الفاظ میں شروع کر دیا تھا۔ کیا ٹھہرا؟ احمق یا جاہل، یا سفلہ، کمینہ، دنی الطبع یا سب کچھ؟

۹...... پھر وہی چار جلدیں جو محض دیباچہ یا تمہید میں بار بار چہارم چھپوا کر معراج الدین عمر اشتہار دیتا ہے کہ ستائیس سال سے یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔ لیکن کسی کو اس کا مقابلہ کرنے اور انعام کے مطالبہ کرنے کا حوصلہ ہی نہیں پڑا۔ کیا یہ سفید جھوٹ نہیں ہے؟ کیا وہ تین سو بے نظیر دلائل جن کے مقابلہ کے واسطے دس ہزار روپیہ انعام رکھا گیا تھا۔ ان حصوں میں آ چکی، کیا کل براہین احمدیہ اسی قدر تھی اور مرزا قادیانی کا یہ شائع کرنا کہ اب یہ کتاب تین سو جز تک پہنچ چکی۔ اس میں تین سو بے نظیر دلائل ہیں۔ محض جھوٹ تھا؟ کیا انہی حصوں کی قیمت پچیس روپیہ اور سو روپیہ بھی گئی تھی؟

مرزا کی عیاری

۱۰...... پھر عجیب بے حیائی اور عیاری سے وہ لکھتا ہے کہ پہلے پہل جو ۱۸۸۰ء میں حضرت مصنف نے اس کتاب کو چھپوایا تھا تو اس کی قیمت پچیس روپیہ رکھی تھی۔ پھر اس کا حجم اتنا بڑھ گیا کہ اگر سو روپیہ بھی قیمت رکھی جاتی تو کم تھی۔ لیکن محض ہمدردی خلائق کے لحاظ سے انہوں نے اس کی قیمت نہ بڑھائی اور کتاب ہاتھوں ہاتھ اٹھ گئی۔ کیا سو روپیہ قیمت کے بھی تین جز تھے؟ پھر موجودہ ایڈیشن کی بابت لکھتا ہے کہ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت بلا جلد کے صرف پانچ روپیہ اور مجلد کے پانچ روپے بارہ آنے رکھی ہے۔ اے کانے دجالو! کیا اسی کا نام دیانت، امانت، خدا پرستی، راست بازی اور خدا ترسی ہے کہ صریح جھوٹ بولا جائے۔ دھوکہ دیا جائے۔ آٹھ آنہ کی شے کی قیمت پانچ روپیہ رکھ کر اس کا نام ہمدردی خلائق رکھا جائے۔ تمہید اور دیباچہ کو پوری کتاب بتلا کر پوری قیمت وصول کی جائے۔ پوری قیمت وصول کر کے اور سوا سو آدمیوں کو قیمت واپس دے کر کل کی طرف سے اپنے آپ کو فارغ البال سمجھا جائے۔ محض ایک دلیل کو تین سو دلائل کے برابر مشتہر کیا جائے۔ اے کانے دجالو! کیا نجات یافتہ ہونے کے یہی دلائل ہیں؟ کیا سچے رسولوں اور متقیوں کی یہی علامات ہیں؟ کیا انہی خوبیوں میں تمام دنیا پر فوق لے جانا، اپنے لئے بہشتی

ہونے کی دلیل اور دوسروں کے واسطے جہنمی ہونے کی دلیل ہے؟ کیا قبل از وقت یہ شائع کرنا کہ براہین میں تین سو بے نظیر دلائل سے اسلام کی افضلیت تمام مذاہب پر ثابت کی گئی ہے۔ سراسر جھوٹ اور جھوٹی شیخی نہیں تھا؟ اے کانے دجالو! کیا ایسے مکاید سے دنیا کو اپنے جال میں پھنسا لینا اور روپیہ ٹھگ لینا۔ تمہارے الٰہی کارخانہ کی عظیم الشان کامیابی کی دلیل ہے؟ کیا سچ ہے کہ "دجال کانا ہوگا مگر خدا کانا نہیں۔"

تحریر بالا جو اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔ اس کا جواب بدر مورخہ ۲۵ راکتوبر ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا ہے جو مرزائیوں کی معقولیت اور شائستگی اور راست بازی کا نمونہ ہے۔ اس لئے لفظ بلفظ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ مرزائی تو کبھی میری تحریر کو اپنے رسالوں اور اخباروں میں شائع نہیں کرتے اور یک طرفہ غل گپاڑہ مارا کرتے ہیں۔ کیونکہ "کانے دجال" ہیں۔ تاکہ اصل بات دبی رہے اور مشرک طبع، انسان پرست، دام افتادوں کی تسلی ہوجائے۔ میں ہمیشہ ان کے اصل الفاظ نقل کرکے اس پر قلم اٹھاتا ہوں تاکہ حق و باطل کا مقابلہ ہوجائے۔ مگر باطل پرستوں میں یہ طاقت کہاں ان کا تو کام ہی خیانت، افتراء اور شور و غوغا سے چلتا ہے۔ وہ تحریر بدر حسب ذیل ہے۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں مرتد کی دروغ بیانیاں

"اخویم منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پورہ نے ڈاکٹر مرتد سے خرید کی ہوئی چند ایک کتابیں اسے واپس کی ہیں۔ اس پر خان صاحب یک دفعہ آگ بگولا ہوکر ناپاک طبع لوگوں کی طرح مرزا قادیانی کو گالیاں دینے اور چوہڑے چماروں میں جیسے ناپاک الفاظ بولے جاتے ہیں وہ بولنے لگ پڑے ہیں اور اس گندہ دہانی کے اظہار کے واسطے آپ نے پیسہ اخبار کے پرچے کو برگزیدہ کیا ہے۔ پیسہ اخبار نے بھی غالباً غنیمت سمجھا ہے کہ ہندوؤں کے حق میں منافقانہ مضامین لکھ کر جو وہ اسلامی پبلک کو ناراض کر چکا ہے تو شاید اس کا عوض اس طرح ہوجائے کہ حضرت امامنا (مرزا قادیانی) کے حق میں دشنام دہی کے ساتھ اپنے اخبار کے کالم سیاہ کرکے پھر عوام کالانعام کو فریفتہ بنائے۔ کتابیں تو حبیب الرحمٰن نے واپس کیں اور ڈاکٹر صاحب نے گالیوں کی بوچھاڑ حضرت (مرزا قادیانی) پر شروع کردی ہے۔ لیکن یہ تعجب کی بات نہیں۔ کمینے لوگوں میں لڑائی کا ہمیشہ سے یہی دستور چلا آیا ہے کہ جب کسی پر خفا ہوتے ہیں تو اس کے پیر کو گالیاں دیا کرتے ہیں۔ اس مضمون میں ڈاکٹر مرتد نے اوّل سے آخر تک یہ رونا رویا ہے کہ براہین کی قیمت حضرت صاحب نے پیشگی وصول کرلی تھی۔ جس طرح جاہل عیسائیوں نے یہ طرز اختیار کیا ہوا ہے کہ مسئلہ جہاد، غلامی، قصہ زینب وغیرہ کے متعلق ہزاروں دفعہ تسلی بخش جواب دیئے جاچکے ہیں۔ مگر گورے

اور کالے پادری سر بازار پھر وہی مرغے کی ایک ٹانگ کا راگ الاپے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے مخالف بھی انہی باتوں کے معقول جوابات ہزاروں دفعہ سن کر پھر وہی بات رٹے چلے جاتے ہیں۔ اگر ڈاکٹر صاحب میں کچھ دیانت اور امانت کی بو ہوتی تو ان کو مناسب تھا کہ اول ان لوگوں کی فہرست پیش کرتے۔ جنہوں نے قیمت پیشگی دی تھی۔ جو چند ایک معدودآدمی تھے اور پھر اس کے مقابل میں ان لوگوں کی فہرست بھی رکھ لیتے جن کو کتاب مفت تقسیم کی گئی تھی یا صرف برائے نام قیمت پر اور پھر اس زمانہ میں لکھائی، چھپائی، کاغذ وغیرہ کے خرچ کا اندازہ کرتے۔ کیونکہ اس زمانہ میں قادیان میں کوئی مطبع نہ تھا۔ کام امرتسر میں چھپتا تھا۔ ریل بھی نہ تھی۔ پھر حضرت صاحب کے اشتہار پر جن لوگوں نے قیمتیں واپس لے لیں ان کی فہرست پیش کرتے۔ پھر اس کتاب کے ذریعہ سے غیر مسلمین پر جو حجت قائم ہو چکی ہے اس کی طرف نگاہ کرتے۔ پھر اسی براہین کے معاملہ میں مخالفین کو جو جواب وہ خود (خواہ صدق دل سے خواہ منافقانہ طور پر) دیا کرتے تھے ان پر ہی غور کر لیتے تو ان کو اس قدر دکھ نہ اٹھانا پڑتا۔ خیر اس پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے اور ایسا ہی حضرت صاحب کے پاس چندوں کے بہت آنے، یا گھر میں زیور کے ہونے پر جو کچھ مارے حسد کے ڈاکٹر صاحب یا ان کے ہم خیالوں کے سینوں کے اندر نار جہنم شعلہ زن ہے۔ اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جا سکتا ہے۔ جس کے واسطے سر دست گنجائش نہیں۔ میں نے اس وقت ایک نہایت مختصر لیکن ضروری بات کے لکھنے کے واسطے قلم اٹھایا ہے اور وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اسی مضمون میں جہاں لنگر اور مدرسہ اور میگزین اور الحکم کو بڑے بڑے چندے دینے کا احسان جتلایا ہے۔ وہاں اس اخبار کو بھی پانچ روپے سالانہ چندہ عطاء کرنے کا ممنون احسان بتایا ہے۔ حضرت کے پاس جو چندہ آتا ہے اس کا تو کوئی حساب نہیں رکھا جاتا۔ کوئی اپنی خوشی سے کچھ حضرت کے پیشکش کرتا ہے تو وہ لیتے ہیں۔ ورنہ وہ بھی کسی سے نہ مانگتے ہیں نہ جتلاتے۔ اس واسطے اس کے متعلق ڈاکٹر صاحب کو ہزاروں چھوڑ لاکھوں کا جھوٹ بولنے کی بھی گنجائش ہے۔ مدرسہ کا انتظام بھی کچھ مدت عاجز کے پاس رہا تھا۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ ڈاکٹر صاحب کے نام پر کبھی کوئی اسی رقم دیکھی گئی ہو جس پر وہ ڈینگیں مار رہے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کے ان تمام دعوؤں کی حقیقت کی مثال میں صرف اس اخبار کے ہی دلیرانہ جھوٹ کا افشاء کرنا کافی ہوگا۔ آج ڈیڑھ سال سے اخبار بدر کا چارج میرے پاس ہے اور آج تک اخبار برابر ڈاکٹر صاحب کو بھیجا جاتا ہے۔ ۱۹۰۵ء اور ۱۹۰۶ء کے چندے میرے سامنے لوگوں سے وصول ہوئے ہیں۔ بلکہ ۱۹۰۷ء کی بھی پیشگی قیمت بعض سے وصول ہو رہی ہے۔ لیکن اس ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ڈاکٹر

صاحب نے ایک پائی بھی آج تک میرے سامنے اخبار کو نہیں دی۔

میں تعجب کرتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب نے مرزا قادیانی کو چھوڑا۔ آنحضرت ﷺ کی رسالت کو بے کار مانا۔ انبیاء پر ایمان لانا غیر ضروری قرار دیا۔ مگر کیا عام اخلاقی باتیں بھی اب ان کے نزدیک قابل عمل نہیں اور کیا اب وہ ایسے خطرناک ہوگئے کہ صریح جھوٹ بولنا ان کے نزدیک نہ صرف جائز بلکہ فرض اور واجب کا درجہ رکھتا ہے۔ میں نے اس خیال سے کہ شاید گذشتہ سالوں میں برادر محمد افضل کو وہ پانچ پانچ روپیہ دیا کرتے ہوں پرانے رجسٹر نکال کر بھی دیکھے ہیں۔ مگر ان سے بھی کہیں شہادت نہیں ملتی کہ ڈاکٹر صاحب نے کبھی اخبار بدر کی ۵ روپے قیمت سالانہ دی ہو۔ رجسٹروں سے معلوم ہوا ہے کہ ۱۹۰۳ء کی قیمت آپ نے صرف دو روپے چھ آنہ دی تھی اور اس کے بعد کے سالوں کی قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ سالانہ کے حساب سے دی تھی۔ حالانکہ قیمت دو روپے بارہ آنہ سالانہ ہے۔ اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ لنگر کو جو آپ نے ہزاروں روپے دیئے ان کی حقیقت کیا ہے۔ باوجود اس جھوٹ کی عادت کے پھر ملہم ہونے کا دعویٰ جس شخص نے ایسی بے باکی سے دروغ بیانی پر کمر باندھی ظاہر ہے کہ اس کے الہامات میں شیطان کا کس قدر حصہ ہوگا اور رحمان کا کس قدر۔ اوّل تو خود ہی یہ کمینگی اور سفلہ پن ہے کہ میں نے یہ دیا تھا۔ وہ دیا تھا اور پھر اس پر جھوٹ۔ دراصل ڈاکٹر نے معلوم ہوتا ہے کہ خیال کیا ہوگا کہ وہاں کسی نے پڑتال تو کرنی ہی نہیں۔ چلو پیٹ بھر کر جھوٹ بولو کہ میں نے ہزاروں دے اور سینکڑوں خرچ، مگر جھوٹے کی عقل ماری جاتی ہے۔ ساتھ ہی اخبار بدر کے متعلق بھی پانچ روپیہ سالانہ چندہ دینے کا ذکر لکھ مارا اور یہ سوچ لیا ہوگا کہ محمد افضل مرحوم فوت ہوگیا ہے۔ کون پوچھے گا مگر یہ نہ سوجھا کہ ممکن ہے کہ پرانا ریکارڈ موجود ہو اور موجودہ کارکنان پرانے رجسٹروں کی پڑتال ہی کر بیٹھیں۔ نہایت افسوس ہے کہ اس کم حوصلگی اور دروغ بیانی کے ساتھ ایک شخص الٰہی سلسلے کی مخالفت میں خم ٹھونکتا ہے اور نہیں خیال کرتا کہ اس کی ہستی کیا ہے۔ باقی آئندہ!''

جواب بدر از ڈاکٹر

باقی آئندہ کی توفیق باطل کو نہ ملی اور نہ مل سکے گی۔ بحکم ''جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا '' میرے سوالات کے جوابات خوب دیئے گئے۔ اب ان پر کچھ اور لکھنے کی مجھے ضرورت نہیں۔ ہاں! اس تحریر میں جو نئے دجل کھلے ہیں اور جھوٹ بکواس مارا ہے۔ اس کو جتلائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

دجل وجھوٹ وبکواس

اوّل...... تو مجھ سے پیشگی قیمت دینے والوں کی فہرست طلب فرمائی ہے۔ سبحان اللہ! روپیہ تو وصول کرے مرزا اور فہرست طلب ہو مجھ سے؟ پہلے ایڈیشن کی تمام جلدیں فروخت ہو چکیں۔ اس کا ثبوت اسی قدر کافی ہے کہ پہلی ایڈیشن کے بعد براہین احمدیہ کئی بار چھپ چکی ہے۔ جن لوگوں نے پانچ روپیہ سے زیادہ قیمت دی۔ ان میں سے چند ایک کے نام جو مجھے معلوم ہیں حسب ذیل ہیں۔

آنریبل خلیفہ سید محمد حسن صاحب بہادر مرحوم وزیر ریاست پٹیالہ، پانچ سو روپیہ۔ منشی الٰہی بخش صاحب اکاؤنٹنٹ مصنف عصائے موسیٰ، دو سو روپیہ۔ مقبول شاہ صاحب شملہ پندرہ روپیہ، منشی وزیر علی صاحب شملہ دس روپے۔ میاں چراغ الدین صاحب کلرک چالیس روپیہ۔ پیر بخش صاحب دس روپیہ۔ شیخ عبداللہ صاحب دس روپیہ۔ میر عبداللہ صاحب دس روپیہ۔ مولوی علی محمد صاحب دس روپیہ۔ داروغہ عبدالرحیم خان صاحب دس روپیہ۔ منشی غلام محی الدین صاحب پندرہ روپیہ۔ منشی عبدالحق صاحب اکاؤنٹنٹ دس روپیہ۔ ڈاکٹر سید امیر شاہ صاحب دس روپیہ۔ میاں غلام رسول صاحب دس روپیہ۔ شیخ شمس الدین صاحب دس روپیہ۔ میاں چراغ الدین صاحب تاجر کتب دس روپیہ۔

اب رہا واپسی کا حساب سو اس کی کیفیت یہ ہے کہ جو جلدیں واپس ہوئیں تھیں وہ بھی فروخت ہو چکی۔ جو باقی رہی یا مفت دی گئی اس کا حساب البدر کو دینا چاہئے جو مرزا قادیانی کا اخبار ہے۔ نہ کہ غیر کو سچ ہے ”دجال کانا ہوگا پر خدا کانا نہیں۔“

مرزا کا چندہ مانگنا

دوم...... مرزا قادیانی کی نسبت لکھا ہے کہ وہ کسی سے کچھ طلب نہیں کرتے اور نہ جتلاتے ہیں۔ یہ سفید جھوٹ ہے۔ بار بار اخباروں اور اشتہاروں اور پرائیویٹ خطوں میں مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے سوالات پہنچتے ہیں۔ ۲۳، ۳۰؍جنوری ۱۹۰۷ء کے البدر میں مرزا قادیانی نے شائع کیا کہ ہر ایک بیعت کنندہ پر فرض ہے کہ حسب توفیق ماہواری یا سہ ماہی وار لنگر خانہ کا چندہ روانہ کرتا رہے۔ ورنہ ہر تین ماہ کے بعد اس کا نام بیعت سے خارج کیا جائے گا۔ اب رہا جتلانا تو یہ حق دینے والے کا ہے۔ نہ کہ لینے والے کا۔ لینے والا تو خاص کر جب بدنیتی اور بے ایمانی ساتھ ہو تو ہمیشہ چھپایا کرتا ہے۔ نہ کہ جتایا کرتا ہے۔ ”سچ ہے دجال کانا ہوگا پر خدا کانا نہیں۔“

البدر کے جھوٹ کی دستاویزی تردید

سوم...... لکھتا ہے کہ: "آج ڈیڑھ سال سے اخبار البدر کا چارج میرے پاس ہے اور آج تک اخبار برابر ڈاکٹر صاحب کو بھیجا جاتا ہے۔ ۱۹۰۵ء اور ۱۹۰۶ء کے چندہ لوگوں سے میرے سامنے وصول ہوئے۔ بلکہ ۱۹۰۷ء کی بھی قیمت پیشگی بعض سے وصول ہو رہی ہے۔ لیکن اس ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ڈاکٹر صاحب نے ایک پائی بھی آج تک میرے سامنے نہیں دی۔ پھر بقول شخصے، دروغگو را حافظہ نباشد۔ اسی اخبار میں آگے چل کر لکھتا ہے۔ رجسٹروں سے معلوم ہوا ہے کہ ۱۹۰۳ء کی قیمت آپ نے صرف دو روپیہ چھ آنہ دی تھی اور ۱۹۰۴ء کی بھی دو روپیہ چھ آنہ اور اس کے بعد سالوں کی قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ کے حساب سے دی تھی۔ حالانکہ قیمت سالانہ دو روپیہ بارہ آنہ ہے۔ پہلے تو لکھا کہ ۱۹۰۵ء، ۱۹۰۶ء میں ایک پائی نہیں دی اور پھر لکھا کہ ۱۹۰۴ء کے بعد سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ کے حساب سے قیمت دی۔" ماشاء اللہ نجات یافتہ جو ہوئے۔ سب جھوٹ معاف ہے۔ دروغ گویم بروئے تو۔ یہ صادق کا جھوٹ ہوا۔ اب محمد افضل سابق منیجر البدر کی بددیانتی اور کذب کا حال ملاحظہ فرمائیے۔ میں ہمیشہ بدر کی قیمت پانچ روپیہ سالانہ کے حساب سے دیتا رہا اور ۱۹۰۵ء، ۱۹۰۶ء کی بابت محمد افضل سابق منیجر البدر نے کارخانہ البدر کی نازک حالت ظاہر کر کے پیشگی قیمت کی بابت درخواست شائع کی تھی۔ اس پر میں نے اس کو اجازت دے دی تھی کہ ایک بار اخبار دس روپیہ میں وی پی بھیج کر مجھ سے دو سال کی قیمت وصول کر لے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس بیان کی تصدیق کے لئے میں پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب ڈاکخانہ جات ریاست کی اصل چٹھی کا ترجمہ ذیل میں شائع کرتا ہوں۔

محکمہ ڈاکخانہ جات ریاست پٹیالہ نمبر ۱۲۲۱۱

از جانب لالہ رگھبیر چند صاحب پوسٹ ماسٹر جنرل ڈاکخانہ جات ریاست پٹیالہ

بنام اسسٹنٹ سرجن عبدالحکیم خان صاحب ریاست پٹیالہ

جناب من! آپ کی چٹھیات مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۰۶ء، ۵ جنوری ۱۹۰۷ء کے جواب میں، میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ مفصلہ ذیل قیمت طلب پارسل آپ کے نام قادیان سے ماہ جنوری ۱۹۰۵ء میں پہنچے تھے جو سنور کے برانچ آفس سے تواریخ ذیل پر آپ کو دے گئے۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ جو قیمت طلب پارسل آپ کو مارچ ۱۹۰۳ء میں ملے تھے۔ میں ان کا سراغ نہیں لگا سکتا۔ کیونکہ اس وقت کا ریکارڈ اس وقت موجود نہیں ہے۔

دستخط: پوسٹ ماسٹر جنرل ریاست پٹیالہ

پارسل نمبر ۲۳۵، قیمتی پانچ روپیہ بتاریخ ۳۱ دسمبر ۱۹۰۴ء
پارسل نمبر ۸۵۵، قیمتی دس روپیہ تین آنہ بتاریخ یکم جنوری ۱۹۰۵ء
ہر دو پارسل آپ کو بتاریخ ۸ جنوری ۱۹۰۵ء کو ادا کیے گئے۔

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ صادق کا جھوٹ تو خود اس کی تحریر میں دیکھ لو اور محمد افضل کا پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب کی تصدیق سے۔ یہ ہر دو مرزائی تعلیمات کے پھیلانے کے ذمہ دار وجود ہیں۔ میں نے صادق مرتد کے نام پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب کی تصدیق بھیج کر لکھا کہ آپ معذرت کے ساتھ اس کو شائع کر دیں۔ ورنہ آپ جانتے ہیں کہ لائے بل کے واسطے یہ معاملہ کیسا صاف ہے۔ مگر جواب ندارد۔

ایک الحکم کا بھی قول صادق سنئے۔ ۷ر نومبر ۱۹۰۶ء کو مرزا قادیانی کے کلمات اخبار البدر میں حسب ذیل شائع ہوئے۔ ''آج رات لنگر خانہ کے اخراجات کی نسبت میں قریباً ۱۲ بجے رات کے اپنے گھر کے لوگوں سے بات کر رہا تھا کہ اب خرچ ماہواری لنگر خانہ کا پندرہ سو سے بھی بڑھ گیا ہے۔ کیا قرضہ لے لیں۔'' مگر ۷ار جنوری کا اخبار الحکم یہ لکھتا ہے کہ ''کسی صورت میں لنگر خانہ کا خرچ تین ہزار روپیہ ماہوار سے کم نہیں۔'' سالانہ جلسہ کے اخراجات کے لئے الحکم ۱۷ر دسمبر ۱۹۰۶ء میں کم از کم ڈیڑھ ہزار روپیہ علیحدہ طلب کیا۔ اب نہ معلوم پیر سچا ہے یا مرید؟ مگر دیانت و امانت اور صفائی حساب میں دونوں کامل ہیں۔ یہ کسی نے نہیں بتلایا کہ سال بھر میں مہمانوں کی اوسط کیا ہے۔ جس کے واسطے بقول پیر ڈیڑھ ہزار روپیہ ماہوار سے زیادہ چاہئے اور بقول مرید تین ہزار سے زیادہ اور سالانہ جلسہ کے لئے ڈیڑھ ہزار علیحدہ۔ کیا کوئی مرزائی سچ بولنے کا حوصلہ کر کے البدر یا الحکم کے ذریعہ شائع کر سکتا ہے کہ سال گذشتہ میں مہمانوں کی اوسط یومیہ کیا رہی۔ ریویو آف ریلیجنز کے دو جھوٹ بھی قابل بیان ہیں۔ اوّل: تو یہ کہ میری نسبت شائع کیا کہ پٹیالہ میں بھی ایک جھوٹا نبی ظاہر ہوا ہے۔ جس کا نام عبدالحکیم خاں ہے۔ (میگزین دسمبر ۱۹۰۶ء) امیر حبیب اللہ خان شاہ افغانستان کے ایام سیاحت میں محمد علی ایم۔اے نے شائع کیا کہ امیر صاحب مرحوم نے ملا عبداللطیف کو محض اس بنا پر قتل کرایا کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ کا وفادار اور جہاد کا مخالف تھا۔ یہی سفید جھوٹ مرزا قادیانی نے البدر مورخہ ۹ر مئی ۱۹۰۷ء میں شائع کیا اور اسی کا اعادہ بار بار حقیقت الوحی میں کیا ہے۔

باب ششم

تمام اہل الہام لوگ جو دجال کے جال میں پھنس بھی جائیں آخرکار ہدایت غیبی کے ذریعہ سے اس کے مخالف ہو جاتی ہیں

اس امر کی تشریح کے لئے ہمیں بہت سے نظائر جمع کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس بارہ میں خود مرزا قادیانی بدر مورخہ ۱۴؍فروری ۱۹۰۷ء میں شائع ہو چکا ہے۔ جس کو اکمل آف گولیکے نے شائع کرایا ہے اور وہ اسی کے الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

''ازاں بعد میں نے عرض کیا ایک نوجوان احمدی یہ الہامات سناتا ہے۔ رؤیا میں خلقت نے مجھے سجدہ کیا۔ بہشت کی سیر کی اور الہام ہوا ''انا النذیر المبین'' فرمایا یہ بڑے ابتلاء کا مقام ہے۔ میرا مذہب تو یہ ہے کہ جب تک درخشاں نشان اس کے ساتھ بار بار نہ لگائے جائیں۔ تب تک الہام کا نام لینا بھی سخت گناہ اور حرام ہے۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ قرآن مجید اور میرے الہامات کے خلاف تو نہیں۔ اگر ہے تو یقیناً خدا کا نہیں ہے۔ بلکہ شیطانی القاء ہے۔ اصل میں ایسے تمام لوگوں کی نسبت میرا تجربہ ہے کہ انجام کار ہلاک ہوتے ہیں۔''

خود ہی تو اپنے الہامات شائع کر چکے ہیں اور تورات سے تصدیق پیش کیا کرتے ہیں کہ اہل الہام لوگ مسیح کے مریدوں میں بکثرت ہوں گے اور خدا الہام کے ذریعہ سے لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرے گا اور عام اعلان شائع کرتے رہے ہیں کہ جن لوگوں کو ہماری نسبت خوابات آئیں یا الہامات ہوں۔ وہ قسمیہ ہمارے نام لکھتے اور اخباروں میں شائع کراتے رہیں۔ چنانچہ الحکم اور البدر میں مدتوں مرزا قادیانی کی تائید میں لوگوں کے خوابات اور الہامات شائع ہوتے رہے۔ ایک خط میں یہاں تک لکھا کہ فطری دین ایک لعنت ہے۔ جب تک اس کو نشانوں سے قوت نہ ملے۔ مگر تجربۃً معلوم ہو گیا کہ تمام اہل الہام لوگ آخرکار ہدایت ربانی سے اس کے خلاف ہی ہوتے رہے تو صاف اقرار کرنا پڑا کہ اصل میں ایسے لوگوں کی نسبت میرا تجربہ ہے کہ انجام کار ہلاک ہوتے ہیں سچ ہے۔ ''الحق یعلوا و لا یعلیٰ'' حق غالب ہوتا ہے۔ مغلوب نہیں ہوتا۔ آخرکار سچا اقرار منہ سے نکل ہی گیا۔ مگر ساتھ دجالیت ضرور ملادی۔ یعنی تمام اہل الہام لوگوں کا آخرکار اس کے مخالفت ہو جانا تو صحیح امر ہے اور مسیحیت کا جزو ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ کہہ دینا کہ وہ ہلاک ہوتے ہیں۔ یہ اس کی دجالیت ہے۔ اس واسطے ''مرزا قادیانی کا نام احادیث صحیحہ میں المسیح الدجال ہے۔'' یعنی جس قدر خداوند عالم کی توحید، تجید، تحمید، تسبیح اور تقدیس میں یا نعت رسول

اللہ ﷺ میں یا تائید اسلام اور تقدیس انبیاء میں یا تعلیم، دعاء، تقویٰ اور اخلاق میں اس کی قلم سے نکلتا ہے...... یہ سب کچھ خلوص نیت سے نہیں ہوتا۔ بلکہ مسلمانوں کو پھنسانے کے واسطے ایک جال ہوتا ہے اور ساتھ ہی صریح دجالیت کے قول اور فعل اس سے صادر ہوتے ہیں۔ مثلاً دعویٰ نبوت ورسالت، بدعہدی، بددیانتی، کسی کام کے واسطے بڑے بڑے اشتہار دے کر روپیہ وصول کر لینا۔ اس کو خورد برد کر جانا، کذابی، عیاری، اصراف، بہشتی مقبرہ کی تیاری، منارہ کی تعمیر۔ اپنے آپ کو بمنزلہ خدا یا بمنزلہ توحید وتفرید خدا۔ یا بمنزلہ اولاد خدا کہنا...... یہ اس کی دجالیت کا تقاضا ہے۔ پس اس کی بعض پیش گوئیوں اور اچھی باتوں سے مطلق انکار کرنا بھی غلطی ہے۔ کیونکہ نبی صادق ﷺ نے اس کو مسیحیت اور دجالیت کا مرکب فرمایا ہے۔ اگر اس میں مسیحیت کے اجزاء نہ ہوں اور خالص دجالیت ہی ہو تو مسلمان کیسے اس کے جال میں پھنسیں اور رسول صادق کی پیش گوئی کیسے پوری ہو۔ جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ستر ہزار چوغہ پوش میری امت میں سے اس کے تابع ہو جائیں گے۔ المسیح الدجال کا نام اس پر کیسے منطبق ہوا اور انجیل شریف کے وہ الفاظ کیسے صادق ہوں کہ جھوٹے مسیح اٹھیں گے اور نشان دکھلائیں گے اور قریب ہے کہ برگزیدوں کو بھی گمراہ کر لیں۔ اگر بڑے بڑے نشانات کے ساتھ کانی باتیں ملی جلی نہ ہوں تو پھر حدیث کے وہ الفاظ کیا معنی رکھ سکتے ہیں کہ ''دجال کانا ہوگا پر خدا کانا نہیں۔''

ایک طرف تو یہ قول کہ دنیا میں تمام تباہی، مصیبت، زلزلہ، آتش فشانی، وبا، طوفان وغیرہ اسی کے خلاف کا نتیجہ ہے۔ ساتھ ہی کسی ارادے میں کامیاب نہ ہونا اور سخت از سخت مخالفوں کا صحیح وسلامت رہنا۔ گویا کہ خدائی کا کانا دعویٰ ہے۔'' الغرض سچ سچ یہ المسیح الدجال کانا دجال ہے۔''

میرے خواب

اب میں تمثیلاً اپنے ان خوابات والہامات کا مختصراً ذکر کرتا ہوں۔ جن کے ذریعہ سے خداوند عالم نے میری رہنمائی کی اور آخرکار مجھ کو دجالی پھندے سے نجات بخشی۔ ان پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ابتداء سے مجھ کو الہامات مرزا قادیانی کے برخلاف ہوتے رہے۔ مگر اس کی مسیحیت کے جالوں نے مجھے کچھ سمجھنے نہ دیا۔ آخرکار خداوند عالم کے زبردست ہاتھ نے اپنے خاص فضل سے مجھے اس دلدل سے نکالا۔ فالحمدللہ! الحمدللہ! جب مجھے الہامات مرزا قادیانی کے خلاف بکثرت ہونے شروع ہوئے۔ تب میں نے خیال کیا کہ یہ خلاف اور رنج کی وجہ سے شیطانی القاء نہ ہوں اور میں نے دعاء کی کہ اے خداوندا اپنے کلام کے طفیل میرا اطمینان فرما۔ تب آیات قرآنی واحادیث صحیحہ مرزا قادیانی کی تردید میں بذریعہ خواب والہام معلوم ہونی شروع ہوئیں۔

جیسا کہ تمثیلات ذیل سے ظاہر ہوا۔

۱۵/جولائی ۱۸۹۷ء کو مرزا قادیانی نے ایک درخواست الفاظ ذیل میں شائع کی تھی کہ ''سب (مخالف) میری نسبت دعا کریں اور جو حال میرا ان پر خوابوں میں ظاہر ہو۔ اس کو میرے پاس لکھنے کر بھیجیں میں شائع کردوں گا۔'' مگر مرزا قادیانی نے حسب عادت مستمرہ وسنت موکدہ خود اس وعدے کا ایفا نہ کیا۔ میں نے جس قدر خوابات لکھ کر بھیجے۔ وہ اس نے اپنے اخبارات میں شائع نہ کئے۔ بلکہ نورالدین کے خطوط تو الحکم والبدر میں شائع ہوئے۔ مگر میری طرف سے جو ان کے جوابات پہنچے وہ مطلق شائع نہ کئے۔ اس لئے حسب درخواست مرزا اس کے متعلق خوابات کو اپنے اس رسالہ میں شائع کرنا پڑا۔

مرزا کی تائید آنحضرت ﷺ سے علیحدگی

پہلے پہل جب میں نے الذکر الحکیم نمبر:۱، ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی کی تائید میں لکھنا شروع کیا تو مجھ خواب میں یہ ارشاد ہوئے تھے۔'' قل الحمدللّٰہ رب العلمین ۰ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ '' ان الہامات میں صاف ارشاد تھا کہ اس خدا کی حمد کر۔ جو رب العالمین ہے۔ اللہ کے سوائے کوئی اور معبود نہیں اور محمد اللہ کا رسول ہے اور کسی شخص کی حمد کی ضرورت نہیں۔ نہ کسی اور کی رسالت کی ضرورت ہے۔ مرزا قادیانی کی تائید میں کچھ لکھنا گویا کہ خدا کی حمد اور توحید اور محمد مصطفی ﷺ کی رسالت سے علیحدہ ہوتا تھا۔ مگر المسیح الدجال کے اندھیروں نے مجھے کچھ دیکھنے نہ دیا۔ پھر جب مرزا قادیانی کے بارہ میں استخارہ کیا تو خواب میں ارشاد ہوا۔'' ولهم عذاب الیم بما کانوا یکذبون '' مگر مرزا پرستی کے نشہ میں میں نے یہ سمجھا کہ یہ مخالف علماء کی طرف اشارہ ہے۔ حالانکہ اگر مخالفوں کی طرف اشارہ ہوتا تو'' یکذّبون '' چاہئے تھا نہ کہ '' یکذبون '' تاہم چونکہ دل میں مرزا قادیانی کی طرف سے تردد ہوا اور دل نے چاہا کہ مرزا قادیانی کی تائید میں کچھ معلوم ہو تو پھر خواب میں معلوم ہوا۔'' ناقة اللّٰہ وسقیها '' میں نے اس آیت کو مرزا قادیانی کے حق میں اچھے معنوں میں لیا اور یہ نہ سوچا کہ اوّل: تو تمنا کی وجہ سے القائے شیطانی ہے۔ دوم: اگر اس کو رحمانی مانا جائے تو اس کے صحیح معنی یہ ہیں کہ مرزا قادیانی انسانیت سے دور اور ایک حریص اونٹنی کے مشابہ ہے۔ اس کا مشن محض یہی ہے کہ اس کو چندے دیتے رہو۔

مرزا چندوں سے موٹا ہو گیا

ایک خواب میں دیکھا کہ مرزا قادیانی ایک کیم وشیم جرنیل کی صورت میں ایک تیز

گھوڑے پر سوار تیزی کے ساتھ دوڑائے جا رہا ہے اور میں ایک پیپل کے درخت کے نیچے کھڑا ہوں۔ اس کی تعبیر ظاہر اً یہ ہے کہ پیپل کا درخت اسلام ہے۔ مرزا قادیانی کو اس سے کچھ تعلق نہیں اور چندوں سے موٹا تازہ ہو کر اپنے نفس کے راستہ پر سوار چلا جا رہا ہے۔ تمام خوابات متذکرہ بالا الذکر الحکیم نمبر:۱ میں درج ہیں۔ جو ۱۸۹۱ء میں چھپا تھا۔ الذکر الحکیم نمبر:۴ کا دوسرا خط جب میں نے لکھا تو اس سے پہلی رات کو مجھے نہایت صفائی کے ساتھ یہ الہام ہوا۔ ''یا ایها النفس مطمئنة الرجعی الی ربك راضیة مرضیة ، فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی '' اے نفس اطمینان یافتہ تو اپنے رب کی طرف واپس آ۔ تو اس کو خوش کرنے والا اور وہ تجھے خوش کرنے والا ہے۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں داخل ہو۔ گویا کہ مرزا قادیانی کے مخالف ہونا، انسان پرست جماعت سے نکل کر خدا پرستوں میں داخل ہونا اور جنت میں داخل ہونا تھا۔

برہنہ مرزائی، برہنہ لاش

پھر اسی رات کو مرزا قادیانی مشن کا خاکہ دکھایا گیا کہ چند برہنہ مرزائی ہیں جو ایک سیاہ ننگی نعش کو اٹھائے جاتے ہیں اور کہتے ہیں عیسیٰ آ گیا، عیسیٰ مر گیا، عیسیٰ آ گیا، عیسیٰ مر گیا۔ الذکر الحکیم نمبر:۴ کی نسبت الہام ہوا...... دجالی فتنہ تیرے ہاتھ سے پاش پاش کرایا جائے گا۔ مرزا قادیانی کی نسبت الہام ہوا۔ ''فریقاً کذبتم وفریقاً تقتلون '' مرزا قادیانی نے جو میری ہلاکت کا الہام شائع کیا اور رو رو کر میرے برخلاف بددعائیں کیں تو اس کے مقابلہ پر مجھے یہ الہامات ہوئے۔ سرداد و نداد دست در دست یزید۔ آسماں بار امانت نتوانست کشید۔ لاجرم قرعہ بنام من دیوانہ زدند۔

تمام خوابات والہامات متذکرہ بالا الذکر الحکیم نمبر:۴ میں درج ہیں۔ ذیل میں بے شمار خوابات میں سے چند ایک اور درج کرتا ہوں۔

اوّل...... وہ خوابات والہامات جن میں مرزا قادیانی کی تباہی اور ہلاکت کی خبر ہے اور اپنی سلامتی وعزت کی:

مرزا قادیانی کذاب

۱...... ۱۲ر جولائی ۱۹۰۶ء۔ مرزا قادیانی مصرف ہے، کذاب ہے اور عیار ہے۔ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا اور اس کی میعاد تین سال بتلائی گئی۔

مرزا دجال

۲...... ۱۶؍ اگست ۱۹۰۶ء۔ ایک جگہ پر چند مرزائی میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے نجات یافتہ ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ کیا خداوند عالم رب العالمین نہیں رہا اور وہ کسی اور کی نہیں سنتا؟ ایک میلے پوش مرزائی نے کہا کہ ہماری ہی سنتا ہے۔ میں نے کہا کہ تیری حیثیت ضرور ایسی معلوم ہوتی ہے۔ پھر وہ مرزائی ایک میلے خیمہ کی طرف چلے۔ جو گویا کہ مرزا قادیانی کا خیمہ ہے۔ اس کے اندر مرزا قادیانی ہے اور اس کے اندر ردیئوں کی روشنی ہے۔ میں اس خیمہ کے قریب سے ایک راستہ کی طرف روانہ ہوا اور دعا کرتا جا رہا ہوں۔ اے خداوند! ان ظالموں کو غارت کر۔ اے خداوند! ان بدمعاشوں کو غارت کر۔ پھر ایک جگہ مجھے منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار ملے وہ کہنے لگے۔ ڈاکٹر صاحب آپ کو مرزا قادیانی کے برخلاف بہت غصہ ہے۔ میں نے جواب دیا کہ کیا آپ کے نزدیک اس کو دجال، عیار اور کذاب کہنا غصہ کے الفاظ ہیں۔ حالانکہ یہی الفاظ حدیث شریف میں دجال کے واسطے آئے ہیں جو شخص کذاب ہو اور نبوت کا مدعی وہ بلاشک دجال ہے۔ پھر اس کی عیاری کا بیان انجیل شریف میں اس طرح پر آیا ہے کہ کرامتیں اور نشانات دکھائے گا اور قریب ہے کہ برگزیدوں کو بھی گمراہ کر دے، اور حدیث شریف میں اس طرح پر آیا ہے کہ ستر ہزار سبز پوش میری امت میں سے دجال کے تابع ہو جائیں گے۔ اس پر منشی محبوب عالم صاحب نے جواب دیا کہ نہیں یہ الفاظ غصہ کے نہیں ہیں۔

مرزا شیطان

۳...... جس روز مرزا قادیانی کا یہ الہام میری نظر سے گذرا، صبر کر خدا تیرے دشمن کو ہلاک کرے گا۔ (تذکرہ طبع سوم ص۶۷۰) دوپہر کے وقت میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کہہ رہا ہوں کہ ملا محمد بخش کا کیا بگڑ گیا جو میرا کچھ بگڑ جائے گا اور پھر ایک کمرہ میں پھرتا ہوا مرزا قادیانی کی نسبت کہہ رہا ہوں۔ شیطان، شیطان، شیطان اور گویا کہ قریب کے کمرہ میں مرزا قادیانی ہے اور وہ سن رہا ہے۔ پھر لفظ جو شریف کی نسبت میں شائع کر چکا تھا۔ اس کی نسبت معلوم ہوا کہ دجالی کارخانہ تباہ ہو جائے گا۔ مگر چونکہ فنا کا لفظ شائع ہو چکا ہے۔ اس لئے اللہ اس کو بھی پورا کرے گا۔

۴...... ۲۷ یا ۲۸؍ اگست ۱۹۰۸ء۔ ایک خواب میں مرزا قادیانی کے ساتھ بحث کرتے ہوئے کہا کہ خدا اپنے بندے کو سلامت رکھے گا۔

۵...... ۳؍ ستمبر ۱۹۰۶ء صبح بیداری کے وقت یہ الفاظ میرے نہیں بلکہ میرے خداوند کی طرف سے ہیں۔ ’’یلقی الروح علی من یشاء من عبادہ‘‘ اشارہ سہ سالہ پیش گوئی کی طرف۔

۶...... ۵رستمبر۱۹۰۶ءکومرزا قادیانی کی نسبت الہام ہوا۔وہ بالکل جھوٹا ہے۔

۷...... ۲۴رستمبرصبح ۴ربجے کے قریب۔(۱)فتح محمد خاں کی طرف سے ایک خط آیا ہے۔اس کی پیشانی پرلکھا ہے:''حکم حاکم سے۔'' میں اوّل تو پیشانی دیکھ کر بہت ڈرا کہ یہ کیا فوجداری معاملہ ہے۔مگر جب اس کو پڑھاتو معلوم ہوا کہ میری نسبت بہت تعریفی الفاظ ہیں۔(۲)ایک جگہ چارپائی پر میں پڑا ہوں اورڈپٹی نصراللہ خان میرے سراہنے کی طرف بیٹھے اور مجھ سے نسخہ پوچھتے ہیں۔میں گویا بخار میں مبتلا اورحالت ضعف میں ہوں اور جواب نہیں دیتا۔تب حکیم عبدالرحمٰن نے جو میرے دائنی طرف پائنتی کی طرف بیٹھے تھے میری پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دیکھا کہ بخار ہے اور کہا کہ میں آپ کے واسطے نسخہ لکھ دوں۔میں نے کہا اچھا لکھ دو۔منگوالیا جائے گا۔اتنے میں ایک شخص کہتا ہے کہ آپ کے مکان کی چھت پر دمنکری نے ایک سانپ مارا ہے۔یہ سن کر میں ایک لکڑی لے کراس کے مارنے کے واسطے بھاگا اوراوپر چڑھا۔دیکھتا کیا ہوں کہ سانپ حرکت کررہا ہے۔تب قریب پہنچ کرمیں نے اسے لکڑی سے چھیلنا شروع کیا۔پھراس سانپ کے چند ٹکڑے ہو گئے۔مگر تب بھی وہ بولتا اورشور کرتا رہا۔ایک ٹکڑا اچھل کراڑا۔میں نے لکڑی سے مارکراسے ایک طرف پھینک دیا۔پھروہ اچھا۔پھر لکڑی سے اسے ایک طرف پھینک کر چھیلنا شروع کیا۔دل میں یہ بھی خیال ہے کہ کہیں یہ اڑکر کاٹ نہ لے۔مگر جب اس ٹکڑے کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں اس کا سر نہیں ہے۔

۸...... خواب والدہ مبارک احمد۔ایک مکان ہے اس کے بائیں طرف ایک چبوترہ چونہ کا عمدہ سا بنا ہوا ہے۔سانپ والی عورت سانپ لئے بیٹھی ہے۔مبارکہ بھی دیکھنے گئی۔جب مجھے خبر ہوئی کہ مبارکہ گئی ہوئی ہے تب میں نے اسے بلوانا چاہا۔تب میری ممانی خورد نے کہا کہ وہ سانپ کاٹتا نہیں اسے تو سانپ والی گلے میں ڈالتی ہے اور ہاتھ میں پکڑتی ہے۔میں نے مبارکہ کو بلوالیا۔پھر میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا۔پھرانہوں نے کہا کہ آج تو سانپ کو پکاؤ۔میں نے کہا کہ سانپ والوں کی تو یہ کمائی ہے۔وہ پکانے کے واسطے کیوں دیوے گی۔خیراتنے میں وہ سانپ والی عورت سانپ لے کر ہمارے پاس آئی اور کہنے لگی کہ سانپ پکالو۔بہت عمدہ ہوتا ہے۔میں نے کہا سانپ میں تو زہر ہوتا ہے۔میں نہیں پکاتی۔اس نے کہا کہ زہر تو پونچھ میں ہوتی ہے۔خیروہ یہ کہہ کر چاقو لے کراسے کاٹنے لگی اوراسے اس کا نام لے کر بلاتی جاتی تھی جو کہ میرے یادنہیں رہااور کہتی تھی کہ خوب ہوشیاری سے لے پھروہ کاٹ کر جب قریب سر کے آئی۔میں نے کہا مجھے ڈرلگتا ہے۔پھر سانپ والی نے اس کا منہ کھولا۔اس کی زبان منہ تک نکلی ہوئی

تھی۔ اسے کہا کہ اس کی زبان پر ہاتھ لگا۔ زہر نہیں۔ پھر میں نے اس کے کہنے سے اس سانپ کی زبان پر انگلی رکھی مجھے انگلی میں اکڑ سی معلوم ہوئی۔ پھر مبارک زبان پکڑنے لگی میں نے اس کا ہاتھ روک دیا۔ پھر اس عورت نے گوشت کاٹ کر دیا کہ لو پکالو۔ بہت عمدہ ہوگا۔ میں نے کہا میں تو نہیں پکاتی۔ مجھے تو اس سے ڈر لگتا ہے۔

مرزا پر لعنت اور تف

۹...... ۱۹؍اکتوبر ۱۹۰۶ء۔ مرزا قادیانی برہنہ ایک چارپائی پر لیٹا ہوا ہے اور میں پرزور الفاظ میں اس کو کہہ رہا ہوں کہ تو خداوند عالم کا بھی جلال قائم کرنے آیا تھا کہ خداوند عالم کی پرستش ہیچ ہے۔ جب تک مجھ کو نہ مانا جائے لعنت ہے تیری اس توحید پر اور تف ہے تیری اس تفرید پر۔ لعنت اور تف کے الفاظ مجھے اچھی طرح سے یاد ہیں۔

۱۰...... (مرزائیوں کی طرف اشارہ) انہیں کا شیرازہ کھل جائے گا۔

۱۱...... ۳۰؍اکتوبر ۱۹۰۶ء۔ ایک خط پہنچا۔ جس میں یہ درج تھا۔ ”مرزا قادیانی پھیپھڑے کے مرض سے ہلاک ہوگیا ہے۔“

۱۲...... ۷؍نومبر ۱۹۰۶ء صبح ساڑھے پانچ بجے بہران بیگ کی زبان پر حالت نیم بیداری میں، الفاظ ذیل جاری ہوئے۔ یا اللہ! یا وحدہ لاشریک۔ صدقہ اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ ڈاکٹر صاحب کو امتحان میں پاس کردے۔

۱۳...... ۱۰؍نومبر کی صبح کے ۵ بجے امتحان فرسٹ گریڈ کے متعلق ڈاکٹر چارلس صاحب نے خواب میں کہا۔

Well Abdul Hakim Khan, you have done exvellently.

مرزا پر الٹ گئیں

۱۴...... ۶؍دسمبر ۱۹۰۶ء کو محمد حسین مراد آبادی مرزائی خواب میں ملا۔ میں اسے کہہ رہا ہوں کہ اب وہی لعنتیں جو مرزا قادیانی اوروں پر برسایا کرتا تھا اب اس پر الٹ پڑیں اور وہ تمہیں اب کچل ڈالیں گی اور تمہارا صفایا ہو جائے گا۔

۱۵...... ۱۸؍دسمبر ۱۹۰۶ء۔ دجالی فتنہ میرے ہاتھ سے پاش پاش ہوگا اور میں مسیح ہوں۔

۱۶...... ۲۵؍اپریل ۱۹۰۷ء۔ (۱) مرزا قادیانی پر ایک بجلی گرے گی۔ تا سیاہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد۔ (۲) شب رام ملازم شفاخانہ نے مجھ سے کہا کنکا کو ہوگیا۔ پھر یہ الہام ہوا۔ ”انا نبشرک

غلام اسمه یحییٰ ۔ فالحمد لله ‘‘ کہ یہ لڑکا ۲۸،۲۹؍اپریل کی درمیانی رات میں پیدا ہوگا۔

پھٹے منہ

۱۷…… ایک طول طویل خواب میں میں نے مسلمانوں کے اتفاق پر گفتگو کرتے ہوئے تقریر ذیل کی کی۔ اسلام ایک ایسی رسی کے مشابہ ہے جو مختلف قسم کے ریشوں سے بنی ہوئی ہے۔ جن میں بعض روئی کے، بعض اون کے، بعض ریشم کے اور بعض پٹ سن کے۔ پس اگر آپ اپنے ریشوں کو الگ کر لیں اور میں اپنوں کو۔ تو وہ رسی نہ رہے۔ اسی مثال کے ساتھ قرآن مجید میں حکم ہے۔ ’’واعتصموا بحبل الله جمیعاً ولا تفرقوا ‘‘ اور بھی آیات بینات میں نے بلاکسی تحریف وتاویل کے اس ثبوت میں پیش کیں۔ مرزائی عبدالکریم نے ان کا خلاف کرنا چاہا۔ میں نے کہا۔ ’’پھٹے منہ تیری اس سمجھ اور مخالفت پر۔‘‘ پھر میں نے مرزا قادیانی کی خود پرستی پر گفتگو کرتے ہوئے مرزا قادیانی اور اس کے ایک ساتھی کے طرف خطاب کر کے کہا۔ لعنت ہے تیری اس توحید پر۔ کیا تو بھی جلال الٰہی ظاہر کرنے آیا تھا کہ فطرت اللہ لعنت سے خدا کا ماننا۔ اعمال اور فطرت ہیچ ہیں۔ جب تک تجھ کو نہ مانا جائے۔ اے خدا ان بدمعاشوں کو غارت کر۔ اے خدا ان ظالموں کو غارت کر۔ اے خدا ان حرامزادوں کو غارت کر۔ اس کے بعد آیت ذیل میری زبان پر جاری ہوئی اور میں بیدار ہوگیا۔ ’’یاعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ ومطهرك من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا والیٰ یوم القیامة‘‘

چودہ ماہ میں مرزا مر جائے گا

۱۸…… یکم رجولائی ۱۹۰۷ء (مرزا قادیانی کی نسبت) آج سے چودہ ماہ تک بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔

دوم…… وہ خوابات والہامات جن میں آیات قرآنی واحادیث نبوی در دلائل علمی مرزا قادیانی کے ہیں دکھائی گئیں:

۱…… ۲۸ر نومبر ۱۹۰۶ء۔ صبح بیداری کے وقت، خواب میں مولوی عبداللہ خاں اور چند مرزائی مجھے ملے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ احقاق حق کے طور پر آپ گفتگو کر لیں۔ تب میں نے حدیث ذیل پڑھی۔ ’’ثلثون دجالون کذابون، کلهم یزعم انه نبی الله الا لا نبی بعدی وانا خاتم النبیین ‘‘ یہ حدیث سنا کر میں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں چار بار کیسی وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ میرے بعد جو نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ دجال، کذاب ہے۔ مرزا قادیانی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس لئے وہ دجال، کذاب ہے۔ اس پر ایک مرزائی بولا

کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت کا نہیں اس پر مولوی عبداللہ خان نے کہا کہ نہیں نبی ہونے کا دعویٰ تو ہے۔اس کے بعد میں بیدار ہوگیا۔

۲...... ۲۷رنومبر ۱۹۰۶ء کی رات کو مولوی عبداللہ خاں نے ایک کاغذ میرے پیش کیا۔ جس میں کچھ چندہ یا کسی درخواست کے واسطے چند لوگوں کی ایک فہرست ہے۔ میرا نام مولوی عبداللہ خان نے خود ہی خوشخط عبدالحکیم لکھ رکھا تھا اور اس کے نیچے وہ میری قلم سے رقم یا دستخط لکھوانا چاہتے تھے۔ میں نے اس کاغذ کو دیکھ کر کہا یہ معاملہ دین کا نہیں۔ بلکہ مسجد ضرار کے مشابہ ہے۔ اس لئے میں اس پر دستخط نہیں کرتا۔ پھر میں نے یہ حدیث سنائی۔''ومن شذ فقد شذ فی النار''اس کے علاوہ اور چند حدیثیں مرزا قادیانی کی تردید میں سنائیں جو یاد نہیں۔

۳...... ۸ردسمبر ۱۹۰۶ء، قریب ۵ بجے صبح کے۔ منشی عبدالحق والٰہی بخش صاحبان کو خواب میں دیکھا۔ پھر خلیفہ رشیدالدین کو۔ گویا کہ میں کھانا کھا رہا ہوں اور کھاتے کھاتے خلیفہ سے گفتگو کرنے کے واسطے اٹھا اور تقریر ذیل شروع کی۔

خلیفہ صاحب! آپ نے میرے خط کا عجب جواب دیا۔ سوال دیگر جواب دیگر۔ مرزا قادیانی انبیاء علیہم السلام کی سخت توہین کرتا ہے۔ چنانچہ مسیح علیہ السلام کی نسبت اس نے (نورالقرآن میں) شائع کیا کہ اس کی نانیاں اور دادیاں حرام کار تھیں۔ اس کے خون میں حرام کا آمیز تھا۔ وہ حرام مادہ جوش مارتا تھا۔ اس وجہ سے مسیح فاحشہ عورتوں سے ملا کرتے اور ان کا مَساس کیا کرتے تھے۔ (نورالقرآن حصہ دوم ص۳۶، خزائن ج۹ ص۴۴۸، معیار المذاہب ص۱۰۱، خزائن ج۹ ص۴۸۰) حالانکہ قرآن مجید میں مسیح علیہ السلام کی تعریف ایسی کثرت اور تواتر کے ساتھ ہے کہ ظاہراً وہ سارے انبیاء سے بڑھ کر معلوم ہوتے ہیں۔ خداوند عالم کو تو مرزا قادیانی نے کچھ سمجھا ہی نہیں۔ بلکہ صاف لکھتا ہے کہ خدا کے ماننے سے نجات نہیں...... یہ تقریر سن کر خلیفہ مسکرائے اور قائل معلوم ہوئے۔ تب میں نے ان کی پشت پر تھپکی دے کر کہا کہ حق طلبی کی یہی علامت ہے کہ جب حق ظاہر ہو جائے تو انسان فوراً مان جائے۔

۴...... ۱۱ردسمبر ۱۹۰۶ء۔ مولوی نورالدین کو خواب میں دیکھا۔ پہلے متفرق گفتگو ہوتی رہی اور مولوی صاحب مرزا قادیانی کی تصدیق کرتے رہے۔ بعد میں میں نے تقریر شروع کی جو نہایت ہی پرزور اور مؤثر تھی۔ کل تقریر میرے یاد نہیں رہی۔ مگر اس کا مضمون یہ تھا۔ مرزا قادیانی نے جلال باری تعالیٰ پر کیسا سخت حملہ کیا۔ جب یہ کہا کہ خدا کا ماننا ہیچ، جب تک کسی انسان کو ساتھ نہ مانا جائے پھر فطرت اللہ پر کیسا غضبناک حملہ کیا۔ جب یہ کہا کہ فطرت ایک لعنت ہے۔ جب تک اس کے

ساتھ نشان نہ ہو۔ فطرت تو بذات خود ایک بے نظیر نشان ہے۔ جس امر کی استعداد اور قابلیت، انسان کے اندر نہ ہو۔ اگر تمام انبیاء علیہم السلام ازازل تا ابد زور لگائیں تو وہ استعداد اور قابلیت پیدا نہیں کر سکتے۔ میری تقریر کے بعد مولوی نورالدین کہنے لگے کہ یہ مرزا قادیانی کی غلطی ہے۔

نورالدین پر سواری

۵...... ۲ر دسمبر ۱۹۰۶ء صبح کے وقت ایک طول طویل خواب میں مولوی نورالدین کو دیکھا۔ میں گویا ان کے کندھوں پر سوار ہوں اور بار بار دعا کر رہا ہوں کہ اے خداوند اس بندہ کو ہدایت کر۔ اے خداوند اس مسکین پر رحم کر۔ اصل الفاظ میرے یاد نہیں رہے۔ مگر ان کے لئے ہدایت اور رحمت کی دعا دیر تک بار بار کرتا رہا اور خواب میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں بیدار ہوں۔

قادیانی بدمعاش ہیں

۶...... ۱۳ر دسمبر ۱۹۰۶ء۔ چند مرزائیوں کے سامنے میں توحید اور تمجید باری تعالیٰ پر تقریر کر رہا ہوں...... مرزا قادیانی کے ماننے سے نجات ہے؟ تقریر نہایت پرزور اور مدلل ہے۔ آخر میں ان کی بدحالت دیکھ کر میں دعا کرتا ہوں۔ اے خدا ان بدمعاشوں کو غارت کر۔ اے خدا ان ظالموں کو غارت کر۔

قادیانی فتنہ پاش پاش ہوگا

۷...... ۸ر دسمبر ۱۹۰۶ء۔ مولوی نورالدین کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک مجمع میں وعظ کر رہے ہیں۔ جس میں زیادہ تر غیر مرزائی ہیں۔ اثنائے وعظ میں انہوں نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تمہارے تھپڑ مارتا۔ اس پر لوگ برافروختہ ہو کر میری طرف دیکھنے لگے۔ مگر میں نے یہی کہا کہ تھپڑ مارنے سے کیا حاصل ہوگا۔ آپ مجھے قائل کر دیں۔ وہ نطفہ حرام ہے جو قائل ہو کر پھر انکار کرے۔ اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ مجمع میں فتنہ کا اندیشہ ہے۔ میں نے کہا مجمع میں نہیں علیحدگی میں ہی سہی۔ پھر میں ایک علیحدہ مکان میں گیا۔ مگر مولوی صاحب وہاں نہیں پہنچے۔ ایک اور خواب میں معلوم ہوا کہ دجالی فتنہ میرے ہاتھ سے پاش پاش ہوگا۔

مرزا بدزبان

۸...... ۲۰ر دسمبر ۱۹۰۶ء۔ مرزا مراد بیگ سامانہ میرے مکان پر آئے اور دہلیز سے آواز دیتے ہیں۔ میں ان کی آواز سن کر اس خیال سے کہ یہ مرزائی ہیں۔ السلام علیکم نہ کہیں۔ ایک چک کے پیچھے ہو گیا ہوں۔ مگر انہوں نے دور سے السلام علیکم کہا۔ میں نے جواب دیا پھر باہر نکلا۔ پھر

دہلیز میں بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ بعد میں کرسیاں اور چارپائیاں باہر کشادہ ہوا میں بیٹھنے کے واسطے نکلوالیں اور دروازہ کے آگے بیٹھے۔ بیس تیس لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ تب میں نے مرزا قادیانی کے خلاف تقریر شروع کی کہ قرآن مجید میں تو حکم ہے: ”لا تجادلوا اهل الکتاب الا بالتی هی احسن (العنکبوت:۴۶)“ حالانکہ وہ اہل کتاب سخت مشرک اور خلاف کتاب چلنے والے تھے۔ مگر مرزا قادیانی مسلمان علماء کو جو قرآن وحدیث کی بناء پر مرزا قادیانی کا خلاف کرتے ہیں۔ کتے، سور، حرامزادہ، گوہ کھانے والے، چوہڑے، چمار، ہندوزادہ، ملعون، علیہم نعال، لعن اللہ، الف الف مرة وغیرہ کہتا ہے۔ آج تک کسی نبی نے کسی موحد، خدا پرست کو گالیاں نہیں نکالیں۔ اس پر مرزا مراد بیگ بولے کہ پھر ہم خلیفہ اکرم کی بت پرستی ہی کرتے رہے۔ پھر مرزا قادیانی کے خلاف الہاموں کا ذکر شروع کیا۔ پہلے میں نے مرزا مراد بیگ کو ان کا اپنا الہام یاد دلایا۔ ”انهم فی طغیانهم یعمهون“ تحقیق وہ اپنی سرکشیوں میں اندھے ہوئے پھر رہے ہیں۔ پھر اپنے الہامات کی طرف اشارہ کیا۔

۹...... ۲۱ر دسمبر ۱۹۰۶ء۔ ایک طول طویل خواب میں جس کا بہت سا حصہ میرے یاد نہیں رہا۔ میں کہہ رہا ہوں کہ خداوند میری گردن کو تلوار سے محفوظ رکھے گا۔ قریباً ۸ر ماہ سے مرزا قادیان کا یہ الہام شائع ہو چکا ہے۔ مگر میں فضل خداوندی سے ہر طرح سلامت ہوں۔ مگر مرزا قادیانی سخت امراض میں مبتلا ہوا۔

مرزا ٹھگ ہے

۱۰...... ۴ر فروری ۱۹۰۷ء۔ چند مرزائی ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ مرزائی مجھ سے بڑے بھاگتے ہیں۔ ان میں مولوی عبداللہ خان اور محمد حسین مراد آبادی بھی ہیں۔ ایک مرزائی نے ایک حدیث پڑھ کر سنائی جس کا مطلب یہ تھا کہ ایک امام آئے گا۔ اس کے جواب میں میں نے کہا کہ اس سے مرزا قادیانی کی صداقت کہاں ثابت ہوئی۔ میں بھی کہہ سکا ہوں کہ میں وہی امام ہوں۔ اس پر وہ مرزائی بولا کہ آپ کے پاس کیا نشانات ہیں۔ میں نے کہا کہ مرزا قادیانی کے مقابلہ میں میرے پاس سینکڑوں اور ہزاروں درجہ بڑھ کر نشانات ہیں۔ اگر پیش گوئیاں لیتے ہو جس پر تمہارا بڑا ناز ہے۔ میری پیش گوئیوں پر بہ لحاظ کثرت اور صفائی کے مرزا قادیانی کی نسبت سینکڑوں درجہ بڑھ کر ہیں۔ اگر ایثار اور جان نثاری کا حساب کرتے ہو تو میرا حساب مرزا قادیانی سے ہزاروں درجہ بڑھ کر ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی تو دینی کتابوں اور رسالوں کے نام پر آج تک ہزاروں روپیہ ٹھگا ہے۔ میں نے ہزاروں جیب سے خرچ کیا ہے۔ پھر اس کی تمام کتابوں میں خود پرستی، خودستائی

اور ذاتی مشیخت کے سوائے اور کچھ نہیں۔ میری تصانیف میں نفسانیت کا نام نہیں بلکہ سراسر تذکرۃ القرآن، توحید وتمجید باری تعالیٰ اور اشاعت اسلام ہے۔ پھر میں جوش میں آ کر کہتا ہوں کہ جو ظاہر طور پر خائن، بدعہد، بددیانت، کذاب، فحش گو، بدمعاش، خود پسند، خودستا، نفس پرست، آرام طلب اور متکبر ہے۔ وہ کیسے امام ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ مؤمن بھی کیسا ہے؟ مولوی عبداللہ خان بولے کہ آپ کی پیش گوئیاں شیطانی ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ لوگ مرزا قادیانی کی حمایت میں قرآن مجید پر بھی لات مارتے ہو۔ کیا تمہیں ارشاد قرآنی یاد نہیں۔

۱۱...... مرزا قادیانی کے خوابوں کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہوں کہ وہ جو اپنے خوابوں پر گھمنڈ کرتے ہیں کہ میں نبی ہوں۔ رسول ہوں۔ خواب آنا یا الہام ہونا خاص آدمی کا کام نہیں۔ پھر میں ایک شخص سے کہتا ہوں۔ یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم پڑھتے ہوئے سوجایا کرو۔ الہام اور خواب آنے شروع ہو جائیں گے۔

۱۲...... ۱۴؍اپریل ۱۹۰۷ء۔ مولوی نورالدین کی ایک تحریر ہے جو کچھ نثر ہے اور کچھ نظم ہے۔ نثر کا مضمون یاد نہیں۔ مگر نظم کا مضمون استغفار اور توبہ پر ہے۔ تین شعر میں نے پڑھے ہیں۔ ہر شعر کے ساتھ مجھ پر عجب رقت طاری ہوئی اور آنکھوں سے آنسو بکثرت جاری ہوئے۔ اتنے میں مولوی نورالدین یہاں میرے مکان پر تشریف لائے ہیں اور میں بغلگیر ہو کر ان سے ملا ہوں اور ان کو اندر اپنے مکان میں لے آیا ہوں۔ میں اور وہ دونوں کھانا کھانے بیٹھے ہیں۔ کھانا کھاتے ہوئے میں نے ذکر کیا کہ مرزا قادیانی نے مجھے محض اس بات پر مرتد ٹھہرایا کہ میں خدا پر ایمان اور نیک عملوں کو مدار نجات کہا ہوں اور وہ نہیں مانتے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ مرزا قادیانی کی اس بات سے تو مجھے اتفاق نہیں۔ مرتد تو وہ ہو سکتا ہے جو مشرک اور کافر ہو۔ پھر مولوی صاحب تو تھوڑا سا کھانا کھا کر ہٹ گئے اور میں کھاتا رہا۔ پھر مولوی صاحب نے کہا کہ جب تمہارا پہلا خط مرزا قادیانی کے پاس پہنچا تو وہ اس کو پڑھ کر حیران ہوئے اور کمر ہلا کر کہنے لگے سیر کا پتھر من کے پتھر کو توڑنا چاہتا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔

۱۳...... ۱۴؍اپریل ۱۹۰۷ء۔ امیر عبدالرحمٰن اور مہاراج کو دیکھا اور میں نے کہا کہ ایک سخت آفت آنے والی ہے۔ خدا کی بہت یاد کرو۔ تقوےٰ اور راست بازی اختیار کرو۔

۱۴...... ۲۴؍اپریل ۱۹۰۷ء وقت دوپہر یہ آیت میری زبان پر جاری ہوئی۔ مرزا قادیانی کی بیعت سے نکلنے اور خلاف پر ہونے کی طرف اشارہ۔ ''الحمدلله الذی هدانا لهذا انما کنا لنهتدی لو لا أن هدانا الله (الاعراف:۴۳)''

۱۵...... ۲۲رجون ۱۹۰۷ءکو۔

پھر ایک خواب میں محمد حسین مراد آبادی اور عبدالصمد سنوری کو دیکھا۔ میں ان سے بڑے زور کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ایک طرف تو مرزا قادیانی یہ کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ماننے سے نجات ملتی ہے۔ دوسری طرف تمام مسلمانوں کو جو آنحضرت ﷺ کو مانتے اور حتی الوسع متابعت کرتے ہیں۔ کفار جہنمی قرار دیتا ہے۔ تمہیں اس بات کا جواب دینا ہوگا۔

۱۶...... ۱۹رجولائی ۱۹۰۷ء۔ بوقت دوپہر خواب میں مرزا قادیانی کی حالت ایک شیشے کی صورت میں دکھائی گئی۔ جس پر سیاہی پھری ہوئی ہے اور درمیان سے کچھ حصہ صاف ہے۔

۱۷...... ۱۷راگست ۱۹۰۷ءکو دیکھا کہ ایک مسلمانوں کی جماعت ہے اور ایک مرزائیوں کی۔ پھر الہام ہوا۔ **May lord, Mombine the two into one.**

۱۸...... ۱۸راگست ۱۹۰۷ء۔ خلیفہ رشید الدین خواب میں ملے۔ محبت آمیز گفتگو کے بعد میں نے کہا۔ دیکھو سلام کرنا تو کافروں کے واسطے بھی جائز ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ’’اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما (الفرقان:٦٣)‘‘ (مؤمنوں کی یہ بھی شناخت ہے) کہ جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں۔ تب وہ سلام کہتے ہیں۔ جاہلوں میں کافر بھی داخل ہیں۔ دوسری آیت میں ہے۔ ’’اذا حيّيتم بتحية فحيوا باحسن منها اوردوها (النساء:٨٦)‘‘ جب تمہیں کسی طرح سلام کہنا بھی جائز قرار نہیں دیتا۔ اور ہمدردی کیا کرسکتا ہے۔ وہ تو حیوانوں سے بھی بدتر ہے۔

قادیان میں جھوٹ وفریب

۱۹...... ۲۱راگست ۱۹۰۷ء۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں قادیان جاؤں گا۔ میں نے کہا کیوں جاتے ہو۔ وہاں تو سوائے جھوٹ اور فریب کے اور کچھ نہیں۔

۲۰...... ۲۳راگست ۱۹۰۷ء۔ میں ایک مکان میں گیا۔ جہاں مرزائی جمع تھے۔ میں مرزا قادیانی کے خلاف دلائل پیش کر رہا ہوں۔ اتنے میں خلیفہ رشید الدین آئے۔ بدن دبلا اور اترا ہوا ہے۔ میں نے انہیں دیکھ کر کہا کہ آپ کب آئے اور مجھے کیوں اطلاع نہیں کی۔ مجھے آپ سے محبت ہے۔ آج آپ میری دعوت قبول کریں۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ مرزا قادیانی کے خلاف تقریر کرتے رہتے ہیں۔ میں نے کہا اگر تقریر کمزور اور جھوٹی ہو تو آپ بآسانی تردید کر سکتے ہیں اور اگر صحیح اور مدلل ہو تو آپ کو قبول کرنی چاہئے۔ اگر مرزا قادیانی سچا اور برگزیدہ خدا ہوتا

تو اس کے خلاف سے میں ملعون ہو جاتا اور مجھے بشارتیں نہ ملتی۔ مجھے ایام مخالفت میں اس قدر بشارتیں ملی ہیں کہ پہلے کبھی نہ ملی تھیں۔ منجملہ ان کے ایک امتحان فرسٹ گریڈ میں کامیاب ہونے کی بشارت ہے اور ایک یہ ہے: ''انا نبشرك بغلام اسمه يحييٰ'' یہ پوری ہو چکی۔ پھر ایک یہ ہے ''لڑکوں کا سلسلہ'' مبارک بی بی، تو عصمت بی بی کو کھلایا کر۔ اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو خداوند عالم مجھے ایک منٹ کے اندر ہی ہلاک کر دے۔

سب مرزائی کافر

۲۱...... ۲۵؍اگست ۱۹۰۷ء۔ ایک طول طویل خواب میں کہتا ہوں کہ چودہ مہینہ والی پیش گوئی الہام قطعی ویقینی کی بناء پر میں نے شائع کی تھی۔ مگر مرزائیوں نے اس کو نہیں مانا۔ اس لئے وہ سب کافر ہیں۔ ان کو میرے الہامات سن کر قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کرنا چاہئے تھا۔ ''ان يك كاذباً فعليه كذبه وان يك صادقًا فيصبكم بعض الذى يعدكم''

چودہ ماہ سے دو ماہ گزر گئے

۲۲...... ۲۶؍اگست ۱۹۰۷ء کے صبح ۵؍بجے۔ ایک کمرہ میں چند مرزائی اور دیگر مسلمان ہیں۔ منجملہ ان کے مولوی عبدالعزیز اور ان کی اہلیہ اور میری بیوی ہیں۔ مولوی عبدالعزیز کہتے ہیں کہ آپ نے مولوی نورالدین کو السلام علیکم کیوں نہیں لکھا۔ میں نے جواب میں کہا کہ میں تو لکھتا رہا پھر وہ کہنے لگے کہ آپ نے خلاف کیوں کیا۔ میں نے جواب دیا کہ میں اپنے خداوند عالم، عقل اور وجدان سے کام نہ لیتا۔ کیا جب تک زبان آپ کے منہ میں ہے۔ آپ اس سے بولنا چھوڑ دیں گے اور اگر آپ کو کوئی گالیاں دے تو آپ کچھ نہ بولیں گے۔ پھر انہوں نے کہا کہ یہ بحث اور اختلاف کب تک رہے گا۔ میں نے کہا کہ چودہ مہینہ والی پیش گوئی کے پورا ہوتے میں بارہ مہینہ اور پانچ یوم باقی ہیں۔ تب آپ بھی ایمان لے آئیں گے۔ دیکھو ان الفاظ میں مرزائی پیش گوئیوں کی طرح کوئی الہام اور گولائی نہیں۔ بلکہ صاف ہیں۔ مولوی عبدالعزیز نے اقرار کیا کہ ہاں بے شک صاف ہیں۔ پھر ان کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہتا ہوں کہ تم مجھ پر ایمان لاؤ گے۔ پھر دو اور مرزائیوں کے کندھے پر تھپکی دے کر کہتا ہوں کہ تم بھی ایمان لے آؤ گے۔

۲۳...... ۲۶؍اگست کی شب میں خواب میں کہہ رہا ہوں۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب یہ تو ٹھیک کہتے ہیں کہ مرزائیوں نے جو اپنے اخباروں میں ان کا الہام برخلاف مرزا شائع کیا۔ یہ امداد الٰہی ہے۔ ورنہ وہ کیوں ایسا کرتے۔ (قاضی محمد سلیمان)

باب ہفتم

مرزائی مباہلوں کا تماشہ

مرزا قادیانی نے مفصلہ ذیل علماء ومشائخ کو ۱۸۹۱ء میں مباہلہ کے لئے انجام آتھم میں مدعو کیا تھا:

(۱) مولوی نذیر حسین صاحبؒ، (۲) شیخ محمد حسین صاحب بٹالویؒ ایڈیٹر اشاعت السنہ، (۳) عبدالحمید صاحب دہلویؒ مہتمم مطبع انصاری، (۴) مولوی رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، (۵) مولوی عبدالحق صاحب دہلویؒ مؤلف تفسیر حقانی، (۶) مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانویؒ، (۷) مولوی محمد صاحب لدھیانویؒ، (۸) مولوی محمد حسین صاحبؒ رئیس لدھیانہ، (۹) سعد اللہ صاحبؒ نومسلم مدرس لدھیانہ، (۱۰) مولوی احمد اللہ صاحب امرتسریؒ، (۱۱) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ، (۱۲) مولوی غلام رسول صاحبؒ عرف رسل بابا امرتسری، (۱۳) مولوی عبدالجبار صاحب غزنویؒ، (۱۴) مولوی عبدالواحد صاحب غزنویؒ، (۱۵) مولوی عبدالحق صاحب غزنویؒ، (۱۶) محمد علی صاحب بھوپریؒ واعظ، (۱۷) مولوی غلام دستگیر صاحب قصوریؒ، (۱۸) مولوی عبداللہ صاحب ٹونکیؒ، (۱۹) مولوی اصغر علی صاحبؒ (روحی) لاہور، (۲۰) حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادیؒ، (۲۱) مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالیؒ، (۲۲) شیخ حسین صاحبؒ عرب یمانی، (۲۳) مولوی محمد ابراہیم صاحبؒ آرہ، (۲۴) مولوی محمد حسین صاحبؒ مؤلف تفسیر امروہی، (۲۵) مولوی احتشام الدین صاحبؒ مراد آباد، (۲۶) مولوی محمد اسحق صاحبؒ اجراوری، (۲۷) مولوی عین القضاۃ صاحبؒ لکھنو فرنگی محل، (۲۸) مولوی محمد فاروق صاحبؒ کانپور، (۲۹) مولوی عبدالوہاب صاحبؒ کانپور، (۳۰) مولوی سعید الدین صاحبؒ کانپور رام پوری، (۳۱) مولوی حافظ محمد رمضان صاحب پشوریؒ، (۳۲) مولوی دلدار علی صاحبؒ الور مسجد دائرہ، (۳۳) مولوی محمد رحیم اللہ صاحبؒ مدرس مدرسہ اکبرآباد، (۳۴) مولوی ابوالانوار نواب محمد رستم علی خان صاحب چشتیؒ، (۳۵) مولوی ابوالمؤید صاحب امروہیؒ مالک رسالہ مظہر الاسلام اجمیر، (۳۶) مولوی محمد حسین صاحبؒ کوٹلہ والے دہلی، (۳۷) مولوی احمد حسن صاحبؒ شوکت مالک اخبار شحنہ ہند میرٹھ، (۳۸) مولوی نذیر حسینؒ ولد امیر علی صاحب انبیٹھ ضلع سہارنپور،

(۳۹) مولوی احمد علی صاحب سہارنپور، (۴۰) مولوی عبدالعزیز صاحب دینانگر ضلع گورداسپور، (۴۱) قاضی عبدالاحد صاحبؒ خانپور ضلع راولپنڈی، (۴۲) مولوی احمدؒ صاحب رامپور ضلع سہارنپور، (۴۳) مولوی محمد شفیعؒ رامپور ضلع سہارنپور، (۴۴) مولوی فقیر اللہ صاحبؒ مدرس مدرسہ نصرت الاسلام واقعہ لال مسجد بنگلور، (۴۵) مولوی محمد امین صاحبؒ بنگلور، (۴۶) مولوی قاضی حاجی شاہ عبدالقدوس صاحبؒ پیش امام جامع مسجد بنگلور، (۴۷) مولوی عبدالغفار صاحبؒ فرزند قاضی شاہ عبدالقدوس صاحبؒ بنگلور، (۴۸) مولوی محمد ابراہیم صاحب دہلویؒ حال مقیم بنگلور، (۴۹) مولوی عبدالقادر صاحبؒ پیارم پٹی ساکن پیارم پیٹ علاقہ بنگلور، (۵۰) مولوی محمد عباس صاحب ساکن وانمباری علاقہ بنگلور، (۵۱) مولوی آل حسن شاہ صاحب میرٹھ، (۵۲) امیر علی شاہ صاحبؒ اجمیر، (۵۳) مولوی احمد حسن صاحبؒ کنجپوری حال دہلی خاص جامع مسجد، (۵۴) مولوی محمد عمر صاحبؒ دہلی فراشخانہ، (۵۵) مولوی مستعان شاہ صاحبؒ سانبھر علاقہ جے پر، (۵۶) مولوی حفیظ الدین صاحبؒ دوجانہ ضلع رہتک، (۵۷) مولوی فضل کریم صاحبؒ نیازی غازی پور، (۵۸) مولوی حاجی عابد حسین صاحبؒ دیوبند۔

اور سجادہ نشینوں کے نام یہ ہیں:

(۱) غلام نظام الدین صاحبؒ سجادہ نشین نیاز احمد صاحب بریلی، (۲) میاں اللہ بخش صاحبؒ سجادہ نشین سلیمان صاحبؒ تونسوی سنگھڑوی، (۳) سجادہ نشین صاحب شیخ نور احمد صاحبؒ مہارانوالہ، (۴) میاں غلام فرید صاحبؒ چشتی چاچڑاں علاقہ بہاول پور، (۵) التفات احمد شاہ صاحبؒ سجادہ نشین ردولی، (۶) مستان شاہ صاحبؒ کابلی، (۷) محمد قاسم صاحبؒ سجادہ نشین شاہ معین الدین شاہ خاموش حیدرآباد دکن، (۸) محمد حسین صاحبؒ گدی نشین شیخ عبدالقدوس صاحبؒ گنگوہی، (۹) گدی نشین اوچہ شاہ جلال الدین صاحبؒ بخاری، (۱۰) ظہور الحسین صاحبؒ گدی نشین بٹالہ ضلع گورداسپور، (۱۱) صادق علی شاہ صاحبؒ گدی نشین اتر چھتر ضلع گورداسپور، (۱۲) سید صوفی جان صاحبؒ مرادآبادی صابری چشتی، (۱۳) مہر شاہ صاحبؒ سجادہ نشین گولڑہ ضلع راولپنڈی، (۱۴) مولوی قاضی سلطان محمود صاحبؒ آئی اعوان والہ پنجاب، (۱۵) حیدر شاہ صاحبؒ جلال پور کنکیاں والہ، (۱۶) محمد توکل شاہ صاحبؒ انبالہ، (۱۷) مولوی عبداللہ صاحبؒ تلونڈی والہ، (۱۸) محمد امین صاحبؒ چکوتری علاقہ گجرات پنجاب، (۱۹) مولوی عبدالغنی صاحبؒ جانشین قاضی اسماعیل صاحب مرحوم بنگلور، (۲۰) مولوی ولی النبی شاہ صاحبؒ

نقشبند رامپور دار الریاست، (۲۱) حاجی وارث علی شاہ صاحبؒ مقام دیوا مقام دریوا ضلع لکھنؤ، (۲۲) میر امداد علی شاہ صاحبؒ سجادہ نشین شاہ ابو العلا نقشبند، (۲۳) سید حسین شاہ صاحبؒ مودودی دہلی، (۲۴) عبد اللطیف شاہ صاحبؒ خلف حاجی نجم الدین شاہ صاحب چشتی جودھپور، (۲۵) قطب علی شاہ صاحبؒ دیوگڈھ علاقہ اودے پور میواڑ، (۲۶) میرزا بادل شاہ صاحبؒ بدایونی، (۲۷) مولوی عبد الوہاب صاحبؒ جانشین عبد الرزاق صاحب لکھنؤ فرنگی محل، (۲۸) علی حسین شاہ صاحبؒ کچھوچھا ضلع فقیر آباد، (۲۹) شیخ غلام محی الدین صاحبؒ صوفی وکیل انجمن حمایت اسلام لاہور، (۳۰) حافظ صابر علی صاحبؒ رامپور ضلع سہارنپور، (۳۱) امیر حسن صاحبؒ خلف پیر عبداللہ صاحب دہلی، (۳۲) منور شاہ صاحبؒ فاضل پور ضلع گوڑگانوہ قریب دہلی، (۳۳) محمد معصوم شاہ صاحب نبیرہ شاہ ابو سعید صاحبؒ رام پور دار الریاست، (۳۴) بدر الدین شاہ صاحبؒ سجادہ نشین پھلوارے ضلع پٹنہ، (۳۵) شاہ اشرف صاحبؒ سجادہ نشین پھلواری ضلع پٹنہ، (۳۶) مظہر علی شاہ صاحبؒ سجادہ نشین لواوا ضلع پٹنہ، (۳۷) لطافت حسین شاہ صاحبؒ سجادہ نشین لواداو، (۳۸) نثار علی شاہ صاحبؒ الور دار الریاست، (۳۹) وزیر الدین شاہ صاحب سجادہ نشین مخدوم صاحبؒ الور، (۴۰) مولوی سلام الدین شاہ صاحبؒ ہم ضلع رہتک، (۴۱) غلام حسین خاں شاہ صاحبؒ تھانوی ضلع حصار، (۴۲) سید اصغر علی شاہ صاحبؒ نیازی اکبر آباد، (۴۳) واجد علی شاہ صاحبؒ فیروز آباد ضلع اکبر آباد، (۴۴) سید احمد شاہ صاحبؒ ہردوئی ضلع لکھنؤ، (۴۵) مقصود علی شاہ صاحبؒ شاہجہاں پور، (۴۶) مولوی نظام الدین صاحبؒ چشتی صابری جھجر، (۴۷) مولوی محمد کامل شاہ صاحبؒ اعظم گڈھ ضلع خاص، (۴۸) محمود شاہ صاحبؒ سجادہ نشین بہار ضلع خاص۔

پھر اس فہرست کو الفاظ ذیل سے غیر محدود بنا دیا۔ بہر حال یہ تمام مکفرین اور مکذبین مباہلہ کے لئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں جو مکفر یا مکذب ہیں اور درحقیقت ہر ایک شخص جو باخدا اور صوفی کہلاتا ہے اور اس عاجز کی طرف رجوع کرنے سے کراہیت رکھتا ہے۔ وہ مکذبین میں داخل ہے۔" (انجام آتھم ص۶۹ تا۷۲، خزائن ج۱۱ ص۶۹ تا۷۲)

اور اسی صفحہ پر یہ ظاہر کیا کہ: "میں ان سب کو اللہ جل شانہ کی قسم دیتا ہوں کہ مباہلہ کے لئے تاریخ اور مقام مقرر کر کے جلد میدان مباہلہ میں آئیں اور اگر نہ آئے اور نہ تکفیر و تکذیب سے باز آئے تو خدا کی لعنت کے نیچے مریں گے۔" مباہلہ کا نتیجہ جو ص۶۶ میں بیان کیا گیا یہ ہے۔ "دکھ اور ذلت سے بھرا ہوا عذاب ایک برس کے اندر نازل کر اور کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگ دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے مال پر آفت

نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔" (انجام آتھم ص ۶۶، خزائن ج ۱۱ ص ۶۶)

پھر (انجام آتھم ص ۶۷، خزائن ج ۱۱ ص ۶۷) پر یہ شائع کیا۔ "میں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جائے کہ جب وہ تمام لوگ جو مباہلہ کے لئے میدان میں بالمقابل آویں۔ ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر ایک بھی باقی رہا تو میں اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا۔ اگرچہ وہ ہزار ہوں یا دو ہزار اور پھر ان کے ہاتھ پر توبہ کرلوں گا۔ گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ تکفیر اور توہین چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ ہو اور اے مومنو! برائے خدا تم سب کہو۔ آمین!"

گویا کہ تمام علماء، مشائخ، صوفی، سجادہ نشین مرزا قادیانی کے مباہلہ میں آچکے اور ان تمام کے خلاف مرزا قادیانی کی بددعا اور لعنت ہو چکی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ وہ تمام ایک سال کے اندر ہلاک یا ذلیل، یا مبتلائے عذاب یا سخت مریض، یا اندھے یا مجذوم، مفلوج، مجنون، مصروع ہوئے یا نہیں؟ اگر ہوئے تو مرزا قادیانی سچا اور اگر نہیں ہوئے یا ان تمام میں سے ایک دو بھی بچ رہے تو مرزا جھوٹا۔ مگر مرزائیوں نے ایک سال کے اندر سب کے مبتلا ہونے کی شرط کو مطلق نظر انداز کر دیا اور جو کوئی ان تمام میں سے کبھی مر جاتا ہے یا کسی مرض، یا نقصان، یا ذلت میں مبتلا ہوتا ہے تو فوراً اخباروں میں شور مچانا شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھو فلاں شخص جو مرزا قادیانی کا بڑا مخالف تھا فوت ہو گیا۔ یا سخت بیمار ہو گیا یا قید ہو گیا۔ یا اس پر عدالت سے جرمانہ ہو گیا۔ دنیا کے تیس کروڑ مسلمانوں میں سے انتیس کروڑ ستانوے لاکھ تو مرزا قادیانی کے مخالف مکذب، مکفر یا اس کے نہ ماننے والے اور جب کبھی ان میں سے کوئی مر جائے یا کسی بلا میں پھنس جائے تو جھٹ مرزائیوں کے شادیانے بجنے شروع ہو جائیں اور ستر ہزار اخباروں میں غوغا مچایا جائے۔ دیکھو فلاں مر گیا یا ذلیل ہو گیا اور سرخی یہ دی جاتی ہے۔ "انی مهين من اراد اهانتك" (تذکرہ طبع سوم ص ۳۴۴) یا صادق کے سامنے شریر فنا ہو گیا۔ یا ایک نشان ظاہر ہوا۔ کیا ہی سچ ہے "دجال کانا ہوگا پر خدا کانا نہیں۔"

اوّل...... تو یہ مباہلہ قرآنی مباہلہ کے مخالف ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں جس مباہلہ کا ذکر ہے وہ خاص توحید اور عظمت باری تعالیٰ کے واسطے مسیح علیہ السلام کو خدا اور راہبوں کو رب پکارے جانے کے خلاف تھا۔ کسی نبی یا رسول نے آج تک ایسی قوم سے کبھی مباہلہ نہیں کیا۔ جو خدا کو احد،

صمد، لم یلد، ولم یولد، ولیس کمثله شی، رب العالمین، الرحمن، الرحیم اور مالك یوم الدین ماننے والی تھی اوران کے ہاتھ میں قرآن کریم جیسی کامل کتاب محفوظ اور غیر متحرف صورت میں موجود تھی۔ جس پر وہ عامل تھے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی تمام علماء ومشائخ اسلام کو محض اپنے منوانے کے واسطے مباہلہ کے لئے مدعو کرتا اوران پر لعنتیں برساتا ہے۔ اگر کوئی مرزائی اس کی مثال انبیاء کی حالات سے پیش کر سکے تو میں پانچ سو روپیہ بطور انعام دینے کو تیار ہوں۔ جس طرح پر چاہے اطمینان کرلے۔ ورنہ لعنت الله علے الکاذبین!

مولانا عبدالحق غزنوی سے مباہلہ

دوم...... مرزا قادیانی کا مباہلہ واقعی مولوی عبدالحق صاحب غزنوی کے ساتھ ہوا تھا۔ وہ ایک سال کے اندر ہلاک نہیں ہوئے۔ نہ مبتلائے امراض مہلکہ۔ پس مرزا قادیانی جھوٹا ثابت ہوا۔

سوم...... تمام انبیاء علیہم السلام کا خاص مشن۔ جو قرآن مجید کی آیات بینات سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔ وہ ایک خدا کی پرستش اور اصلاح اعمال ہے...... مگر مرزا قادیانی کا خاص مشن تمام انبیاء علیہم السلام کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ تمام موحد، خداپرستوں، علمائے دین اور ذاکرین خدا کو ہی مباہلہ کے واسطے بلاتا، اپنی کبریائی جتلاتا اور اپنے نہ ماننے والوں کو لعنتی اور جہنمی ٹھہراتا ہے۔ خواہ وہ کیسے ہی عابد وزاہد کیوں نہ ہوں۔

چہارم...... غیر خدا کے واسطے کفار اور مشرکین کے جھگڑے انبیاء علیہم السلام اور موحدین کے خلاف ہوتے رہے ہیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی محض اپنے منوانے کے واسطے کل علمائے اسلام اور ذاکرین خدا سے جھگڑتا ہے۔ ان کو انبیاء علیہم السلام کی طرف سے یہی جواب ملتا تھا۔ ''اتحاجّوننا فی الله وهو ربنا وربکم وانا اعمالنا ولکم اعمالکم ونحن له مخلصون (البقرة:۱۳۹)'' سو یہی جواب تمام مسلمانوں کی طرف سے مرزا قادیانی کی دعوتوں اور مباہلوں کا ہونا چاہئے۔

پنجم...... مرزا قادیانی تمام خداپرستوں پر لعنت برساتا اوران کی عام تباہی اور ہلاکت کا مشتاق ہے۔ یہاں تک کہ اس کو الہام ہوتے ہیں۔ دنیا کی تباہی اور ہمارے لئے عید کا دن۔ یہ حالت اصحاب خندق کے مشابہ ہے۔ جنہوں نے خداپرستوں کو آتشین خندق میں جلایا تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ ''قتل اصحاب الاخدود النار ذات الوقود اذاهم علیها قعود وهم علیٰ ما یفعلون بالمؤمنین شهود وما نقموا منهم الا ان یؤمنوا بالله

العزیز الحمید الذی له ملك السموات والارض (البروج:٤تا٩) ''ہلاک ہوں آگ کی خندق والے لوگ جس میں ایندھن جلایا گیا۔ جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے جو وہ مؤمنین کے ساتھ کرتے تھے۔ انہوں نے ان کا کوئی جرم نہیں پکڑا۔ مگر یہی کہ وہ اللہ کو مانتے ہیں۔ جو تمام عزت اور خوبیوں کا مالک ہے۔ جس کی ملکیت آسمان اور زمین ہیں۔

ششم...... قرآن مجید نے نصاریٰ کو دعوت توحید دی تھی۔ ''تعالوا الیٰ کلمة سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شیئاً ولا نتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون الله (آل عمران:٦٤) ''(اے عیسائیو) ایک بات کی طرف آجاؤ۔ جو ہم اور تم میں برابر ہے۔ یعنی کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی پرستش نہ کریں اور کسی شے کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ بعض ہم میں سے بعض کو اللہ کے سوائے رب سمجھیں۔ مگر مرزا قادیانی تمام موحد اور خدا پرستوں کو عام طور پر کہتا ہے۔ ''لعنت الله علیٰ من تخلف منّا وانکر ''اللہ کی لعنت اس پر جو ہم سے خلاف کرے اور انکار کرے۔

ہفتم...... قرآنی اصول پر مرزا قادیانی کا مباہلہ مئی ۱۹۰۶ء میں محض میرے ساتھ تھا۔ کیونکہ میں نے بار بار لکھا کہ مدار نجات توحید اور اعمال صالحہ ہیں اور قرآنی آیات نہایت تواتر اور کثرت کے ساتھ اس مسئلہ کی تائید میں پیش کیں۔ مگر مرزا قادیانی اس کے مقابلہ پر بھی لکھتا رہا کہ مدار نجات میں ہوں۔ میرے ماننے کے بغیر توحید اور اعمال صالحہ کوئی چیز نہیں۔ یہاں تک کہ آخر کار اس نے ایک اعلان پر طغیان (۳رمئی ۱۹۰۶ء) کو میرے برخلاف شائع کر دیا۔ جس میں اس نے سراسر دشنام دہی اور دروغگوئی سے کام لیا۔ بددعائیں کیں اور گول مول طور پر ظاہر کیا۔ ''انما اشکو بثی وحزنی الیٰ الله تعالیٰ واعلم من الله ما لا تعلمون ''میں اپنا دکھ اور درد محض اللہ کے آگے روتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے۔ ۸رمئی ۱۹۰۶ء کو جو میں نے ایک خط مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں لکھا۔ اس میں میں نے اپنے خلاف کی بابت جتلا دیا کہ اگر میں نے خالصاً خدا کے واسطے اور اس کی عظمت وجلال کے واسطے نہیں کیا تو میں آج ہی تباہ ہو جاؤں۔ مسیح تو میری ہلاکت اور تباہی اپنی نفسانی اغراض کی بناء پر کسی اور وقت پر چاہتا ہوگا۔ مگر میں کہتا ہوں۔ اے خداوند میں نے اگر یہ سب کچھ تیری عظمت وجلال کی خاطر نہیں کیا تو مجھے ابھی ایک منٹ کے اندر ہی اس دنیا سے اٹھالے۔ آمین۔ آمین۔ آمین!

(اذکر الحکیم نمبر۴ص۴۷)

مارچ ۱۹۰۶ء میں میرے پہلے خط کے جواب میں ہے۔ مرزا قادیانی نے قرآنی بینات سے صاف اغراض اور ارتداد شروع کر دیا تھا۔ اس لئے ''ویل لکل افاك اثیم یسمع اٰیات اللّٰہ تتلیٰ علیہ ثم یصر مستکبرا کان لم یسمعہا فبشرہ بعذاب الیم (الجاثیہ:۸،۷)'' ہر ایک جھوٹے بدکار پر لعنت ہے۔ جو اللہ کی آیتوں کو جو اس پر پڑھی جاتی ہیں۔ سنتا مگر تکبر سے اصرار کرتا ہے۔ گویا کہ اس نے ان کو سنا ہی نہیں۔ پس اس کے واسطے عذاب دردناک ہے۔ اس قرآنی ارتداد اور مباہلہ کے بعد جو مرزا قادیانی کی حالت ہوئی۔ اس کے متعلق۔ مرزا قادیانی کے الفاظ جو اخباروں میں شائع ہوتے رہے۔ ''کافی عرصہ تین چار ماہ سے میری طبیعت نہایت ضعیف ہوگئی ہے۔ بجز دو وقت ظہر وعصر کے نماز کے لئے بھی مسجد میں نہیں جاسکتا اور اکثر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں۔ اگر ایک سطر بھی لکھوں یا کچھ فکر کروں تو خطرناک دوران سر شروع ہو جاتا ہے اور دل ڈوبنے لگ جاتا ہے۔ جسم بالکل بیکار ہو رہا ہے۔ جسمانی قوائے ایسے مضمحل ہوگئے ہیں کہ خطرناک حالت ہے۔ گویا مسلوب القوائے ہوں اور آخری وقت ہے۔ ایسا ہی میری بیوی دائم المرض ہے۔ امراض رحم وجگر دامنگیر ہیں۔'' (الحکم مورخہ ۲۴ر مئی ۱۹۰۶ء)

''حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی طبیعت بدستور ناساز رہی۔ تکلیف زرد پا کی ہے۔ نقرس کا درد بتایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے۔'' (الحکم مورخہ ۳۰ر جون ۱۹۰۶ء)

اس ہفتہ حضرت اقدس کی طبیعت زیادہ علیل رہی۔ (البدر مورخہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۶ء، ۱۶ر ستمبر ۱۹۰۷ء) کو اس کا مبشر بیٹا مبارک احمد فوت ہوگیا۔

خان صاحب فتح محمد خان صاحب منیجر مطبع عزیزی کا مضمون

ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کی سہ سالہ پیش گوئی جو انہوں نے ۱۲ر جولائی ۱۹۰۶ء کو کی تھی۔ مرزائی اصولوں کے مطابق پوری ہوچکی۔ اصل پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں۔ ''مرزا مسرف کذاب ہے اور عیار ہے۔ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا۔'' اور اس کی میعاد تین سال بتائی گئی ہے۔

مرزا قادیانی کے اپنے الفاظ اور الہامات جو اخبارات بدر والحکم میں شائع ہوتے رہے۔ ان سے ظاہر ہے کہ جس بناء پر مرزا قادیانی نے ڈاکٹر عبدالحکیم خاں سے خلاف کیا۔ اس عرصہ میں اس نے اس سے صاف رجوع کیا۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خان سے خوابوں میں بھی ڈرتا رہا۔ الفاظ ذیل اس کے منہ سے نکلے۔ ''اے سیف تو اپنا رخ پھیرے۔''

(تذکرہ طبع سوم ص۶۸۲، الحکم مورخہ ۱۷ر نومبر ۱۹۰۶ء)

''اے عبدالحکیم خدا تعالیٰ تجھے ہر ایک ضرر سے بچاوے، اندھا ہونے، مفلوج ہونے اور مجذوم ہونے سے۔'' (تذکرہ طبع سوم ص ۶۷۶، بدر مورخہ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۰۶ء)

''کترین کا بیڑا غرق ہو گیا۔'' (تذکرہ طبع سوم ص ۶۸۳، الحکم مورخہ ۱۷ر نومبر ۱۹۰۶ء)

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے یہ مسئلہ پیش کیا تھا کہ جن لوگوں پر کسی رسول کی تبلیغ نہیں ہوئی۔ ان میں جو خدا کو مانتے اور عمل صالح کرتے ہیں نجات پا سکتے ہیں۔ اس پر مرزا قادیانی نے ان کو مرتد قرار دیا تھا۔ مگر اب الحکم میں فضل دین کے الفاظ شائع ہوتے ہیں۔ ''بے خبر کو خدا تعالیٰ عذاب نہیں دیتا۔ جب کہ وہ انذار اور منذر سے غافل ہے۔ خواہ وہ مشرک اور ظالم ہی کیوں نہ ہو۔'' ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے جب یہ لکھا کہ اٹلی، فارموسا، ایکوے ڈور، کانگڑہ اور سانس فرانسسکو کے زلازل و آتش فشانیاں آپ کے خلاف کا نتیجہ کیسے ہو سکتی ہیں۔ جب کہ ان پر آپ کی پوری تبلیغ ہی نہیں ہوئی۔ اس کے جواب میں مرزا غضبناک ہو کر بیہودہ جواب دیتا رہا۔ نورالدین نے یہ لکھا کہ نبیوں کے آنے سے ساری دنیا پکڑی جاتی ہے۔ اب خود مرزا قادیانی کے الفاظ الحکم مورخہ ۱۰ر مارچ ۱۹۰۷ء میں شائع ہوتے ہیں کہ اگر اہل امریکہ و یورپ ہمارے سلسلہ کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ تو وہ معذور ہیں اور جب تک ہماری طرف سے ان کے آگے اپنی صداقت کے دلائل نہ پیش کئے جائیں۔ وہ انکار کا حق رکھتے ہیں۔

خواب میں عبدالحکیم سے مرزا کا ڈرنا

خوابات میں ڈاکٹر عبدالحکیم خاں سے ڈرنا مرزا قادیانی کے خواب ذیل سے ظاہر ہے۔ جو بدر مورخہ ۱۳ر ستمبر ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا۔ ''میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم ہمارے مکان کے پاس کھڑا ہے اور والدہ محمد اسحٰق اس کو اپنے گھر میں بلاتی ہیں۔ مگر میں نے اسے اندر نہیں آنے دیا اور میں نے کہا کہ میں نہیں آنے دیتا۔ اس میں ہماری بے عزتی ہے۔ دشمن کے گھر میں داخل ہونے سے مراد کوئی مصیبت یا موت ہوتی ہے۔'' ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کی مخالفت کے بعد مرزا قادیانی مسلسل بیماریوں میں مبتلا چلا آتا ہے۔ بار بار دوار اور صداع کے دورے ہوتے ہیں۔ مرض نقرس میں مبتلا رہا۔ ایک بار فالج بھی محسوس ہوا۔ الغرض جیسا کہ اس نے شائع کیا تھا۔ ''خدا اس کے واسطے سلامتی نہیں چاہتا۔'' ''انا اخذناہ بعذاب الیم '' (تذکرہ طبع سوم ص ۶۲۳) فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۲۰) یہ ہو بہو نقشہ

مرزا قادیانی کی حالت کا ہے[1]۔

اس عرصہ میں ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب غیر معمولی طور پر صحیح وتندرست رہے۔ فرسٹ گریڈ کے امتحان میں عزت کامیاب ہوئے۔ صدہا بشارات پوری ہوئیں۔ ۱۵راپریل ۱۹۰۷ء کو بشارت ہوئی۔ ''انا نبشرك بغلام اسمه یحییٰ '' یہ بشارت ڈاکٹر صاحب نے مولوی نورالدین کے نام بھی ایک خط میں لکھ دی تھی۔ سو الحمدللہ! کہ ۲۹راپریل ۱۹۰۷ء کو رات کے ۱۲ بجے کے قریب ان کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام حسب بشارت خداوندی یحییٰ رکھا گیا۔ پٹیالہ میں یہ بشارت قبل از وقت بہت اشخاص کو سنا دی گئی تھی۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔ مولوی فضل حق ومحمد بیگ۔ یہ دونوں مرزائی ہیں۔ مولوی فضل متین صاحب جنرل رجسٹرار ریاست پٹیالہ، سردار سروپ سنگھ فرسٹ گریڈ ہاسپٹل اسسٹنٹ۔ یہ تو مرزا قادیانی کے دکھ درد، امراض توحش، رجوع اور پریشانی دماغ کا بیان ہوا۔ اب اصل موت کا ذکر اس کے الفاظ میں سنئے وہ کتنی بار اس پر وارد ہوئی اور کس طرح ٹلی۔

مرزا اور موت کے نظارے

۱...... مرزا لکھتا ہے۔ ''۱۶ راکتوبر ۱۹۰۶ء کو میں نے دیکھا کہ کسی کی موت قریب ہے۔ یہ متعین نہیں ہوا کہ کس کی موت آئی ہے۔ تب اس کشفی حالت میں میں نے دعا کی۔ الہام ہوا۔ ''ان المنایا لا تطیش سهامها'' یعنی موتوں کے تیر خطا نہیں جاتے۔ تب میں نے اسی کشفی حالت میں ہی پھر دعا کی کہ اے خدا تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تب الہام ہوا۔ ''ان المنایا قد تطیش سهامها'' (موتوں کے تیر کبھی ٹل بھی جایا کرتے ہیں) اس کے بعد یہ بھی الہام ہوا۔ رسیدہ بود بلائے ولے۔ بخیر گذشت۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ہم سب میں سے کسی کے حق میں ہے۔

(تذکرہ طبع سوم ص ۶۷۸)

۲...... الحکم ۷ ارنومبر ۱۹۰۶ء میں مرزا قادیانی نے اپنا الہام شائع کیا۔ ''کشتین کا بیڑا غرق ہوگیا۔'' (تذکرہ طبع سوم ص ۶۸۳)

---

[1] مرزا قادیانی کا الہامی لڑکا مبارک احمد فوت ہوگیا۔ باوجودیکہ اس کی ایام بیماری میں اس کی نسبت بہت دعا کی اور الہام بھی ہوا کہ قبول کی گئی اور نو یوم کا تپ ٹوٹ گیا۔ کچھ افاقہ ہونے پر اس کی شادی بھی کر دی۔ ڈاکٹر صاحب کو ۷ رتمبر ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا۔ آج مرزا قادیانی کے ٹوسٹ میں قلق ہے۔ ۱۶ رتمبر ۱۹۰۷ء کو مبارک احمد کا افاقہ اور شادی کے بعد انتقال ہوا۔

۳...... بدر ۱۳ ؍ ستمبر ۱۹۰۶ء میں ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کو خواب میں دیکھنے کے بعد یہ تعبیر بھی شائع کی۔ ’’دشمن کے گھر میں داخل ہونے سے مراد کوئی مصیبت یا موت ہوتی ہے۔‘‘

۴...... موت ۱۳ مال حال کو۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۷۵) الہام مندرجہ بدر مورخہ ۲۷ ؍ ستمبر ۱۹۰۶ء

۵...... ’’ایک دم میں دم رخصت ہوا۔ نہ معلوم کس کے حق میں۔‘‘ مرزا قادیانی کا الہام دیکھو الحکم مورخہ ۳۱ ؍ جولائی ۱۹۰۶ء۔

۶...... ’’خواب میں ڈاکٹر عبداللہ سامنے آتے نظر آئے۔ جب قریب پہنچے تو مسکرا کر مجھے کہنے لگے کہ تار آ گئی ہے۔ دو پل ٹوٹ گئے ہیں۔‘‘ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۲۴)

۷...... ’’مت ایھا الخوان‘‘ مرائے بڑے خیانت کرنے والے۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۷۱۳)

چونکہ مرزا قادیانی کے خود اپنے الفاظ خوابات اور الہامات سے ڈرنا، متوحش رہنا، عدم تبلیغ کی حالت میں یورپ وامریکہ کو معذور سمجھنا، عبدالحکیم خاں کے حق میں دعا کرنا، بے خبر لوگوں کو معاف سمجھنا، پھر موت، تباہی اور مصیبت کا مختلف صورتوں میں سامنے آنا، موت کا اس کی دعا اور زاری کے بعد ٹلنا، رسید بود بلائے ولے بخیر گذشت اس کے بعد منہ سے نکلنا۔ صاف طور پر ظاہر ہے۔ اس لئے انجام آتھم کی طرح ہمیں ضرورت نہیں کہ پیش گوئی کی میعاد گذر جانے کے بعد ہم خود ہی مدعی بنیں اور مکرر ومبسوط اشتہارات ورسالہ جات میں شاعری انشاء پردازی اور فسانہ طرازی پر سارا زور خرچ کر کے دنیا کو دکھانا چاہیں کہ وہ ڈر گیا تھا۔ ہمیں آتھم کی طرح مرزا قادیانی کو قسم دینے کی ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ خود مرزا قادیانی کے بیانات پہلے ہی صاف طور پر اسی کے اخباروں میں شائع شدہ ہیں۔ عبداللہ آتھم کے محض ڈرنے کو نا کافی سمجھ کر مخالفین نے جو شور مچایا تو مرزا قادیانی نے ان کو بے شرم، جاہل اور یہودی صفت کہا تھا۔ اب دیکھئے مرزائی اس پیش گوئی کی نسبت کیا کہتے اور کہاں تک راستی اور ایمانداری دکھاتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب ایم۔ بی کے دیگر خوابات جو مرزا قادیانی کے متعلق پورے ہو چکے۔

مرزا لنگڑا

۱...... مرزا قادیانی کو ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا۔ اس کا بایاں پاؤں باہر کی طرف مڑا ہوا ہے اور ٹخنہ پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ دیکھو (الذکر الحکیم نمبر ۴ ص ۵، مطبوعہ ۲۴ ؍ مئی ۱۹۰۶ء) اس کے بعد مرزا قادیانی نقرس میں مبتلا ہوا اور اس کے پاؤں میں درد ہوا۔ دیکھو الحکم۔

۲...... میں مولوی فضل حکیم کے مکان پر گیا ہوں اور مرزا قادیانی کے خلاف ذکر ہو رہا ہے۔

پھر ایک جگہ محمد حسین مراد آبادی خوشنویس ملا۔ چہرہ افسردہ ہے۔ میں اسے کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کی آپ ایک حدیث بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ جس پر ساتھ کے ساتھ عمل قائم نہ ہوا ہو۔ مگر مرزا قادیانی کے اقوال میں باتیں ہی باتیں ہوتی ہیں اور عمل مطلق نہیں ہوتا۔ دیکھو (الذکر الحکیم نمبر۴ص۴۹) چنانچہ اشاعت (الذکر الحکیم نمبر۴) کے بعد ڈاکٹر صاحب کا مولوی فضل حکیم صاحب کے مکان پر بکثرت جانا ہوا۔ محمد حسین مراد آبادی بھی وہاں ملتا رہا اور یہی اذکار ہوتے رہے۔

۳...... تیرے ہاتھ سے دجالی فتنہ پاش پاش کرایا جائے گا۔ (الذکر الحکیم نمبر۴ص۱۲) اس کے بعد رسالہ المسیح الدجال ایسا ایک زبردست حربہ ڈاکٹر کے ہاتھ سے نکلا۔ جس سے حقیقت میں دجالی فتنہ پاش پاش ہوگیا۔ جس شخص کو یہ رسالہ یاد ہوتا ہے۔ مرزائی اس کے مقابل بالکل نہیں ٹھہر سکتے اور حیلہ بہانہ کر کے بھاگ جاتے ہیں جس شہر یا گاؤں میں یہ رسالہ پہنچ چکا ہے۔ مرزائیوں کا جوش دب گیا۔ ان کے طوفان کا سیلاب بند ہوگیا اور سینکڑوں مریدان مرزا رجوع کر چکے ہیں۔ جن کی فہرست علیحدہ شائع کی جائے گی۔ جن صاحبوں نے ابھی تک مطیع کر کے شائع کی جاوے۔

۴...... مرزا قادیانی کے الہامات دکھ ومصیبت وقتل کے بعد ڈاکٹر صاحب کو بشارتیں ملیں۔ ’’ولمن خاف مقام ربه جنتان ‘‘جس کی تعبیر ڈاکٹر صاحب نے یہ کی کہ وہ دشمنوں کے گزند سے محفوظ رہیں گے اور دشمن کی بددعائیں اور رونا، پیٹنا اس پر کچھ اثر نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ گذشتہ سولہ ماہ میں ڈاکٹر صاحب خدا کے فضل سے صحیح سلامت رہے۔ ترقی حاصل کی اور مرنا سخت دکھ اور مصیبت کی حالت میں رہا۔ اس کا مبشر بیٹا فوت ہوا۔

۵...... ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۶ء کو خواب میں دیکھا کہ محمد حسین مراد آبادی ہے۔ میں اسے کہہ رہا ہوں کہ اب وہی لعنتیں جو مرزا قادیانی اوروں پر برسایا کرتا تھا اب اس پر الٹ پڑیں اور وہ تمہیں کچل ڈالیں گی اور تمہارا چھپا ہو جائے گا۔ اس خواب کے بعد سنور، سامانہ اور محمود پور میں مرزائی بکثرت مرے۔ ابراہیم اور اس کی بیوی اور اس کے دونوں بیٹے اور ان کی بیویاں پلیگ سے فوت ہوئیں اور ان کا گھر بند ہوگیا۔

باب ہشتم

مرزائے قادیانی کی مطلب پرستی

میں تو مانوں گا وہی جس میں ہو مطلب کا نشاں
باقی سب لغو ہے اور جھوٹ حدیث اور قرآن

مرزا قادیانی اور مرزائی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے صاف الفاظ اور محکمات سے صاف اعراض کر کے متشابہات کو پکڑ لیتے اور شاعرانہ رنگ آمیزیوں سے ایک ذرہ کو پہاڑ بنا دیتے ہیں۔

تعمیر مینار قادیان

۱...... احادیث صحیحہ میں تو یہ ذکر ہے کہ مسیح ابن مریم منارہ پر نازل ہوگا۔ جو دمشق کے مشرق میں ہے۔ مگر جب دیکھا کہ مینارہ کی تعمیر کی بناء پر خوب روپیہ وصول ہوگا تو فوراً دس ہزار کا تخمینہ تیار کرا کے سوالہ وسعت مریدوں سے سو سو روپیہ وصول کر لیا۔ متفرق رقومات علیحدہ لیتا رہا۔ یہاں تک کہ دس ہزار سے کئی گنا زیادہ روپیہ وصول ہو گیا اور ظاہر کیا کہ مینارہ کی تعمیر سے آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی کی تصدیق ہوگی۔ حالانکہ یہ کہیں ارشاد نہیں کہ مسیح منارہ تعمیر کرائے گا۔ مگر تعمیر سے چونکہ ہزاروں روپیہ وصول ہوتا تھا۔ اس لئے اس کے نقشوں، تخمینوں اور چندوں کے واسطے بڑی مستعدی کے ساتھ اخبار میں اشتہارات دیئے۔ الفاظ ابن مریم، نزول اور مشرق دمشق سے صاف اعراض کیا اور ان میں رکیک تاویلات کیں۔ پھر جب تک اس کا چندہ وصول نہ ہوا۔ تب تک تیاری اور اشتہارات میں بہت مستعدی دکھائی۔ مگر جب دس ہزار سے بھی کئی گنا روپیہ وصول ہو چکا تو تعمیر بند کر دی۔

بہشتی مقبرہ

۲...... احادیث صحیحہ میں قبروں کے خلاف سخت ارشادات ہیں۔ مرزا نے جب دیکھا کہ مقبروں کی آمد تمام اسلامی دنیا میں خوب ہے تو فوراً اپنی موت کا اشتہار دے کر الہام ذیل شائع کر دیا۔ ”جاء اجلك المقدر“ تیری اجل مقدر آن پہنچی تا کہ اس کی موت کی خبر سے تمام مریدوں میں جوش پیدا ہو جائے اور فوراً وہ مال و جان قربان کرنے کے لئے مستعد ہو جائیں۔ رسالہ الوصیت شائع کیا جس میں ایک بہشتی مقبرہ کا اعلان دیا گیا جو کوئی اسلامی خدمات کے لئے بہشتی مقبرہ کے نام پر اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کا دسواں حصہ وقف کر دے گا۔ اس کو اس مقبرہ میں جگہ مل سکے گی اور وہ بہشتی ہو جائے گا۔ اس کی تیاری کے لئے اس وقت ہزاروں روپیہ علیحدہ وصول ہو رہا ہے۔ مگر بہشتی مقبرہ کی آمد میں سے کوئی اسلامی خدمت نہیں کی جاتی۔ تعلیم الاسلام سکول قادیان جو ایک طرح پر خدمت کر رہا ہے۔ چونکہ مرزا قادیانی کی ذات کو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ اس لئے اس سے آپ کو اس قدر بھی ہمدردی نہیں کہ اس کی شاخوں کو مہینہ میں ایک دو بار ملاحظہ کر لیا کریں۔ ہاں! مینارہ، مقبرہ اور لنگر کے نام پر جو منی آرڈر آتے ہیں ان کی وصولیت کے لئے ہر وقت منتظر اور مستعد رہتے ہیں۔

منی آرڈروں کی وصولیت کے واسطے فرصت ہے۔ مگر اس کے حساب و کتاب اور نگرانی لنگر کی مطلق فرصت نہیں۔ کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ ۱۹۰۶ء میں لنگر کی آمد کیا ہوئی؟ اس میں سے مہمانوں کی خوراک پر کیا صرف ہوا اور مرزا قادیانی کی ذاتیات پر کس قدر؟ کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ آج تک مینارہ کے نام پر کس قدر روپیہ وصول ہوا اور اس میں سے مینارہ پر کس قدر صرف ہوا اور مرزا قادیانی کی ذاتیات پر کس قدر؟ کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ بہشتی مقبرہ کے نام پر کل آمد کس قدر ہوئی اور اس میں سے کس قدر صرف ہوا اور مرزا قادیانی کی ذاتیات پر کس قدر؟ آج تک مرزا قادیانی کو نذرانوں میں کس قدر وصول ہوا اور کس قدر ان کی جائیداد کی آمد ہے۔ مرزا قادیانی کے نذرانوں اور جائیداد اور آمد لنگر مقبرہ و مینارہ میں سے کس قدر صرف ہوتا ہے اور کس قدر مرزا قادیانی اپنے صرف میں لاتے ہیں۔

لنگر خانہ

۳...... لنگر خانہ کے نام سے چونکہ بڑی آمد ہے جو سینکڑوں روپیہ ماہوار کی بجائے ہزاروں روپیہ ماہوار ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کی آمد کے متعلق عجیب عجیب طریقوں میں اشتہارات جاری ہوتے رہتے ہیں۔ مگر سارا زور وصولیت پر ہی خرچ ہوتا ہے۔ اس کے انتظام و حساب و کتاب کی طرف کوئی توجہ کی نہیں۔ یہاں تک کہ جب جماعت سیالکوٹ نے ایک خط میں لنگر کی بدنظمی کی طرف توجہ دلائی اور زبانی بعض مریدوں نے عرض کی تو جواب دیا کہ کیا میں قوم کا خزانچی ہوں یا کوئی بنیا بقال ہوں یا کوئی بھٹیارا ہوں؟

حساب سے اعراض

۴...... قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں دیانت، امانت، صفائی حساب اور حسن معاملت کی بڑی تاکید ہے۔ مگر مرزا قادیانی خوب سمجھتے ہیں کہ حساب کتاب رکھنے میں قلعی کھلتی ہے اور دنیا معلوم کر سکتی ہے کہ مہمانوں پر کیا صرف ہوا ہے۔ لنگر کی اصل آمد کیا ہے اور اس میں سے آپ کی ذاتیات پر کیا صرف ہوتا ہے اور اسلامی خدمات پر کیا۔ اس لئے وہ حساب کتاب کے نہ رکھنے پر استقلال سے جمے ہوئے ہیں۔

براہین احمدیہ کا چندہ

۵...... براہین احمدیہ کے اشتہارات پیشگی امداد کے لئے بڑے شد و مد کے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں شائع کئے۔ پہلی جلد تمام اشتہار سے ہی بھر دی اور ظاہر کیا۔ اس میں تین سو دلائل بینظیر سے اسلام کی افضلیت تمام مذاہب پر ثابت کی گئی ہے اور یہ کتاب تین سو جزو کو پہنچ گئی ہے۔ مگر

جب فرسٹ ایڈیشن کے ۵۶۲ صفحہ شائع ہو چکے اور کل کتاب کی قیمت پیشگی وصول ہو چکی۔ تب ایسے خاموش ہوئے کہ باوجود دنیا کے طعن وطنز اور تقاضا ہائے شدید کے پچیس سال سے اس کا نام تک نہیں لیا اور اپنا پیچھا چھڑانے اور بدعہدی کا الزام خداوند عالم پر رکھنے کے لئے یہ لکھ دیا کہ ’’اب اس کا متولی اور مہتمم رب العالمین ہے۔‘‘

۶...... جب احادیث کی رو سے مرزائیوں کو سنایا جائے۔ آنے والے مسیح آنحضرت ﷺ کے مدفن میں مدفون ہوں گے تو اس سے صاف انکار کرتے ہیں یا اس کے خلاف عقلی ڈھکوسلے نکالتے ہیں یا یہ تاویل کرتے ہیں کہ قبر سے مراد ظاہری قبر نہیں۔ بلکہ عالم برزخ میں کوئی قبر ہے۔ مگر جب اپنے بہشتی مقبرہ کا اعلان دیا تو اس سے ایک خاص مقام مراد لے کر اس کا بڑا اہتمام ہو رہا ہے۔

علامات مسیح

۷...... جب مرزائیوں کو سنایا جائے کہ قرآن مجید آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین فرماتا ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں جو آپ کے بعد رسالت ونبوت کا دعویٰ کرے۔ وہ کذاب اور دجال ہے۔ اسی مسئلہ پر تمام امت محمدیہ کا آج تک اجماع چلا آیا ہے۔ مگر ان تمام الفاظ سے صریح انکار کرتے اور کہہ دیتے ہیں کہ آنے والے مسیح کی نسبت احادیث میں نبی ورسول کا لفظ آیا ہے۔ پھر جب ان سے سوال کیا جائے کہ جب اس درجہ کی احادیث کے الفاظ ورسول کو لفظاً مانتے ہو تو اعلیٰ درجہ کی احادیث کے صاف الفاظ میں کیوں تاویل کرتے ہو۔ جن میں یہ ارشاد ہے کہ حضرت کے بعد کوئی نبی نہیں جو مسیح آنے والا ہے۔ وہ ابن مریم ہوگا۔ اس کے وقت میں مال کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملے گا۔ وہ آنحضرت ﷺ کے مدفن میں دفن ہوگا۔ وہ تمام مسلمانوں کو ایک کردے گا اور الحرب کو بند کردے گا۔ تمام دجال نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ دجال مکہ نہ جاسکے گا۔

۸...... جب مرزائیوں سے پوچھئے کہ قرآن مجید نے حمد کے لفظ کو اللہ تعالیٰ کے واسطے مخصوص کردیا ہے۔ قرآن مجید الحمد للہ سے شروع ہوتا ہے۔ پھر مرزا قادیانی کا یہ الہام ’’یحمدك الله من العرش ‘‘ غیر خدا کی طرف سے نہیں تو پھر کیا ہے۔ خاص آنحضرت ﷺ کو تو حکم ملتا ہے کہ ’’سبح بحمد ربك واستغفره (النصر:۳) ‘‘ مگر مرزا قادیانی کو الہام ہوتا ہے کہ اللہ تیری حمد کرتا ہے تو کہتے ہیں جو حدیثوں میں آیا ہے کہ لوگ مہدی کی تسبیح کریں گے۔ آپ ہی تو کہا کرتے تھے کہ مہدی کے متعلق تمام حدیثیں غیر صحیح ہیں اور قرآن کے خلاف جو حدیث ہو وہ قابل

سند نہیں۔ مگر جب اپنا مطلب نکلتا دیکھا تو فوراً انہیں حدیثوں سے دلیل لانے لگے اور قرآنی آیات سے صاف انکار کرنے لگے۔ جن میں ارشاد ہے۔ ”یسبح اللہ ما فی السموات وما فی الارض (الجمعہ:۱) سبح اسم ربک الاعلیٰ (الاعلیٰ:۱)“ خدا مرزا قادیانی کی تعریف کرتا ہے اور مجلس ہی میں بیٹھ کر مرزا قادیانی اپنی نسبت حمد یہ شعر بڑے شوق سے سنتے اور مریدوں سے تسبیح کرواتے ہیں۔ امید ہے کہ عنقریب یہ حکم بھی ہو جائے کہ اے لوگو! مجھے سجدہ کرو۔ کیونکہ میرا نام اللہ تعالیٰ نے آدم رکھا ہے اور آدم کے واسطے حکم ہے کہ ”اسجدوا لادم“

۹...... جب مرزائیوں سے کہا جائے کہ قرآن مجید میں بار بار ارشاد ہے کہ کوئی نفس دوسرے نفس کے کام نہیں آ سکتا۔ آنحضرت ﷺ کو ارشاد ہے کہ جس سے تو محبت کرے تو اس کو ہدایت نہیں کر سکتا۔ نوح علیہ السلام کو بیٹے کی نسبت اور ابراہیم علیہ السلام کو آذر کی نسبت سفارش کرنے پر تنبیہ ہوتی ہے۔ پھر مرزا قادیانی کا یہ الہام کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ جس سے تو راضی اس سے خدا راضی۔ جس سے تو ناخوش اس سے خدا ناخوش؟ اور مرزا قادیانی کا مقبرہ دوسروں کے لئے نجات کا موجب کیسے ہو سکتا ہے؟ تو تمام آیات قرآنی کو لغو اور باطل سمجھ کر اور تعلیمات انبیاء علیہم السلام سے صاف انکار کر کے کہنے لگتے ہیں کہ خدا ایسوں کو ہی اس جگہ دفن ہونے کا سامان میسر کرے گا جو بہشتی ہوں تو ظاہر النظر میں قادیان اور اس کے قرب وجوار کے واسطے تو بہشت میں داخل ہونا نہایت آسان ہوا اور باقی دنیا کے لئے مشکل اور ناممکن۔ مثلاً مکہ، مدینہ اور بیت المقدس والوں کے واسطے عام طور پر اس بہشتی مقبرہ میں مدفون ہونا۔ ایسا ہی ناممکن ہے جیسا کہ مرزا قادیانی کو باوجود اس قدر ثروت اور جماعت کے مدفن رسول اللہ میں مدفون ہونا۔

۱۰...... جب میں نے بار بار اپنے خطوط میں لکھا کہ جن لوگوں پر تبلیغ نہیں ہوئی وہ کیسے انکار اور خلاف کے مجرم ہو سکتے ہیں اور قرآنی آیات اس کے ثبوت میں پیش کیں۔ ”لا یکلف اللہ نفساً الا وسعها (البقرة:۲۸۹) ما کنا معذبین حتّٰی نبعث رسولا (الاسراء:۱۵)“ ان آیات سے صاف انکار کرتے رہے اور آنحضرت ﷺ پر خود پرستی اور خونریزی کے الزام لگاتے رہے۔ مگر جب بابیوں کی جماعت امریکن کا حال سنا اور دیکھا کہ وہاں لوگوں میں اس کی قبولیت ہو کر خوب کام چل سکتا ہے تو جھٹ کہہ دیا کہ امریکہ کے لوگ اگر ہمارا انکار کریں تو ان کا حق ہے۔ جب تک ان پر پورے طور پر تبلیغ نہ ہو جائے اور محمد علی ایم۔اے کو حکم دیا کہ ایک مبسوط کتاب ہمارے دعاوی پر تصنیف کر کے بھیجنی چاہیے۔

۱۱...... جب میں نے لکھا کہ جن لوگوں پر کسی رسول کی تبلیغ نہیں ہوئی ان میں سے ایسے لوگ

نجات پاسکتے ہیں جو خدا کو مانتے اور عمل صالحہ کرتے ہیں اور قرآنی آیات اس کے ثبوت میں پیش کیں۔ تب ان سے صاف انکار کیا اور آنحضرت ﷺ پر خود پرستی اور خونریزی کا الزام لگایا۔ مگر جب کسی شخص نے یہ اعتراض کیا کہ قرآن کریم کی رو سے مکہ، مدینہ اور بیت المقدس کے متولی وہی لوگ ہوں گے جو متقی ہوں گے اور وہ ہیں آپ کے مخالف تو وہ متقی کیسے ہوئے؟ تو جھٹ پہلو بدل گئے اور مولوی فضل دین نے الحکم میں شائع کرادیا کہ بے خبر کو خدا عذاب نہیں کرتا۔ خواہ وہ مشرک اور ظالم کیوں نہ ہو۔

الغرض مرزا قادیانی اور مرزائی قرآن وحدیث کے انہیں الفاظ کو پکڑتے ہیں۔ جن سے ان کی مطلب براری ہوسکتی ہو۔ خواہ کیسی ہی بعید تاویلات کرنی پڑیں اور کتنا ہی آیات محکمات اور احادیث صحیحہ کا انکار کرنا پڑے۔

میر ناصر نواب دہلوی خسر مرزا قادیانی کے چند اشعار حالات مرزا میں

(منقول از اشاعۃ السنہ نمبر ۱۲ ج ۱۴)

ہے کہیں نوٹس بزرگی کا لگا — آؤ لوگو ہم پہ ہے فضل خدا
ہو ہمارے فضل میں تم بھی شریک — ہم تمہیں دیں فیض تم دو ہم کو بھیک
مال و دولت اور بیٹے پاؤ گے — گر بجا خدمت ہماری لاؤ گے
تم پھلو پھولو گے دشمن ہوں گے خوار — تم پہ رحمت ان پہ ہوگی حق کی مار
مال جو دے وہ مرید خاص ہے — اس کے دل میں بالخصوص اخلاص ہے
جو نہ دے کچھ مال وہ کیسا مرید — شمر اس کو جان لو یا ہے یزید
ہے مریدی واسطے پیسوں کے اب — ہائے دنیا میں پڑا ہے یہ غضب
ہر گھڑی ہے مالداروں کی تلاش — تا کہ حاصل ہو کہیں وجہ معاش
قرض سے ایک دفعہ ہو جائے نجات — گو ملے صدقہ کہ مل جائے زکوٰۃ
ہو یتیموں ہی کا یا رانڈوں کا ہو — رنڈیوں کا مال یا بھانڈوں کا ہو
کچھ نہیں تفتیش سے ان کو غرض — حرص کا ہے اس قدر ان کو مرض
آج کل مکار ایسے پیر ہیں — ان کے حال و قال بے تاثیر ہیں
اور کہیں تصنیف کے ہیں اشتہار — یہ ہی لوگوں نے کیا ہے روزگار
پیشگی قیمت مگر لیتے ہیں وہ — خلق کو اس طرح دم دیتے ہیں وہ
بعض کھا جاتے ہیں قیمت سب کی سب — اس طرح کا پڑ گیا یارو غضب

قیمتیں کھا کر نہیں لیتے ڈکار ‏ جیسے آتا تھا کہیں ان کا ادھار
جو کوئی مانگے وہ بے ایمان ہے ‏ وہ بڑا ملعون اور شیطان ہے
بد گمانی کا اسے آزار ہے ‏ سارے بدبختوں کا وہ سردار ہے
ایک تو پلہ سے اس نے زر دیا ‏ دوسرے بدنام اپنے کو کیا
کھا گیا جو مال وہ اچھا رہا ‏ کچھ گھٹا ہرگز نہ اس کا اِتقا
بدمعاش اب نیک از حد بن گئے ‏ بومسلم آج احمد بن گئے
عیسیٰ دوراں بنے دجال ہیں ‏ ہر طرف مارے انہوں نے جال ہیں
ظاہری افعال ان کے نیک ہیں ‏ سارے عالم میں وہ گویا ایک ہیں
عالم و صوفی ہیں اور شب خیز ہیں ‏ مال پر لوگوں کے دندان تیز ہیں
ہر طرح سے مال ہیں وہ نوچتے ‏ ہیں یہی تدبیر ہر دم سوچتے
جس طرح ہو مال کچھ کھا جائے ‏ کچھ نیا اب شعبدہ دکھلائے
ہو کوئی کیسا ہی گرچہ بدمعاش ‏ میوہ زر کی وہ دے دے ان کو قاش
پھر تو وہ مقبول رحمٰن ہے ضرور ‏ ان کے دل کو اس نے پہنچایا سرور
متقی ان کو نہ دے تو ہے شقی ‏ جو شقی دے ان کو ہے وہ متقی
ہیں امیروں سے بڑھاتے میل جول ‏ کر کے تعریفیں اڑا لیتے ہیں مول
جو کوئی دے ہاتھ کر دیں گے دراز ‏ اس قدر ہے ان کے دل میں حرص و آز
ہیں امیر اور لیتے ہیں صدقہ زکوٰۃ ‏ دینداری کی نہیں ہے کوئی بات
علم ہے دنیا کمانے کے لئے ‏ دولت دنیا ہے کھانے کے لئے
دل میں اپنے منفعل ہوتے نہیں ‏ ہنستے رہتے ہیں کبھی روتے نہیں
غیظ میں بدمست ہو جاتے ہیں وہ ‏ اپنی چالاکی پہ اتراتے ہیں وہ
اپنی تعریفوں سے بھرتے ہیں کتاب ‏ آیت قرآن ہیں گویا ان کے خواب

دیگر

مہدی وقت ہے کوئی مشہور ‏ کوئی بنتا ہے عیسیٰ دوراں
نہ عیاں اس میں عیسوی برکت ‏ نہ ہدایت کا اس میں نام و نشاں
نہ فقیروں میں صبر باقی ہے ‏ نہ امیروں میں شکر کا ہے نشاں

مرغ بریاں کا شوق ہے ان کو — ہیں ملائک خصال جو انسان
قورمہ اور پلاؤ کھاتے ہیں — لوگ کہتے ہیں جن کو قطب زماں
جو ولایت میں ہیں قدم رکھتے — ان کی صدقہ پہ ہے فقط گزراں
جب حقیقت کھلے بزرگی کی — ان کے دیکھے اگر کوئی ساماں
ٹھاٹھ ہیں ان کے سب امیرانہ — در دولت پہ ہیں کئی درباں
رات دن ہیں عمارتیں بنتیں — مال کرتے ہیں مفت میں ویراں
ناصر اب ختم کر کلام اپنا — حق تیری مشکلیں کرے آساں

باب نہم

قطع وتین

مرزائیوں کی یہ دلیل بڑی مایہ ناز ہے اور حسب معمول مرزا قادیانی نے اس کے متعلق بھی اربعین اور دوسری کتابوں میں سخت دجالیت اور کذابی سے کام لیا ہے اور سخت طول کلامی، انشاء پردازی، تکرار اور بے جا تصرفات سے حق کو دبانا چاہا ہے۔

اس لئے میں پہلے تلخیصاً چند فقرات اربعین سے نقل کر کے اظہار حقیقت کروں گا۔

’’انہ لقول رسول کریم وما ھو بقول شاعر قلیل ما تؤمنون ولا بقول کاھن قلیلاً ما تذکرون ۰ تنزیل من رب العالمین ولو تقول علینا بعض الا قاویل لاخذنہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین (الحاقہ: جزء:۲۹) ‘‘اور ترجمہ اس کا یہ ہے کہ یہ قرآن کلام رسول کا ہے۔ یعنی وحی کے ذریعہ سے اس کو پہنچا ہے اور یہ شاعر کا کلام نہیں۔ مگر چونکہ تمہیں فراست سے کم حصہ ہے۔ اس لئے تم اس کو پہچانتے نہیں اور یہ کاہن کا کلام نہیں۔ یعنی اس کا کلام نہیں جو جنات سے کچھ تعلق رکھتا ہو۔ مگر تمہیں تدبر اور تذکر کا بہت کم حصہ دیا گیا ہے۔ اس لئے ایسا خیال کرتے ہو۔ تم نہیں سوچتے کہ کاہن کیسی پست اور ذلیل حالت میں ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ رب العالمین کا کلام ہے جو عالم اجسام اور عالم ارواح دونوں کا رب ہے۔ یعنی جیسا کہ وہ تمہارے اجسام کی تربیت کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ تمہاری روحوں کی تربیت کرنا چاہتا ہے اور اسی ربوبیت کے تقاضا کی وجہ سے اس نے اس رسول کو بھیجا ہے اور اگر یہ رسول کچھ اپنی طرف سے بنالیتا اور کہتا کہ فلاں بات خدا نے میرے پر وحی کی ہے۔ حالانکہ وہ کلام اس کا ہوتا، نہ خدا کا، تو ہم اسکا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور پھر اس کی رگ

جان کاٹ دیتے اور کوئی تم میں سے اس کو بچانہ سکتا۔ یعنی اگر وہ ہم پر افتراء کرتا تو اس کی سزا موت تھی۔ کیونکہ وہ اس صورت میں اپنے جھوٹے دعوے سے افتراء اور کفر کی طرف بلا کر ضلالت کی موت سے ہلاک کرنا چاہتا تو اس کا مرنا اس حادثہ سے بہتر ہے کہ تمام دنیا اس کی مفتریانہ تعلیم سے ہلاک ہو۔ اس لئے قدیم سے ہماری یہی سنت ہے کہ ہم اسی کو ہلاک کر دیتے ہیں جو دنیا کے لئے ہلاکت کی راہیں پیش کرتا ہے اور جھوٹی تعلیم اور جھوٹے عقائد پیش کر کے مخلوق خدا کی روحانی موت چاہتا ہے اور خدا پر افتراء کر کے گستاخی کرتا ہے۔''

(اربعین نمبر۴ ص۳،۴، خزائن ج۱۷ ص۳۸۸،۳۸۹)

نوٹ...... جن الفاظ کے نیچے خط کھینچا گیا ہے وہ مرزا قادیانی کا اپنا تصرف ہے۔ زاید اور بے جا تصرفات سے آیت قرآنی کو اپنے خیال کے سانچہ میں ڈھالنا چاہا ہے۔ اگر مفتری کو اس قصور پر ہلاک کیا جانا ضروری ہے کہ وہ دنیا کو بگاڑتا ہے تو پھر شیطان کو کیوں مہلت دی گئی جس نے ساری دنیا کو بگاڑ دیا۔ ظالم، بت پرست، قبر پرست، منارہ پرست، چور، ڈاکو، رنڈیاں، اور دیگر بدکار لوگ کیوں دنیا میں باقی ہیں۔ جن کی بدتعلیم، بدصحبت اور بدنمونے سے تمام دنیا تباہ ہوگئی اور بگڑ گئی۔ پھر آیات ذیل کے کیا معنی ہوں گے۔ ''نمدّ هولاء وهولاء من عطاء ربك'' ہم ان لوگوں کی بھی مدد کرتے ہیں اور ان لوگوں کی بھی (یعنی نیکوں کی بھی اور شریروں کی بھی) تیرے رب کی عطاء ہے۔ ''ولو شاء الله لهديكم اجمعين (النحل:۸)'' اور اگر اللہ چاہتا تو سب کی ہدایت کر دیتا۔ اور پھر واقعی دنیا میں ایسا نظر کیوں آتا ہے کہ دنیا میں ہلاک شدہ لوگ زیادہ ہیں۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی بھی اپنے ایک دو لاکھ مریدوں کے علاوہ تمام دنیا کو ملعون اور جہنمی قرار دیتا ہے۔

(اربعین نمبر۳ ص۴، خزائن ج۱۷ ص۳۸۹) ''اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی سچائی پر یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ اگر وہ ہماری طرف سے نہ ہوتا تو ہم اس کو ہلاک کر دیتے اور وہ ہرگز زندہ نہ رہ سکتا۔ گو تم لوگ اس کے بچانے کے لئے کوشش بھی کرتے۔''

استخفاف قرآن یا دلیل کلمہ کفر ہے۔ اگر قرآن شریف کی ایک دلیل کو رد کیا جائے تو امان اٹھ جائے گا۔ جس امر میں قرآن اور رسول کریم ﷺ پر زور آتی ہو ایماندار کا کام نہیں کہ اس پلید پہلو کو اختیار کرے۔ یہ سب قول صحیح اور بالکل صحیح مگر اس مسیحیت کے ساتھ وہی دجالیت ملی ہوئی ہے۔ میں تو مانوں گا وہی جس میں ہو مطلب کا نشاں۔ باقی سب لغو ہے اور جھوٹ حدیث وقرآن۔ کیوں جناب پھر آپ ان تمام دلائل وآیات قرآنی کا استخفاف کیوں کرتے ہیں جو آپ کے دعاوی اور الہامات کے خلاف ہوں؟ جیسا کہ آپ میرے خطوں کے جواب میں کرتے

رہے۔ کیا جس قدر آپ کے عقائد والہامات قرآن واحادیث کے خلاف اس رسالہ میں ثابت کیئے گئے ہیں۔ ان تمام سے آپ فوراً رجوع کریں گے۔ یا قرآن مجید کا استخفاف؟ ہاں! ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہوتے ہیں اور کھانے کے اور۔

۳...... (اربعین نمبر۴ص۵، خزائن ج۱۷ص۴۳۴) ’’صادقوں کے لئے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہوکر اور خدا پر افتراء کر کے آنحضرت ﷺ کے زمانہ نبوت کے موافق یعنی تیئیس برس تک مہلت پاسکے۔‘‘

نوٹ...... اس کا جواب قطع وتین سے لفظ بلفظ نقل کیا جاتا ہے۔

۲۳سالہ مہلت کی قید مرزا قادیانی اور ان کے مریدوں کی اپنی اختراع ہے۔ ورنہ آیت ’’لو تقول‘‘ سے جس پر ان کو بہت کچھ نازو دارومدار ہے۔ یہ میعاد بالکل ثابت نہیں ہوتی اور ہم اختیار دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی کسی طرح اور ہی آیت یا حدیث سے یہ میعاد ثابت کر دیویں۔ مرزا قادیانی کے اس قاعدہ ۲۳سالہ سے ایک بڑی بھاری خرابی پیدا ہوتی ہے کہ کئی سچے نبی ۲۳سال سے پہلے ہی مر گئے یا ہلاک کر دیئے گئے تو وہ بقول مرزا قادیانی کے کاذب ہوئے اور اگر بالفرض آیت کے معنی موت لئے جائیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے نبی کو ایک دن کی بھی مہلت دیوے اور کیوں اس کو فوراً ہلاک نہ کر دیوے تاکہ لوگ اس کی ضلالت سے بچ جاویں اور جب کہ بقول مرزا قادیانی مسیلمہ کذاب یا کسی اور مفتری کو ۲۲سال تک مہلت مل جانی محال نہیں ہے اور اس عرصہ تک اس کا لوگوں کو گمراہ کرنا اللہ تعالیٰ پسند رکھتا ہے تو ۲۴سال یعنی اور دو سال تک اس کی گمراہی کو پسند نہ کرنے کی کیا وجہ ہے۔ پس مرزا قادیانی کے نزدیک اس آیت ’’لو تقول‘‘ کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ۲۲سال تک مفتری کی تعلیم وتضلیل کو پسند فرماتا ہے اور اس سے ایک ماہ بعد پسند نہیں فرماتا۔ یہ تو ہوا مرزا قادیانی کا خدا۔ مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے خداوند تعالیٰ نے اس کو یہ حکم دیا تھا کہ مسیلمہ کذاب کا فوراً قلع قمع کیا جاوے۔ افسوس ہے آپ کی تفسیر دانی پر۔ مرزا قادیانی کے اس معنی سے ایک اور مسئلہ بھی مستنبط ہوا کہ اگر کوئی مفتری مامور من اللہ یا ملہم ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کی تبلیغ کو چپ چاپ ۲۲سال تک سنتے رہنا چاہئے اور اس کی تردید وغیرہ نہیں کرنی چاہئے اور اس پر قبل از ۲۳سال ایمان بھی نہیں لانا چاہئے۔ کیونکہ اس کی معیار شناخت بقول ان کے ۲۳سالہ میعاد ہے۔ مگر اپنے خود ہی اس قاعدہ کو توڑ دیا اور باوجودیکہ ان کے دعوے کو ابھی دس سال ہوئے اور ۲۳سال نہیں ہوئے۔ آپ لوگوں کو اپنی بیعت کی ترغیب دیتے ہیں اور ادھر منشی الٰہی بخش صاحب ملہم ربانی کی تردید بھی آپ نے شروع کر دی اور ۲۳سال تک انتظار نہیں کیا۔

۴...... (اربعین نمبر۴ص۵، خزائن ج۱۷ص۴۳۵،۴۳۴) ’’خداتعالیٰ کا یہ قول محل استدلال پر ہے اور منجملہ دلائل صدق نبوت کے یہ بھی ایک دلیل ہے اور خداتعالیٰ کے قول کی تصدیق تبھی ہوتی ہے کہ جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہلاک ہو جائے۔ ورنہ یہ قول منکر پر حجت نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے لئے بطور دلیل ٹھہر سکتا ہے۔‘‘

سبحان اللہ عجب منطق ہے۔ میں بھی چاروں طرف سے آنکھیں بند کر کے مرزاقادیانی کی طرح چند کانی باتیں پیش کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ مرزاقادیانی اور مرزائی اس میں کیا بولتے ہیں؟

۱...... دنیا میں اس وقت کوئی ظالم نہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔ ’’فقطع دابر القوم الذین ظلموا (الانعام:۴۵)‘‘ ظالم لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی۔

۲...... دنیا سے باطل دور ہو چکا۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔ ’’جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا (الاسراء:۸۱)‘‘ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ کیونکہ باطل تو بھاگنے والا ہی تھا۔

۳...... دنیا سے سود اور سود خور مٹ چکے۔ کیونکہ تیرہ سو صدیوں سے زیادہ عرصہ گذر چکا۔ خداوند عالم فرما چکا ہے۔ ’’یمحق الله الربا ویربی الصدقات (البقرة:۲۷۶)‘‘ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ ہر ایک ظالم ہر ایک باطل پرست اور ہر ایک سود خور مرزاقادیانی کی طرح کہہ سکتا ہے کہ میں ظالم نہیں ہوں، باطل پرست نہیں ہوں اور سود خور نہیں ہوں۔ کیونکہ خداتعالیٰ کے قول کی تصدیق تبھی ہوتی ہے کہ کوئی ظالم، باطل پرست اور سود خور دنیا میں باقی نہ ہو اور چونکہ ہر ایک ظالم، باطل پرست اور سود خور اپنی ناپاک تعلیم اور مثال سے دنیا کو بگاڑتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو بھی مفتریوں کی طرح نیست ونابود کر چکا ہے۔

۴...... اس وقت تمام سلطنت، دول، عزت، تجارت، حرفت اور ہر قسم کی برکت اور کثرت امت محمدیہ میں ہے اور دنیا میں آنحضرت ﷺ کا کوئی دشمن موجود نہیں۔ تمام دشمنان محمدی کی نسل منقطع ہوتے ہوتے خاتمہ ہو چکا۔ کیونکہ قرآن مجید فرماتا ہے: ’’انا اعطینك الکوثر فصل لربك وانحر ان شانئك هو الابتر (الکوثر:۱تا۳)‘‘ (اے محمدؐ) ہم نے تجھے ہر قسم کی بہتات دی ہے۔ پس تو اپنے رب کے واسطے نماز ادا کر اور قربانی کر۔ بے شک تیرا دشمن مقطوع النسل ہے۔ پس اس دلیل قرآنی کی رو سے عیسائیوں کے ہاتھ میں نہ سلطنت ہے، نہ دولت، نہ عزت، نہ تجارت، نہ حرفت، نہ دنیا میں کوئی محمد ﷺ کا دشمن موجود ہے۔ بلکہ تمام یورپ سچا مسلمان ہے۔ اگر سچا مسلمان نہ ہوتا تو یورپ تنگ، ذلیل اور مقطوع النسل ہو جاتا۔ تمام عیسائی حضرت

سے دشمنی کرتے ہیں۔ وہ مقطوع النسل ہیں اور جن پادریوں کی اولاد ہوتی ہے وہ حضرت کے دشمن نہیں ہیں۔ اے کانے دجالیو! جو کچھ تم ان آیات کا جواب تجویز کرو گے وہی آپ کے استدلال ''لو تقول'' کا جواب ہوگا۔

۵...... (اربعین نمبر۴ ص۷،۸، خزائن ج۱۷ ص۴۳۷) توریت میں لکھا ہے کہ ''اگر تمہارے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو اور تمہیں کوئی نشان اور معجزہ دکھلاوے اور اس نشان یا معجزہ کے مطابق جو اس نے تمہیں دکھایا بات واقع ہو اور وہ تمہیں کہے آؤ ہم غیر معبودوں کی جنہیں تم نے نہیں جانا پیروی کریں۔ یعنی خدا کے سوا کسی اور کا حکم منوانا چاہے یا اپنی ہی پیروی ان باتوں میں کرانا چاہے جو توریت کے مخالف ہیں تو ہرگز اس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات پر کان مت دھرو کہ خداوند تعالیٰ خدا تمہیں آزماتا ہے۔ تا دریافت کرے کہ تم خداوند اپنے خدا کو اپنے سارے دل اور ساری جان سے دوست رکھتے ہو کہ نہیں۔ چاہئے کہ تم خداوند اپنے خدا کی پیروی کرو۔ (یعنی اسی کی ہدایتوں کے موافق چلو۔ دوسرا شخص کو کوئی فلاسفر ہو، یا حکیم ہو اس کی بات نہ مانو) اور اس سے ڈرو اور اس کے حکموں کو حفظ کرو اور اس کی بات مانو، تم اسی کی بندگی کرو اور اسی سے لپٹے رہو اور وہ نبی یا وہ خواب دیکھنے والا قتل کیا جائے گا۔'' (دیکھو توریت استثناء باب ۱۳)

نوٹ...... ان آیات توراتی سے تو مرزاقادیانی نے اپنی جڑوں کو آپ کاٹ ڈالا۔ اوّل: تو ان سے یہ ثابت ہوا کہ جھوٹا نبی بھی نشان اور معجزہ دکھلا سکتا ہے اور اس کے مطابق بات واقع ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ مرزاقادیانی کے بعض نشانات پورے ہوجائیں۔ دوم: جھوٹے نبی کی یہ شناخت ہے کہ اس کی تعلیم کتب مقدسہ کے خلاف ہوگی۔ جیسا کہ مرزاقادیانی کی تعلیم سراسر قرآن مجید کے خلاف ہے۔ جیسا کہ ہم نمونتاً باب اوّل میں بیان کر چکے ہیں۔ سوم: جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا۔ مگر مولوی چراغ الدین اور منشی الٰہی بخش جو مرزاقادیانی کے زعم میں جھوٹے نبی تھے قتل نہیں ہوئے۔ اس لئے وہ جھوٹے نہ ٹھہرے اور چونکہ ان کی تمام تعلیمات، تورات وانجیل وقرآن کے مطابق تھیں۔ اس لئے وہ اپنے دعوؤں میں سچے ٹھہرے۔ چہارم: مرزاقادیانی جھوٹا نبی ثابت ہوا۔ کیونکہ اس کی تعلیم قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے مخالف ہے۔

۶...... (اربعین نمبر۴ ص۸، خزائن ج۱۷ ص۴۳۸) ''لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے۔ جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا تو وہ نبی قتل کیا جائے۔''

(تورات استثناء باب ۱۸،۲۰)

اس آیت کے مقدم ومؤخر کو مرزاقادیانی نے دور کر کے سخت دھوکا دینا چاہا ہے۔ جیسا

کہ بے نماز لوگ کہدیا کرتے ہیں کہ "لا تقربو الصلوٰۃ" کا حکم قرآن مجید میں ہے۔ ہم اس پر عامل ہیں۔ یہی مقام تو مرزا قادیانی کے لاطائل دعاوی کو بیخ وبن سے اکھاڑنے والا اور آیت "لوتقول" کا مفسر ہے۔ اس لئے ہم اس مقام کو پورے طور پر ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا جواب اس سے لوں گا۔"

"لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جاوے اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں؟ تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور جو اس نے کہا ہے واقع نہ ہو یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی، بلکہ اس نبی نے گستاخی سے کہی ہے۔ تو اس سے مت ڈر۔"

اب ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ یہ تمام پیش گوئی آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حق میں ہے جو مثیل موسیٰ علیہ السلام ہیں اور جو بنی اسرائیل کے بھائیوں بنی اسماعیل میں پیدا ہوئے۔ جن کی شان ہے۔ "ما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحیٰ" جن کا ہر قول اور ہر فعل ہمیشہ کے واسطے ایک پاک سنت قرار پایا جو روحانیت اور اخلاق میں اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں۔ پس ان کا ہر فعل اور ہر قول تعلیم الٰہی کے مطابق ہونا ضروری تھا۔ اس لئے یہ آپ کے لئے مخصوص ہے کہ اگر وہ نبی گستاخی سے کوئی بات اپنی طرف سے خدا کے نام پر کہے تو قتل کیا جائے گا۔ اسی توراتی پیشگوئی کے مطابق ان یہود ونصاریٰ پر حجت قائم کی گئی ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کے حالات اور تعلیمات سے خوب واقف تھے۔ اکثر باتوں کو تسلیم کرتے اور بعض سے انکاری ہو جاتے تھے۔ ان کو پوری اطاعت اور کامل ایمان کے واسطے ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی تمام باتیں جن کو یہ خدا کے نام سے کہتا ہے۔ فی الحقیقت خدا کی طرف سے ہیں۔ اگر گستاخی سے بعض باتیں اپنی طرف سے بنا کر خدا کی طرف منسوب کرتا تو قتل کیا جاتا۔ اگر اس خاص بات کو عام کیا جائے اور اس آیت کے یہ معنی لئے جائیں کہ جھوٹے نبی کی یہی شناخت ہے کہ قتل کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ جو انبیاء علیہم السلام مقتول ہوئے۔ وہ سب جھوٹے تھے۔ "یقتلون الانبیاء بغیر حق (آل عمران:۱۱۲) وقتلهم الانبیاء (النساء:۱۵۵)" جو یہودیوں کی حالت میں وارد ہیں۔ شاہد ناطق ہیں کہ سچے نبی قتل ہوتے رہے۔ ورنہ قرآن مجید کا یہ بیان خلاف واقعہ ٹھہرتا

ہے۔ انجیل سے یوحنا نبی کا قتل ہونا ثابت ہے۔ (متی باب ۱۴ص ۱۰) خود مرزا قادیانی نے (حقیقت الوحی ص ۱۶۴، خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۸) پر ان کو ''یحییٰ شہید'' لکھا ہے۔ مگر مرزا قادیانی ہے کہ ہر موقعہ پر صاف معنی سے اعراض کر کے من گھڑت معنے اور من گھڑت دلائل میں کتابیں لکھ مارتا ہے۔ مرزا قادیانی کا اس خاص نشان کو عام بنا کر اپنی تائید میں دلیل پکڑنا ایسا ہی بیہودہ ہے۔ جیسا کہ کوئی دشمن اسلام ''ان شانئک ہو الابتر'' کو عام کر کے استدلال کرے کہ میں محمد ﷺ کا دشمن نہیں ہوں۔ کیونکہ میں صاحب اولاد اور صاحب جاہ وحشم ہوں۔ پھر بیہودگی پر یہ اور بیہودگی ہے جو ۲۳ سال کی قید لگائی جاتی ہے۔ کیونکہ توریت وانجیل میں ۲۳ سال کی قید کہاں لگائی گئی تھی کہ جھوٹا نبی ۲۳ سال تک مہلت پاسکتا ہے۔ زیادہ نہیں تاکہ ان پر ۲۳ سال کی تبلیغ حجت ہوسکے۔ انسائیکلوپیڈیا سے ثابت ہے کہ یوحنا نبی ۴ سالہ تبلیغ میں ہی مقتول ہوگئے تھے تو کیا وہ جھوٹے نبی تھے؟ طرفہ تر یہ ہے کہ ایک طرف تو مدعی ہے کہ خدا اس کا محافظ ہے۔ کوئی دشمن اس کو قتل نہیں کرسکا اور نہ کرسکتا ہے۔ دوسری طرف یہ اقرار ہے کہ وہ اور اس کی جماعت مکہ یا مدینہ یا کسی اور اسلامی ملک میں چلی جائے تو ایک ہفتہ کے اندر قتل کر دیئے جائیں اور ان کاموں کو دنیا سے اڑا دیا جائے۔ (الحکم والبدر مئی ۱۹۰۷ء)

چونکہ اس آیت کے متعلق مرزائی دفتر کے دفتر سیاہ کر چکے ہیں۔ اس لئے کچھ فضول نہ ہوگا۔ اگر قطع وتین کا کچھ حصہ اس جگہ نقل کر دیا جائے۔

''اب اس موقعہ پر بھی ایک فہرست مفتریان درج کی جاتی ہے تاکہ عام مسلمین اس بات سے بخوبی آگاہ ہو جاویں کہ زمانہ گذشتہ میں ایسے بہت سے مفتریان گذر چکے ہیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی اور ان میں سے اکثروں نے مثل مرزا قادیانی دعویٰ مہدی معہود کا اور بعض نے مسیح موعود کا کیا۔ جیسا کہ اس زمانہ میں مرزا قادیانی کرتے ہیں۔ مگر سب کے سب آخرکار اس قدر مہلت کے بعد جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ازل میں مقرر کی ہوئی ہے۔ نابود وذلیل وخوار ہوگئے اور ان کے سلسلے نابود ہوگئے۔''

عبیداللہ مہدی

اس شخص نے ۲۹۶ ہجری میں دعویٰ مہدی موعود کا کیا۔ اس نے افریقہ میں خروج کیا اور ایک مذہب جدید جاری کیا۔ جماعت کثیر اس کے ساتھ ہوگئی۔ کئی مقامات طرابلس وغیرہ کو فتح کر کے مصر کو بھی فتح کر لیا اور ۳۲۲ ہجری میں اپنی موت سے مر گیا۔ تاریخ کامل (ابن اثیر ج ۸ ص ۹۰) میں درج ہے کہ ''اس کا زمانہ مہدویت ۲۴ سال ایک ماہ ۲۰ یوم رہا۔''

حسن بن صباح

اس شخص نے بھی ایک جدید مذہب ملک عراق، آذربائیجان وافریقہ وغیرہ میں جاری کیا اور مدعی الہام بھی تھا۔ ایک جہاز جس میں وہ سوار تھا۔ طوفان میں آ گیا۔ اس نے پیش گوئی کے طور پر کہا کہ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ یہ جہاز نہیں ڈوبے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ کہتا تھا کہ میں اس دنیا پر متصرف ہوں اور اس کے حکم کی تعمیل مثل تعمیل حکم خدا کے ہے اور جو اس سے روگرداں ہوا۔ وہ خدا سے روگرداں ہوا اور اس نے اپنے مریدوں کو پھسلانے کے واسطے ایک بہشت بھی بنایا ہوا تھا۔ چنانچہ ہزارہا آدمی اس کے مرید ہو گئے اور اس کے گروہ کا نام فدائی تھا۔ اس مذہب کے ذریعہ حکمران بھی ہو گیا۔ آخر ۳۵ برس ولایت وحکومت کر کے اور ہزارہا مسلمانوں کو گمراہ کر کے ۵۱۸ھ میں اپنی موت سے مر گیا۔

سجاح

اس عورت نے مسیلمہ کذاب کے وقت میں دعویٰ نبوت کیا اور گروہ کثیر قبیلہ تمیں۔ اس کے مرید ہو گئے اور بہت سے روسا اس کے ساتھ ہو گئے اور بعد خلافت معاویہ تائب ہو گئے۔ اس کا زمانہ ۳۰ سال سے بھی زیادہ ہوا۔ جیسا کہ تاریخ کامل (ابن اثیر ج ۲ ص ۵۶) میں لکھا ہے کہ سجاح ہمیشہ اپنی قوم تغلب میں رہی۔ یہاں تک کہ حضرت معاویہ اس کو اور اس کی قوم کو بغداد لے گئے اور سب نے وہاں اسلام کو قبول کیا۔

عبدالمومن مہدی

یہ شخص بھی افریقہ میں مہدی بنا اور صدہا آدمیوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور ہزارہا لوگ اس کے مرید ہو گئے اور حاکم مراکو وغیرہ سے مقابلہ وجنگ کرتا رہا اور ۳۵۸ھ میں اپنی موت سے مر گیا۔ اس کا زمانہ ولایت ومہدویت ۱۳ سال سے بہت زیادہ ہے۔

حاکم بامر اللہ

اس شخص نے ملک مصر میں دعویٰ نبوت سے گذر کر خدائی کا دعویٰ کیا ہوا تھا اور ایک کتاب اپنے گروہ کے لئے تالیف کی اور ایک نیا فرقہ قائم کیا۔ جن کو دروز کہتے ہیں اور اپنے آپ کو سجدہ کرواتا تھا۔ شراب وزنا عام کر دیئے تھے اور علیحدہ شریعت بنائی ہوئی تھی اور بہت خرابات اس کے ہیں۔ کذافی حجج الکرامہ۔ تاریخ کامل ابن اثیر کی ج ۹ میں لکھا ہے کہ یہ ۲۵ برس تک حکومت کر کے مر گیا۔

اکبر بادشاہ ہند

اس بادشاہ نے دعویٰ نبوت کا کیا اور ایک نیا مذہب جاری کیا جس کا نام مذہب الٰہی رکھا اور کلمہ لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ ایجاد کیا اور کہتا تھا کہ مذہب اسلام پرانا ہو گیا۔ اس کی ضرورت اب نہیں رہی اور لوگوں سے اقرار نامے لکھائے جاتے تھے کہ مذہب اسلام آبائی کو چھوڑ کر مذہب الٰہی اکبر شاہی میں داخل ہوا ہوں۔ نماز، روزہ، حج ساقط ہوا تھا۔ شیخ عبدالقادر بدایونی کی تاریخ میں اس کے مفصل حال درج ہیں۔ اس نے ۱۵۸۱ء میں دعویٰ نبوت کیا اور ۱۶۰۵ء میں اپنی موت سے مر گیا۔

عبداللہ بن تومرت

یہ شخص بھی مہدی موعود بنا ہوا تھا اور ہزارہا لوگ اس نے مرید بنائے ہوئے تھے اور اس امامت کے ذریعہ اس نے حکومت بھی حاصل کر لی اور موقعہ جنگ پر پیش گوئیاں بھی کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک موقعہ پر پیش گوئی کے طور پر کہا کہ خدا کی طرف سے ہم کو اس جماعت پر نصرت اور مدد پہنچے گی اور ہم اس امداد اور فتح سے خوشحال ہو جاویں گے۔ چنانچہ یہ بات سچی ہو گئی اور لوگوں کو اس کے مہدی ہونے کا یقین کامل ہو گیا اور ہزارہا لوگوں نے اس کے ساتھ بیعت کی۔ یہ شخص عالم، فاضل تھا اور بڑے عروج میں اپنی موت کے ساتھ مر گیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر میں لکھا ہے کہ اس کی حکومت کا زمانہ ۲۰ سال کا تھا اور ضرور حکومت حاصل کرنے کے پہلے چار پانچ سال مہدی بنا اور بعدہ حاکم بنا۔

محمد علی بابی

اس شخص نے ملک فارس میں بعہد محمد شاہ کا چار جو ۱۲۵۰ھ میں تخت نشین ہوا تھا ایک نیا مذہب بابی نام جاری کیا اور کہتا تھا کہ میں مہدی موعود ہوں اور کہتا تھا کہ میری کلام میرا معجزہ ہے اور اپنا ایک نیا قرآن تصنیف کیا۔ جس کو وہ مثل قرآن شریف اور بجائے قرآن شریف کے تعلیم دیتا اور الہام ووحی کا مدعی تھا۔ شراب کو حلال کر دیا۔ رمضان کے روزے ۱۹ کر دیئے۔ عورتوں کو ۹ شوہر تک اجازت دی۔ حسن خاں حاکم فارس نے اس کے شعبدہ ہائے دیکھ کر اس پر اعتقاد کر لیا۔ یہ شخص چالیس سال سے زیادہ زندہ رہ کر مر گیا اور اس کا گروہ ''بابی'' اب تک ملک فارس میں موجود ہے۔ مفتریوں کی سزا ہم اور آیات قرآنی میں بھی دیکھتے ہیں۔

''قال اللہ تعالیٰ: ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً او قال اوحی ولم یوحیٰ الیہ ومن قال سانزل مثل ما انزل اللہ ولوتریٰ اذا الظالمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطو ایدیھم اخرجو انفسکم الیوم تجزون عذاب

الھون بما کنتم تقولون علیٰ اللہ غیر الحق وکنتم عن اٰیاتہ تستکبرون (الانعام:۹۳)" دوسری آیت: "فمن اظلم ممن افتریٰ علیٰ اللہ کذباً او کذب بایاتہ اولئك ینالھم نصیبھم من الکتاب حتیٰ اذا جاء تھم رسلنا یتوفنھم قالوا انما کنتم تدعون من دون اللہ قالوا ضلّوا عنّا وشھدو اعلیٰ انفسھم انھم کانوا کافرین (الاعراف:۳۷)" تیسری آیت: "ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذاً او کذب بایاتہ انہ لا یفلح الظالمون (الانعام:۲۱)" چوتھی آیت: "قل ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع فی الدنیا ثم الینا مرجعھم ثم کذبھم العذاب الشدید بما کانوا یکفرون (یونس:۶۹،۷۰)" پانچویں آیت: "ان الذین یتخذوا العجل سینالھم غضب من ربھم وذلۃ فی الحیوٰۃ الدنیا وکذالك یخزی المفترین (الاعراف:۱۵۲)"

ان آیات خمسہ متبرکہ اور امثالہا میں سے ایک پر بھی نظر ڈالنے سے صاف روشن ہوا ہے کہ مفتریان کے لئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں جو سزا مقرر ہے۔ وہ ذلت وخواری وناکامیابی ہے اور یہ بھی روشن ہے کہ بعضوں کو یہ ذلت اُن کی موت اور جانکنی کے وقت ملائکہ کے ہاتھوں سے ملتی ہے اور یہ بھی روشن ہے کہ جو ان کا نصیب نوشتہ میں سے یعنی رزق اور عمر وہ ان کو پہنچتے رہتے ہیں۔ ان میں کمی نہیں ہوتی۔ نہ رزق کی تنگی اور نہ اجل مسمّٰی میں کوتاہی ان آیات شریفہ میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے سزائے موت نکلتی ہو۔ بلکہ سارے قرآن میں بھی اس کا پتہ نہیں اور شریعت میں جو مدعی نبوت وامثالہ کے لئے سزا مقرر ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ مفتری علیٰ اللہ ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اس نے اس ایک نص قطعی ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین کا انکار کیا اور مرتد ہوا۔ پس مرتدین کی ذیل میں بسزائے ارتداد قتل کیا جائے۔ نہ بسزاء افتراء یہی سبب ہے جو مرزا قادیانی بھی سوا لوتقول علینا کے کوئی دوسری آیت جس میں مفتری کی سزا جان سے مار ڈالنا ہو نہیں لا سکے۔ (اربعین نمبر۴ ص۴، خزائن ج۱۷ ص۴۳۳) میں دو آیتیں لائے ہیں۔ ایک کے معنی میں خود لفظ مرنا زیادہ کر دیا۔ یعنی آیت "قد خاب من افتری" کا ترجمہ یوں کر دیا کہ مفتری نامراد مرے گا۔ باوجودیکہ خاب کے معنی میں موت داخل نہیں ہے۔ دوسری آیت کا آخیر وہی ہے جو ہم آیات خمسہ میں پورا پورا لکھ آئے ہیں۔ یعنی "من اظلم ممن افتریٰ علیٰ اللہ کذباً" اور "کذب بایاتہ اُولئك ینالھم نصیبھم من الکتٰب حتّٰی اذا جاء تھم رسلنا یتوفنھم" مرزا قادیانی نے "ینالھم نصیبھم من الکتاب" اخیر تک چھوڑ دیا۔

(اربعین نمبر۴) میں اس کو نہیں لایا۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مفتریوں کو ان کا نصیب نوشتہ سے پہنچ رہتا ہے۔ یعنی عمر اور رزق جو ان کے واسطے ہے۔ وہ ان کو دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب فرشتے جان لینے کو آتے ہیں تو ان کو زجر ملامت کرتے ہیں۔ دوسری جگہ اس آیت کے آخیر صرف ''انہ لا یفلح الظالمون (الانعام:۲۱)'' سے یعنی وہ ظالم مفتری کامیاب نہیں ہوتے۔ مرزا قادیانی نے یہ عبارت آخیر سے گرادی اور تمام آیت کو جو ان کے دعویٰ کے مخالف تھی، چھوڑ دیا۔ دعویٰ یہ تھا کہ صدہا جگہ قرآن میں پاؤ گے۔ خدا مفتریوں کو ہلاک کرتا ہے۔ مگر ایک آیت بھی پیش نہ کر سکے۔ بجز ''لو تقول'' کے یہ تو قرآن ہے۔ احادیث میں بھی جہاں ان دجالوں، کذابوں کا ذکر ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے خروج کی خبر دی ہے اور ان کی ہلاکت اور کوئی عذاب آسمانی کی ان کے حق میں پیش گوئی نہیں فرمائی۔ ''وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعم انه نبی اللّٰه وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی (الحدیث)'' ان کے قتل وہلاکت کا کچھ ذکر نہیں فرمایا۔ بلکہ ''ولا تزال طائفة من امتی علیٰ الحق ظاهرین لایضرهم من خالفهم حتّٰی یاتی امر اللّٰه'' جس میں صاف اشارہ ہے کہ اسی اہل حق طائفہ کے ہاتھ سے وہ کذاب مفتری ذلت اور خواری اٹھاویں گے اور ان پر حجت قائم ہوگی اور اہل حق غالب رہیں گے۔

باب دہم

مرزا قادیانی کی حقیقت الوحی کے رد میں

کانے دجال کا مسودہ میں ختم کر چکا تھا کہ مرزائے قادیانی کی ''حقیقت الوحی'' میرے نظر سے گذری۔

اوّل...... تو یہ کتاب سراسر فضول ہے۔ کیونکہ اس میں بار بار انہیں مضامین کا ذکر ہے۔ جو سینکڑوں دفعہ مرزا قادیانی کی کتابوں، رسالوں، اشتہاروں، اخباروں اور دیگر مرزائیوں کی تصنیفات میں بے حد طوالت وتکرار کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں اور جن کا ذکر تمام مرزائیوں میں دن رات دیوانوں کی طرح ہوتا رہتا اور ہمیشہ بحثیں ہوتی ہیں اور یہ باتیں عموماً تمام مرزائیوں کے ازبر ہو چکی ہیں۔

دوم...... یہ کتاب خودغرضی کا کامل آئینہ ہے۔ کیونکہ اس کتاب کا اصل صرف زیادہ سے زیادہ چھ آنہ فی جلد ہو سکتا ہے۔ دو آنہ فی جلد منافع لگا کر آٹھ آنہ ہو جاتے۔ مگر مرزا قادیانی نے پانچ روپیہ

قیمت رکھ دی۔ میری تفسیر القرآن حجم میں اس کی نسبت چہار چند ہے۔ مضامین کے لحاظ سے سینکڑوں گنی ہے۔ کیونکہ اس میں محض ایک ہی مضمون پر بحث ہے اور میری تفسیر القرآن میں ایسے سینکڑوں مضامین پر محنت کے لحاظ سے اس سے ہزاروں گنی سمجھنی چاہئے۔ کیونکہ اس کی تمام تحریر اناپ شناپ قلم برداشتہ ہے۔ مگر میری تفسیر میں فی صفحہ بیسیوں آیات، تورات، انجیل وقرآن معہ نمبر درج ہیں۔ باوجود سینکڑوں گنی زیادتی کے قیمت دوروپیہ آٹھ آنہ ہے۔ بلا کسی محنت وتردد کے مرزا قادیانی نے اس اناپ شناپ تحریر سے چار ہزار روپیہ نقد کمالیا۔

سوم…… اصول رفاہ عام کے لحاظ سے اس کی قیمت اصل مصارف سے کچھ ہی زیادہ ہونی چاہئے تھی۔ جیسا کہ اہل یورپ اپنی تمام اشیاء کی قیمت رکھتے ہیں۔ مگر افسوس مرزا قادیانی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ فنافی اللہ ہے۔ وہ خدا کے راستہ میں اپنا سب کچھ قربان کر چکا ہے۔ اس نے نفس کو کلیتہً ہلاک کر دیا ہے۔ مگر عملی اسلام عیسائیوں کے برابر بھی نہیں۔ جن کو وہ دجال کہتا ہے۔ عیسائی لوگ تو مذہبی کتابوں کو قریب قریب اصل قیمتوں پر فروخت کرتے ہیں۔ مگر مرزا قادیانی عموماً دس گنی قیمت پر فروخت کرتا ہے۔ کیا سود در سود کی نسبت اس میں زیادہ خود غرضی نہیں ہے؟ اگر سود اس بناء پر حرام ہے کہ بلاتردد زیادہ منافع لیا جاتا اور خود غرضی اور بیدردی پیدا ہوتی ہے تو پھر کیا یہ حرام نہیں کہ اسلامی خدمت کے روپیہ سے ایک کتاب اناپ شناپ چھپوا کر دس گنی قیمت وصول کی جائے؟ کیا تمام انبیاء علیہم السلام ایسا ہی کیا کرتے تھے؟

چہارم…… ہر مضمون میں بے حد تکرار اور طوالت کے ساتھ بے فائدہ کتاب کا حجم بڑھا دیا ہے۔ یہی تمام مضامین سو صفحہ میں نہایت صفائی کے ساتھ آسکتے تھے۔ یہ اسراف بے جا ہے۔ ساتھ ہی اس میں ایک تو یہ چال ہے کہ حجم بڑھا کر زیادہ روپیہ وصول کر لیا جائے۔ دوم یہ کہ خلاف علم اور خلاف عقل امور کو بت پرستی کی طرح ذہن نشین کر دیا جائے۔

پہلے باب…… میں مرزا قادیانی نے یہ بیان کیا ہے کہ بعض لوگوں کو سچے خواب آجاتے اور بعض سچے الہام ہو جاتے ہیں۔ خواہ وہ کیسے ہی فاسق وفاجر کیوں نہ ہوں۔ ان کو خدا سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔

دوسرے باب…… میں یہ بیان ہے کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو بعض اوقات سچے خواب آتے اور سچے الہام ہو جاتے ہیں۔ ان کو خدا سے کچھ تعلق بھی ہوتا ہے۔

تیسرے باب…… میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جو خدا تعالیٰ سے اکمل اور مصفّٰی طور پر وحی پاتے اور کامل طور پر شرف مکالمہ ومخاطبہ ان کو حاصل ہوتا ہے۔ خوابیں بھی ان کو فلق الصبح کی طرح

سچی آتی ہیں اور خدا تعالیٰ سے اکمل اور اتم طور پر محبت کا تعلق رکھتے ہیں۔

یہ ہرسہ امورات بدیہی الثبوت ہیں۔ ہر صحیح الفطرت انسان ان کو خود بخود تسلیم کر سکتا ہے۔ مرزا قادیانی نے بے حد تکرار اور طوالت کے ساتھ ان سادہ اصول کو چھپن صفحہ میں پھیلا دیا ہے۔ مگر ان کے متعلق ایک ضروری مسئلہ کو بالکل مس نہیں کیا۔ وہ یہ کہ جن لوگوں کے دماغ فطرتاً الہامات اور خوابات کے مناسب ہیں۔ وہ خاص مشغلہ اور توجہ سے اس ملکہ کو بہت ترقی دے سکتے ہیں۔ خواہ ان کے اور عمل کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ مثلاً جس شخص کا دماغ فطرتاً الہامات وخوابات کے موزوں ہے۔ اگر وہ ہمیشہ اپنے خوابات والہامات کا چرچا رکھے اور سوتے ہوئے یا اور اوقات میں اللہ کو اس کے مبارک ناموں سے پکارتا رہے۔ لوگوں میں اپنی عزت بڑھانے کے واسطے ہمیشہ اپنے رب سے اس امر کا طالب اور خواہاں رہے کہ اس کو غیب کی خبریں ملتی رہیں تو کثرت سے اس کو غیب کی خبریں ملتی رہیں گی۔ خواہ اور طرح پر وہ بددیانت، بدعہد، فاسق، فاجر، کذاب، مسرف اور عیار ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی مؤمن یا غیر مؤمن۔ نیک یا بد سچے یا جھوٹے کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔''انا لا یضیع اجر العاملین ''پس جو قانون میں محنت کرتا ہے۔ وہ آخر کار مقنن بن جاتا ہے۔ جو ڈاکٹری میں محنت کرتا ہے۔ وہ ڈاکٹر بن جاتا ہے جو مسمریزم میں مشق کرتا ہے۔ وہ مسمرائزر بن جاتا ہے۔ جو خوشنویسی میں محنت اٹھاتا ہے۔ وہ خوشنویس بن جاتا ہے جو زراعت میں محنت کرتا ہے۔ وہ اس کا پھل پالیتا ہے۔ خواہ وہ مؤمن ہو یا غیر مؤمن۔ نیک ہو یا بد۔ خدا رسیدہ ہو یا مردود۔ اسی طرح پر جو شخص ہمیشہ خدا سے اخبار غیب کا طالب رہتا ہے۔ ہر مشکل کے وقت اضطراری دعائیں کرتا ہے تو ضرور اس کو غیب کی خبریں ملتی اور اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ خواہ وہ دراصل مؤمن ہو یا غیر مؤمن ہو۔ کیونکہ جیسی اللہ تعالیٰ کی ظاہری ربوبیت عام ہے۔ ویسی ہی باطنی ربوبیت بھی عام ہے۔ اسی واسطے اس کا نام ہے۔ رب العالمین اس نے خود فرمایا ہے۔''اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (البقرہ:۱۸۶)''میں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں۔ جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ مشرکوں کے حالات میں ہے۔''اذا رکبوا فی الفلک دعو واللہ مخلصین لہ الدین فلما نجھم الی البر اذاھم یشرکون (العنکبوت:۶۵)''جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں۔ اللہ کو خالص دین کے ساتھ پکارتے ہیں۔ پس جب ہم ان کو حفاظت سے خشکی پر لے آتے ہیں تو وہ وہیں شرک کرنے لگتے ہیں۔ پٹیالہ میں ایک سردار کنہیا سنگھ رام مہاراج بیکنٹھ مراتب کے نفروں میں سے ہیں۔ ان کو کثرت سے خواب آتے ہیں۔ جن میں غیب کی خبریں بکثرت ہوتی ہیں اور

بڑے بڑے عظیم الشان تغیرات کی نسبت اس کو قبل از وقت خبر مل جاتی ہے۔ ایسا ہی لالہ بھگوان داس صاحب ممبر کونسل ہیں۔ جن کو بڑے معاملات میں قبل از وقت خواب آتے ہیں۔ پس جب تک کسی شخص کے معاملات اور اخلاق اعلیٰ درجہ کے نہ ہوں۔ اس کے ہر فعل سے ایثار، نثار، ہمدردی اور راست بازی ثابت نہ ہو۔ اس وقت تک محض کثرت رؤیائے صادقہ والہامات غیبیہ اس کی ولایت کی دلیل نہیں ہو سکتے۔ اس اصول کو مرزا قادیانی نے عمداً بدنیتی سے بیان نہیں کیا۔ کیونکہ اس سے اس کی تردید ہوتی تھی۔ بلکہ تمام کتاب میں اپنی پیش گوئیوں کا ہی ذکر کر کے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ وہ خدا کا برگزیدہ ہے۔ وہ اعلیٰ درجہ کے نبیوں اور رسولوں میں سے ہے۔ حالانکہ اس نے براہین کی نسبت لمبے چوڑے اشتہارات دے کر تمام روپیہ پیشگی وصول کیا۔ مگر تین سو جزو میں سے محض تیس جزو، تین سو دلائل میں سے محض ایک دلیل شائع کر کے ایسا دم بخود ہوا کہ اٹھائیس سال سے اس کتاب کا نام تک نہیں لیا۔ سراج منیر کی مفت اشاعت کے واسطے چودہ سو روپیہ چندہ وصول کر کے خورد برد کر گیا۔ چند سال کے بعد سراج منیر شائع ہوا اور آٹھ گنی قیمت پر فروخت کیا گیا۔ ایسا ہی ڈھائی سو روپیہ ماہوار چندہ جو کتابوں کے مفت اشاعت کے واسطے مقرر ہوا تھا۔ سالہا سال بلاحساب و کتاب خورد برد ہوتا رہا اور آخر کار اس کا نام لنگر خانہ کا چندہ رکھا گیا۔ ایسا ہی منارہ کے نام پر تیس ہزار سے زیادہ چندہ جمع ہوا اور وہ سب ہضم ایسے ہی توسیع مکان اور مسجد کا چندہ۔ براہین کے معاملہ میں بدعہدی کی۔ سراج منیر کے معاملہ میں، مشن تبت کے معاملہ میں، تفسیر کتاب عزیز، منارہ، اربعین، منن الرحمان وغیرہ کے معاملہ میں۔ دماغ ایسا آتشیں اور قلب ایسا کینہ توز اور دل ایسا عالم سوز ہے کہ دنیا کی تباہی اور مرزا قادیانی کے واسطے عید کا دن۔ عالم کباب ہو اور مرزا کی شادی اور فتح ہو۔ گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی جتلانے لگے۔ مکہ، مدینہ، روم، ایران اور افغانستان کی بربادی کے ولولہ جوش زن ہو گئے۔ دعویٰ تو محمدؐ کے اتباع اور محبت کا۔ مگر اس کے تیس کروڑ جان نثار امت کے جانی دشمن۔ یہاں تک کہ کتابوں میں دعائیں شائع کی جاتی ہیں کہ طاعون پھیلے اور مرزا قادیانی کے مخالف ہلاک ہوں۔ پھر طاعون کے پھیلنے پر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ جب کہ اس کے ظاہری اعمال، اخلاق اور دین کا یہ حال ہے کہ اس قدر بغض اور کینہ عیسائیوں اور آریاؤں کو بھی امت محمدی سے نہیں۔ جس قدر کہ مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اگر اس کے بعض خوابات اور الہامات سچے بھی ہوئے ہیں تو وہ اس کی ولایت یا نبوت یا رسالت کی دلیل ہرگز نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ وہ تمام بنی نوع کا عموماً اور مسلمانوں کا خصوصاً سچا ہمدرد اور خیر خواہ ثابت نہ ہو جائے۔ جب تک عملاً یہ نظر نہ آئے کہ اور لوگ

نادان بچہ کی طرح دن رات اس پر بول وبراز کرتے اور ہر وقت اس سے بلا کسی عوض کے خدمت لیتے ہیں۔ مگر وہ رحیم ماں کی طرح ہر وقت ان سے محبت کرتا، ان کی خیر خواہی کرتا، ان کی خدمت کرتا، ان کو پالتا اور ان کے تمام دکھ خوشی کے ساتھ برداشت کرتا ہے۔ وہ کبھی برگزیدہ خدا اور فنافی اللہ اور فنافی الرسول ہونے کے دعوے میں سچا نہیں ٹھہر سکتا۔ خاتمہ حقیقت الوحی میں مرزا قادیانی نے معترضین کے اعتراضات کا جواب دینا چاہا ہے۔ جس کو پڑھ کر میں یہ سمجھا کہ یہ میرے ان خوابات کی تاویل ہے جس میں میں نے یہ دیکھا تھا کہ ایک بڑا سانپ ہے۔ جس کو ڈھنکری نے مارا ہے۔ پھر ایک لکڑی لے کر میں بھی مارنے کے واسطے پہنچا۔ اس سانپ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے مگر پھر بھی بولتا رہا اور اس کی بیوی نے دیکھا کہ سانپ نے جس کو اس نے کاٹ کر ہنڈیا میں بھوننا شروع کیا۔ مگر پھر بھی وہ بولتا رہا۔ چنانچہ المسیح الدجال نے مرزا قادیانی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور کوئی معقول جواب اس سے بن نہیں سکتا۔ مگر پھر بھی وہ بولنے سے باز نہیں آتا۔ عذر نامعقول ثابت میکند الزام را۔

میرے اعتراضات کا جواب شروع کرتے ہوئے مرزا قادیانی لکھتا ہے۔ ''سو پہلے وہ امر لکھنے کے لائق ہے۔ جس کی وجہ سے عبدالحکیم خاں ہماری جماعت سے علیحدہ ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ نجات اخروی حاصل کرنے کے لئے آنحضرتﷺ پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ہر ایک جو خدا کو وحدہ لاشریک جانتا ہے گو آنحضرتﷺ کا مکذب ہے۔ وہ نجات پائے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس کے نزدیک ایک شخص اسلام سے مرتد ہو کر بھی نجات پا سکتا ہے اور ارتداد کی سزا اس کو دینا ظلم ہے۔ مثلاً حال میں ہی جو ایک شخص عبدالغفور نام مرتد ہو کر آریہ سماج میں داخل ہوا اور دھرم پال نام رکھا اور آنحضرتﷺ کی توہین اور تکذیب میں دن رات کمربستہ ہے۔ وہ بھی عبدالحکیم خاں کے نزدیک سیدھا بہشت میں جائے گا۔'' (حقیقت الوحی ص۱۰۹، خزائن ج۲۲ ص۱۱۲) یہ ہے مرزا قادیانی کی دیانت اور امانت۔ میری کوئی عبارت نقل نہیں کی۔ بلکہ اپنے الفاظ میں ہی ایک بہتان باندھ کر اس پر انشاء پردازی شروع کر دی اور کمال چالاکی سے اس افتراء کی تردید میں چالیس صفحہ سیاہ کرتا چلا گیا ہے۔ میرے رسائل الذکر الحکیم نمبر۴ اور المسیح الدجال میں سے اگر کوئی مرزائی یہ عبارت دکھادے یا کوئی ایسی عبارت دکھادے۔ جس کا یہ مفہوم ہو۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے بیان کیا ہے تو پانچ سو روپیہ انعام۔ اس بارہ میں چند فقرات اپنے اور مرزا قادیانی کے بالمقابل ذیل میں درج کر کے پیش کرتا ہوں۔ تا کہ ناظرین بآسانی غور فرماسکیں۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے فقرات	مرزا قادیانی اور اس کے چیلوں کے فقرات
محمد مصطفیٰ ﷺ سید المرسلین خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین ہیں۔ جو شخص عمداً ان کی مخالفت کرتا ہے وہ شقی اور بدبخت ہے۔ ہاں جن لوگوں پر آپ کی تبلیغ نہیں ہوئی یا جو نقص علم یا نقص فہم سے نہ ضد، تعصب کی رو سے غافل یا مخالف ہیں۔ ان کی نسبت قرآن کریم فرماتا ہے۔ ''وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا لا یکلف الله نفسا الا وسعها (البقرۃ:۲۸۹)'' (الذکر الحکیم نمبر۴ ص۱۱،۱۲) جو لوگ قرآن مجید کے خلاف چلتے یا کسی ایک حصہ کو ہی پکڑ کر توحید و رسالت محمدی کی تحقیر کرتے ہیں۔ ان کا میں مخالف ہوں۔ ہر امر میں استمساک بالقرآن اور استمساک بالفطرت جو مرایائے مقابلہ ہیں۔ عین حکمت اور عین رشد وسعادت سمجھتا ہوں۔ (الذکر الحکیم نمبر۴ ص۱۷) میں حیران ہوں۔ میری نسبت یہ کیسے تحریر فرمایا گیا کہ میں تمام عیسائیوں، دہریوں، مرتدوں اور کافروں وغیرہ کو جو آنحضرت ﷺ کی عمداً مخالفت کرتے ہیں ناجی سمجھتا ہوں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ہاں! قرآن مجید کی آیات بینات اور احادیث صحیحہ اور عقل سلیم اور فطرت اللہ کی بناء پر یہ ضرور مانتا ہوں کہ جن لوگوں پر اسلام کی تبلیغ نہیں ہوئی۔ ان میں جو خدا پرست اور صالح لوگ ہیں وہ ضرور نجات پائیں گے۔ جو لوگ نقص علم یا نقص فہم کی وجہ سے نہ شرارت اور عناد کی وجہ سے مخالف بھی ہوں اور حقیقت میں راست باز خدا پرست اور نیک عمل ہوں۔ وہ قابل معافی ہیں۔ دیکھو (الذکر الحکیم نمبر۴ ص۱۸)	''ہاں! جن لوگوں کو خدا تعالیٰ کا کلام نہیں پہنچا اور وہ بالکل بے خبر ہیں۔ ان سے ان کے علم اور عقل اور فہم کے موافق مواخذہ ہوگا۔'' (حقیقت الوحی ص۱۷۱، خزائن ج۲۲ ص۱۷۶) ''جو شخص نام سے بھی بالکل بے خبر ہے۔ اس پر مواخذہ کیونکر ہوسکتا ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۱۷۸، خزائن ج۲۲ ص۱۸۴) ''جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذب اور منکر ہے تو گو شریعت نے جس کی بناء ظاہر پر ہے اس کا نام بھی کافر رکھا ہے اور ہم اس کو باتباع شریعت کافر کے نام سے پکارتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت ''لا یکلف الله نفسا الا وسعها'' قابل مواخذہ نہیں ہوگا۔'' (حقیقت الوحی ص۱۸۰، خزائن ج۲۲ ص۱۸۶) ''اگر اہل امریکہ و یورپ ہمارے سلسلہ کی طرف توجہ نہیں کرتے تو وہ معذور ہیں اور جب تک ہماری طرف سے ان کے آگے اپنی صداقت کے دلائل نہ پیش کئے جائیں وہ انکار کا حق رکھتے ہیں۔'' (الحکم مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۷ء) بے خبر کو اللہ تعالیٰ عذاب نہیں دیتا۔ جیسا کہ فرمایا: ''لم یکن ربك مهلك القریٰ بظلم واهلها غافلون'' اللہ تعالیٰ کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتا۔ باوجودیکہ وہ مشرک، شریر، اور ظالم بھی ہوں۔ جب کہ وہ لوگ انذار منذر سے بے خبر ہوں اور ایسا کرنا ظلم ہے اور تیرا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ ان تمام فقرات کا نتیجہ اگر اسی طریق سے نکالا جائے جس طرح کہ مرزا اور مرزائیوں نے میرے کلمات سے نکالا ہے تو یہی نکلتا ہے کہ نجات کے واسطے تو خدا کی ضرورت ہے اور نہ رسول کی ضرورت ہے۔ نہ اعمال کی ضرورت ہے نہ مدار نجات، نہ خدا ہے۔ نہ محمد ہے۔ نہ تعلیم قرآن وحدیث ہے۔ بلکہ مدار نجات یا تو مرزائے قادیانی ہے یا بے خبر رہنا۔

مرزا قادیانی نے میرے صرف ایک ہی اعتراض کو لیا اور کس دیانت اور خوبی کے ساتھ جواب دیا۔ اس سے ناظرین خود سمجھ گئے ہوں گے کہ ایک خائن اور کذاب کے طریق پر مرزا قادیانی نے خاص چالاکی سے اپنے ہی الفاظ میں مجھ پر ایک بہتان شائع کر دیا ہے تاکہ لوگ مجھ سے متنفر ہو کر میرے رسائل کو نہ دیکھ سکیں۔ ورنہ دیانت کا یہ طریق تھا کہ میرے الفاظ اور دلائل کو نقل کر کے پھر ان پر جرح کرتا۔ باقی الزامات جو واقعی طور پر خود مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی تصانیف سے المسیح الدجال میں صاف طور پر ثابت کئے گئے ہیں مثلاً: (۱) خلاف شرع دعاوی والہامات۔ (۲) بہشتی مقبرہ۔ (۳) رب العالمین اور انبیاء علیہم السلام کی سخت توہین وتذلیل۔ (۴) قرآن وحدیث اور تیرہ سو سالہ اسلام کو مردہ قرار دینا۔ اتباع محمدی، ایمان باللہ، اور تمام اعمال کو ہیچ قرار دینا۔ بلکہ تمام علمائے اسلام اور متبعین قرآن وحدیث کو کافر اور جہنمی قرار دینا۔ (۵) خداوند عالم کی فطرت کو لعنتی شے ٹھہرانا۔ (۶) متواتر خلاف عہدیاں۔ (۷) لمبے چوڑے اشتہارات سے روپیہ وصول کرنا۔ (۸) فحش گوئی۔ (۹) تمام مسلمانوں اور تمام قوموں پر لعنتیں برسانا اور ان کی ہلاکت میں خوشیاں منانا۔ (۱۰) آرام طلبی وشکم پروری۔ (۱۱) ترک حج۔ (۱۲) اپنی کتابوں کے لئے مال زکوٰۃ طلب کرنا۔ (۱۳) تصاویر کھنچوانا۔ (۱۴) تمام مسلمانوں سے پھٹ جانا۔ (۱۵) جھوٹی شیخی اور کبریائی۔ (۱۶) بے حد خلاف بیانیاں۔ (۱۷) خالی دعوے۔ (۱۸) خالی شاعری، خوش خوری نفس پرستی اور بیہودہ انشاء پردازی۔ (۱۹) تعمیر منارہ۔ (۲۰) انبیاء علیہم السلام کی تحقیر۔ (۲۱) بے حد بھیک مانگنا اور جس کا چندہ تین ماہ تک نہ پہنچے اس کے اخراج کا اعلان دینا۔ (۲۲) اس کی پیشین گوئیوں میں بے حد غلو اور کذب کی آمیزش۔ (۲۳) اس کے الہامات کا شیطانی الہامات سے مشابہ ہونا۔ (۲۴) مسیح موعود کے متعلق جو احادیث صحیحہ ہیں ان سے مرزا قادیانی کی حالت کا مطابق نہ ہونا۔ (۲۵) اس کے دعاوی اور نشانات کے مشابہت ابن صیاد اور المسیح الدجال اور احادیث صحیحہ وسنن انبیاء کا صریح خلاف۔ (۲۶) ان تمام واقعی امور کا جواب مرزا قادیانی نے محض اس قدر دیا ہے۔ ”کہ اگر میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ عبدالحکیم اور اس کے ہم جنسوں نے مجھے سمجھا ہے تو پھر خداتعالیٰ سے بڑھ کر میرا دشمن اور کون ہوگا اور اگر میں خداتعالیٰ کے نزدیک ایسا نہیں ہوں تو پھر میں یہی بہتر طریق سمجھتا ہوں کہ ان باتوں کا جواب خداتعالیٰ پر چھوڑ دوں۔“ (حقیقت الوحی ص۱۸۲، خزائن ج۲۲ ص۱۸۸)

ثابت شدہ الزامات کا جواب ایسے طریق پر حلاف اور کذاب لوگ تو ضرور دیا کرتے ہیں جو بات بات پر قسمیں کھایا کرتے اور خدا کو گواہ بنایا کرتے ہیں۔ مگر قرآن مجید اور سنت انبیاء میں ایسے جوابات کا کہیں پتہ نہیں چلتا نہ انسانی عدالتوں اور قوانین میں واقعی شہادتوں کے خلاف ایسے بیان قبول کئے جاتے ہیں۔ کٹے ہوئے اور بھنے ہوئے سانپ کی طرح چلانے سے بہتر ہوتا کہ مرزا قادیانی مطلق خاموشی اختیار کر لیتے اور عبدالحکیم خان کے اعتراضات کا نام ہی نہ لیتے۔ میرے رسالہ المسیح الدجال کی تردید کی طرف اشارہ تک نہ کرتے۔

اس قدر تمہیدی بیان کے بعد اب میں مرزا قادیانی کے ۲۰۸ نشانات کی طرف نظر اور چند فقروں میں تقسیم کر کے ان کا رد ذکر کرتا ہوں۔

فصل اوّل: ان نشانات کے بیان میں جو سراسر غلط ثابت ہوئے

۱...... عمو انیل اور بشیر کی ولادت کی پیش گوئی جس کی نسبت تھا۔ ’’کأن اللہ نزل من السماء‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۰۱) اور جس کی ۸؍اپریل ۱۸۸۶ء کو اشاعت کی تھی کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہوگا۔

۲...... بہت سی خواتین مبارکہ جو والدہ محمود کے علاوہ ہیں نکاح میں آنی تھیں۔

(اشتہار مورخہ ۲۰؍فروری ۱۹۰۶ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۰۲)

۳...... ان خواتین سے جو زوجہ دوم کے علاوہ بہت نسل کا ہونا۔ (ایضاً)

۴...... ۱۸؍اپریل ۱۹۰۴ء کو ایک قیامت خیز زلزلہ کی خبر دی اور اس کی میعاد سال آئندہ کی بہار تک بتلائی۔

۵...... ۲۸؍فروری ۱۹۰۶ء کو پھر شائع کیا۔ ’’زلزلہ آنے کو ہے۔‘‘ خود باغ میں ڈیرہ لگائے۔

۶...... دیکھ میں آسمان سے تیرے لئے برساؤں گا اور زمین سے نکالوں گا۔ پر وہ جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے۔ مرزا قادیانی کے کوئی مخالف بارشوں میں نہیں پکڑے گئے۔

۷...... موت تیراں ماہ حال کو۔ (تذکرہ ص۶۷۵ طبع سوم، بدر مورخہ ۲۷؍ستمبر ۱۹۰۶ء) تیراں شعبان کو کوئی موت نہیں ہوئی۔

۸...... ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کی نسبت ۳۰؍مئی ۱۹۰۶ء کو شائع کیا۔ ’’فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۵۹،۵۶۰) آج ۲۰؍ستمبر ۱۹۰۷ء تک میں بالکل صحیح سلامت ہوں اور دجالی فتنہ (ملعون قادیان) کو پاش پاش کر رہا ہوں۔

۹...... ۱۵رفروری ۱۹۰۷ءکو شائع کیا۔ ایک ہفتہ تک ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ (تذکرہ ص ۶۹۶)

۱۰...... منشی الٰہی بخش مرحوم کی نسبت پیش گوئی کہ مرزا قادیانی پر ایمان لے آئے گا۔

۱۱...... سلطان محمد کی نسبت پیش گوئی کہ وہ یوم نکاح سے ڈھائی سال کے اندر فوت ہو جائے گا۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۲۵، خزائن ج۵ ص ۳۲۵، مورخہ ۱۰رجولائی ۱۸۸۸ء)

۱۲...... دختر احمد بیگ کی نسبت پیش گوئی کہ اس کے ساتھ مرزا قادیانی کا نکاح ہو چکا اور وہ ضرور واپس آئے گی۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۲۵، خزائن ج۵ ص ۳۲۵، مورخہ ۱۰رجولائی ۱۸۸۸ء)

۱۳...... مولوی محمد حسین صاحب پر چالیس یوم کے اندر ذلت آنے کی پیش گوئی۔

۱۴...... مولوی محمد حسین، ملاں محمد بخش اور ابوالحسن تبتی کی ۱۳ مہینہ میں ذلت۔

۱۵...... ''ما انا کالقرآن وسیظهر علیٰ یدی ما ظهر من الفرقان''(تذکرہ ص ۶۴۹، طبع اوّل) جو کچھ اصلاحیں قرآن مجید نے کیں اس کا کروڑواں حصہ بھی مرزا قادیانی سے آج تک نہیں ہو سکا۔

۱۶...... عود جوانی کا الہام۔ مشتہرہ (مورخہ ۲۴رمئی ۱۹۰۶ء)

۱۷...... ''رد علیها ردحها وریحانها''نصرت جہاں بیگم زوجہ مرزا قادیانی کی تازگی اور جوانی واپس لائی جائے گی۔

۱۸...... ۱۸رفروری ۱۹۰۷ءکا الہام ''کل الفتح بعده'' (تذکرہ ص ۶۷۵، طبع اوّل)

۱۹...... پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دلجوئی ہوگی۔ (۱۱رفروری ۱۹۰۶ء)

۲۰...... عبداللہ آتھم کی نسبت پیش گوئی۔ (جنگ مقدس ص ۲۱۱، خزائن ج۶ ص ۲۹۳) میعاد مشتہرہ کے اندر نہ تو فوت ہوا نہ اس نے عاجز انسان کو خدا بنانے سے رجوع کیا، نہ اندھے دیکھنے لگے نہ لنگڑے چلنے لگے، نہ بہرے سننے لگے، نہ سچے کی بڑی عزت ہوئی، نہ جھوٹے کی ذلت۔

۲۱...... دسمبر ۱۹۰۲ءتک نشانی آسمانی کے ظہور کی پیش گوئی جو مخالفوں کو ساکت کر دے گا۔

۲۲...... طاعون سے قادیان کے بچے رہنے کی پیش گوئی۔ (تذکرہ ص ۴۰۲، طبع اوّل)

۲۳...... مولوی ثناءاللہ کی نسبت پیش گوئی کہ وہ پیش گوئیوں کی پڑتال کے واسطے کبھی قادیان نہ آئے گا۔

۲۴...... مولوی محمد حسین کی نسبت پیش گوئی کہ وہ اس پر ایمان لے آئیں گے۔

(اعجاز احمدی ص ۵۱، خزائن ج ۱۹ ص ۱۶۲، ۱۶۳)

۲۵...... "كلب يموت علىٰ الكلب "ایک مولوی کی نسبت کہ وہ باون سال کی عمر میں مر جائے گا۔ مگر اب ان کی عمر ستر سالہ ہے۔

۲۶...... "لك الخطاب العزة"

۲۷...... قیصر ہند کا شکریہ۔

۲۸...... سید امیر شاہ رسالدار میجر سردار بہادر سے پانچ سو روپیہ پیشگی لے کر فرزند دلانے کا وعدہ۔

۲۹...... منشی سعد اللہ لدھیانوی کے ابتر ہو جانے کی پیش گوئی۔

۳۰...... "انی احافظ كل من فی الله "(کشتی نوح ص۱۰، خزائن ج۱۹ ص۱۰) خاص مرزا قادیانی کے گھر میں عبدالکریم سیالکوٹی اور پیر اندوتہ طاعون سے ہلاک ہوئے۔

۳۱...... مریدوں کی طاعون سے حفاظت۔ (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۳۶، خزائن ج۲۲ ص۵۲۹ حاشیہ) مگر بڑے بڑے مرزائی طاعون سے ہلاک ہوئے۔ مثلاً مولوی برہان الدین جہلمی، محمد افضل ایڈیٹر البدر اور اس کا لڑکا، مولوی عبدالکریم سیالکوٹی، مولوی محمد یوسف سنوری، عبداللہ سنوری کا بیٹا، ڈاکٹر بوڑیخاں، قاضی ضیاء الدین، ملاں جمال الدین سید والہ، حکیم فضل الٰہی، مرزا افضل بیگ وکیل، مولوی محمد علی ساکن زیرہ، مولوی نور احمد ساکن لودھی ننگل، ڈنگہ کا حافظ، زیادہ تفصیل کے لئے دیکھو: کانا دجال، باب چہارم۔

فصل دوم: ان نشانات کے ذکر میں جو محض ایک زمانہ کی طرف دلالت کرتے ہیں:

مگر مرزا قادیانی نے اپنے نشانات کی تعداد بڑھانے کے واسطے محض چالاکی سے ان کو اپنی تصدیق میں پیش کر دیا ہے۔

۱...... "اذا العشار عطلت "جب اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی۔

۲...... "اذ الصحف نشرت "جب کتابیں پھیلائی جائیں گی۔

۳...... "اذ النفوس زوجت "جب لوگ ملائے جائیں گے۔

۴...... "اذا البحار فجرت "جب دریا چیر کر چلائے جائیں گے۔

۵...... "يوم ترجف الراجفه وتتبعها الرادفه "جس روز کانپنے والی کانپے گی اور اس کے بعد ویسا ہی زلزلہ آئے گا۔

۶...... "وان من قرية الانحن مهلكوها قبل يوم القيامة او معذبوها "کوئی بستی ایسی نہیں جس کو ہم یوم قیام سے پہلے ہلاک نہ کریں گے یا عذاب نہ دیں گے۔

(نزول مسیح ص۱۸، خزائن ج۱۸ ص۳۹۶)

۷...... حج کا بند ہونا۔

۸...... ستارہ ذوالسنین کا نکلنا۔

۹...... چھ ہزار برس کے اخیر پر مسیح موعود کا ظاہر ہونا۔ یہ تمام بناوٹ ہے کسی آیت وحدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے۔

فصل سوم: ان نشانات کے بیان میں جو فی الحقیقت مرزا قادیانی کے مخالف ہیں مگر چالاکی سے اس نے ان کو نشان بنالیا ہے:

۱...... دانیال نبی کی پیش گوئی۔ اس میں الفاظ ذیل قابل غور ہیں: ''جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائے گی اور مکروہ چیز جو خراب کرتی ہے قائم کی جائے گی ایک ہزار دو سو نوے دن ہوں گے۔ مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے اور ایک ہزار تین سو پینتیس دن تک آتا ہے۔'' مرزا قادیانی خود لکھتا ہے کہ اس کو ۱۲۹۰ھ سے شرف مکالمہ حاصل ہے۔ پس یہی وہ مکروہ چیز ہے جس نے ہزاروں مسلمانوں کو خراب کیا۔ مبارک وہ ہے جو انتظار کرتا ہے اور ۱۳۳۵ سال تک آتا ہے۔

۲...... نعمت اللہ ولی کی پیش گوئی۔ اس میں شعر ذیل قابل غور ہے۔

مہدی وقت وعیسیٰ دوراں ہر دو را شہسوار ی بینم

اس شعر میں مہدی اور عیسیٰ دو علیحدہ وجود بیان کئے گئے ہیں۔ مگر مرزا قادیانی ان کو ایک ہی بناتا ہے۔

۳...... ''انی احافظ کل من فی الدار'' یہ غلط ثابت ہوا۔ کیونکہ اوّل: تو خاص مرزا قادیانی کے گھر میں پیراں دتہ اور عبدالکریم طاعون سے ہلاک ہوئے۔ دوم: مرزا قادیانی نے لفظ فی الدار میں تمام مرید شامل کر لئے تھے۔ (کشتی نوح ص۱۰، خزائن ج۱۹ ص۱۰) مگر بڑے بڑے مرید ہلاک ہوئے۔ مثلاً محمد افضل، مولوی برہان الدین، مولوی محمد یوسف، مولوی نور احمد۔ سوم: اب اس کے خلاف یہ الہام ہو چکا۔ ''انی احافظ کل من فی الدار واحافظك خاصة''

۴...... ''سبحان الله، تبارك وتعالیٰ راد مجدك، سيقطع اباؤك ويبدؤ منك''

۵...... مرزا غلام قادر کا سخت بیمار ہونا۔ ان کی نسبت معلوم ہونا کہ اب ان کی زندگی محض پندرہ یوم ہے۔ پھر دعا سے پندرہ سال زندہ رہنا۔

۶...... خداتعالیٰ کی زیارت۔ سرخی سے ایک کتاب پر دستخط کرنا اور زاید سرخی چھڑکنا۔ جس کے چھینٹے کرتے پر پڑے۔ ایسی بدتمیزی تقدیس باری تعالیٰ کے خلاف ہے۔

مرزا شیطان مردود

۷...... عباس علی صوفی مرحوم کی نسبت۔ ''اصلها ثابت وفرعها فی السماء'' وہ بعد میں مرزا قادیانی کا مخالف ہوگیا اور سخت مخالفت کی حالت میں ہی مرا۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی کلمہ طیبہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں یہ الفاظ کلمہ طیبہ کی نسبت ہیں اور مرزا قادیانی دراصل شیطان مردود ہے۔ جس سے اللہ کریم نے عباس علی جیسے کلمہ طیبہ کو نجات دی اور اس کو اس نجات سے ایسا ہی ثابت کر دکھایا کہ اس کی جڑ قائم تھی اور اس کی شاخیں آسمان میں تھیں۔

۸...... بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید۔ وپائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد۔ مرزائی احمدی ہیں، نہ کہ محمدی۔

۹...... جب براہین احمدیہ کی اشاعت کے واسطے میرے پاس روپیہ نہ تھا۔ میں نے دعا کی۔ الہام ہوا۔ ''هزی الیك بجذع النخلة تساقط علیك رطبا جنیا'' (براہین احمدیہ ص۲۲۶، حاشیہ در حاشیہ، خزائن ج۱ ص۲۵۰) چنانچہ میں نے خلیفہ سید محمد حسن صاحب وزیر ریاست پٹیالہ کی طرف خط لکھا۔ انہوں نے ڈھائی سو روپیہ ایک بار اور ڈھائی سو روپیہ ایک بار بھیجے۔ اس سے معلوم ہوا کہ براہین سے تمام مدعا روپیہ کمانا اور نفس پروری تھا۔ سو روپیہ تو اور مرزا قادیانی نے پختہ کھجوریں مزے سے کھائیں۔ مگر ستائیس سال سے براہین کا نام ندارد ہے۔ اسی کا مؤید ومصداق میرا وہ الہام ہے جو مجھے مرزا قادیانی کی نسبت ۱۸۹۱ء میں ہوا تھا۔ ''ناقة اللّٰه وسقیها'' جب استدلال مرزا جو اس نے عباس علی صوفی کے بارہ میں کیا تھا ضمیر مؤنث سے مراد ضعف اور حرص ہے۔

۱۰...... خداتعالیٰ نے ۱۸۸۲ء کے بعد باقی حصہ براہین احمدیہ کا چھپنا روک دیا تھا۔ تا کہ اس کا یہ کلام پورا ہو کہ براہین احمدیہ کو بطور نشان بناؤں گا۔ سو اس عرصہ میں بہت سی پیش گوئیاں پوری ہوئیں۔ اگر پیش گوئیاں پوری ہونے سے پہلے ختم ہو جاتی تو وہ ایک ناقص کتاب ہوتی۔

یہ صاف بناوٹ ہے۔ اوّل: تو کل کتاب کا پہلے شائع ہو جانا۔ پیش گوئیوں کی تصدیق کا منافی نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ ان کی اشاعت ساتھ کے ساتھ جب کہ اب اخباروں اور کتابوں میں ہو رہی ہے۔ تکمیل براہین کے بعد بھی ہوسکتی تھی۔ دوم: وہ خدا کا کون سا حکم ہے جس میں براہین کی اشاعت کو روکا گیا۔ سوم: خلاف مہدی ایک جرم ہے۔

مرزا قادیانی فرعون

۱۱...... عبدالرحمٰن لکھو کھے والے کا الہام۔ مرزا قادیانی فرعون۔ مگر وہ خود ہی میری زندگی میں مر گئے۔ حالانکہ فرعون موسیٰ کی زندگی میں مرا تھا۔ یہ بھی ایک بناوٹ ہے۔ اگر فرعون نام ہو جانے سے یہ امر لازمی رہے کہ عبدالرحمٰن مرحوم موسیٰ بن گئے اور ان کی زندگی میں مرزا قادیانی کو غرق ہو جانا چاہئے تھا تو مرزا قادیانی کے محمد نام ہونے سے لازمی ہے کہ ہندوستان کے بت خانہ ہمیشہ کے واسطے منہدم ہو جائیں۔ اس کے موسیٰ نام ہونے سے لازمی ہے کہ مسلمان آزاد ہو کر کسی کنعان کے وارث بنیں۔ ابراہیم نام ہونے سے لازمی ہے کہ مرزا قادیانی آگ میں ڈالا جائے اور زندہ رہے۔ یوسف نام سے لازمی ہے کہ وہ چاہ میں گرایا جائے۔ غلام بنے اور قید میں پڑے۔

۱۲...... ''وکذالك مننا علیٰ یوسف لنصرف عنه السوء والفحشاء ولینذر قوماً ما انذر اباؤهم فهم غافلون'' مرزا قادیانی کے متعلق یہ تمام الفاظ غلط ثابت ہوئے۔ کیونکہ مرزا قادیانی ایسی قوم میں ہے جس میں دن رات قرآن اور احادیث کے وعظ ہوتے ہیں۔

۱۳...... ''انی مهین من اراد اهانتك'' اس میں کوئی تعین نہیں۔ ہندوستان کے چھ کروڑ مسلمان اور بائیس کروڑ دیگر اقوام مرزا قادیانی کی دشمن اور مرزا قادیانی کی مٹی پلید کرتے ہیں۔ جب کبھی اتفاقات سے کسی پر کوئی آفت آتی ہے تو فوراً اس پر اس کو منطبق کر لیتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا کہ جس کسی نے مرزا قادیانی کی توہین کی وہ ذلیل ہو جایا کرتا۔ جیسا کہ ان الفاظ کا ظاہری مفہوم ہے۔ تو بات صاف تھی۔ اگر مرزائیوں کا کسی مخالف کی ذلت پر بغلیں بجانا، اور ہر ایک نکتہ چیں کے ابتلاء کو اسی پیش گوئی کی تصدیق میں شائع کرنا صحیح ہے تو مجھے حق ہے کہ جو کوئی مرزائی مر جائے تو میں شائع کرا دیا کروں کہ فلاں دشمن دین واصل جہنم ہو چکا۔ کیونکہ مجھے بعض مرزائیوں کی نسبت الہام ہو چکا ہے۔ ''انهم لصالوا الجحیم'' وہ جہنم میں داخل ہونے والے ہیں۔

فصل چہارم: ان نشانات کے بیان میں جن کو مرزا قادیانی نے بار بار درج کیا ہے تاکہ اس کے نشانات کی تعداد بڑھ جائے

۱...... ''شاتان تذبحان۔'' (نزول المسیح ص۱۵۲، پیش گوئی نمبر۳۱، خزائن ج۱۸ ص۵۳۰، براہین احمدیہ ص۵۱۲، حاشیہ در حاشیہ، خزائن ج۱ ص۶۱۰) سے عبدالرحمٰن اور عبداللطیف کی شہادت۔ ۵۴، ۱۱۳ پر ذکر ہے۔

۲...... لیکھرام کے ساتھ مباہلہ اور اس کی موت نمبر ۱۲۷، ۱۲۵ پر مذکور ہے۔

۳...... عبدالحق کے ساتھ مباہلہ اور اس کا انجام۔نمبر ۵۹،۹۲ پر درج ہے۔

۴...... ”نزلت الرحمة علیٰ ثلث العین وعلیٰ الآخرین “(نزول المسیح ص ۲۱۴، خزائن ج ۱۸ص ۵۹۲) نمبر ۱۳۵، ۱۶۶ پر درج ہے۔

۵...... چراغ دین کی نسبت الہام۔”انی اذیب من یریب “میں فنا کر دوں گا۔میں غارت کر دوں گا۔میں غضب نازل کروں گا۔اگر چراغ دین نے شک کیا۔(دافع البلاء ص ۲۳ حاشیہ نمبر ۲، خزائن ج ۱۸ص ۲۴۳) چنانچہ تین سال کے بعد وہ طاعون سے مر گیا۔نمبر ۵، ۱۷۳ پر درج ہے۔

۶...... ڈوئی کا مباہلہ اور اس کی موت نمبر ۱۹۷،۳۰ پر مذکور ہے۔

۷...... ”یعصمك الله من عنده ولولم یعصمك الناس “نمبر ۶۳،۸۱ پر مذکور ہے۔

۸...... مولوی غلام دستگیر قصوری نے خود ہی کاذب کی موت کے واسطے دعا کی...... ہلاک ہو گیا۔

۹...... طاعون پھیلنے کی پیش گوئی نور الحق کے ص ۳۵ سے ۳۸ تک نمبر ۱۵،۷۵ پر مذکور ہے۔

۱۰...... کثرت جماعت وزائرین کی پیش گوئی۔۷۹، ۹۱، ۱۰۰ پر مذکور ہے۔

فصل پنجم: ان نشانات کے بیانات میں جو فی الحقیقت کچھ بھی نہیں مگر مرزا قادیانی نے رنگ آمیزیوں اور چالاکیوں سے ان کو نشان بنالیا ہے

۱...... ملاں عبداللطیف کی شادت۔اگر ایک شہادت کسی کی صداقت کے لئے دلیل ہو سکتی ہے تو پھر پچاس ہزار سے زیادہ عالم فاضل بابی جو ایران میں قتل ہو چکے۔وہ ہزاروں گنے بچے ہوئے۔ابن صباح کے ہزاروح فدائی تھے۔ایسا ہی رام سنگھ کو کے پر ہزاروں نے جان قربان کی۔مسیلمہ کذاب کے ساتھ ہزاروں نے جان دی۔

۲...... ملاں عبداللطیف کی شہادت کی پیش گوئی۔اس کے متعلق کوئی الفاظ نہیں۔براہین میں یہ الفاظ تھے۔”شاتان تذبحان“(براہین احمدیہ ص ۵۱۲، حاشیہ درحاشیہ، خزائن ج ۱ص ۶۱۰) سو اس میں کسی کا نام نہیں۔پہلے یہی الفاظ مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد پر چسپاں کئے گئے تھے۔اگر یہ الہام رحمانی ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ جیسے بکری ذبح کیا جانا حلال ہے۔ایسا ہی دونوں کی گردن زنی جائز تھی۔

۳...... مولوی محمد حسین کی بابت براہین میں پیش گوئی کی تھی کہ ہماری تکفیر کرے گا۔پیش گوئی کے الفاظ ندارد۔حوالہ ندارد۔

۴...... مولوی نذیر حسین صاحب مرحوم کی تکفیر کی بابت براہین میں پیش گوئی تھی۔الفاظ ندارد اور حوالہ ندارد۔

۵...... قونصل رومی کی تباہی کی پیش گوئی۔ حوالہ ندارد، الفاظ ندارد۔

۶...... براہین میں مقدمات کی فتح کی بشارت۔ حوالہ ندارد، الفاظ ندارد۔

۷...... براہین میں طاعون پھیلنے کی پیش گوئی۔ حوالہ ندارد، الفاظ ندارد۔

۸...... مولوی غلام دستگیر قصوری نے خود ہی کاذب کی موت کے واسطے دعا کی اور ہلاک ہو گیا۔ حوالہ ندارد۔

۹...... مولوی محمد حسن بھین والا جو بڑا ابد گو تھا ہلاک ہوا۔ کوئی پیش گوئی نہیں۔

۱۰...... مولوی نور احمد نے کتاب نبراس کا حاشیہ لکھتے ہوئے میرے لئے بددعا کی۔ ''کسرھم اللہ تعالیٰ'' مگر وہ خود ہی مع اپنے مددگار بھائی نور محمد کے مر گیا۔

۱۱...... مولوی اسماعیل علی گڑھی کو مباہلہ کے واسطے بلایا۔ وہ ایک سال کے اندر فوت ہو گیا۔

۱۲...... حکیم کرم داد نے فقیر مرزا کے ساتھ مباہلہ کیا۔ ایک سال کے بعد فقیر مرزا طاعون سے ہلاک ہو گیا۔

۱۳...... فضل داد خان نمبردار چنگا نے محمد افضل احمدی کے خلاف ہلاکت کی۔ بددعا کی مگر دس ماہ کے اندر وہ خود ہی ہلاک ہو گیا۔

۱۴...... کریم اللہ انسپکٹر ڈاکخانہ جا حلقہ گوجر خان نے محمد فضل احمدی کے روبرو مرزا قادیانی کے خلاف سخت الفاظ کہے۔ تھوڑے دنوں بعد اس کے گھر میں نقب آ کر چوری ہوئی اور بہت سامال چوری ہوا۔

۱۵...... عبدالقادر ساکن بندر پور نے میرے خلاف مباہلہ کے طور پر ایک نظم لکھی۔ اس کے چند روز بعد وہ طاعون سے ہلاک ہو گیا۔

۱۶...... حافظ محمد دین ساکن موضع تنکر نے ایک کتاب لکھی جس کا نام اس نے ''فیصلہ قرآنی اور تکذیب قادیانی'' رکھا۔ مگر وہ ایک سال اور تین ماہ بعد مر گیا۔

۱۷ تا ۱۹...... اخبار شبہ چنتک جو میرے خلاف قادیان سے نکلتا تھا اس کے ایڈیٹر و منتظم یعنی سومراج، اچھر چند اور بھگت رام طاعون سے ہلاک ہو گئے۔

۲۰...... مولوی عبدالمجید نے مباہلہ کے طور پر بددعا کی۔ مگر وہ خود ہی فنا ہو گیا۔

۲۱...... ابوالحسن تبتی نے ''بجلی آسمانی بر سر دجال قادیانی'' میں مباہلہ کے طور پر بددعا کی۔ مگر وہی طاعون سے مر گیا۔

۲۲...... منشی مہتاب علی احمدی نے فیض اللہ خاں کے ساتھ مباہلہ کیا۔ مگر فیض اللہ خاں طاعون سے ہلاک ہوا۔

نتیجہ

نمبر۸ سے نمبر۲۲ تک جن واقعات کو مرزا قادیانی نے نشانات بتایا ہے۔ یہ محض اتفاقات ہیں۔ ہزاروں شہروں اور دیہات میں جہاں جہاں مرزائی ہیں اکثر یہ معاملات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ کہیں مرزائیوں کا مسلمانوں کے ساتھ بحث ہے۔ کہیں باہمی تکفیر وتکذیب اور ملاعنت ہے۔ کہیں مرزا قادیانی کی تردید دلائل سے کی جاتی ہے۔ کہیں بددعائیں دی جاتی ہیں اور کہیں گالیاں سنائی جاتی ہیں۔ جب ہزاروں جگہ ایسا ہوتا ہے تو دس بیس جگہ اموات کا ہونا بھی لازمی ہے۔ خاص کر ایسے زمانہ میں جب کہ ہندوستان میں دس بارہ ہزار اموات روزانہ پلیگ سے ہورہی ہیں۔ دس بیس ایسی اموات کو جو مرزا قادیانی کے مکفرین، مکذبین، لاعنین وغیرہ میں واقعہ ہوئیں۔ ان کو مرزا قادیانی کے خلاف کا نتیجہ قرار دے دینا سراسر حماقت یا پرلے درجہ کی بے حیائی اور چالاکی ہے۔ اگر یہ طریق استدلال صحیح ہے تو جس قدر مرزائی مرتے جاتے ہیں ان کی نسبت تمام مسلمان کہہ سکتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی تکفیر، تکذیب اور بدخواہی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ کوئی مرزائی ایسا نہیں جس کو مسلمانوں کے ساتھ تنازع اور تلاعن کا موقعہ نہ ملتا ہو۔ کیا مرزا قادیانی اور مرزائی انبیاء علیہم السلام اور ان کے صحابہ کے حالات سے اس قسم کی بددعاؤں اور مباہلوں کا وجود ثابت کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خان کی طرف سے جواب

اہم ایک ناچیز گنہگار انسان ہے جس کو خداوند عالم نے فرمایا ہے۔ دجالی فتنہ تیرے ہاتھ سے پاش پاش کرایا جائے گا۔ اس لئے وہ عاجز ان نشانات کا جواب بھی ترکی بہ ترکی عرض کرتا ہے۔

۱...... مولوی عبدالکریم نے میری تفسیر کا خلاف کیا تھا۔ اس لئے وہ کاربنکلو اور طاعونی نیومونیا کی نہایت دردناک موت سے ہلاک ہوا۔

۲...... مولوی محمد یوسف سنوری نے میری تفسیر کی نسبت خلاف الفاظ کہے تھے۔ وہ معہ فرزند خود طاعون سے ہلاک ہوا۔

۳...... محمد افضل ایڈیٹر البدر نے بدنیتی سے نکتہ چینی کی تھی۔ اس لئے وہ اور اس کا فرزند طاعون سے ہلاک ہوئے۔

۴...... عبداللہ سنوری نے مقام بسی کے ایام میں مجھ پر اتہام لگانے شروع کئے تھے۔ اس لئے اس کا بیٹا حشمت اللہ طاعون سے ہلاک ہوا۔

۵...... مصطفےٰ خان نے قرآن مجید اور انبیاء علیہم السلام کے کلمات کو مرزائی پیش گوئیوں کی طرح میرے سامنے مہمل بتلایا تھا۔ مجھے الہام ہوا کہ اس نے انبیاء علیہم السلام کی توہین کی ہے۔ اس لئے وہ امتحان ایف۔اے میں فیل ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۶...... سعد اللہ خان مرزائی مجھے نظر حقارت اور تنفر سے دیکھتا تھا۔ مجھے خواب میں دیکھایا گیا کہ مولوی عبداللہ خاں کا چھوٹا بھائی اور انہیں کے ساتھ رہتا ہے۔ ایک بت پیدا ہوا۔

۷...... محمد حسین مراد آبادی پر میری تبلیغ ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ وجع مفاصل کے دردناک عذاب میں مبتلا ہوا۔

۸...... سنور میں میرا ایک لیکچر ہوا جس میں میں نے صاف طور پر بیان کر دیا کہ مرزا قادیانی اور مرزائی قرآن اور احادیث صحیحہ سے سخت مرتد اور سنت انبیاء کے سخت مخالف ہیں۔ اس طرح پر اسلام کی سنور میں تبلیغ ہوئی۔ مگر مرزائیوں نے نہیں مانا۔ اس لئے بہت سے مرزائی طاعون سے ہلاک ہوئے اور بہت سے خانہ ویران ہو گئے۔ مثلاً محمد ابراہیم پٹواری، محمد مصطفےٰ ولد منشی ابراہیم، محمد مرتضیٰ ولد منشی ابراہیم، زوجہ محمد مصطفےٰ، زوجہ محمد ابراہیم، محمد ابراہیم خورد پٹواری، اہلیہ شیخ محمد نواز، محمد زکریا ولد ابراہیم، دختر عبدالعزیز پٹواری، زوجہ رحمت اللہ، زوجہ عبدالرحمٰن پٹواری، زوجہ برادر غلام داد، دختر عبداللہ، محمد اختر ولد اختر محمد یٰسین، یہ کل ۲۱ نشان ہوئے۔

۲۲...... حافظ نور محمد سیکرٹری انجمن احمدیہ پٹیالہ کو مرنے سے چار یوم پہلے خواب میں دکھایا گیا کہ جب تک وہ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب سے علاج نہ کرائے گا۔ ہرگز اچھا نہ ہوگا۔ آخیر وقت ہوش تک وہ یہی کہتا رہا کہ مجھے ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کے پاس لے چلو۔ مگر ایک لنگڑا مرزائی اس بات پر اڑا رہا کہ ہم وہاں نہیں لے جاتے۔ اس بیچارہ مرحوم نے یہاں تک کہا کہ پھر میں کسی طرح نہیں بچ سکتا۔ مگر اوروں نے نہ مانا۔ مرزائیاں پٹیالہ میں یہ اک انسان آدمی تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے ضائع ہونے نہیں دیا۔

۲۳...... مولوی عبدالحق سامانوی نے مجھ سے نبوت مرزا کے ثبوت میں بیہودہ بحث کی اور قرآن وحدیث سے ارتداد ظاہر کیا۔ اس لئے اس کی اہلیہ طاعون سے ہلاک ہوگئی۔

کیوں جناب وہ الہام پورا ہوا کہ نہیں۔ جس پر کہ مرزا قادیانی کو بڑا ناز ہے۔ اے بسا خانہ دشمن کہ تو ویران کردی۔

اگر اتنے پر بس نہیں تو اور سنو۔ سامانہ میں میری تبلیغ رسائل کے ذریعہ سے بخوبی ہو چکی۔ مگر مرزائی بدستور قرآن وحدیث سے مرتد بنے رہے۔ اس لئے اموات ذیل طاعون سے ہوئیں۔ غلام محمد ولد برکت خیاط، اللہ دی زوجہ توماں خیاط۔ بی بی زوجہ چھجو خیاط۔ سوندھا ولد نبو خیاط۔ والدہ عطاء محمد خیاط۔ اہلیہ شیخ نور محمد۔

محمود پور جو سامانہ کے قریب ہے۔ اس میں حسب ذیل مرزائی طاعون سے ہلاک ہوئے۔ پیرا ولد کریم بخش، نور محمد ولد اللہ بخش، کماں بانڈا، نور محمد ولد مولی، مسماۃ وزیراں زوجہ رحیم بخش، مسماۃ اسو زوجہ عبدالکریم۔

مرزائیاں ذیل کی نسبت یہ اطلاع ملی ہے کہ وہ طاعون سے ہلاک ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر بوڑیچاں، مولوی برہان الدین جہلمی، قاضی ضیاء الدین، ملاں جمال الدین سیدوالہ، حکیم فضل الٰہی، مرزا یعقوب بیگ کا بہنوئی، مرزا افضل بیگ وکیل اور اس کا کنبہ، معراج الدین عمر کی والدہ، حکیم محمد حسین قریشی کی لڑکی، ڈنگہ کا حافظ، مولوی محمد علی ساکن زیر ضلع فیروز پور، مولوی نور احمد ساکن لودی ننگل۔

جو مرزائی طاعون سے مرتا ہے اس کا نام دعائے جنازہ کے واسطے بھی اخبارات الحکم والبدر میں شائع نہیں ہوتا۔ کیا کوئی مرزائی حوصلہ کر کے کل فوت شدہ مرزائیوں کی تعداد شائع کر سکا ہے۔ تا کہ پبلک اندازہ لگا سکے کہ مرزائیوں میں تو فیصدی اموات کس قدر ہوئیں۔ باقی مسلمانوں اور ہندوؤں میں کس قدر۔ مرزائیوں کا پتہ تو مرزائیوں سے ہی لگ سکتا ہے۔ باقیوں کا نمبر جو اخبارات میں شائع ہو چکا حسب ذیل ہے۔ ۱۸۹۶ء میں ۱۷۰۴۔ ۱۸۹۷ء میں ۵۶۰۰۰۔ ۱۸۹۸ء میں ۱۱۸۰۰۰۔ ۱۸۹۹ء میں ۱۳۵۰۰۰۔ ۱۹۰۰ء میں ۹۳۰۱۰۔ ۱۹۰۱ء میں ۲۷۴۰۰۰۔ ۱۹۰۲ء میں ۵۷۷۰۰۰۔ ۱۹۰۳ء میں ۵۱۰۰۰۔ ۱۹۰۴۔۵ء میں ۱۰۲۲۰۰۰۔ ۱۹۰۵ء میں ۹۵۱۰۰۰۔ ۱۹۰۶ء میں ۳۳۲۰۰۰۔ ۱۹۰۷ء میں ۱۰۶۰۰۶۷۔

مرزائیو! اظہار حق کا حوصلہ کرو گے یا گول مول دعوؤں اور اناپ شناپ پٹیاروں میں ہی خیر مناؤ گے۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ تھا کہ میرا کوئی مخلص مرید طاعون سے نہ مرے گا۔ کیا یہ سب جو مر گئے منافق تھے اور جو بچیں گے وہی مخلص ہوں گے۔ باقی سب منافق۔

۲۳...... دہلی والی شادی کی نسبت پیش گوئی۔ ’’الحمدللہ الذی جعل لکم الصہر والنسب ‘‘ تمام حمد اللہ کے واسطے ہے۔ جس نے تمہارے واسطے ناتے اور نسب بنائے۔ اس میں دہلی والی شادی کی طرف اشارہ کہاں ہے۔

۲۴...... سید احمد خان آخیری عمر میں تکلیف اٹھائے گا۔ حوالہ ندارد الفاظ ندارد۔

۲۵...... مبارک احمد کی آخری حالت تھی۔ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کی۔ تو دو تین منٹ کے لئے لڑکے کو سانس آنے لگا۔ ایسے نظارے اکثر دیکھنے میں آتے ہیں۔ یہ نشان کیسے ہوا۔

۲۶...... ''اردت ان استخلف فخلقت ادم'' یہ کوئی پیش گوئی نہیں۔ نہ کسی طرح پر مرزا قادیانی کے لئے کوئی نشانی ہے۔

۲۷...... سردار خان نے ایک مقدمہ میں دعا کرائی اور اس کا اپیل منظور ہوگیا۔

۲۸ سیٹھ عبدالرحمٰن کو ذیابیطس میں کاربنکل نکل آیا۔ دعا سے صحت یاب ہوگئے۔

۲۹...... سمیاں قاسم ورستم ومغل کے مقدمہ میں دعا کی گئی۔ فتحیاب ہوئے۔

۳۰...... سید ناصر شاہ کے بارہ میں دعا کی گئی۔ اس کی مشکلات دور ہوئیں اور ترقی ملی۔

۳۱...... مستری نظام الدین ایک فوجداری مقدمہ میں گرفتار ہوا۔ اس نے پچاس روپیہ نذرانہ مان کر درخواست دعا کی۔ اس کے لئے دعا کی گئی اور وہ بری ہوگیا۔

۳۲...... سید مہدی حسن کی بیوی سخت بیمار ہوگئی۔ امید زیست نہ تھی۔ ہماری دعا سے دوبارہ زندہ ہوگئی۔

۳۳...... عبدالکریم جس کو دیوانہ کتے نے کاٹ لیا تھا اور کسولی پر اس کا علاج کرایا گیا تھا۔ مگر بعد میں اس کو تشنجوں کا دورہ ہوا۔ کوئی امید زیست نہ تھی۔ اس کے لئے دعا کی گئی اور وہ صحت یاب ہوگیا۔ گویا کہ مردہ زندہ ہوگیا۔

۳۴...... سید ناصر شاہ کی تبدیلی گلگت کی ہوگئی تھی میری دعا سے ملتوی ہوگئی۔

نمبر ۷ سے ۳۴ تک سراسر چالاکی ہے یا حماقت۔ جب ہزاروں کی درخواستیں دعا کے واسطے پیش ہوتی ہیں اور سب کے واسطے دعا کی جاتی ہے تو پھر دو چار فیصدی کی کامیابی کو دعا کا نتیجہ سمجھ لینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ کیا یہ اسی قسم کا استدلال نہیں ہے۔ جو بت پرست، تعزیہ پرست، قبر پرست پیش کیا کرتے ہیں کہ فلاں فلاں شخص نے منت مانی تھی۔ فلاں کو بیٹا ملا۔ فلاں کو نوکری ہوگئی۔ فلاں مقدمہ جیت گیا۔ فلاں کا مرض دور ہوگیا؟ مرزا قادیانی نے تو چھ مثالیں پیش کیں۔ مگر ایک تعزیہ پرستوں میں اس قسم کی لاکھوں مثالیں مل جائیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ کروڑہا لوگ، بت پرستی، مقبرہ پرستی اور تعزیہ پرستی میں غرق ہیں اور گنڈے وتعویزوں پر یقین کرتے ہیں۔

طرفہ تر یہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب کی رجوع کی نسبت (حجۃ الاسلام ص۲۲، خزائن ج۶ ص۵۹) میں صاف پیش گوئی کی تھی۔ پھر اسی کو (اعجاز احمدی ص۵۱، خزائن ج۱۹ ص۱۶۳) میں الفاظ میں دہرایا ہے۔ ''کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آجائے گا۔ کون گمان کرسکتا ہے۔ عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل وآسان ہے۔'' مگر اب اس کی نسبت (حقیقت الوحی ص۱۸۷، ۱۸۸، خزائن ج۲۲ ص۱۹۵) پر لکھتا ہے: ''صرف میری دعا میں اپنے الفاظ تھے۔ الہامی الفاظ نہ تھے اور صرف میری طرف سے دعا تھی کہ اتنی مدت میں ایسا ہو۔ سو خداوند تعالیٰ اپنی وحی کا پابند ہوتا ہے۔ اس پر فرض نہیں جو اپنی طرف سے التجا کی جائے۔ بعینہ اس کو ملحوظ رکھے۔'' یہ ہیں مرزا قادیانی کے ہتھکنڈے، ہزاروں کے واسطے دعائیں، بددعائیں شائع کرتے رہے۔ جس کے مطابق وقوع ہو گیا۔ وہ ایک نشان اور خدائی قول بن گیا۔ جس کے مطابق کچھ وقوع نہ ہوا۔ وہ فوراً ذاتی آرزو اور انسانی کلام بن گیا۔

۳۵...... محمد احسن کی نسبت الہام ہوا۔ از پئے آں محمد احسن را۔ تارک روزگار می بینم۔ یہ کوئی پیش گوئی نہیں۔

۳۶...... مولوی عبداللطیف کی شہادت کے بعد کابل میں سخت ہیضہ پھیلا۔ اس میں بھی وہی لعنتوں اور دعاؤں والی چالاکی ہے۔ مرزا قادیانی کی لڑکی عصمت کو بھی تو ہیضہ ہوا تھا تو پھر مسلمانوں کی تحقیر کا نتیجہ تھا۔

۳۷...... ''میری کتاب انجام آتھم ص۵۸ میں ایک یہ پیش گوئی تھی جو عبدالحق کے مباہلہ کے بعد ہر ایک قسم سے خداتعالیٰ نے مجھے ترقی دی۔ ہماری جماعت کو ہزارہا تک پہنچادیا۔ ہماری علمیت کا لاکھوں کو قائل کر دیا اور الہام کے مطابق مباہلہ کے بعد ایک اور لڑکا عطاء کیا اور پھر ایک چوتھے لڑکے کے لئے مجھے متواتر الہام آئے اور ہم عبدالحق کو یقین دلاتے تھے کہ وہ نہیں مرے گا۔ جب تک کہ اس الہام کو پورا ہوتا نہ سن لے اب اس کو چاہئے کہ اگر وہ کچھ چیز ہے تو دعا سے اس پیش گوئی کو ٹال دے۔'' (حقیقت الوحی ص۳۵۱، ۳۵۲، خزائن ج۲۲ ص۳۶۴، ۳۶۵)

(انجام آتھم ص۵۸) کو جو پڑھا تو کہیں یہ پیش گوئی نہ ملی۔ اوّل تو مرزا قادیانی کسی کتاب کے صفحوں کا حوالہ ہی نہیں دیا کرتا۔ اس مقام پر جو دیا بھی وہ غلط۔ جب تحریر میں یہ حال ہے تو زبانی حکایتوں میں کیا کچھ مغالطہ ہوگا۔

۳۸...... ”شیخ ﷺ کو یکم رفروری ۱۸۹۷ء کے اشتہار میں میں نے وعدہ دیا کہ چالیس روز تک خداتعالیٰ میرا کوئی نشان دکھائے گا۔ سو ۶ رمارچ کولیکھرام مرگیا۔“ ذاتی وعدہ کوئی شے نہیں۔ جب تک الہاماً وعدہ نہ ہو۔ اگر آپ کے ذاتی وعدہ الہام الٰہی کے برابر ہیں تو براہین کا وعدہ کیوں پورا نہیں کیا؟ حالانکہ اس کی تمام قیمت پیشگی وصول ہو چکی تھی۔ سراج منیر کا وعدہ کیوں پورا نہ کیا۔ منارہ کا وعدہ کیوں پورا نہ کیا۔ تفسیر کتاب عزیز کا وعدہ کیوں پورا نہ کیا۔ کیمشن تبت کا وعدہ کیوں پورا نہ کیا۔ مفت اشاعت کا وعدہ کیوں پورا نہ کیا؟

۳۹...... دیانند کی موت اور آریاؤں کے زوال کی پیش گوئی۔

دیانند کی نسبت کوئی الہام نہیں۔ ”سیھزم الجمع ویولون الدبر“ کا ایک الہام ضرور ہے۔ آریاؤں کی نسبت اشعار ذیل پیش گوئی قرار دے گئے۔

شرم و حیا نہیں ہے آنکھوں میں ان کے ہرگز ۔۔۔ وہ بڑھ چکے ہیں حد سے اب انتہاء یہی ہے

ہم نے ہے جس کو مانا قادر ہے وہ توانا ۔۔۔ اس نے ہے کچھ دکھانا اس سے رجا یہی ہے

میری مالک تو ان کو خود سمجھا ۔۔۔ آسمان سے پھر ایک نشان دکھلا

یہ مرزا قادیانی کے شاعرانہ ترانے اور اس کے خونی دماغ اور کینہ توز قلب کے ولولہ ہیں۔ مگر ان کو بھی وہ پیش گوئیاں قرار دے کر کہتا ہے کہ ان کے مطابق شبھ چنتک کے ایڈیٹر اور مالک طاعون سے ہلاک ہوئے۔ پنجاب کے سرگروہ آریہ باغیانہ خیالات سے سزایاب ہوئے اور بعض جلاوطن کئے گئے۔

۴۰...... معافی ٹیکس کی پیش گوئی۔ الفاظ ندارد ہیں۔

۴۱...... ایک لڑکے کی بشارت جس کا نام بشیر احمد رکھا گیا۔ الفاظ اور حوالہ ندارد۔

۴۲...... بشیر احمد کے بعد ایک لڑکے کی بشارت۔ الفاظ اور حوالہ ندارد۔

۴۳...... مبارکہ بیگم کے بعد ایک لڑکے کی بشارت۔ الفاظ ندارد ہیں۔

فصل ششم: ان نشانات کے بیان میں جو مرزا قادیانی کے آدم خورد ماغ اور عالم کش قلب کا اظہار ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ مرزا ابولہب ہے

۱...... آتمارام کی اولاد کی موت۔ پیش گوئی کے الفاظ نامعلوم۔

۲...... لالہ چندولال مجسٹریٹ کا تنزل۔ پیش گوئی کے اصل الفاظ ندارد۔

۳...... ایک ڈپٹی انسپکٹر کی موت۔ پیش گوئی کے اصل الفاظ ندارد۔

۴...... (نور الحق حصہ دوم ص۳۵ تا ۳۸، خزائن ج۸ ص۲۲۷) میں طاعون پھوٹنے کی بابت حسب ذیل پیش گوئی ہے۔ ''اعلم ان اللّٰہ نفشانی روعی ان ھذا نحسوف والکسوف فی رمضان ایتان نحوفتان لقوم اتبعو الشیطان ولئن ابوفان العذاب قدحان''

۵...... حمامۃ البشریٰ میں طاعون پھیلنے کی دعا کی تھی۔ سو وہ قبول ہو کر ملک میں طاعون پھیلی۔ (حقیقت الوحی ص۲۳۴، خزائن ج۲۲ ص۲۳۵) مگر جب گورنمنٹ کی خاص توجہ فتنہ پردازان کی سرکوبی کی طرف دیکھی تو منع جہاد اور وفاداری کے اعلان شروع کردیئے۔ کیا وہ مہدی زیادہ خطرناک ہوگا جو کسی فرقہ کے خیال میں میدانوں میں لڑے گا یا یہ الہامی خونی زیادہ خطرناک ہے۔ جو گھر بیٹھے اپنی پھونکوں سے ہلاک کررہا ہے۔

۶...... سر الخلافہ میں مخالفوں پر طاعون پڑنے کے لئے دعا کی گئی۔ سو اس سے کئی سال بعد طاعون کا غلبہ ہوا۔ اب یہ الہامی خونی زیادہ خطرناک ہے۔ جس نے دعا سے دنیا کو تباہ کردیا۔ یا وہ فرضی مہدی زیادہ خطرناک ہے جو میدانوں میں جنگ کرے گا؟ پھر طرفہ یہ ہے کہ جب ملک معظم کی طرف سے انسداد طاعون کے متعلق ایک چٹھی شائع ہوئی تو بکمال بے حیائی سے شکرگزاری کے اعلان شائع کرتا ہے۔

۷...... بعض سخت مخالف جنہوں نے مباہلہ کے طور پر لعن اللّٰہ علی الکاذبین کہا وہ مرگئے۔ مثلاً رشید احمد گنگوہی، مولوی شاہ دین، عبدالعزیز، مولوی محمد، مولوی عبداللّٰہ، عبدالرحمن محی الدین لکھو کے والے۔

اگر یہ نشان ہے تو بڑے بڑے مرزائی مولوی جو مسلمانوں کے مقابلہ میں لعنت اللّٰہ علی الکاذبین کہنے کے مشاق تھے وہ کیوں فوت ہوگئے۔ مثلاً مولوی یوسف سنوری، مولوی برہان الدین جہلمی، مولوی عبدالکریم سیالکوٹی، محمد افضل ایڈیٹر البدر، حکیم فضل الٰہی، مرزا افضل بیگ وکیل، مولوی نور احمد، قاضی ضیاء الدین، ڈاکٹر بوڑیخاں، ملاں جمال الدین سید والہ، مولوی محمد علی ساکن زیرہ ڈنگہ کا حافظ، عبداللّٰہ سنوری کا لڑکا۔

فصل ہفتم: ان نشانات کے بیان میں جو مرزا قادیانی نے بہ تقاضائے دجالیت ان کو اپنی نبوت ورسالت کی دلیل بنالیا

عبدالحکیم خان کا تجزیہ

جن لوگوں کا دماغ خوابات اور الہامات کے مناسب ہے وہ اگر اپنے الہامات

وخوابات کا چرچا رکھیں اور خداوند عالم کو یا علیم یا خبیر، یا رب، یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم کے نام سے اکثر پکارتے رہیں۔ خاص کر سونے کے وقت تو وہ اس ملکہ میں بہت جلد ترقی پا سکتے ہیں۔ خواہ ان کے اعمال اعلیٰ درجہ کے ہوں یا نہ ہوں۔ میں ایک گنہگار اور بے عمل انسان ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کے ادنیٰ خدام کے برابر بھی اپنے آپ کو سمجھنا سخت ظلم اور گستاخی جانتا ہوں۔ مگر میرا دماغ الہامات اور خوابات کے لئے فطرتاً موزوں ہے۔ اس لئے مجھے غیب کی خبریں اور خوابات اور الہامات کے ذریعہ سے بکثرت ملتی ہیں۔ یہاں تک کہ کوئی رات اور کوئی دن ایسا نہیں جس میں مجھے دو چار سچے خوابات نہ آتے ہوں یا الہامات نہ ہوتے ہوں۔ ادنیٰ ادنیٰ معاملات میں نہایت صفائی کے ساتھ مجھے خبر ملتی رہتی ہے۔ کبھی کبھی میں ان کا ذکر اپنے ہم نشینوں سے بھی کرتا رہتا ہوں اور میں سچ کہتا ہوں کہ اگر میں خاص توجہ اور محنت کے ساتھ مشق کروں تو مرزائے قادیانی سے سینکڑوں درجہ بڑھ جاؤں۔ اس لاپروائی کی حالت میں میرے خوابات اور الہامات کی یہ کثرت اور صفائی ہے کہ مرزا قادیانی سے بڑھ کر ہیں...... مگر یہ تمام کسی ادنیٰ مناسبت اور فضل خداوندی کا اظہار ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔ اس جگہ پر میں اپنے چند خوابات والہامات جن کے شاہد بہت لوگ ہیں اور جنہیں بعض وقتاً فوقتاً شائع بھی ہوتے رہے۔ مرزا قادیانی کے سچے الہامات وخوابات کے مقابلہ پر درج کر کے واقعات سے ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ جب مجھ سے گنہگار اور بے عمل انسان کو مرزا قادیانی جیسے رؤیا صادقہ آتے اور الہامات صحیح ہوتے ہیں پھر مرزا قادیانی کیسے ان کی بناء پر نبوت ورسالت کا مدعی بنتا۔ اپنے ماننے کو مدار نجات قرار دیتا اور خداوند عالم ونبوت محمدیہ اور اعمال صالحہ کو ہیچ بتلاتا ہے۔ نبوت محمدی کو تو نہ محض منسوخ کہتا بلکہ تمام امت محمدیہ کو جنہیں لکھو کھا عالم قرآن وحدیث وفہیم اور مطیع قرآن وحدیث ہیں اپنے نہ ماننے کی حالت میں کافر اور جہنمی قرار دیتا ہے۔ عجب بات ہے کہ ایک طرف تو مجھ پر یہ الزام لگاتا ہے کہ عبدالحکیم خاں آنحضرت ﷺ کو نہیں مانتا۔ بلکہ خداوند عالم اور اعمال صالحہ کو ہی مدار نجات کہتا ہے۔ دوسری طرف خود محمدؐ کے ماننے والوں کو ملعون اور کافر اور جہنمی بتلاتا اور ان کو مباہلہ کے لئے بلاتا ہے۔ الغرض یہ اس کا صریح کفر اور نہایت ہی خطرناک دجل ہے۔ مرزا قادیانی کی بے حد الہام بافیوں، عیاریوں اور کذب پر نظر کرنے سے تو یہی اغلب معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں میں سے چند الہامات ذیل اتفاقیہ طور پر پورے ہو گئے ہیں۔ میرے الہامات بھی اسی کے مؤید ہیں۔ مرزا قادیانی بالکل جھوٹا ہے۔ مرزا قادیانی کے الہامات شیطانی القاء ہیں۔ مرزا مسرف، کذاب اور عیار ہے۔ مرزا قادیانی شیطان اور

الطاغوت ہے۔تاہم استدلال بالا کے طریق پر میں ان کو صحیح فرض کر کے اپنی پیش گوئیاں بالمقابل درج کرتا ہوں۔جن کے شاہد بہت سے مرزائی اور وہ تمام معزز اشخاص ہیں جن کے متعلق وہ پیش گوئیاں ہیں۔

مرزا قادیانی کے خوابات والہامات

۱...... ’’ترے نسلاً بعیدا‘‘ تو دور کی نسل کو دیکھے گا۔

۲...... ’’والسماء والطارق‘‘ اس سے والد کی وفات کی تفہیم ہوئی۔

۳...... ’’الیس الله بکاف عبده‘‘ چنانچہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ میرے لئے کافی ہوا۔

۴...... کرم دین جہلمی کے مقدمہ میں بشارات بریت وفتح۔

۵...... مجھے ایک لڑکے کی بشارت دی گئی۔اس کا نام محمود دیوار پر لکھا ہوا دیکھایا گیا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کا نام محمود احمد رکھا گیا۔

۶...... شریف احمد کے بعد ایک لڑکی کی بشارت الفاظ ذیل میں ملی ’’فتنا فی الحلیة‘‘ یعنی زیور میں شوونما پائے گی۔چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کا نام مبارکہ بیگم رکھا گیا۔

۷...... ایک لڑکی کی خبر ملی کہ وہ پیدا ہوگی اور فوت ہو جائے گی۔اس کا نام غاسق ہے۔چنانچہ ایک لڑکی پیدا ہوئی اور وہ چند ماہ کی ہو کر فوت ہوگئی۔

۸...... ایک اور لڑکی کی نسبت الہام ہوا۔’’دخت کرام‘‘ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کا نام امتہ الحفیظ رکھا گیا۔

۹...... عرصہ بیس اکیس سال کا ہوا کہ چار لڑکوں کی مجھے بشارت دی گئی تھی۔چنانچہ اس کے بعد چار لڑکے پیدا ہوئے۔

۱۰...... ایک پوتے کی بشارت الفاظ ذیل میں ملی۔’’انا نبشرك بغلام نافلة لك نافلة من عندی‘‘ چنانچہ محمود احمد کے لڑکا پیدا ہوا۔جس کا نام نصیر احمد رکھا گیا۔

۱۱...... نواب محمد علی خاں کے لڑکے کی صحت کی بابت اذن الٰہی سے دعا کی اور اس نے صحت پائی۔

۱۲...... مولوی نور الدین کے لڑکا ہونے کی بشارت دی گئی۔جس کے ساتھ پھوڑوں کا نشان تھا۔چنانچہ عبدالحئی پیدا ہوا جس کے بدن پر پھوڑے بکثرت نکلے۔

۱۳...... پنڈت دیانند کی موت دکھائی گئی۔اسی سال میں وہ فوت ہوگیا۔

۱۴...... بشمبر داس کی نصف قید کی معافی کا خواب دکھایا گیا اور ایسا ہی ہوا۔

۱۵...... عبداللہ سنوری کی ناکامی کی پیش گوئی۔

۱۶...... شیخ مہر علی کی گرفتاری اور رہائی کی پیش گوئی۔

۱۷...... شیخ مہر علی کی ابتلاء کی پیش گوئی۔

۱۸...... ذاتی حفاظت کی پیش گوئی۔

۱۹...... کثرت زائرین اور کثرت تحایف اور ترقی جماعت کی پیش گوئی۔

۲۰...... اصحاب الصفہ کی پیش گوئی۔

۲۱...... عربی زبان میں فصاحت و بلاغت کی پیش گوئی۔

۲۲...... ''القیت علیك محبة منی لتصنع علیٰ عینی''

۲۳...... بشیر احمد کی آنکھیں اچھی ہونے کی پیش گوئی۔

۲۴...... چھوٹی مسجد کا تاریخی نام''مبارك مبارك کل امر مبارك یجعل فیه''

۲۵...... براہین احمدیہ میں ترقی جماعت کی خبر۔

۲۶...... ''تریٰ فخذاً الیما'' چنانچہ اس الہام کے بعد ایک شخص درد عرق النساء میں مبتلا سامنے آیا۔

۲۷...... نصف حصہ کا فالج اور اس سے شفاء کی بشارت الفاظ ذیل میں۔''ان الله لا یخوی المؤمنین''

۲۸...... قولنج زحیری سے شفا عملی ذیلی سے جس کے ساتھ پانی بھی ہو۔تسبیح اور درود کے ساتھ اپنے بدن پر ملو۔

۲۹...... دانت کے درد میں الہام ذیل سے شفا''اذا مرضت فهو یشفین''

۳۰...... دلیپ سنگھ کی عدم واپسی۔

۳۱...... خلاف ورزی قانون ڈاک میں رہائی۔

۳۲...... ''اجیب کل دعاءك لا فی شرکائك''

۳۳...... وراثت کی نسبت الہام۔نصف تر انصف عمالیق را۔

۳۴...... پٹیالہ کے سفر میں نقصان کا الہام۔

۳۵...... نواب محمد علی خاں کی مشکلات میں کشائش۔

۳۶...... آج حاجی ارباب محمد لشکر خاں کے قرابتی کا روپیہ آتا ہے۔

۳۷...... ''انا اعطینك الکوثر ثلثة من الاولین وثلثة من الاخرین''

۳۸...... میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھے اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

۳۹...... عبداللہ خاں ڈیرہ اسماعیل سے روپیہ بھیجے گا۔

۴۰...... ملاوافل تپ دق میں مبتلا تھا۔ اس کی نسبت الہام ہوا۔ ”یا نار کونی بردا وسلاما“ وہ صحت یاب ہوگیا۔

۴۱...... ”یسئلونک عن شانک قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون“ چنانچہ فریق ثانی نے کرم دین کے مقدمہ میں یہی سوال کیا اور یہی جواب دیا گیا۔

۴۲...... دیوار کے مقدمہ کی پیش گوئی۔

۴۳...... امہات المؤمنین کے خلاف انجمن حمایت اسلام کے مقدمہ دائر کرنے کی نسبت یہ کہنا کہ یہ ٹھیک نہیں اور پھر یہ الہام ہونا ”ستذکرون ما اقول لکم وافوض امری الیٰ اللہ“

۴۴...... اپنی بیوی کی علالت میں الہام ”ان معی ربی سیھدین“ پھر کتاب شفاء الاسقام کے ایک نسخہ کی طرف اشارہ۔

۴۵...... ایک بلند چبوترہ پر ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھنا۔ پھر اس کو بلا کر ایک لطیف نان دینا۔ اس کی تاویل لنگر خانہ ہوا۔

۴۶...... جلسہ اعظم مذاہب لاہور کے موقعہ پر اپنے مضمون کی نسبت یہ الہام مضمون بالا رہا۔

۴۷...... دس دن کے بعد روپیہ وصول ہوگا۔

۴۸...... عباس علی کی نسبت ”اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء“ اس کا اس قدر مطلب تھا کہ وہ اس زمانہ میں راسخ الاعتقاد تھا۔ پھر اس کی نسبت معلوم ہوا کہ عباس علی ٹھوکر کھائے گا۔ ٹھوکر کھانے والے الہام کے الفاظ ندارد ہیں۔ پہلا الہام ضرور سچا نکلا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دجالی فتنہ سے نجات دے کر سواد اعظم میں شامل ہونے کی توفیق عطاء فرمائی۔ ایسا ہی میرا الہام نمبر۳۶ ہے۔

۴۹...... سنج رام سر رشتہ دار کمشنری کی موت کی خبر ملی اور وہ اس وقت مر گیا۔

۵۰...... مولوی رسل بابا جو میرا مخالف تھا وہ طاعون سے ہلاک ہوا۔ اس کی نسبت الہام تھا۔ ”یموت قبل یوحی ھذا“ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۱...... بشمبر داس کی قید نصف رہ جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۲...... خواب میں دیکھا کہ میں پہرہ کے لئے پھر رہا ہوں جب میں چند قدم گیا تو ایک شخص مجھے ملا۔ اس نے کہا کہ آگے فرشتوں کا پہرہ ہے۔ پھر الہام ہوا۔ ''امن است در مقام محبت سرائے ما'' اس کے بعد بشن سنگھ چور رات کو آیا اور پکڑا گیا۔

۵۳...... انگریزی الہامات۔

۵۴...... بست و یک روپیہ آنے والے ہیں۔

۵۵...... ''آج کل کوئی نشان ظاہر ہوگا۔'' چنانچہ محمد اسحٰق پلیگ میں مبتلا ہو کر ہماری دعا سے اچھا ہو گیا۔

۵۶...... نواب محمد حیات خان ڈویژنل جج کسی فوجداری الزام میں گرفتار ہو گیا تھا۔ اس کی درخواست پر میں نے دعا کی اور بریت کی خبر اس کو سنادی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۷...... ۵؍مارچ ۱۹۰۵ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے سامنے آیا۔ اسے بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا۔ میں نے اس کا نام پوچھا۔ بعد اصرار اس نے کہا کہ میرا نام ہے ٹیچی ٹیچی۔ (وقت پر آنے والا) چنانچہ اس کے بعد بہت سی فتوحات ہوئیں۔

۵۸...... میں درد گردہ میں مبتلا تھا۔ میں نے دعا کی الہام ہوا۔ ''سلام قول من رب رحیم'' اس کے بعد صبح کے چھ بجے سے پہلے صحت ہوگئی۔

۵۹...... لیکھ رام کے قتل کے بعد آریاؤں نے مجھے گرفتار کرانا چاہا۔ سلامت بر تو اے مرد سلامت۔ پس میں سلامت رہا۔

۶۰...... ڈاکٹر مارٹن کلارک نے مجھ پر خون کا مقدمہ دائر کیا تو مجھے الہام ہوا مخالفوں میں پھوٹ اور ایک شخص متنافس کی ذلت اور اہانت۔

۶۱...... ۱۱؍اپریل ۱۹۰۷ء کو عید الاضحیٰ کے دن صبح کے وقت مجھے الہام ہوا کہ آج تم عربی میں تقریر کرو۔ تمہیں قوت دی گئی اور نیز یہ الہام ہوا۔ ''کلام افصحت من لدن رب کریم'' اسی روز میں نے عید کا خطبہ عربی زبان میں پڑھا جو فی البدیہہ میرے منہ سے نکلا۔ جس کا نام خطبہ الہامیہ رکھا گیا۔

۶۲...... ایک کشف میں ظاہر کیا گیا کہ کوئی سمن سرکاری میرے نام گواہی کے واسطے آیا اور بلا حلف میری گواہی لی۔ چنانچہ دوسرے، تیسرے دن ڈپٹی کمشنر صاحب ملتان کا سمن ایک گواہی کے لئے میرے نام آیا اور بلا حلف میرا اظہار لینا شروع کر دیا۔ بعد میں حلف لینا یاد آیا۔

۶۳...... پنڈت شیونارائن اگنی ہوتری نے ایک خط میرے نام لکھا۔ اسی وقت وہ خط کشفی حالت میں میرے سامنے آ گیا۔ میں نے اس کو پڑھا اور چند آریوں کو اس کے مضمون سے اطلاع کر دی۔ دوسرے دن انہیں آریوں میں سے ایک شخص ڈاکخانہ سے اگنی ہوتری کا ایک خط لے آیا۔ جس کا وہی مضمون تھا۔

۶۴...... رسالہ اعجاز المسیح کے مقابلہ پر جب پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے لکھنا چاہا تو الہام ہوا۔ ''منعه مانع من السماء'' تب وہ ساکت اور لاجواب ہو گیا۔

۶۵...... کشف میں دکھایا گیا کہ ایک بڑا چبوترہ جو ہمارے مکان کے متصل تھا اس پر ایک لمبا دالان بن جائے اور اس زمین کے مشرقی حصہ نے ہماری عمارت کے بننے کی دعا کی اور مغربی حصہ نے آمین کہی۔ چنانچہ وہ دونوں مکان بذریعہ خریداری و وراثت ہمارے قبضہ میں آ گئے۔

۶۶...... ایک بار خلیفہ سید محمد حسن صاحب وزیر ریاست پٹیالہ نے کسی اضطراب میں دعا کی التجا کی میں نے دعا کی تب یہ الہام ہوا۔ چل رہی ہے۔ نسیم رحمت کی جو دعا کیجئے قبول ہے آج۔ اس کے بعد ان کی مشکل دور ہوئی اور انہوں نے شکر گزاری کا خط لکھا۔

۶۷...... ایک دفعہ پٹیالہ سے محمد اسماعیل کا خط آیا کہ اس کی والدہ اور چھوٹے بھائی فوت ہو گئے۔ مگر خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ یہ خبر وفات صحیح نہیں ہے۔ سو ایسا ہی ہوا۔

۶۸...... ایک دفعہ کشفی حالت میں دیکھا کہ مبارک احمد پھسل کر گر پڑا اور چوٹ سے خون جاری ہو گیا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ایسا ہی ہوا۔

۶۹...... ایک دفعہ کشفی حالت میں دیکھا کہ مبارک احمد سخت مبہوت اور بدحواس ہو کر میرے پاس آیا اور کہتا ہے۔ ''ابا پانی دو۔'' چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ایسا ہی ہوا۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کے خوابات والہامات جو سچے ثابت ہوئے

۱...... مجھے چالیس سال کی عمر میں جون ۱۹۰۷ء کو خواب میں دکھایا گیا کہ میرے بہت سے لڑکے ہوں گے۔ پھر الہام ہوا۔ لڑکوں کا سلسلہ۔ پھر ستمبر ۱۹۰۷ء میں ایک لڑکا دکھایا گیا جس کا نام مسلم ہے۔

۲...... شروع مئی ۱۹۰۷ء کو مجھے چند مرزائیوں کی نسبت الہام ہوا۔ ''انهم لصالو الجهيم'' اس کے بعد چند مرزائی طاعون سے ہلاک ہوئے۔ مبارک احمد جس کی نسبت مرزا قادیانی کی بہت پیش گوئیاں تھیں۔ وہ ۱۶؍ستمبر ۱۹۰۷ء کو ایک خاص پیش گوئی کے مطابق فوت ہو گیا۔

۳...... مرزا قادیانی کی بددعاؤں در خونخوار الہامات کے بعد مجھے الہامات ہوئے۔ ''انك لمن المرسلين ولمن خاف مقام ربه جنتان'' خداوند عالم ہے میرا محافظ۔ اللہ تعالیٰ میری گردن کو تلوار سے محفوظ رکھے گا۔ فالحمد للہ کہ ایسا ہی ہوا۔

۴...... امتحان فرسٹ گریڈ سے چھ ماہ پیشتر مجھے بتلایا گیا کہ میں اس امتحان میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ پھر ۱۰/نومبر ۱۹۰۶ء کو الہام ہوا۔ **Dr. Charles apperared in a dream into me and said: "Well Abdul Hakim Khan, you have done excellently."**

۵...... مصطفیٰ ولد مولوی عبداللہ خان کی نسبت خواب میں معلوم ہوا کہ وہ امتحان ایف۔اے میں فیل ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے انبیاء علیہم السلام کی توہین کی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۶...... ۲۶/ستمبر ۱۹۰۳ء کو خواب میں فتح محمد خاں کا ایک کارڈ وصول ہوا جو درمیان سے شکستہ تھا اور اس کے بالائی حصہ پر لکھا تھا: ''تمہارے کو شک میں بتقریب دورہ ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام مبارک احمد رکھا گیا ہے۔'' چنانچہ ۸/مارچ ۱۹۰۵ء کو جب میں دورہ میں تھا اور میری بیوی میرے مکان میں تھی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کی پیدائش سے دو یوم پیشتر عبدالحق کو تمام مکان اندر اور باہر اور اوپر سے سفید پوش لوگوں سے پر نظر آیا۔ جو یہ کہتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں۔ ان کو مبارک باد دو۔

۷...... ۲۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا۔ ''انا نبشرك بغلام اسمه یحییٰ'' چنانچہ ۲۸/اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک لڑکا پیدا ہوا اور بعد کے خوابوں میں بتلایا گیا کہ یحییٰ یہی ہے۔

۸...... مولوی عبداللہ خاں مرزائی کی نسبت خواب میں دیکھا کہ ان کے گھر میں ایک میمنا (بکری کا بچہ) پیدا ہوا ہے۔ اس کو دیکھ کر وہ اور ان کے دونوں بیٹے سخت متوحش ہو گئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان کے چھوٹے بھائی سعد اللہ کے جوان کے ساتھ ہی اسی گھر میں رہتا ہے ایک بت خلاف معمول پیدا ہوا۔

۹...... بخشی گنڈا سنگھ صاحب کمانڈر انچیف افواج پٹیالہ کی نسبت ایک خواب میں دیکھا کہ وہ خشک نالے میں جا رہے ہیں اور رفتہ رفتہ زمین میں غائب ہو گئے۔ اس خواب کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

۱۰...... مجھے ایک خواب میں ایک لڑکا دکھایا گیا اور اس کی نسبت الہام ہوا۔ ''ھذا الشجرہ والطوبیٰ'' اس کے بعد میرا بڑا لڑکا عبدالعزیز نام پیدا ہوا۔

۱۱...... بشیر اوّل جس کی نسبت مرزا قادیانی نے بشیر موعود ہونا شائع کیا تھا۔ اس کی نسبت میں نے خواب دیکھا تھا کہ وہ ایک کھیت میں پھر رہا ہے اور رفتہ رفتہ زمین میں دھنس گیا۔ اس خواب سے ایک سال بعد وہ فوت ہو گیا۔

۱۲...... عبداللہ آتھم کی نسبت وقت مقررہ سے پیشتر مجھے دکھلایا گیا تھا کہ وہ زندہ پھر رہا ہے اور میعاد کے اندر نہیں مرا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عبداللہ آتھم کے زندہ رہنے کی نسبت ایک پیش گوئی پیسہ اخبار میں بھی شائع ہوئی تھی۔

۱۳...... جنرل گوروت سنگھ وزیر اعظم ریاست پٹیالہ کی نسبت جب کہ وہ عین عروج پر تھے۔ ایک خواب دیکھا کہ ان کے باغ کا مکان شکستہ ہو گیا ہے اور باغ ویران۔ اس کے بعد وہ وزارت سے علیحدہ کئے گئے اور ان کے باغ میں جو میلہ لگا رہتا تھا وہ بند ہو گیا۔

۱۴...... کرنل بہادر علی کی نسبت جب کہ وہ معادن دیوان تھے۔ ایک خواب دیکھا کہ آسمان سے ایک بلائے ناگہانی ان کے سر پر آن پڑی ہے۔ اس خواب سے چار پانچ ماہ بعد وہ اچانک موقوف ہو گئے۔

۱۵...... ان کے ایام موقوفی میں پھر دیکھا کہ وہ بحال ہو گئے ہیں۔ پولیس کی وردی پہنے ہوئے ہیں۔ میں ان سے ملنے گیا۔ مگر انہوں نے مجھ سے رخ پھیر لیا۔ چنانچہ ان کی بحالی اس طرح شروع ہوئی کہ مہاراج راجندر سنگھ بہادر بیکنٹھ مراتب کے انتقال پر مشتبہ لوگوں کی در بندی کی گئی اور پہرہ لگائے گئے اور کرنل بہادر علی ان کی نگرانی پر مامور ہوئے۔ میں ان کی بحالی کا خواب پہلے ان کو سنا چکا تھا۔ جب سادھوں میں ان کو اپنا خواب میں نے یاد دلانا چاہا تب انہوں نے رخ پھیر لیا۔

۱۶...... کرنل عبدالمجید خان صاحب فارن منسٹر ریاست پٹیالہ کی نسبت میں نے خواب دیکھا کہ ان کی انگلی میں سے مہر نکالی گئی۔ چنانچہ اس خواب سے چند روز بعد ایسا ہی ہوا اور مرزا مراد بیگ نے جواب تک مر زائی ہے۔ آن کر مجھے خبر دی کہ آپ کا خواب جو میر منشی کی نسبت تھا۔ وہ پورا ہو چکا۔

۱۷...... پہلے خواب سے چند یوم بعد ہی میں نے خواب میں کرنل عبدالمجید خان صاحب کے مرشد کو دیکھا۔ میں نے بھی ان کی بحالی کے واسطے دعا کی اور اس بزرگ نے بھی دعا کی جو قبول ہوئی۔ چنانچہ وہ تین چار یوم میں بحال ہو گئے۔

۱۸...... لالہ بھگوان داس ممبر کونسل جب کہ قحط کے سیکرٹری تھے۔ معزول حالت میں تھے۔ ان کی نسبت میں نے خواب دیکھا کہ وہ کونسل کے ممبر ہو گئے ہیں۔ خواب میں ہی میں نے ان سے مل کر کہا۔ It is decreed by God, it is destined by God that you have become a member of the Council. انہوں نے جواب دیا کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ میں اس وقت معزول حالت میں ہوں۔ اس کی یہی تعبیر ہوتی کہ میں چیف کورٹ کا جج ہو جاؤں۔ اس کا میں نے نہایت زور کے ساتھ یہ جواب دیا۔ No, It

is decreed by God, it is destined by God that you hae become a member of tha Council. پھر بھی ان کو کچھ یقین نہ آیا۔ تب میں نے ان کو زور سے بھینچا اور وہی الفاظ دہرائے اور یہ کہ اگر یہ خواب پورا نہ ہو تو جو سزا چاہو تم مجھے دینا۔ اسی روز میں نے یہ خواب لالہ صاحب موصوف اور بعض احباب کو سنا دیا تھا۔ اس سے قریباً ایک ماہ بعد آنجناب کونسل کے ممبر ہو گئے۔

۱۹...... اللہ تعالیٰ نے طاعون کے خلاف مجھے بشارت دی کہ دنیا میں طاعون خواہ کسی شدت سے پھیلے تو طاعون سے ہلاک نہ ہوگا۔ کیونکہ خدا تجھ کو ایک نشان بنانا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق چار نشانات ذیل قابل غور ہیں۔

۲۰...... ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک دیوانہ بھیڑیا لوگوں کو کاٹتا پھر رہا ہے۔ میرے قریب سے بھی وہ گذرا۔ مگر مجھے اس نے کاٹا نہیں۔ اگلے دن ایسا ہوا کہ دوپہر کے وقت میں اپنے کمرہ میں لیٹا ہوا تھا۔ ایک شخص اپنے لڑکے کو گود میں اٹھائے ہوئے آ گھسا اور مجھے دکھانے لگا کہ اس کو طاعون ہو گیا ہے۔ بدھیں نکلی ہوئی ہیں۔ میں اسی وقت رات کے دیوانہ بھیڑیے کا خیال کر کے کمرہ سے باہر دھوپ میں نکل آیا اور اس شخص سے کہا کہ لڑکے کو باہر دھوپ میں لا کر دکھاؤ۔

۲۱...... ایک روز خواب میں دیکھا کہ میں ایک قلعہ کی چھت پر پھر رہا ہوں۔ سامنے سے ایک بڑا کتا نظر آیا۔ مجھے خوف ہوا کہ یہ کاٹ نہ کھائے۔ اسی وقت مجھے یہ الہام ہوا۔ ''خداوند عالم ہے میرا محافظ۔'' اگلے دن میں مولوی فضل متین صاحب کے مکان پر بیٹھا تھا اور اس خواب کا ذکر کر چکا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آ کر میرے قریب بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ مجھے پلیگ ہو گیا ہے۔ میری ہمشیرہ پلیگ سے فوت ہو چکی ہے۔ یہ سنتے ہی میں نے جنرل فضل متین سے کہا کہ باہر آ جاؤ اور اس شخص کو رخصت کر کے مکان کا ڈس انفیکشن کرالو۔

۲۲...... تراوڑی میں اس سال طاعون نہایت شدت سے ہوا کہ دو ہزار کی آبادی میں سے ڈیڑھ سو آدمی فوت ہو گیا۔ مگر میرے لڑکوں عزیزوں اور مطبع کے کارکنوں اور ملازموں میں سے کسی کو بھی طاعون نہیں ہوا۔ حالانکہ وہ تمام طاعونی نعشوں کے ساتھ جاتے رہے۔

۲۳...... میں چار سال متواتر پلیگ ڈیوٹی پر رہا۔ ایک دن میں سو، سو مریضان پلیگ کو دیکھا۔ ان کو بدھوں میں شگاف دیئے۔ مریضوں کے گھروں میں گھسا۔ مگر طاعون سے وعدہ خداوندی کے مطابق محفوظ رہا۔

۲۴...... ۱۸۹۸ء میں جب کہ میں نارنول میں تھا۔ مجھے طاعونی شہروں کا نقشہ ایک ورلیس کی شکل میں دکھایا گیا۔ شہروں کے نشانات چھوٹے دائروں میں دکھائے گئے اور وسعت طاعون کے مطابق ہر شہر میں سیاہی دی گئی تھی اور کوئی گاؤں یا شہر بالکل بچا ہوا نہ تھا۔ اس کے بعد پنجاب میں طاعون شروع ہوا۔

۲۵...... ۱۹۰۲ء میں مجھے بڑے زور کے ساتھ الہام ہوا۔ ''انهم يكيدون كيدا واكيد كيدا انا سنلقى عليك قولا رشيدا'' یہ الہام میں نے اپنے مطبع کے ملازموں کو سنا دیا تھا۔ اس وقت میں اس کے کچھ معنی نہ سمجھ سکا۔ اس کے بعد فروری ۱۹۰۲ء میں پٹیالہ میں پلیگ میڈیکل آفیسر مقرر ہوا۔ ۱۹ر فروری کو شام کے ۴ بجے کے قریب شہر میں انتظام طاعون کے خلاف سخت بلوہ ہو گیا۔ میں اس وقت شہر سے باہر پلیگ کیمپ میں تھا۔ شہر کو آتے ہوئے جب لاہوری دروازہ کے قریب پہنچا تب سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس سردار پریم سنگھ شہر کو گاڑی دوڑاتے ہوئے چلے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر ہاتھ سے ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور اپنی گاڑی ٹھہرا کر کہا کہ شہر میں سخت بلوہ ہو گیا ہے۔ آپ ہرگز اندر نہ جائیں۔ ورنہ مارے جائیں گے۔ پھر اسی وقت انہوں نے گاڑی شہر کو دوڑالی میں بارہ دری کی طرف روانہ ہو گیا۔ الغرض خدا کی طرف سے یہ قول رشید تھا جس نے اس روز مجھ کو بچایا۔

۲۶...... ۱۸۹۹ء میں ایک آتشین خندق پٹیالہ میں دیکھی جو بہت بڑی ہے اور میں اس سے کچھ فاصلہ پر ایک قلعہ کی فصیل کے ساتھ ساتھ چلا جا رہا ہوں۔ اس کے بعد پٹیالہ میں شدت کا پلیگ ہوا۔

۲۷...... میری بیوی نے ایک خواب دیکھا کہ پٹیالہ سے سراج الحق نے اس کے نام ایک چراغ بھیجا ہے۔ اس کے بعد ایک خواب میں مجھے اس خواب کی نسبت یہ الہام ہوا۔ وہ ایک بشارت تھی اور پٹیالہ کا سراج الحق میں ہوں۔ اس سے تین سال بعد مبارک احمد پیدا ہوا۔ جس کی نسبت پھر یہ الہام ہوا۔ ''واجتبيناه فى الدنيا وانه فى الاخرة لمن الصالحين''

۲۸...... جب کہ میں نارنول میں تھا۔ میں نے ایک خواب دیکھا کہ نظامت کا مکان کھلا ہو گیا ہے۔ ایک گوشہ میں سے ناظم ہرنام سنگھ روتے ہوئے نکلے اور پھر ایک نہایت ہی عمیق خندق میں غائب ہو گئے۔ نارنول کے تمام پیرزادوں اور شرفاء میں یہ خواب مشہور ہو گیا تھا اس کے بعد جب پولیٹیکل ایجنٹ دورہ پر تشریف لے گئے تب وہاں کے حکام کے مظالم پر مطلع ہو کر ناظم، نائب، تحصیلدار، اور سپرنٹنڈنٹ وغیرہ کو موقوف کرا آئے۔ ناظم ہرنام سنگھ جگر کے پھوڑے سے چند یوم بعد فوت بھی ہو گئے۔

۲۹...... پنڈت سندرلال ناظم جنگلات جب نظام سے علیحدہ کئے گئے اور ظاہراً کوئی صورت ان کی بحالی کی ظاہراً کوئی صورت نہ تھی۔ مجھے ان کی نسبت خواب میں معلوم ہوا کہ یہ مظلوم بحال کیا جائے گا۔ خواب میں نے ان کو سنا دیا تھا اور اس سے چند یوم بعد وہ بحال ہو گئے۔

۳۰...... سیکنڈ گریڈ کے امتحان میں شامل ہونے سے پیشتر میں نے ایک خواب دیکھا کہ ڈاکٹر غلام علی نے میری طرف پتھر پھینکنے شروع کئے۔ میں نے کہا کہ کیوں ناحق مجھ پر پتھر چلاتے ہو۔ ایک پتھر پلٹ کر ان کی داہنی ران پر جالگا۔ جس سے وہ ران ٹوٹ گئی۔ جب میں ایک ہفتہ کی رخصت لے کر سیکنڈ گریڈ کے امتحان کے واسطے گیا اور ڈاکٹر غلام علی میری بجائے سپرنٹنڈنٹ پور ہاؤس ہوئے۔ انہوں نے دشمنوں کے طور پر تمام اخراجات کی پڑتال شروع کر دی۔ تاکہ کوئی غبن ثابت کریں۔ مگر وہ ناکام رہے اور خود ہی ایک مواخذہ میں آ گئے۔ جس کے نتیجہ میں ان کی تنخواہ بجائے سو روپیہ ماہوار کے پچاس روپیہ کی گئی اور آخرکار ریاست سے علیحدہ ہو گئے۔

۳۱...... امتحان سیکنڈ گریڈ میں شامل ہونے سے پہلے ایک خواب میں دیکھا کہ ایک ڈاکوؤں کا گروہ بندوقیں لئے ہوئے میرے مکان پر آن پڑا۔ میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کے مکان سے باہر آیا تو دروازہ پر کیا دیکھتا ہوں کہ کرنل فتح محمد خان میری امداد کے واسطے کھڑے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ ڈاکو میرے مکان پر آ پڑے۔ فوج کو فوراً بلاؤ۔ انہوں نے فرمایا کہ ابھی آتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر غلام علی نے جو مثل میرے برخلاف بنانی چاہی تھی وہ دائر بھی نہ کی گئی اور ڈاکو میرے مکان کے اندر داخل نہ ہو سکے۔ یہ خواب میں نے قبل از وقت لالہ بھگوانداس ممبر کونسل اور خلیفہ محمد محسن مجسٹریٹ کو سنا دیا تھا۔

۳۲...... انہیں ایام میں ایک خواب میں میں ڈاکٹر غلام علی کے مکان پر گیا۔ اندر سے ان کا بھائی بڑے توم تراق کے ساتھ اکڑتا ہوا میرے آگے سے گذرا اور ٹمٹم پر سوار ہو کر چل دیا۔ تھوڑی دور جا کر ٹمٹم ایک نالی میں پھنس کر الٹ گئی اور وہ زخمی ہوا۔ اس خواب کے بعد وہ مرض سل میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا۔

۳۳...... مئی ۱۹۰۶ء میں خواب میں دیکھا کہ مرزا ایک لڑکے کی شکل میں ہے۔ اس کا بایاں پاؤں باہر کی طرف مڑا ہوا ہے اور مقعد پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ دیکھو الذکر الحکیم نمبر۴ ص۵۰ اس کے بعد مرزا نقرس میں مبتلا ہوا اور اس کے پاؤں میں درد ہوا۔

۳۴...... ۱۸۹۱ء میں مجھے مرزا قادیانی کی نسبت الہام ہوا تھا۔ ''ناقة الله وسقیها'' چنانچہ مرزا قادیانی کی تمام زندگی سے یہی ثابت ہوا کہ وہ انسانیت سے خارج ایک حریص اونٹنی ہے۔

جس کا مشن سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ پانی پلاتے رہو۔ یعنی چندے دیتے رہو۔

۳۵...... ۱۸۹۱ء میں مجھے مرزا قادیانی کی نسبت الہام ہوا تھا جو الذکر الحکیم نمبر۱ میں درج ہے۔ ''ولهم عذاب اليم بما كانوا يكذبون '' چنانچہ پہلے مرزا کو ہسٹریا کے دورے ہوتے رہے۔ ہمیشہ دردسر اور دوار کے دورہوتے ہیں اور نقرس بھی دوبارہ ہو چکا ہے۔ میری مخالفت کے بعد تو مسلسل بیمار چلا آتا ہے۔

۳۶...... ۲۷؍مارچ ۱۹۰۶ء کو جب کہ میں مرزا قادیانی کو مسیح الزمان مانتا تھا۔ الہام ہوا۔ ''یاایتها النفس المطمئنة الرجعی الیٰ ربك راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ''اس الہام سے قریباً دوماہ بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی طرف واپس ہونے اور سواد اعظم اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطاء فرمائی اور ہر طرح سے مجھے اطمینان عطاء فرمایا۔

۳۷...... ۳۰؍مئی ۱۹۰۶ء کو جب مرزا نے میرے خلاف شائع کیا''فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔''اس کے بعد مجھے الہام ہوا۔''تیرے ہاتھ سے دجالی فتنہ پاش پاش کرایا جائے گا۔'' حالانکہ میں اس وقت تک مسیح مانتا تھا۔ مگر آخر کار یہی ہوا کہ المسیح الدجال کی نسبت مجھے الہام ہوا اور''المسیح الدجال''اور''کانا دجال'' دورسالہ میری قلم سے ایسے نکلے کہ دجالی فتنہ واقعی طور پر پاش پاش ہوگیا۔ ان کے مقابلہ پر مرزائیوں سے سوائے فرار کے نہ کچھ بن سکا اور نہ بن سکے گا۔ پھر ۲۵؍اپریل ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا۔''مرزا پر ایک بجلی گرے گی۔ تاسیاہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد''اس کے بعد ایک تو اللہ کریم نے مجھے ایک لڑکا یحییٰ نام حسب بشارت عطاء فرمایا جس کی اطلاع قادیان بھی پہنچ چکی تھی۔ دوم حقیقت الوحی جس کی دھوم دو سال سے پڑرہی تھی۔ اس کے نکلتے ہی ایک ہفتہ میں اس کا کامل ردتیار ہوگیا ہے جس سے مرزائیوں کی ساری شیخی خاک ہوگئی اور ان کے نشانات کا طلسم ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ سوم اس کا الہامی بیٹا مبارک احمد شادی سے چند یوم بعد اچانک فوت ہوگیا۔

۳۸...... اپریل ۱۹۰۷ء کو میں نے ایک خواب میں دیکھا کہ مرزا قادیانی ایک مکان میں وعظ کررہا ہے۔ میں نے اس کی بعض باتوں کی تصدیق کی۔ اس پر مرزا قادیانی میری طرف متوجہ ہوا اور اپنے مریدوں سے کہنے لگا کہ ان کے ساتھ بہت تواضع سے پیش آؤ اور مجھ سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا دجالی فتنہ میرے ہاتھ سے پاش پاش ہوگا اور میں سچ ہوں۔ اس کے بعد مرزا قادیانی کی حقیقت الوحی شائع ہوئی اور اتفاقاً ۳۰؍جون ۱۹۰۷ء کو میری نظر

سے گذری۔ میں نے ایک ہفتہ میں اس تمام کو دیکھ کر اس کی بچی باتوں کی تصدیق بھی لکھ دی اور باقی دجل کی تردید۔ بہت مدت سے اس حقیقت الوحی کی ایسی دھوم مچ رہی تھی جیسا کہ روس کے بالٹک فلیٹ کی اور مرزائی شور مچار ہے تھے کہ اس میں مرزا قادیانی تمام دشمنوں کا منہ بند کر دیں گے۔ مگر پہنچتے ہی اس کے ایسے پرخچے اڑائے گئے جیسی کہ جاپان نے ایک دن رات میں بالٹک فلیٹ کے اڑا دیئے تھے۔

۳۹...... جب میں اورینٹل کالج بورڈنگ لاہور میں مقیم تھا مجھے چند شیر دکھائے گئے۔ جس کی تعبیر فساد ہوتی ہے۔ چنانچہ چار پانچ یوم کے بعد اس بورڈنگ میں فساد ہوا اور مجھے وہ بورڈنگ چھوڑنا پڑا۔

۴۰...... امتحان ایف۔اے سے پیشتر مجھے فارسی کا امتحان ایک گندے نالے کی صورت میں دکھایا گیا۔ چنانچہ اسی سال میں فارسی میں فیل ہو گیا۔

۴۱...... فرسٹ ایم۔ بی کے امتحان سے سات مہینہ پیشتر مجھے امتحان کی نسبت بشارت ملی۔''ان للمتقین مفازا'' چنانچہ میں اس امتحان میں کامیاب ہوا۔

۴۲...... لالہ سنگت رام جو میرے ہم جماعت تھے ان کی نسبت مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ وہ میرے سے کم درجہ پر رہیں گے اور یہ الہام ہوا۔''کتب اللہ لا غلبن انا ورسلی'' چنانچہ فرسٹ ایم. بی میں وہ دوم رہے اور میں اوّل رہا۔ آخری امتحان میں وہ فیل ہوئے اور میں پاس ہوا۔

۴۳...... خواب میں معلوم ہوا کہ آخری امتحان میں میں اوّل رہوں گا اور خلیفہ رشید الدین دوم۔ چنانچہ ہم دونوں امتحان میں کامیاب ہوئے۔ بہ لحاظ تنخواہ و عزت میں اوّل رہا۔ وہ دوم ہیں۔ میں ۵رنومبر ۱۹۰۶ء سے فرسٹ گریڈ ہو چکا۔ میرے ساتھ پاس ہونے والوں میں سے کوئی بھی اس تاریخ سے فرسٹ گریڈ نہیں ہوا۔ مجھے اس وقت تنخواہ تین سو پچاس روپیہ ماہوار ملتی ہے جو اپنے ہم جماعتوں میں سب سے زیادہ ہے۔

۴۴...... درگا داس سیگل کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ پاس ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۴۵...... سردار نرائن سنگھ کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ امتحان اسسٹنٹ سرجنی میں پاس ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۴۶...... لالہ امراؤ رلجہ لال کی نسبت دکھایا گیا کہ وہ امتحان اسسٹنٹ سرجنی میں پاس ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۴۷...... لالہ سریرام کی نسبت دکھایا گیا کہ وہ امتحان اسسٹنٹ سرجنی میں پاس ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۴۸...... لالہ لچھمن داس کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ امتحان اسسٹنٹ سرجنی میں پاس ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۴۹...... لالہ پرسوتم داس کی نسبت دکھایا گیا کہ وہ امتحان اسسٹنٹ سرجنی میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۰...... سردار دلیپ سنگھ کی بابت معلوم ہوا کہ وہ امتحان اسسٹنٹ سرجنی میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۱...... لالہ شنکر داس کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ امتحان اسسٹنٹ سرجنی میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۲...... لالہ بھگوان داس کی نسبت دکھایا گیا کہ وہ امتحان اسسٹنٹ سرجنی میں پاس ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۳...... شیخ غلام مصطفےٰ کی نسبت دکھایا گیا کہ وہ امتحان اسسٹنٹ سرجنی میں پاس ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۴...... مسٹر دلیپ سنگھ تیجا کی نسبت دکھایا گیا کہ وہ امتحان اسسٹنٹ سرجنی میں پاس ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۵...... لالہ رام لال کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ امتحان اسسٹنٹ سرجنی میں پاس ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۶...... پنڈت مولراج کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ سوم رہیں گے۔ وہ میرے بعد تیسرے سال پاس ہوئے۔

۵۷...... میں میڈیکل کالج کے دوسرے سال میں مدت تک سخت بیمار رہا اور مجھے امید نہ رہی کہ میں کالج کی تعلیم نباہ کر سکوں گا۔ الہام ہوا۔ ”والآخرة خير لك من الاولىٰ“

۵۸...... میڈیکل کالج میں داخل ہونے سے پیشتر مجھے تردد ہوا کہ قانون میں داخل ہوں، یا ڈاکٹری میں۔ الہام ہوا کہ ڈاکٹری بہتر ہے۔

۵۹...... امتحان کے قریب مجھے تردد ہوا کہ اگر میں فیل ہو گیا تو وظیفہ کے بغیر میرے لئے تعلیم کا جاری رکھنا محال ہو جائے گا۔ الہام ہوا۔ ”دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ بادشمنان نظر داں“

۶۰...... میرا نام غلطی سے امتحان ایم. بی کے واسطے نہیں بھیجا گیا تھا۔ مجھے سخت پریشانی ہوئی۔ خواب میں دکھایا گیا کہ میں پروفیسر چارلس سے ملا۔ انہوں نے پوچھا۔ عبدالحکیم خان تم کیسے آئے ہو۔ میں نے عرض کی کہ جناب نے میرا ایک سال علم حیوانات میں شمار نہیں کیا۔ حالانکہ میری حاضری اس مضمون میں دو تہائی ہے۔ ڈاکٹر چارلس نے فرمایا کہ تمہاری حاضریاں کافی ہیں۔ یہ میری غلطی ہے جو تمہارا نام نہیں بھیجا جاتا۔ محرر دفتر سے ابھی رجسٹر لاؤ۔ میں تمہارا نام ایم. بی میں لکھ دوں گا۔ اس خواب میں خوش و خرم اٹھا اور دوپہر کے وقت ڈاکٹر چارلس سے ملا۔ وہی گفتگو ہوئی اور ڈاکٹر موصوف نے فوراً پرنسپل کے نام یہ چٹ لکھ دیا۔

Abdul Hakim Khan has completed his course in zoology, Khan over right his name was not sent you.

پرنسپل صاحب نے اس چٹ کو دیکھ کر میرا نام امتحان ایم. بی کے واسطے بھجوا دیا۔

۶۱...... میری ڈاڑھ میں سخت درد تھا اور مسوڑھا سوج گیا تھا۔ رات کو خواب میں دکھایا گیا۔ طلائے طاعون (یہ میرا ایک نسخہ ہے) لگاؤ۔ صبح اٹھتے ہی میں نے جو طلائے طاعون لگایا تو فوراً درد بھی موقوف ہو گیا اور مسوڑھے کا ورم بھی تحلیل ہو گیا۔

۶۲...... میرے چچا غلام محی الدین خاں کو ایک بار نکسیر تین دن متواتر جاری رہی اور غشی ہو گئی۔ میرے نام تار آیا۔ رات کو خواب میں دکھایا گیا کہ میں کلمات ذیل ان پر دم کر رہا ہوں۔ ”یاشافی، یا دانی، یا رب العالمین، یا رحمٰن، یا رحیم“ ادھر ان کی نکسیر بند ہو گئی۔ اگلے دن جو میں پہنچا تو ان کو آرام ہو چکا تھا۔

۶۳...... ایک بار میرے چچا غلام محی الدین خاں کو پھیپھڑوں کا گینگرین ہو گیا تھا۔ سیروں پیپ روزانہ کھانسی میں خارج ہوتی تھی۔ میں نے ان کے علاج کی بابت توجہ کی تو انگریزی میں الہام ہوا۔

....

”لا الہ اللہ“ یعنی خدا با فراط اور ”لا الہ الا اللہ“ پھر ایک خواب میں بتلایا گیا کہ دس یوم تک آرام ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۶۴...... ۱۸۹۸ء میں مجھے خواب میں ایک نہایت ہی شاندار سبز اطلسی چوغہ پہنایا گیا۔ جنہیں عجیب و غریب نقش و نگار تھے اور سبز روشنی اس میں سے جھلکتی تھی۔ اس کے بعد تفسیر القرآن میری

قلم سے نکلی۔ بعدازاں ایک خواب میں مجھے دکھایا گیا کہ لوگ اپنے اپنے اعمال لئے ہوئے میدان حشر میں جا رہے ہیں اور نہایت ہی سرور کی حالت میں یہ کہتا جا رہا ہو' من نیز حاضر میشوم تفسیر قرآن دربغل۔

۶۵...... ۱۸۹۸ء میں مجھے الہام ہوا۔''انا ارسلنك بالحق بشيراً ونذيراً ولا تسئل عن اصحاب الجحيم'' اور میرا نام محمد کھایا گیا۔ اس کے بعد تفسیر القرآن اردو انگریزی اور مفتاح القرآن میری قلم سے نکلے۔

۶۶...... اپنے لڑکے عبدالعزیز خاں کی نسبت ۱۹۰۱ء میں الہام ہوا۔ عزیز انٹرینس میں پاس ہوگیا ہے۔ خوشیاں مناؤ۔ اس وقت وہ مڈل میں تھا۔ اب ۱۹۰۷ء میں وہ انٹرینس میں پاس ہوا۔

۶۷...... ایک دفعہ مجھے اور میری بیوی کو خدمت گاروں کا ابتلاء پیش آیا تو الہام ہوا۔''لا تلطف ولا تخف ان الله معنا'' نہ نرمی کرو۔ نہ خوف کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس کے بعد خدمت گار مرد اور عورتوں کی افراط ہوگئی۔

۶۸...... ۱۸۹۸ء میں مجھے دکھایا گیا کہ یونیورسٹی کے کیلنڈر میں میرا نام بہت سی تعریفوں کے ساتھ چھپا ہے۔ خواب میں ہی میں نے اپنے چچا حشمت علی خان مرحوم سے ذکر کیا کہ میرا نام ڈاکٹر عبدالحکیم خان ایم. بی بڑی تعریفوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں دکھلاؤ۔ جب میں کیلنڈر کی ورق گردانی کرنے لگا تو پہلے مولوی عالم اور مولوی فاضل کے پاس شدہ اشخاص کی فہرست نکلی۔ جس پر گہری دانہ دار سبز سیاہی پھری ہوئی تھی۔ آخر کار میرا نام بجائے ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے محمود نکلا۔ اس خواب کے بعد میری تفسیر القرآن بالقرآن نکلی۔ جو بے نظیر تفسیر ہے۔ گویا کہ میرے اس کام نے تمام علماء وفضلاء حال کو مات دے دی۔

۶۹...... ۳۱ راگست ۱۹۰۶ء کو جب کہ میں انسپکٹر آف ویکسینیشن تھا اور ہمیشہ دورہ میں رہنا پڑتا تھا۔ خواب میں دکھایا گیا کہ پٹیالہ میں میرے لئے ایک پختہ مکان تیار ہوا۔ اس کے بعد ۲۷ رمارچ کو میری اموری خاص پٹیالہ میں ہوگئی۔

۷۰...... جن ایام میں میری تفسیر القرآن چھپ رہی تھی میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت عمدہ بید کا عصا میرے ہاتھ میں ہے۔ وہ درمیان سے ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد ایسا ہوا کہ پہلا کاتب نجم الدین نصف کے قریب لکھ چکا تھا۔ وہ فوت ہوگیا۔ پھر خواب دیکھا کہ وہ عصا جڑ گیا۔ مگر گاؤدم ہوگیا۔ اس کے بعد دوسرے کاتب نے جو حصہ تفسیر کا لکھا وہ پہلے کے مقابلہ میں کم درجہ کا ہے۔ مگر آخر کار تفسیر مکمل ہوگئی۔

۷۱...... فرسٹ ایم. بی کے امتحان میں علم ادویہ کے امتحان سے پہلی رات کو میں نے دیکھا کہ امتحان میں پارہ کے مرکبات کی بابت سوال ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۷۲...... ایک نئی بیوی کی نسبت بشارت ملی کہ پہلی رات میں ہی وہ لڑکے سے حامل ہوگئی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۷۳...... ۷رستمبر ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا۔ ''مرزا کے ٹوسٹ میں قلق ہے۔'' اس کے بعد مرزا قادیانی نے مبارک احمد کی صحت یابی کو خوشیاں منائی اور اس کی شادی بھی کر دی اور اس کی اخباروں میں دھوم دھام سے مبارکبادیاں شائع ہوئیں کہ مبارک احمد کی نسبت وہ الہام پورا ہوگیا ہے۔ جس کے الفاظ تھے دعائے صحت قبول کی گئی۔ نو دن کا تپ ٹوٹ گیا۔ مگر وہ ۱۶رستمبر ۱۹۰۷ء کو فوت ہوگیا۔ تمام خوشیاں خاک میں مل گئی۔ تمام الہام شیطانی ثابت ہوئے اور تمام دعوے باطل ہوگئے۔ مجھے تین مرزائی ڈھائی ککڑیوں کی صورت میں دکھائے گئے تھے جو گاؤ خوردہ لکھیں۔ جن میں چھوٹی ککڑی تو مبارک احمد ہو اور وہ بڑی ککڑیوں کا انتظار ہے۔ ۲۵راپریل ۱۹۰۷ء کو یہ الہام ہوا تھا۔ ''مرزا قادیانی پر ایک بجلی گرے گی۔ تا سیاہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد'' مبارک احمد کی اچانک موت جو شادی اور صحت کی خوشی سے چند یوم بعد ہوئی۔ فی الحقیقت بجلی کے گرنے کی منشاء ہوئی۔ جس سے مرزا قادیانی کے تمام الہامات دروغ ثابت ہوئے اور اس کی روسیاہی ہوئی۔ کیونکہ تین کو چار کرنے والا بھی لڑکا تھا۔ جس کی نسبت مرزا قادیانی کے الہامات تھے۔ ''کأن اللّٰہ نزل من السماء'' اسیروں کو رستگاری دے گا۔ علوم ظاہری و باطنی سے پر ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔

نوٹ...... یہ ۷۳ خوابات نمونتاً مرزا قادیانی کے ۱۷ خوابات کے مقابلہ پر بیان کئے گئے ہیں۔ جن کے پورا ہونے کے شاہد اوّل خود وہ لوگ ہیں جن کی نسبت وہ خوابات ہیں۔ دوم میرے ہم جنس اور معزز دوست ہیں۔ سوم میڈیکل کالج کے متعلقہ خوابات کے شاہد وہ صاحبان ہیں جو میرے ہم جماعت تھے۔ ہر خواب کے متعلق علیحدہ علیحدہ شاہد طوالت کے خوف سے درج نہیں کئے گئے۔ ہزارہا خوابات ایسے ہیں جو روزمرہ آتے اور پورے ہوجاتے ہیں۔ ان کے ذکر کرنے کا موقعہ نہیں ملتا اور بہت سے ایسے ہیں کہ ان کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ اس جگہ پر مرزا قادیانی کا ایک کذب عمد قابل ذکر ہے۔ مولوی محمد حسن بیگ والا خواب ذکر کر کے لکھا ہے: ''مگر ہم یہ قبول نہیں کر سکتے کہ یہ شیطانی خواب ہے۔ کیونکہ شیطان کو کسی کے ہلاک کرنے کے لئے قدرت نہیں دی گئی۔ ہاں!

شیطانی خوابیں اور شیطانی الہام وہ ہیں جو اب میری مخالفت کی حالت میں اس کو ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ساتھ کوئی نمونہ خدائی طاقت کا نہیں۔" (حقیقت الوحی ص ۱۸۵، خزائن ج ۲۲ ص ۱۹۲) اس میں کئی امور قابل غور ہیں۔ اوّل: تو یہ کہ کسی موقعہ پر مرزا قادیانی مخالفین کی عبارت نقل نہیں کیا کرتے۔ تا کہ مصنفین کو مقابلہ اور فیصلہ کا موقعہ نہ ملے۔ مگر اس موقعہ کو مفید مطلب دیکھ کر میری تمام عبارت لفظ بلفظ جلی حروف میں نقل کی ہے۔ دوم: پہلے میرے خوابوں کو کلیتہً شیطانی لکھ دیا تھا۔ حالانکہ وہ بھی پیدائش اور موت کے متعلق تھے۔ سوم: یہ جھوٹ فرض کر لیا کہ مخالفت کے بعد کوئی ایسے خواب نہیں آئے جن میں خدائی قدرت کا اظہار ہو۔ حالانکہ یحیٰی کی بشارت کے خواب کے خطوط میں ۲۶ را پریل ۱۹۰۷ء کو بنام مولوی نورالدین و میاں محمد بمقام قادیان ارسال کر چکا تھا اور ۲۸ را پریل ۱۹۰۷ء کی رات کو وہ لڑکا پیدا ہوا۔ مبارک احمد کی موت کے الہامات کی اطلاع بھی انہیں قبل از وقت مل چکی تھی۔ (حقیقت الوحی ص ۱۷۶، خزائن ج ۲۲ ص ۱۸۱، ۱۸۲) پر مرزا قادیانی نے ایک دعویٰ پیش کیا ہے۔ جس کو پڑھ کر اس کے مرید تو واہ واہ اور سبحان اللہ کے نشہ میں لٹو ہو گئے ہوں گے اور شاید چودہ مہینہ تک وہ مطلق بیہوش رہیں۔ وہ دعویٰ انہیں کے الفاظ میں یہ ہے۔ "اگر میرے مقابل پر تمام دنیا کی قومیں جمع ہو جائیں اور اس بات کا بالمقابل امتحان ہو کہ کس کو خدا غیب کی خبریں دیتا ہے اور کس کی دعائیں قبول کرتا ہے اور کس کی امداد کرتا ہے اور کس کے لئے بڑے بڑے نشان دکھاتا ہے تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ہی غالب رہوں گا۔ کیا کوئی ہے کہ اس امتحان میں میرے مقابل پر آوے۔"

مرزا کے مقابلہ کے لئے تیار ہوں

تمام دنیا کی قوموں کا جمع ہونا تو محال ہے۔ ایسی ناممکن الوقوع دعوت میں تو آپ بیشک سچے ہی اتریں گے۔ ہاں! ایک عاجز گنہگار انسان ہے۔ قبولیت دعا، پیش گوئیوں اور امداد غیبی میں مقابلہ کے لئے تیار ہے۔ بفضلہ وبحمدہ اگر منظور ہو تو اپنے اخبارات، الحکم، البدر، ریویو کو اجازت دے دیں کہ آپ کے مقابلہ پر میرے الہامات اور خوابات اور دعائیں بھی شائع کر دیا کریں۔ پھر جو صاف طور پر پوری ہوں ان کو زاید حاشیوں اور لغو تاویلات کے بغیر شائع کر دیا کریں۔ تا کہ دنیا خود فیصلہ کر لے۔ اگر ایسا منظور ہو تو مجھے اطلاع دیں اور یہ مقابلہ تاریخ اطلاع سے شمار ہو۔

فصل ہشتم: ان نشانات کے بیان میں جو گول مول ہیں جس واقعہ پر چاہا ان کو منطبق کر لیا

۱...... پہلے غشی پھر بیہوشی، پھر موت۔ عموماً موت سے پہلے غشی اور بیہوشی ضرور ہو جاتی ہے۔ ایک ماہ بعد ڈاکٹر بوڑیخاں پر اسے چسپاں کیا گیا۔

۲...... ڈاکٹر مارٹن کلارک کے مقدمہ میں بریت خالی دعویٰ ہے۔ الفاظ ندارد۔

۳...... "تخرج الصدور الیٰ القبور" کیا بڑے آدمی ہمیشہ نہیں مرا کرتے۔

۴...... قادر ہے وہ بارگاہ جو ٹوٹا کام بناوے۔ بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے۔ بعد میں اس الہام کو سیٹھ عبدالرحمٰن پر چسپاں کیا گیا۔

۵...... پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا۔ اب ان کی دلجوئی ہوگی۔ سو بنگالہ کا لیفٹیننٹ گورنر سر فلر مستعفی ہو گیا۔

۶...... دردناک دکھ اور دردناک واقعہ۔ اس کے بعد نواب محمد علی خان کی بیوی دردناک مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئی۔

۷...... پچیس دن یا پچیس دن تک۔ پچیس دن کے بعد جب شہاب ثاقب نمودار ہوا تو اس پر اس پیش گوئی کو چسپاں کر لیا۔

۸...... "اردت زمان الزلزلة" اس کے بعد ایک زلزلہ آیا۔

فصل نہم: مختلف لوگوں کے خوابات مرزا قادیانی کی تصدیق میں جن کو اس نے بطریق نشانات درج کیا ہے

۱...... سائیں گلاب شاہ کی پیش گوئی۔

۲...... صاحب العلم سندھی کا خواب۔

۳...... خواجہ غلام فرید کا خواب۔

۴...... ملاں عبداللطیف صاحب کا تصدیقی خواب۔

ان کو ہم بلا کسی جرح کے صحیح مان لیتے ہیں۔ ساتھ ان کے ان بزرگان کے الہامات وخوابات بھی ملاتے ہیں۔ جن کو مرزا قادیانی کے خلاف میں الہامات ہوئے یا خواب آئے۔ مثلاً: (۱) مولوی احمد اللہ امرتسری کو الہام ہوا۔ "ملعون ابن ملعون" (۲) مولوی عبدالرحمٰن لکھو کے والے کے الہامات ہیں۔ "وما یعدهم الشیطان الا غرورا واتخذ وایاتی ورسلی

هزوا اولئك هم الكافرون حقًا و لا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه وكان امره فرطا "(۳) مولوی عبدالحق غزنوی کے الہامات" وما كيد فرعون الا فی تباب "(۴) مولوی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ کے الہامات۔" ان الله لا يهدی من هو مسرف کـــذاب "(۵) قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے خوابات۔ (۶) قاضی فضل احمد کے خوابات۔ (۷) اس عاجز کے خوابات والہامات۔ (۸) دانیال نبی کی پیش گوئی کہ وہ مکروہ شے جو خراب کرنے والی ہے۔ ۱۲۹۰ھ میں قائم کی جائے گی۔ جو مرزا قادیانی کے ظہور اور اشاعت براہین احمدیہ کا زمانہ ہے۔ جو مبارک شے ہے۔ وہ ۱۳۳۵ھ میں آئے گی۔

ہر دو جانب کے خوابات والہامات پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ مرزا "المسیح الدجال" ہے۔ یعنی مرزا قادیانی کا وجود مسیحیت اور دجالیت کا مرکب ہے۔ بہ لحاظ مسیحیت کے کبھی کبھی بعض لوگوں کو اس کی نسبت اچھے خوابات آجاتے ہیں یا الہام ہوتے ہیں۔ مگر کثرت سے تمام اہل الہام لوگوں کو اس کے خلاف ہی الہام ہوتے ہیں۔ جیسا کہ وہ خود بار بار اقرار کر چکا ہے کہ سارے اہل الہام لوگ آخر کار میرے مخالف ہو جاتے ہیں۔

پس میں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا دماغ عطاء فرمایا ہے جو خوابات والہامات کے موزوں ہے اور ایسا دل دیا ہے جو بہت جلد خدا کی طرف جھکنے والا اور اس کے آگے گڑگڑانے والا ہے۔ اگر آپ نفس پرستی، خودستائی، خود پسندی کو چھوڑ دیں یعنی اپنا گذران اپنی جائیداد کی آمد پر محدود کر دیں جو نذرانے آتے ہیں ان کو اسلامی خدمات کے لئے وقف کر دیں جو لنگر کے نام پر وصول ہوتا ہے۔ اس کے حساب کتاب کی ذمہ دار علیحدہ کمیٹی مقرر کر دیں جو اس کی بچت ہو۔ وہ اسلامی خدمات میں لگایا کریں۔ قرآن مجید واحادیث صحیحہ کو نجات کے لئے کافی مان کر مسلمانوں کی تکفیر وتحقیر سے باز آجائیں۔ انبیاء علیہم السلام کی برابری کے دعوے سے تائب ہو جائیں۔ رب العالمین کو رب العالمین مانیں۔ شاعری اور رنگ آمیزی کو ترک کر کے خلوص اور راستی اختیار کریں تو آپ بہت ترقی کر سکتے ہیں۔ جب مجھ جیسے فاسق وفاجر کو آپ جیسے خوابات آتے اور الہام ہوتے ہیں تو پھر آپ کس بناء پر اتنا دعویٰ کرتے ہیں۔ جس سے انبیاء علیہم السلام کی تحقیر ہوتی اور اسلام اور وحی کی عزت خاک میں مل جاتی ہے۔ ایک سیکنڈ کے لئے بھی یہ خیال کرنا کہ انبیاء علیہم السلام ایسے ہی کذاب، بدعہد، خائن، عیار، مسرف، شیخی خور، متکبر، بدعقل، فحش گو، بددل اور نفس پرست ہوتے تھے۔ جیسا کہ آپ ہیں سخت درجہ کا ظلم اور بڑے درجہ کی بدعقلی اور

گستاخی ہے۔ اگر آپ اب بھی نہ سمجھیں تو خدا آپ سے سمجھے گا۔ وہ اب زیادہ مہلت آپ کو نہ دے گا۔ کیونکہ اس نے آپ کو بہت مہلت دی اور اب اس کا وہ قانون عمل کرے گا۔ جو آیت ذیل میں مذکور ہے۔

''فلما نسوا ما ذکّروا بہ فتحنا علیھم ابواب کل شئ حتّٰی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناھم بغتۃ فاذاھم مبلسون ''پس جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو ان کو کی گئی تھیں۔ ہم نے ان پر ہر شئے کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ ہماری نعمتوں پر وہ اترانے لگے۔ تب ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور ناگہاں وہ مایوس ہو کر رہ گئے۔'' وما علینا الا البلاغ المبین والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ''

فصل دہم: مرزا قادیانی کی چند عیاریوں کا ذکر جو اس نے حقیقت الوحی میں ظاہر کیں

۱...... (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۰۳، خزائن ج۲۲ ص۵۳۹) پر لکھا کہ: ''بابو الٰہی بخش نے میری نسبت کتاب عصائے موسیٰ میں پیش گوئی کی تھی کہ مرزا قادیانی اس کی زندگی میں طاعون سے مرے گا۔ اور اس کی تصدیق میں (عصائے موسیٰ ص۸۳) سے الہام ذیل نقل کر کے ترجمہ میں حسب منشاء الفاظ بڑھا دیئے۔'' سنسمہ علی الخرطوم ما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمیٰ ''ترجمہ: اس مفتری کو یعنی اس مفتری کے ناک پر یا منہ پر ہم آگ کا داغ لگا دیں گے۔ یعنی اس کو طاعون سے ہلاک کریں گے یا یہ کہ جہنم کی آگ میں ڈالیں گے۔ یہ تیر تو نے نہیں چلایا۔ بلکہ خدا نے چلایا۔''
(تتمہ حقیقت الوحی ص۱۱۴، خزائن ج۲۲ ص۵۵۰)

مگر (عصائے موسیٰ ص۸۳) پر ان فقرات کا ترجمہ حسب ذیل ہے: ''شتاب داغ دیویں گے ہم اس کو اوپر ناک کے۔ نہ پھینکا تو نے جب کہ پھینکا تو نے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔'' اب دیکھئے مرزا قادیانی کا کذب اور افتراء۔ یہ افتراء اس واسطے ہے کہ اپنے دام افتادوں کو یہ جتلایا جائے کہ الٰہی بخش نے میرے واسطے طاعونی موت کی پیش گوئی کی تھی اور خود ہی طاعون سے مر گیا۔ چونکہ وہ خود کانے ہیں۔ دوسری طرف نظر اٹھا کر دیکھ ہی نہیں سکتے۔ اس لئے اس قسم کے کلمات جادو کا اثر کر جاتے ہیں۔ ایسے ہی تصرفات اور تاویلات کے ساتھ الٰہی بخش مرحوم کے ذکر کو ص۵۵ پر پھیلا کر لکھ دیا ہے تا کہ اس کے کذب پر پردہ پڑ جائے۔

۲...... (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۲۳، خزائن ج۲۲ ص۵۶۰) پر لکھا ہے: ''پھر ایک اور بابو صاحب کا

الہام ہے جو ان کی کتاب کے ص۲۲۴ میں درج ہے اور وہ یہ ہے۔''ان یقولون الاکذبا اتبع هواه وکان امره فرطا''یعنی جو دعویٰ یہ شخص کرتا ہے اس کا جھوٹا دعویٰ ہے اور اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے چلتا ہے اور وہ حد سے بڑھ گیا ہے۔یعنی اب اس کی ہلاکت کے دن آ گئے۔''

(عصائے موسیٰ ص۳۲۴) پر یہ الہامات نہیں ہیں۔ہاں ۲۲۴ صفحہ پر ضرور ہیں۔مگر ان کا ترجمہ اس جگہ پر یہ ہے۔''وہ مرزا قادیانی جھوٹ بکتے ہیں۔وہ اپنی ہوائے نفس کا تابع ہوا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھا ہوا ہے۔''مگر مرزا قادیانی نے اس کو جھوٹا بنانے کے واسطے اپنے ترجمہ میں یہ الفاظ بڑھا دیئے ہیں کہ:''اس کی (مرزا قادیانی کی) ہلاکت کے دن آ گئے ہیں۔''اسی کا نام ہے آنکھوں میں خاک ڈالنا یا کانی بات۔

۳...... (تتمہ حقیقت الوحی ص۶۴، خزائن ج۲۲ ص۴۹۸) پر لکھا ہے:''اور یہ کہنا کہ قرآن شریف میں مسیح موعود کا کہیں ذکر نہیں۔یہ سراسر غلطی ہے۔کیونکہ قرآن شریف نے...... صریح طور پر فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں جب کہ آسمان اور زمین میں طرح طرح کے خوفناک حوادث ظاہر ہوں گے۔وہ عیسیٰ پرستی کی شامت سے ظاہر ہوں گے اور پھر دوسری طرف پر بھی فرما دیا۔''وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا''پس اس سے مسیح موعود کی نسبت پیش گوئی کھلے کھلے طور پر قرآن شریف میں ثابت ہوتی ہے۔''(خلاصہ مطلب کے طور پر) اس مضمون میں بہت سے مغالطہ دیئے گئے ہیں:

اوّل...... تو یہ کہ قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ آخری زمانہ میں آسمان اور زمین میں طرح طرح کے خوفناک حوادث ظاہر ہوں گے۔حالانکہ کسی قرآنی آیت سے ایسا ظاہر نہیں۔

دوم...... یہ کہ اس زمانہ میں غیر معمولی حوادث ظاہر ہو رہے ہیں۔مثلاً طاعون ہے۔اس کی بابت کو مینز ڈکشنری آف مڈیسن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یورپ میں یہ مرض چھٹی صدی عیسوی سے شروع ہو کر ۱۸۴۲ء تک رہا۔چودھویں صدی عیسوی میں اس شدت سے ہوا کہ دس کروڑ کی آبادی میں سے چار کروڑ انسان تلف ہو گئے۔قحط ہے۔جس شدت سے پہلے ہوتے تھے۔اب ان کا نام ونشان نہیں۔زلازل ہیں۔ان کی نسبت انسائیکلوپیڈیا بری ٹینیکا کو ملاحظہ کرو۔جس سے ظاہر ہے کہ ہر سال پچاس ساٹھ زلازل زمین پر آتے ہیں۔پھر ڈاکٹر جان ملنی کی چٹھی جو اخباروں میں شائع ہوئی تھی مرزا قادیانی کی نظر سے گذری ہوگی۔جس کا یہ مطلب ہے کہ یہ خیال کرنا غلط ہے کہ گزشتہ بارہ مہینوں میں زمین غیر معمولی زلازل سے ہلائی گئی۔زمین میں ہر سال پچاس ساٹھ زلزلے آتے ہیں۔جن میں سے زیادہ تر غیر آباد قطعات میں واقعہ ہوتے ہیں۔

الغرض مرزا قادیانی کی یہ صاف دھوکہ بازی ہے کہ اس وقت طاعون، زلازل، مری، قحط اور شہابوں وغیرہ کی غیر معمولی کثرت ہے۔ ہر ملک کی تاریخ اس کا رد کرتی ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مرزا قادیانی اور اس کے چیلے تمام کے تمام تواریخ عالم سے مطلق بے خبر ہیں۔ بلکہ وہ دانستہ جھوٹ بولتے اور سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ دیکھو طاعون اور زلازل مرزا قادیانی کی تصدیق اور تائید کے واسطے ہیں، اور ایک الہام گھڑ رکھا ہے جس وہ دہراتے ہوئے نہیں تھکتے۔ ''دنیا میں ایک نذیر آیا۔ دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ پر خداوندا سے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔'' بقول شخصے سوال از آسمان وجواب از ریسمان۔

جب تک کسی انسان کے چلن اور اخلاق کی صفائی نہ ہو اس وقت تک زلازل وبائیں اور دیگر حوادثات اس کی بریت کی کیسے دلیل ہو سکتے ہیں۔ زیادہ تفصیل کے لئے اس جگہ پر ایک مضمون اخبار اہل حدیث سے لفظ بلفظ نقل کرتا ہوں۔

مرزا قادیانی کے دھوکہ کا اظہار

''اے لوگو! خبردار ہو جاؤ۔ قادیانی دھوکہ میں مت آؤ۔ اے ان پڑھ لوگو! تم پر افسوس۔ اے لکھے پڑھے لوگو! تم پر ڈبل افسوس۔ اس واسطے کہ جب کبھی خدا کی قدرت کا کوئی نشان آسمان سے یا زمین سے ظاہر ہوتا ہے تو قادیانی اس کو اپنا نشان بنا کر اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے پیش کرتے ہیں۔ اس کے مرید جو کتب تاریخ سے واقف نہیں جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ یہ نشان مرزا قادیانی کے دعویٰ کے ثبوت میں ظاہر ہوا ہے اور جو مرید اپنے آپ کو مولوی بلکہ ڈبل مولوی کے نام سے مشہور کر رہے ہیں وہ بھی دیدہ دانستہ ہاں ہاں کرتے جاتے ہیں۔ اگرچہ ان پر کتب تاریخ سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ خداوند تعالیٰ کی قدرت کے عجائب نشان ہمیشہ سے دنیا میں ظاہر ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ پس میں اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں اور مریدان مرزا کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے تاریخ الخلفاء مترجم اردو سے اصل عبارت معہ پتہ صفحہ ذیل میں نقل کروں گا۔ جس میں خداوند تعالیٰ کی قدرت کے عجائب نشانات کا ذکر ہوگا اور تاریخ الخلفاء کا مصنف مرزا قادیانی کے نزدیک معتبر ہے۔ جس کے غیر معتبر کہنے کی مریدان مرزا کو گنجائش نہیں ہوگی۔

''۱۸۰ھ میں سخت زلزلہ آیا۔ جس سے اسکندریہ کے منارے گر گئے۔'' دیکھو ص ۱۵۸ میں ہذا۔ ''۲۳۳ء میں عراق میں ایسی بادسموم چلی کہ کوفہ کی تمام کھیتیاں جل گئیں اور بغداد میں

بصرہ میں مسافر مر گئے۔ پچاس روز یہی قیامت کا نقشہ رہا۔ حتیٰ کہ ہمدان میں زراعت جل گئی اور مویشی مر گئے اور راستوں میں مسافر ہلاک ہو گئے۔ اس کے بعد دمشق میں ایسا سخت زلزلہ آیا کہ ہزاروں مکان گر گئے اور خلقت ان کے نیچے دب گئی۔ انطاکیہ اور جزیرہ کا بھی یہی حال ہوا۔ اس واقعہ میں پچاس ہزار آدمیوں سے کم کا نقصان نہ ہوا ہوگا۔

پھر ۲۴۲ھ میں تارے بہت سے ٹوٹے اور بڑی رات گئی تک آسمان میں ستارے ٹڈیوں کی طرح اڑتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔

پھر ۲۴۳ھ میں تونس اور قرب وجوار، نیزری، خراسان، نیشاپور، طبرستان، اصفہان میں سخت زلزلہ آیا۔ پہاڑوں کے ٹکڑے اڑ گئے۔ اکثر جگہ سے اتنی جگہ پھٹ گئی کہ آدمی سما جائے۔

مصر کے ایک گاؤں پر آسمان سے پتھر گرے۔ جس کا وزن ۱۰ رطل کے قریب تھا۔

یمن میں پہاڑوں نے کچھ ایسی حرکت کی کہ کھیت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے۔ حلب میں بماہ رمضان ایک پرند کو لوگوں نے یہ کہتے سنا۔ اے لوگو! اللہ سے ڈر جاؤ۔ اللہ اللہ چار مرتبہ کہہ کر اڑ گیا۔ دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا۔ وہاں کے لوگوں نے اس واقعہ کی رپورٹ صدر میں کی اور قریباً پانچ سو آدمیوں نے اس کی شہادت دی۔"

دیکھو ص ۱۸۶ میں ہو ہذا۔ "۲۴۵ھ میں تمام دنیا میں سخت زلزلے آئے۔ شہر اور قلعہ اور پل گر گر پڑے اور انطاکیہ میں ایک پہاڑ سمندر میں گر گیا۔ آسمان سے سخت ہولناک آوازیں سنائی دیں اور............ میں بہت آدمی ہلاک ہو گئے اور مکہ شریف کے چشموں کے پانی غائب ہو گئے۔ متوکل نے عرفات سے پانی لانے کے لئے ایک لاکھ دینار دیئے۔"

دیکھو ص ۱۹۴ میں ہو ہذا۔ "عراق میں وبا پھیلی جو بربادی جنگ سے کم نہ تھی۔ اس میں بے تعداد آدمی مرے۔ وبا کے بعد بہت سے زلزلے آئے۔ جن میں ہزاروں جانیں تلف ہوئیں۔"

دیکھو ص ۱۹۷ میں ہو ہذا۔ "۲۸۰ھ میں دبیل سے اطلاع آئی کہ ماہ شوال میں چاند گرہن ہوا اور عصر کے وقت سخت اندھیرا ہو گیا۔ اس کے بعد کالی آندھی آئی۔ جس نے تین روز متواتر اندھیرا رکھا۔ اس کے بعد فرو ہونے پر ایسا سخت زلزلہ آیا۔ ہزاروں گھر گر گئے۔ یہاں تک کہ قریب ڈیڑھ لاکھ آدمیوں کے مکانات کے نیچے سے نکالے گئے۔"

دیکھو ص ۱۹۸ میں ہو ہذا۔ "۲۴۵ھ میں بصرہ میں ایک آندھی آئی۔ جس کا رنگ پہلے زرد تھا پھر سبز ہو گیا اور پھر کالی ہو گئی اور کئی روز تک رنگ بدلتی رہی۔ آخیر میں ایک چادر گری جس کا

وزن سو درم تھا۔ اس کے بعد یہ آندھی بند ہو گئی۔ قریباً پانچ سو درخت گر گئے اور آسمان سے سفید وسیاہ پتھر برسے۔"

دیکھو ص ۱۹۹ میں ہو ہذا۔ "۲۸۹ھ میں کئی روز تک سخت زلزلے آتے گئے اور بصرہ میں سخت آندھی آئی۔ ہزاروں درخت گر گئے۔"

دیکھو ص ۲۰۱ میں ہو ہذا۔ "۳۰۰ھ میں ایک پہاڑ زمین میں دھنس گیا اور اس کے نیچے سے پانی نکلنے لگا۔ جس سے بہت سے قریہ ڈوب گئے۔ اسی سال ایک مادہ خچر نے بچھڑا دیا۔ خدا قادر ہے جو کچھ چاہے کرے۔"

دیکھو ص ۳۱۱ میں ہو ہذا۔ "۳۳۰ھ میں بغداد میں گرانی کی یہ حالت ہوئی کہ گیہوں کی ایک بوری تین سو دینار کو بکی۔ لوگوں نے مردار چیزیں کھائیں۔"

دیکھو ص ۳۱۴ میں ہو ہذا۔ "۳۴۴ھ میں مصر میں تین ساعت برابر سخت زلزلہ رہا۔ جس سے ہزاروں مکانات گر گئے۔ لوگوں نے بڑے خشوع وخضوع سے جناب احدیت سے دعائیں مانگیں۔

پھر ۳۴۶ھ میں سمندر اتنا اتر گیا۔ یہاں تک کہ پہاڑ نظر آنے لگے اور ایسی چیزیں نظر پڑیں جو کبھی نہ دیکھی تھیں۔ بہت سے چھوٹے جزیرے بن گئے۔

ری اور نواح ری میں زلزلہ عظیم آیا۔ شہر طالقان خسف ہو گیا۔ کل تیس آدمی بچ سکے۔ باقی سب ہلاک ہو گئے۔ ری اور مضافات میں بھی کوئی ڈیڑھ سو گاؤں خسف ہو گئے۔ شہر حلوان کا اکثر حصہ زمین میں دھنس گیا۔ زمین میں سے مردوں کی ہڈیاں باہر نکل پڑیں۔ ری میں ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ایک گاؤں ہوا میں معلق لٹک گیا اور پھر گر گیا۔ زمین سے پانی نکل آیا۔ بعض جگہ زمین میں بڑے بڑے شگاف ہو گئے اور ان میں سے سخت بدبو نکلی اور بعض جگہ سے دھواں۔

پھر ۳۴۷ھ میں رقم اور حلوان میں پھر زلزلہ آیا اور بہت سی خلق اللہ تلف ہو گئی اور ٹڈی آئی اور تمام غلوں اور درختوں کو صاف کر گئی۔"

دیکھو ص ۲۱۴ میں ہو ہذا۔ "........... میں عراق میں ایک تارہ ٹوٹا۔ جس کی روشنی آفتاب جیسی تھی اور بعد میں بادل کے گرجنے کی آواز سنائی دی۔"

دیکھو ص ۲۲۲ میں ہو ہذا۔ "۲۵۰ھ میں دروازے اوج کی طرف ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کے دو سر، دو چہرے اور دو گردنیں تھیں۔"

"پھر اسی سال میں ایک ستارہ چاند کے برابر نمودار ہوا اور دس راتوں کے بعد غائب ہو گیا۔ لوگ اس ستارے کو دیکھ کر ڈرتے تھے۔"

"پھر ۴۶۰ھ میں رملہ میں ایسا زلزلہ آیا کہ اس کو بالکل تباہ کر دیا۔ زمین سے پانی نکل آیا۔ پچیس ہزار آدمی ہلاک ہو گئے۔ سمندر بقدر ایک روز راہ ہٹ گیا۔ لوگ وہاں مچھلیاں پکڑ رہے تھے۔ یکا یک پانی چڑھ آیا۔ لوگ وہیں رہ گئے۔"

دیکھوص ۲۲۴ میں ہو ہذا۔ "۴۶۴ھ میں جانوروں میں سخت وبا پڑی۔ جس میں ریوڑ غارت ہو گئے۔"

دیکھوص ۲۳۲ میں ہو ہذا۔ "۵۳۱ھ میں ۳۰ ر رمضان کو بھی چاند نہ دکھائی دیا۔ دوسرے روز لوگوں نے روزہ رکھا۔ شام کے وقت بھی چاند نہ دکھائی دیا۔ حالانکہ مطلع صاف تھا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔"

دیکھوص ۲۳۲ میں ہو ہذا۔ "۵۴۴ھ میں بغداد میں نو، دس دفعہ زلزلہ آیا اور حلوان کا ایک پہاڑ ٹوٹ کر گر گیا۔"

دیکھوص ۲۳۲ میں "۵۴۵ھ یمن میں خون کا مینہ برسا۔ کئی روز تک زمین سرخ رہی اور لوگوں کے کپڑوں پر نشان باقی رہے۔"

دیکھوص ۲۴۰ میں ہو ہذا۔ "۵۹۲ھ میں ایک بڑا ابارا ٹوٹا اور اس کے بعد سخت آوازیں آئیں جس سے مکان اور دیواریں ہل گئیں۔ لوگوں نے بڑی دعائیں مانگیں اور خیال کیا کہ قیامت آ گئی۔"

دیکھوص ۲۴۱ میں ہو ہذا۔ "۵۹۷ھ میں مصر میں اور شام میں جزیرہ میں سخت زلزلہ آیا جس نے بہت سے مکانات گر گئے اور قلعہ گر پڑے اور بصرہ کے پاس بہت سے گاؤں خسف ہو گئے۔"

دیکھوص ۲۴۶ میں ہو ہذا۔ "۶۰۲ھ میں عدن میں ایک آگ ظاہر ہوئی۔ جس سے شرارے رات کو سمندر کی طرف چلتے معلوم ہوتے تھے اور دن کو دریا سے دھواں اٹھتا دکھائی دیتا تھا۔"

پھر ۶۴۵ھ میں مدینہ منورہ میں آگ ظاہر ہوئی۔ ابو شامہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس مدینہ منورہ سے خطوط پہنچے کہ شب چہار شنبہ ۳ ر جمادی الآخر کو مدینہ منورہ میں گرج کی آواز آئی اور پھر سخت زلزلہ آیا اور تھوڑی دیر تک برابر زلزلہ آتا رہا۔ یہ حالت ۵ ر جمادی الآخر تک رہی۔ پھر حرہ

میں حرعلیہ کے قریب سخت آگ معلوم ہوئی۔ شہر مدینہ شریف میں ہم گھروں میں بیٹھے ہوئے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے پاس ہی آگ لگی ہوئی ہے۔ اس کے اثر سے وادی شظا میں پانی نکل

آیا اور اس بڑے قصر کے برابر شرارے نکلتے معلوم ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ مکہ کے رہنے والوں کی آنکھیں ان شراروں سے چندھیا جاتی تھیں۔ لوگ قبر شریف حضور ﷺ پر حاضر ہو کر توبہ اور استغفار کرنے لگے۔ یہ حالت کئی مہینہ تک باقی رہی۔"

دیکھو ص ۲۶۰ میں ہو ہذا۔ "۷۴۹ھ میں ایسا سخت طاعون ہوا کہ اس کی مثل کبھی نہ سنا گیا۔"

دیکھو ص ۲۶۱ میں ہو ہذا۔ "۷۵۴ھ میں طرابلس میں ایک لڑکی نصیبہ نامی تھی۔ تین مردوں سے اس کا نکاح ہوا۔ مگر کوئی اس پر قادر نہ ہو سکا۔ جب اس کی عمر پچیس برس کی ہوئی تو اس کے پستان غائب ہو گئے۔ پھر اس کی شرمگاہ سے کچھ گوشت ابھرنا شروع ہو گیا۔ رفتہ رفتہ کئی انگشت کے مرد کی علامت بن گئی۔"

دیکھو ص ۲۶۲ میں "۷۷۸ھ میں آفتاب اور ماہتاب دونوں کو پورا گہن لگا۔ ۱۴ رشعبان کو چاند نکلا تو گہن لیتے ہوئے اور ۲۸ رشعبان کو آفتاب کو گہن لگا۔"

تمام دینی بھائیوں کی خدمت میں التماس ہے اگر کوئی صاحب ہمت ۷۷۸ھ کے بعد کے خدا کی قدرت کے عجائب نشانات تسلسل وار درج اخبار اہل حدیث یا رسالہ مرقع قادیانی میں درج کروائے تو میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تمام لوگ خدا کی قدرت کے عجائب نشانات پڑھ سن کر قادیانی کے دھوکہ سے بچ جاویں گے۔

سوم...... یہ کہنا کہ یہ حوادثات عیسٰی پرستی کا نتیجہ ہیں۔ بدیہی البطلان ہے۔ کیونکہ اگر عیسٰی پرستی کی وجہ سے یہ حوادثات ہوتے تو چاہئے یہ تھا کہ عیسائی لوگ ہی طاعون سے بکثرت ہلاک ہوتے۔ نہ کہ ہندو اور مسلمان۔ تمام زلازل عیسائی ملکوں میں ہی آتے۔ نہ کہ کانگڑہ اور فارموسا اور جاپان میں۔ قحط اور ہیضہ سے عیسائی لوگ ہی تباہ ہوتے۔ نہ کہ ہندو اور مسلمان۔

چہارم...... جو باتیں مشاہدہ اور تاریخ عالم کے خلاف ہوں ان کی بناء پر ہمیشہ اپنی نبوت اور رسالت ثابت کرتے رہنا اور ان کو قرآن کی طرف منسوب کرنا، اگر کفر اور ارتداد اور آبلہ فریبی نہیں تو اور کیا ہے؟

۴...... شہاب ثاقب اور دمدار ستاروں کو جب کبھی وہ ظاہر ہوتے ہیں، اپنی تصدیق میں دلائل قاطعہ بنا لیتے ہیں۔ حالانکہ علم ہیئت ونجم کا یہ مسئلہ ہے کہ کروڑ ہا اجسام سورج کے گرد گھومتے رہتے ہیں۔ جب وہ کرہ ہوائی متعلقہ زمین سے درمیان سے گذرتے ہیں تو رگڑ سے گرم اور روشن ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات یہ اجسام یا ان کے اجزاء زمین پر آ گرتے ہیں۔ ہر سال اگست اور نومبر

میں ان کی بوچھاڑ نہایت کثرت سے نظر آتی ہے۔ نومبر کی بوچھاڑ میں ہر ۳۳ سال کے بعد انتہاء درجہ کی روشنی ہوتی ہے اور مہینوں میں بوچھاڑیں کم ہوتی ہیں۔ دیکھو انسائیکلو پیڈیا بری ٹینیکا۔

دمدار ستارے بھی ہمیشہ گردش میں ہیں۔ ان میں سے ایک ایسے ہیں جو خاص مدت کے بعد ہمیشہ نظر آتے رہتے ہیں۔ ان میں سے بڑے مشہور یہ ہیں: (۱) ہیلے صاحب کا جو قریباً پچھتر سال کے بعد نظر آتا ہے۔ (۲) اینکی صاحب کا جس کا زمانہ ۱۲۶۰ دن ہے۔ (۳) بیلاز کیٹ۔ (۴) لالینڈ صاحب نے سو کے قریب دمدار ستارے شمار کئے ہیں۔ جن میں سے نصف مشرق سے مغرب کو چلتے ہیں اور نصف ان کے مخالف سمت میں بعض کی دم ایک ہوتی ہے۔ بعض کی شاخوں یا دندانوں والی۔ (دیکھو ماڈرن انسائیکلو پیڈیا)

الغرض قدرت الٰہی کا یہ بھی ایک انتظام ہے کہ دمدار ستارے ایک خاص رفتار سے چلتے اور مقررہ مدتوں کے بعد بار بار نظر آتے رہتے ہیں۔ شہاب ثاقب بھی اسی کی قدرت اور نظام کے مسخر اپنے اپنے اوقات پر ظہور کرتے ہیں۔ مگر شیطانوں نے ان کو ڈھکونسلے بازیوں کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے: ''**ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح وجعلناہ رجوما للشیطن**''

انہیں میں سے مرزا قادیانی اور مرزائی ہیں جو شہابوں اور دمدار ستاروں کی نسبت رجماً للغیب کرتے رہتے اور ان کے ظہور کو اپنی تصدیق میں پیش کیا کرتے ہیں۔

۶...... الہامات قدیم جو پہلے براہین احمدیہ میں شائع ہوئے۔ پھر مختلف کتابوں میں شائع ہوتے رہے۔ پھر (اربعین ص۳۶ تا ۵۲، خزائن ج۱۷ ص۳۵۱،۳۸۵) شائع ہوئے۔ انہیں کو پھیلا کر (حقیقت الوحی ص۷۰ تا ۱۰۸، خزائن ج۲۲ ص۷۳ تا ۱۱۱) شائع کر دیا۔

۷...... خاتمہ کی پیشانی تو یہ دی ہے۔ بعض معترضین کے اعتراضات کے جواب مگر کسی معترض کی عبارتیں نقل نہیں کیں نہ ان کے دلائل کو توڑا۔ بلکہ اپنے ہی الفاظ میں ایک اعتراض پیش کر دیا ہے یا ایک مرید کے سوالات درج کر دیئے ہیں اور انہیں کا جواب دینا شروع کر دیا ہے۔ المسیح الدجال، بار بار کھٹکتا ہے۔ مگر کوئی اعتراض اس سے نقل نہیں کیا۔ نہ اس کی کوئی دلیل نقل کی ہے۔ بلکہ ابلہ فریبی، بددیانتی اور دھوکہ دہی کے طریق پر اپنی طرف سے ایک آسان سوال گھڑ لیا اور آپ ہی جواب لکھ مارا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کو یہ کامل یقین ہے کہ اس کے مرید عبدالحکیم خاں کی کتاب کو نہیں پڑھتے۔ اس لئے ان کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ المسیح الدجال کا نام

معاملہ میں اس کے تحدیانہ الفاظ کیسے کلام خدا ٹھہرا سکتے ہیں۔ چونکہ ڈوئی امریکہ و یورپ میں مشہور ہو چکا تھا۔ اس لئے وہاں کے اخبارات نے مرزا قادیانی کی دعوت مباہلہ کو شائع کر دیا تھا۔ اب مرزا قادیانی نے بے فائدہ بتیس اخبارات یورپ وامریکہ کے حوالہ جات اپنی تائید میں پیش کر دیئے ہیں۔ جن میں وہ دعوت مباہلہ شائع ہو چکی تھی۔ بتیس اخبار تو کیا۔ اگر کروڑ اخباروں کے حوالے بھی دیئے جائیں کہ ان میں دعوت مباہلہ شائع ہوگئی تھی تو اس سے یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کا اور ڈوئی کا مباہلہ ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ مرزا قادیانی کی زندگی میں مر گیا یا مرزا قادیانی نے اس کی بابت کوئی پیش گوئی کی تھی۔ اس کے مطابق وہ مرا۔ ایک بے بنیاد بات پر بارہ صفحہ بھرتے چلے جانا صاف عیاری اور دھوکہ دہی کی دلیل ہے۔

۱۵...... ''پچیس دن یا پچیس دن تک۔'' اس میں کچھ ذکر نہیں کہ کیا ہوگا۔ گول مول الفاظ ہیں۔ خواہ کسی طاعونی موت پر چسپاں کر لیتے۔ خواہ کسی زلزلہ پر۔ مگر ۳۱ر مارچ کو جب شہاب ثاقب کا ظہور ہوا تو فوراً اس پر چسپاں کر لیا اور باون مقامات سے مریدوں کے خطوط آمدہ درج کر کے اس کو روشن نشان بناتے چلے گئے۔ ۳۱ر مارچ کو جو شہاب نمودار ہوئے۔ مرزا قادیانی کو اس کے ثبوت کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ ان کا ذکر تو تمام اخبارات میں تھا۔ مرزا قادیانی کو تو یہ ثابت کرنا تھا کہ شہاب ثاقب کی بابت فلاں فلاں اخبار یا اشتہار یا کتاب میں پیش گوئی کی گئی تھی۔

۱۶...... بابو الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ کی موت پر تو ۵۵ صفحہ سیاہ کر دیئے اور قوت انشاپردازی کا کمال دکھایا۔ حالانکہ دکھانا محض اس قدر تھا کہ ہم نے اس کی موت کی پیش گوئی کی تھی یا یہ کہا تھا کہ وہ میری زندگی میں طاعون سے ہلاک ہو جائے گا یا اس کے ساتھ کوئی مباہلہ ہوا تھا۔ مگر افسوس کہ ان کے معاملہ میں عیاری اور چالاکی کی کوئی حد نہیں رکھی۔ ہاں! اس کی نسبت مرزا قادیانی کا یہ الہام تو ضرور تھا کہ ''وہ اور مولوی محمد حسین اس پر ایمان لے آئیں گے۔'' سو اس داغ کو مٹانے کے واسطے رنگ آمیزیوں اور بے بنیاد تاویلات اور تحریفات میں ہی ۵۵ صفحہ سیاہ کر دیئے۔ میں نے ان تمام صفحوں کو ہر چند غور سے پڑھا۔ مگر سوائے بے فائدہ تکرار اور بیہودہ تاویلات کے کچھ بھی نہ ملا۔

۱۷...... بشیر یا عمو ائیل اور خواتین مبارکہ والی پیش گوئیاں جن کے متعلق الہامات بلحاظ حجم اور تحدی کے اور باقی تمام الہامات کے مجموعہ سے بھی زیادہ تھے۔ ان کے متعلق کچھ بھی ذکر نہیں کیا اور تمام بے حد لم ترانیاں خاک میں مل گئیں۔ کیا تو یہ شور وشر۔ ''کأن اللّٰہ نزل من السماء'' کیا یہ مطلق خاموشی۔

فصل یازدہم: دلیل خسوف وکسوف کا ابطال

’’ان لمهدینا ایتین لم تکونا منذ خلق السموات والارض تنکسف القمر لاوّل لیلة من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منه ‘‘ ہمارے مہدی کے واسطے دو نشان ہیں جو ابتدائے پیدائش زمین وآسمان سے آج تک نہیں ہوئے۔ یعنی قمر تو رمضان کے اوّل شب میں گھنائے گا اور سورج اس کے نصف میں گھنائے گا۔ یہ ایک موضوع قول ہے جس کو دارقطنی میں امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس کو مرزائیان بڑے دعووں کے ساتھ ہمیشہ مرزا قادیانی کی تصدیق میں پیش کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک صریحاً باطل امر ہے۔ اوّل: تو علم حدیث کی رو سے یہ ایک ضعیف قول ہے۔ کیونکہ محدثین رحمہم اللہ نے اس قول کے دو راویوں یعنی عمرو اور جابر جعفی کو کذاب اور وضاع احادیث بیان کیا ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے اس وضعی قول کو رسائل اربعہ کے ص ۴۶ پر حدیث نبی قرار دیا اور ’’من کذب علی متعمدا فلیتبؤا مقعده من النار ‘‘ کا مصداق بنا ہے۔ دوم: یہ وضعی قول اس حدیث صحیحین کے خلاف ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے چاند سورج کو اللہ تعالیٰ کی دو نشانیاں بتلا کر فرمایا ہے کہ ان کو گرہن لگنا کسی کی موت وحیات سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ سوم: الفاظ کے لحاظ سے یہ قول صریحاً باطل ہے۔ کیونکہ چاند گرہن پہلی رات کو نہیں ہوا کرتا اور نہ سورج گرہن نصف مہینہ میں ہوتا ہے۔ مگر مرزا قادیانی تحریف معنی کر کے اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ چاند اس پہلی رات کو گھنائے گا جو اس کے خسوف کی راتوں یعنی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں میں سے پہلی رات ہے اور سورج گرہن اپنے گرہن کے ایام یعنی ۲۷، ۲۸، ۲۹ تواریخ کے نصف گھنائے گا۔ چہارم: علم نجوم اور ہیئت کی رو سے یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جس ترتیب سے کسی رمضان میں چاند وسورج گرہن ایک بار ہوئیں پھر کبھی نہ ہوں۔ کیونکہ قمری دور ۲۲۳ سال کا ہوتا ہے اور شمسی دور ۱۸ سال ۱۰ دن (کبھی ۱۱ یا ۱۲ دن) ۷ گھنٹہ ۴۲ منٹ اور ۳۳ سیکنڈ کا۔ ایک دور کے بعد چاند اور سورج گرہن پھر اسی ترتیب سے واقعہ ہونے شروع ہو جایا کرتے ہیں کہ جس ترتیب سے دور گذشتہ میں واقع ہوئے تھے۔ (حدائق النجوم ص ۲۰۷ تا ۲۰۷، مسٹر نارمن لویکر کی اسرانومی ص ۱۰۲) اس قاعدہ کے بموجب مسٹر کیتھ نے اپنی کتاب یوز آف دی گلوبس میں کسوف وخسوف کی جدول ص ۲۷۳ تا ۲۷۶ تک شائع کی ہے اور کلیہ قواعد بیان کئے ہیں جن کی رو سے ابتدائے سنہ ہجری سے ۱۳۱۲ھ تک جن سالوں میں اسی التزام سے چاند وسورج گرہن ماہ رمضان المبارک میں واقع ہوئے۔ حسب ذیل ہیں۔

ایک گرہن دوسرے گرہن سے کتنے عرصہ بعد ہوگا	دور اوّل	دور دوم	دور سوم	دور چہارم	دور پنجم	دور ششم	
	۱۸	۲۴۱	۴۶۴	۶۸۷	۹۱۰	۱۱۳۳	اس نقشہ سے ظاہر ہے کہ ۲۲۳سال کے ایک دور قمری میں دس دفعہ ماہ رمضان المبارک میں چاند وسورج گرہن ہوتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے (حقیقت الوحی ص۱۹۵، خزائن ج۲۲ ص۲۰۲) پر یہ بھی جتلایا ہے کہ مہدی موعود کے وقت میں دو دفعہ چاند سورج گرہن لگے۔
ایک سال بعد	۱۹	۲۴۲	۴۶۵	۶۸۸	۹۱۱	۱۱۳۴	
۴۳سال بعد	۶۲	۲۸۵	۵۰۸	۷۳۱	۹۵۴	۱۱۷۷	
ایک سال بعد	۶۳	۲۸۶	۵۰۹	۷۳۲	۹۵۵	۱۱۷۸	
۲۲سال بعد	۸۵	۳۰۸	۵۳۱	۷۵۴	۹۷۷	۱۲۰۰	
۲۲سال بعد	۱۰۷	۳۳۰	۵۵۳	۷۷۶	۹۹۹	۱۲۲۲	
ایک سال بعد	۱۰۸	۳۳۱	۵۵۴	۷۷۷	۱۰۰۰	۱۲۲۳	
۴۴سال بعد	۱۵۲	۳۷۵	۵۹۸	۸۲۱	۱۰۴۴	۱۲۶۷	
۴۴سال بعد	۱۹۶	۴۱۹	۶۴۲	۸۶۵	۱۰۸۸	۱۳۱۱	
ایک سال بعد	۱۹۷	۴۲۰	۶۴۳	۸۶۶	۱۰۸۹	۱۳۱۲	

ماہ رمضان میں ہونے کی حدیثوں میں خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ دوسری مرتبہ ان ہی تاریخوں ۱۳/ ۲۸ کو چاند گرہن ملک امریکہ میں ہوا۔ حکیم نورالدین نے رسالہ نورالدین کے ص۶۸ پر لکھا کہ دوسری مرتبہ ملک امریکہ میں ۱۳۱۲ھ میں ہوا تھا۔ مگر آپ نے وہ حدیث نہیں لکھی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی کے وقت میں دو مرتبہ چاند سورج گرہن ۱۳/ ۲۸ تاریخ کو ہوں گے اور رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ میں جو چاند گرہن اور سورج گرہن امریکہ میں ہوئے وہ تیرھویں رات اور ۲۸ویں دن کو نہیں ہوئے بلکہ چودھویں رات اور ۲۹ویں دن کو ہوئے تھے۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ ہندوستان میں ۱۳و۲۸ ہی تاریخیں تھیں۔ اس حساب سے وہ تمام کسوف وخسوف جو جدول متذکرہ بالا میں دکھائے گئے ہیں سب کے سب کسی نہ کسی ملک کے لحاظ سے ۱۳و۲۸ تاریخوں میں شمار ہوسکتے ہیں اور قول متنازعہ فیہ میں اوّل اور نصف کی قید بھی کل دنیا کے لحاظ سے باطل ہے۔

پنجم…… جب مرزا قادیانی کو یہ جتلایا گیا کہ تیرھویں اور اٹھائیسویں رمضان میں چاند وسورج گرہن اکثر ہوتے رہے ہیں تو جھٹ چالاکی سے یہ شرط لگادی کہ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس وقت کوئی مدعی مہدویت یا رسالت (سچا یا جھوٹا) موجود ہو۔ (رسالہ اربعہ ص۴۶) اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ: ’’کسی مدعی مہدویت یا نبوت یا رسالت کے وقت میں رمضان میں کبھی کسی زمانہ میں کسوف

وخسوف اس ترتیب سے جمع ہوئے تو اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت دیوے۔" (حقیقت الوحی ص ۱۹۶، خزائن ج ۲۲ ص ۲۰۳،۲۰۴) اب ہم جھوٹے کو گھر تک پہنچانے کی غرض سے تیرہ سو سالہ ہجری میں چند ایسے مدعیان مہدویت کا ثبوت دیتے ہیں جن کے وقت میں ماہ رمضان میں چاند وسورج گرہن اسی ترتیب سے جمع ہوئے۔ اس حساب سے ابتدائے آفرینش سے تو ایسے گرہن لاکھوں ہو چکے ہوں گے۔

مدعی مہدویت نبوت یا رسالت	سن پیدائش یا وفات یا دعویٰ جو معلوم ہے	حوالہ کتاب	سنین قمری جن میں ماہ رمضان میں کسوف وخسوف واقع ہوا۔ بموجب پوز آف دی گلوبس
محمد بن حنفیہ	۲۱ھ تا ۸۱ھ	غایت المقصود ص ۳۸	۶۲ھ، ۶۳ھ
امام جعفر	۸۰ھ تا ۱۴۸ھ	غایت المقصود ص ۳۸	۸۵ھ، ۱۰۷ھ، ۱۰۸ھ
موسیٰ کاظم	۱۲۸ھ تا ۱۸۶ھ	ابن خلکان	۱۵۲ھ
حسن عسکری	۲۳۱ھ تا ۲۶۰ھ	ابن خلکان ص ۱۴۷	۲۳۱ھ، ۲۳۲ھ
محمد بن حسن عسکری	پیدائش ۲۳۵ھ، غیوبت ۲۶۶ھ	ابن خلکان	۲۳۱ھ، ۲۳۲ھ
عباس	۷۹۰ھ میں دعویٰ کیا	عسل مصفی	۷۷۶ھ، ۷۷۷ھ
تویرزی	صدی ہشتم کا شروع	حدیث الغاشیہ ص ۳۴۱	۷۳۱ھ، ۷۳۲ھ
محمد	۱۰۷۰ھ میں دعویٰ کیا	مہدی نامہ ص ۹	۱۰۸۸ھ، ۱۰۸۹ھ
محمد بن عبداللہ بصری	۹۱۰ھ میں دعویٰ کیا	ہدیہ مہدویہ ص ۱۸۹	۹۱۰ھ، ۹۱۱ھ
عیسیٰ بن مہرویہ شامی	۲۹۱ھ میں فوت ہوا	تاریخ الخلفاء ص ۲۵۸	۲۸۵ھ، ۲۸۶ھ
سید محمد	۹۰۰ھ میں دعویٰ کیا	مہدی نامہ	۶۸۷ھ، ۶۸۸ھ
سید احمد بریلوی	تیرھویں صدی کے شروع	تواریخ احمدی	۱۲۰۰ھ، ۱۲۲۲ھ، ۱۲۲۳ھ
محمد عبداللہ مہدی	۲۹۶ھ میں دعویٰ کیا	عسل مصفی	۲۸۵ھ، ۲۸۶ھ، ۳۰۸ھ
محمد احمد سوڈانی	۱۲۹۹ھ میں دعویٰ کیا	عسل مصفی	۱۳۱۱ھ، ۱۳۱۲ھ، ۱۲۶۷ھ
محمد عبداللہ بن عمر	۱۳۰۱ھ میں دعویٰ کیا	عسل مصفی	۱۳۱۱ھ، ۱۳۱۲ھ
محمد علی بابی	۱۲۳۹ھ تا ۱۲۶۹	عسل مصفی	۱۲۶۷ھ
شیخ محمد خراسانی	دسویں صدی ہجری تک	ہدیہ مہدویہ ص ۱۶۱	۹۱۰ھ، ۹۱۱ھ، ۹۵۴ھ، ۹۵۵ھ
محمد سینوسی	۱۲۷۶ھ میں انتقال	عسل مصفی	۱۲۶۷ھ
ڈوئی رسول امریکہ	۱۳۲۵ھ میں فوت ہوا	آبزرور، حقیقت الوحی	۱۳۱۱ھ، ۱۳۱۲ھ
مہدی شامی	۱۳۱۳ھ میں دعویٰ کیا	عسل مصفی	۱۲۱۰ھ، ۱۲۲۲ھ، ۱۲۲۳ھ
وجیہ الدین حیدرآبادی	۱۳۱۳ھ میں دعویٰ کیا	عسل مصفی	۱۳۱۱ھ، ۱۳۱۲ھ
حسن بن صباح	دعویٰ ۴۸۳ھ، فوت ۵۱۸ھ	عسل مصفی	۵۰۸ھ، ۵۰۹ھ
عبدالمومن	۴۹۰ھ تا ۵۵۸ھ	عسل مصفی	۵۰۸ھ، ۵۰۹ھ، ۵۳۱ھ، ۵۵۳ھ، ۵۵۴ھ

ایک گرہن دوسرے گرہن سے کتنے عرصہ بعد ہوگا	دور اوّل	دور دوم	دور سوم	دور چہارم	دور پنجم	دور ششم	
	۱۸	۲۳۱	۴۶۴	۶۸۷	۹۱۰	۱۱۳۳	اس نقشہ سے ظاہر ہے کہ ۲۲۳سال کے ایک دور قمری میں دس دفعہ ماہ رمضان المبارک میں چاند وسورج گرہن ہوتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے (حقیقت الوحی ص۱۹۵، خزائن ج۲۲ ص۲۰۲) پر یہ بھی جتلایا ہے کہ مہدی موعود کے وقت میں دو دفعہ چاند سورج گرہن لگے۔
ایک سال بعد	۱۹	۲۳۲	۴۶۵	۶۸۸	۹۱۱	۱۱۳۴	
۴۳سال بعد	۶۲	۲۸۵	۵۰۸	۷۳۱	۹۵۴	۱۱۷۷	
ایک سال بعد	۶۳	۲۸۶	۵۰۹	۷۳۲	۹۵۵	۱۱۷۸	
۲۲سال بعد	۸۵	۳۰۸	۵۳۱	۷۵۴	۹۷۷	۱۲۰۰	
۲۲سال بعد	۱۰۷	۳۳۰	۵۵۳	۷۷۶	۹۹۹	۱۲۲۲	
ایک سال بعد	۱۰۸	۳۳۱	۵۵۴	۷۷۷	۱۰۰۰	۱۲۲۳	
۴۴سال بعد	۱۵۲	۳۷۵	۵۹۸	۸۲۱	۱۰۴۴	۱۲۶۷	
۴۴سال بعد	۱۹۶	۴۱۹	۶۴۲	۸۶۵	۱۰۸۸	۱۳۱۱	
ایک سال بعد	۱۹۷	۴۲۰	۶۴۳	۸۶۶	۱۰۸۹	۱۳۱۲	

ماہ رمضان میں ہونے کی حدیثوں میں خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ دوسری مرتبہ ان ہی تاریخوں ۱۳/۲۸ کو چاند گرہن ملک امریکہ میں ہوا۔ حکیم نورالدین نے رسالہ نورالدین کے ص۶۸ پر لکھا کہ دوسری مرتبہ ملک امریکہ میں ۱۳۱۲ھ میں ہوا تھا۔ مگر آپ نے وہ حدیث نہیں لکھی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی کے وقت میں دو مرتبہ چاند سورج گرہن ۱۳/ ۲۸ تاریخ کو ہوں گے اور رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ میں جو چاند گرہن اور سورج گرہن امریکہ میں ہوئے وہ تیرھویں رات اور ۲۸ویں دن کو نہیں ہوئے بلکہ چودھویں رات اور ۲۹ویں دن کو ہوئے تھے۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ ہندوستان میں ۱۳و۲۸ ہی تاریخیں تھیں۔ اس حساب سے وہ تمام کسوف وخسوف جو جدول متذکرہ بالا میں دکھائے گئے ہیں سب کے سب کسی نہ کسی ملک کے لحاظ سے ۱۳و۲۸ تاریخوں میں شمار ہو سکتے ہیں اور قول متنازعہ فیہ میں اوّل اور نصف کی قید بھی کل دنیا کے لحاظ سے باطل ہے۔

پنجم ...... جب مرزا قادیانی کو یہ جتلایا گیا کہ تیرھویں اور اٹھائیسویں رمضان میں چاند وسورج گرہن اکثر ہوتے رہے ہیں تو جھٹ چالاکی سے یہ شرط لگادی کہ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس وقت کوئی مدعی مہدویت یا رسالت (سچا یا جھوٹا) موجود ہو۔ (رسالہ اربعہ ص۳۶) اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ: ''کسی مدعی مہدویت یا نبوت یا رسالت کے وقت میں رمضان میں کبھی کسی زمانہ میں کسوف

وخسوف اس ترتیب سے جمع ہوئے تو اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت دیوے۔'' (حقیقت الوحی ص ۱۹۶، خزائن ج ۲۲ ص ۲۰۳،۲۰۴) اب ہم جھوٹے کو گھر تک پہنچانے کی غرض سے تیرہ سو سالہ ہجری میں چند ایسے مدعیان مہدویت کا ثبوت دیتے ہیں جن کے وقت میں ماہ رمضان میں چاند وسورج گرہن اسی ترتیب سے جمع ہوئے۔ اس حساب سے ابتدائے آفرینش سے تو ایسے گرہن لاکھوں ہو چکے ہوں گے۔

مدعی مہدویت نبوت یا رسالت	سن پیدائش یا وفات یا دعویٰ جو معلوم ہے	حوالہ کتاب	سنین قمری جن میں ماہ رمضان میں کسوف وخسوف واقع ہوا۔ بموجب یوز آف دی گلوبس
محمد بن حنفیہ	۲۱ھ تا ۸۱ھ	غایت المقصود ص ۳۸	۶۲ھ، ۶۳ھ
امام جعفر	۸۰ھ تا ۱۴۸ھ	غایت المقصود ص ۳۸	۸۵ھ، ۱۰۷ھ، ۱۰۸ھ
موسیٰ کاظم	۱۲۸ھ تا ۱۸۶ھ	ابن خلکان	۱۵۴ھ
حسن عسکری	۲۳۱ھ تا ۲۶۰ھ	ابن خلکان ص ۱۴۷	۲۳۱ھ، ۲۳۲ھ
محمد بن حسن عسکری	پیدائش ۲۳۵ھ، غیوبت ۲۶۶ھ	ابن خلکان	۲۳۱ھ، ۲۳۲ھ
عباس	۷۹۰ھ میں دعویٰ کیا	عسل مصفی	۷۷۶ھ، ۷۷۷ھ
تو یرزی	صدی ہشتم کا شروع	حدیث الغاشیہ ص ۳۴۱	۷۳۱ھ، ۷۳۲ھ
محمد	۱۰۷۰ھ میں دعویٰ کیا	مہدی نامہ ص ۹	۱۰۸۸ھ، ۱۰۸۹ھ
محمد بن عبداللہ بصری	۹۱۰ھ میں دعویٰ کیا	ہدیہ مہدویہ ص ۱۸۹	۹۱۰ھ، ۹۱۱ھ
عیسیٰ بن مہرویہ شامی	۲۹۱ھ میں فوت ہوا	تاریخ الخلفاء ص ۲۵۸	۲۸۵ھ، ۲۸۶ھ
سید محمد	۷۰۰ھ میں دعویٰ کیا	مہدی نامہ	۶۸۷ھ، ۶۸۸ھ
سید احمد بریلوی	تیرھویں صدی کے شروع	تواریخ احمدی	۱۲۰۰ھ، ۱۲۲۲ھ، ۱۲۲۳ھ
محمد عبداللہ مہدی	۲۹۶ھ میں دعویٰ کیا	عسل مصفی	۲۸۵ھ، ۲۸۶ھ، ۳۰۸ھ
محمد احمد سوڈانی	۱۲۹۹ھ میں دعویٰ کیا	عسل مصفی	۱۳۱۱ھ، ۱۳۱۲ھ، ۱۲۶۷ھ
محمد عبداللہ بن عمر	۱۳۰۱ھ میں دعویٰ کیا	عسل مصفی	۱۳۱۱ھ، ۱۳۱۲ھ
محمد علی بابی	۱۲۳۹ھ تا ۱۲۶۹	عسل مصفی	۱۲۶۷ھ
شیخ محمد خراسانی	دسویں صدی ہجری تک	ہدیہ مہدویہ ص ۱۶۱	۹۱۰ھ، ۹۱۱، ۹۵۴ھ ۹۵۵ھ
محمد سینوی	۱۲۷۶ھ میں انتقال	عسل مصفی	۱۲۶۷ھ
ڈوئی رسول امریکہ	۱۳۲۵ھ میں فوت ہوا	آبزرور، حقیقت الوحی	۱۳۱۱ھ، ۱۳۱۲ھ
مہدی شامی	۱۲۱۳ھ میں دعویٰ کیا	عسل مصفی	۱۲۱۰ھ، ۱۲۲۲ھ، ۱۲۲۳ھ
وجہ الدین حیدر آبادی	۱۳۱۳ھ میں دعویٰ کیا	عسل مصفی	۱۳۱۱ھ، ۱۳۱۲ھ
حسن بن صباح	دعویٰ ۴۸۳ھ، فوت ۵۱۸ھ	عسل مصفی	۵۰۸ھ، ۵۰۹ھ
عبدالمومن	۴۹۰ھ تا ۵۵۸ھ	عسل مصفی	۵۰۸ھ، ۵۰۹ھ، ۵۳۱ھ، ۵۵۳ھ، ۵۵۴ھ

اکبر بادشاہ ہند	۹۸۷ھ تا ۱۰۱۲ھ	تاریخ ہند	۹۹۹ھ، ۱۰۰۰ھ
محمد تومرت ہندی	۴۸۵ھ تا ۵۲۴ھ	ابن خلکان ص ۳۰	۵۰۸ھ، ۵۰۹ھ
شمود	۱۱۱۸ھ میں مدعی ہوا	فسل مسنفی	۱۱۳۳ھ، ۱۱۳۴ھ، ۱۰۸۸ھ، ۱۰۸۹ھ

ششم...... اپنی معمولی چالاکی اور افتراء سے (حقیقت الوحی ص ۱۹۵) پر یہ لکھ دیا کہ مہدی موعود کے وقت میں دودفعہ چاند وسورج گرہن کا ماہ رمضان میں ہونا احادیث میں مذکور ہے۔ چنانچہ ایک بار تو ۱۳۱۱ھ میں ہندوستان میں پھر ۱۳۱۲ھ میں امریکہ میں ہوا۔ اس افتراء سے اغلباً اس کا یہ خیال ہوگا کہ اگر بالفرض کوئی صاحب کسی مدعی مہدویت یا رسالت کے وقت میں ایک بار چاند وسورج گرہن کا ماہ رمضان میں ہونا ثابت کر دیں تو اغلباً دوبارہ ثابت کرنا محال ہے۔ مگر نقشہ بالا سے ظاہر ہے کہ ۲۶ مدعیوں میں سے ۲۳ کے وقت میں دوبار چاند وسورج گرہن ماہ رمضان میں ہوئے۔ یہ تو محض ان چند مدعیان کا بیان ہوا جو تیرہ سو سال ہجری میں زیادہ مشہور ومعروف ہوئے اور جن کا نام بڑی تاریخوں میں درج ہوگیا۔ ابتدائے آفرینش سے جو سچے یا جھوٹے مہدی ورسول ہوئے ان کا تو کیا حد وحساب ہے۔

ہفتم...... ایک قول مردود کو نبھانے کے واسطے مرزا قادیانی نے قرآن دانی کا بھی خوب ثبوت دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ: ”اگر اس حدیث میں مہینے کی پہلی رات مراد ہوتی تو اس جگہ ہلال کا لفظ چاہئے تھا نہ کہ قمر کا۔ کیونکہ کوئی شخص اہل لغت واہل زبان میں سے پہلی رات کے چاند پر قمر کا لفظ اطلاق نہیں کرتا۔ بلکہ وہ تین رات تک ہلال کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔“ مرزا کمپنی بتلائے کہ آیات ذیل میں کیا قمر سے مراد محض وہ چاند ہے جو تین تاریخوں سے بعد کا ہو؟

۱...... ”والقمر قدرنٰه منازل حتی عاد کالعرجون القدیم (یسین:۳۹)“

۲...... ”قدره منازل لتعلموا عدد السنین والحساب (یونس:۵)“

۳...... ”والقمر اذا تلها (الشمس:۲)“

زبان عرب میں چاند کے واسطے اسم جنس سوائے ”قمر“ کے اور کیا ہے؟ کیا قرآن مجید نے لغت عرب کے خلاف قمر کا لفظ چاند کے واسطے غلطی سے استعمال کیا ہے؟

یہ ہے مرزا قادیانی کی سب سے بڑی دلیل جو محدثین کے نزدیک موضوع ہے۔ جو علم ہیئت کے لحاظ سے سراسر لغو اور باطل ہے۔ جو لغت عرب کی رو سے لغو اور باطل ہے اور عام مشاہدہ کی رو سے لغو اور باطل ہے اور جس کے متعلق مرزا قادیانی اور مرزائی بار بار لاف وگزاف شائع کرتے نہیں تھکتے۔

بلائے دمشق

اور

خلافت اسلامیہ

عبد الرب خان برہم

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

''ربنالا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک ...... انک انت الوھاب''

بالائے دمشق اور خلافت اسلامیہ

آج ہم ایک ایسے موضوع پر قلم اٹھار ہے ہیں جس کی وضاحت نہ صرف اس زمانے کے لئے ضروری ہے بلکہ شاید یہ موضوع دوصدیوں تک لوگوں کی رہنمائی کا کام دے۔ اگر ہم اس موضوع کی پوری تفصیلات میں جائیں تو ایک ضخیم کتاب تالیف ہو جائے۔ لیکن فی الحال ہمارے مدنظر اختصار ہے اور چونکہ مسئلہ کے تمام پہلو ہی نہایت اہم ہیں۔ لہٰذا یہ اختصار ہمارے لئے ایک ذہنی کوفت کا باعث بن رہا ہے اور قلم کی رفتار کے ساتھ ساتھ ذہن میں ایک جنگ جاری ہے کہ کس پہلو کو چھوڑیں اور کسے تحریر میں لاویں۔ ہمیں علم ہے کہ ہمارے بیشتر نقاد پیشہ ور اور ملازم ہیں اور بعض ان میں اپنی کارکردگی کے پیش نظر خطاب یافتہ ہیں اور پھر ان کی رہنمائی کے لئے زمانہ حال کا ایک نہایت خطرناک پرکار وعیار دماغ کام کر رہا ہے جس کے پاس نہ مال کی کمی ہے اور نہ وسائل کی۔ ان خطاب یافتہ پالتو مولویوں اور ان کے سرگردہ کو ہم پیشگی ہی خبردار کرتے ہیں کہ وہ ہمارے اختصار سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ ان کی ذلت ورسوائی کی نوبت قریب آ پہنچی ہے۔ اگرچہ ہماری یہ تحریر مختصر ہے۔ مگر یہ تخم کاری کا کام دے گی اور اس سے انشاء اللہ تعالیٰ حق وصداقت کا ایک ایسا تناور درخت پیدا ہوگا کہ جس کی جڑوں کو یہ باطل پرست چوہے کوئی گزند نہ پہنچا سکیں گے اور اگر بیخ کنی کی نیت سے دانت ماریں گے تو اس کی تاثیرات سے ہی خود بخود ہلاک ہو جائیں گے کہ ان دابۃ الارض اور طاعون کے چوہوں کے لئے اب یہی مقدر ہے کہ ہلاک کئے جاویں۔

ہماری اس تحریر کا فوری محرک خلیفہ ربوہ (مرزا محمود قادیانی) کی وہ تقریر ہے کہ جو انہوں نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء پر ''خلافت حقہ اسلامیہ'' کے عنوان سے کی۔ ہمارے خیال میں یہ تقریر لوگوں کے دین وایمان کو تباہ اور روحانی قدروں کو پامال کرنے میں اپنی نظیر آپ ہے اور خلیفہ صاحب نے خلافت کو گھر کی لونڈی بنانے کے لئے گمراہی کا ایک ایسا جال تیار کیا ہے کہ جس میں آئندہ نسلوں کے پھنسنے اور اپنے دین وایمان کو برباد کرنے کا خطرہ ہے۔ یہ ایک عظیم فتنہ ہے جس کا

سر کچلنے کے لئے ہم نے اپنی ناتوانی کے باوجود پہل کی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ مردان خدا کی ایک فوج اس عفریت کا سر کچلنے کے لئے تیار کی جائے گی کہ جو اس گمراہی کو جو اسلام کے نام پر پھیلائی جارہی ہے بیخ و بن سے اکھاڑ کر رکھ دے گی اور خدا تعالیٰ خود بھی جیسا کہ اس کے کلام اور مواعید سے ظاہر ہے ایسے سامان پیدا کرے گا کہ جس سے پرستاران باطل کی کمر ٹوٹ جائے گی اور حق ظاہر ہو جائے گا۔ پس جیسا کہ ہماری اس تحریر کا فوری محرک خلیفہ صاحب کی تقریر ہے۔ ہمارا موضوع زیر بحث بھی خلیفہ ربوہ، ان کی خلافت اور ان کی مصلحت ہے۔

قارئین کو شاید معلوم نہ ہو کہ ہم نے آج سے بیس سال قبل خلیفہ سے ان کے اس وقت کے مستحکم اور مضبوط ترین قلعہ یعنی قصر خلافت قادیان میں ان کے بعض خاص درباریوں کی موجودگی میں ان کے احوال کے بارے میں ان سے بالمشافہ گفتگو کی تھی۔ یہاں اس گفتگو کی تفصیلات کا موقعہ نہیں۔ پھر ہم نے ان کو ایک رجسٹری چٹھی بھی جو کہ چھیالیس فل سکیپ سائز کے صفحوں پر مشتمل تھی مورخہ ۲۰رمئی ۱۹۳۸ء کو تحریر کی تھی......

ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں کہ ہمارا موضوع سخن قادیانی ثم ربوہ (چناب نگر) خلافت ہے۔ اگر یہ خلافت درست ہے تو مذہبی تاریخ میں اس کی کوئی مثال ہونی چاہئے تھی۔ مگر ہمیں ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک ایسی خلافت کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا اور قرآن شریف اور جملہ آسمانی صحیفوں میں اس قسم کی خلافت کی کوئی ایک مثال بھی نہیں ملتی۔ اگر کوئی ایسی انوکھی خلافت قائم ہونی تھی تو کم از کم مسیح موعود کی تحریرات اور الہامات میں اس کا ذکر ضروری تھا کہ ہر مامور کو بطور نشان اور ازدیاد ایمان اور رہنمائی کے لئے ایسے امور غیب کی اطلاع دی جاتی ہے کہ جو آئندہ زمانے کے واقعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ لیکن بسیار تلاش کرنے پر بھی ہمیں مسیح موعود کے الہامات اور تحریرات میں اس خلافت کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ بلکہ اس کے برخلاف ایک عظیم فتنہ کی خبر ملتی ہے جس میں کہ جماعت مبتلا ہو کر گمراہ ہو جائے گی......

یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح موعود کے ذریعہ جہاں خدا تعالیٰ نے ایک عظیم مصلح موعود کی خبر دی وہاں ''الفتنة ھاھنا'' (تذکرہ ص ۱۰۸) میں ایک عظیم فتنہ کی بھی خبر دی اور ہماری اس تحریر کا عنوان بلائے دمشق اسی فتنہ کی نشان دہی کر رہا ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ مصلح موعود کی پیش گوئی کا اپنوں اور غیروں میں بہت چرچا رہا ہے اور اس کے مقابل فتنہ والی پیش گوئی اتنی مشہور نہیں بلکہ وہ پس پردہ رہی ہے۔ حالانکہ جہاں تک الہامی

تفصیلات کا تعلق ہے۔ فتنہ والی پیش گوئی بہت وسیع ہے اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ کوئی شخص ہمیں مصلح موعود کی پیش گوئی کے بارے میں الہامی تصریحات یک جا کر دیوے تو ہم اس سے دو چند الفاظ میں ایسی الہامی تفصیلات پیش کر دیں گے کہ جو فتنہ کے بارے میں ہیں۔ دراصل مسیح موعود کے الہامات میں یہ دونوں پیش گوئیاں متوازی چلتی ہیں اور بسا اوقات ان دونوں پیش گوئیوں کا مشترکہ ذکر کیا گیا ہے اور یہ دونوں پیش گوئیاں مسیح موعود (مرزا) کے ہی دو لڑکوں کے بارے میں ہیں جن میں سے ایک نے ایک عظیم الشان مصلح بننا تھا اور دوسرے نے ایک عظیم فتنہ کی بنیاد رکھنی تھی اور فتنہ پرداز لڑکے کا پہلے آنا مقدر تھا اور مصلح موعود نے بعد میں آ کر اس کے پیدا کئے ہوئے بگاڑ کی اصلاح کرنی تھی۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم طوالت کے خوف سے حوالہ جات نہیں دے سکتے کہ اگر ہم حوالہ جات دیئے لگیں تو ہماری یہ تحریر ایک ضخیم کتاب کی صورت اختیار کر جائے۔ فی الحال ہمارے پیش نظر ان الہامی حقائق کو سمجھنے کے لئے ایک فہم پیدا کرنا ہے۔ ورنہ ہمارے پاس حوالہ جات کے ذخیروں کی کمی نہیں۔ مثلاً مصلح موعود کی آمد اور پھر اس کے غلبہ پر ''وامتاز والیوم ایها العجرمون '' (تذکرہ ص ۶۲۴ طبع دوم) یعنی فتنہ پردازوں اور مجرموں کا ظاہر ہو جانا اور پھر ان کا یہ کہنا: ''انا کنا خاطئین '' (تذکرہ ص ۲۵۱ طبع دوم) کہ واقعی ہم خطا کار تھے۔ اس بات کی طرف صاف دلالت کرتا ہے کہ فتنہ پرداز لڑکا پہلے پیدا ہوگا اور مصلح موعود بعد میں آئے گا۔ خدا تعالیٰ کا کلام بلاغت وفصاحت کے لحاظ سے بے مثال ہوتا ہے اور پھر ہر لفظ اپنے مقام کے لحاظ سے بھی ایک حکمت اپنے اندر رکھتا ہے۔ قرآن شریف میں ''انا کنا خاطئین '' کے الفاظ میں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اعتراف جرم کیا تھا اور مصلح موعود کا بھی ایک الہامی نام یوسف ہے۔ پس ان الہامات سے بھی فتنہ پردازوں اور مصلح موعود میں رشتہ اخوت ثابت ہے۔ لیکن ہم طوالت کے خوف سے ان تفصیلات کو چھوڑتے جاتے ہیں۔

پس اپنی اولاد کے بارے میں مسیح موعود کو خدا تعالیٰ کی طرف سے صرف ایک لڑکے کی اطلاع نہیں دی جاتی رہی۔ بلکہ دو لڑکوں کے بارے میں اطلاع دی جاتی رہی ہے جن میں سے ایک نے فتنہ پرداز ہونا تھا اور دوسرے نے مصلح موعود۔ لیکن جب مسیح موعود کو ایک عظیم الشان لڑکے کی بشارت دی گئی تو انہوں نے اس پیش گوئی کو شان دار طریق پر شائع اور مشتہر کر دیا۔ لیکن الٰہیات کی زبان میں لڑکے کا مفہوم بہت وسیع تھا اور پھر وقت کی تعیین بھی نہیں کی گئی تھی۔ اب بجز خدا تعالیٰ کے یہ کون جان سکتا تھا کہ لڑکے سے مراد پہلی نسل کا لڑکا ہے یا آئندہ نسل کا کوئی

فرو یا اس سے مراد روحانی اولاد میں سے کوئی لڑکا ہے۔ لیکن پیش گوئی کے شان نزول سے مسیح موعود نے یہی تاثر لیا کہ مصلح موعود فوری طور پر پیدا ہونے والا ہے۔ چنانچہ حضور خود بھی اس کی پیدائش کے لئے دعائیں فرمایا کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی دعا کے لئے کہا کرتے تھے۔

(تذکرہ ص ۷۵۹، ۷۶۰)

یہی وہ تاثر تھا کہ جس نے "عبداً غیر صالح" کی پیش گوئی کو پس حجاب ڈال دیا۔ اب جب کہ ملک بھر میں اس عظیم الشان پیش گوئی کی تشہیر کی جا چکی اور اپنے اور پرائے محو انتظار ہو گئے۔ تو ہوا یہ کہ پہلے حمل سے لڑکی پیدا ہو گئی۔ جس پر مخالفوں نے شور برپا کر دیا اور ملک بھر میں ہنسی مذاق اور تمسخر کا ایک طوفان برپا ہو گیا۔ لیکن الہامات میں چونکہ پہلے حمل کی شرط نہ تھی۔ لہٰذا مسیح موعود نے مخالفوں کا منہ بند کرنے کے لئے اشتہارات چھپوائے۔ یہ پیش گوئی چونکہ ایک بہت بڑی خوشخبری تھی اور مامورین کو یہ شوق دامنگیر رہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے منہ کی باتیں جلد جلد پوری ہو کر تقویت ایمان کا باعث بنیں۔ لہٰذا یہی نیک خواہش تعجیل کے رنگ میں (مرزا قادیانی کی) اجتہادی غلطیوں کا باعث بنی۔ مسیح موعود کا ذہن اس خوش کن اور پر شوکت پیش گوئی کے گرد گھومتا رہا اور انہوں نے لڑکے کے عام مفہوم کو ذہن میں رکھ کر اور نیز اس تاثر کے تحت کہ لڑکا موجودہ نسل سے ہوگا پے در پے اعلانات کئے اور پہلے حمل سے لڑکی کی ولادت پر جو مخالفت کا طوفان اٹھا تھا اسے فرو کرنے کی حتی الوسع کوشش کی۔ آخر کار دوسرے حمل میں بشیر اوّل پیدا ہوا۔ جس پر مسیح موعود نے یہ خیال کر لیا کہ یہی مصلح موعود ہے اور اس خیال سے استہزاء اور تمسخر کرنے والے مخالفوں کو للکارا۔ مگر قدرت کی ستم ظریفی یہ ہوئی کہ بشیر اوّل بھی ایک سال بعد فوت ہو گیا۔ بس پھر کیا تھا ملک بھر میں تمسخر کا ایک ایسا طوفان بدتمیزی برپا ہوا کہ الامان والحفیظ! ان حالات میں حضرت مسیح موعود مصلح موعود کی پیش گوئی کے بارے میں جہاں بہت زیادہ محتاط ہو گئے تھے وہاں وہ بہت زیادہ حساس بھی ہو گئے تھے۔ وہ مخالفوں کا منہ بند کرنے کے لئے برابر اپنی اولاد میں مصلح موعود کی تلاش کرتے رہے اور جہاں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے فوت شدہ لڑکوں یعنی بشیر اوّل اور مبارک احمد پر حتمی طور پر تو نہیں لیکن ظنی طور پر اس پیش گوئی کو چسپاں کر دیا تھا۔ وہاں موجودہ خلیفہ صاحب کی پیدائش پر بھی ان کا نام بطور نیک فال محمود احمد رکھا جو کہ درحقیقت مصلح موعود کا ہی الہامی نام ہے۔ اسی طرح ہمیں مصلح موعود کے ایک دو الہامی نام جیسا کہ "قمر الانبیاء" اور "بادشاہ" مرزا بشیر احمد اور مرزا شریف احمد کے ساتھ بھی منسلک نظر آتے ہیں۔

پس اس (مرزا کی) تعجیل پسندی کی وجہ سے جس کا سرچشمہ نیک خواہشات تھیں مسیح موعود کو مصلح موعود کی پیش گوئی کے بارے میں بار بار اجتہادی ٹھوکریں کھانی پڑیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس تعجیل پسندی اور اجتہادی قیاس آرائیوں کو دور کرنے کے لئے بار بار بکثرت الہامات ہوئے۔ جیسا کہ الہام ''اتی امر الله فلا تستعجلوه ''(تذکرہ ص ۳۶۵) اور تم ظاہر لفظ اور الہام پر قانع ہو اور اصل حقیقت تم پر مکشوف نہیں اور الہام ''وہ کام جو تم نے کیا خدا کی مرضی کے موافق نہ ہوگا'' سے ظاہر ہے۔ مگر مصلح موعود کی عظیم الشان اور پرشوکت پیش گوئی مسیح موعود کے دل و دماغ پر ایسی چھائی ہوئی تھی اور اس کے متعلق وہ ایسے حساس ہو چکے تھے کہ ان کا ذہن مبارک احمد کی وفات تک دوسری طرف منتقل نہ ہوا اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی وفات ستمبر ۱۹۰۷ء میں ہوئی اور مسیح موعود کا وصال اس کے سات ماہ بعد مئی ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ اب قارئین خود ہی غور فرمالیں کہ مسیح موعود کا یہ تاثر کہ مصلح موعود موجودہ نسل سے ہی ہوگا کب دور ہوا۔

صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات کے معاً بعد مصلح موعود کے بارے میں پھر الہامات ہونے شروع ہوگئے۔ جیسا کہ ان الہامات سے ظاہر ہے۔ ''انا نبشرك بغلام حليم''
(تذکرہ ص ۷۳۳)

''سأهب لك غلام نكيا'' (تذکرہ ص ۳۳۸)

''انا نبشرك بغلام اسمه يحيىٰ'' (تذکرہ ص ۳۳۸)

اور ان کے ساتھ ''جاء الحق وزهق الباطل '' کا الہام شامل کر کے بتلادیا کہ یہ الہامات مصلح موعود کے بارے میں ہیں کہ درحقیقت حق کا غلبہ اور باطل کی شکست اسی کے زمانے میں مقدر تھی اور پھر ان الہاموں کے درمیان ایک اور الہامی دعا حضرت اقدس کی زبان پر جاری کر کے اس امر کی طرف ایک لطیف اشارہ بھی کر دیا کہ موجودہ اولاد طیب اور پاک نہیں ہے۔ جیسا کہ الہام ''رب هب لي ذريه طيبة ''(تذکرہ ص ۷۳۹) سے ظاہر ہے کہ اس الہامی دعا کے بعد مرزا قادیانی کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی اور اگر پہلے ہی پاک اور طیب اولاد موجود تھی تو پھر یہ الہامی دعا بے معنی اور فضول تھی اور خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی عبث اور فضول کلام کی توقع ممکن نہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ موجودہ اولاد پاک اور طیب نہیں تھی اور ''رب هب لي ذرية طيبة'' کی الہامی الفاظ میں بھی پاک اولاد کی صورت میں مصلح موعود کی ہی پیش گوئی پنہاں تھی۔ پس اس حقیقت کے پیش نظر کہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی وفات کے بعد مرزا قادیانی کے ہاں

کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ ان الہامات کے حتمی طور پر یہ معنی تھے کہ مصلح موعود کسی آئندہ زمانے میں پیدا ہوگا۔ پس ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کی مصلح موعود والی پیش گوئی کے متعلق جس کو بڑے طمطراق اور تحدی سے بار بار مشتہر کیا جاتا رہا بار بار اجتہادی قیاس آرائیوں کا غلط ثابت ہونا ایک صدمہ تھا۔ جس سے مسیح موعود اور اس کے رفقاء کو دوچار ہونا پڑا اور اس تمام عرصہ میں مسیح موعود اس پیش گوئی کے بارے میں بڑے حساس ہو چکے تھے۔

مرزا کو بدکار لڑکا ہوگا

ایسے حالات میں استعارۃً اور تمثیلاً ایک بدکار لڑکے کے بارے میں بھی مسیح موعود کو الہامات ہو رہے تھے۔ مگر وہ ذہن کہ جو اولاد میں مصلح موعود کی تلاش میں مستغرق اور محو تھا اور مخالفوں کے تیروں کا نشانہ بنا ہوا تھا ان الہامی استعارات اور تمثیلات پر پورا پورا دھیان نہ دے سکا۔ گویا مصلح موعود کی پیش گوئی نے بدکار لڑکے کی پیش گوئی پر ایک حجاب ڈالے رکھا اور یہ حجاب، ذہنی کیفیت، تمثیلات اور استعارات کے رنگ میں ہونا بھی چاہئے تھا کہ اگر مسیح موعود کو صاف اور کھلے الفاظ میں اور نام لے کر بتا دیا جاتا کہ آپ کا فلاں لڑکا بدکار اور جماعت کے لئے فتنہ کا باعث بنے گا تو اس سے مسیح موعود کو کس قدر تکلیف ہوتی اور دینی مہمات میں کس قدر رخنہ اور تعطل پڑ جاتا اور پھر مسیح موعود ایسے لڑکے کو گھر میں رہنے ہی کیوں دیتے، فوراً عاق کر کے لاتعلقی کا اعلان فرما دیتے اور گھر سے نکال دیتے۔ جیسا کہ موجودہ خلیفہ پر ایک شکایت کی بناء پر جو کہ ان کی بدچلنی کے ہی متعلق تھی۔ مسیح موعود نے عاق اور گھر سے نکال دینے کا ارادہ ظاہر کر دیا تھا۔ ایسی صورت میں یہ لڑکا خلیفہ کیوں کر بنتا اور وہ سارا فتنہ جس کا ذکر الہامات الٰہی میں موجود ہے کیونکر پیدا ہوتا۔ پس دین کے اس حصہ کو جو امور غیب اور پیش گوئیوں پر مشتمل ہوتا ہے پراسرار رکھا جاتا ہے اور ان کے بیان کرنے میں استعارات اور تمثیلات سے کام لیا جانا ضروری اور لابدی ہوتا ہے۔ تا الہامی حقائق لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو کر یکے بعد دیگرے وقوع پذیر ہوتے رہیں۔ تاوقتیکہ وہ وقت آن پہنچے کہ جو پیش گوئی کے ظاہر ہونے کے لئے مقدر ہو۔ پس اس بات میں خدا تعالیٰ کے کلام کے پراسرار ہونے میں بھی ایک حکمت ہوتی ہے۔

مقدر میں مصلح نہیں بدکار؟

اب یہ کس قدر پراسرار کام ہے کہ مامور تو ایک مصلح کی تلاش میں مضطرب ہے۔ لیکن فی الحقیقت مقدر میں ایک بدکار لڑکا ہے۔ یہ مضمون اگرچہ مزید وضاحت طلب ہے۔ مگر ہم

طوالت کے خوف سے معذور ہیں۔ مامور کا قیاس غلط ہو سکتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کا کلام اٹل اور حتمی ہوتا ہے۔ زمین اور آسمان اپنے مقام سے ٹل سکتے ہیں۔ مگر خدا کے منہ سے نکلی ہوئی بات نہیں ٹل سکتی۔ جیسا کہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔ ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے۔ اب ہم مصلح موعود کے ذکر کو یہاں پر چھوڑتے ہوئے پیش گوئیوں کے اس حصہ کو لیتے ہیں کہ جو "الفتنة ھاھنا" اور "انہ عبدا غیر صالح" (تذکرہ ص ۸۸) کے الہامی الفاظ میں ایک فتنہ باز اور بدکار لڑکے کے بارے میں ہے۔

مرزا کی لاعلمی

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ مسیح موعود سلسلہ مامورین کے اسی خصوصی گروہ سے متعلق تھے جنہوں نے موجودہ زمانہ کے مفاسد کی اصلاح کے علاوہ آئندہ واقعات کی تعیین و تصدیق بھی کرنی تھی۔ اس ضمن میں براہین احمدیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں ان کے ذریعہ مفاسد زمانہ کی اصلاح کے لئے علوم ظاہری و باطنی پھیلائے جا رہے تھے۔ وہاں ان کے ذریعہ امور غیب پر مشتمل پیش گوئیوں کا ایک سلسلہ جاری تھا۔ آج وہ باتیں جو براہین احمدیہ کے زمانہ میں خواب وخیال اور فہم انسانی سے بالاتر معلوم ہوتی تھیں اور جن کے متعلق خود مسیح موعود سوائے یہ کہنے کے کہ یہ استعارات اور تمثیلات ہیں اور خدا ہی ان بھیدوں کو بہتر جاننے والا ہے اور کوئی وضاحت نہ کر سکے۔ اب واقعات کے رنگ میں پوری ہو کر ہمارے سامنے آ گئی ہیں اور اب ہمارا ایسے معمولی فہم کے انسان بھی خدا کے کلام کی اعجازی شان اور صداقت کو دیکھ کر ایمان تازہ کر رہے ہیں۔ پس جہاں ہم دیکھتے ہیں کہ الہام "تری نسلاً بعیداً" کے ذریعہ مسیح موعود کو خدا تعالیٰ نے نہایت ابتدائی ایام میں اشارۃً مصلح موعود کی خبر دے دی تھی۔ وہاں فتنہ کے بارے میں بھی ابتداہی سے الہامات شروع ہو گئے تھے۔ "الفتنة ھاھنا" اور "انہ عبد غیر صالح" (تذکرہ ص ۸۸) اور "ایلی ایلی لما سبقتنی" (تذکرہ ص ۹۴) جن میں اس فتنہ کی طرف اشارہ ہے۔ ابتدائی زمانہ کے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ ان اشارات کی مزید وضاحت کرتا گیا۔ یہاں تک کہ یہ داستان مکمل ہو کر الہامات کے رنگ میں محفوظ ہو گئی۔

یہ فتنہ جس کی خبر مامور زمانہ کو دی گئی کوئی معمولی فتنہ نہ تھا اور نہ ہی معمولی واقعات سے خدا تعالیٰ مامورین کو اطلاع دیتا ہے۔ جو بات جناب الٰہی کے حضور میں نہایت اہم اور سنگین ہو اس کی اطلاع دی جاتی ہے۔ ہاں بعض اوقات حاضرین مجلس کے ازدیاد ایمان کے لئے یعنی ان

لوگوں کی تقویت کے لئے جو کسی مامور کے گرد جمع ہوتے ہیں بعض چھوٹی چھوٹی اور وقتی باتوں کی اطلاع بھی دے دی جاتی ہے۔ مگر وہ پیش گوئیاں کہ جن میں آئندہ زمانے کے حالات مخفی ہوتے ہیں۔ نہایت خاص اور اہم واقعات پر مشتمل ہوتی ہیں۔ پس معلوم ہونا چاہئے کہ جس فتنہ کے بارے میں خدا تعالیٰ کو پیش از وقت اپنے مامور کو اطلاع دینی پڑی وہ کوئی معمولی فتنہ نہیں ہوسکتا۔ پھر بغیر کوئی تفصیل بتلانے کے محض یہ کہہ دینا کہ فتنہ یہاں ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کوئی معروف فتنہ ہے جس کا ذکر پہلے بھی موجود ہے۔

مرزا محمود کا فتنہ دجالی ہے

گویا احادیث نبوی میں حضرت مسیح موعود کے زمانہ کے لئے جس فتنہ دجال کا ذکر ہے یہ فتنہ بھی اسی کی ایک داخلی شاخ ہے۔ ''ھاھنا'' کا لفظ صاف طور پر اس فتنہ کی داخلی اور اندرونی ہونے کی طرف دلالت کرتا ہے۔ دراصل حق و باطل کی جنگ تا ہنوز ناتمام ہے۔

شیطان بر کارواں

شیطان کو جب جملہ خارجی محاذوں پر خدا تعالیٰ کے مامور سے شکست فاش ہوئی تو اس نے داخلی طور پر ایک فتنہ عظیم کی طرح ڈالی اور مذہبی نقاب اوڑھ کر مسیح موعود کی جماعت میں داخل ہوگیا اور شدہ شدہ میر کارواں بن گیا۔ شیطان کی یہ چال نہایت خطرناک ثابت ہوئی اور وہ مامور کی جماعت کے بیشتر حصہ کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ آخر ''ایلی ایلی لما سبقتنی'' یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا، کی الہامی فریاد جو مامور وقت کی زبان سے گروانی گئی عبث اور فضول نہ تھی کہ خدا تعالیٰ سے کسی عبث بات کا سرزد ہونا محال ہے۔ پس مسیح موعود کی اس الہامی فریاد سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی معمولی فتنہ نہیں تھا۔ معلوم ہونا چاہئے کہ مامورین بہت بڑے دل گردے کے مالک ہوتے ہیں اور انتہائی مایوسی اور جان کنی کی حالت میں بھی فریاد نہیں کرتے۔ البتہ جب وہ مشن جس کے لئے وہ مامور ہوتے ہیں بالکل تباہ ہوتا نظر آئے تو پھر اضطراب و بے بسی کے عالم میں بے ساختہ منہ سے فریاد نکل جاتی ہے۔ ''ایلی ایلی لما سبقتنی'' کی فریاد اس سے قبل مسیح ناصری نے تختہ دار پر لٹکائے جانے سے قبل کی تھی۔ جب مسیح ناصری علیہ السلام کو صلیبی موت یقینی نظر آنے لگی اور اس کے ساتھ ہی وہ مشن بھی تباہ ہوتا نظر آیا کہ جس کے لئے ان کو مبعوث کیا گیا تھا اور حالات انتہائی مایوس کن اور بظاہر ناامیدی کے ہوگئے تھے اور خدا کا رسول بھی گھبرا گیا تھا۔ اس وقت یہ الفاظ بے ساختہ فریاد کی شکل

میں زبان پر آئے۔ اسی فریاد کا مسیح موعود کی زبان پر دہرائے جانا اور بار بار دہرائے جانا کیا خداتعالیٰ کا ایک عبث فعل تھا۔ "فتدبروا" پس معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی مسیح موعود کے مشن کی قریباً قریباً تباہی تھی اور جماعت کے بیشتر حصہ نے گمراہ ہو جانا تھا۔ تبھی تو مسیح موعود کو روحانی طور پر "ایلی ایلی لما سبقتنی" اور "رب انی مغلوب فانتصر" کہنا پڑا۔ اب "رب انی مغلوب فانتصر" سے بھی یہی مراد ہے کہ حق مغلوب ہو جائے گا اور باطل کو اپنی اکثریت وکامرانی پر ناز ہوگا۔

خلیفہ قادیان کے مظالم

ان الہامات کے پیش نظر جب ہم خلیفہ صاحب ربوہ اوران کے پیروکاروں کی حالت کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ کوئی معمولی فتنہ نہیں۔ قادیان میں ان لوگوں نے ایسے ایسے مظالم کئے کہ انسانیت کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور ہم بچشم خود ان مظالم کو دیکھتے رہے ہیں اوران حقائق کے پیش نظر خداتعالیٰ کے الہامات میں بھی ان ظالموں کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ الہام: "انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علو باستکبار" میں "الا الذین علو باستکبار" میں انہی ظالموں کا ذکر ہے اور مسیح موعود کو متعجب ہونا پڑا اور فرمایا: "الا الذین علو" ہمیشہ ساتھ ہی ہوتا ہے۔ خدا معلوم اس کے کیا معنی ہیں اور اکثر الہامات میں مسیح موعود نے "واللہ اعلم" اور خدا معلوم فرما کر اس بات کو کھول دیا ہے کہ ان کے بیان کردہ معانی صرف قیاسی ہیں اوران الہامی پیش گوئیوں کی اصل حقیقت صرف خداتعالیٰ کو ہی معلوم ہے جو کہ اپنے وقت پر خود بخود ظاہر ہو جائے گی۔ بھلا مسیح موعود کے وقت جب کہ جماعت نور علیٰ نور تھی ان الفاظ کے معانی کیا کھلتے۔ ان الفاظ کے معنی تو بعد میں ہی کھلنے تھے جب کہ ظالموں کو ان کے ظلم وتشدد کی وجہ سے اس بستی سے نکال دیا جاتا تھا۔ وقت گذرتا گیا اور موجودہ خلیفہ کا دور آیا اور رفتہ رفتہ ان کے چلن کے بارے میں خبریں پھیلنی شروع ہوئیں جو کہ دن بدن شدت اختیار کرتی گئیں۔ جب عام چرچا ہو گیا تو خلافت مآب کو فکر دامن گیر ہوا اوران خبروں کو دبانے کے لئے گوناگوں ظالمانہ کارروائیوں کا سہارا لیا گیا۔ خلیفہ صاحب کو رات دن منافقوں کے بارے میں خوابیں آنے لگ گئیں۔ غریبوں کا مقاطعہ شروع ہوا۔ ان کو قادیان سے نکالا جانے لگا۔ پالتو مولویوں کو فعال کیا گیا۔ جنہوں نے اشارہ پاتے ہی اپنے ولی نعمت کی خوشنودی کے لئے جابجا جلسے کئے اور جلوس نکالے اور ایک طرف تو انہوں نے خلافت مآب پر تقدس کے خلاف چڑھانے

شروع کر دیئے اور دوسری طرف بیکس ناقدین کے خلاف پبلک کو مشتعل کرنا شروع کر دیا اور معترضین کو مرتد و منافق قرار دے کر کعب بن اشرف کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ نتیجہ واضح تھا۔ معترضین اور ناقدین پر سر بازار قاتلانہ حملے شروع ہو گئے۔ غریبوں کے مکانوں کو جلایا اور لوٹا جانے لگا۔ ایک بار ہمیں مولوی عبدالکریم صاحب مباہلہ والے کے سوختہ مکان سے ملحقہ مکان میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ گرمیوں کا موسم تھا اور ہم مکان کے صحن میں سوئے ہوئے تھے کہ آدھی رات گذرنے کے بعد مکان کے پچھواڑے سے کھٹ پٹ کی آواز آئی اور اس کھڑاک کی وجہ سے ہی ہم بیدار ہو گئے تھے۔

قادیانی ملاّ چور

پہلے خیال گذرا کہ شاید کوئی مکان کے پچھواڑے سے نقب لگا رہا ہے۔ سو بطور احتیاط ٹارچ اور تلوار لے کر اوّل اپنے کمرے کو کھولا۔ مگر خیریت نظر آئی۔ مگر پچھواڑے سے کھٹ پٹ کی آواز بدستور آ رہی تھی۔ ہم سوچ ہی رہے تھے کہ ہمیں اپنے صحن کی دیوار کے ساتھ آدمیوں کے بولنے اور چلنے کی آواز آئی۔ ہم نے آہستہ سے اس طرف کا دروازہ کھول لیا اور تلوار سونت کر چوروں کے سامنے سے گذرنے کا انتظار کرنے لگے۔ جب چور ہمارے مقابل پر آئے تو ہم نے حملہ کے لئے بالکل تیار ہو کر اوّل ٹارچ روشن کی۔ ٹارچ کی روشنی اوّل جس چور پر پڑی وہ ایک مولانا تھے اور مولوی عبدالکریم صاحب کے سوختہ مکان سے آہنی گارڈر نکال کر اپنے چند ساتھیوں کی امداد سے اپنے گھر لے جا رہے تھے۔ ہم نے لاحول پڑھا اور دروازہ بند کر کے پھر لیٹ گئے اور سوچنے لگے کہ ادھر مولویوں کا تو یہ حال ہے اور دوسری طرف خلیفہ صاحب کے خلوت خانوں کا نہ جانے اس وقت کیا رنگ ہو۔ ہاں اس واقعہ کو تو ہم نے ضمناً لکھ دیا ہے۔ غرض ان ظالموں نے یہاں تک ظلم کیا کہ اس پاک بستی کی گلیوں کو غریبوں کے خون سے لالہ زار بنا دیا۔ مولوی فخرالدین صاحب ملتانی کے نام نامی سے کون ناواقف ہے۔ وہ سلسلہ کی بیشتر کتب کے ناشر تھے اور ہم نے ان کو بارہا خلیفہ صاحب سے بے تکلف باتیں کرتے بھی دیکھا ہے اور پھر ان کی سینہ چاک اور دلفگار نعش کو بھی دیکھا ہے اور ان کی نعش پر ان کی بیوہ کو بین کرتے اور معصوم بچوں کو بلکتے بھی دیکھا ہے۔ اگر ہم ان مظالم کی طویل داستان کو تحریر میں لادیں کہ جو خلیفہ کے مصنوعی تقدس کے قیام کی خاطر غریبوں پر کئے گئے تو اس دلخراش داستان سے انسانیت کانپ اٹھے اور ہمیں ان باتوں کو تحریر میں لانے کے لئے ضخیم کتابیں لکھنی پڑیں۔ اب ان واقعات کی روشنی میں ’’الا الذین علو

باستکبار'' کا مفہوم کس قدر واضح ہو جاتا ہے۔

مرزا محمود کی رنگین داستانیں

ان روح فرسا مظالم کے باوجود خلیفہ کے خلوت خانوں کی رنگین داستانیں دن بدن زیادہ شدت کے ساتھ منظر عام پر آنے لگیں اور بات اپنوں کے ہاتھوں سے نکل کر غیروں کی محفلوں میں جا پہنچی۔ اگر کوئی ایک آدھ واردات ہوتی اور پھر توبہ کر لی جاتی تو شاید یہ بات بھی دب جاتی۔ مگر شہوات نفسانیہ کا طوفان برپا تھا۔ اس طوفان کو کون روک سکتا تھا۔ اس بپھرے ہوئے طوفان کے آگے بیوگان کے بین اور یتیم بچوں کے بلکنے کی کیا حقیقت تھی اور پھر ناقدین کوئی غیر نہ تھے۔ بلکہ سب کے سب قریبی لوگ اور خلیفہ کے حاشیہ نشین تھے۔ غرض اس ظلم وتشدد کے باوجود ان رنگین داستانوں نے اس قدر طول کھینچا کہ ملک کا کوئی اخبار ایسا نہ ہوگا کہ جس کے صفحات کی زینت یہ داستانیں نہ بنی ہوں اور آج تک پریس میں حلفیہ شہادتیں شائع ہو رہی ہیں اور مباہلہ کے پوسٹر دیواروں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہمیں آج ہی ایک پوسٹر موصول ہوا ہے کہ جس میں خلیفہ کو مباہلہ کے لئے للکارا گیا ہے۔ مگر مباہلہ کون کرے۔ کوئی نیک اور پاک طینت ہو تو میدان میں اترے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس ضمن میں خلیفہ کے مؤقف کی جو کہ سراسر روباہ کاریوں کا مرقع ہے اور ان کے پالتو مولویوں کی ابلہ طرازیوں کی وضاحت نہیں کر سکتے۔ ان سب مسائل پر ہم نے اپنی اس چٹھی میں کسی حد تک روشنی ڈالی ہے جس کا ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں اور اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوا تو ہم اس تحریر کے بعد اس چٹھی کو بھی شائع کر دیں گے۔ اس چٹھی میں ہم نے ایک پالتو مولوی کا نام لے کر ذکر کیا ہے جو کہ آج کل خطاب یافتہ ہو چکے ہیں۔ غرض خلیفہ کی پروپیگنڈا تکنیک اور پالتو مولویوں کی جان توڑ کارگزاریوں کے باوجود یہ داستان اس ملک کے ہر شہر کے گلی کوچوں کے در و دیوار پر ثبت ہو گئی اور جماعت خلافت مآب کے تقدس کی تشہیر پر کروڑوں روپے صرف کر کے اور قریباً نصف صدی کا طویل عرصہ گذارنے پر بھی آج اسی مقام پر کھڑا ہے۔ جہاں آج سے تیس سال قبل تھا۔ اس عرصہ میں تحریک احمدیت کی اس قدر بدنامی ہوئی کہ سر ندامت کے مارے جھک جاتا ہے اور یہ روحانی تحریک لوگوں کی نظروں میں مشتبہ اور مشکوک ہو کر رہ گئی اور ایسی قعر مذلت میں جا گری کہ رسوائی کے لحاظ سے کوئی دوسری تحریک اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور اس حقیقت سے کوئی فہمیدہ انسان انکار نہیں کر سکتا کہ مذہبی لیڈروں میں خلیفہ صاحب ربوہ زمانہ حال کی بدنام ترین شخصیت ہیں......

اخلاقی اور روحانی لحاظ سے کس قدر روح فرسا اور مکروہ اور نا قابل تسلیم نوعیت کی عکاسی کرتا ہے۔ مگر نفسیاتی اعتبار سے یہ حقیقت شہوانی بے اعتدالیوں کا ایک لازمی نتیجہ ہوتی ہے اور اس کے علاوہ بھی بعض عینی شاہدوں نے ہمارے روبرو اس قسم کے مکروہ حقائق کا اعتراف کیا ہے۔ مگر یہ پروپیگنڈے اور اندھی عقیدت کی کرشمہ سازی ہے کہ کسی مرید سے جا کر پوچھو تو وہ فوراً خیالات کے مارے یہ کہہ کر بھاگ جائے گا کہ جناب مطہر لوگوں پر اس قسم کا گند اچھالا ہی جاتا ہے اور پالتو مولویوں نے تو اس قسم کے جعلی اور گمراہ کن قصے از بر کئے ہوئے ہیں۔" نعوذ بالله من هذا الخرافات "غرض یہ ایک اور ظلم ہے کہ جو ان لوگوں اور ان کے سرغنہ کی بدولت جو مطہرین و اتقیا پر ہو رہا ہے۔ بھلا اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ جملہ روحانی قدروں کو مشکوک بنا کر رکھ دیا جائے۔ یہ درندے ہر مزکی پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور یہ سانپ ہر متقی کو ڈس رہے ہیں۔ لیکن ہم ان خطاب یافتہ پالتو مولویوں کو کس طرح سمجھائیں......

مرزا محمود کی قلابازی

مسلمانوں کے معصوم بچوں کو ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں سے تشبیہ دے کر ان کے جنازوں تک کو نا جائز قرار دیتے رہے اور جب محاسبہ کا وقت آیا تو یہ اولوالعزم خلیفہ گھبرا کر ریشہ خطمی ہو گئے اور اگر چہ مگر چہ چونکہ چنانچہ کی فرسودہ اور رکیک تاویلات کی آڑ لے کر بمشکل تمام اپنے پچاس سالہ عقائد سے جان چھڑائی۔ غرض کوئی دین ہوتا تو اس پر قائم رہتے۔ ایک خانہ ساز بات تھی جب حالات سازگار نظر آئے۔ اقرار کر لیا اور جب ذرا دگرگوں دکھائی دیئے انکار کر دیا۔ خلیفہ خود تو کسی دین کے پیرو نہیں۔ البتہ جو بات ان کے منہ سے نکل جائے وہ پالتو مولویوں کی بدولت دین بن جاتی ہے۔ فی الحال ہمارے مدنظر ان کے خود ساختہ عقائد کا بطلان نہیں کہ یہ کام خادمان مسیح یعنی لاہور کے پاک ممبر بوجہ احسن سرانجام دے رہے ہیں۔ ہم اس تحریر کے ذریعہ خلیفہ کے دعاوی کی جانچ پڑتال کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو ان کے اصل مقام سے روشناس کروانا چاہتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کے کلام میں ان کے لئے متعین اور مخصوص کیا گیا ہے۔

کاٹھ کی ہنڈیا

چونکہ خلیفہ کے پرانے عقائد کی قلعی ۱۹۵۳ء میں برسر عدالت کھل گئی تھی اور ان کے عقائد محاسبہ کی ٹھوکر سے ایسے گرے کہ گرتے ہی چکنا چور ہو گئے۔ دنیا ان جعلی عقائد کی تباہی و بربادی پر انگشت بدنداں تھی۔ کاٹھ کی ہنڈیا کب تک چولہے پر رہتی۔ آخر جلنا تھا جل گئی اور خلیفہ

کو پناہ حاصل کرنے کے لئے ایک نئے قلعے کی ضرورت تھی۔ مرید تو پہلے ہی افراد عقیدت سے اندھے تھے۔ پالتو مولویوں کی پلٹنیں موجود تھیں۔ اخبار اور پریس صرف ایک اشارہ کے منتظر تھے۔ غریبوں سے جمع کئے ہوئے چندوں کے انبار لگے ہوئے تھے اور خلیفہ بھی یورپ کے شاہانہ ہوٹلوں کا طوفانی دورہ فرما کر تازہ دم ہو چکے تھے۔ سوچا کہ لوگ ہمارے پرانے عقائد کی الجھنوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور ہمارے چکنا چور عقائد کے انبار پر سے فی الحال اگر چہ، مگر چہ، چونکہ، چنانچہ کے فرسودہ پردے اٹھا رہے ہیں۔ کیوں نہ ہم عقیدت کے بندوں کو ایک نیا جل دیویں۔ ظاہر ہے کہ خلیفہ کا سارا تانا بانا ہی بکھر چکا تھا اور وہ بہت زیادہ فکر مند تھے اور ایک عرصہ سے ایک گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ آخر کار جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء کا موقع آیا اور خلیفہ نے آیت استخلاف کے تحت خلیفہ ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ نہ صرف یہ کہ خود آیت استخلاف کے تحت خلیفہ ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ بلکہ قیامت تک کے لئے آیت استخلاف کے تحت خلافت سازی کے قواعد وضوابط بھی بنا کر پیش کر ڈالے۔

شیطان سجدے میں

اور پھر اس خلافت کو گھر کی لونڈی یا بنانے کے لئے ابنائے فارس کی توحید پرستی پر بھی وعظ فرمایا اور بظاہر خلیفہ اوّل کی اولاد کو نشانہ بنا کر در پردہ خلیفہ پر اجارہ داری حاصل کرنے کی ایسی چال چلی کہ ابلیس بھی شکرانے کے طور پر اس دن سجدے میں گر گیا ہوگا۔ ہم حیران ہیں کہ الہام ''خذو التوحيد التوحيد يا ابناء الفارس ''(تذکرہ ص ۲۷۸) میں یہ ضمانت کہاں ہے کہ اب ابنائے فارس تا قیامت توحید پرست اور نیکوکار رہیں گے اور اس سے یہ نتیجہ کیوں کر نکل آیا کہ ابنائے فارس سے خدا تعالیٰ کا کوئی خاص لگاؤ اور تعلق ہے۔

مرزا محمود شیطان

جو شخص ''نحن ابناء الله ''اور ''نحن ابناء الفارس '' کا قائل ہے۔ وہ تو مکتب توحید میں داخل کئے جانے کے لائق ہی نہیں اور ''انــا خيـر منـه '' کا نعرہ شیطانی ہے۔ لہٰذا جو شخص اس قسم کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ وہ بلا شبہ شیطان الرجیم ہے اور اس کی گمراہی سے بچنے کے لئے اس کی شناخت از بس ضروری ہے۔ پس ہمارے نزدیک خلیفہ کی تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء بعنوان ''خلافت حقہ اسلامیہ'' ایک ایسا دجل ہے جس کی مثال ملنی محال ہے۔ پھر اس دجل کاری کو مریدوں کو ذہن نشین کرانے کا خاص اہتمام کیا گیا۔ پالتو مولویوں کو حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کو یہ تقریر

از بر کرا دیں۔ لہٰذا انہوں نے تقریر کے مضمون کے پیش نظر نو جوانوں کے علاوہ بچوں، بوڑھوں اور خواتین تک سے امتحان لئے، باقاعدہ پرچے بنائے گئے اور جو لوگ کامیاب ہوئے ان کے نام اخبارات میں شائع کئے گئے۔ مدارس میں جن بچوں اور بچیوں نے کسی وجہ سے ان امتحانات میں شرکت نہ کی ان کو سخت سرزنش کی گئی اور سنا ہے کہ بعض کو جرمانے بھی کئے گئے اور جو بدقسمت اس دجل کاری میں اوّل نمبر پر آئے ان کو انعامات دیئے گئے۔ تا خلافت سازی کا یہ خانہ ساز طریقہ مریدوں کو ازبر ہو جائے اور آیت استخلاف کی عملی تفسیر ایک ناٹک کی صورت میں لوگوں کے سامنے آجائے۔ گویا خلیفہ صاحب نے بزعم خود آئندہ کے لئے خدا تعالیٰ کو اپنے ان قوانین سے سبکدوش کر کے جس کے تحت وہ خلیفے مبعوث کرتا ہے اور حدیث مجددین کو منسوخ قرار دے کر یہ کارخداوندی بھی خود سنبھال لیا اور اس کوشش میں انہوں نے اپنے بزرگ باپ کی مثال کو بھی نظر انداز کر کے روحانی طور پر اپنے ناخلف ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا۔ کیا مسیح موعود نے لوگوں کے بنائے ہوئے قواعد وضوابط کے تحت ماموراور آیت استخلاف کے تحت خلیفہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اگر نہیں تو پھر کیا اس دجل کاری سے حدیث نبوی کی تصدیق نہیں ہوتی کہ دجال نبوت اور خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ خلیفہ آیت استخلاف کے تحت خلافت کا دعویٰ کر کے اس قباء کو تار بار کر رہے ہیں کہ جو ماموریں کے لئے مخصوص ہے اور پھر جعلی اور پر مصلح موعود بنے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ کوئی آسمان سے نہیں آتا۔ جب تک موعود نہ ہو اور کوئی موعود نہیں ہو سکتا۔ جب تک مامور نہ ہو ہم خطاب یافتہ پالتو مولویوں کے علم کو کیا کریں کہ انہیں الٰہیات کی ''اب ت'' کا بھی علم نہیں۔ ان کی مثال کمثل الحمار یحمل اسفارا کی ہے۔ گدھے پر اگر علم وحکمت کی کتابوں کا انبار بھی لاد دیا جائے تو پھر بھی وہ گندگی اور غلاظت پر منہ مارنے سے نہیں رکے گا۔ یہ اسی فتنے کا دوسرا رخ ہے۔

اب ہم اس فتنہ اور اس فتنہ باز لڑکے کے بارے میں خدا تعالیٰ کے کلام میں جو اطلاعات بطور پیش گوئی پائی جاتی ہیں۔ ان کی چند ایک مثالیں تحریر کرتے ہیں۔ ہم بار بار تحریر کر چکے ہیں کہ یہاں تفصیلات کی گنجائش نہیں۔ ورنہ اس بارے میں خدا تعالیٰ کے کلام میں اس قدر تفاصیل ہیں کہ اگر محض حوالہ جات درج کئے جائیں تو ایک کتاب کی صورت اختیار کر جائیں۔ لیکن پھر بھی جو کچھ ہم تحریر کریں گے وہ حقیقت حال کو سمجھنے کے لئے کافی ہوگا اور اس کی تردید انشاء اللہ تعالیٰ محال ہوگی۔

مرزا محمود پسر نوح

تفصیل نمبر ۱:...... یہ حقیقت سب پر واضح ہے کہ مسیح موعود کو خدا تعالیٰ نے مختلف ناموں سے پکارا ہے اور ہر ایک نام سے پکارے جانے میں کوئی خاص حکمت اور مناسبت ہے۔ پس منجملہ ان ناموں کے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کو نوح کے نام سے بھی پکارا ہے اور ساتھ ہی ''اصنع الفلك باعيننا ووحينا'' (تذکرہ ص ۲۱۹) کا حکم صادر فرمایا اور ''انه عبداً غير صالح'' اور ''انه عمل غير صالح'' کے الہامات کے ذریعہ کسی بدکار لڑکے کی نشان دہی فرمائی اور یہ حکم بھی دیا کہ: ''ولا تخاطبني في الذين ظلموا انهم مغرقون'' (تذکرہ ص ۸۸) جس کی دوسری قرأت یوں بھی ہے۔ ''ولا تكلمني في الذين ظلموا انهم مغرقون'' (تذکرہ ص ۶۰۷) اب جب ہم قرآن شریف کو اٹھا کر دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ قریباً قریباً اسی وحی کے الفاظ ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام پر نازل ہوئی اور ''انه عمل غير صالح'' کے الفاظ نوح علیہ السلام کے اپنے لڑکے کے بارے میں استعمال ہوئے ہیں۔ اب کیا یہ وحی جو حضرت نوح علیہ السلام کی طرف نازل ہوئی تھی۔ بغیر کسی مناسبت اور مشابہت کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوگئی اور ''نعوذ بالله من هذا الخيال'' کیا خدا تعالیٰ کا یہ کلام عبث، بے معنی اور بے وجہ تھا۔ اگر خدا تعالیٰ ایسی حکیم و علیم ذات پر ایسا بیہودہ اور لغو گمان نہیں کیا جا سکتا تو ''انه عمل غير صالح'' کا مفہوم صاف اور واضح ہے کہ مسیح موعود کو ایک سرکش اور غیر صالح لڑکے کی اطلاع دی جارہی ہے اور بعد میں واقعات نے بھی خدا تعالیٰ کے کلام کی صداقت ثابت کردی اور ''عمل غير صالح'' کے خلوت خانوں کی داستان اس ملک کے ہر اخبار میں شائع اور ہر شہر کے درودیوار پر چسپاں ہوگی اور آج ہم حضرت اقدس کے ایک لڑکے کو شہوات نفسانیہ کے طوفان میں مبتلا دیکھتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ شہوات نفسانیہ کے طوفان کی اصطلاح ایجاد بندہ ہے اور نوح کے طوفان سے اسے کیا نسبت ہے تو مسیح موعود کا اپنا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں:

''کیونکہ شہوات نفسانیہ کا طوفان ایک ایسا خوفناک اور پرآشوب طوفان ہے کہ بجز خاص رحم حضرت احدیت کے فرو نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ سے حضرت یوسف کو کہنا پڑا۔ ''وما ابرئ نفسي ان النفس لامارة بالسوء الا من رحم ربي'' یعنی میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا۔ نفس نہایت درجہ بندی کا حکم دینے والا ہے اور اس کے حملہ سے مخلصی غیر ممکن ہے۔ مگر یہ کہ خود خدا تعالیٰ رحم فرمائے۔ اس آیت میں جیسا کہ فقرہ ''الا مارحم ربي'' ہے۔ طوفان نوح کے ذکر

کے وعقت بھی اس کے مشابہ الفاظ ہیں۔ کیونکہ وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''لا عاصم الیوم من امــر اللہ الا مــن رحــم ''پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ طوفان شہوات نفسانیہ اپنی عظمت اور ہیبت میں نوح کے طوفان سے مشابہ ہے۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۴۹، خزائن ج ۲۱ ص ۲۰۶)

مسیح موعود فرماتے ہیں کہ تشبیہات میں پوری پوری تطبیق کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات ایک ادنیٰ مماثلت کی وجہ سے بلکہ صرف ایک جزو میں مشارکت کے باعث ایک چیز کا نام دوسری چیز پر اطلاق کر دیتے ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۱۷۷، خزائن ج ۳ ص ۱۳۸)

شہوات کا طوفان

لیکن یہاں تو تطبیق کی حد ہو گئی اور عرصہ تیس سال سے اس لڑکے کے بارے میں ایک شور اٹھ رہا ہے کہ وہ شہوات نفسانیہ کے طوفان میں مبتلا ہے اور انسان تو انسان اس ملک کی درو دیوار اس پر شاہد ہیں۔ مگر لڑکے نے ایک چپ سادھی ہوئی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی پاک دامن ہوتا تو اپنی صفائی باطن کے بارے میں ایسی شدید اور ہیبت ناک مؤکد بعذاب حلفیہ بیان دیتا کہ جس سے انسان تو انسان پہاڑوں کے دل بھی لرزہ براندام ہو جاتے اور لوگوں میں ایک کپکپی اور سناٹا چھا جاتا اور وہ ہیبت کے مارے ایسا کلمہ زبان پر لانے سے خوف کھاتے اور اگر کسی نے خلیفہ کی ذات کے متعلق آدھا لفظ ہی منہ سے نکالا ہوتا تو اس ہیبت ناک بیان کو دیکھ کر باقی کا آدھا لفظ منہ میں ہی نکل جاتا اور خدا تعالیٰ کے خوف اور اس کے عذاب کی دہشت سے کانپ اٹھتا۔ مگر یہاں کیا ہے کہ اصل معاملہ پر تو بالکل خاموشی ہے۔ مگر پالتو مولویوں اور مریدوں کے ذریعہ جملہ اتقیاء و اصفیاء کے دامن عفت کو پھاڑنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ایک خطاب یافتہ پالتو مولوی تو خلیفہ کے تحریر کردہ ایک مسودہ کو ہی شائع کر کے لوگوں کو مغالطہ دیتا پھرتا ہے کہ دیکھئے صاحب انہوں نے حلف اٹھائی ہے وغیرہ وغیرہ۔

مرزا محمود کا منہ کالا

دوسری طرف خلیفہ کو متعارف کرانے پر کروڑوں روپے خرچ کئے جا چکے ہیں۔ غرض پروپیگنڈا تکنیک سے چہروں کی اس سیاہی کو دور کرنے کی بے انتہاء کوشش کی گئی۔ مگر خدا تعالیٰ کے قول کے مطابق ''شــاھــت الوجوه'' (تذکرہ ص ۵۵۴) یعنی منہ کالے ہی رہے۔ اے خطاب یافتہ پالتو مولویو! دیکھو تم سب مل کر کروڑوں روپے کے اصراف سے خدا کے کلام کو جھٹلا نہیں سکے

اور یاد رکھو کہ اب اگر تمہاری نسلیں بھی اس کام میں لگ جاویں تو بھی خدا کے کلام کی تکذیب محال ہے۔ اے نادانو! "انہ عبد اغیر صالح" خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی صداقت کو روز روشن کی طرح ثابت کرنے کے لئے وہ خود تمہارے مقابل پر کھڑا ہے۔ پس اے جعلساز و غور کرو کہ تمہارا مقابلہ کس سے ہے۔ پھر "انہ عبد غیر صالح" میں کسی ایک مخصوص شخصیت کی طرف اشارہ ہے اور "انھم مغرقون" میں بہت سے افراد یعنی ایک جماعت کی طرف اشارہ ہے۔ پس ایک لڑکے کا علیحدہ طور پر خصوصیت سے ذکر اور اس کے مقابل ایک جماعت کے ذکر سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لڑکا جس کا دیگر لوگوں سے علیحدہ طور پر خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ ان کا سرگروہ ہے۔ یہاں کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ یہ سب معانی اور مطالب ہم اپنے پاس سے نکال رہے ہیں۔ اگرچہ ان الہامات اور واقعات کے ہوتے ہوئے اس کے یہی معنی ہیں کہ جو ہم نے بیان کئے اور کوئی دیگر معنی ہو ہی نہیں سکتے۔ مگر خود مسیح موعود نے بھی "ولا تکلمنی فی الذین ظلموا" کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: "میرے خیال میں یہ الہام ہماری جماعت کے بعض افراد کی نسبت ہے۔" (تذکرہ ص ۲۰۷، طبع دوم)

ہمارے خیال میں یہ بھی خدا تعالیٰ کی قدرت اور تصرف کا ایک کرشمہ ہے کہ مسیح موعود کے ذریعہ ہی یہ تشریح بھی کروا دی۔ ورنہ حضرت اقدس کے وقت لوگوں کے اخلاص وایثار اور تقویٰ وطہارت کے پیش نظر بھلا کون یہ خیال کر سکتا تھا کہ یہ جماعت بھی کبھی گمراہ ہو کر "انھم مغرقون" کے وعید کے نیچے آ جائے گی اور یہ الہامی شعر بھی اسی مفہوم کا آئینہ دار ہے۔

قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے

(تذکرہ ص ۲۳۲، طبع ۲)

یعنی پہلے حضرت اقدس کے ذریعہ بگڑا کام بنایا تھا اور پھر وہ بنا بنایا کام ایک غیر صالح لڑکے کے ذریعہ ٹوٹ بھی گیا۔ پس ہم خطاب یافتہ پالتو مولویوں سے گذارش کریں گے کہ وہ ناقدین کو منافق ومرتد کہنے اور لوگوں کو بہکانے سے باز آ جائیں اور دیکھیں کہ خود خدا بھی ان کا ہمنوا ہو کر پکار رہا ہے کہ آپ کا خلیفہ غیر صالح ہے۔ غریبوں کو تو منافق ومرتد کہہ لیا۔ اے خطاب یافتہ پالتو مولویو! اب خدا تعالیٰ کو کیا کہو گے۔ باز آ جاؤ۔ تم نے خدا کے کلام کی طاقت کو دیکھ لیا ہے۔ اس کا مقابلہ ترک کر دو۔ ورنہ پیس ڈالے جاؤ گے۔

قادیان سے یزیدی نکالے جائیں گے

تفصیل نمبر:۲...... مسیح موعود فرماتے ہیں کہ قادیان کے متعلق مجھے یہ الہام بھی ہوا ہے کہ "اخرج منه الیزیدیون" (تذکرہ ص ۱۸۱) یہ چھوٹا سا الہام اپنے اندر بہت بڑا مفہوم لئے ہوئے ہے۔ سب سے اوّل اخرج کو لیجئے۔ اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ یزیدی اس بستی میں پیدا ہوں گے اور یہ معنی بھی ہیں کہ پیدا ہو کر پھر نکالے بھی جائیں گے۔ سبحان اللہ! خدا تعالیٰ کے کلام کی بلاغت اور وسعت معانی کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ یعنی اوّل قادیان میں یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات وخصلات کے لوگ پیدا ہوں گے۔

دوئم...... پھر خدا تعالیٰ ان یزیدیوں اور ظالم لوگوں کو قادیان سے نکال بھی دے گا۔ اب لفظ یزیدیوں پر غور فرمایئے۔ سبحان اللہ! اس کے اندر تو خلیفہ اور اس کے پیروکاروں کی ساری تصویر کھینچ کر رکھ دی ہے۔ ظاہر ہے کہ یزیدی کسی خاص قوم قبیلہ کا نام نہیں۔ بلکہ یزید پلید کی رعایت سے اس کے پیروکاروں کو یزیدی کہا جاتا ہے۔ یزید نہ ہوتا تو یزیدی بھی نہ ہوتے۔ پس یزیدیوں کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ کوئی یزید بھی ہے۔ جو کہ یزید پلید کی طرح خلافت حقہ اسلامیہ کا دعویدار ہوگا اور پھر یزید پلید کی طرح اس کے پیروکاروں کی تعداد بھی کثیر ہوگی اور پھر خدا تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کردے گا کہ دور حاضر کا یزید اپنے لاؤ لشکر سمیت قادیان سے نکال دیا جائے گا۔ یہ پیش گوئی معانی ومعارف کے لحاظ سے جو وسیع مفہوم اپنے اندر رکھتی ہے اور پھر جن غیر معمولی حالات میں جن کا وہم وگمان بھی کسی انسان کو نہیں ہوسکتا...... ہم پالتو اور خطاب یافتہ مولویوں سے دریافت کرتے ہیں کہ یزید پلید کی طرح قادیان میں خلافت حقہ اسلامیہ کا دعویدار کون ہے۔ جس کے پیروکاروں کی تعداد یزید کی طرح کثیر ہے۔ جس کو اپنے مریدوں کی کثرت اپنی دولت اور اپنے وسیع وسائل پر ناز ہے۔

پھر جو قادیان میں من مانی کارروائیاں کرتا رہا ہو اور سینکڑوں لوگ جس کے ظلم وتشدد کا نشانہ بنے ہوں۔ غریبوں کا مقاطعہ کیا جاتا ہو۔ قادیان سے خارج کیا جاتا ہو اور پھر غریبوں کی املاک کو لوٹا گیا ہو اور گھروں کو جلایا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ بعض کو زدوکوب کر کے زخمی اور بعض کو شہید کردیا گیا ہو۔ "انا للہ وانا الیه راجعون"

قادیان کون بھاگا؟

پھر وہ اولوالعزم کون تھا۔ جس نے پہلے قادیان سے نہ نکلنے کا عہد کیا اور یہی عہد

مریدوں اور مریدنیوں تک سے لیا اور پھر "ان بطش ربك لشديد" کے تحت جب خدائے جبار و قہار کی گرفت مضبوط ہوئی اور جان کے لالے پڑ گئے تو سب عہدوں اور قسموں کو بھول بھلا کر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ ہمیں پالتو مولوی بتائیں کہ یہ پیش گوئی بھی "انه عبدا غير صالح" کی طرح کس شوکت اور ہیبت سے پوری ہوئی۔ اے خطاب یافتہ پالتو مولویو! اے تذکرہ نویسو! یہ ایک بہت بڑا نشان تھا کہ تم آنکھیں کھولتے اور یزید کو چھوڑ کر اپنی عاقبت درست کرتے اور خود بھی سمجھتے اور لوگوں کو بھی سمجھاتے۔ اے نادانو! یہ تمہاری بدبختی کی انتہاء ہے کہ تم پھر اسی یزید کے گرد جمع ہو گئے اور تم نے اپنا خانہ ساز دین چلانے کے لئے ایک اور مرکز اور کفر گڑھ بنا لیا۔ قادیان سے اپنے نکالے جانے کو یاد کر کے خدا تعالیٰ کی طاقت کا اندازہ کرو کہ وہ تمہارے اس کفر گڑھ کو بھی تباہ کر سکتا ہے۔ باز آ جاؤ کہ "فسحقهم تسحيقاً" کا وعید تمہارے تعاقب میں ہے۔ کیوں ایک غیر صالح شخص کے گرد جمع ہو کر اور اس کے ہمنوا بن کر اپنی تباہی و بربادی کا سامان کر رہے ہو۔ اپنی حالتوں پر رحم کرو۔

پس جیسا کہ "انه عبدا غير صالح" اور "انهم مغرقون" میں خلیفہ اور جماعت دونوں کا الگ الگ ذکر الہامات الٰہی میں کر دیا گیا۔ اسی طرح یزیدیوں کا لفظ بھی دونوں مفہوم اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ لیکن اس کے علاوہ یزید کی تخصیص یہاں بھی موجود ہے۔ "بلائے دمشق" (تذکرہ ص ۱۰۰، طبع دوم) جو کہ مسیح موعود کا ایک الہام ہے اور ہماری اس تحریر کا عنوان بھی ہے۔ میں صاف بتلا دیا گیا ہے کہ قادیان میں نہ صرف یہ کہ یزیدی پیدا ہوں گے۔ بلکہ "بلائے دمشق" یعنی یزید بھی پیدا ہو گا اور بلا کے لفظ میں وہ سب بدکاریاں اور ظلم و ستم کے معانی پنہاں ہیں۔ جن کا ذکر "عمل غير صالح" اور "الا الذين علو باستكبار" کے الفاظ میں پایا جاتا ہے۔ پس "انه عبدا غير صالح" کی طرح یہاں بھی بلائے دمشق کہہ کر خلیفہ کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے اور پھر اس ایک جمعہ سے اس تمام داستان کی تصدیق کر دی ہے کہ جس کا آج ہم ذکر کر رہے ہیں اور جس کا چرچا متواتر تیس سال سے زبان زد خاص و عام ہے۔ گویا خدا تعالیٰ "انه عبدا غير صالح" اور بلائے دمشق کہہ کر خود گواہی دے رہا ہے کہ خلیفہ ظالم و غاصب اور غیر صالح ہیں۔ اب ہم حیران ہیں کہ اس سے زیادہ وضاحت اور پیش گوئی کی صداقت اور کیا ہو سکتی ہے اور پھر ان پیش گوئیوں کا ایک حصہ ہیبت ناک طور پر پورا بھی ہو چکا ہے۔ "انه عبدا غير صالح" کی تصدیق واقعات نے ڈنکے کی چوٹ سے کر دی ہے اور دور حاضر کا یزید اور اس کے

پیروکار نہایت بے بسی کی حالت میں قادیان سے نکال بھی دیئے گئے۔ پھر بھی یہ لوگ نہیں سمجھتے۔

اے لوگو! کیا تمہارے مقدر میں ہلاکت ہی ہے۔ خدا سے ڈرو اور اپنی کثرت اور خلیفہ کے خانہ ساز القابات اور حسب ونسبت کو حاضر میں نہ لاؤ۔ کوئی معمولی آدمی تمہیں بھلا کب بہکا سکتا تھا۔ تمہارے بہکانے کے لئے ایک بہت بڑی بلا یعنی بلائے دمشق کی ضرورت تھی اور بہت بڑے تقدس اور مذہبی نقاب کی ضرورت تھی۔ قومیں اسی طرح مغالطہ کھاتی اور بہک جاتی ہے۔ ہماری تحریر پر بار بار غور کرو۔ اگر آپ لوگ ہماری تحریر پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے تو آپ کے تمام وسوسے دور ہو جائیں گے۔ اے لوگو! عرصہ قریباً نصف صدی سے آپ کو دھوکا دیا جارہا ہے اور دین کے بارے میں بہت غلط نقوش آپ کے ذہن نشین کرائے گئے ہیں۔ آپ جب اپنے ذہنی تانے بانے کو ٹوٹتا دیکھتے ہیں تو گھبرا جاتے ہیں۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم ہر اس بات کا کہ جو غلط طور پر آپ کے ذہن نشین کرائی گئی ہے۔ تشفی بخش جواب دیں گے۔ خلافت کے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑنے والو رک جاؤ کہ ایک بہت بڑا فریب اور دھوکہ تمہیں دیا گیا ہے۔ دیکھو ہم خدا کے نام کا واسطہ دیتے ہیں اور خدا کے کلام کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ کیا تم خدا کے کلام کو بھی رد کر دو گے۔ اپنے خدا اور فہم کو اب مزید عرصہ کے لئے رہن نہ رکھو۔ اس سے خود کام لو اور کسی کی بات کو نہ سنو۔ خدا کے کلام کی طرف آؤ خدا کے کلام کو سنو اور اس خانہ ساز دین پر لعنت بھیجو۔ جیسا کہ ہم آئندہ چل کر بیان کریں گے۔ خدا تعالیٰ بھی اس خانہ ساز دین پر لعنت بھیجتا ہے۔

قادیان کی گمراہی

تفصیل نمبر:۳...... مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میں اپنی جماعت کے لئے اور پھر قادیان کے لئے دعا کر رہا تھا تو یہ الہام ہوا:

۱...... ''زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں۔'' (تذکرہ ص ۵۱۲)

۲...... ''فسحقهم تسحیقاً'' (تذکرہ ص ۵۱۲، طبع دوم)

خدا تعالیٰ کے مامور امین ہوتے ہیں اور بالخصوص الہامات کے بارے میں بڑے محتاط ہوتے ہیں۔ اب اس وقت جب کہ جماعت کی روحانی حالت بے مثال تھی ان الہامات کو کہ جو بظاہر ناممکن الوقوع نظر آتے ہیں صاف صاف بیان فرمادیا۔

اب ان الہامات میں تو معاملہ ہی بالکل صاف اور واضح کر دیا گیا ہے۔ دین حسن معاشرت کا ہی دوسرا نام ہے۔ جسے الہام الٰہی میں زندگی کے فیشن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی قادیان کی جماعت اسلام یعنی حسن معاشرت کو ترک کر کے خانہ ساز خیالات کی پیرو ہو جائے گی اور "فسحقهم تسحيقاً" کے معنی ہیں کہ ان کو اس گمراہی کی وجہ سے پیس ڈالا جائے گا۔ یہ الہام خدا تعالیٰ کے غضب کا آئینہ دار ہے۔ واضح ہو کہ محض گمراہی ایک ذاتی بات ہے۔ مگر جب اس کے ساتھ علو استکبار اور ظلم وتعدی شامل ہو جائے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے سرزنش یقینی ہوتی ہے۔ پس "فسحقهم تسحيقاً" سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت نہ صرف یہ کہ اسلام کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائے گی بلکہ اس سے ظالمانہ کارروائیاں بھی ہوں گی اور جب کوئی شخص یا جماعت ظلم کرتی ہے تو اپنی کسی کمزوری کو چھپانے کے لئے ہی ایسا کرتی ہے اور دوسرے الہامات "عمل غير صالح" کی صورت میں اس کمزوری کی وضاحت کر رہے ہیں۔ پس الہامات کے ان چھوٹے چھوٹے دو فقروں میں بھی وہی داستان پوشیدہ ہے کہ جو "انه عمل غير صالح" اور "انهم مغرقون" اور "اخرج منه اليزيديون" اور بلائے دمشق سے ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن ان الہامی پیش گوئیوں کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قادیان کی جماعت کا نام لے کر فتنہ پردازوں کو بالکل بے نقاب کر دیا گیا ہے اور نام لے کر واضح کر دیا گیا ہے کہ اس جماعت کو سرگروہ بوجہ غیر صالح اعمال کے اور یزیدی خصلات کے اپنے عیوب پر پردہ ڈالنے کے لئے ظلم وتشدد کرے گا اور واقعات نے ان الہامی پیش گوئیوں کی حرف بحرف تصدیق کر کے خدا کے کلام کی صداقت کو ظاہر کر دیا۔ لیکن شاید ظالم لوگوں کو انہی کرتوتوں پر ندامت محسوس کرنے کا موقع نہ ملے کہ ہر سال لاکھوں روپے کے پروپیگنڈہ اور پبلسٹی کی بدولت ان کے ذہنوں کو متواتر ماؤف کیا جا رہا ہے اور بدبختی کی انتہا یہ ہے کہ خود ملزم عدالت عالیہ کی کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ لہٰذا اس کا علاج بجز "فسحقهم تسحيقاً" یعنی پیس ڈالے جانے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ سو خدا تعالیٰ کے کلام کے مطابق کام شروع ہو چکا ہے۔ قادیان سے زمانہ حاضر کے یزید اور اس کے پیروکاروں کو نکال دیا گیا ہے اور پھر خلیفہ کو مفلوج بھی کر دیا گیا ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ دن بدن خدا تعالیٰ کے وعید کے دائرے تنگ ہو رہے ہیں اور ہمیں یقین کامل ہے کہ اس خانہ ساز دین کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا جائے گا اور ان کے بانیوں کو پیس ڈالا جائے گا......

سگان قادیان

شاید پالتو مولوی ہمارے اس ناتمام اشارہ کی طرف لپکیں۔ لیکن ہمارے لئے یہی ان کے بطلان کی ایک دلیل ہوگی۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں دلائل کا ایک ایسا عصا عطاء فرمایا ہے کہ جو سگان راہ کی سرکوبی اور ان کے حملے سے ہمیں مامون ومحفوظ رکھنے کے لئے کافی ہے۔

قارئین خود بخود غور فرمالیں کہ جو کچھ ہم نے اب تک تحریر کیا ہے کیا اس کی حرف بحرف تصدیق مسیح موعود کے مندرجہ بالا تحریر سے نہیں ہوتی۔ یہ کس قدر سرکشی اور بغاوت ہے کہ آیت استخلاف کے تحت خلافت سازی کے قواعد بنا دیئے گئے ہیں۔ تاکہ دولت کی یہ دیوی یعنی خلافت گھر کی لونڈی بنی رہے اور لاکھوں روپے نذرانوں کی صورت میں ہڑپ کئے جاتے رہیں اور پھر کس قدر یہ گمراہی ہے کہ قیامت تک کے لئے مریدوں کو انہی قواعد وضوابط پر قائم رہنے کی تلقین کی جارہی ہے اور ساتھ کے ساتھ ابنائے فارس کی توحید پرستی کا سبق بھی ازبر کروایا جارہا ہے اور پھر خلافت سازی کی شرائط ایسی مقرر کردی ہیں کہ بیرونی جماعتوں کے انتظار کو غیرضروری قرار دے کر ربوے کے نوکری پیشہ ملازمین اور پالتو مولویوں کو کہ جو پہلے ہی خلیفہ اور ان کے خاندان کے ہاتھوں میں بے بس ومجبور ہیں۔ اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ خلیفہ مقرر کرلیا کریں اور ان مجبور وبے بس اور ضمیر فروش جی حضوریوں کا بنایا ہوا خلیفہ گویا آیت استخلاف کے تحت خدا تعالیٰ کا مبعوث کردہ خلیفہ متصور ہوگا۔ گویا جب خلیفہ کے یہ دفتری ملازم اور رکابی چٹ تنخواہ خور خطاب یافتہ پالتو مولوی آیت استخلاف کے تحت خلیفہ گر بنا دیئے گئے کہ جو ایک خدائی کام ہے۔ تو پھر خلیفہ کی اپنی فرعونیت کا کیا حال ہوگا۔ کیا یہ ''انا ربکم الاعلیٰ'' کا مقام نہیں......

رات دن دین کی قدروں کو ملیامیٹ کرنے میں مصروف ہیں۔ نذرانوں کو جھنکار اور عقیدت مندروں کی بھرمار نے ان لوگوں کو فرعون الطبع بنادیا ہے۔ یہ اپنی چیرہ دستیوں سے ہر اس مرید کو خوف زدہ کردیتے ہیں کہ جو اپنے ماحول پر ناقدانہ نظر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر پھر بھی کوئی غریب سر اٹھائے تو اس کی سرکوبی کے لئے دیگر وسائل اختیار کرنے سے بھی نہیں چونکتے اور پالتو مولویوں کو بھی اس کے پیچھے ڈال دیتے ہیں۔ کوئی نواب اور راجہ بھی یہ جرأت نہیں کرسکتا کہ اپنے حرم خانے یا محل خانے کی زینتوں کو اور ستر اسی درباریوں کو اپنے ساتھ لے کر یورپ کے شاہانہ ہوٹلوں کا مہینوں تک طواف کرتا پھرے۔ مگر خلیفہ کے لئے یہ ایک معمولی بات ہے۔ پھر جس لکشمی دیوی یعنی خلافت کی بدولت یہ سب عیش آرام میسر ہو، اسے اپنے خاندان کی زینت بنانے کے لئے

کیوں نہ قواعد بنائے جاتے۔ یہ اس شخص کے تقدس کا حال ہے کہ جو خود کو فضل عمر کہتا ہے......

''یہی حال ہماری جماعت کے لوگوں کا ہے کہ غریب ہوتے ہیں۔ گھر میں فاقہ ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سے اتنا چندہ لے لیا جائے۔ بعض اوقات عورتیں آجاتی ہیں کہ یہ چار انڈے ہیں۔ انہیں بیچ کر جو کچھ ملے چندہ میں دے دیں۔ اب انڈے بیچنے والی کی کیا حیثیت ہوتی ہے۔ ایک یا دو مرغیاں انہوں نے رکھی ہوئی ہوتی ہیں اور وہ مرغیاں ایک دو انڈے دے دیتی ہیں اور وہ ان انڈوں کو بھی چندہ میں دے دیتی ہیں۔''

(خطبہ جمعہ مورخہ ۳۰ر نومبر ۱۹۵۶ء مندرجہ الفضل مورخہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۵۶ء)

یہ ہیں یورپ کے شاہانہ ہوٹلوں کے طواف کرنے والے پیر اور انڈے بیچ کر چندہ دینے والے مریدوں کا حال۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم خلیفہ صاحب کی مالی دراز دستیوں کی داستان بخوف طوالت بیان نہیں کر سکتے۔ ورنہ یہ داستان بھی ہوش ربا ہے۔ یہ شخص غریب قوم کے بل بوتے پر شاہانہ زندگی بسر کرتا ہے اور ساتھ کے ساتھ یہ افسوس بھی کرتا جاتا ہے کہ میں فضل عمر ہوں۔ غرض ان لوگوں کی گمراہی و سرکشی کا کوئی ایک پہلو نہیں۔ مذہبی نقاب کے پیچھے لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے اور نعروں اور ریزولیوشنوں کا شور بر پا ہے۔ حال ہی میں حضرت خلیفہ اوّل کی اولاد کے کانٹے کو اس بری طرح سے اپنی راہ سے دور کیا گیا ہے کہ دنیا حیران ہے۔ اس ضمن میں خلیفہ کی گوہر افشانی کی ایک ادنیٰ مثال ملاحظہ ہو۔

''کیا ایسے خبیثوں کا ہم ادب کریں گے یا ان کا مقابلہ کریں گے۔ ہم نے ان کے باپ کو اس لئے مانا تھا کہ وہ مسیح موعود کا غلام تھا۔''

(خطبہ جمعہ مورخہ ۲۷ر جولائی مندرجہ الفضل مورخہ ۲ر اگست ۱۹۵۶ء)

گویا خلیفہ نے خلیفہ اوّل کی اولاد اور اپنے حقیقی سالوں کو خبیث کہہ کر مسیح موعود کے مندرجہ بالا بیان کو پورا کر دیا کہ میرا قبیلہ خبث اور عناد میں بڑھ جائے گا۔ جب خلافت کی گدی پر قبضہ رکھنے کے لئے بلائے دمشق کا اپنے قریب ترین رشتہ داروں اور خلیفہ اوّل کی اولاد سے یہ سلوک ہے تو دوسرے لوگوں سے جو سلوک کیا جاتا ہوگا اس کا اندازہ قارئین کر لیں۔ ہم ان سادہ لوح مخلصین کو بھی جن کو اپنے اخلاص پر ناز ہے دعوت دیتے ہیں کہ وہ خلیفہ کی کسی کارستانی پر تنقید کر کے دیکھ لیں۔ انجام وہی ہوگا جو دوسروں کا ہوا ہے۔ وہی خطبے، وہی گالی گلوچ، وہی جلسے، وہی نعرے، وہی ریزولیوشن، وہی ہنگامہ بر پا کیا جائے گا جو کہ اب یہ سادہ لوح مخلصین کار ثواب سمجھ کر

اپنے بھائیوں کے خلاف برپا کر رہے ہیں۔ یہی چکر چلے گا۔ یہ لوگ گرفتار ہو چکے ہیں۔ وہ بلا جسے خدا تعالیٰ نے بلائے دمشق کا نام دیا ہے اور جس نے یزید کی طرح خلافت حقہ اسلامیہ کا نقاب بھی ڈال رکھا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم خلیفہ کی گوہر افشانیوں کی بوجہ خوف طوالت مزید مثالیں نہیں دے سکتے کہ اس قسم کی گالیاں ان کا تکیہ کلام بن چکی ہیں اور نہ ہی ان کے مالی وسائل پر کچھ مزید روشنی ڈال سکتے ہیں۔ ان کے ایک سب سے چھوٹے بھائی ہیں جو خلیفہ کے مقابل ایک قلیل سا گھرانہ رکھتے ہیں۔ خلیفہ نے تو ماشاء اللہ سات شادیاں کی ہیں اور کثیر الاولاد ہیں۔ اب یہ دونوں بھائی ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ ان دونوں میں مالی لحاظ سے جو فرق ہے وہ صرف خلافت اور نذرانوں کا فرق ہے۔ غرض ایک طرف لوٹ کھسوٹ جاری ہے اور دوسری طرف دین کے چہرے کو بگاڑا جا رہا ہے اور بغی اور طغیٰ کی کوئی انتہاء نہیں رہی۔ سینکڑوں تنخواہ خور ملازم اور پالتو مولوی موجود ہیں۔ مال وزر کی انتہاء نہیں۔ ہر وقت دھن کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ ایڈیٹر صاحبان بھی ملازم ہیں۔ غرض اچھی خاصی نوکر شاہی موجود ہے۔ ادھر خلافت مآب کے لبوں میں جنبش ہوئی۔ ادھر پریس چلنا شروع ہوا۔ آن کی آن میں کاغذوں کے انبار کے انبار سیاہ کر کے مریدوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔

قادیانی جماعت کی حالت

اس پر بھی جو کمی رہ جاتی ہے۔ وہ خطاب یافتگان پوری کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی غریب حق بات کو زبان پر لانے کی جرأت کرے تو اوّل اس کا انسانیت سوز بائیکاٹ کر دیا جاتا ہے۔ ملازمت والے کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ کاروبار والے کا کاروبار ٹھپ کر دیا جاتا ہے۔ مار پیٹ املاک کو لوٹنا اور جلانا اس کے علاوہ ہیں ان سب ضروری اقدامات کے بعد پھر وہ مشینری حرکت میں آتی ہے۔ خلیفہ منبر پر جلوہ گر ہوتے ہیں۔ پریس چلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اخباروں کی زینت دوچند ہو جاتی ہے۔ خطاب یافتہ پالتو مولوی قال اللہ اور قال الرسول کی وضاحتیں فرماتے ہیں اور اس کی روشنی میں اوّل ربوہ کی جماعت ریزولیوشنز داغنے کی طرح ڈالتی ہے۔ بس پھر کیا نہیں ہوتا۔ سب جماعتوں کو یہی دورہ پڑ جاتا ہے اور فضا نعروں، ریزولیوشنوں اور پدرم سلطان بود کے شور سے گونج اٹھتی ہے۔ یہ ہے تحریک احمدیت کے موجودہ دور کی ایک معمولی سی جھلک اور ''انه عمل غير صالح'' کی اپنی سیاہ کاریوں کو چھپانے کا ایک طریق۔ غرض آن کی آن میں ایک فتنہ کا قلع قمع کر دیا جاتا ہے۔ میرے دوستو! آپ لوگوں کی گمراہی کی حد ہو چکی

ہے۔ میرے بھائیو! آپ کے ظلم وتشدد کی انتہا ہو چکی ہے۔ گر ہم اصل حقائق قلم کی نوک پر لائیں تو انسانیت کا حیرت کے مارے منہ کھلا کا کھلا رہ جائے۔ آپ لوگ کیا تھے اور کیا بن کر رہ گئے۔ آپ کو مسلمان تو در کنا ہمیں انسان کہنے میں حجاب محسوس ہوتا ہے۔ آپ کا کیا حلیہ ہو گیا ہے۔ ہمیں علم ہے کہ آپ آیت استخلاف کے تحت خلیفہ ساز تو بن گئے۔ مگر اپنی انسانیت کو کھو بیٹھے۔

اے ظالمو! مسیح موعود کی اس فریاد کو سنو۔ یہ فریاد انتہائی کرب و اضطراب کی آئینہ دار ہے۔ باز آ جاؤ کہ یہ فریاد کبھی بھی رائیگاں نہ جائے گی۔ یہ مامور وقت کی چیخ و پکار ہے۔ رک جاؤ کہ تم خدا کے وعید کی حدود میں داخل ہو چکے ہو۔ اپنے آپ پر رحم کرو۔ اپنی نسلوں پر رحم کرو۔ ورنہ ایسے پیسے جاؤ گے جیسا کہ پیسے جانے کا حق ہے۔ ان قہری پیش گوئیوں کا جو حصہ پورا ہو چکا ہے۔ اس سے عبرت حاصل کرو۔ دیکھو تم قادیان سے نکال دیئے گئے اور اب تمہارا محبوب خلیفہ بھی مفلوج ہو چکا ہے۔ حالانکہ اس بیماری سے خدا کے بندوں کو محفوظ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ مسیح موعود کو عبدالحکیم کے الہامی نام سے پکار کر فرماتا ہے۔

"اے عبدالحکیم خدا تعالیٰ تجھے ہر ایک ضرر سے بچا دے۔ اندھا ہونے مفلوج ہونے اور مجذوم ہونے سے۔" (تذکرہ ص ۷۱۶، طبع دوم)

پس خدا کے بندوں کو فالج نہیں ہوا کرتا۔ مگر تمہارا مصلح موعود خلیفہ جسے حسن و احسان میں مسیح موعود کے نظیر ہونے کا دعویٰ ہے۔ مفلوج ہو چکا ہے۔ ممکن ہی نہیں بلکہ اغلب ہے کہ یہ بیماری پھر حملہ کرے اور وہ بالکل شل اور مختل ہو کر رہ جائے۔ پھر کیا کرو گے۔ کیا پھر بھی جیسا کہ تمہیں قبل از وقت مرزا بشیر احمد نے ایک مضمون لکھ کر تیار کر لیا ہے۔ "جسد الہ فوار" کا پیچھا نہ چھوڑ دگے اور عبرت حاصل نہ کرو گے۔ اب انتہا ہو چکی ہے۔ رک جاؤ اور دین کا تمسخر نہ بناؤ۔ روحانی قدروں کو پامال نہ کرو۔ کچھ عقل خداداد سے کام لو۔ جس خلافت پر تمہیں اس قدر ناز ہے۔ اسلام میں اس کا کوئی مقام نہیں۔ ہماری تحریر کو غور سے پڑھو۔ اس میں خدا کا کلام ہے۔ بیشتر فقرے ہماری تحریر کے الہامات ہی کا ترجمہ ہیں۔ مگر ہم طوالت کے خوف سے حوالہ نہیں دے سکتے۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ سے لغو اور فضول باتیں ممکن نہیں۔ "ایلی ایلی لما سبقتنی" کی فریاد تمہاری انتہائی گمراہی پر دلالت کرتی ہے۔ اس الہامی فریاد پر کان دھرو۔ خدا کا مسیح کیوں فریاد کناں ہے۔ یہ فریاد محض تمہاری گمراہی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ مسیح موعود کی اس دنیا میں کھتیاں نہیں کہ جو اجڑ رہی ہیں اور وہ فریاد کناں ہیں۔ اے ظالمو! ہماری تحریر پر کان نہیں دھرتے تو نہ دھرو۔ خدا کے پیارے مسیح اپنے پیارے مسیح موعود کی اس فریاد کو تو سنو کہ جو حسب ذیل ہے۔

۱...... اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔
۲...... اے میرے خدا میں مغلوب ہو چکا ہوں۔ میری مدد کر۔
۳...... اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ۔

ایک نیک دل انسان کا اس فریاد سے سینہ شق ہو جاتا ہے۔ اس وقت کہ ہم یہ سطور لکھ رہے ہیں۔ ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور اپنی تحریر نظر نہیں آتی۔ ایک طرف قلم چل رہا۔ ...... آہ! کیا پھر بھی تم غور نہیں کرو گے۔ اے جماعت کے عالمو! اے بڑے لوگو! اپنے علم اور اپنی بڑائی اور اپنے باہمی تعلقات کو نظر انداز کر کے خدا کے پیارے مسیح کی فریاد کو سنو اور اس خانہ ساز دین سے باز آ جاؤ۔ کم از کم ایک بار تو اپنا محاسبہ کرو۔ تھوڑی دیر کے لئے ہی رک جاؤ اور اپنے ماحول کی طرف تنقیدی نظر ڈالو۔ دیکھو! مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میرا قبیلہ باردوم فساد کرے گا اور خبث اور عناد میں بڑھ جائے۔ میرے قبیلہ کے لوگ باغی وطاغی بدسیرت اور شقی القلب ہو جائیں گے اور لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ خدا تعالیٰ بذریعہ الہام قبیلہ کے سرگردہ کا تعارف ''انہ عمل غیر صالح'' اور بلائے دمشق کے الفاظ سے کرواتا ہے اور الہاماً جماعت قادیان کی گمراہی کی اطلاع دیتا ہے اور ''اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ'' کی فریاد تو یقیناً یقیناً بیڑا غرق ہونے پر ہی کی جاسکتی ہے۔ اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم عقل نہیں کرتے۔ کیا تمہاری جمعیت فرعون سے بھی زیادہ ہے۔ پھر وہ غرق کیا گیا کہ نہیں۔ دیکھو تمہارے لئے بھی ''انہم مغرقون'' کا وعید موجود ہے۔ رک جاؤ قبل اس کے کہ پکڑے جاؤ اور یقین جانو کہ ساری دنیا مل کر بھی آیت استخلاف کے تحت روحانی خلیفہ نہیں بنا سکتی۔ یہ بہت بڑا فریب ہے کہ جو تمہیں دیا گیا اور یہ بہت بڑی گمراہی ہے جس میں کہ تم مبتلا کر دیئے گئے۔

محمدی بیگم

حضرت اقدس کے الہامات میں محمدی بیگم عورت کا جو قصہ ہے جسے حضرت اقدس اجتہادی طور پر کبھی احمد بیگ کی لڑکی اور کبھی پیر منظور محمد کی بیوی خیال کرتے رہے۔ اس سے مراد بھی جماعت ہی ہے۔ جس کے بطن سے مصلح موعود نے پیدا ہونا ہے اور ''ویردھا الیک'' (تذکرہ ص ۲۸۳ طبع دوم) اور ''انا رادوھا الیک'' میں اس گمراہ شدہ عورت کے بارے میں دوبارہ روحانیت اور اسلام پر لوٹ آنے کی پیش گوئی کی گئی ہے اور الہامات ''ویردھا الیک'' اور ''انا رادوھا الیک'' کے اور الہام ''یصلح اللہ جماعتی انشاء اللہ تعالیٰ'' (تذکرہ

ص ۶۲،۷ طبع دوم) کے ایک ہی معنی ہیں۔ افسوس ہے کہ ہم الہامات کے اس سلسلہ کی بخوف طوالت مزید تشریح نہیں کر سکتے اور اس کو آئندہ کسی وقت پر اٹھا رکھتے ہیں۔ بہر حال ہم یہ بیان کر رہے تھے کہ عورت سے مراد جماعت ہوتی ہے اور قرآن شریف میں بعض جماعتوں کی تشبیہ عورت سے دی گئی ہے اور الٰہیات کی زبان میں سے ایک مشہور عالم تشبیہ اور استعارہ ہے۔ چنانچہ مسیح موعود بھی فرماتے ہیں: ''خدا کی کتب میں نبی کے تحت امت کو عورت کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ایک جگہ نیک بندوں کی تشبیہ فرعون کی عورت سے دی گئی ہے اور دوسری جگہ عمران کی بیوی سے مشابہت دی گئی ہے۔'' (تذکرہ ص ۵۵۶، طبع دوم)

قادیانیوں کی مہار شیطان کے ہاتھ میں

اے نادانو! تم نے ان خانہ ساز عقائد کو اپنا کر اپنی مہار ابلیس کے ہاتھ میں دے دی ہے کہ وہ تمہیں جہاں چاہے لے جائے۔ اے نادانو کیا اب مجدد ین نہیں آیا کریں گے۔ ماموز نہیں آیا کریں گے۔ کیا اب آسمان سے کوئی نہیں آئے گا۔ خلیفہ کا دفتری اور تنخواہ دار پالتو عملہ ہی جسے چاہے گا مجددیت اور ماموریت کے مقام پر کھڑا کر دیا کرے گا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر تمہاری خلافت کیا ہے۔ جس کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں لڑ کر مر مٹنے کی بلائے دمشق نے تمہیں تعلیم دی ہے۔ رک جاؤ! خدارا ان شاطرانہ چالوں کو سمجھو۔ بلائے دمشق تم پر مسلط ہے۔ یعنی ملزم خود عدالت کی کرسی پر بیٹھا ہے۔ جس نے تمہاری چال بگاڑ دی ہے اور تم زندگی کے فیشن یعنی اسلام سے دور جا پڑے ہو۔ عورت کی چال کے الفاظ کے بعد مامور وقت کی الہامی فریاد کے یہی معنی ہیں کہ عورت کی چال بگڑ چکی ہے اور وہ زندگی کے فیشن یعنی اسلام کو چھوڑ بیٹھی ہے اور ایک عیار کے ہاتھوں میں پڑ کر سراسر گمراہی وضلالت پر قدم مار رہی ہے اور اس کی گمراہی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ وہ کسی کی آواز پر کان نہیں دھرتی۔ حق مغلوب ہو چکا ہے اور بلائے دمشق یعنی باطل کا غلبہ ہے......

مگر ہم طوالت کے خوف سے بہت کچھ چھوڑتے جاتے ہیں۔ ہمارے اشارے کو سمجھو۔ ایک ایک اشارہ تمہارے اصلاح کے لئے کافی ہے۔ کچھ تو اپنے ذہنوں کو بھی کھولو اور ۴۳ سالہ گمراہیوں کے اثر کو دور کرو۔ اے اس جعلی خلافت کے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑنے والو۔ رک جاؤ۔ شاید کہ تم طاغوت کے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑ کر اپنی روحانیت کو تباہ کر رہے ہو۔ تمہیں فریب دیا گیا ہے۔ خدا کے لئے اس ظلم وتعدی اور بغاوت وسرکشی اور خانہ ساز دین سے باز آجاؤ۔ کیا تم ابنائے فارس کے خیال میں خدا کو بھی چھوڑ دو گے تو گوش ہوش سے دور حاضر کی

اس سب سے بڑی سچائی کو ہم سے سن لو کہ تمہاری گمراہی بھی ابنائے فارس کے ہاتھوں ہی مقدر تھا۔ ہوش میں آ ؤ۔ ابنائے فارس کا کچھ حال سن چکے ہو اور سنو۔

دیکھو خلیفہ اور جماعت کو کس طرح الگ الگ اور واضح بیان یہاں بھی موجود ہے۔ ہم کہاں تک اس داستان کو بیان کریں۔ اے لوگو! ہم تفصیلات میں جانے سے معذور ہیں۔ خلیفہ صاحب شامت اعمال کی وجہ سے خود تو جسمانی طور پر مفلوج ہوئے ہیں۔ لیکن آپ لوگوں کو ذہنی طور پر مفلوج کر چکے ہیں۔

اے لوگو! خدارا اپنی اس ذہنی بیماری کا علاج کرو اور کچھ غور وفکر کی عادت ڈالو۔ یہ کیا بیماری ہے کہ جو کچھ الفضل کے اندھیروں نے خلیفہ کے ایماء اور پالتو مولویوں کے ذریعہ سامنے کر دیا وہ تو آپ کو نظر آتا ہے اور اس کے ماسوا کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ آنکھیں کھولو۔ شاید آنکھیں کھولنے کا بھی یہ آخری موقعہ ہو۔ دیکھو قرآن شریف کی گمراہ کن تفسیر کی جارہی ہے۔ مسیح موعود کے الہامات اور تحریرات کو نظر انداز اور مسخ کیا جارہا ہے۔ کبھی مصلح موعود ہونے کا دعویٰ ہے اور کبھی آیت استخلاف کے تحت خلیفہ ہونے کا۔ پھر خلافت سازی کے قواعد بنائے جاچکے ہیں۔ یہ سب کچھ کیا ہے۔ کیا یہ قرآن شریف اسلام اور دین سے مذاق نہیں۔ کیا دور حاضر کی بدنام ترین شخصیت مصلح موعود اور آیت استخلاف کے تحت خلیفہ بن سکتی ہے۔ اس طرح اگر آسمانی رشتوں کے بغیر مصلح موعود بننے لگیں اور آیت استخلاف کے تحت خلیفے آنے لگیں تو دین پر سے امان اٹھ جاتی ہے اور جانتے ہو کہ آسمان پر سے جو آتا ہے وہ کون ہوتا ہے۔ وہ مامور ہوتا ہے۔ اے خطاب یافتہ پالتو مولوی کیا اس زمانے میں کوئی آسمان سے تمہیں آیا۔ جس نے مصلح موعود اور آیت استخلاف کے تحت خلیفہ ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ اے ظالمو! کیا تم مرزا غلام احمد قادیانی مصلح اور خلیفہ ربانی کے نام نامی سے واقف ہو کہ نہیں۔ پھر بتاؤ کہ کیا ان کو تم نے یا تمہارے باپ دادوں نے خود منتخب کیا تھا۔ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر بتاؤ کہ اب تم کو کون سے سرخاب کے پر لگ گئے کہ تم نے اس خدائی کام کو بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اب مصلحین اور خلفائے روحانی کو لانا تمہارے ایک اشارہ ابرو پر موقوف ہو گیا۔ کیا تم نے وہ حدیث نہیں پڑھی کہ دجال خدائی اور نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ کیا یہ دعویدار وہی تو نہیں کہ جس نے نہایت عیاری سے قوم کی مالیات پر پورا پورا قبضہ کر کے تمہیں اپنا ملازم اور پھر ہموا بنا کر زمین کے رشتوں کو آسمان سے توڑنے کی کوشش کی ہے۔ آہ! تم کہاں تھے اور کہاں آرہے۔ "شرا الذین انعمت علیهم" میں ان لوگوں کو سزا دوں گا۔ میں اس عورت کو

سزا دوں گا۔ میں تمہاری اور تمہارے خلیفہ کی ہی داستان بیان کی گئی ہے۔ عالم ہو کر جاہل نہ بنو اور خدا کے کلام کو سمجھنے کی کوشش کرو اور اس گمراہی اور لعنت کو چھوڑ دو۔ جس میں کہ تم مبتلا ہو گئے ہو۔ مامورین کسی نسل اور قوم قبیلے کو آسمان پر چڑھانے کے لئے نہیں آیا کرتے۔ اے ابنائے فارس کے متوالو، رب العالمین ہر گورے کالے شرقی غربی کا رب ہے اور عند اللہ اکرم وہی ہے جو اتقی ہے۔ ابنائے فارس اگر نیک نمونہ نہیں تو کچھ بھی نہیں اور یہاں تو خدا تعالیٰ کھول کھول کر بیان کر رہا ہے کہ یہ لوگ گمراہی کا باعث بنیں گے۔ ہماری تحریر کا ایک ایک لفظ دجل کاری اور فسوں کاری کا توڑ ہے۔ اے نادانو! ہماری تحریر کو سمجھنے کی کوشش کرو اور خدا کے لئے ان لعنت کے خطابات کو اس کے منہ پر دے مارو۔ جس نے ان خطابات کے ذریعہ تمہیں الو بنایا ہے۔ دیکھو یہ داستان طویل ہے اور ہم اشارات میں بیان کرنے پر مجبور ہیں۔ ان اشارات کو ہی غنیمت جانو اور کچھ خود بھی عقل خداداد سے کام لو۔

اے دوستو! الفضل کی طرف نہ دیکھو کہ الفضل اور اس کے ایڈیٹر صاحب تو ہز ماسٹر وائس ہیں اور اس طاغوتی نظام کے کل پرزے ہیں جو تمہیں گمراہ کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ نظام سلسلہ کے متوالو! "عمل غیر صالح" اور بلائے دمشق اپنے عیوب پر پردہ ڈالنے کے لئے اس نظام کے ذریعہ ایک بیٹے کو اس کے حقیقی باپ سے اور ایک بھائی کو اس کے حقیقی بھائی بہنوں سے عمر بھر کے لئے جدا کر دیتا ہے اور اس جذباتی نعرے سے بہت بڑا فائدہ حاصل کرتا ہے۔ پس اس انسانیت سوز نظام سلسلہ کے نعرے کو سمجھو کہ اس خوش کن نعرے کے نیچے ہزاروں مظلوموں کی آہیں دبی ہوئی ہیں......

اور اب یہ جماعت بغیر کسی اصول اور روحانیت کے گمراہی میں مبتلا ہے اور ناک کٹنے کا محاورہ تو آپ نے سنا ہوگا۔ ناک بطور استعارہ نیک نامی کی علامت ہے اور ناک کے زیور گم ہونے سے مراد بدنامی ہے۔ جب تم اپنے خلیفہ کے اعمال بد کے بارے میں بڑے بڑے پوسٹر اس ملک کے شہروں کی در و دیوار پر چسپاں پاتے ہو تو اپنی عزت محسوس کرتے ہو یا بے عزتی؟ بس یہی مفہوم لونگ کے گم ہونے کا ہے اور یہ رؤیا بھی "عمل غیر صالح" کے الہام کی مصدق ہے اور پھر اس لونگ کے مل جانے سے مراد جماعت کی اصلاح ہے جو کہ الہام "یصلح اللہ جما علی انشاء اللہ تعالیٰ" سے واضح ہے۔ مگر یہ لونگ زمین کی بلندی سے ملا ہے۔ یعنی اب جو تم خود ہی آیت استخلاف کے تحت خلیفے بناتے پھرتے ہو یہ زمینی اور سفلہ مکر ہیں۔ نور ہمیشہ آسمان

سے ہی نازل ہوتا ہے۔اس لئے موعود مصلح بھی آسمان سے ہی نازل ہوگا نہ کہ وہ جس کو دفتری اور ملازم عملہ اور پالتو مولوی منتخب کریں اور کاغذ کے اندر لپیٹے کے یہ معنی ہیں کہ بالآخر حضرت اقدس کے ہی الہامی مندرجات سے جماعت کو اپنی عظیم غلطی کا احساس ہو جائے گا اور جعلی اور حقیقی مصلح موعود کی پیش گوئی واضح ہو جائے گی۔دیکھو ہم بھی یہ حقائق کاغذ کے ذریعہ ہی آپ تک پہنچا رہے ہیں۔اب یہ کس قدر صاف اور واضح حقائق ہیں۔کاش کہ آپ ان پر غور کریں اور ان باتوں میں کس قدر تسلسل اور ربط ہے۔افسوس کہ ہم اس تسلسل اور ربط کی پوری طرح وضاحت نہیں کر سکتے کہ اس سے ہماری تحریر بہت طول پکڑ جائے گی۔عورت کے مفہوم کو حضرت اقدس کی زبان سے ایک دفعہ پھر ذہن نشین کرلو۔فرماتے ہیں:''خدا کی کتب میں نبی کے ماتحت امت کو عورت کہا جاتا ہے۔جیسا کہ قرآن شریف میں ایک جگہ نیک بندوں کی تشبیہ فرعون کی عورت سے دی گئی اور دوسری جگہ عمران کی بیوی سے مشابہت دی گئی۔'' (تذکرہ ص ۵۵۶، طبع دوم)

آؤ! ہم آپ کو آپ کا پورا ناک نقشہ دکھائیں۔شاید آپ کو خود بھی اپنی مکروہ شکل آئینے میں دیکھ کر گھن آئے۔مگر یقین جانو کہ یہ آپ لوگوں کی ہی مکروہ تصویر ہے۔جسے کہ خدا تعالیٰ نے امام وقت پر ظاہر فرمایا۔

کمینہ عورت سے مراد مرزا محمود

تفصیل نمبر:۴...... مسیح موعود فرماتے ہیں کہ:''قبل از نماز صبح رؤیا دیکھا کہ میں اپنے مکان مین کمرے کے اندر کھڑا ہوں۔اس وقت دیکھا کہ باہر ایک عورت زمین پر بیٹھی ہے جو مخالفانہ رنگ رکھتی ہے۔وہ بہت بری حالت مین ہے اور اس کے سر کے بال مقراض سے کٹے ہوتے ہیں۔کوئی زیور نہیں اور نہایت روی اور مکروہ حالت میں ہے اور سر پر ایک میلا کپڑا پگڑی کی طرح لپٹا ہوا ہے۔اس کے ساتھ بات کرنے سے مجھ کو کراہت آتی ہے۔نماز عصر کا وقت ہے۔میں جلدی سے اٹھا ہوں کہ نماز کے لئے چلا جاؤں۔کچھ کپڑے میں نے ساتھ لئے ہیں کہ نیچے جا کر پہن لوں گا۔یہ جلدی اس لئے کہ اس عورت کو میرے ساتھ بات کرنے کا موقعہ نہ ملے۔پس میں نے جلدی کے سبب پگڑی کو ہاتھ میں لیا اور پشمینہ کی سرخ چادر اوپر لے لی اور کمرے سے نکلا۔جب میں اس کے برابر سے گذرا تو میرے منہ سے یا آسمان سے آواز آئی کہ:''لعنت اللہ علی الکاذبین'' ساتھ ہی الہام ہوا۔اس پر آفت پڑی آفت پڑی۔''

اب آپ نے دیکھ لیا اپنا پورا ناک نقشہ۔زمین پر بیٹھنے سے مراد سفلی خیالات اور خانہ

ساز عقائد ہیں۔ سر کے بال کٹے ہوئے سے مراد بدنامی اور روحانی حالت کی ابتری ہے۔ کوئی زیور نہ ہونے سے مراد اخلاق باختگی ہے۔ سر پر بطور پگڑی ایک میلے کپڑے کے لپٹے ہونے سے مراد تمہارا غیر مصالح خلیفہ ہے۔ جو بطور شامت اعمال ایسا لپٹا ہے کہ رہائی مشکل ہے اور جو کہ روحانیت سے کلیتہً عاری ہے اور بدنام ترین شخصیت ہے۔ نماز عصر کے وقت سے مراد ''والعصر ان الانسان لفی خسر'' کے تحت جماعت کی اکثریت کے زوال اور خسران وتباب کا وقت ہے اور حضرت اقدسؑ جو آپ سے بات کرنا نہیں چاہتے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اب آپ کا مسیح موعود سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ آپ کی ایسی مکروہ حالت پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہی پڑنی چاہیے تھی۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے آپ پر ''لعنت اللہ علی الکاذبین'' کہہ کر لعنت ڈالی اور ساتھ ہی حضرت اقدس کو بھی الہام ہوا۔ اس پر آفت پڑی آفت پڑی۔

دیکھو یہ ساری رؤیا ہماری اس تحریر کی تصدیق کر رہی ہے۔ اس سے قبل خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ میں ان لوگوں کو سزا دوں گا۔ میں اس عورت کو سزا دوں گا۔ میں ان کو پیس ڈالوں گا۔ میں ان کو غرق کر دوں گا اور یہاں پھر الہاماً بیان فرمایا کہ اس عورت پر آفت پڑی آفت پڑی۔ غرض ہر جگہ مضمون واحد ہے اور پیرایہ مختلف ہے۔

قادیانیوں پر لعنت

اخبار الحکم میں جب یہ رؤیا شائع ہوئی تو ایڈیٹر صاحب الحکم نے لکھا کہ یہ وہی عورت معلوم ہوتی ہے کہ جس کے متعلق اخبار میں درج ہوا تھا کہ میں ان لوگوں کو سزا دوں گا۔ میں اس عورت کو سزا دوں گا اور اس زمانہ کے اخبار ہی مندرجات حضرت اقدس کی نظر سے گذرتے تھے۔ چنانچہ حضور نے الحکم کی رائے پر خاموش رہ کر اس بات کی تصدیق فرمادی کہ ایڈیٹر الحکم کا نوٹ اور ہماری یہ تحریر درست ہے۔ ہمیں بہت افسوس ہے کہ ہم اس ضمن میں الہامات کا ایک کثیر حصہ چھوڑتے جاتے ہیں کہ ہماری تحریر طولانی ہوتی جاتی ہے۔ اس طرح حضرت اقدس کی دیگر رؤیا کو بھی ہم لکھنے سے معذور ہیں۔ ان سب رؤیا کشوف اور الہامات میں ایک گہرا ربط ہے۔ مگر ہم کیا کریں۔ ہماری تحریر ہمارے اندازے سے پہلے ہی بہت بڑھ چکی ہے۔ ہم حیران ہیں کہ ہم چند اشارات لکھنے بیٹھے تھے۔ مگر ان اشارات کا بھی دامن دراز ہوتا جاتا ہے۔ پس اے لوگو ہمارے لکھنے سے کوئی کام نہیں۔ خود اپنے ذہنوں کو کھولو اور عقل خداداد سے کام لو۔ تم کیوں اپنے ہی بنائے ہوئے بت سے اس قدر خائف ہو کہ اس سے صفائی باطن کے بارے میں عرصہ تیس سال سے ایک

مؤکد بعذاب حلف تک نہیں دے سکے اور زمانے بھر میں خود بھی رسوا ہو رہے ہو اور تحریک احمدیت کو بھی بدنام کر رہے ہو۔ خود اس کو لاکھوں روپے کے نذرانے دیتے ہو اور خود اس کو پال پوس رہے ہو اور پھر خود ہی اس سے خائف بھی ہو۔ بتاؤ کہ اس کی ذات سے تمہیں رسوائی اور روسیاہی کے سوا اور کیا حاصل ہوا۔ یہ دو چار مشن اور مساجد کیا ہیں یہ تو تم جس سے چاہتے چندہ دے کر بنوا سکتے تھے۔ خلیفہ صاحب کو تو عمر بھر زنان خانے سے باہر نکلنے کی توفیق نہیں ملی۔ دیکھو انکا قصر خلافت ایک زنان خانہ ہے۔ ان کو عام دفتروں کی طرح مردانے میں صدر انجمن کے دفاتر میں ایک کمرہ مخصوص کر کے ایک دن بھی کام کرنے کی دلفریبیوں سے باہر آنے کی تکلیف گوارا نہ کی۔ آخر ان باتوں نے رنگ لانا تھا۔ پھر تمہارا یہ عقیدہ جو بتادیا گیا ہے کہ کوئی غیر مامور بھی مصلح موعود ہو سکتا ہے۔ روحانی قدروں کے منافی ہے۔ پھر تمہاری یہ تعلیم کہ تم خود آیت استخلاف کے تحت روحانی خلیفے برپا کر سکتے ہو۔ سراسر کار شیطانی ہے۔ پھر نظام سلسلہ کے خوش کن نعروں کے تحت جو تم سے ظلم و تشدد کروایا جاتا ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے تمہاری وہ مکروہ شکل بن گئی ہے جو حضرت اقدس کو رؤیا میں دکھلائی گئی اور تم پر خدا تعالیٰ نے لعنت ڈالی۔ آفات کے نزول کی ابتداء بھی ہو چکی ہے۔ تم کو روحانی مرکز سے نکال دیا گیا۔ عدالت میں تمہارے مایۂ ناز عقائد کا کھوکھلا پن ظاہر ہو گیا اور تمہارے خلیفہ فالج کے حملہ کے شکار بھی ہو چکے ہیں۔ ان باتوں سے عبرت حاصل کر کے اپنی اصلاح کر لو۔ ورنہ آفات کی نوعیت دن بدن شدید ہوتی جائے گی اور تم حسب فرمان الٰہی ضرور پیس ڈالے جاؤ گے۔

دابتہ الارض مرزا محمود ہے

تفصیل نمبر:۵...... ہم بار بار عرض کر چکے ہیں کہ ہم صرف نمونہ از خروارآپ لوگوں کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں اور ہم نے جو کچھ پیش کیا ہے۔ اس کی بھی پوری پوری وضاحت نہیں کی۔ مگر ہم مزید وضاحت کریں تو ہمیں ان سینکڑوں الہامات پر سیر کن بحث کرنی پڑے گی کہ جو بیان کردہ الہامات کی ذیل میں آتے ہیں۔ دیکھو مسیح موعود "دابۃ الارض" کے متعلق فرماتے ہیں: "یہی وہ "دابۃ الارض" ہے جو ان آیات میں مذکور ہے۔ جس کا مسیح موعود کے زمانہ میں ظاہر ہونا ابتداء سے مقرر ہے۔"

دابتہ الارض سے صرف طاعون کے چوہے ہی مراد نہیں۔ جیسا کہ حضرت اقدس کے مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے۔ بلکہ اکثر امور غیب کی پیش گوئیاں ذوالوجوہ ہوتی ہے۔ لہٰذا دابتہ

الارض کے معین کا دوسرا پہلو بھی حضرت اقدس کی قلم سے ہی ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت اقدس اپنے زمانہ ظہور کی علامات کی وضاحت فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''گیارھویں علامت دابتہ الارض کا ظہور میں آنا یعنی ایسے واعظوں کا بکثرت ہو جانا جن میں آسمانی نور ایک ذرہ بھی نہیں اور صرف وہ زمین کے کیڑے ہیں۔ اعمال ان کے دجال کے ساتھ ہیں اور زبانیں ان کی اسلام کے ساتھ یعنی عملی طور پر وہ دجال کے خادم اور ممسوخ الصورت اور حیوانی شکل ظاہر کر رہے ہیں۔ مگر زبانیں ان کی انسان کی سی ہیں۔''

(شہادت القرآن ص ۲۵، خزائن ج ۶ ص ۳۲۱)

اب دابتہ الارض کے ان دونوں پہلوؤں پر غور کرتے وقت ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن شریف میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کو تباہ کرنے کا باعث بنا تھا۔ پس جہاں دابتہ الارض کے دوبارہ آخری زمانہ میں پیدا ہونے کا ذکر موجود ہے۔ وہاں آخری زمانہ میں جس موعود مرد خدا نے آنا تھا اس کا نام بھی خدا تعالیٰ نے سلیمان رکھا۔ سبحان اللہ وبحمدہ! ہم نے شروع ہی میں لکھا تھا کہ ''الفتنة ھاھنا'' میں جس فتنہ کی خبر دی گئی ہے۔ وہ مشہور فتنہ دجال کی داخلی شاخ ہے اور دابتہ الارض کے ظہور کی علامت نے ہماری تحریر کردہ حقیقت کی تصدیق کر دی۔ پس جیسا کہ حضرت اقدس کو نوح کا نام دے کر نوح ہی کی طرح ''انه عمل غير صالح'' کے الفاظ میں ایک بدکار لڑکے کی خبر دی۔ اس طرح حضرت اقدس کو سلیمان کا نام دے کر سلیمان ہی کی طرح دابتہ الارض کے الفاظ میں ایک بدکار لڑکے کی خبر دی۔ سبحان اللہ وبحمدہ! دیکھو کس طرح قرآن شریف اور حضرت اقدس کے الہامات ایک دوسرے کے مصدق ہیں اور جس طرح حضرت سلیمان کے دور کے زوال کا علم ایک عرصہ تک لوگوں کو نہ ہو سکا۔ ایسا ہی یہاں بھی رجعت ثانی کے پیروکاروں کو ہم اکثریت کے نشہ میں چور پاتے ہیں۔ مگر اب تقدیر کے نوشتے پورے ہو چکے ہیں اور رجعام ثانی اور اس کے پیروکاروں کو مکافات عمل کا سامنا ہے اور اب خلیفہ ربوہ کے مفلوج ہو جانے سے ہر ایک دل میں میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیا ہوا۔ درحقیقت یہ فتنہ ایک عظیم ابتلاء تھا اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی بیخ کنی بھی خدا تعالیٰ نے خود ہی کرنی تھی۔ سو اوّل اس نے ان کو روحانی مرکز سے نکال دیا اور اب اس فتنہ کے بانی مبانی کو مفلوج کر دیا ہے اور کل کو جو ہونے والا ہے وہ انتہائی عبرت آموز ہوگا۔ اے لوگو! اگر نہیں علم ہو جائے کہ ہم تمہیں کتنی بڑی تباہی سے خبردار کر رہے ہیں۔ تو تم ضرور ہمارا شکر ادا کرو۔ دیکھو ہم چیخ چیخ کر پکار

رہے ہیں۔ خود مسیح موعود کی چیخ وپکار اور دلدوز فریاد بھی تم کو سنا چکے ہیں۔ لیکن اسے بہروہمیں تمہاری بدبختی کو کوئی انتہا نظر نہیں آتی......

جعلی مصلح موعود

اب ہم اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں اور خطاب یافتہ مولویوں سے عرض کرتے ہیں کہ تمہارے بنائے کیا بنتا ہے۔ تم نے ایک جعلی مصلح موعود اور خلیفہ بنایا اور خبیث کو طیبت ثابت کرنے کی ازبس کوشش کی۔ مگر خدا تعالیٰ نے خبیث اور طیّب میں امتیاز کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ (تذکرہ ص ۳۹۵، طبع دوم) "ویمکرون ویمکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین ۔ وما کان اللّٰہ یسترکك حتیٰ یمیز الخبیث من الطیب "یعنی یزیدیوں نے مکر کیا اور خبیث کو بطور طیب پیش کیا۔ مگر خدا تعالیٰ ان کے مکر کو توڑ دے گا اور خبیث وطیب میں امتیاز کر کے چھوڑے گا اور ہمارے اس خیال کی تصدیق ان الہامات سے بھی ہوتی ہے۔ "وماکان اللّٰہ لیترکك حتیٰ یمیز الخبیث من الطیب انظر الیٰ یوسف واقبالہ "یہاں یوسف سے مراد مصلح موعود ہے اور یہاں بھی خبیث اور طیب میں امتیاز کرنے کا وعدہ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خبیث اور جعلی مدعی بھی ہوگا۔ لیکن طیب اور حقیقی مصلح موعود بااقبال ہوگا۔ پس جیسا کہ ہم شروع میں تحریر کر آئے ہیں۔ مسیح موعود کے الہامات میں "عمل غیر صالح "اور مصلح موعود دو لڑکوں کے بارے میں پیش گوئیاں ہیں اور جب وہ مصلح موعود اور قمرالانبیاء اور یوسف آئے گا تو اس کے جعل ساز بھائی "انا کنا خاطئین "کہہ کر اپنی خطا کاری اور جعلسازی کا اقرار کریں گے اور ایسا ہی خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ "ماکان اللّٰہ لیترکك حتیٰ یمیز الخبیث من الطیب ۔ اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح وتمت کلمۃ ربك ۔ ھذالذی کنتم بہ تستعجلون "یعنی خدا تعالیٰ خبیث اور طیب میں امتیاز کر کے چھوڑے گا۔ جب خدا کی فتح اور نصرت آئے گی یعنی جب مصلح موعود آئے گا (کہ درحقیقت فتح ونصرت مصلح موعود کے آنے کے ساتھ مقدر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "کل الفتح بعدہ "یعنی کمل فتح اس کے آنے کے بعد ہوگی) اس دن خدا تعالیٰ خبیث کے پیروکاروں کو کہے گا۔ دیکھو یہ ہے وہ موعود مصلح جس کے لئے تم شتاب کاری کر رہے تھے اور ایک جعلی دعویدار کے پیچھے لگ گئے تھے اور تذکرہ میں "ھذالذی کنتم بہ ستعجلون "کئی پیرایوں میں آیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس ضمن میں جماعت تعجیل کاری کا شکار ہو کر ایک جعلی مدعی کے پیچھے لگ چکی ہوگی اور حقیقی مصلح موعود کے آنے پر اس کے

جعلساز بھائی اور ان کے ہمنوا جو اس وقت تک باقی رہ گئے ہوں گے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح "انا کنا خاطئین" اور "ھذا الذی کنتم بہ تستعجلون" مثل خبیث اور طیب یعنی جعلی اور حقیقی مصلح موعود کا حال کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اور دیکھو خدا تعالٰی کے دونوں کلام یعنی قرآن شریف اور الہامات مسیح موعود کس طرح ایک دوسرے کے شارح اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم طوالت کے خوف سے اس قسم کی تفصیلات بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ ورنہ ان سب الہامات میں ایک ربط ہے اور کئی پیرائے ہیں۔ جن سے حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے۔ پس الہامات الٰہی تو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ مصلح موعود کے بارے میں جماعت تعجیل کا رہی کا شکار ہوگی اور ایک جعلی مدعی کے پیچھے لگ جائے گی۔ کیا خطاب یافتہ مولوی اس قدر گمراہ اور غبی الذہن ہیں کہ اس صاف اور کھلے کلام کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے اور تازیانہ پر تازیانہ کھانے کے بغیر باز نہیں آئیں گے۔ دیکھو قادیان سے تمہارا اور تمہارے مصلح موعود کا نکالے جانا ایک تازیانہ تھا۔ پھر عدالت میں تمہارے خلیفہ کا اگرچہ، مگرچہ، چونکہ، چنانچہ کی رکیک اور فرسودہ تاویلات سے اپنے پچاس سالہ عقائد سے پیچھا چھڑانا ایک دوسرا تازیانہ تھا اور پھر اب تمہارے خلیفہ کا مفلوج ہو جانا ایک تیسرا تازیانہ ہے۔ یہ عجیب اور انوکھی فتح و نصرت ہے کہ جو مصلح موعود کے دعوٰی کے بارے تمہارے اور تمہارے خلیفہ کے حصہ میں آئی۔ کیا یہی وہ عدیم المثال اور عظیم الشان فتح و نصرت ہے جس کا خدا تعالٰی نے وعدہ کیا تھا اور جس کے ذکر سے تذکرہ بھرا پڑا ہے اور جو مصلح موعود کے آنے کے ساتھ مقدر تھی اور یہ جو اس ملک کے شہروں کی در و دیوار خلیفہ کے خلوت خانوں کی رنگین داستانوں سے آئے دن آراستہ اور مزین ہوتی رہتی ہیں۔ یہ کیا تماشا ہے۔ ہم نے مانا کہ تم کو ساتھ کے ساتھ جل دیا جا رہا ہے۔ مگر فریب خوردگی کی بھی انتہاء ہوتی ہے۔ تمہاری سادہ لوحی اور گمراہی کی تو کوئی حد نظر نہیں آتی۔ اگر تم یونہی ان تازیانوں اور زناٹے دار تھپڑوں کو خدا کی طرف سے میٹھی لوریاں قرار دیتے رہے تو سنو ان لوریوں سے ایک دن تمہارا بھیجہ نکل جائے گا کہ "فسحتھم تسحیقا" کے یہی معنی ہیں۔ پھر تم یہ بتاؤ کہ اپنے جعلی مصلح موعود کے دعوٰی پر تم نے "وامتاز والیوم ایھا المجرمون" کا نظارہ کب دیکھا اور کب مجرمین نے خلافت مآب کے سامنے قطار اندر قطار دست بستہ کھڑے ہو کر "انا کنا خاطئین" کا نعرہ لگایا۔ کیا ہماری یہ تحریر "انا کنا خاطئین" کا نعرہ ہے اور پھر وہ کون لوگ تھے جنہوں نے حقیقی مصلح موعود کی آمد سے قبل ہی تعجیل کے رنگ میں ایک جعلی مصلح

موعود کو مان لیا تھا...... کہ حقیقی مصلح موعود کی آمد پر خدا تعالیٰ کو کہنا پڑا۔ "ھذا الذی کنتم به تستعجلون " اے نادانوں یہی ایک الہام جو مصلح موعود کے ضمن میں بار بار مختلف پیرایوں میں آیا ہے۔ تمہاری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ اس سے یہ صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ حقیقی مصلح موعود سے قبل ایک جعلی مصلح موعود ہو گذرے گا اور جماعت شتاب کاری کے طور پر اس کے پیچھے لگ جائے گی۔ اب یا تو اپنے مصلح موعود کے علاوہ کسی جھوٹے دعویدار کی نشان دہی کرو۔ جس کے پیچھے جماعت لگ گئی ہو اور یا پھر اگر اوّل اور جعلی مدعی یہی ہے اور بعد میں آنے والا حقیقی مصلح موعود کوئی اور ہے تو اے ظالمو! ایک بار تو اپنی تعجیل پسندی کا اقرار کر کے "انا کنّا خاطئین " کا نعرہ بلند کرو اور اپنی عاقبت کر سنوار لو اور خبیث اور طیب میں امتیاز کر لو۔ دیکھو "ھذا الذی کنتم به تستعجلون" کے الہام سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حقیقی مصلح موعود جلدی نہیں آئے گا۔ اے مولویو! تمہاری عقل خداداد اور فہم و فراست کو کیا ہو گیا۔ دیکھو ہم کس کس طرح تم کو سمجھا رہے ہیں۔ ہماری کسی ایک بات پر بھی اگر ٹھنڈے دل سے غور فکر کر لو گے تو اس گمراہی اور خانہ ساز دین سے بچ جاؤ گے......

ہم تو شروع میں ہی تحریر کر آئے ہیں کہ شیطان کو جب جملہ خارجی محاذوں پر خدا تعالیٰ کے مامور سے شکست فاش ہوئی تو اس نے خفیہ طور پر چھپ کر حملہ کرنے کی ٹھانی اور داخلی طور پر ایک فتنہ عظیم کی طرح ڈالی اور مذہبی نقاب اوڑھ کر مسیح موعود کی جماعت میں داخل ہو گیا اور شدہ شدہ میر کارواں بن بیٹھا۔ شیطان کی یہ خفیہ چال نہایت خطرناک ثابت ہوئی اور وہ مامور وقت کی جماعت کے بیشتر حصہ کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا......

اگر سب مسلمان اسم با مسمّی ہوتے تو معاشرہ نور علیٰ نور ہو جاتا اور یہاں تو محمود احمد خلیفہ ربوہ کا حقیقی نام نہیں۔ یہ نام تو محض بطور نیک فال کے رکھا گیا تھا۔ در حقیقت خلیفہ ربوہ کے الہامی نام تو "عبدا غیر صالح " بلائے دمشق اور دابۃ الارض وغیرہ ہیں اور حضرت اقدس نے یہاں پر ابتلاء کے انجام اچھے ہونے کا جو تاثر لیا ہے۔ وہ محض ان ناموں کی وجہ سے نہیں بلکہ اس اچھے تاثر کی زیادہ تر وجہ الہام بریت ہے۔ جس میں قطعیت پائی جاتی ہے۔ ورنہ کسی بھی مسلمان کے بارے میں کسی بھی خواب کی کوئی بری تعبیر کرنا محال ہو جائے گا......

ہم ان گدھوں کی بات نہیں کرتے کہ جن پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہو۔ البتہ ایک دہقان سے دہقان انسان بھی یہ جانتا ہے کہ بیڑے سے مراد خاندان اور قبیلہ ہوتا ہے۔ یہ ایک

مشہور عام محاورہ ہے۔ایک شخص جب دوسرے کو کہتا ہے کہ تیرے بیڑی یا بیڑا غرق ہو تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ فی الواقعہ دوسرے شخص کی بیڑیاں یا بیڑے ہیں۔ بلکہ اس سے مراد خاندان اور قبیلہ ہوتا ہے۔پس مندرجہ بالا الہامی فریاد کا مفہوم صاف ہے کہ وہ حضرت اقدس کے قبیلہ کی ہی غرقابی کے پیش نظر کی گئی ہے اور اس میں جسمانی اور روحانی دونوں قبیلے شامل ہیں...... کہ زمین اپنی فراخی کے باوجود مجھ پر تنگ ہوگئی اور میں مغلوب ہو چکا ہوں سے یہ مراد ہے کہ جماعت خود ہی بلائے دمشق کو زمام اقتدار سونپ کر اور اس کے دام عقیدت میں گرفتار ہو کر گمراہ ہو جائے گی اور بلائے دمشق نہایت دقیق اور نظر فریب مکر کے ساتھ اسلامی نظریات کو مسخ کرتا جائے گا اور ایسا سوانگ رچائے گا کہ لوگوں کو اس پر اصل حقیقت کا گمان ہوگا اور اصلاح حال کی کوئی صورت باقی نہ رہے گی۔علماء کی حیثیت خیمہ برداروں کی سی ہوگی اور حق مغلوب اور باطل کو اپنی اکثریت پر ناز ہوگا اور نظام سلسلہ کے نعروں کی گونج میں انسانیت سوز بائیکاٹ اور ظلم وتشدد کیا جائے گا اور خدا کے دین اور اس کے بندوں پر زمین تنگ کر دی جائے گی اور ستم ظریفی کی انتہاء نہ ہوگی کہ یہ سب کچھ مسیح موعود کے نام سے کیا جائے گا۔اس وحشت ناک منظر کے پیش نظر ماموروقت کی زبان پر یہ الہامی فریاد جاری کی گئی۔

۱...... اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ۔

۲...... اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

۳...... اے میرے خدا میں مغلوب ہو چکا ہوں میری مدد کو آ۔

............دوستو جو احمدی کہتے ہو کیا تم میں کوئی ”رجل رشید“ ہے کہ جو مسیح موعود کی اس دلدوز دلفگار الہامی فریاد پر ایک آنسو بہا دیوے اور اپنی اصلاح کر لیوے۔

ہم دراصل مسیح موعود کی ایک خواب کا ذکر کر رہے تھے۔ آؤ اب ہم آپ کو اس خواب کی تعبیر بتائیں کہ جو واقعات کے رنگ میں پوری ہو چکی ہے۔ مسیح موعود کو جو پھل دکھایا گیا ہے وہ روحانی پھل تھا کہ جو ان کی دن رات کی روحانی کاوشوں کا نتیجہ تھا۔ یعنی معاشرے کا اسلامی رنگ میں رنگین ہو جانا اور ہنوز دنیا نے اس سے متمتع ہونا تھا کہ محمود ایک فرنگی یعنی دجال کو لے کر گھر میں داخل ہو گیا اور اوّل اوّل وہ وہاں گئے جہاں پانی رکھا ہوا تھا۔ پانی سے مراد روحانی پانی یعنی روحانیت ہے۔ یعنی سب سے اوّل محمود نے دجال کی معیت یا تتبع میں جماعت کی روحانیت کو پامال کیا۔ اب آپ خود دیکھ لیں کہ جماعت کے پاس بجز جلسوں،

جلوسوں، نعروں اور ریزولیشنوں کے اور رکھا ہی کیا ہے۔ پھر وہ حضرت اقدس کی تالیفات پر متوجہ ہوا۔ خواب کے اس حصہ کی اگر واقعاتی تعبیر بیان کی جائے تو ایک ضخیم کتاب تالیف ہو جائے کہ کس طرح میاں محمود احمد نے مسیح موعود کی تالیفات کو مسخ اور نظر انداز کیا۔ انہوں نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء پر خلافت حقہ اسلامیہ کے عنوان سے ایک گمراہ کن تقریر کی۔ جس میں آیت استخلاف موضوع سخن تھی۔ مگر اس ساری تقریر میں انہوں نے حضرت اقدس کی مایہ ناز تصنیف ''شہادت القرآن'' کا نام تک نہیں لیا۔ حالانکہ شہادت القرآن آیت استخلاف کی ہی پر از معارف تفسیر ہے اور اگر میاں محمود احمد شہادت القران کا کوئی ایک حوالہ بھی دے دیتے تو ان کی ساری دجل کاری کا محل دھڑام سے زمین پر آرہتا اور پھر محولہ بالا تقریر میں انہوں نے حدیث مجددین کا بھی ذکر نہیں کیا کہ جو درحقیقت آیت استخلاف کی ہی شارح ہے۔ غرض دین میں ان کے تصرف بے جا کی یہ ایک ادنیٰ مثال ہے۔ پھر انہوں نے حضرت اقدس کی الہامی پیش گوئیوں میں بھی اس قدر تصرف کیا ہے کہ الامان والحفیظ! ایک مصلح موعود کی پیش گوئی کے ہی جملہ الہامات زیب تن کئے بیٹھے ہیں اور تذکرہ کو دیکھنے سے اس قسم کے بے جا تصرفات کی کئی ایک مثالیں ملتی ہیں۔ جن کا ایک آدھ نمود آئندہ چل کر ہماری اس تحریر میں بھی آوے گا۔ غرض ان لوگوں پر حضرت اقدس کا مندرجہ ذیل الہام بالکل صادق آتا ہے۔

''ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ میری عبادت گاہ میں ان کے چولہے ہیں۔ میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیث کو کتر رہے ہیں۔'' (ازالہ اوہام ص ۷۶ حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۱۴۰)

غرض ان لوگوں نے ایک ایسا سوانگ رچایا ہے اور ایسی گمراہی پھیلائی ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور پالتو مولوی سارے کے سارے قرآن شریف کو اور احادیث نبوی کو دھڑا دھڑ خلیفہ کی تعریف وتوصیف میں چسپاں کئے جاتے ہیں اور ان کی طاغوتی یلغار سے نہ قرآن شریف محفوظ ہے نہ اسلام محفوظ ہے اور نہ ہی پاک اور مطہر لوگ محفوظ ہیں۔ کروڑوں روپے کے اصراف سے ایک ایسا شیطانی چکر چلایا ہے کہ ہم تو ہم خود مامور وقت کی روح گھبرا گئی اور چلا اٹھی۔

''عورت کی چال ایلی ایلی لما سبقتنی'' (تذکرہ ص ۵۹۸، طبع دوم)

پس قادیان کو الہامی طور پر دمشق قرار دینے اور پھر بلائے دمشق کی الہامی اطلاع دینے کے بعد حضرت اقدس کا حسب ذیل بیان ان لوگوں کے احوال کے عین مطابق ہے: ''جس میں

(یعنی قادیان میں) ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزید الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور رسول کی کچھ محبت نہیں اور احکام الٰہی کی کچھ عظمت نہیں......اور اپنے نفس امارہ کے حکموں کے ایسے مطیع ہیں کہ مقدسوں اور پاکوں کا خون بھی ان کی نظر میں سہل اور آسان امر ہے۔" (ازالہ اوہام حاشیہ ص ۶۶، خزائن ج ۳ ص ۱۳۵)

اب اس وقت جب کہ یہ سب باتیں پردہ غیب میں تھیں اور جماعت کی روحانی حالت قابل رشک تھی۔ حضرت اقدس کی قلم سے یہ سب کچھ لکھا جانا ایک کرشمہ سے کم نہیں اور ان الہامات کی روشنی میں جن کا ہم اب تک ذکر کر چکے ہیں۔ حضرت اقدس کی مندرجہ بالا تحریر خدا تعالیٰ کے تصرفات کی ایک مثال ہے۔

مرزا محمود دجال ہے

پس علاوہ ان سب وضاحتوں کے مندرجہ بالا خواب میں محمود احمد کا دجال کو لے کر مسیح موعود کے گھر میں داخل ہونا گلی اور واقعاتی رنگ میں بھی پورا ہو چکا ہے۔ دیکھو خلیفہ اپنی تقریر خلافت حقہ اسلامیہ میں کہتے ہیں: "لیکن میں نے ایک کمیٹی بھی بنائی ہے جو عیسائی طریقہ انتخاب پر غور کرے گی۔ کیونکہ قرآن شریف نے فرمایا ہے کہ: "وعداللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم "جس طرح اس نے پہلوں کو خلیفہ بنایا تھا۔ اسی طرح تم کو بھی بنائے گا۔ سو میں نے کہا کہ عیسائی جس طرح انتخاب کرتے ہیں۔ اس کو بھی معلوم کر لو۔ جسے اس کو دیکھا ہے۔ گو پوری طرح تحقیق نہیں ہوئی اس میں جو بڑے بڑے علماء ہیں ان کی ایک چھوٹی سی تعداد پوپ کا انتخاب کرتی ہے اور باقی عیسائی دنیا سے قبول کر لیتی ہے۔" (خلافت حقہ اسلامیہ ص ۲۱، ۲۲)

اے دے پالتو مولویو! جو خطاب یافتہ ہو۔ تم اس وقت کہاں تھے جب کہ یہ خرافات قرآنی آیات شریفہ سے مزین کر کے سنائی جارہی تھیں۔ کیا تم اس وقت بقائمی ہوش و حواس زندہ تھے۔ کیا تم میں ایک بھی رجل رشید نہ تھا کہ جو خلیفہ صاحب کا منہ بند کر دیتا اور پکار اٹھتا کہ یا حضرت اب کفریات کی حد ہو گئی ہے۔ تم نے پاپائیت کو قرآن شریف کا شارح اور قاضی بنا دیا ہے۔ ان خرافات اور کفریات کو اب بند کیجئے۔ ہم ان دجلیات کو نہیں سن سکتے اور ہم اس دجل کاری کو اپنے گھر یعنی احمدیت میں دخل نہیں ہونے دیں گے۔ شاید تمہارا خیال اس وقت کھانے کی خوشبوؤں میں الجھا ہوا تھا۔ اے رکابی مذہب کے پرستار و تف ہے تمہارے اس علم پر اور حیف ہے

تمہاری اس عقل پر...... ہمارے خیال میں عالم ہوکر ایسی خرافات اور کفریات کو سننا اور احتجاج نہ کرنا پیشاب پینے سے بھی بدتر ہے۔ دیکھا نذرانوں کی دیوی یعنی خلافت کو ابنائے فارس کی لونڈیا بنانے کے لئے تمہارے خلیفہ کیا کیا پراز معارف شاطرانہ چالیں بیان کرتے ہیں۔ کیا اس تقریر کے بعد بھی حضرت اقدس کے خواب کی تصدیق نہیں ہوتی کہ محمود دجال کو لے کر ہمارے گھر میں داخل ہوگیا۔ ہمارے خیال میں اس تقریر کے بعد ابلیس نے بھی شکرانے کے نوافل ادا کیے ہوں گے۔ کیا اب بھی آپ کو "عورت کی چال ایلی ایلی لما سبقتنی" کے معنی سمجھ نہیں آئے......

اگرچہ ہمیں خلیفہ کی اس بات سے اتفاق ہے کہ ان کی خلافت بھی پوپ کی شکل میں عیسائیوں کی طرح ہی کی ایک خلافت ہے اور اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ ابلیس قیامت تک خدا کے بندوں کو گمراہ کرنے کا تہیہ کر چکا ہے۔ مگر یہاں موضوع سخن آیت استخلاف ہے۔ لہٰذا خلیفہ کے ہر دو اقتباسات پر غور کرنے سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر پاپائیت بگڑ چکی ہے تو پھر پاپائیت کی بگڑی ہوئی شکل کو بطور رہنما تسلیم کر کے اس کے اصولوں کو معلوم کرنے کے لئے ایک ایسی کمیٹی کیوں بنائی گئی کہ جس کی پیش کردہ سفارشات کی روشنی میں آیت استخلاف کے تحت خلافت سازی کے قواعد مرتب کئے جائیں گے۔ کیا قرآن شریف کی آیات کی تفسیر بگڑی ہوئی پاپائیت کے اصولوں کی روشنی میں کی جائے گی۔ کیا پاپائیت کی بگڑی ہوئی شکل میں بھی اس قدر سکت ہے کہ وہ قرآن شریف کی آیات کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے بطور رہنما کام آئے۔ دوسرے الفاظ میں خلیفہ کے نزدیک جن کو قرآن دانی کا بہت بڑا دعویٰ ہے۔ اسلامی خلافت کو صحیح راستوں پر چلانے کے لئے بگڑی ہوئی پاپائیت کے نقش قدم پر چلانے چاہئے۔ پالتو مولویو! اس سے بڑھ کر دجال نوازی اور ویل کاری اور کیا ہوسکتی ہے کہ جماعت کو ضال اور مغضوب قوموں کے نقش قدم پر چلا دیا جائے۔ واقعی خدا کے مامور کی خواب حرف بحرف پوری ہوگئی کہ محمود دجال کو لے کر ہمارے گھر میں داخل ہوگیا۔ مسیح موعود تو پادریوں کو دجال کہتے کہتے نہیں تھکتے تھے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں: "یہی علامت اس پادریوں کے گروہ پر فٹ کی ہے جس کا نام دجال معہود ہے۔" (شہادت القرآن ص ۶۲)

اور خلیفہ ان دجالوں کی پیروی اور تتبع میں آیت استخلاف کے تحت خلافت سازی کی مہم چلانے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کرتے ہیں اور کمیٹی قائم کرنے کا تو ایک جھانسہ تھا۔ ورنہ خلیفہ نے پاپائیت کے تتبع میں اسی تقریر میں قواعد اور شرائط مقرر کر ڈالے۔ چنانچہ عیسائیوں کے طریق

انتخاب کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ: " وہ بہت سادہ طریق ہے۔ اس میں جو بڑے بڑے علماء ہیں ان کی ایک چھوٹی سی تعداد پوپ کا انتخاب کرتی ہے اور باقی عیسائی دنیا اسے قبول کر لیتی ہے۔"

(تقریر خلیفہ ص ۲۲)

اس کے مطابق خلیفہ حکم دیتے ہیں کہ: " آئندہ یہ نہ رکھا جائے کہ ملتان اور کراچی اور حیدر آباد اور کوئٹہ اور پشاور سب جگہ کے نمائندے جو پانچ سو کی تعداد سے زیادہ ہوتے ہیں۔ وہ آئیں تو انتخاب ہو۔ بلکہ صرف ناظروں اور وکیلوں اور مقررہ اشخاص (یعنی ملازم عملہ) کے مشورہ کے ساتھ اگر وہ حاضر ہوں خلیفہ کا انتخاب ہوگا۔ جس کے بعد جماعت میں اعلان کر دیا جائے گا اور جماعت اس شخص کی بیعت کرے گی۔"

(تقریر خلیفہ ص ۲۰)

عیسائیوں کے پادری تو شاید صاحب الرائے ہوں۔ مگر خلیفہ تو سراسر اپنے ملازم عملہ اور پالتو مولویوں کو یہ اختیار دے رہے ہیں کہ وہ آیت استخلاف کے تحت خلیفے مقرر کر لیا کرے اور باقی جماعت کو پابند کرتے ہیں کہ وہ اس کی بیعت کرے۔ پس کمیٹی وغیرہ مقرر کرنے کا تو ایک جھانسہ تھا۔ خلیفہ کی یہ تقریر لوگوں کو ازبر کروائی جا چکی ہے اور وسیع پیمانے پر اس کے امتحانات لئے جا چکے ہیں اور ہم نے سنا ہے کہ دجل کاری میں اوّل نمبر پر آنے والے مریدوں کو انعامات بھی دیئے گئے ہیں۔

محمودی فتنہ دجالی فتنہ ہے

پس جیسا کہ ہم شروع میں تحریر کر آئے ہیں۔ یہ فتنہ بھی دجالی فتنہ کی ہی ایک داخلی شاخ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ کو اپنی خلافت اور خلافت سازی کے قواعد کو مستند بنانے کے لئے بار بار پاپائیت کا حوالہ دینا پڑا اور بگڑی ہوئی پاپائیت کو قرآن شریف کا شارح اور قاضی بنانا پڑا اور "کل شیئ یرجع الیٰ اصلہ " کے اصول کے تحت اس فتنہ کو بھی اپنے مورث اعلیٰ دجال کی طرف رجوع کرنا پڑا اور اس طرح حضرت اقدس کے خوب کی پوری پوری تصدیق ہوگئی کہ محمود دجال کو لے کر میرے گھر میں داخل ہو گیا ہے۔

دوم...... دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی پاپائیت آیت استخلاف کے تحت خلافت الٰہیہ کی آئینہ دار ہے۔ خلیفہ صاحب کہتے ہیں کہ پاپائیت کی موجودہ شکل بگڑی ہوئی ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ خلیفہ اور ان کے خطاب یافتہ پالتو مولوی پاپائیت کے کسی ایسے دور کی نشان دہی کریں کہ جب کہ وہ آیت استخلاف کے تحت خلافت الٰہیہ کہلانے کی مستحق تھی۔ ہمیں وہ اس دور کے پاپاؤں کا

نام بتلائیں اور اس بات کا ثبوت فراہم کریں کہ واقعی میں فلاں فلاں پوپ فلاں فلاں سنہ میں آیت استخلاف کے تحت خلیفہ اللہ تھے اور پھر ان کے طریق انتخاب پر تاریخی طور پر روشنی ڈالیں کہ نصرانیوں نے ان کو منتخب کیا ہو اور پھر وہ اس انتخاب کے وجہ سے خلیفہ اللہ بن گئے ہوں۔ اگر خلیفہ اور ان کے خطاب یافتہ پالتو مولوی پاپائیت کے کسی ایسے دور کی نشان دہی نہ کر سکیں اور وہ قیامت تک نہیں کر سکیں گے تو پھر اے خطاب یافتہ مولویو! تم خود ہی بتاؤ کہ ہم خلیفہ کی اس فریب کاری کا کیا نام رکھیں کہ وہ بار بار اپنی تقریر میں پاپائیت کے حوالہ سے اپنی خلافت کو مستند اور اپنے خلافت سازی کے طریقوں کو جائز قرار دیتے رہے ہیں۔

اے پالتو مولویو! دیکھو ہم تمہارے خلیفہ کے تبحر علمی کے دعویٰ کی قلعی کھول رہے ہیں۔ کچھ تو غیرت علمی دکھاؤ اور کسی ایک پوپ کا ہی نام لے دو کہ وہ حقیقی معنوں میں خلیفۃ اللہ تھا اور ساری عیسائی دنیا نے متفقہ طور پر اس کا انتخاب کیا ہوا تھا۔ تمہارے خلیفہ کی تفسیر دانی کو تو ہم بخوبی جانتے ہیں کہ جو سالہا سال تک تفسیر کبیر لکھنے کی کوشش میں درجن بھر پالتو مولویوں کو کبھی پہاڑوں پر اور کبھی میدانوں میں اپنے ساتھ نتھی کر کے گھسیٹتے پھرے۔ مگر کیا تم کو بھی یہ علم نہیں کہ اب تک دنیا کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تاریخ وفات کا ہی علم نہیں۔ واقعہ صلیب اور محلہ خانیار میں ان کی فوتیدگی کے درمیان قریباً نوے برس کا طویل زمانہ حائل ہے۔ آخر کس تاریخ سے ان کی خلافت کے سلسلہ کو شروع کرو گے۔ ان کی خلافت کا مرکز ناصرہ تھا یا سری نگر۔ پاپائیت کو قرآن پر قاضی بنانے والو! کہیں تو شرم سے ڈوب مرو۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ رومیوں نے عیسائیوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا اور واقعہ صلیب کے بعد کوئی بھی خوف کے مارے عیسائیت کا نام تک نہ لے سکتا تھا۔ کیا قرآن شریف میں اصحاب کہف کا صدیوں تک غاروں میں چھپے رہنے کا کوئی تذکرہ ہے کہ نہیں۔ اے ظالمو! کچھ تو اپنے ذہنوں کو بھی کھولو۔ آخر ہم س دجل کاری کی تردید میں ساری تاریخ تو نہیں لکھ سکتے۔ دیکھو تمہارے خلیفہ اپنی تقریر میں خلافت موسویہ کے دو دور بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں: ”اور ایک دور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر آج تک چلا آ رہا ہے۔“ (تقریر خلیفہ ص ۴)

......پس غیر صالح بیٹے کو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد مسلسل خلافت کا ایک سلسلہ آج تک چلا آتا نظر آتا ہے اور اس کے بزرگ باپ مسیح موعود کو کوئی ولی تک نظر نہیں آتا۔ اب جس امت میں ولی ہی کوئی نہیں ہوا۔ اس میں آیت استخلا: تحت خلیفہ صاحب والا خلفاء کا سلسلہ کیوں کر قائم تا ہے۔ا۔ پالتو مولویو! بتاؤ کہ کیا تمہیں ہماری باتوں کی سمجھ آتی ہے کہ

نہیں اور اگر آتی ہے تو شرم بھی آتی ہے کہ نہیں۔ یا تم اس مادے کو جو نصف ایمان کا درجہ رکھتا ہے بالکل ضائع کر چکے ہو۔ آگے چلئے......

اے پالتو مولویو! ان حوالوں کا سلسلہ تو بہت لمبا ہے۔ مگر ہم تمہارے فہم کا کیا علاج کریں۔ اے ظالمو! خلیفہ کی تمام تقریر ہی کفریات اور دجلیات کا مرقع ہے۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم اس تقریر کے ایک ایک لفظ پر بحث کر کے یہ ثابت کریں کہ جملہ الفاظ کا تانا بانا فریب کاری ہی فریب کاری ہے اور خلیفہ کی تقریر کو اسلام اور الٰہیات سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اب دیکھو مسیح موعود تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موسوی خلافت کو ختم قرار دیتے ہیں اور خلیفہ پاپائیت کو بھی آیت استخلاف کے تحت گردان کر قرآن شریف کو اس پر پیش کرتے ہیں۔ کیا یہ دجل کاری کی انتہاء نہیں اور کیا اب بھی تمہیں حضرت اقدس کے اس خواب کی تعبیر سمجھ نہیں آئی کہ محمود دجال کو لے کر ہمارے گھر احمدیت میں داخل ہو گیا ہے اور اس نے جماعت کو نصاریٰ کے رنگ میں رنگین کر دیا ہے۔

......یقیناً تینوں بھائیوں میں سے خلیفہ سب سے بڑے مجرم ہیں اور ان پر عذاب نازل ہو چکا ہے اور وہ مفلوج ہو چکے ہیں اور وہ اپنی مفلوجیت کو چھپانے کی بہت کوشش کرتے ہیں۔ مگر خدا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر خدا کی گرفت دن بدن مضبوط ہوتی چلی جائے گی اور نہ مال نہ اولاد اور نہ جماعت خدا کے عذاب سے ان کو بچا سکے گی۔ ان کا جرم نہایت سنگین اور شدید قسم کا ہے۔ غیر صالح اعمال اور مظالم کے علاوہ انہوں نے خدا کے اس نور کو بجھانے کی کوشش کی ہے۔ جو چودہ صد سال کے بعد آسمان سے نازل ہوا تھا۔ اے خطاب یافتہ پالتو مولوی اور پاپائیت کو آیت استخلاف کے تحت خلافت الٰہیہ قرار دینے والو اور قرآن شریف کو پاپائیت پر پیش کرنے والو۔ سن لو اور گوش ہوش سے سن لو کہ تمہارا اور تمہارے خلیفہ کا انجام نہایت عبرت ناک ہونے والا ہے۔ دور حاضر کے سب سے بڑے مجرم ضمیر کو مکافات عمل کا سامنا ہے۔ عجب نہیں کہ وہ بالکل شل اور مختل کر دیا جائے اور ساری دنیا کے ساتھ تم بھی اس کی تلف شدہ ذہنی صلاحیتوں کا تماشا کر لو۔

......اب آپ نے دیکھ لیا کہ خلیفہ خلافت کی جعلی تیسری قسم کی سند کہاں سے لائے ہیں۔ کہتے ہیں چنانچہ عیسائی اس کے لئے انتخاب کرتے ہیں۔ اے پالتو مولویو! کیا یہ عبرت کا مقام نہیں۔ واقعی پاپائیت کے علاوہ تمہاری اس جعلی خلافت کی کہیں اور سے سند نہیں مل سکتی تھی۔ شاید قارئین خیال کریں کہ ہم جواب تو خلیفہ کی تقریر کا دے رہے ہیں اور دیگر احوال بھی ان کا ہی تحریر کر رہے ہیں۔ پھر بار بار خطاب یافتہ پالتو مولویوں کو مخاطب کیوں کرتے ہیں۔ دراصل خلیفہ

نے تو ایک بار جو دعویٰ کرنا ہوتا ہے کر دیتے ہیں اور دین اور اسلام کے نام پر جو دجل کاری پھیلائی ہوتی ہے پھیلا دیتے ہیں۔ پھر ان کے بیان کو جائز اور "قال اللہ" اور "قال الرسول" سے ناکام تطبیق دینے کی مہم یہی پالتو مولوی چلاتے ہیں۔ بلکہ بطور خوشامد خلیفہ کے منہ میں نوائے دیتے رہتے ہیں کہ اجی حضور آپ کی کیا شان ہے اور واللہ آپ تو مصلح موعود ہیں۔ یعنی خلیفہ نے ہنوز مصلحت کا دعویٰ نہیں کیا تھا کہ یہ پالتو مولوی اپنی تحریرات میں خلیفہ کو مصلح موعود لکھنے لگ گئے تھے۔ پس مسیح موعود کی جماعت کو گمراہ کرنے میں ان پالتو مولویوں کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔ لہٰذا ہم ان خوشامدیوں کو بار بار مخاطب کرنے پر مجبور ہیں کہ شاید ان میں کہیں غیرت اور ایمان کی رتی باقی رہ گئی ہو اور یہ خوابیدہ لوگ ہوش میں آ ئیں کہ ان کی مدہوشی اور گمراہی کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہاں بھی ایک نسل تباہ ہوگئی ہے۔ ہاں تو ہم بیان کر رہے تھے کہ خلیفہ کو اپنی جعلی خلافت کو مستند کرنے کے لئے بابائیت کے سوا اور کہیں سے ثبوت نہ مل سکا۔ اے پالتو مولویو! اب تو خلیفہ نے خود ہی اپنا نام اور پتہ مکمل طور پر بتادیا ہے۔ اب تو حسب خواب مسیح موعود ایک بار مان لو کہ محمود دجال کو لے کر مسیح موعود کے گھر یعنی احمدیت میں داخل ہو گیا ہے۔ ورنہ اگر تم واقعی عالم ہو اور اگر تم واقعی حیادار ہو تو آیت استخلاف کے تحت صرف موسوی خلافت کے چودہ صد سالہ دور میں ہی نہیں بلکہ تاریخ ادیان میں کسی بھی ایک ایسے روحانی خلیفہ کی مثال پیش کرو جو مامور اور رسول نہ تھا اور جو لوگوں کی انتخاب کی وجہ سے روحانی خلیفہ بن گیا تھا۔

مرزا محمود کی دجالیت

......خلیفہ کی تقریر کو ازبر کر کے امتحان دینے والو! دیکھو یہ وہ معارف ہیں کہ جن سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔ خلیفہ کا بیان تو سراسر عیاری پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ تو اگرچہ مگر چہ کے گورکھ دھندوں سے اپنا کام چلاتے ہیں۔ اوّل وہ اصطلاحات کو ایک دوسرے میں گڈمڈ کر دیتے ہیں۔ ظاہری خلافت کو حضرت علیؓ پر ختم کر کے نور الدین سے شروع کرتے ہیں۔ حالانکہ نور الدین کے وقت ظاہری خلافت یعنی حکومت نہ تھی۔ پھر کبھی ظاہری خلافت کو حضرت علیؓ پر اور کبھی حضرت حسنؓ پر ختم کہتے ہیں۔ غرض خلیفہ کی تقریر علمی اور تاریخی نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک جال ہوتا ہے۔ جو مریدوں کو پھانسنے کے لئے وہ تیار کرتے ہیں۔ پھر وہ روحانی خلافت کا ذکر تک نہیں کرتے۔ جو اسلام میں اب تک جاری وساری رہا اور ہر صدی کے سر پر آیت استخلاف کے تحت مجدد آتے رہے اور حضرت حسنؓ کے زمانہ سے ہی مسلمانوں کو کامل مومن خیال نہیں کرتے اور پھر کمال عیاری سے غلط

اصطلاح استعمال کر کے ظاہری خلافت کے تحت اپنی خلافت کا ذکر تو کرتے ہیں اور روحانی خلافت کا نام تک نہیں لیتے۔ اب اس ساری دجل کاری کا تجزیہ کون کرے۔ اس تحریر میں ہمارے لئے مشکل ہے کہ ہم خلیفہ کے عیارانہ بیان کے ایک ایک لفظ کی وضاحت کریں۔ جس طرح ان کا دین خانہ ساز اور انوکھا ہے۔ ان کی سب اصطلاحیں خانہ ساز اور انوکھی ہیں۔ جیسا کہ ہم پیچھے حوالے دے چکے ہیں۔ مسیح موعود نے خلافت کی ظاہری شکل سے حکومت مراد لی ہے۔ مگر خلیفہ کمال عیاری سے کہتے ہیں کہ دوبارہ خلافت کی ظاہری شکل نورالدین سے شروع ہوئی۔ اب ایسا مہمل بیان یا تو کسی کودن کا ہوسکتا ہے اور یا کسی عیار کا۔

مرزا محمد کے پالتو

پس اے وے پالتو مولویو! جو خطاب یافتہ ہو۔ "ماھذا لتماثیل التی انتم لھا عاکفون" کیا تمہارا خلیفہ آیت استخلاف کی ظاہری شکل کے تحت کسی سلطنت کا سربراہ ہے یا اس کی باطنی اور روحانی شکل کے تحت مجدد اور مامور ہے۔ اگر آیت استخلاف کی ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت تمہارے مناسب حال نہیں تو اے ظالمو! اے فتنہ گرویدہ کیا پاکھنڈ تم نے رچایا ہے اور تمہارے خلیفہ اپنی تقریر کے ص ۱۵ پر کون سے آسمان سے حکم دیتے ہیں: "کہ آئندہ خلافت کے لئے میں یہ قاعدہ منسوخ کرتا ہوں کہ شوریٰ انتخاب کرے۔ بلکہ میں یہ قاعدہ مقرر کرتا ہوں۔" اب یہ کون سی طاغوتی خلافت ہے کہ جس کے قاعدے منسوخ ہو رہے ہیں اور مقرر کئے جارہے ہیں۔ کیا اس خلافت کا بجز پاپائیت کے قرآن شریف اسلام اور تاریخ ادیان میں کوئی مثال ملتی ہے۔ اے ظالمو! یہ کس دجل کاری میں تم مبتلا کر دیئے گئے ہو۔ خلیفہ کی تقریر میں خدا کا نام تو محض بطور بیت وزن استعمال ہوتا ہے۔ ورنہ جملہ قواعد تو وہ خود ہی بنا رہے ہیں اور ان قواعد کے تحت خلافت سازی کے اختیارات خود ہی اپنی پالتو اور ملازم عملہ کو دے رہے ہیں اور سراسر ایک کار خداوندی پر پنجہ مار رہے ہیں۔ اے ظالمو! ہم تمہیں تمہارے خلیفہ کی ہی زبان میں آگاہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ وہ اپنی تقریر کے ص ۱۹ پر کہتے ہیں کہ: "شیطان نے بتادیا ہے کہ ابھی اس کا سر نہیں کچلا گیا۔ وہ ابھی تمہارے اندر داخل ہونے کی امید رکھتا ہے۔"

الو

پیغام صلح کی تائید اور محمد حسین چیمہ کا مضمون بتاتا ہے کہ ابھی مارے ہوئے سانپ کی دم ہل رہی ہے۔ اور وہ مفلوج ہونے کے باوجود اپنی سرشت سے باز نہیں آتا اور اپنی فطرت کے

مطابق برابر گمراہی پھیلا رہا ہے اور مسیح موعود کے فرمودات کو چوہوں کی طرح کتر کتر کر ایک خانہ ساز طاغوتی دین کی بنیاد رکھ چکا ہے اور تمہیں الو بنا کر برابر اپنے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑکر مرمٹنے کی تعلیم دے رہا ہے اور تمہیں پاپائیت کی مکمل تقلید کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔

......اے وے پالتو مولویو! جو خطاب یافتہ ہو تم نے دیکھ لیا کہ تمہارے خلیفہ کوئی بیان بھی قرآن، اسلام اور فرمودات مسیح موعود سے مطابقت نہیں رکھتا۔ ان کا سارا دھندا ہی عیاریوں پر چل رہا ہے۔ لہٰذا اب ہم پرزور الفاظ میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ کوئی ایک شخص تو کجا ساری دنیا مل کر بھی آیت استخلاف کے تحت روحانی خلیفہ برپا نہیں کرسکتی۔ نہ پہلے کبھی ایسا ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ یہ ایک بہت بڑا دجل ہے۔ جس میں کہ تم مبتلا کردیئے گئے ہو اور اگر تمہیں ہمارے اس اعلان میں کچھ کلام ہے اور پھر اگر تم اپنے علم اور اپنے محبوب خلیفہ کے لئے کوئی غیرت رکھتے ہو تو ہمارے اس اعلان حق کی تردید میں کوئی ایک مثال لاؤ اور یاد رکھو تم کیا تمہاری نسلیں بھی ایسی کوئی مثال نہ لاسکیں گے۔

اے دوستو! ہم علیل ہیں اور باوجود علیل ہونے کے جب ہم نے خلیفہ کی تقریر پڑھی اور دوسری طرف مسیح موعود کی دلدوز فریاد سنی تو بغیر کسی ساز و سامان کے لکھنے بیٹھ گئے اور بخار کی حالت میں بھی ہمارا قلم چلتا رہا۔ ہم نہ تو کوئی مولوی ہیں اور نہ ہی عالم ہیں۔ صرف آگ لگی دیکھی اور ننگے پاؤں اور ننگے سر بجھانے کے لئے دوڑ نکلے۔ ہم نے شروع ہی میں تحریر کیا تھا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کا کام اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ نہ صرف یہ کہ لوگوں کے لئے دین برپا کرنے کا کام اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ بلکہ حسب آیت استخلاف تجدید دین کا کام بھی اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ اب تم لوگوں نے کسی عیار کے ہاتھوں میں پڑ کر اور اس کام کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنا انجام دیکھ لیا۔ ایک تو "عبد غیر صالح" کے ذریعہ تمہاری دنیا و جہاں میں جگ ہنسائی ہوئی اور اس ملک کے ہریالے در و دیوار نے سیاہ ہو کر تمہارے چہروں کی سیاہی کو ظاہر کیا۔ پھر عقائد میں تمہارا یہ حال ہے کہ لڑھکتے پھرتے ہو اور اسلام تو کجا کسی دین میں تمہیں قدم رکھنے کی جگہ نہیں ملتی اور تھک ہار کر تمہارے خلیفہ تمہیں دجال کے گھر یعنی پاپائیت میں لے گھسے اور تمہیں یہ کہہ کر الو بنایا کہ یہی پاپائیت ہی اسلام ہے۔ اسی کے مطابق عمل کرو۔ یہ سب گمراہیاں تمہیں اس لئے نصیب ہوئیں کہ تم نے الو بن کر خدائی کام میں ہاتھ ڈال دیا۔ پس خدا تو تم نے کیا بننا تھا تم اپنی انسانیت کو بھی کھو بیٹھے اور "واشربوا فی قلوبھم الخلیفہ" کے تحت تمہیں ایک زمینی خلیفہ کا تخیل گھوٹ گھوٹ

کر پلایا گیا۔حتیٰ کہ وہ تمہاری رگ رگ اور نس نس میں رچ گیا اور اس طرح حسب الہام مسیح موعود اور ارشاد الٰہی تمہاری ایک نسل کی نسل گمراہ ہوگئی اور تقدیر کے نوشتے پورے ہوگئے۔اب ہلاکت کے دن آچکے ہیں۔

مرزا محمود سانپ ہے

......خلیفہ کا بیان نہیں ہوتا جال ہوتا ہے۔وہ ہمیشہ سانپ کی طرح بل ڈال ڈال کر چلتے ہیں۔اب مندرجہ بالا بیان اس قدر لایعنی ہے کہ اگر ہم صرف اس بیان کی گول باتوں کی وضاحت کرنے لگیں تو ہماری وضاحت حد درجہ طویل ہوجائے۔اس بیان میں بلکہ اور اس کی یہ صورت بن گئی اور چنانچہ آپ کا الہام اور پھر مسیح موعود اور اس کی ذریت کا خاص طور پر ذکر یہ سب جال کے پھندے ہیں۔جن کی وضاحت سے ہم بخوف طوالت معذور ہیں۔بہر حال انجیل کے ذکر کو چھوڑ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔کیا قرآن شریف میں توحید کی تعلیم کی کوئی کمی رہ گئی ہے۔اے ظالمو! قرآن شریف تو آخری اور مکمل صحیفہ آسمانی ہے۔پھر اگر خلافت کا انحصار محض توحید کی تعلیم پر ہے۔ تو پھر تمہارے خلیفہ کے اس بیان کو کیا قرار دیں کہ اسلام کے پہلے دور کی خلافت حضرت علیؓ پر ختم ہوگئی تھی۔اگر خلافت کو توحید کی تعلیم پر مدار ہے تو پھر وہ تو بقول تمہارے خلیفہ ابتدائے اسلام میں تیس سال کے اندر اندر ختم ہوگئی تھی۔اب کیا تمہارے خلیفہ کے اصول کے مطابق یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ "نعوذ باللہ" توحید کے بارے میں قرآن شریف کی تعلیم نامکمل ہے۔جیسے کہ مسیح موعود نے "خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس" کہہ کر مکمل کردیا ہے اور چونکہ اس الہام کے مخاطب ابنائے فارس ہیں۔لہٰذا ان کی توحید پرستی پر قیامت تک شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا اور اگر یہ الہام نہ ہوتا تو پھر ایک بہت بڑا نقص لازم آتا کہ اب تو ابنائے فارس توحید پرستی پر قائم ہیں۔پھر کوئی بھی نہ ہوتا۔تمہارے خلیفہ کی ایسی ہی گول باتوں پر ہم ان کو خاص وہ سمجھتے ہیں۔

مرزا محمود یہودی ہے

......جس سے معلوم ہوا ہے کہ یہودیوں والی صورت یہاں بھی پیدا ہو چکی ہے۔ورنہ خدا تعالیٰ تو ہر ایک انسان سے توحید پرستی کا خواہاں ہے۔اگر ابنائے فارس کو خاص طور پر خبردار کیا گیا ہے تو جان لینا چاہئے کہ یہودیوں کی طرح کوئی خاص انتباہ ہے۔مگر ابنائے فارس نے انتباہ کی پرواہ نہیں کی اور آیت استخلاف کے تحت خلافت سازی کو اپنے ہاتھ میں لے کر سراسر ایک خدائی کام پر پنجہ مارا اور خود بھی سخت گمراہ ہو چکی ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کررہے ہیں اور آج

خلیفہ اوران کے پیروکاروں سے کون زیادہ گمراہ ہوسکتا ہے کہ جو روحانی قدروں کو ملیامیٹ کرنے اور آسمانی رشتوں کو ہمیشہ کے لئے زمین سے توڑنے کی کوشش میں مصروف ہیں اور جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے ہیں۔ یہ دلدوز دلفگار الہامی فریاد انہی لوگوں کی سرکشی وبغاوت کے پیش نظر مامور وقت کی زبان سے نکلی ہے۔ اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ۔

مرزا محمود کا تانابانا

یہ سب کچھ کیا خرافات ہے۔ ان باتوں کو تو صرف پالتو مولوی ہی مان سکتے ہیں۔ اے خطاب یافتہ پالتو مولویو! خلیفہ کوئی معارف بیان نہیں کرر ہے تھے۔ بلکہ وہ تو ایک ایسا تانا بانا بنا کرلائے تھے۔ جس کی رو سے یہ ثابت ہو جائے کہ اوّل خلیفہ منتخب ہوسکتا ہے اور دوئم اب قیامت تک ابنائے فارس ہی خلافت کے اہل ہیں۔ اسلام میں ان کو یہ دور صرف تیس برس تک نظر آیا۔ اس کا ذکر کردیا اور چونکہ وہ اپنی خلافت کو زیادہ مستند اور تاریخی بنانا چاہتے تھے۔ صرف تیس سال سے کام نہیں چلتا تھا۔

مصلح موعود

قارئین کو ہماری تحریر کے مطالعہ سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ ہم جو بات بھی تحریر کرتے ہیں علی وجہ البصیرت تحریر کرتے ہیں۔ ان مسائل کے بارے میں ہمارے دل میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس ہمارا دل نور یقین سے بھرپور ہے اور اس ضمن میں ہم نے علماء کی ۴۳ سالہ بحث وتمحیص اور اسلوب بیان کو اختیار نہیں کیا کہ ہمارے نزدیک وہ تمام راستے صاف اور ہموار نہیں اور ہمیں خدا کے فضل سے اس بات کا پورا پورا یقین ہے کہ ہم نے ایک نئے علم الکلام کی طرح رکھی ہے اور انشاء اللہ العزیز یہی وہ علم الکلام ہے جس سے بالآخر اس فتنہ عظیم کی سرکوبی ہوگی۔ ہم نے ہنوز بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ لیکن یقیناً یقیناً ایسے مردان خدا پیدا ہوں گے کہ جو ان حقائق پر مزید روشنی ڈالیں گے۔ ہم تو کچھ بھی نہیں اور جہاں تک تعلیم وتدریس کا تعلق ہے ہم بالکل صفر ہیں۔

اے فخر رسل قرب تو معلوم شد
دیر آمدہ زرہ دور آمدہ

اس الہامی شعر سے ثابت ہوتا ہے کہ مصلح موعود دیر سے آئے گا اور دور کے راستہ سے آئے گا اور نیز اس الہامی شعر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مصلح موعود مامور ہوگا کہ فخر رسل کوئی غیر رسول نہیں ہوسکتا۔ ایسا ہی الہام "تری نسلاً بعیداً" بھی مصلح موعود کے دور کی نسل میں ہونے کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ لڑکے کی اولاد کو دیکھنا کوئی عجوبہ بات نہیں اور اکثر صاحب اولاد لوگ

چالیس برس کی عمر میں ہی اپنے لڑکوں کی اولاد کو دیکھ لیتے ہیں۔ ہاں! خدا تعالیٰ کا کلام بیشتر طور پر ذوالوجوہ اور ذوالمعارف ہوتا ہے اور اولاد کی اولاد کو دیکھنا ایک عام بات ہے۔ سو ہم اس کے عمومی پہلو سے انکار نہیں کرتے۔ مگر اس کی خصوصیت دیر آمدہ ذرہ دور آمدہ کے ساتھ شامل کرنے سے ہوتی ہے۔ بالخصوص جب کہ اس الہام کے ساتھ وہ الہامات بھی شامل ہوں جو مصلح موعود کے متعلق ہوں۔ تو پھر اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ یہ الہام بالخصوص مصلح موعود کی نشاندہی کر رہا ہے۔ جیسا کہ الہامات کے سلسلہ سے واضح ہے۔ "وتریٰ نسلاً بعیداً مظھر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء" پھر دوسری جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ "یاتیک علیک زمان زوج مختلفة وتری نسلاً بعیداً" پس ان الہامات کا یہ مفہوم تو نہیں کہ حضرت اقدس دوبارہ زندہ ہو کر شادیاں کریں گے۔ بلکہ ازواج مختلفہ سے مراد جماعت کے مختلف دور ہیں۔ جس کے آخر میں مصلح موعود آئے گا۔ پس الہامات کے مندرجہ بالا ہر دو سلسلوں پر غور کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ مصلح موعود نے دیر سے مبعوث ہونا ہے۔ پھر حضرت اقدس کے الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی ابتدائی نسل پاک اور مطہر نہ ہوگی۔ جیسا کہ ہم بلائے دمشق کے بیان میں بھی کئی پیرایوں سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ابتدائی نسل کے لوگ بجائے پاک اور مطہر ہونے کے شرارت کریں گے اور ایک عظیم ابتلاء کا باعث بنیں گے۔ جیسا کہ الہام "شر الذین انعمت علیھم" سے ظاہر ہے کہ شرارت منعم علیہ کریں گے۔ اسی طرح زندگی کے آخر ایام میں اس الہامی دعا کہ "رب ھب لی ذریة طیبة" سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو اولاد موجود ہے وہ پاک اور طیب نہیں۔ ان سب الہامات کے علاوہ اس الہام سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کی ابتدائی اولاد بجائے پاک وصاف ہونے کے ابتلاء کا باعث بنے گی۔

"میں تیری نسل کو جڑ سے معدوم نہیں کروں گا بلکہ جو کچھ کھو گیا وہ خدائے کریم واپس دے گا۔" (تذکرہ ص ۷۳۵، طبع دوم)

اب مندرجہ بالا الہام سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کی نسل کے ابتدائی برگ و بار بوجہ غیر صالح ہونے کے کاٹ دیئے جائیں گے اور صرف جڑ باقی رہ جائے گی۔

گوسفندی دین

......یہ گوسفندی دین جو تم نے اختیار کیا ہے اس لائق نہیں کہ غیور انسان اسے خاطر میں لائیں۔ یہ تو سراسر ایک چکر اور پالتو مولویوں کی کرشمہ سازی ہے۔ اے ابنائے فارس کے پرستار وخدا تعالیٰ فارسی، روسی، درافغانی نہیں۔ وہ بزرگ و برتر رب العالمین خدا ساری کائنات

اورسب انسانوں کا خدا ہے۔ وہ کسی ایک انسان یا ایک خاندان کا خدا نہیں۔ بلکہ وہ ان انسانوں میں سے ہر ایک انسان کا خدا ہے جو ازل سے لے کر اب تک پیدا ہوئے اور پیدا ہوتے رہیں گے۔ ان میں سے کسی ایک انسان یا خاندان کو خصوصیت دنیا پر لے درجے کی جہالت اور سراسر گمراہی ہے۔ خدا کا قرب کسی حسب نسب کی وجہ سے نہیں بلکہ عمل کی وجہ سے حاصل ہوسکتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی فارسی النسل کو جہنم کی آگ میں دھکیل دیا جائے۔ کسی کفذوش کے استقبال کے لئے جنت کے فرشتے حاضر کئے جاویں۔ پس ہم خود ابنائے فارس کے لئے دعا گو ہیں کہ خدا تعالیٰ کو اس گمراہی سے نکالے اور ان میں سے ہر ایک کا انجام بخیر کرے۔ اے ابنائے فارس کے متوالو! اپنے گم کردہ ضمیر کی تلاش کرو۔ ہماری یہ باتیں کسی بغض کی وجہ سے نہیں۔ درد کی وجہ سے ہیں۔ اگر ابنائے فارس کا دامن نعروں، ریزولیشنوں، انسانیت سوز مقاطعوں اور ظلم اور طاغوتی نظام سے پاک ہوتا اور اگر وہ پاک طینت ہوتے تو ان پر جاں نثاری میں ہم کسی سے پیچھے نہ رہتے۔ احمدیت کے لئے ہمارے اسلاف نے اپنا خون تک پیش کیا ہے اور ابھی ربوے میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ جو اس بات کی شہادت دے سکتے ہیں کہ ہمارے دادا (مہروزار خاں عرف ملا میرو صاحبؓ) کی مشکیں کس کر اور گدھے سے ان کے پاؤں باندھ کر سنگلاخ راستوں پر قریہ بہ قریہ گھسیٹا گیا۔ یہاں تک کہ ان کی کھال اتر گئی اور راستے ان کے خون کی گلکاری سے لالہ زار بن گئے۔ پھر ان کے کانوں اور ہاتھوں میں میخیں ٹھونک کر جیل خانے کی دیوار سے لٹکا دیا گیا۔ ہم نے وہ داغدار کان اور ہاتھ خود اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ پھر اسی احمدیت کے لئے اب اس انسانیت سوز مقاطعہ کی وجہ سے جو تکالیف ہم نے اٹھائیں وہ نعرے لگانے والوں کو کیا معلوم۔ ہم پر پانی تک بند کر دیا گیا اور ہم مجبور کر دیئے گئے کہ اپنے گھر کے پاخانوں کو خود صاف کر کے غلاظت کو اپنے ہاتھوں باہر پھینکیں۔ ماں باپ اور بھائی بہنوں کو عمر بھر کے لئے ہم سے جدا کر دیا گیا اور اب کہیں جا کر محض خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسے سامان پیدا ہو گئے کہ خدا تعالیٰ نے ۴۷ کے گڑبڑ کے دنوں میں ایک خاندان سے ہمارے رشتے قائم کر دیئے۔ جن سے کچھ باز پرس تو ہوئی مگر وہ خدا کے فضل سے مقاطعہ کی دراز دستیوں کے اثر سے بہت دور رہائش پذیر ہیں۔ لیکن ان تمام چیرہ دستیوں کے باوجود کیا کوئی ہماری یہ تحریر پڑھ کر کہہ سکتا ہے کہ ہمارا ایمان متزلزل ہو گیا ہے۔ پس ہمیں کسی سے کوئی بغض وعناد نہیں۔ بالخصوص مسیح موعود کے اہل بیت سے بغض رکھنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر اگر کوئی اس باغ کو ہی پامال کرنے لگ جائے۔ جو مسیح موعود نے لگایا ہے۔ خواہ وہ پامالی مسیح موعود کی اولاد کے ہاتھوں ہی کیوں نہ ہو رہی ہو تو ہم مجبور ہیں کہ احتجاج کریں اور اپنے بھائیوں کو

سمجھائیں کہ محض اس بات سے مطمئن ہو کر آنکھیں بند مت کرو کہ حضرت اقدس کے اہل بیت ہی ان کے باغ میں چل پھر رہے ہیں۔ نہیں بلکہ وہ اس باغ کا پامال کر رہے ہیں جو حضرت اقدس کی بعثت کی غرض وغایت تھا۔ خدارا اس کی تباہی سے اہل فارس کو روکو اور اس ضمن میں حضرت اقدس کے اس خواب کو پڑھو جو تذکرہ ص ۲۲۶ تا ص ۲۳۲ میں درج ہے۔

پس اے پالتو مولویو! ایسے علم سے تو بہتر تھا کہ بھاڑ جھونک لیتے۔ بھلا کوئی مصلح موعود بھی غیر مامور ہو سکتا ہے۔ اگر ہو سکتا ہے تو قرآن شریف اور تاریخ ادیان سے اس کی کوئی ایک مثال تو لاؤ۔ اگر نہ لا سکو تو پھر خود ہی بتاؤ کہ تم نے اور تمہارے خلیفہ نے یہ کیا پاکھنڈ رچایا ہے۔ اے عقل کے دشمنو! تمہیں اتنا بھی علم نہیں کہ دین کی راہیں مامورین کے ذریعہ سیدھی کی جاتی ہیں یا غیر مامورین کے ذریعہ کیا اصلاح خلق کے لئے خدا تعالیٰ غیر مامورین کو بھیجا کرتا ہے۔ تف ہے تمہارے اس علم پر اور حیف ہے تمہاری اس عقل پر اور ویل ہے تمہارے اس دین پر اور لعنت ہے تمہاری اس جعلسازی پر۔ تم نے ایک غیر مامور کو آسمان پر اٹھا کر دیکھ لیا اور ایک غیر مامور کو خدا تعالیٰ کے وعدوں کا مصداق بنا کر دیکھ لیا۔ اس نے تمہارا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ اس نے تمہاری صورتوں کو اس قدر مسخ کیا کہ روحانیت کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔ اس نے اپنے اعمال سے تحریک احمدیت کو مشکوک اور بدنام کر دیا۔ پھر بھی وہ جو چاہے کرتا پھرے۔ تم مجبور ہو کہ اس کا ڈھنڈورا پیٹو۔ اے نادانو! اگر وہ واقعی مصلح موعود ہوتا تو حسب قاعدہ کسی آئندہ آنے والے مامور کی تصدیق کرتا۔ مگر وہ تو قوم کو قیامت تک کے لئے ملازم اور پالتو عملہ کے سپرد کر رہا ہے۔ اس پر بھی تمہاری آنکھیں نہیں کھلتیں۔ یا تم ۴۳ سال کے عرصہ میں روحانی بینائی سے محروم کر دیئے گئے ہو۔ یاد رکھو یہ خانہ ساز دین بیخ وبن سے اکھاڑ دیا جائے گا۔ یہ ایک کھلا کھلا چیلنج ہے کہ جو آسمان والے کے پیش نظر ہے اور یہی وہ مکروہ اور مسخ شدہ صورت تھی جس کے پیش نظر مامور وقت کی زبان پر یہ الہامی فریاد جاری ہوئی۔

محمدی بیگم

......اے پالتو مولویو! بتاؤ کہ اس نفخ صور سے حسب بیان مسیح موعود کوئی مجدد اور مامور اور مصلح موعود مراد ہے کہ نہیں۔ پھر دیکھو قمر الانبیاء کو بھی نفخ صور سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یعنی مصلح موعود اور قمر الانبیاء ایک ہیں کہ مسیح موعود کے کام کی تکمیل میں حق کا غلبہ مصلح موعود ہی کے زمانہ میں مقدر ہے۔ پھر ان الہامات میں چھ مرتبہ نہایت تحدی سے یہ یقین دلایا گیا ہے اور اس حقیقت کو اٹل اور حتمی قرار دیا گیا ہے کہ یہ عورت حضرت اقدس کی طرف لوٹائی جائے گی۔ اے نادانو!

محمدی بیگم تو ایکبار بھی نہ لوٹی۔ پھر بتاؤ کہ تم ذہنی طور پر کودن اور مفلوج ہو یا نعوذ باللہ خدا تعالیٰ دروغ گو ہے۔ شاید یہ مشہور عام حقیقی تم پر نہیں بلکہ تم پر لعنتیں ڈالنے کے لئے تمہاری نسلوں پر ظاہر ہوگی کہ الٰہیات کی زبان میں عورت سے مراد جماعت ہوتی ہے اور پھر اس سب الہامی بیان میں نفخ صور کی پیش گوئی لاکر خدا تعالیٰ نے سارے معاملہ کو واضح کر دیا ہے کہ اس جماعت کی گمراہی کی اصلاح مصلح موعود کے وقت میں ہوگی۔ دیکھو حضرت اقدس فرماتے ہیں: ''خدا کی کتب میں نبی کے ماتحت امت کو عورت کہا جاتا ہے۔''

شیطانی دعویٰ

اے پالتو مولویو! جو خطاب یافتہ ہو تمہارا اور تمہارے خلیفہ کا یہ دعویٰ کہ تم آیت استخلاف کے تحت روحانی خلیفہ بر پا کر سکتے ہو اور کہ کوئی غیر مامور بھی مصلح موعود ہو سکتا ہے۔ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے جو شیطان نے روئے زمین پر کسی سے کروایا۔ یہ دعویٰ خدا تعالیٰ کے ازلی قوانین اور روحانی اقدار کے لئے ایک چیلنج ہے اور ایک سرکش و مغرور انسان کا یہ چیلنج قبول کر لیا گیا ہے۔ اب کون ہے کہ جو اس کے ہولناک اور عبرتناک انجام سے اس کو بچاوے۔ اس فتنہ عظیم کو ضرور کچل کر رکھ دیا جائے گا۔ خواہ اس کے لئے زمین کو تہ و بالا اور پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کرنا پڑے۔ یہ فقط ہمارے منہ کی باتیں نہیں بلکہ خدا کا کلام ہے۔ ہوش میں آؤ کہ خدا تعالیٰ کا غضب بھڑک رہا ہے۔ اے دوستو! جو احمدی کہلاتے ہو اگر امن اور سلامتی چاہتے ہو تو ان طاغوتی خیالات اور عزائم پر لعنت ڈال کر خدا تعالیٰ سے صلح کر لو اور ''ایدہ اللہ بنصرہ'' سے پرے ہٹ جاؤ اور دیکھو کہ خدا تعالیٰ ''ایدہ اللہ بنصرہ'' سے کیا سلوک کرتا ہے۔ جہاں تک دلائل اور خبردار کرنے کا کام تھا وہ تو ہم نے کر دیا۔ مگر ہم تقدیر کے نوشتوں کو نہیں بدل سکتے اور ان بدبختوں کا مداوا نہیں کر سکتے جن کے لئے ہلاکت اور گمراہی مقدر ہو......

مگر ہماری یہ مختصر تحریر ان تفصیلات کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ ہمارا خیال تھا کہ ہم چالیس پچاس صفحات میں اپنا مافی الضمیر بیان کر دیں گے۔ لیکن خیالات کو نگارش کا پیراہن پہنانے کا ہمیں کوئی تجربہ نہ تھا۔ جس کی وجہ سے ہماری موجودہ تحریر ہی قریباً دو صد صفحات پر پھیل گئی ہے۔ لہٰذا ہم ایک دو ضروری وضاحتوں کے بعد اپنی تحریر کو یہیں پر ختم کرتے ہیں۔ دراصل یہ موضوع اس قدر طویل ہے کہ بلائے دمشق اور آیت استخلاف اور مصلح موعود کے عنوان پر علیحدہ علیحدہ ضخیم کتابیں لکھی جا سکتی ہیں اور دراصل ان مسائل پر روشنی ڈالنا علماء کا کام تھا۔ لیکن ان کی مسلسل خاموشی نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم قلم اٹھائیں۔ پس ہماری تحریر میں عبارات آرائی اور ادب کی تلاش عبث ہے۔ اس

شخص کے لئے جس نے مضمون نویسی کا کام کبھی نہ کیا ہو اور نہ ہی وہ ادیب عالم اور مولوی ہو۔ یہ ایک مشکل کام ہے۔ مگر جب خدا تعالیٰ کسی کے دل میں کوئی تحریک پیدا کرے تو مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ مسیح موعود کا ایک الہام ہے۔ ''الناالك الحديد'' یعنی تیرے لئے ہم نے لوہے کو نرم کر دیا۔ لوہا ایک سخت چیز ہے اور لوہے کو نرم کر کے کوئی اولوالامر ہی کام لے سکتا ہے۔ جیسا کہ آج کل کی ترقی یافتہ اقوام لوہے سے گونا گوں طور پر کام لے رہی ہیں اور جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں لوہے کو نرم کر کے کام لیا جاتا رہا اور شاید مصلح موعود کے وقت میں بھی اس سے کام لیا جائے۔ لیکن جہاں تک دلائل کا اس الہام سے تعلق ہے یہ ایک مشکل کام ہے کہ ہمارے جیسا بے علم انسان خلیفہ اور ان کے مایہ ناز علماء سے خطاب کرے۔ ہمارے خیال میں ہمارے ذریعہ صرف آغاز اور تخم کاری کا کام ہو رہا ہے اور ہنوز الہام ''الناالك الحديد'' کئی رنگوں میں اپنی شکل دکھائے گا۔ پس ہماری یہ تحریر محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ہم کون ہیں اور ہماری بساط کیا ہے۔ ہم نے اپنی اس حقیر اور ناچیز کوشش کے ذریعہ آئندہ آنے والے مجدد اور مصلح موعود کی راہوں کو صاف کیا ہے اور ہم ان جلیل القدر انسانوں کی خدمت میں اپنا سلام عرض کرتے ہیں اور اپنی بخشش کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ ''ربنا ظلمنا انفسنا وانلم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرين''

فتنہ خلیفہ ربوہ کا

حسب الہام مندرجہ بالا آپ لوگوں نے دیکھ لیا کہ ابی لہب کو فالج کے ذریعہ کچھ کچھ شل کر دیا گیا ہے اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے۔ اس کے دیکھنے کے لئے بھی منتظر رہو کہ خدا تعالیٰ کے قول اٹل اور حتمی ہوتے ہیں۔ پس دراصل ''الفتنة هاهنا'' کا اصل مصداق خلیفہ ربوہ ہی ہے کہ یہ الہام کہ جو پہلے پہل ۱۸۸۰ء کے قریب ہوا تھا۔ اس کے متعلق ۲۵ سال بعد حضرت اقدس کو دوبارہ اطلاع دی گئی کہ فتنہ بڑا ہو گیا ہے یا جوان ہو گیا ہے۔ جیسا کہ الہام ''كبرت فتنة'' سے واضح ہے۔ یہ الہامی اطلاع ۱۳ دسمبر ۱۹۰۵ء کو دوبارہ دی گئی۔ جب کہ مولوی محمد حسین حضرت اقدس کی ترقی اور ان کے ساتھ تائید الٰہی کو دیکھ کر خاموش ہو چکا تھا اور شغل تکفیر سے باز آ چکا تھا اور مولوی نذیر حسین دہلوی غالباً فوت ہو چکا تھا اور فتویٰ کفر پر بھی چودہ پندرہ سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ پس ۱۳ دسمبر ۱۹۰۵ء کا الہام ''كبرت فتنة'' بتلاتا ہے کہ فتنہ یا فتنہ باز جوان ہو چکا ہے اور اس نے اپنے مشاغل کی ابتداء کر دی ہے اور اس الہام الٰہی کے وقت تک موجودہ خلیفہ کے متعلق آلودگی چلن کی شکایت بھی پیدا ہو چکی تھی۔ پس ''كبرت فتنة'' نے ثابت کر دیا کہ الہام ''الفتنة هاهنا'' کا

اصل مصداق" عبد غیر صالح "اور بلائے دمشق یعنی خلیفہ ربوہ ہی ہے۔

خلیفہ صاحب نے اپنی تقریر میں بار بار جماعت احمدیہ لاہور کو شیطانی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ وہ اپنی تقریر کے ص ۴۴ پر کہتے ہیں کہ شیطان ابھی مایوس نہیں ہوا۔ پہلے تو شیطان نے پیغامیوں کی جماعت بنائی۔ اور یہ ان کا آزمودہ ہتھیار ہے کہ جب ان کے خلوت خانوں کی جھلک قصر خلافت سے باہر نظر آنے لگے تو وہ مریدوں کی آنکھوں پر جماعت احمدیہ لاہور کی دشمنی کی پٹی باندھ دیتے ہیں اور ان کو شیطان وغیرہ کہہ کر مریدوں میں یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ عقیدت کے بندو یا اندھو کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ تو ۱۹۱۴ء والے جھگڑے کا ہی یک شاخسانہ ہے۔ اب کہاں خلیفہ کے خلوت خانوں کی رنگین داستانیں اور کہاں ۱۹۱۴ء کا ایک اصولی اختلاف۔ افسوس کہ ہم فی الحال حربہ بائیکاٹ اور فتنہ منافقین پر روشنی نہیں ڈال سکتے۔ دراصل خلیفہ خود ہی بعض نوجوانوں کو اپنی بعض کمزوریوں میں ملوث کرتے ہیں اور پھر ان میں اگر کسی ایک کے منہ سے بے احتیاطی سے یا کسی اور وجہ سے کوئی بات نکل جائے تو پھر اس کو منافق و مرتد قرار دے کر درپے آزار ہو جاتے ہیں اور مریدوں کے ذہنوں کو پلٹا دینے کے لئے بطور ردیف پیغامیوں کو ضرور گالیاں نکالتے ہیں۔ اگر خلیفہ واقعی مصلح موعود ہوتے تو گالیاں دینے اور منافقین کے خواب دیکھنے کی بجائے قصر خلافت کی رعنائیوں سے باہر نکلتے اور پرویز کو للکارتے کہ جو الہام وغیرہ سے انکاری ہے اور اپنے مؤقف کی تائید میں ضخیم کتابیں لکھ چکے ہیں کہ موعود مصلحین ان روحانی قدروں کے احیاء کے لئے ہی مبعوث ہوتے ہیں۔ اگر آج مسیح موعود زندہ ہوتے جو مصلح موعود بھی تھے تو سب سے اوّل پرویز صاحب کو للکارتے اور خدا تعالیٰ کے کلام کے نمونے پیش کرتے اور عجب نہ ہوتا کہ پرویز کی ذات ہی کس زندہ جاوید نشان کی مثال بن جاتی۔ اے پالتو مولویو! تمہارے فکر و فہم اور عقل کو کیا ہو گیا ہے کہ خبیث اور طیب اور اصلی اور جعلی میں امتیاز کرنے سے قاصر ہو۔ پھر یہ نظام سلسلہ کی رٹ کیا لگا رکھی ہے۔ آخر بقول تمہارے خلیفہ طاغوت یعنی پاپائیت کا بھی تو ایک مضبوط نظام ہے جس کی پیروی کے لئے انہوں نے تمہیں تیار کیا ہے۔ پھر خود سوچو کہ محض نظام سلسلہ کا نعرہ لعنتی اور طاغوتی بھی تو ہو سکتا ہے اور جہاں تک تمہارا تعلق ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ مرکز اور نظام سلسلہ کے نعروں میں خلیفہ کی ذات چھپی بیٹھی ہے اور یہی وہ گمراہ کن ہتھکنڈے ہیں جن سے لوگوں کو پھانسہ دیا جاتا ہے۔ مگر ان ہتھکنڈوں اور دجل کاریوں کے دن اب بیت چکے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے قول "انہ عبد غیر صالح "کو نہ پہلے جھٹلایا جا سکا اور نہ اب جھٹلایا جا سکے گا اور اب خدا تعالیٰ خبیث اور طیب میں تمیز کرنے کے لئے بعض قہری نشان بھی دکھلائے گا۔ خلیفہ عمر بھی منافقین کا رونا روتے رہے ہیں۔ مگر

یہ حیرت کا مقام ہے کہ جس طرح مسیح موعود کے الہامات اور تحریرات میں کہیں بھی اپنے بعد کسی خلافت کا ذکر نہیں۔ وہاں ہمارے خیال میں حضرت اقدس کے الہامات میں منافق کا لفظ تک موجود نہیں۔ سارے تذکرے میں جو حضرت اقدس کے الہامات کا مجموعہ ہے اور جو کہ ۸۴۰ صفحات کی کتاب ہے۔ منافقوں کا ذکر تو درکنار ہمیں لفظ منافق سوائے ایک غیر متعلق جگہ کے اور کہیں نظر نہیں آیا۔ پس خلیفہ کا سارا کاروبار ہی جعلسازی پر مبنی ہے۔ جو احمدیوں کے لئے ایک ابتلاء کا باعث اور ان کے لئے ایک دھندا بنا ہوا ہے۔ خلیفہ اپنی تقریر میں کہتے ہیں۔ اتنی بڑی جماعت کے لئے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ان میں سے کوئی خلیفہ ہو اس کا نام اگر یہ رکھا جائے کہ میں اپنے فلاں بیٹے کو کرنا چاہتا ہوں تو ایسے قائل سے بڑا گدھا اور کون ہوسکتا ہے۔ خلیفہ کی اس بات کا ہم صرف اسی قدر جواب دینا چاہتے ہیں کہ ہر وہ شخص کہ جو خلیفہ کی ساری تقریر کو پڑھ لیوے اور تقریر میں ابنائے فارس کی توحید پرستی کے خصوصی بیان کو نوٹ کرلیوے اور خلافت سازی کے قواعد پر بھی غور کرلیوے کہ جن کی رو سے جی حضوریوں اور تنخواہ خور ملازموں کو یہ اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ جھٹ پٹ خلیفہ بنا لیویں اور پھر بھی وہ شخص یہ سمجھ نہ سکے کہ خلیفہ یزید کی طرح خلافت کو موروثی بنایا چاہتے ہیں تو اس سے بڑا کودن اور گدھا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔

ہم نے اس تحریر میں زیادہ تر پالتو مولویوں کو مخاطب کیا ہے۔ عجب نہیں کہ جماعت میں بعض علماء کو تحقیق نہ ہو اور وہ اپنی طرف سے پورے خلوص سے اس طاغوتی کاروبار میں شریک ہوں اور اب ہماری تحریر کو پڑھ کر اپنی غلطی کا احسان کریں۔ سو ایسے تمام علماء اور نیک نفس لوگ ہمارے نزدیک قابل قدر ہیں اور اس لائق ہیں کہ ہمیشہ ان کا احترام کیا جائے۔ ان تمام نیک بزرگوں سے ہماری گذارش ہے کہ خدا کی عبودیت میں سے اس جعلی خلیفہ کے تصور کو نابود کرنے کے لئے جہاد کرو اور اپنے بھائیوں کو اس ابتلائے عظیم سے نکالو اور اس انسانیت سوز بائیکاٹ کے خلاف شدید احتجاج کرو اور اس فتنہ عظیم کو بیخ و بن سے اکھیڑ کر روحانی قدروں کے تقدس کو استوار کرنے کی کوشش کرو اور احمدی بھائیوں کے ذہنوں سے ان طاغوتی خیالات کو کھرچ ڈالو کہ لوگوں کا کوئی ٹولہ انتخاب کے ذریعہ آیت استخلاف کے تحت روحانی خلیفہ برپا کرسکتا ہے اور کہ موعود مصلحین غیر مامور بھی ہوسکتے ہیں اور اس عجلہ پرستی کا قلع قمع کرکے جماعت کو از سر نو امام وقت کی وصیت کے مطابق مل کر کام کرنے کی تلقین کرو۔ تا آنکہ کوئی روح القدس کی تائید سے کھڑا ہو کر زمام کار کو اپنے ہاتھ میں نہ لے لے۔ "وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین"

عبدالرب خاں برہم!